سلسلة خدمة الحديث النبوي 14

اُردو شرح

جمعُ الفوائِد 1

مِن

جامع الاُصُول و مجمع الزّوائد



تالیف: امام محمد بن سلیمان المغربی (م ۱۰۹۴ھ)

ترجمہ: مولانا محمد احمد دلپذیر

تخریج و شرح: شیخ الحدیث حافظ محمد عبّاس انجم گوندلوی

تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصارُ السُّنّہ
پبلیکیشنز۔ لاہور

فہرست عناوین

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّـلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ، أمّا بَعْد!

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ، مکمل دین ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدة : ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ، اور اپنی نعمت پوری کر دی، اور اسلام کو بحثیت دین تمہارے لیے پسند کرلیا۔''

اسلام دین فطرت ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۝﴾ (الروم : ۳۰)

''پس (اے میرے نبی!) آپ یکسو ہو کر دین اسلام پر قائم رہیے ، یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے، یہی سچا اور صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

اسلام کی جملہ جزئیات اور تفصیلات قرآن مجید اور احادیث رسول میں موجود ہیں۔قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث رسول وحی غیر متلو ہے۔حدیث قرآن مجید کی تشریح وتفسیر ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تشریعی اختیارات عطا فرمائے ہیں۔اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل وتحریم صرف یہی نہیں جو صرف قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ بلکہ وہ سب ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا۔لہٰذا وہ قانون الٰہی اور شریعت اسلامیہ کا ایک حصہ ہے۔

﴿یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

''وہ (رسول) لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔اور اُن کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور خبیث اور گندی چیزوں کوحرام کرتے ہیں، اور اُن بارہائے گراں اور بندشوں کوان سے ہٹاتے ہیں جن میں وہ پہلے سے جکڑے ہوئے تھے۔''

اس طرح وہ تمام اقدامات جوقرآن کی تفسیر یا قرآن سے زائد تشریح کے لیے کیے گئے ہیں ان کی حیثیت منزل من

اللہ کی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت اُتاری ہے، اور جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھایا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کتاب اللہ کی مقتضیات کی عملی تشریح وتعبیر تھی۔

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

''اے نبی! اور ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لیے نازل کیا کہ تم لوگوں کے لیے واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اُتاری گئی۔''

خود حضور ﷺ پر وحی کی ابتدا حدیث کی تنزیل سے ہوئی اور آپ کی حیات مبارکہ میں جبریل علیہ السلام سے آخری مکالمہ بھی حدیث کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔ اس ضمن میں قرآنِ مجید کی اس آیت مبارکہ پر توجہ مطلوب ہے:

﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًاۚ﴾ (النساء: ۱٦۳)

''بے شک ہم نے آپ پر وحی اُتاری ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اُتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اُتاری تھی، اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔''

تمام انبیاء علیہم السلام کو جس ذریعے سے ہدایت کا پیغام اور احکامات عطا کیے گئے، وہ سب وحی کے علاوہ کچھ اور نہ تھے، اگر یہ وحی متعین الفاظ میں تھی تو متلو، اور اگر تشریحی اور توضیحی نوعیت کی تھی تو غیر متلو۔ بیسیوں روایات میں احادیث کو لکھنے، سیکھنے، سکھانے اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین موجود ہے:

((تَسْمَعُوْنَ مِنِّيْ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ ، وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَّسْمَعُ مِنْكُمْ)) [1]

''تم لوگ مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنا کریں گے۔ اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے۔''

((نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ، ثُمَّ أَدَّاهَا إِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا .)) [2]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق اور روشنی عطا فرمائے، جس نے میری بات سنی، اور پھر یاد رکھی، اور

[1] سنن ابو داؤد، كتاب العلم، رقم: ٣٦٥٩۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ١٧٨٤۔

[2] شرف أصحاب الحديث للخطيب، رقم: ٢٠۔ موافقة الخبر الخبر للحافظ ابن حجر: ٣٧١/١۔ وقال هذا الحديث صحيح التن.

پھر وہ بات اس شخص تک پہنچا دی، جس نے اسے نہیں سنا۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث شریف میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے دعا فرمائی گئی جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی حفاظت کرتے اور ضبط میں رکھتے اور پوری صحت اور اتقان کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیتے۔ حفاظت حدیث اور مبلغین حدیث کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ حفظ حدیث اور تبلیغ حدیث ونشر حدیث آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا اور دلی چاہت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ رضائے الٰہی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حیاتِ صحابہ کا عظیم سرمایہ اور بڑی متاع تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا تلاش کرنا اہل ایمان کے حفظ ایمان کے لیے زبردست ضروری ہے۔

﴿وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۝﴾ (التوبہ: ٦٢)

’’اللہ اور اس کے رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے۔‘‘

زمرۂ محدثین میں سے الامام، الحافظ محمد بن سلیمان المغربی (متوفی ۱۰۹۴ھ) بھی ہیں، آپ مغرب کے بہت بڑے محدث تھے۔ آپ کی مصنفات میں سے ”جمع الفوائد“، ”صلة الخلف بموصول السلف“، ”مختصر التحرير فى أُصول الحنفية لابن الهمام وشرحه“، ”حاشيه على التوضيح“، ”منظومة في علم الميقات و شرحها“ وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل عظیم کہ آج ہم جمع الفوائد کو ترجمہ، تخریج اور فوائد کے ساتھ شائع کر کے مسرور اور اس کو اللہ کے شکریہ کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔ ترجمہ کا کام مولانا ابو احمد دلپذیر حفظہ اللہ نے، اور تخریج اور فوائد شیخ الحدیث حافظ محمد عباس انجم گوندلوی حفظہ اللہ نے بطریق احسن سرانجام دیا، جب کہ نظر ثانی اور تصحیح کی ذمہ داری مولانا خاور رشید بٹ، مولانا عبدالصمد ریالوی اور مولانا عبداللہ ذھبی حفظہم اللہ نے انجام دی۔ یہاں پر ہم بھائی محمد رمضان محمدی کے شکر گزار ہیں جن کی کاوش سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ترجمہ میں حتی المقدور یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ نہایت سلیس اور عام فہم ہو نیز مقصود پر حاوی ہو۔ تخریج میں ضعیف احادیث اور ضعیف رواۃ کی نشان دہی کرتے ہوئے اسماء الرجال کی مستند اور مشہور کتب کے حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں۔ شرح کرتے ہوئے اگر کسی حدیث میں کہیں کوئی ابہام، اشکال یا تعارض ظاہری ہے نہایت اختصار اور محققانہ طرز پر ابہام کی وضاحت اور تعارض کا توافق پیش کیا ہے۔ مشہور شروحات حدیث اور دیگر متعلقہ کتب سے حوالہ جات بھی نقل کر دیے۔ مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر اختلافی مسائل کا حل کتاب وسنت اور فہم وعمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ جزاه الله خيرًا في الدنيا والآخرة.

ہم اپنے مربی اور عصر حاضر کی ایک بہت بڑی شخصیت فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے انتہائی شکر گزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں، ان کی ترغیب، تشجیع اور اشراف کا ہی نتیجہ ہے کہ کتب

حدیث زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آرہی ہیں۔اور ساتھ میں علمی و اصلاحی تقریظ تحریر کر کے ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کثر اللّٰہ أمثالہ فی العالم .

ادارہ کی ایک اہم شخصیت جن کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے، محترم حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ جو کہ شعبہ تحقیق و تالیف کے انچارج ہیں، ان کا تعاون ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے۔

ممبران ادارہ جناب ابو یحییٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، محمد ناظر سدھو، جاوید علی، ظفر اقبال، عمران طاہر، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، ملک طاہر، شیخ الیاس مجید، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، اور ادارہ کی مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد انصاری، حاجی نوید آصف، شمشیر اشرف، محمد اکرم سلفی، ابوطلحہ صدیقی اور مرزا ذاکر احمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتب حدیث کا کام جاری و ساری ہے۔

جناب ابو مؤمن منصور احمد، محمد رمضان محمدی اور محمد سلیم جلالی حفظہم اللہ (اسلامی اکادمی) کی تمام کوششیں اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان کتابوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔

کمپوزنگ کا کٹھن مرحلہ جناب حافظ عبدالرؤف صاحب اور ان کے ادارہ کے معاونین نے بطریق احسن سر کیا اور دیدہ زیب و جاذب نظر کمپیوٹر ڈیزائننگ کی۔

اللہ کے حضور سربسجود ہو کر دُعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کا نفع عام کر دے، ادارہ کو تا روزِ قیامت باقی رکھے۔ تا کہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف محدثین اور فقہاء کی علمی تراث کو منصۂ شہود پر لایا جاسکے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ .

وکتبہ

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

رئیس: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

❀❀❀❀

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنِ اقْتَدٰی بِھَدْیِہٖ وَنَھَجَ بِنَھْجِہٖ وَسَنَّ بِسُنَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ، اَمَّا بَعْدُ!

الحمدللہ!"فضل الله الاحد بشرح الأدب المفرد" کی طباعت کے بعد "جمع الفوائد" قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔اللہ تعالیٰ کی اس توفیق اور فضل وکرم پر بندۂ ناچیز کا سر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہے اور دل جذبات تشکر وممنونیت سے لبریز اور زبان پر حمد وشکر کے ترانے جاری ہیں۔ذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشآء والله ذوالفضل العظيم .

اہل علم جانتے ہیں کہ "جمع الفوائد" گیارہویں صدی ہجری کے عظیم محدث الامام محمد بن سلیمان المغربی (متوفی ۱۰۹۴ھ) کی تصنیف لطیف ہے جس میں انہوں نے "جامع الاصول لابن الأثير" اور "مجمع الزوائد للهيثمي" کو یکجا جمع کر دیا ہے، درحقیقت یہ کتاب صحاح ستہ کے علاوہ مؤطا مالک، مسند احمد، مسند بزار، مسند ابویعلی، سنن دارمی، زوائد رزین اور طبرانی کی معاجم ثلاثہ کو شامل ہے۔جس میں امام موصوف نے حذف اسانید کے ساتھ ساتھ مکررات کو بھی حذف کر دیا ہے اور (۱۰۱۳۱) احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا۔

یہ ایسا عظیم مجموعہ حدیث ہے جسے حسن قبول حاصل ہے اور عوام وخواص دونوں کے لیے احادیث و اہمیت کی حامل ہے۔یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس کی روشنی میں ایک مسلمان اپنے شب و روز کے معمولات مرتب کر سکتا ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق وکردار کی کوتاہیوں کو دُور کیا جا سکتا ہے اور ایسا گلدستہ ہے جس میں حسن اخلاق کی مہک بھی ہے اور حسن معاملہ کی خوشبو بھی ، نیز رشد و ہدایت اور نصیحت کا ایسا حسین مجموعہ ہے جس میں ایمان واخلاق ، اقتصاد ومعیشت کے عقدوں کی گرہ کشائی بھی ہے اور امورِ سیاست و جہاں بانی کے اسرار ورموز کی نقاب کشائی بھی۔

بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ میرے بہت زیادہ شکر و امتنان کا استحقاق رکھتے ہیں، جنہوں نے خدمت حدیث نبوی علی صاحبها الصلوٰة والتسليم کو اپنی زندگانی کا مقصد اوّلین بنا رکھا ہے، فجزاه الله عني و عن المسلمين خير الجزاء .

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا تَصَدَّقَ رَجُلٌ بِصَدَقَةٍ اَفْضَلَ مِنْ عِلْمٍ يُنْشِرُهُ.)) (جامع بيان العلم: ١١٦/١)

''آدمی کا علم حدیث پھیلانے سے بہتر کوئی صدقہ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو صحیح معنوں میں عوام وخواص کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ اور مترجم و ناشر اور دیگر معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہم سب کو مزید توفیق مرضیات سے نوازے۔ لا حول ولا قوة الا باللّٰه .

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ .

وكتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

❀❀❀❀

کلمہ مؤلف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ! تیری وہی تعریف اور حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جو تیری ذاتِ اقدس، جلالتِ شان اور عظمتِ سلطنت کے شایانِ شان ہے۔

اے اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما رسولوں کے سردار، اہل تقویٰ کے امام، خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر، وہ تیرے بندے، تیرے رسول اور اہل خیر کے امام و قائد ہیں اور ان کی آل پر جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمتیں نازل کیں اور برکات نازل فرما۔ محمد ﷺ و آلِ محمد پر جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نازل کیں، بے شک تو صاحب حمد وعزت ہے۔

امابعد!

جمع الفوائد کو دراصل جامعُ الاصول اور مجمعُ الزوائد سے لیا گیا ہے۔ اول الذکر امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری الموصلی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ اس میں انہوں نے رزین بن معاویہ کی اصول الستہ کی تجرید میں جو احادیث ہیں ان کو جمع کیا ہے اور اصولِ الستہ میں ابن ماجہ کی بجائے موطأ کو رکھا ہے اور رزین رحمہ اللہ نے جو کمی کی تھی اس کو بھی ذکر کر دیا ہے اور ہر حدیث کی نسبت اس کے اصل کی طرف کر دی ہے۔ البتہ وہ احادیث جو رزین کی تجرید سے زائد نقل کی ہیں اور ابن الاثیر رحمہ اللہ کو وہ اصول الستہ میں نہیں دستیاب ہوئیں تو ان کی نسبت کے لیے بیاض خالی...... رکھا ہے کہ اگر اس کے مخرج پر اطلاع پائی جائے تو اس جگہ حوالہ لکھ دیا جائے۔

انہوں نے اسے نہایت عمدہ ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ تاہم اس کی گہرائی اور وسیع حجم کے باعث اس سے استفادہ بے حد مشکل ہے اور صرف وہی لوگ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں جن کی فکری صلاحیت بیدار اور حافظہ قوی ہو۔

ثانی الذکر مجمع الزوائد حافظ نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی رحمہ اللہ کی تالیف انیق ہے۔ اس میں مؤلف نے مسند احمد، ابویعلی الموصلی، ابوبکر البزار اور طبرانی کی معجم ثلاثہ کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو اصول الستہ پر زائد ہیں اور انہوں نے موطأ کی بجائے ابن ماجہ کو اصول الستہ میں رکھا اور حدیث کے آخر میں راویانِ حدیث پر کلام کیا، تعدیل وتصویب بھی کی اور جرح بھی کرتے چلے گئے اور اس کا حجم بڑھ کر چھ جلدوں تک پہنچ گیا اور یہ بھی جامع الاصول کے برابر ہو گئی......ان دونوں کا یہ مجموعہ میرے احاطۂ وسعت کے تنگ ہونے کی وجہ سے میرے لیے مشکل تو تھا کہ ان

میں جو کچھ بھی ہے اس سب کو جمع کر دوں تاہم میں کام پر کمر بستہ ہو گیا ......جمع کرنے کا تقاضا یہ بھی سامنے آیا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن ماجہ کو ضم کر دوں مگر صاحبِ جامع الاصول نے اس کو اصول ستہ سے خارج قرار دیا ہوا تھا اور اس کی احادیث کو ذکر نہیں کیا تھا اور صاحب مجمع الزوائد نے اس کو اصول الستہ میں داخل کر دیا تھا اور اس کی زوائد کو ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ بھی ایک پیچیدگی سے کم وجہ نہ تھی اور میرے لیے یہ بھی مناسب بات نہ تھی کہ میں ان سب کو جامع الاصول یا مجمع الزوائد کی طرف منسوب کرتا چلا جاؤں اس لیے کہ یہ از قسم جبر و استبداد امر تھا جو ان دونوں میں سے ایک کے مقصد اور مراد کے خلاف ہوتا اس لیے میں نے ابن ماجہ کے زوائد کی نسبت صرف انہی کی طرف کر دی ہے۔

اصحابِ فن کا اس میں اختلاف ہے کہ چھ کتب میں سے چھٹی کتاب ابن ماجہ ہے، الموطأ ہے یا مسند الدارمی ہے؟

میں نے اس اختلاف کی رعایت رکھتے ہوئے الدارمی کی زوائد بھی منفرد ذکر کر دی ہیں۔ البتہ ابن ماجہ کے ساتھ اگر اس کی زائد متفق پائی تو ان کو یکجا کر دیا ہے۔ میں نے ان کے رجال و رواۃ پر جرح اور تعدیل کی بحث بھی کی ہے۔ امام الذہبی کی کتاب ''الکاشف''، تہذیب التہذیب والتقریب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتب وغیرہ کے مطابق میں نے اس کو خاص اسلوب پر مرتب کیا جیسا کہ میرا طبعی ذوق متقاضی تھا اور میں نے جامع کی ترتیب پر مرتب نہیں کیا ہے۔

جہاں جہاں ان حضرات کے پاس میں نے کسی حدیث کو مکرر مذکور پایا اس کو میں نے مناسب باب میں رکھ دیا اور دیگر ابواب میں اس کو کسی خاص فائدے کے بغیر ذکر نہیں کیا البتہ میری غفلت سے ایسا ہوا ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے مسلم رحمہ اللہ سے صادر ہوا ہے۔

جہاں کسی حکم یا معنی میں دو یا زیادہ احادیث وارد ہوئیں، یا حدیث کی دو یا زیادہ روایات تو ان سے میں اسی پر اختصار کر دیتا ہوں جسکا ان احادیث و روایات میں فائدہ کثیر و زائد ہے اور دیگر کو حذف کر دیتا ہوں۔ البتہ اگر کوئی روایت زائد الفاظ پر مشتمل ہو تو اس زائد کو بھی خلاصے کے طور پر ذکر کر دیتا ہوں اور یا مکمل ذکر کرتا ہوں۔

وہ حدیث جس کو متعدد افراد نے نقل کیا ہو تو ان میں سے ایک کے الفاظ کو میں ذکر کرتا ہوں اور کبھی بیان کر دیتا ہوں کہ متعدد میں سے یہ سیاق الفاظ فلاں کا ہے اور کبھی یہ بھی بیان نہیں کرتا۔

جب کہتا ہوں: بِضُعْفٍ تو میری مراد اس حدیث کی اسناد کے راویوں میں سے کسی کا ضعف ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ یہ مراد نہیں ہوتی کہ ہر لحاظ سے یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی راوی ضعیف ہوتا ہے مگر حدیث تعدد طرق، متابعات اور شواہد کی وجہ سے مرتبۂ ضعف سے بلند ہو جاتی ہے۔

کبھی میں کہتا ہوں: بِلِیْنٍ (نرم روایت) تو اس سے مراد یہ ہے کہ رواۃ کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ مقبول ہے یا وہ راوی رد کیا گیا ہے۔

اور کبھی میں کہتا ہوں: اس میں فلاں راوی ہے تو اس سے میرا مقصد اس کے نام کو ذکر کرنا ہے تاکہ کتب رجال میں

اس کا حال معلوم کیا جائے کہ اس پر ناقدین نے کیا حکم صادر کیا ہے تا کہ اس کی عدالت، جرح یا جہالت نمایاں ہو سکے۔

اور جس کا نام مجمع الزوائد میں مذکور نہ ہو اور اس کے حالات مؤلف پر مخفی رہے ہوں اور انہوں نے صرف یہ کہا ہو کہ اس میں کچھ ہے اور مجھے اس میں کچھ بھی معلوم نہ ہو تو میں اس کی نسبت صرف اس فلاں کی جانب کر دیتا ہوں اور منسوب کرنے کے بعد مخفی ہی چھوڑ دیتا ہوں اور جہاں میں غیر جامع کی طرف حدیث منسوب کرتا ہوں اور اس کے بعد اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا تو وہ حدیث مقبول، حسن یا صحیح ہوا کرتی ہے خواہ اس کے رجال صحیح کے ہوں یا غیر کے ہوں۔

جہاں میں لاصحاب السنن (یہ اصحاب سنن نے روایت کی) کہتا ہوں تو اس سے مراد سنن ابی داؤد، الترمذی اور النسائی ہے، ابن ماجہ مراد نہیں ہے جیسا کہ اس کے متعلق اختلاف گذر چکا ہے۔

جب میں کہتا ہوں: لِلطَّبْرَانِيِّ (یہ طبرانی کی روایت کی ہے) تو اس سے مراد ان کے معاجم ثلاثہ ہیں۔ الکبیر، الاوسط اور الصغیر۔

وہ روایات جو مجمع میں یا الدارمی یا ابن ماجہ میں موجود ہیں اور ان کے بعض راوی کذاب، متہم، متروک یا منکر ہیں تو اس نوعیت کی روایات کو میں نے تخریج ہی نہیں کیا اس لیے کہ وہ معدوم کے رتبہ میں ہیں۔

جب بوقت بیان کوئی راوی کہتا ہے میں نے سنا نبی ﷺ سے یا وہ کہتا ہے: فلاں سے تو اس راوی کا نام ذکر کر کے کہتا ہوں: رَفَعَهُ (اس نے اس حدیث کو رفع کیا) جب کہ وہ صحابی ہو اور اگر صحابی نہ ہو تو میں کہتا ہوں: أَرْسَلَهُ (اس نے ارسال کیا) اور میں راوی کے نام پر ''رضی اللہ عنہ'' کا لفظ بغیر روشنائی کے لکھتا ہوں۔ اس کو پڑھنے والا بوقت قراءت ترک نہ کرے اور لکھنے والا بھی ملحوظ رکھے۔

دیگر امور اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اختیار کیے ہیں وہ اور ان کی پہچان ان شاء اللہ کتاب سے ممارست اور تعلق رکھنے والے پر خود ہی واضح ہو جائے گی۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتا ہوں اس چیز کے وسیلہ سے جو اس کتاب میں ہے، جو اس تعلیم کو لیکر مبعوث ہوئے ہیں اور جو اس تعلیم پر ایمان لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو میرے لیے اور ہر اس انسان کے لیے جو اس کی کوئی خدمت انجام دے ایسا وسیع راستہ بنا دے جو اللہ تعالیٰ کے دربار تک اور اس کی حضوری میں پہنچائے بغیر ختم نہ ہو اور ہم سب کو مقامِ صدق میں مقتدر حاکم مطلق کے پاس پہنچا دے۔

جمع الفوائد

مؤلفہ: امام محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی المغربی

(۱۰۳۹......۱۰۹۴ ہجری)

كِتَابُ الْإِيْمَانِ
ایمان کی کتاب

بَابُ فَضْلِ الْإِيْمَانِ ......ایمان کی فضیلت

١ ـ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ شَهِدَأَنْ لَّآ اِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ .

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، جنت حق ہے اور آگ حق ہے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا۔ اس کے اعمال جیسے بھی ہوں۔''

٢ ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ: مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ أَيَّهَا شَاءَ . (هُمَا لِلْبُخَارِيِّ: ٣٤٣٥)

ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ وہ آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے گا۔''

٣ ـ وَلِلتِّرْمِذِيِّ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ:٢٦٣٨)

ترمذی کی روایت میں ہے: ''جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دے گا۔''

٤ ـ وَلِأَحْمَدَ وَالْكَبِيْرِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْبَيْضَاءِ رَفَعَهُ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ وَأَوْجَبَ لَهُ الْجَنَّةَ .
(رواہ احمد:١٥٣١١)

مسند احمد اور معجم کبیر میں سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دے گا اور اس کے لیے جنت کو واجب کر دے گا۔''

(١،٢،٣،٤) بخاری: ٣٤٣٥۔ مسلم: ٢٨۔ ترمذی: ٣٦٣٨۔ احمد: ٢٢٢٦٢۔ ترمذی والی روایت حسن ہے۔ البانی: ٢١٢٦۔ احمد: ١٥٣١١۔ اور طبرانی کبیر والی روایت کا مدار سعید بن صلت پر ہے۔ یہ مرسل بھی ہے لیکن ابن عباس سے متصل بھی ثابت ہے۔ ھیثمی: ٦.

مفردات: ......اَلْقَاهَا یہ باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، اس نے ڈالا، ضمیر مفعول بہ کلمہ کی جانب لوٹتی ہے۔ مِنْهُ اس اللہ کی جانب سے۔ حَقٌّ مصدر ہے۔ حقیقت میں مبالغہ کے لیے آیا ہے۔ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ الْعَمَلِ اَدْخَلَه میں مفعول کی ضمیر سے یہ حال ہو رہا ہے، یعنی جس صفت پر ہو خواہ صلاح والا ہو خواہ فساد والا ہو۔ توحید والا ہوگا تو جنت میں جائے گا۔

شرح: ......١۔ کتاب سے مراد محدثین یہ لیتے ہیں کہ ایک موضوع کے متعلقہ احادیث جس میں یکجا کی گئی ہوں۔ کتاب الایمان سے مراد ہے ایمان کے بارے میں مختلف احادیث کا مجموعہ۔

ایمان کی تعریف یہ ہے کہ دل سے اعتقاد رکھنا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے اس کے مطابق عمل کرنا، اس میں نیکی سے اضافہ ہوتا ہے اور برائی سے نقص واقع ہوتا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے ایمان اور اس کی فضیلت کو سب سے مقدم بیان کیا ہے۔ کیونکہ امورِ دین میں سے یہ سب سے زیادہ اعلیٰ اور اہم ہے۔ عبادات اور معاملات بعد میں ہیں ایمان ان کی صحت کے لیے شرط ہے، ایمان نہیں تو کوئی عمل اور معاملہ قابل قبول نہیں۔

اسلام اور ایمان ہم معنی بھی ہیں اور کبھی علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتے ہیں، اسلام ظاہری انقیاد اور اطاعت کا نام ہے، ایمان کا دل کے ساتھ تعلق ہے، ہر ایمان اسلام ہے، ہر اسلام ایمان نہیں۔ یعنی اسلام کی بہ نسبت ایمان خاص ہے۔

٢۔ زیر شرح حدیث اصل میں اس آیہ مبارکہ کی تفسیر ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ﴾ (النسآء: ١٧١)

''اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزرو، اور اللہ تعالیٰ پر صرف حق بات کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی جانب ڈالا اور اس سے روح ہیں۔''

یہ حدیث ایک عظیم المرتبت اور جامع حدیث ہے، جس میں تمام عقائد کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں ہر ملت کفر کو اسلام میں آنے کا گُر بتایا گیا ہے، کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام و ایمان میں بنیاد ہے۔ کوئی بھی گروہ یہ گواہی دے گا تو وہ کفر سے نکل کر ملت اسلامیہ کا فرد شمار ہوگا۔ اور یہ کہہ کر عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اس بات کی تردید ہے جو وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ معبود تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ، عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام تینوں مل کر معبود ہیں، اس میں بتایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ رسول قرار دے کر یہودیوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ ان کا باپ تھا اور انہیں تہمت زدہ بچہ کہنا نہایت غلط اقدام ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اپنا کلمہ قرار دے کر اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی طرح ماں اور باپ سے انہیں پیدا نہیں کیا۔ بلکہ

انوکھا طریقہ اپنایا، اپنے خصوصی کلمہ کن سے بغیر باپ کے پیدا کیا اور پھر یہ بھی کلمہ ہونے کی وجہ ہے کہ ان کے ہاتھوں مُردوں کو زندہ کیا اور چھوٹی عمر میں انہوں نے بات بھی کی۔

انہیں اپنی طرف سے روح قرار دیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات گرامی کی روح کا جزء ہے بلکہ اس کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کے پاس سے حاصل ہوا ہے، اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور وجود بخشا ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ (الجاثيه : ١٣)

''اور اس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے مسخر کیا اور یہ سب اس کی طرف سے ہے۔''

یعنی زمین، آسمان کی یہ چیزیں اس اللہ نے ایجاد کی ہیں، اس کی حکمت وقدرت سے مخلوق کے لیے مسخر ہیں۔ اور جنت، دوزخ کے حق ہونے سے مراد ہے کہ یہ ثابت ہیں اور جو ان کا انکار کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔ یہ نیکیوں کے لیے ثواب کا گھر ہیں اور بدکاروں کے لیے عذاب کی جگہ ہیں اور اس حدیث کے آخر میں جو فرمایا ہے کہ یہ اقرار کرنے والا کیسا بھی عمل کرے جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لیے کھل جائیں گے یا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جنت واجب ہے۔ اس کا مطلب ہے اس کلمہ کی گواہی کے مطابق عمل کرتا رہا تو دوزخ سے محفوظ رہے گا اور جنت کا باسی ہوگا، اگر گنہگار ہوگا اور توبہ کرے گا، تب بھی جنت میں جائے گا۔ لیکن اگر ایسی نافرمانی ہو جس پر دوزخ کی سزا بیان ہوئی ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے، ابدی دوزخی والی برائی ہو جیسا کہ کفر، منافقت، شرک وغیرہ تو پھر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی ہوگی اگر توبہ کی ہوگی تو یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ اور اگر ابدی دوزخی والی برائی نہیں تو پھر بقدر گناہ دوزخ میں رہے گا اور بعد میں وہاں سے رہا ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔ ثابت ہوا کہ کلمہ توحید آخر کار جنت میں لے جائے گا۔ اس میں اتنی ایمانی قوت کارفرما ہے۔

٥۔ اَبُـوْ سَـعِيْـدٍ رَفَـعَهُ: يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَـانَ فِـيْ قَـلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: ٢٥٩٨)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوع میں ہے: ''جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: جس کو اس حدیث پر شک ہو وہ یہ آیت پڑھے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... رَفَعَهُ اس حدیث کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے۔ مِثْقَال برابر۔ يُخْرَجُ نَصَرَ سے مضارع مجہول نکالا جائے گا۔

(٥) ترمذی (٢٥٩٨) اخرجه احمد (١٠٧٣٦) صحيح: (البانی: ٢٠٩٥)

شــرح: ......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان دوزخ سے نجات کا باعث ہے، ذرہ برابر ایمان بھی دوزخ سے نکال دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتے عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں اور فضل واحسان غالب رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے ایک ذرے کے تیسرے حصہ تک ایمان ہوتو اسے بھی دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

ذرہ برابر نیکی ہو اللہ تعالیٰ تو اس کا پورا اجر عطا فرماتا ہے، بلکہ اس میں اضافہ کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام: ۱۶۰) ''جو ایک نیکی لائے گا اسے اس کی مثل دس گنا زیادہ ملے گا۔''

جناب لقمان نے تو کمال انداز میں بیٹے سے خطاب کیا تھا:

﴿يٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا﴾ (لقمان: ۱۶)

''اے میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی عمل چٹان میں ہوگا یا آسمان میں ہوگا یا زمین ہوگا اسے اللہ تعالیٰ لے آئیں گے۔''

جو مشرک ہوگا یا کافر ہوگا، اسے دوزخ سے نہ نکالا جائے گا، نہ اس کا کوئی عمل اسے دوزخ سے رہائی ہی دلا سکے گا۔ اور جو گنہگار ہوں گے وہ اپنے گناہوں کے مطابق سزا پا کر جنت میں چلے جائیں گے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۴۹۷ طبع لاہور)

کاش! لوگ ایمان کی قدر شناسی پیدا کریں جو کہ مدار نجات ہے لیکن ہوس زر اور دنیا کی رنگینیوں میں یہ جوہر پائمال ہو رہا ہے۔

٦۔ وَعَنْهُ رَفَعَهُ: مَنْ قَالَ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَباًّ وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ:١٥٢٩)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مرفوع روایت ہے: ''جس نے کہا: میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ کے رب ماننے پر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تسلیم کر کے تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ......رَضِيْتُ عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں راضی ہوا۔ رَبًّا تمیز کی بنا پر منصوب ہے، یا حال کی بنا پر، ربوبیت کے ساتھ، یا اس حال میں کہ وہ مُربیّ ہے۔

شــرح: ......کسی چیز کے ساتھ رضا کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ اسے پسند کرتا ہے، اسی پر اکتفا کرتا ہے، کسی اور چیز کو طلب نہیں کرتا۔ اور جب کوئی کسی چیز سے راضی ہو تو اسے بجالانا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مومن کی کیفیت ہے جب ایمان اس کے دل کی اتھاہ گہرائی میں جاگزیں ہوتا ہے تو اس کے سامنے اطاعت الٰہی کے کام آسان ہو جاتے ہیں، دین پر عمل پیرا ہونا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سہل تر ہو جاتی ہے اور طبیعت انہیں سرانجام دے کر

(٦) ابوداود: ١٥٢٩۔ مسلم: ١٨٨٤۔ نسائی: ٣١٣١۔ صحیح ہے۔البانی: ١٣٥٣.

لذت حاصل کرتی ہے، ایمان صحیح سمت پاتا ہے اورنفس طمانیت پکڑتا ہے۔اس میں معرفت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور ایسے مومن کی بصیرت دُور رَس اثرات کی حامل ہو جاتی ہے۔اور بشاشت وتراوٹ دل میں گھل مل جاتی ہے اور اسلام کی جادہ حق پر گامزن ہونا اور شریعت محمدی ﷺ کی موافقت کرنا ہی مقصد حیات بن جاتا ہے اور شریعت کی ہمنوائی اور ایمان کی گہرائی ہی جنت کی ضامن ہے۔

٧۔ وَعَنْهُ رَفَعَهُ: إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ حَسَنَةٍ أَزْلَفَهَا وَمُحِيَتْ عَنْهُ كُلُّ سَيِّئَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرَةِ اَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ عَنْهَا . (رَوَاهُ النَّسَائِيُ: ٤٩٩٨)

ان ہی سے مرفوع روایت ہے: ''بندہ جب اسلام لائے اور اس کی اسلامی حالت بہتر ہو جائے تو وہ جو نیک عمل پہلے کرتا تھا۔اس کو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کے ساتھ لکھ دے گا، اس کی سابقہ بدیاں مٹا دے گا اور اس کے بعد اس کی ہر نیکی دس گنا تا سات سو گنا تک لکھی جائے گی اور بدی صرف اس کی ایک ہی لکھی جائے گی۔مگر اللہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔'' (نسائی)

مفردات: ...... اَسْلَمَ باب افعال، ماضی، اسلام لائے۔ فَحَسُنَ، شَرُفَ سے ماضی، اچھا ہوا۔ باب تفعیل سے بھی ہوسکتا ہے۔یعنی اسلام کی موافقت میں چلتا رہے۔ اَزْلَفَهَا باب افعال سے ماضی آگے بھیجا، ضمیر مفعول بہ، حَسَنة (نیکی) کی جانب لوٹتی ہے۔ مُحِيَتْ ماضی مجہول، مؤنث، مٹا دی جاتی ہے۔ اَلْقِصَاصُ برابر کرنا، بدلہ لینا۔ یہاں اللہ کے فضل کا مفہوم دے رہا ہے۔

شرح: ...... ا۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اگر کافر اسلام نہیں لاتا تو کفر کی وجہ سے اس کا عمل قبول نہ ہوگا۔اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کی وہ نیکیاں بھی قبول کر لی جاتی ہیں جو اس نے اسلام لانے سے پہلے کی ہوتی ہیں۔اچھا اسلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنا ظاہر و باطن اس کے تابع کر دے اور جو قرآن پاک میں آتا ہے کہ کافروں کے اعمال سراب کی طرح ہیں کام نہ آئیں گے (نور: ٣٩) یہ ان کافروں کے متعلق ہے جو تائب نہ ہوں اور حالت کفر میں مر جائیں۔اگر اسلام کے بعد فوت ہوں گے تو ان کی پہلی نیکیاں بھی کام آئیں گی۔

اسلام اچھا کرنے میں مرد و خواتین، لونڈی، غلام سب شامل ہیں۔فقیر، امیر، شاہ و گدا، سب اس میں آجاتے ہیں کہ کوئی اپنا عقیدہ توحید مضبوط کر لے، مخلص ہو، رب کائنات کی قربت کے کام کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ﴾ (البقرة: ١١٢) ''کیوں نہیں جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع کر دیا اور وہ اس حال میں ہو کہ مخلص ہو، اسے رب تعالیٰ اجر دیں گے۔''

(٧) نسائی، کتاب الایمان (٤٩٩٨) صحیح ہے۔(البانی: ٤٦٢٥)

یعنی جنت میں داخلہ یہودیت یا عیسائیت کے دعویٰ یا اس کے علاوہ دعویٰ کرنے سے نہیں ملے گا یہ تو حسن عمل سے ہوگا۔

۲۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو ایمان میں کمی بیشی کا انکار کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے، اسلام اچھا کرے، یعنی جیسے حسن کے درجات ہیں، اسی طرح ایمان کے بھی درجات ہوئے۔

۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے برائی کے لیے برابری رکھی کہ ایک برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے لیکن ایک نیکی دس گنا ہے بلکہ نیت کے اخلاص، مکان وزمان کے اختلاف اور شخصیات کے مطابق ایک نیکی سات سو گنا تک بھی بیان ہوئی ہے بلکہ ایک روایت میں سات سو سے بھی کئی گنا زیادہ کا آتا ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق) اور برائی کے لیے اس رحیم وکریم رب کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا اگر اس قادر مطلق کو رحم آئے تو وہ اس سے بھی درگزر کردے۔

آہ! مقام غور ہے ایک نیکی سینکڑوں میں بدل جائے اور ایک برائی اکائی میں ہی رہے، اے انسان! پھر بھی اکائیاں، سینکڑوں پر غالب آئیں۔

یہ سب ایمان اور توحید کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ رب تعالیٰ رحمت کررہا ہے، نیکی میں اضافہ اور برائی معاف کرتا ہے۔

٨۔ أَبُوهُرَيْرَةَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وخَشِيْنَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتَيْتُ حَائِطاً لِلْاَنْصَارِ لِبَنِيْ النَّجاَّرِ فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَاباً فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِيْعٌ يَدْخُلُ فِيْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرِ خَارِجَةَ وَالرَّبِيْعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: مَا شَأْنُكَ ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَابْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ گئے اور دیر تک ہمارے پاس نہ آئے۔ ہمیں خوف لاحق کہ آپ ﷺ ہم سے جدا کردیئے گئے۔ پس خوف کھا کر ہم اٹھے اور سب سے پہلے ڈر کر میں ہی اٹھا اور جا کر رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے لگا اور بالآخر انصار کے ایک باغ میں پہنچا جو بنونجار کا باغ تھا۔ میں نے پھر کر دیکھا کہ دروازہ مل جائے مگر دروازہ نہ ملا۔ میں نے پانی کی نالی باغ کے اندر جاتی دیکھی جو باغ کے باہر کنویں سے جاتی تھی۔ میں اس سے بدن سمیٹ کر داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا: تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: کیا حال ہے؟ میں نے کہا: آپ ﷺ ہمارے درمیان

(٨) مسلم (٣١) كتاب الايمان.

أَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَـأَتَيْـتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّـعْـلَـبُ فَدَخَلْتُ وَهٰؤُ لاَءِ النَّاسُ وَرَائِيْ فَـقَـالَ: يَـا اَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ: اذْهَـبْ بِـنَعْلَيَّ هاَ تَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَرَاءِ هٰـذَا الْـحَــائِـطِ يَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ مُسْتَيْـقِـناً بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلُ مَـنْ لَـقِيْتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَا تَانِ النَّعْلاَنِ يَاَ أَبَـاَ هُـرَيْـرَـةَ؟ قُـلْـتُ: هَـاتَانِ نَعْلاَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَـعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهِ قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِا الْجَنَّةِ فَـضَـرَبَنِيْ عُمَرُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاِسْتِيْ فَـقَـالَ: اِرْجِـعْ يَـاَ أَبَـاَ هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِيْ عُـمَـرُ وَإِذَا هُـوَ عَـلٰـى أَثَـرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالَكَ يَاأَبَاهُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَـأَخْبَـرْتُـهُ بِـالَّـذِيْ بَعَثْتَنِيْ بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَـدْيَـيَّ ضَـرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِيْ فَقَالَ ارْجِعْ قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَـعَلْتَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّيْ أَبَعَثْتَ أَبَاَ هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَـالَ: نَـعَـمْ قَالَ: فَلاَ تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَتَّـكِـلَ الـنَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَلِّهِمْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ:۳۱۔

تھے پھر آپ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے واپس لوٹنے میں تاخیر کی اور ہمیں خوف آیا کہ آپ ﷺ کو ہم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ یہ خوف سب سے پہلے مجھے پیدا ہوا اور میں اس باغ تک آیا اور اس طرح بدن سمیٹ کر داخل ہوا جیسے لومڑ بدن سمیٹ کر داخل ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔

فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اور اپنے نعلین دیکر فرمایا یہ میرے نعلین لے جا اور جو شخص تجھے اس باغ کے آس پاس مل جائے جو یہ گواہی دیتا ہو اور اس کے دل میں اس کا یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اس کو جنت کی بشارت دے دے۔

پس جو شخص سب سے پہلے مجھے ملا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابوہریرہ! یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین ہیں اور آپ ﷺ نے یہ دے کر مجھے بھیجا ہے کہ میں جس سے بھی ملاقات کروں اور وہ دل کے یقین سے "لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کہتا ہو اس کو جنت کی بشارت دے دوں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے میری چھاتی کے درمیان مُکّا رسید کر دیا اور میں سرین کے بل گر پڑا اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوہریرہ! واپس چلا جا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس روتا ہوا واپس گیا اور عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پیچھے چلے آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کی! میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور جو بشارت دیکر آپ ﷺ نے مجھے ارسال فرمایا تھا اس کی خبر دی تو انھوں نے میری چھاتی کے درمیان ایسی ضرب لگائی کہ میں سرین کے بل جا گرا اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واپس چلا جا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تجھے اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے کہ تو نے ایسا کر ڈالا ہے؟ عمر نے

کِتَابُ الْإِیْمَانِ) کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، کیا آپ ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نعلین دیکر ارسال فرمایا ہے کہ جو اس کو ملے اور وہ دل کے یقین کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو یہ اس شخص کو جنت کی بشارت دیدے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا نہ کیجیے مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے رہ جائیں گے، آپ ﷺ ان کو چھوڑ دیں تا کہ وہ عمل کرتے رہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر انھیں رہنے دو۔'' (صحیح مسلم)

مفردات: ......مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا ہمارے درمیان سے۔ فَاَبْطَأَ یہ باب افعال سے ماضی ہے، تاخیر کی، دیر لگا دی۔ اَنْ يُّقْطَعَ، اَنْ زبر دیتا ہے۔ باب افتعال سے مضارع مجہول ہم سے دور نہ رہیں۔ بِئْرِ خَارِجَة، خارجہ آدمی کا نام تھا، اس کا کنواں، مراد باغ ہے۔ فَاحْتَفَزْتُ باب افتعال واحد متکلم، میں سکڑ گیا۔ اَوَّلَ یہ کان کی خبر ہے، منصوب ہے۔ لَقِيْتُ یہ واحد متکلم ہے، میں ملوں۔ فَاَجْهَشْتُ بچے کی مانند میں رونے لگا، واحد متکلم۔

شرح: ......۱۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے جوتے مبارک اس لیے دیئے تھے کہ یہ گواہی ہو کہ اگرچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قابل اعتماد راوی ہیں، ان کی بات مقبول، معقول اور درست ہے لیکن پھر بھی جوتے دے کر تاکید و تخصیص فرمادی کہ میں نے ہی انہیں بھیجا ہے تاکہ امت کے لیے خوشخبری اور آسانی میں اضافہ ہو۔ اور ایک وجہ جوتے مبارک ساتھ دینے کی یہ بھی تھی کہ دین پر ثابت قدم رہو اور جو یہ بتا رہے ہیں، اس بات کو دل کی گہرائی میں جگہ دو۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں جو یہ کہا گیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت والے کو جنت کی بشارت سنا دو، یہ بشارت اس کے لیے ہے، جو اس کلمہ کو زبان سے کہے تو اس کے مطابق عقیدہ توحید کا دل میں یقین اور تصدیق بھی ہو اور پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔

۳۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی تو انہوں نے ان کے سینے پر مارا۔ لیکن سیاق وسباق دلالت کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی جلدی نہیں مارا، پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اور اپنے لحاظ سے انہوں نے اسی کو درست تصور کیا تھا، وگرنہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ایلچی کو اس طرح مرعوب نہ کرتے اور نہ نبی ﷺ کے فرمان کی اہمیت ان کے نزدیک کم تھی۔ مارنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ اس سے کمزور عمل بن سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خوشخبری تو ٹھیک ہے لیکن ابوہریرہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ نبی ﷺ کا فرمان سب کے فرمانوں پر مقدم ہے، میں نہیں جاؤں گا، انکار کر دیا تو تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سینے پر مارا۔ (مرعاۃ: ۱/ ۱۰۹) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہی درست تھی جیسا کہ حدیث کے آخر میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی تائید کی تھی کہ لوگوں کو عمل۔

۴۔ یہ جو کہا کہ لوگوں کو عمل کرنے دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ خواص جب بشارت حاصل کریں تو وہ عمل میں اور تیز تر ہو

جاتے ہیں، اس کے برعکس جب عوام کو خوشخبری سنائی جائے تو وہ عملی میدان میں سست روش ہو جاتے ہیں، اس لیے عوام کی بہتری یہ بشارت نہ دینے میں ہی ہے تا کہ یہ عمل کی فکر میں رہیں، بدعمل نہ ہوں۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان اور کلمہ توحید آخر کار جنت میں داخلے کا سبب ہے انہیں مضبوطی سے تھام رکھیں۔

٩۔ أَبُـوْمُـوسٰى أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَمَـعِيَ نَفَرٌ مِـنْ قَوْمِي فَقَالَ: أَبْشِرُوْا وَبَشِّرُوْا مَنْ وَّرَاءَ كُـمْ أَنَّـهُ مَـنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صَادِقاً بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَخَرَ جْنَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِ ﷺ نُبَشِّرُ الـنَّاسَ فَاسْتَقْبَلَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرَجَعَ بِنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ إِذَنْ يَتَّـكِـلُ النَّاسُ فَسَكَتَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ . (رواه أحـمـد : ١٩١٠٠ والكبير)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میری قوم کے چند افراد اور بھی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہے اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں ان کو بھی یہ بشارت دے دو کہ جس نے صدق دل سے یہ گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر نکلے اور لوگوں کو یہ بشارت دیتے جاتے تھے، آگے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ وہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! پھر تو لوگ اسی بات پر بھروسہ رکھیں گے، پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (احمد ومعجم الکبیر)

مفردات: ......نَفَرٌ افراد۔ اَبْشِرُوْا خوش ہو جاؤ، امر جمع ہے وَبَشِّرُوْا باب تفعیل سے امر ہے، دوسروں کو بشارت دو۔ اِذَنْ تب (یہ صرف ناصبہ ہے) يَتَّكِلَ باب افتعال مضارع واؤ کو تاء کر کے تاء کو تاء میں مدغم کیا ہے، بھروسہ کر لیں گے۔

شـــرح: ......اس حدیث مبارک میں بھی کلمہ توحید کی سچے دل اور اخلاص نیت سے گواہی کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ لیکن عوام الناس کی عمل میں سستی کی وجہ سے آگے بتانے پر پابندی بیان ہوئی ہے۔ مزید اوپر والی حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائی جائے۔

١٠۔ وَلِـلْبَـزَّارِ بِـضُـعْفٍ عَنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ عُـمَـرَ قَـالَ يَـا نَبِيَّ اللّٰهِ أَنْتَ أَفْضَلُ النَّاسِ رَأْيًا . إِنَّ النَّاسَ إِذَا سَمِعُوْا بِهَا اِتَّكَلُوْا .

بزار کی ضعیف روایت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں۔ مثل اس کے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ کی رائے

(٩) احمد: ١٩١١٠۔ والکبیر، اسے مسلم: ٢٤٠٣۔ نے بھی بیان کیا ہے۔ رواہ احمد والطبرانی ورجالہ ثقات، ھیثمی: ١٦٨١٥.
(١٠) البزار، اس میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ ہیثمی (١٥)

ہی درست ہے: جب لوگ یہ بشارت سنیں گے تو وہ اس بات پر ہی توکل کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو رہنے دو اگر وہ ایسا توکل کرتے ہیں۔''

١١۔ وَلَهُ أَيْضاً بِضُعْفٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُؤَذِّنَ فِيْ النَّاسِ بِنَحْوِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِذًا يَتَّكِلُوْا . فَقَالَ ﷺ دَعْهُمْ۔ (رواه البزار)

ان ہی کی یہ ضعیف روایت بھی ہے، وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو لوگوں میں اس جیسا اعلان کرنے کا حکم دیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر تو لوگ اسی پر بھروسہ رکھیں گے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو چھوڑ دو۔''

١٢۔ وَلِلْكَبِيْرِ بِضُعْفٍ عَنْ بِلَالٍ قَالَ لَهُ ﷺ نَادِ فِي النَّاسِ، بِنَحْوِهِ، إِذًا يَتَّكِلُوْا، قَالَ: وَإِنِ اتَّكَلُوْا .

معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایسا ہی اعلان کرنے کا حکم دیا تو (کہا گیا) تب تو لوگ اسی پر توکل کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''باوجود یہ کہ وہ توکل ہی کرتے ہوں۔''

١٣۔ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ: كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ فَقَالَ: يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئاً وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَ أَلَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا .

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھا۔ اس گدھے کو عفیر کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تجھے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔
فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ عذاب نہ دے ہر اس شخص کو جو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو۔'' تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ

(١١) البزار، وابو یعلی. اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل برے حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔
(١٢) طبرانی فی الکبیر، اس میں منہال بن خلیفہ منکر الحدیث ہے۔ (ھیثمی: ١٩)
(١٣) مسلم: کتاب الایمان: ٣٠۔ علاوہ ازیں بخاری: ٧٣٧٣ احمد: ٢١٥٩١۔ ترمذی: ٢٦٤٣۔ ابوداود: ٢٥٥٩۔ ابن ماجہ: ٤٢٩٦۔ میں بھی یہ حدیث آئی ہے۔ ثالثًا الخ کے الفاظ مسلم کتاب الایمان: رقم (٣٢) میں ہیں۔

قَالَ اَنَسٌ، فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عَنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا. (لمسلم ٣٢، كتاب الإيمان .)

دے دوں؟ فرمایا: ''بشارت اس لیے نہ دے کہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ رہیں گے۔'' انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت (علم چھپانے کے) گناہ کے ڈر سے اس حدیث کی خبر دے دی۔'' (صحیح مسلم وصحیح بخاری)

مفردات: ......رِدْف سوار کے پیچھے سوار کو کہتے ہیں۔ وَبَيْنَهٗ یعنی نبی اکرم ﷺ کے درمیان اور میرے یعنی معاذ کے درمیان۔ مُؤَخَّرَةُ، خاء پر تشدید سے بھی ہے، بغیر تشدید کے بھی آتا ہے اور ہمزہ ساکن بھی ہے۔ اسے کبھی فتحہ سے بھی پڑھا جاتا ہے، کجاوے کی وہ لکڑی جس کے ساتھ سوار ٹیک لگاتا ہے۔ اَفَلَا یہ ہمزہ استفہام کے لیے ہے، اُبَشِّرُ باب تفعیل سے مضارع واحد متکلم، لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں، بشارت اچھی خبر دوسرے تک پہنچانا۔ فَيَتَّكِلُوْا یہ نہی کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے، اس لیے نون اعرابی گر گیا ہے یعنی اسی پر اعتماد کرتے ہوئے عمل چھوڑ دیں گے۔

شرح: ......۱۔ حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی انصاری، خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن مدنی تھی۔ یہ نہایت ہی بردبار، حیا والے، سخاوت والے اور حسین وجمیل جوان رعنا تھے۔ تقریباً چونتیس سال کی عمر میں شام میں طاعون سے فوت ہوئے ۱۷ ہجری تھی۔ رضی اللہ عنہ (مرعاۃ)

۲۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سناتے وقت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی نزدیکی کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ بعد والے اسے اپنے دل میں جگہ دیں اور سمجھیں کہ اس کے بیان میں کمی نہیں بلکہ جو میں بیان کر رہا ہوں نہایت درجہ ضبط واطمینان سے بیان کر رہا ہوں۔

۳۔ اس حدیث میں بندوں کے حقوق اللہ پر اور اللہ کے حقوق بندوں پر کیا ہیں، ان کا ذکر ہوا ہے۔ حق باطل کی ضد ہے، حق کا معنیٰ کسی چیز کو ثابت یا لازم کرنا ہے، اور باطل کا معنی کسی چیز کو زائل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ تو اس چیز سے بالا تر ہے کہ کوئی بندہ اس پر حق رکھتا ہو اور اوپر سے حق مسلط کر سکے کیونکہ وہ سب سے بڑا حاکم ہے، اس پر کوئی طاقت اور عقل وخرد پابندی کی مجاز نہیں یہ تو ویسے ہی مقابلتاً کہا گیا ہے کہ بندہ حق الٰہی ادا کرے گا تو اس نے جو ثواب وجزا کا وعدہ کر رکھا ہے وہ بھی اس نے اپنے کرم سے کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پورا کریں گے وہ وعدہ کرتا ہے تو سچا کرتا ہے، اس میں نہ تو جھوٹ کی آمیزش تک ہوتی ہے نہ وعدہ خلافی کی آلائش ہوتی ہے، اسے پورا کرنے کو نبی ﷺ نے بندے کا اللہ پر حق قرار دیا ہے، وگرنہ اس ذات بے ہمتا پر کس کا حق ہوسکتا ہے۔

۴۔ عبادت کی تعریف ہی یہ ہے کہ زبان سے اقرار، دل سے تصدیق، اور بذریعہ اعضاء عمل کیا جائے اور حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ بندوں پر حق الٰہی یہ ہے کہ یہ اسی کی عبادت کریں اور اس توحید کی تکمیل میں فرمایا، اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں کیونکہ بعض لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں لیکن پرستش،

نذر نیاز اور دعائیں سجدہ وغیرہ غیر اللہ سے بھی کرتے ہیں انہیں عبرت دلائی گئی ہے اور شرط بتائی گئی ہے کہ عبادت الٰہی یہ ہے کہ تمام قسم کی اطاعت کیشیاں بروئے کار لائیں اور نافرمانیوں سے کنارہ کش رہ کر زندگی گزاریں اور ایسی حالت میں عبادت گزاری کریں کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا ہو تب یہ حق الٰہی ادا کرنے والے بن سکو گے اور جنت کے مستحق قرار پاؤ گے اور بندوں کی ذمہ داری جو خود اس پروردگار نے اپنے اوپر لے رکھی ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ بندے زبان سے اقرار، دل سے اعتبار اور اعضاء سے کردار پیش کریں گے، اطاعت شعاری کی روش اور معصیت سے پرہیز کریں گے اور شریعت کے حکموں کی تعمیل اور منہیات سے دوری اپنائیں گے، اس کے تمام فرائض وواجبات کا لحاظ رکھیں گے اور شرک کی دلدل سے محفوظ رہیں گے تو یہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ عذاب سے بچائے گا۔

۵۔ آخر حدیث میں جو فرمایا، انہیں رہنے دو عمل کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے فرائض کے علاوہ سنتوں اور نوافل اور دیگر اعمال کی بھی ضرورت ہے اگر انہیں یہ بتا دیا گیا کہ شرک نہ کرنے سے جنت میں داخل ہوں گے تو ان درجات کی طلب سے یہ بے پروا ہو کر اسی پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ان کے حصول سے محروم رہ سکتے ہیں، انہیں شاہراہ عمل پر ہی گامزن رہنے دو۔

شروع میں چونکہ ابھی تربیت میں لوگوں کو کمی تھی اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ خوشخبری نہ بتائی لیکن جب لوگ تکالیف اسلام کے عادی ہو گئے، اور استقامت میں طاق ہو گئے، اور علم چھپانے اور اسے ضائع کرنے کے نقصان کو بھی بھانپ لیا اور تبلیغ کی ضرورت پڑی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس بشارت سے لوگوں کو آگاہ کر دیا، اس سے ثابت ہوا ہے کہ اعتماد کرنے کے خوف سے آپ نے یہ بشارت دینے سے منع کیا تھا۔ یہ ڈر نہ ہو تو پھر یہ بشارت دی جا سکتی ہے۔

١٤۔ أَبِـيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِـنَ الـلَّيَـالِـي فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ وَحْـدَهُ وَلَيْـسَ مَـعَـهُ إِنْسَـانٌ قَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَّمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ فَجَعَلْتُ أَمْشِيْ فِـي ظِـلِّ الْـقَـمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِيْ فَقَالَ: مَنْ هٰـذَا؟ قُـلْـتُ أَبُـوْ ذَرٍّ جَـعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَ كَ قَـالَ:يَا اَبَاذَرٍّ تَعَالَه قَالَ:فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ اِنَّ الْمُكْثِرِيْنَ هُمُ الْمُقِلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک رات میں باہر نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تن تنہا جاتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی انسان نہیں تھا۔ تو میں نے دل میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاید اپنے ساتھ کسی کو چلتے پسند نہیں کرتے۔ پس میں چاند کے سائے میں چلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کر مجھے دیکھا تو فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: ابوذر ہوں اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے۔ فرمایا: اے ابوذر آیے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھوڑی ساعت تک چلتا رہا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ کثیر مال

(١٤) بخاری: ٦٤٤٣: مسلم: (٩٤) احمد (٢٥٩٥٣) ترمذی (٢٦٤٤)

اِلَّا مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَنَفَعَ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَآءَهُ وَعَمِلَ فِيْهِ خَيْرًا قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ لِيْ اِجْلِسْ هَاهُنَا قَالَ فَاَجْلَسَنِيْ فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِيْ أَجْلِسْهَا هُنَا حَتّٰى أَرْجِعَ إِلَيْكَ قَالَ فَانْطَلَقَ فِيْ الحَرَّةِ حَتّٰى لاَ أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللُّبْثَ ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنٰى قَالَ فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَ اللّٰهُ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِيْ جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ اَحَداً يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئاً قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عُرِضَ لِيْ فِيْ جَانِبِ الحَرَّةِ فَقَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنٰى قَالَ: نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنٰى قَالَ نَعَمْ وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ۔ (رواه البخاری: ٦٤٤٣)

رکھنے والے ہیں وہی قیامت کے دن قلیل مال والے ہوں گے مگر وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا تو اس نے مال کو دائیں، بائیں اور آگے پیچھے چھڑک دیا اور اس مال میں نیک عمل جاری رکھا۔'' انھوں نے کہا: میں کچھ وقت آپ ﷺ کے ساتھ چلتا رہا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں بیٹھ جا۔ آپ ﷺ نے مجھے صاف جگہ میں بیٹھایا جس کے ارد گرد پتھر پڑے تھے۔ فرمایا: تم یہاں ہی رہنا یہاں تک کہ میں تیری طرف لوٹ آؤں، پس آپ ﷺ پتھریلی زمین پر چلے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔ آپ ﷺ زیادہ دیر تک میرے سے دور ٹھہرے رہے، پھر میں نے سنا کہ آپ ﷺ واپس آتے ہوئے فرماتے ہیں: خواہ وہ زنا کرے اور خواہ وہ چوری کرے، اس نے کہا جب آپ ﷺ واپس آئے تو میں صبر نہ کر سکا اور میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مجھے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، پتھریلی زمین کی ایک طرف آپ ﷺ کس سے باتیں کر رہے تھے؟ میں نے جواب دینے والا تو کوئی نہیں سنا۔ فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے جو پتھریلی زمین کی ایک طرف کو میرے سامنے آئے اور انھوں نے کہا: اپنی امت کو بشارت دے دیجیے کہ جو شخص اس حال میں فوت ہوا ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو میں نے کہا: اے جبریل علیہ السلام اگر وہ زنا کرتا ہو یا چوری کرتا ہو پھر بھی؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ: اگر وہ زانی ہو یا چور ہو تب بھی فرمایا: ہاں۔ میں نے پھر کہا: خواہ وہ چوری کرتا اور زنا کرتا ہو فرمایا: ''ہاں خواہ وہ شراب بھی پیتا ہو۔'' (بخاری ومسلم)

مفردات: ...... فَظَنَنْتُ واحد متکلم میں نے گمان کیا۔ اَنَّهٗ نبی اکرم ﷺ فَجَعَلْتُ واحد متکلم میں شروع ہوا۔ یعنی ابوذر۔ ظِلِّ الْقَمَرِ چاند کے سائے میں، جس میں چاند کی روشنی نہ تھی۔ فَالْتَفَتَ باب افتعال، ماضی واحد مذکر، آپ ﷺ نے مڑ کر دیکھا۔ نَفَح پھونک مارنا، مراد دائیں بائیں خرچ کرنا۔ ہر اچھی جگہ پر خرچ کیا۔ قَاعٍ کھلی

جگہ۔ الْحَرَّۃِ یہ مدینہ کی شمال کی جانب جگہ ہے جس میں سیاہ پتھر ہیں۔

شرح:......١۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ، کنیت ابوذر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اس سرزمین پر اور آسمان کے نیچے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔'' (ترمذی) ربذہ میں ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ (مرعاۃ: ١/ ٩٣)

٢۔ اس میں جو یہ فرمایا کہ کثرت والے، قیامت کے دن قلت والے ہوں گے، اس کا مطلب ہے کہ مال و دولت کی کثرت ہو اور اسے نیکی کی راہ پر صرف نہ کیا ہو تو یہ ناکام ہوں گے، اجر نہ پاسکیں گے۔ اجر وہ پائیں گے جو مال کو ہر طرف اور ہر کار خیر میں صرف کریں گے۔

٣۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ لا الٰـہ الا اللہ پر موت تک قائم رہنا جنت میں داخلے کا باعث ہے اگر مرتد ہو کر مرا تو پھر ایمان نفع نہ دے گا۔ بات وہی ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے کہ اس کلمہ کے تقاضے پورے کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

زنا اور چوری صرف دو کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے، اور شراب کا بھی ذکر ہے کہ اگرچہ ان کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو پھر بھی جنت میں داخل ہوگا، گناہ یا تو حقوق اللہ میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے یا حقوق العباد میں۔ چوری میں غیر کا مال ناجائز لیا جاتا ہے، شراب اور زنا میں اللہ تعالیٰ کے حق کی مخالفت ہے۔

اس کلمہ پر موت آئے تو اگر کبیرہ گناہ نہ ہوئے تو جنت میں داخل ہوگا، اگر ہوئے اور توبہ نہ کی ہوگی تو اگر اللہ چاہیں تو معاف کردیں اگر اللہ معاف نہ کریں گے تو پھر اس کے مطابق سزا پاکر آدمی جنت میں جائے گا۔

٤۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معتزلہ فرقہ کا عقیدہ غلط ہے کہ کبیرہ گناہ والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور اس میں ایمان نہیں رہتا۔ یہ نظریہ غلط ہے، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کے باوجود مومن مومن رہتا ہے اور اپنے گناہ کی سزا کے بعد بخشا جائے گا۔

٥۔ ترمذی کے حوالہ سے جو ناک خاک آلود کا آتا ہے۔ یہ بددعا نہیں ایک محاورہ ہے، کہ مرضی کے خلاف ایسا ہوگا کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ کبیرہ گناہ اور جنت میں داخلہ ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری مرضی کے خلاف یہی ہوگا اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

١٥۔ وَزَادَ مَعَ التِّرْمِذِيِّ فِي أُخْرٰى نَحْوَهٗ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ: عَلٰى رَغْمِ أَنْفِ أَبِيْ ذَرٍّ.

ترمذی کی دوسری ایک حدیث میں چوتھی مرتبہ سوال کرنے پر یہ کلمات زیادہ بھی منقول ہیں: ''خواہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو۔''

---

(١٥) رواہ مسلم ﴿٩٣﴾، کتاب الإیمان.

(١٦) مسلم (٩٣) کتاب الایمان، علاوہ ازیں مسند احمد: (١٤٧٧٨) میں بھی ہے۔

١٦ ـ عَنْ جَابِرٍ رَفَعَهُ ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواه مسلم)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں۔'' ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! واجب کرنے والی دو چیزیں کونسی ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے فوت ہو گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور جو اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہوئے فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری، مسلم)

مفردات: ......ثِنْتَانِ، یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، وہ خَصْلَتَانِ ہے یعنی دو خصلتیں۔ مُوْجِبَتَانِ باب افعال سے اسم فاعل، واجب کرنے والی ہیں۔

شرح: ......ا۔ راوی نام، حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن صرام انصاری۔ کنیت: ابوعبداللہ۔ ان کے لیے نبی ﷺ نے ایک دفعہ پچیس مرتبہ استغفار کیا۔ ۷۳ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ (مرعاۃ: ۱/ ۱۰۷)

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرک کی حالت میں موت بغیر توبہ کے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں داخلے کا باعث ہے، اور توحید پر موت جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

١٧ ـ ابنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُبْنُ الرَّبِيْعِ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ وَزَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِيْ بِبَنِيْ سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ يَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ

ابن شہاب کہتے ہیں: مجھے محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے کچھ یاد ہے اور یہ واقعہ بھی یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر میں جو کنواں تھا اس سے پانی لے کر کلی کی اور ان کے منہ میں ڈال دی۔ اس کا یہ بھی گمان ہے کہ اس نے عتبان بن مالک انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اس نے کہا: میں اپنی قوم بنوسالم کو نماز کی امامت کرایا کرتا تھا۔ جب بارش ہوتی تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی حائل تھی اس سے گذرنا میرے لیے مشکل ہو جاتا تھا اور میں ان کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا تھا پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا: میری نظر کمزور ہو چکی ہے اور جب بارش آتی ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے اس میں سیلاب آجاتا ہے اور میرے لیے اس کو عبور

فَتُصَلِّى فِىْ بَيْتِى مَكَانًا أَتَّخِذِهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهِ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاْذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّىَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ إِلٰى الْمَكَانِ الَّذِىْ أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّىَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَرِيْزٍ يُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِىْ بَيْتِى فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِىْ الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لاَ أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لاَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ تَقُلْ ذَاكَ أَلاَ تَرَاهُ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِىْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ فَقَالَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ لاَ نَرٰى وُدَّهُ وَلاَ حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلٰى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلٰى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ يَبْتَغِىْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدُبْنُ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْماً فِيْهِمْ اَبُوْ أَيُّوْبَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ غَزْوَتِهِ الَّتِىْ تُوُفِّىَ فِيْهَا وَيَزِيْدُبْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّوْمِ فَأَنْكَرَهَا عَلَىَّ أَبُوْأَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ

کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لا کر میرے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو جائے نماز بنالوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جلدی ایسا کروں گا۔ پس چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ سمیت میرے ہاں تشریف لائے۔ دن کی گرمی شدت اختیار کر چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ ﷺ کو داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ آپ ﷺ نے بیٹھنے سے پہلے فرمایا: تو کس جگہ اپنے گھر میں میرے نماز پڑھنے کو پسند کرتا ہے؟ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں نماز پڑھنا مجھے مرغوب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور آپ ﷺ نے دو رکعات نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔ میں نے خریزہ نامی طعام آپ ﷺ کے لیے تیار کرایا تھا اس کے لیے آپ ﷺ کو روک رکھا اور اتنے میں لوگوں کو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے ہیں اور موجود ہیں تو کچھ مرد دوڑ کر آ گئے اور گھر میں مردوں کی آمد سے ہجوم بن گیا۔ ایک مرد نے کہا: مالک نامی آدمی نے کیا کر دیا، میں اس کو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ تو دوسرا مرد ان میں سے بولا اور اس نے کہا: وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ الفاظ نہ کہو، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے اور ہم لوگ تو اللہ کی قسم! اس کی دوستی اور گفتگو کا رخ منافقین کی طرف ہی تصور کرتے ہیں۔ رسول

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَـىَّ فَـجَـعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَىَّ إِنْ سَلَّمَنِىَ اللّٰهُ حَتّٰى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِىْ أَنْ اَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِىْ مَسْـجِـدِ قَـوْمِهِ فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِـعُـمْـرَـةٍ ثُـمَّ سِـرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَـأَتَيْـتُ بَـنِىْ سَالِمٍ فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمٰى يُـصَـلِّـى لِـقَـوْمِـهِ فَـلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَـلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْـحَـدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (رواه البخاري:١١٨٦)

اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کردیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا محمود نے کہا: میں نے یہ حدیث ایک مجلس میں بیان کی اور قوم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ اس غزوے کا واقعہ ہے جس میں وہ فوت ہوئے ہیں اور ان پر یزید بن معاویہ فوج کا روم میں افسر تھا۔ پس ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا میرے اوپر اعتراض کیا اور کہا میرا ہرگز گمان نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہوگا جو تو بیان کر رہا ہے، پس اس سے مجھے بڑی گرانی محسوس ہوئی تو میں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی کہ اگر اس غزوے سے اللہ تعالیٰ مجھے سلامتی کے ساتھ واپس لے گیا تو عتبان بن مالک کو اگر زندہ پاؤں گا تو اس سے اس حدیث کے متعلق اس کی قوم کی مسجد میں اس سے سوال کروں گا۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے حج یا عمرے کا احرام باندھا اور اس کے بعد میں مدینہ منورہ میں بنوسالم کے محلے میں گیا تو وہاں عتبان بوڑھا نابینا اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا۔ جب اس نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے اس کو سلام کہا اور اپنا تعارف کرایا اور پھر اس نے مجھ سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی جیسے پہلی بار اس نے بیان کی تھی۔ (بخاری ومسلم)

مفردات: ...... مَجَّ منہ کے ذریعے پانی پھینکا، کلی کے انداز پر پانی ڈالنا۔ اِجْتِيَازُهُ باب افتعال سے مصدر ہے، گزرنا۔ اَنْـكَـرْتُ بَصَرِىْ، باب افعال سے واحد متکلم، میری نظر کم ہے، نظر کمزور ہو چکی ہے۔ اِشتَدَّ مضاعف، افتعال۔ یعنی سورج کی دھوپ جب گہری ہوگئی۔ خَرِيْرٍ ایک حلوہ نما کھانا ہے۔ فَثَابَ، يَثُوْبُ جمع ہوئے۔ عَلَىَّ ضمیر ہے میرے اوپر سَـلَّمَنِىْ باب تفصیل سے ماضی، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا۔ اَقْفُلَ میں واپس لوٹا۔

شرح: ...... اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کبھی کبھی نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے، تاہم اس کے لیے اعلان کر کے لوگوں کو جمع نہ کیا جائے کہ کہیں فرائض کی جماعت کے ساتھ مشابہت نہ ہو، دونوں میں تفریق رہے۔ رمضان میں قیام اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

٢۔ نبی ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

٣۔ جہاں تک ممکن ہو نماز میں عین قبلہ رخ ہونے کی کوشش کی جائے اگر ممکن نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔

۴۔ گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مسجد کے طور پر اختیار کر لی جائے وہ گھر مالک کی ملکیت سے باہر نہیں ہوتا ملکیت میں ہی رہتا ہے۔

۵۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد میں ایک ہی جگہ نماز کے لیے مقرر کرنے کی جو ممانعت ہے یہ ممانعت عام مسجد کے لیے ہے گھر میں نماز کے لیے مخصوص کی ہوئی جگہ کے لیے نہیں گھر میں جگہ مخصوص کرنا جائز ہے۔

۶۔ بڑے اور عظیم آدمیوں کی مجلس سے باہر رہنا بہت بڑی نقصان دہ بات ہے اور یہ ایک عیب ہے۔

۷۔ کلمہ شہادت کی گواہی دینے والے پر بظاہر مسلمانوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

۸۔ حدیث کے طالب علم کو چاہیے کہ حدیث کو مضبوط کرنے اور محفوظ کرنے کے لیے اپنے استاد سے بار بار رجوع کرے اور طلب حدیث کے لیے سفر بھی کرنا پڑے تو اس سے گریز نہ کرے۔ (فتح الباری: ۳/ ۶۲)

١٨ ۔ وَلِمَالِكٍ وَالنَّسَائِيِّ مِنْهُ الصَّلَاةُ فِيْ الْبَيْتِ .

امام مالک اور نسائی نے اس حدیث کا کچھ حصہ بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْبَيْتِ میں ذکر کیا ہے۔

١٩ ۔ أَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِيْ عَنْ هٰذَا (الْحَدِيْثِ) أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ۔ (رواه البخاری: ۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بروز قیامت کس کو نصیب ہو گی؟ فرمایا: میرا یہی گمان تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کا سوال کوئی نہیں کرے گا اس لیے کہ میں علم حدیث کے متعلق تیری حرص کو جانتا ہوں۔ میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہر وہ انسان ہے جس نے دل کے پورے اخلاص سے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔" (البخاری)

مفردات: ...... اَسْعَدُ یہ عَلِمَ سے اسم تفضیل ہے، سب سے بڑھ کر سعادت والا۔ اَوَّلَ لام پر ضمہ بھی ہے، نصب بھی ہے، ضمہ اَحَدٌ کی صفت کی وجہ سے ہے۔ نصب اس وجہ سے کہ یہ ظَنَنْتُ فعل کا مفعول بہ ہے۔ لِمَا میں ما موصولہ ہے، مِنْ یہ صرف جز بیان کے لیے آیا ہے، سب سے پہلے سوال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم حدیث کی حرص رکھتے ہو۔ خَالِصًا یہ حال ہے۔ مِنْ قَبْلِهٖ یہ تاکید کے لیے ہے کہ کلمہ خلوص دل سے کہا ہو۔

شـــرح: ...... ۱۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شرف بیان ہوا ہے اور بارگاہ رسالت سے یہ انعام ملا ہے کہ انہیں علم حدیث کی طلب کی بہت حرص تھی۔ آج فتنہ انکار حدیث کے دور میں اس جذبہ علم حدیث کی جستجو کی بہت زیادہ

(۱۹) بخاری: ۹۹۔ علاوہ ازیں احمد: ۸۶۴۰۱۔ میں بھی ہے۔

ضرورت ہے۔خصوصاً پڑھی لکھی نوجوان نسل ضرور غور کرے، انہیں حدیث رسول کے چراغوں سے دور رکھنے کے لیے منکرین حدیث بہت زور لگا رہے ہیں۔اور اعتراضات کی بے رحم آندھیاں چلا رہے ہیں،لیکن چراغ بجھایا نہیں جا سکتا۔ان شاءاللہ

۲۔ثابت ہوا مشرک شفاعت نبوی ﷺ سے محروم رہیں گے اس سے وہی بہرہ ور ہوں گے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اقرار کریں گے اور مومنوں میں سے بھی جو اعلیٰ درجے کی دولت ایمان سے فیضیاب ہوگا، وہ سفارش سے زیادہ استفادہ کرے گا۔

آپ ﷺ کی سفارش کے مختلف مراحل ہیں، ایک سفارش آپ ﷺ میدانِ محشر میں اس کی ہولنا کیوں سے بچانے کے لیے مخلوق خدا کی راحت کے لیے کریں گے۔اور ایک سفارش بعض کافروں سے عذاب ہلکا کرنے کی کریں گے۔جیسا کہ ابو طالب کا عذاب آپ کی سفارش سے کم ہوگا اگر سفارش نہ ہوتی تو یہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

ایک سفارش آپ کی ان مومنوں کے لیے ہوگی جو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے کہ انہیں نکالا جائے اور ایک سفارش آپ ﷺ کی ان لوگوں کے لیے ہوگی جن کے لیے آتش دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہو گا۔آپ سفارش کریں گے کہ انہیں داخل نہ کیا جائے، اور ایک سفارش آپ کی ان کے بارے میں ہوگی جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، اور ایک سفارش آپ ﷺ جنتیوں کے درجات کی بلندی کے لیے کریں گے۔

بہرصورت جس قدر ایمان میں زیادہ اخلاص ہوگا اسی تناسب سے زیادہ سفارش نبوی ﷺ کی سعادت حاصل ہوگی۔(فتح الباری:۱/۱۹۴)

۲۰۔ وَعَنْهُ، رَفَعَهُ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لاَ يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلاَ نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلاَّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ . (رواه مسلم:۱۵۳ كتاب الإيمان)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت میں سے آپ ﷺ کے بارے میں جو یہودی یا نصرانی سنتا ہے اور پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ ایمان نہ لائے اس چیز پر جو دیکر میں بھیجا گیا ہوں تو وہ آگ والوں سے ہوگا۔''

مفردات: ...... لَا يَسْمَعُ نہیں سنتا۔یہ جواب قسم ہے بِیْ ایک قول ہے، باء زائدہ ہے ایک قول ہے مِنْ (سے) کے معنی میں ہے، یہ زیادہ بہتر ہے کہ تاکید کے لیے ہے یعنی میری بعثت اور رسالت کو سن یا جان لیتا ہے۔

شرح: ......۱۔اس سے ثابت ہوا جو بھی آپ ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد قیامت تک کے لیے موجود ہے یا ہوگا اس پر آپ ﷺ کی اطاعت کرنا واجب ہے، خواہ کوئی صاحب کتاب ہو یا نہ ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ ہیں

(۲۰) مسلم (۱۵۳) کتاب الایمان واحمد (۲۷۳۰۱)

اور غیر کتاب والے بت پرست وغیرہ ہیں، جب اہل کتاب کے لیے آپ پر ایمان لانا لازم ہے تو پھر غیر کتاب والے یعنی بت پرستی کرنے والے پر تو اور زیادہ واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے، یہودیوں اور عیسائیوں کا بطور خاص نام لیا گیا ہے کہ یہ سنیں تو ایمان لائیں وگرنہ دوزخ میں جائیں گے کیونکہ یہ نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں کی مانند پہچانتے تھے۔ ان کا کفر تو بہت ہی قبیح حرکت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''آپ کو تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔''

ان دلائل کے باوجود بھی یہ یہود و نصاریٰ ایمان نہ لائیں تو پھر تو یہ بہت بڑی طغیانی ہے، کہ آپ ﷺ قرآن پاک جیسا معجزہ لے کر آئے ہیں جو روزِ قیامت تک زندہ و جاوید رہے گا، اس کا اسلوب و انداز انوکھا ہے اور پیش آنے والے واقعات کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ ایسا بے مثال معجزہ ہے کہ جن اور انسان اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے، لہٰذا آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا واجب ہوا اور سب پر آپ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے اور جو آپ ﷺ اور آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا تو وہ دوزخی ہے کیونکہ وہ جان بوجھ کر کفر کر رہا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمارے آخر الزمان نبی ﷺ کی رسالت نے پہلی تمام ملتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

۳۔ اس سے ضمناً یہ بھی پتہ چلا کہ جس تک دعوتِ اسلام نہ پہنچ سکی ہوگی وہ معذور ہے۔

۲۱۔ صُهَيْبٍ، رَفَعَهُ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ . (رواه مسلم: ۲۹۹۹ فی کتاب الزهد والرقائق)

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''مومن کے اوپر تعجب ہے کہ اس کے تمام امور خیر اور بہتر ہیں اور یہ مرتبہ مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں اگر مومن کو خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ بھی بہتر ہے اور اگر اس کو عذر پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے پس یہ بھی اس کے لیے نیکی اور بھلائی ہے۔''

مفردات: ...... عَجَبًا یہ مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہے، یعنی میں تعجب کرتا ہوں۔ اَصَابَتْهُ باب افعال سے واحد مؤنث غائب، اس کو پہنچی۔ سَرَّاءُ خوشی یا خوشحالی ضَدَّاءُ تکلیف۔

شرح: ......۱۔ نام صہیب بن سنان رومی۔ کنیت: ابو یحییٰ تھی، ایک قول ہے، ان کا اصل نام عبدالملک تھا اور صہیب لقب ہے، مشہور صحابی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۳۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ (تقریب)

---

(۲۱) مسلم (۲۹۹۹) کتاب الزهد والرقائق۔ مسند احمد (۱۸٤٥٥) دارمی (۲۷۷۷)

۲۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ ایماندار کی یہ امتیازی صفت ہے کہ اگر اسے صحت وسلامتی مال واولاد یا جاہ ومنصب حاصل ہے تو اس خیر کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا اور اس کے ان انعامات کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آئے تو فطرتی پریشانی تو اسے ہوتی ہے، لیکن حکم ربی سمجھ کر اور کارِثواب کے تصور سے اس پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق حرف شکایت زبان پر نہیں لاتا۔

اس حدیث مبارک نے ایمان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، کہ نصف ایمان شکر میں اور نصف ایمان صبر میں ہے، یہ دونوں چیزیں بھلائی ہیں اور ان کا حصول دولت ایمان سے ہی ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍo﴾ (لقمان: ۳۱)

''اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔''

جب انسان صبر کرتا جائے گا اجر پاتا جائے گا اور شکر کرتا جائے گا تو انعامات میں ترقی ہوتی جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍo﴾ (الزمر: ۱۰)

''بے شک صبر کرنے والوں کے لیے بغیر حساب کے اجر ہے۔''

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (ابراهیم: ۷)

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔''

آج ہماری حالت میں اعتدال نہیں مصیبت کے وقت صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور نعمت کے وقت رب بھول جاتا ہے، ہر حد پائمال کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

۲۲ ــ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قِيْلَ لَهُ: أَلَيْسَ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ۔ (للبخاری معلقا)

وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، لیکن کوئی چابی دندانوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ پس اگر تو دندانوں والی چابی لائے گا تو تالا کھل جائے ورنہ نہیں کھلے گا۔'' (یہ بخاری میں معلق مروی ہے)

مفردات: ......أَلَيْسَ۔ لَيْسَ نہیں۔ لَاإِلٰهَ اِلَّااللّٰه یہ لَیس کا اسم ہے۔ مِفْتَاحُ کنجی، یہ اس کی خبر ہے۔ جِئْتَ ضَرَبَ سے ماضی حاضر ہے تو آئے گا، با کی وجہ سے متعدی ہوا، تو لائے گا۔ اَسْنَانٌ واحد اس کا سِنٌّ ہے، دندانے۔

شرح: ......ا۔ وہب بن منبہ بن کامل یمانی رحمہ اللہ، کنیت ابوعبداللہ انباری، ثقہ تابعی ہیں۔ ۱۱۴ ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کی جانب بھیجا تو ان

---

(۲۲) بخاری، فی اول کتاب الجنائز، تعلیقا یعنی شروع سے سند حذف کر دی ہے۔ لیکن تاریخ کبیر میں متصل بیان کی ہے اور حلیہ میں ابونعیم نے بھی متصل بیان کی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۱۱۵)

سے کہا، جب جنت کی چابی کے متعلق تم سے کوئی پوچھے تو انہیں بتانا جنت کی کنجی لا الـهَ الّا اللّٰه ہے۔ (سیرت ابن اسحٰق بیہقی شعب الایمان)

چابی کے دندانے ہوں تو دروازہ کھلتا ہے۔ نہ ہوں تو نہیں کھلتا۔ دندانے ہونے سے مراد یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی کیے جائیں اور برے اعمال چھوڑ دیئے جائیں۔ جس طرح چابی کے ساتھ بند قفل کھل جاتے ہیں۔ اسی طرح مشکلات میں یہ کلمہ کام آتا ہے، مگر صرف زبان سے کلمہ کہنے سے نجات نہیں ملے گی بلکہ اس کے مطابق عمل کرنے سے نجات ملے گی۔

جنت میں داخلے اور دوزخ سے نجات کے لیے لا الٰہ الا اللہ بنیاد ہے لیکن اس کی شرائط بھی پوری کرنا ہوں گی کہ اس کے فرائض پورے کریں اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، واجبات ادا کیے جائیں اور محرمات کو ترک کیا جائے۔

٢٣ ــ يَـحْـيَ بْنَ طَلْحَةَ قَالَ: إِنَّ عُمَرَ رَأَىٰ طَـلْـحَةَ كَـئِيْبًا بَعْدَ مَا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ، فَقَالَ لَهٗ: مَالَكَ لَعَلَّكَ سَـاءَ تْكَ إِمْـرَـةُ ابْـنِ عَمِّكَ أَبِىْ بَكْرٍ؟ قَالَ: لَا، وَأَثْـنٰـى عَـلَيْـهِ خَيْـرًا . وَقَـالَ: إِنِّـىْ لَأَجْـدَرُكُـمْ أَلَّا تَسُـوْءَ نِـىْ إِمْرَتُـهٗ، وَلٰكِنَّ كَلِمَةً سَمِعْتُهَامِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُهَا، قَـالَ: إِنِّـىْ لَأَعْـلَـمُ كَـلِمَةً لَا يَقُوْلُهَـا عَبْدٌ عِـنْـدَمَـوْتِـهٖ إِلَّا فَـرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهٗ، وَإِنَّ جَسْـدَهٗ وَرُوْحَـهٗ لَيَـجِـدَانِ لَهَـا رُوْحًا فَمَا مَنَعَنِى أَنْ أَسْاَلَ عَنْهَا إِلَّا الْقُدْرَةَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَـاتَ، قَالَ عُمَرُ: إِنِّىْ لَأَعْرِفُهَا . قَالَ: فَلِلّٰهِ الْـحَـمْـدُ مَـا هِىَ!قَالَ:هَلْ تَعْلَمُ كَلِمَةً هِىَ أَعْـظَـمُ مِـنْ كَـلِـمَةٍ عَرَضَهٗ عَلٰى عَمِّهٖ عِنْدَ الْـمَـوْتِ، وَلَـوْ عَـلِـمَ أَنَّ شَيْئًا أَعْظَمَ مِنْهَا لَأَمَـرَهٗ بِــهٖ . قَـالَ طَـلْحَةُ: هِـىَ وَاللّٰـهِ . (لرزين)

یحیٰی بن طلحہ نے کہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھے کیا ہوا ہے شاید تجھے اپنے چچا کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ناگوار ہے۔ اس نے کہا: نہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح بیان کی اور کہا: میں تم سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ ابوبکر کی خلافت اور حکومت ناپسند نہ کروں لیکن ایک کلمہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک کلمہ جانتا ہوں جس کو بندہ موت کے وقت کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی شدت اور سختی دور کر دیتا ہے اور اس کا بدن اور روح اس کلمہ کو اپنے لیے روح اور زندگی تصور کرتے ہیں۔ اس کلمہ کو بامرِ تقدیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں وہ کلمہ جانتا ہوں۔ کیا تجھے کوئی کلمہ معلوم ہے جو اس کلمہ سے بڑا ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی وفات کے وقت اس پر پیش فرمایا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا کہ کوئی دوسری چیز اس کلمہ سے زیادہ باعظمت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیتے۔''
طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم وہ یہی کلمہ ہے: رزین

انتباہ: ......نمبر۲۴ والی حدیث میں اسی ۲۳ والی حدیث کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

۲٤ ـــ عُثْمَانَ: أَنَّ رِجَالاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ حَزِنُوْا عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِيْ ظِلِّ أُطُمٍ مِنَ الْآطَامِ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَلَّمَ عَلَيَّ فَلَمْ أَشْعُرْ أَنَّهُ مَرَّ وَلاَ سَلَّمَ فَانْطَلَقَ عُمَرُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ مَا يُعْجِبُكَ أَنِّي مَرَرْتُ عَلٰى عُثْمَانَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَأَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ فِيْ وِلاَيَةِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى سَلَّمَا جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ جَاءَنِي أَخُوْكَ عُمَرُ فَذَكَرَ أَنَّهُ مَرَّ عَلَيْكَ فَسَلَّمَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ فَمَا الَّذِيْ حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ: مَا فَعَلْتُ . فَقَالَ عُمَرُ لِيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ وَلٰكِنَّهَا عُبِّيَّتُكُمْ يَا بَنِيْ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ وَلاَ سَلَّمْتَ قَالَ:أَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ وَقَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ أَجَلْ قَالَ: وَمَاهُوَ؟ قَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَفَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيَّهُ ﷺ قَبْلَ أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْأَمْرِ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ مرد آپ ﷺ کی وفات پر زیادہ غمزدہ تھے یہاں تک کہ وسوسے میں مبتلا ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے: عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی ان لوگوں میں سے تھا۔ اتفاقاً میں ایک ٹیلے کے سائے میں بیٹھا تھا اور میرے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا تو انھوں نے مجھے سلام کہا۔ میں نہ تو ان کا سلام کہنا سمجھا اور نہ گزرنا۔ عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جا کر کہا۔ تجھے تعجب تو ہوگا؟ بات یہ ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا اور اس کو سلام کہا اور اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عہدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں میرے پاس آئے اور دونوں نے مجھے سلام کہا اور پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرا بھائی عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس گیا اور اس نے بیان کیا کہ اس نے تجھے سلام کہا اور تو نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا تو بتاؤ تم کو کس چیز نے اس پر آمادہ کیا ہے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: اللہ کی قسم! تو نے ایسا ہی کیا ہے۔ مگر تم بنوامیہ میں یہ عیب تو ہے ہی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے پتہ نہیں چلا کہ تو گزرا یا تو نے سلام کہا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے اور تجھے کسی کام کے شغل نے مصروف رکھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں ......ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کیا ہے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی قبل اس کے کہ میں آپ ﷺ سے اس امر کی نجات کا سوال کرتا۔

قَالَ أَبُوْبَكْرٍ قَدْ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَقُمْتُ

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ ﷺ سے اس کا سوال کیا

(٢٤) احمد: ٢١۔ طبرانی اوسط، بزار، مسند ابی یعلی. اس میں ایک راوی کا نام نہیں بتایا گیا لیکن زہری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔مجمع الزوائد: ١.

إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُوبَكْرٍ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الأَمْرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِيْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّيْ فَرَدَّهَا عَلَّي فَهِيَ لَهُ نَجَاةُ . (رواه احمد ۲۱: والأوسط والبزار)

تھا......عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھا اور میں نے کہا: میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تم ہی اس بات کے لائق ہو۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کی آپ ﷺ سے کہ اے اللہ کے رسول! اس امر کی نجات کس بات میں ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کیا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا اور اس نے رد کر دیا تھا پس وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔''

(احمد، معجم اوسط اور بزار)

مفردات: ...... تُوُفِّيَ باب تفعل سے ماضی مجہول، فوت ہوئے۔ حَزِنُوْا، عَلِمَ سے ماضی جمع غمزدہ ہوئے۔ عَلَيْهِ آپ ﷺ کی وفات پر يُوَسْوِسُ، فَعْلَلَ سے مضارع، دل میں بے ساختہ خیال آنے لگے، مِنْهُمْ یعنی حضرت عثمان کہتے ہیں: بھی ان وسوسہ والوں میں سے تھا۔ فَاشْتَكٰى باب افتعال، ماضی، شکایت کی۔ مَا نہیں۔ شَعُرْتُ واحد متکلم میں نے نہیں جانا۔ فَقَالَ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: شَغَلَكَ اس میں مخاطب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، تجھے بے خبر کر دیا ہے۔ نَجَاةِ مصدر ہے خلاصی پانا۔ هٰذَ الْاَمْرِ اس معاملہ کے بارے میں مراد ہے مومن جس دین پر کاربند ہیں۔

اَحَقُّ بِهَا ضمیر مسئلہ کی جانب ہے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تم ہر بھلائی میں آگے ہی ہوتے ہو اس بات میں بھی تم ہی آگے ہو۔ فَهِيَ یہ کلمہ شہادت جو میں نے چچا پر پیش کیا لَهٗ اس کہنے والے کے لیے۔

شرح: ......۱۔ نام، عثمان بن عفان بن ابی عاص بن امیہ بن عبد شمس اموی۔

امیر المومنین ذوالنورین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۳۵ ہجری ماہ ذوالحج میں اسی سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ (تقریب)

۲۔ وہ وسوسہ جو دیگر لوگوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چھایا ہوا تھا، وہ یہ تھا کہ کہیں اس دین کا خاتمہ نہ ہو جائے، یہ نور شریعت فتنوں کی آندھیوں سے کہیں بجھ نہ جائے اور آپ ﷺ کی وفات کے صدمے نے بڑے بڑے عظیم لوگوں کے ہوش چھین لیے تھے اور دہشت میں سرگردان کر دیئے تھے۔ حتیٰ کہ بعض نے تو آپ کی وفات کا ہی انکار کر دیا۔ اور لوگوں کی اسلامی نقطہ نظر سے بڑی مخدوش حالت تھی فقط جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی سے نوازا تھا۔ جنہوں نے سب کو دلاسہ دیا اور ہر معاملہ میں درستی پیدا کی۔ یہ وہ المناک صورت حال تھی جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصروف کر رکھا تھا اور اردگرد کے ماحول سے بے خبر تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سلام کہنے کا بھی پتہ نہ چل سکا۔ وجہ یہ

تھی ایک صدمہ تھا دوسرا وہ نجات پر غور کر رہے تھے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کہا تھا اور جواب نہ ملا تو حضرت عمر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ انہوں نے پوچھا، عثمان کہاں ہیں؟ کہا وہ مسجد میں ہیں۔ تب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا عثمان! بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا واللہ! مجھے کوئی پتا نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے ہیں یا سلام کہا ہے، تب یہ غلط فہمی دور ہوئی۔ (مسند ابی یعلی بحوالہ مرعاۃ: ۱/۱۱۲)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی بھائی کے متعلق غلط فہمی ہو تو اسے اندر ہی اندر لاوا نہ بنایا جائے جلد از جلد بھائی سے مل کر اس کا ازالہ کیا جائے، تاکہ یہ مخالفت کا آتش فشاں نہ بن جائے۔

۳۔ ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود یہ بیان کر چکے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا تو پھر دین کے معاملے میں دوزخ سے نجات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل نہ کر سکنے کی پریشانی کا کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں نجات کا علم نہ ہوا۔ اس کا حل یہ ہے کہ انہیں علم تھا کہ کلمہ دوزخ سے نجات دلاتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے غم کے کوہِ گراں نے اس سے بے خبر کر دیا تھا، یاد نہ رہا تھا۔

ایک اور طرح بھی حل ہے کہ انہیں اس کلمہ سے نجات کا علم تھا لیکن شیطان کے وسوسوں اور غلط خیال ڈالنے سے مکمل بچاؤ کے لیے پوچھنا رہ گیا تھا جس پر افسردہ تھے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ کلمہ توحید ہر چیز کے لیے نجات کی نوید ہے اور وسوسوں کا علاج بھی اسی میں ہے۔

۲۵۔ جَرِيْرٌ رَفَعَهٗ: مَنْ مَاتَ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا لَمْ يَتَنَدَّ بِدَمٍ حَرَامٍ أُدْخِلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ۔ (لأحمد :١٦٨٨٨)

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا: ''جو اس حال میں فوت ہوا کہ نہ تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کیا اور نہ اس نے خونِ حرام بہایا تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... لَمْ يَتَنَدَّ باب تفعل سے جحد معلوم، سیراب ہونا، یعنی حرام خون نہ بہایا۔ أُدْخِلَ باب افعال ماضی مجہول، داخل کیا جائے گا۔

شرح: ...... اس حدیث میں شرک سے پاک صاف رہنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اور شرک سے بیزاری اور توحید پر کار بند رہنا جنت میں داخلے کا باعث ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ قتل ناحق کی برائی بھی بیان ہوئی ہے، یہ شرط ہے، کلمہ توحید پر کار بند اور شرک سے بیزار وہی شخص جنت میں جائے گا جو حرام خون نہ بہائے گا۔ اگر حرام خون بہائے گا

(۲۵) احمد (۱۶۸۸۸) ابن ماجه (۲۶۱۸) ابواب الديات.

تو جنت میں داخلہ نہ ہوگا، باقی کب تک وہ جنت سے محروم رہے گا، یہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ہی فیصلہ کریں گے، کیونکہ کلمہ گو مسلمان آخر دوزخ سے رہائی پائے گا۔

٢٦۔ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيّ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيْدِ أَوْقَالَ بِقَدِيْدِ فَجَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ فَيَأْذَنُ لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَابَالُ رِجَالٍ يَكُوْنُ شِقُّ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ تَلِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَبْغَضَ إِلَيْهِمْ مِنَ الشِّقِّ الآخَرْ، فَلَمْ نَرَعِنْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْقَوْمِ إِلاَّ بَاكِيًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الَّذِيْ يَسْتَأْذِنُكَ بَعْدَ هٰذَا لَسَفِيَّهُ .
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا وَقَالَ اَشْهَدُ عِنْدَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُ عَبْدٌ يَشْهَدُ اَنْ لَّآإِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ ثُمَّ يُسَدِّدُ إِلَّا سَلَكَ فِيْ الْجَنَّةِ قَالَ وَقَدْ وَعَدَنِيْ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُّدْخِلَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفاً لاَ حِسَابَ عَلَيْهِ وَلاَ عَذَابَ وَإِنِّي لأَرْجُوْ أَنْ لَّا يَدْخُلُوْهَا حَتّٰى تَبَوَّءُوَا أَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِكُمْ وَأَزْوَاجِكُمْ وَذُرِّيَاتِكُمْ مَسَاكِنَ فِيْ الْجَنَّةِ . (رواه أحمد:١٥٧٨٢)

سیدنا رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوٹ کر جب مقام کدید یا قدید میں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کرنا شروع کر دی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔
پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا: کچھ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کو درخت کا وہ حصہ زیادہ ناپسند ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے اس کی نسبت سے جو دوسری جانب ہے۔ تو اس وقت سب لوگ روتے دیکھے گئے۔ ایک مرد نے کہا: اس بیان کے بعد بھی جو شخص گھر جانے کی اجازت طلب کرے گا وہ بے وقوف ہی ہوگا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حضور سچی گواہی دیتا ہوں کہ جو شخص بھی صدق دل سے یہ گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں اور پھر اس پر مضبوطی سے تا دم موت قائم رہا وہ بالیقین جنت میں جائے گا۔ فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دے گا اور ان کو ہرگز عذاب نہیں دے گا۔ اور میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ بغیر عذاب وحساب داخل ہونے والوں سے پہلے تم جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں اپنے نیک باپوں، بیویوں اور بیٹوں سمیت جاگزین وآباد ہو جاؤ گے۔" (احمد)

مفردات: ...... كَدِيْد قُدِيد یہ جگہ کا نام ہے یَسْتَأْذِنُوْنَ، باب استفعال سے جمع مذکر غائب، اجازت

(٢٦) احمد (١٥٧٨٢) ابن ماجه نے اليض حصه بيان كيا (١٣٦٧) و رجاله موثقون، دارمی (١٤٨١) هيثمی مجمع الزوائد (٢٩)

طلب کرتے ہیں۔ مَابَالُ کیا حال ہے۔ شِقٌّ جانب یعنی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

يُسَدِّدُ درست ہو جائے، سُلِكَ، نَصَر سے ماضی مجہول، چلایا جائے گا۔ تَبَوَّءُوْا باب تفعل سے جمع مذکر حاضر تم جگہ پکڑ لو گے۔

شرح: ......۱۔ رفاعہ بن عرابہ جہنی مدنی صحابی ہیں، ان سے ایک ہی حدیث آتی ہے۔ (تقریب)

۲۔ نبی اکرم ﷺ خطاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تھے، بعد میں دوسری بات کرتے تھے اور پردہ داری سے آپ لوگوں کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ نام لے کر شرمندہ نہ کرتے تھے۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی وعظ ونصیحت سے بہت متاثر ہوتے تھے، حتیٰ کہ رونے لگتے تھے۔

۴۔ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی پر موت تک قائم رہا اور اخلاص پیدا کیا، شرک سے اجتناب کرتا رہا اور اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۵۔ اس امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو اللہ پر توکل رکھتے ہوں گے، بدشگونی نہ پکڑتے ہوں گے، داغ کے ذریعہ علاج نہ کراتے ہوں گے، اور یہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے جنت میں اس وقت جائیں گے کہ ان سے پہلے نیک لوگ جنت میں اپنے باپوں، بیویوں اور اولادوں کے ساتھ اپنی رہائش گاہوں پر براجمان ہو چکے ہوں گے، بغیر حساب جانے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ پہلے جائیں گے بلکہ ان سے پہلے جنتی جا چکے ہوں گے۔

۲۷۔ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، رَفَعَهُ: مَنْ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ رَبَّهُ وَأَنِّيْ نَبِيُّهُ مُوْقِنًا مِنْ قَلْبِهِ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلٰى جِلْدِهِ، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ. (للبزار والكبير بضعف)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''جو شخص یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور جانتا ہو کہ میں (محمد ﷺ) اس کا نبی ہوں اور دل سے اس عقیدے پر یقین رکھتا ہو، پھر اپنی جلد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اس شخص کو اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دے گا۔'' (بزار وکبیر)

مفردات: ...... مُوْقِنا باب افعال سے اسم فاعل، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یقین رکھنے والا ہو۔ اَوْمَأَ باب افعال سے ماضی، اشارہ کیا۔

شرح: ......۱۔ حضرت عمران بن حصین بن عبید بن خلف خزاعی، کنیت ابو نجید تھی۔ فاضل صحابی ہیں۔ کوفہ میں قاضی بھی رہے۔ ۵۲ ہجری میں بصرہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ (تقریب)

---

(۲۷) بزار، عمران قصیر اس کی سند میں آتا ہے، وہ متروک ہے، اور عبداللہ بن ابی تلوص بھی ایسا ہی ہے۔ طبرانی کبیر میں بھی آتی ہے۔ سند یہی ہے (هيثمى (۳٦)

۲۔ اگر چہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، لیکن صحیح حدیث سے اس کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

۲۸۔ عَيَّاضِ الْأَنْصَارِيِّ، رَفَعَهُ: إِنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةٌ عَلَى اللّٰهِ كَرِيْمَةٌ، لَهَا عِنْدَ اللّٰهِ مَكَانٌ، مَنْ قَالَهَا صَادِقًا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ، وَمَنْ قَالَهَا كَاذِبًا حُقِنَتْ دَمُهُ وَأُحْرِزَتْ مَالُهُ، وَلَقِيَ اللّٰهَ غَدًا فَحَاسَبَهُ .

سیدنا عیاض انصاری رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا: ''کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی باعزت و مکرم ہے اور اللہ کے پاس اس کا اعلیٰ مقام ہے جو صدق دل سے یہ کلمہ کہے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور جس نے بغیر تصدیق قلب کہا اس نے دنیا میں اپنا خون اور مال محفوظ کر لیا اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔'' (بزار)

مفردات: ...... لا اله الا الله ، اِنَّ کا اسم ہے، کَلِمَةٌ اس کی خبر ہے، یہ کلمہ بڑا کرامت والا ہے۔ صَادِقًا حال ہے، اخلاص سے یا سچے دل سے حَقَقَتْ واحد مؤنث محفوظ کر لیا۔ اَحْرَزَتْ واحد مونث، باب افعال، حفاظت کرتا ہے۔ فَحَاسِبُهٗ یہ اسم فاعل ہے حساب لینے والا ہے۔

شرح: ......۱۔ عیاض بن حمار تمیمی مجاشعی (انصاری) بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

۲۔ اس حدیث کا مفہوم بخاری، مسلم کی حدیث میں بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مجھے اس وقت تک لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم ملا ہے، جب تک وہ لا الٰـه الا الله محمد رسول الله کی گواہی نہ دیں۔ اور نماز قائم نہ کریں، زکوۃ ادا نہ کریں، جب یہ کریں گے تو مجھ سے اپنے خون، مال محفوظ کر لیں گے، ہاں جو اسلام کا حق ہوگا (مثلاً قصاص وغیرہ وہ لیا جائے گا) باقی ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

یہ حدیث اس آیہ مبارکہ کی تفسیر ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (براءت : ۵)

''اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''

۳۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا، نماز قائم نہیں کرتا اور زکوۃ نہیں دیتا تو اس سے لڑائی کی جائے گی اور جب کلمہ شہادت کی گواہی لوگ دیں اور نماز زکوۃ پر کار بند ہوں تو ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ان سے ہاتھ روک لیا جائے گا، باقی اگر کوئی کفر یا معصیت پوشیدہ رکھتا ہے تو اس کا محاسبہ اللہ تعالیٰ کریں گے ہم ان کے ساتھ ظاہر کے

(۲۸) بزار، اگر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کی تائید میں دیگر راوی بھی بیان کرتے ہیں تو پھر اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اوپر والی متفق علیہ حدیث ہم نے اس کی تائید میں درج کر دی ہے۔

مطابق سلوک کریں گے۔ اگر جرم کرے گا سزا ملے گی اگر عمل کرے گا تو جزا ملے گی۔

٢٩۔ مَعَاذٍ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِيَ الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدْنِيْ عَنِ النَّارِ، قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَنِيْ عَنْ عَظِيْمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يَطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَاقَوْله تعالى تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهٖ وَعُمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَ اللّٰهِ قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى لسانه قُلْتُ يَا نَبِيَ اللّٰهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک دن میں آپ ﷺ کے قریب تھا اور ہم چل رہے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی خبر دیجیے جو جنت میں لے جائے اور آگ سے مجھے دور کر دے۔ فرمایا: تو نے بڑی بات پوچھی ہے اور یہ بہت آسان ہے اس پر جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔ پھر فرمایا: کیا میں بھلائیوں کے ابواب تجھے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو بجھا دیتا ہے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ رات کے نصف میں نماز پڑھنا نیک لوگوں کی علامت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ''وہ اپنے پہلو اپنے بچھونوں سے جدا کرتے اور اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں......۔''

پھر فرمایا: کیا میں تمھیں اس سارے دین کا سر اس کا ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی نہ بتادوں؟ میں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: سارے دین کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: تجھے ان تمام امور کو مضبوط رکھنے والی چیز کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: اس کی حفاظت رکھ اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا: میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا ہم پر اس کا مواخذہ ہوگا جو ہم کلام کرتے ہیں؟ فرمایا:

---

(٢٩) ترمذی: ٢٦١٦) علاوہ ازیں ابن ماجہ (٣٩٧٣) احمد (٢١٦١٧) میں بھی ہے صحیح البانی (٢١١٠)

(رواہ الترمذی:٢٦١٦) اے معاذ! تجھے تیری ماں روئے لوگ ان کے منہ کے بل، یا فرمایا: ناک کے بل ان کی زبان کے کاٹنے کی وجہ سے ہی تو آگ میں گرائے جاتے ہیں۔''(ترمذی)

مفردات:...... اَخْبِرْنِیْ امر، باب افعال نون وقایہ، یاء مفعول بہ مجھے بتاؤ۔ بِعَمَلٍ یہ تنوین تعظیم کے لیے ہے، عظیم عمل بتائیں۔ یُدْخِلُنِیْ باب افعال سے مضارع ہے۔ رفع ہو تو عمل کی صفت ہے اور لام پر جزم ہو تو جواب امر کی وجہ سے ہے۔ مجھے داخل کردے۔ یُبَاعِدُنِیْ یہ باب مفاعلہ سے ہے، مجھے دور کردے۔ اَ لَا خبردار! اُدُلُّكَ یہ نصر سے مضارع واحد متکلم ہے، میں تجھے دلالت کروں، بتاؤں۔ جُنَّةٌ ڈھال جس سے بچاؤ کیا جائے۔ تُطْفِئُ باب افعال سے مضارع واحد مونث بجھاتی ہے۔ عُمُوْدِہٖ ستون۔ ذَرْوَۃ ذال پر کسرہ اور ضمہ دونوں ہیں فتح بھی آتا ہے۔ کوہان بلندی، بِمِلَاكِ جڑ، بنیاد۔ بِلِسَانِہٖ ضمیر نبی ﷺ کی جانب ہے، اپنی زبان پکڑی۔ کُفَّ امر ہے، روک لے۔ هٰذَا یہ زبان۔ ثَكِلَتْكَ تیری ماں گم پائے، یہ بددعا نہیں تنبیہ کے لیے بولتے ہیں۔ مَنَاخِرِهِمْ اس کا واحد مَنْخَرٌ نتھنا۔ حَصَائِدُ اس کا واحد حَصِيْدَةٌ ہے، زبان کی کتری ہوئی باتیں۔

شرح: ......عبادت اور کلمہ شہادت پر تو بارہا بحث گزر چکی ہے، اس میں مزید یہ بیان ہوا ہے کہ خیر تک پہنچانے والے ذرائع کیا ہیں، وہ یہ ہیں کہ نوافل ادا کیے جائیں خصوصاً سحر خیزی کریں، فرائض ادا کریں، روزہ رکھیں، زکوٰۃ ادا کریں، کیونکہ نماز عبادت کا اہم ستون ہے اور تہجد نماز اور مشکل کام ہے، جب کوئی اس کا عادی ہوگا تو فرض نمازوں میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہوگا، اور روزہ بھی نفس پر مشقت سے ہوتا ہے، اور مال سے خرچ کرنا صدقہ و زکوٰۃ دینا یہ تمام امور سخت جانفشانی کے متقاضی ہیں۔ جب انسان انہیں سرانجام دینے لگے گا تو گویا اس پر ہر چیز کا کام سرانجام دینا آسان ہوجاتا ہے، اور ان کے آب سے گناہوں کی آتشِ شعلہ بار بجھ جاتی ہے اور اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔

٢۔ پھر اس حدیث میں کلمہ شہادت کو ایسا قرار دیا گیا ہے جیسا کہ جسم کے لیے سر ہے۔ سر بغیر جسم بے کار ہے، اسی طرح کلمہ شہادت کے بغیر دین نہیں- اور جس طرح خیمے کے لیے لکڑی ہوتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ خیمہ نصب ہوتا ہے، اسی طرح دین کے خیمے کے لیے نماز ستون ہے اور ان فرائض کی ادائیگی اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد کو کوہان سے تشبیہ دی ہے جس طرح کوہان اونٹ پر ممتاز نظر آتی ہے، اسی طرح جہاد اسلام میں ممتاز شان رکھتا ہے۔

٣۔ پھر زبان کی اہمیت بیان ہوئی ہے، کفر، شرک، دین میں بے تکی باتیں، جھوٹی گواہی، جادو کا کام، تہمت باندھنا، سب وشتم کرنا، جھوٹ، غیبت، چغلی اور بہتان بازی وغیرہ دوزخ والے کام سب زبان ہی کے تراشیدہ ہیں اس لیے اس کی حفاظت کامیابی کی کنجی ہے۔

٣٠۔ أَبُوْأَيُّوْبَ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ الْقَوْمُ مَالَهُ مَالَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَرَبٌ مَالَهُ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِيْ الزَّكَاةَ۔ (رواه البخاري: ١٣٩٦)

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: آپ ﷺ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور مجھے آگ سے دور کر دے تو لوگوں نے کہا: اس کو کیا ہوا؟ اس کو کیا ہوا؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنا پورا مقصد بیان کیا ہے۔تو عبادت کر اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، نماز قائم اور زکوٰۃ ادا کر۔'' (بخاری ومسلم ونسائی)

مفردات: ......اَنَّ رَجُلًا ایک آدمی، ایک قول ہے یہ ابوایوب ہی تھے۔ایک قول ہے، اس کا نام قیس بن منتفق تھا۔اس طرح کا سوال صخر بن قعقاع باہلی نے بھی کیا تھا۔یُدْخِلْنِیْ جواب امر کی وجہ سے جزم والا ہے۔مَالَهٗ استفہام ہے تکرار سے آیا ہے کہ تاکید ہو، کیا ہے اسے۔اَرْبَابٌ حاجت ہے، ضرورت ہے۔

شرح: ......ا۔کنیت ابوایوب، نام خالد بن زید بن کلیب انصاری کبیر صحابی ہیں، نبی ﷺ ہجرت مدینہ کے وقت ان کے ہاں ہی ٹھہرے تھے، رومیوں کے مقابلے میں شہید ہوئے۔۵۰ ہجری میں شہادت پائی۔رضی اللہ عنہ

۲۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ آپ ﷺ سواری پر جا رہے تھے کہ اس آدمی نے سواری کی لگام پکڑ لی۔لوگوں نے کہا کیا ہے، ایسا کیوں کر رہے ہو؟ آپ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی کہ اسے کوئی اہم سوال کی ضرورت ہے، یہ اس لیے ایسا کر رہا ہے۔اس نے نہایت ہی اہم سوال کیا کہ میں ایسا عمل پوچھنا چاہتا ہوں جو مجھے دوزخ سے دور اور جنت کے قابل بنا دے۔تو آپ ﷺ نے عبادت کرنے، شرک سے بچنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور صلہ رحمی کا بھی حکم دیا کہ ان کے ساتھ جو قریبی رشتہ دار ہیں ہر بھلائی کا برتاؤ کرنا مال خرچ کرنے کے ذریعہ، سلام کہہ کر، ان کی ملاقات کر کے اور اطاعت شعاری کے جذبات پیدا کر کے ان سے صلہ رحمی کرو۔آپ نے اس کی تلقین خصوصی فرمائی تھی، ہوسکتا ہے ان میں اس بارے میں کوتاہی ہو۔انہیں ان پر آیات کی زیادہ ضرورت تھی، ویسے بھی عام طور پر اس کا خیال نہیں رکھا جاتا اس لیے آپ نے آئندہ نسلوں کے لیے بھی اس کی اہمیت بتا دی۔(فتح الباری:۳/۲۶۴)

۳۱۔ اِبْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ، رَفَعَهُ: إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ عَلَى رُءُوْسِ الْخَلاَئِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ لَهُ تِسْعَةَ

سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''عنقریب بروزِ قیامت ساری مخلوق کے سامنے میری امت کے ایک مرد کو اللہ تعالیٰ سامنے لائے گا جس کے اعمال نامے

(٣٠) بخاری (١٣٩٦) مسلم (١٣) نسائی (٤٦٨٠) احمد (٢٣٠٣٨)

(٣١) ترمذی (٢٦٣٩) ابن ماجه (٤٣٠٠) احمد (٦٩٥٥) صحيح البانی (٢١٢٧)

وَتِسْعِيْنَ سِجِلاًّ كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِيْ الْحَافِظُوْنَ؟ فَيَقُوْلُ:لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَارَبِّ . فَيَقُوْلُ تَعَالَى بَلَى اِنَّ ، لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَيُخْرِجُ بِطَاقَةً فِيْهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، فَيَقُوْلُ احضُرْوَزْنَكَ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَالطَّاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ . وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ .

کے ننانوے دفاتر کھولے جائیں گے اور ہر دفتر حدِ نگاہ تک پھیلا ہوگا۔ اللہ اس کو فرمائے گا: کیا ان میں سے کسی چیز کا تو انکار کرتا ہے؟ میرے محافظ لکھنے والوں نے تیرے اوپر ظلم کیا ہے؟ تو وہ بندہ کہے گا! نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیرا کوئی عذر ہے؟ تو وہ کہے گا: اے میرے رب میرا کوئی عذر نہیں ہے۔ پس رب تعالیٰ فرمائے گا: تیری نیکی ہمارے پاس موجود ہے۔ تیرے اوپر آج کوئی ظلم نہ ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک کاغذ نکالے گا اور اس میں لکھا ہوگا۔ "اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُاَ نَّ مُحَمْدً اعَبْدُه ورَسُوْلُهٗ" میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اللہ فرمائے گا: اپنے اعمال کے وزن کے وقت حاضر ہو جا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! یہ چھوٹا کاغذ اتنے بڑے دفاتر کے بالمقابل کیا وزن رکھتا ہے؟ اللہ فرمائے گا: تیرے اوپر ظلم نہ ہوگا۔ پھر تمام دفاتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا پرزہ دوسرے پلڑے میں، پس دفاتر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ چھوٹا پرزہ بھاری ثابت ہوگا اور اللہ کے نام کے بالمقابل کوئی چیز وزنی ثابت نہ ہوگی۔"

مفردات: ...... سَيُخَلِّصُ سین، مستقبل کے لیے ہے، باب تفعیل سے مضارع معلوم ہے۔ چن لے گا، ممتاز کرے گا، نجات دے گا۔ رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ لوگوں کے سامنے، فَيُنْشَرُ مضارع مجہول کھولا جائے گا۔ سِجِلًّا بڑی کتاب۔ اَکیا۔ ظَلَمَتْكَ تجھ پر ظلم کیا ہے۔ كَتَبَتِيْ ، كَاتِبٌ کی جمع ہے، لکھنے والے فرشتے۔ اَفَلَكَ کیا تیرے لیے کوئی عذر ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندے سے کہیں گے۔ بِطَاقَةٌ چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا، فَطَاشَتْ واحد مؤنث وہ پلڑا جو برائیوں والا تھا وہ ہلکا پڑ گیا۔

شرح: ......۱۔ عبداللہ بن عمرو بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سعد بن سہم سہمی کنیت ابومحمد تھی۔ فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، کثرت سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ طائف میں وفات پائی۔

۲۔ اس حدیث سے کلمہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ بہت ہی بھاری نیک عمل ہے، دوسرا یہ ثابت ہوا کہ روز قیامت اعمال کو وجود دیا جائے گا اور نیکیاں باقاعدہ بوجھل ہوں گی اور برائیاں ہلکی ہوں گی اور برائی کا بھی وجود ہوگا، ان

میں سے اگر نیکی بھاری ہوگی تو نجات ملے گی، اگر برائی بھاری ہوئی تو نجات نہیں ملے گی سزا ملے گی، اگر توحید ہوئی تو آخر دوزخ سے باہر آئے گا۔

تَعْرِيفُ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ

ایمان اور اسلام کا بیان

۳۲۔اِبْنِ عُمَرَ ، رَفَعَهُ: بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسَةٍ: عَلٰى اَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ ، وَالْحَجِّ . فَقَالَ رَجُلٌ الحَجُّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ لاَ صِيَامَ رَمَضَانَ وَالْحَجَّ ، هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . (رواه مسلم: فی کتاب الإیمان)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''اسلام کی بنیاد پانچ امور پر رکھی گئی ہے۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور حج۔'' پس ایک مرد نے کہا: حج اور رمضان کے روزے، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں بلکہ رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی ترتیب کے ساتھ سنا ہے۔

مفردات: ...... بُنِيَ یہ ضَرَبَ سے ماضی مجہول، بنیاد رکھی گئی۔ عَلٰی خَمْسٍ پانچ ستون، یا عادتیں۔ شَهَادَةِ جر کے ساتھ بھی ہے یہ خمس سے بدل ہے رفع بھی جائز ہے، یہ مبتداء ہے اور جر محذوف ہے نصب بھی جائز ہے، فعل محذوف کا مفعول ہے۔

شرح: ......۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کنیت ابوعبدالرحمٰن، اتباع سنت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ ۷۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ (تقریب) ۸۴ برس عمر تھی۔

۲۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہیں کبھی فرق بھی آتا ہے کہ اسلام ظاہری انقیاد ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے اور ایمان اجزاء رکھتا ہے، مرکب ہے اور اعمال اس کی حقیقت میں داخل ہیں۔

۳۔ اس حدیث مبارک میں اسلام یا ایمان کو ایک خیمے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے، جو پانچ ستونوں پر کھڑا ہو، ان میں سے ایک ستون بھی نہ ہوگا تو خیمہ ناقص ہوگا، اسی طرح ان میں سے ایک بھی رکن اگر نہ ہوگا تو اسلام ناقص ہوگا اور جب تمام ارکان ہی نہ ہوں گے تو اسلام کا خیمہ زمین بوس ہوگا۔

اس میں اصل حیثیت لا الٰه الا الله محمد رسول اللّٰه کو حاصل ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر طور پر اسلام اس کلمہ سے کھڑا ہے، باقی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ عظیم شعائر اور دینی نشانیوں میں سے ہیں۔ ان کو ادا کریں تو اسلام مکمل ہوگا اور ان میں خلل سے اسلام میں خلل واقع ہوگا۔ (مرعاۃ: ۱/ ۴۵)

۴۔ جہاد کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں۔ یہی وجہ ہے کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی

(۳۲) مسلم (۱٦) کتاب الایمان بخاری (۸) ترمذی (۲٦۰۹) نسائی (۵۰۰۱) احمد (٦۲٦۵)

سوال کیا تھا کہ تم نے جہاد جو کہ فرض ہے، اسے ارکان اسلام میں شمار نہیں کیا تو انہوں نے یہ استدلال فرمایا تھا کہ فرائض یہ پانچ ہیں۔ ان میں نبی ﷺ نے جہاد کو شامل نہیں کیا، اس کے علاوہ انبیاء کرام اور فرشتوں علیہم السلام وغیرہ پر ایمان جو ہے یہ رسول اکرم ﷺ کی شہادت کے تابع ہے، جو اسے مانتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ فرشتوں اور دیگر انبیائے کرام پر بھی ایمان لائے وگرنہ اس کی رسالت کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں۔

٣٣۔ وفـي روايـة: عَلٰى أَنَّ يُعْبَدَاللّٰهُ وَيُكْفَرَ بِـمَادُوْنَهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْـتِ وَصَـوْمِ رَمَـضَانَ(رواه مسلم:١٦. فی كتاب الإيمان)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اس کے سوا کی عبادت سے انکار کردے اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کے لیے قصد کرنا بیت اللہ کی طرف اور رمضان کے روزے رکھنا۔

٣٤۔ وفی أخرى: عَلَ خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّاالـلّٰـهُ، وَأَنَّ مُـحَـمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَـامِ الـصَّلَاـةِ وَإِيْتَـاءِ الزَّكَـاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ. (رواه الترمذی: ٢٦٠٩)

ایک اور روایت میں ہے: ''پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

٣٥۔ وفـي أخرى: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَلَا تَغْزُوْ؟ فَـقَـالَ: سَـمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ الإِسْلَامَ بُنِيَ عَلٰى خَمْسٍ . فَذَكَرَ هٰذَا.
(رواه النسائی:٥٠٠١)

اور حدیث میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے کہا: تو جہاد کیوں نہیں کرتا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے پھر اوپر والی حدیث بیان کی۔

٣٦۔ عَـنْ يَـحْيٰ بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَـالَ فِـی الْـقَـدْرِ بِـالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيّ فَـانْـطَـلَـقْـتُ أَنَا وَحُمَيْدِبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْـحُـمَيْـرِيّ حَـاجَّيْنِ أَوْمُعْتَمِرِيْنَ فَقُلْنَا لَوْ لَـقِيْـنَـا أَحَـدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَـالْـنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلاَءِ فِی الْقَدَرِ فَوُفِّقَ

یحییٰ بن یعمر نے کہا: سب سے پہلے جس نے بصرہ میں تقدیر کا انکار کیا وہ معبد الجہنی ہے۔ میں اور حمید بن عبد الرحمٰن الحمیر ی حج یا عمرہ کے لیے گئے تو ہم نے آپس میں کہا کہ اگر کوئی شخص نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہمیں ملا تو ہم اس سے تقدیر کا انکار کرنے والے لوگوں کے قول کے متعلق سوال کریں گے۔ پس اللہ کی توفیق سے ہمارے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ میسر آ گئے۔ وہ

(٣٣) بخاری (٨) ترمذی (٢٦٠٩) نسائی (٥٠٠١) احمد (٤٧٨٣)
(٣٤) ترمذی (٢٦٠٩) بخاری (٨) مسلم (١٦) نسائی (٥٠٠) احمد (٤٧٨٣) صحیح البانی (٢١٠٤)
(٣٥) نسائی (٥٠٠١) صحیح البانی (٤٦٢٨)
(٣٦) مسلم (٨) كتاب الايمان، ترمذی (٢٦١٠) نسائی (٤٩٩٠) ابوداؤد (٤٦٩٥) ابن ماجه (٦٣) احمد (٥٨٢٢)

لَـنَـا عَبْـدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلاً الْـمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِىَّ أَحَدُنَا عَنْ يَـمِيْـنِـهِ وَالآخَـرُ عَـنْ شِـمَـالِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّ صَـاحِبِىْ سَيَكِلُ الْكَلاَمَ إِلَىَّ فَقُلْتُ أَبَا عَبْدِ الـرَّحْـمٰـنِ إِنَّـهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَئُوْنَ الْـقُـرْآنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَمِنْ شَأْنِهِمْ وَأَنَّهُـمْ يَزْعُمُوْنَ أَنْ لاَّ قَدَرَ وَأَنْ الأَمْرَ أُنُفٌ فَـقَالَ إِذَا لَقِيْتَ أُوْلٰئِكَ فَأَخْبَرْهُمْ أَنِّى بَرِئٌ مِـنْهُـمْ وَأَنَّهُـمْ بَرَآءٌ مِنِّى وَالَّذِىْ يَحْلِفُ بِهِ عَبْـدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَـبًـا فَـأَنْـفَـقَهُ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِـالْـقَـدَرِ ثُـمَّ قَـالَ حَـدَّثَـنِـىْ أَبِى عُمَرُبْنُ الْـخَـطَّـابِ قَـالَ بَيْـنَـمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْطَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيْـاَضِ الثِّيَـابِ شَدِيْدُ سَوَادِالشَّعْرِ لاَ يُرٰى عَـلَيْـهِ أَثَـرُ السَّـفَرِ وَلاَيَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَـلَـسَ إِلٰى النَّبِىِّ ﷺ فَـأَسْـنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْـهِ وَوَضَـعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُـحَـمَّدُ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الإِسْلاَمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلإِسْلاَمُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لاَّإِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتُقِيْمُ الصَّلاَةَ وَتُـؤْتِـىَ الـزَّكَـاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً قَالَ صَدَقْتَ قَـالَ فَـعَـجِبْـنَـا لَـهُ يَسْاَلُـهُ وَيُصَدِّقُـهُ قَالَ فَـأَخْبِـرْنِىْ عَنِ الإِيْمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ

مسجد میں تھے اوران کو میں نے اور میرے رفیق نے گھیر لیا۔ ہم ان کے دائیں اور بائیں بیٹھ گئے۔ میرا گمان تھا کہ میرا رفیق بات کرنے کی ذمہ داری میرے اوپر ہی ڈالے گا اس لیے میں نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن (ابن عمر رضی اللہ عنہ) ہمارے اطراف میں چند لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم کی تلاش کرتے ہیں اوران کے سب حالات بیان کئے اور یہ کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور امور صرف از سرنو پیدا ہو تے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تو ان سے ملے تو ان کو کہ دینا کہ میں (ابن عمر رضی اللہ عنہ) ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کی ابن عمر رضی اللہ عنہ قسم کھایا کرتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک کے قبضہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کردے تو اللہ اس سے قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور کہا: مجھ سے بیان کیا میرے باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ اتفاقاً ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ہمارے سامنے ایک مرد نمودار ہوا، اس کے کپڑے بہت سفید اور اس کے بال کالے تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر نہیں تھا اور اس کو ہم میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب جا بیٹھا اور اس نے اپنے زانو رسول اللہ ﷺ کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں ران پر رکھ دیں اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ! مجھے اسلام کی خبر دیجیے۔ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اور بیت اللہ کا حج

وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَالْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنْ أَمَارَتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَالأُمَّةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرٰى الْحُفَاةَ الْعُرَّاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِيْ الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهٗ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ .

(رواه مسلم:٨ في كتاب الإيمان)

کر اگر تجھے اس کے راستے کی استطاعت ہو۔ اس نے کہا: تو نے درست کہا ہے۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ ﷺ سے پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کی خبر دو! فرمایا: وہ یہ کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تو ایمان لائے تقدیر پر اس کی خیر اور اس کے شر پر۔ اس نے کہا: تو نے درست کہا۔ اس نے کہا: مجھے احسان کی خبر دیجیے۔ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اس کو دیکھا رہا ہے پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کی خبر دیجیے۔ فرمایا: جس سے پوچھا گیا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا پھر اس کی علامات ہی بتا دیجیے۔ فرمایا: وہ یہ کہ جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنے اور تو دیکھے ننگے پاؤں، ننگے بدن بکریاں چرانے والوں کو جو عمارتیں بنانے لگیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ شخص چلا گیا۔ پس کچھ دیر گذرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا تو جانتا ہے وہ مرد کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے وہ تمہارے سامنے آئے تھے تاکہ تمہیں دین کی تعلیم دیں۔'' (مسلم)

مفردات: ...... اَلْقَدْرِ دال پر جزم اور فتحہ دونوں جائز ہیں، شان، اندازہ، مراد یہاں تقدیر ہے۔ مَعْبَد جُهَنِي اس کا اصل نام زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ تھا۔ جہینہ قبیلہ کی جانب منسوب بصرہ کے علاقہ میں یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے تقدیر کا انکار کیا۔ حجاج بن یوسف نے اسے قتل کر دیا تھا۔ لَقِيْنَا یہ عَلِمَ سے جمع متکلم ماضی معلوم ہے، ہم ملیں۔ هٰؤُلَاءِ اسم اشارہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ فَوُفِّقَ باب تفعیل ماضی مجہول، توفیق دی گئی، حسن اتفاق سے ملاقات ہوئی۔ فَاكْتَنَفْتُهٗ باب افتعال ماضی معلوم واحد متکلم ہٗ ضمیر مفعول بہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جانب ہے، میں اور ساتھی دونوں جانب ہو گئے۔ سَيَكِلُ سین حرف مستقبل ہے۔ ضَرَبَ سے مضارع معلوم، سونپ دے گا۔ قِبلَنَا ہماری جانب یا علاقہ میں۔ يَتَقَفَّرُوْنَ تَفَعّل سے مضارع جمع معلوم غائب، علم کی کھال اتارتے ہیں۔ أُنُفٌ نئے سرے سے ہے۔ یعنی کوئی تقدیر میں معاملہ نہیں آتا اور نہ ہی اللہ کے علم میں ہے، واقعہ ہو جاتا ہے تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔

بَيْنَمَا یہ ظرف زمان ہے، اصل میں بَيْنَ ہی ہے، ما محذوف کے عوض آیا ہے۔ وہ جو محذوف ہے وہ وقت کا لفظ

ہے۔ نَحْنُ مبتداء ہے۔ عِنْدَظرف مکان ہے، ذات یَوْمٍ عند کی ظرف ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس وقت کی بات ہے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تھے۔ اِذْظرف ہے، جو اچانک کے معنی میں ہے کہ اچانک ایک آدمی نمودار ہوا۔ لَا یُـرَیٰ مضارع غائب مجہول، دیکھے نہ گئے۔ ایک روایت میں متکلم کا صیغہ ہے کہ ہم نہ دیکھتے تھے۔ فَاَسْنَدَ باب افعال، ماضی۔ رُکْبَتَیْہِ میں ضمیر اس آدمی کی جانب ہے کہ اس نے اپنے گھٹنے، دوسری ضمیر رسول اکرم ﷺ کی جانب ہے کہ آپ کے گھٹنوں کے ساتھ، فَخِذَیْہِ نبی اکرم ﷺ کی رانوں کے اوپر۔ مَا الْمَسْؤُلُ ما کا معنی ہے نہیں۔ جس سے سوال کیا گیا ہے۔ عَنْھَا اس قیامت کے متعلق۔ اَمَارَاتِھَا اس کا واحد اَمَارَۃ ہے، علامات۔ اَلْحُفَاۃ اس کا واحد حَافٍ ہے، ننگے پاؤں والے۔ اَلْعُرَاۃَ، اس کا واحد عَارٍ ہے، بےلباس۔ اَلْعَالَۃَ اس کا واحد عَائِلٌ ہے۔ فقیر، رِعَاءَ اس کا واحد رَاعٍ ہے، چرواہے۔ الشَّاءِ اس کا واحد شَاۃٌ ہے۔ یَتَطَاوَلُوْنَ باب تفاعل جمع مذکر غائب، فخر کریں گے۔ مَلِیًّا طویل عرصہ۔

شـــرح: ......ا۔ نام، عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب قرشی عدوی۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ بےشمار فضائل والے تھے۔

ماہِ ذوالحجہ ۲۳ ہجری میں شہید ہوئے، ساڑھے دس برس خلافت کی۔ رضی اللہ عنہ (تقریب)

۲۔ جس طرح سورۂ فاتحہ پورے قرآن پاک کے مطالب ومقاصد پر مشتمل ہے، اسے ام الکتاب کہتے ہیں، اس حدیث کو بھی ام الاحادیث کہتے ہیں کیونکہ یہ علوم شرعیہ پر مشتمل ہے، اس کا مشہور نام حدیث جبریل ہے۔ اگر کوئی تامل اور غور وخوض کرے تو یہ جلیل القدر حدیث اسے پورے دین کی تعلیمات سے آشنا کرے گی۔

۳۔ اس آدمی کا آنا نبی اکرم ﷺ کی عمر شریف کے آخری زمانہ میں ہوا تھا، تمام احکام دین نازل ہو چکے تھے۔ جب یہ آدمی آیا تھا تاکہ بکھرے امور دین کو ایک مجلس میں پیش کر لے تاکہ لوگ انہیں یاد رکھ سکیں۔ (ابن مندہ، کتاب الایمان)

اس آدمی کے آنے کا پس منظر ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مجھ سے سوال کرو لوگوں نے آپ سے سوال کرنے میں خوف محسوس کیا تو تب وہ آدمی آیا اور نہایت درجہ جلالت شان اور حسن منظر والا یہ آدمی، سفید باوقار لباس زیب تن کیے ہوئے تھا۔ اور داڑھی کے بال بالکل سیاہ تھے اور حیران کن بات یہ تھی کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں کہ کوئی یہ بتائے کہ میں اسے پہچانتا ہوں لیکن سب یہی کہہ رہے تھے کہ ہم نہیں جانتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان تھے کہ اگر یہ مدینہ کا آدمی ہوتا تو ہمیں معلوم ہوتا، اگر مسافر ہوتا تو آثارِ سفر اس پر نمایاں ہوتے، اب ایک طرف ہی دھیان جاتا تھا کہ یہ یا تو فرشتہ ہے یا کوئی جن ہے۔ اس طرح حیرانگی تھی۔ اس آدمی نے آنے سے پہلے سلام کہا، اور نبی ﷺ کی رانوں مبارک پر ہاتھ رکھتا ہے۔ اور سوال کرتا ہے اور پہلے دیہاتیوں کی طرح کہتا ہے یا محمد اور پھر بعد میں کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر وہ درج ذیل سوال کرتا ہے۔

(۱)اسلام کے ارکان پوچھتا ہے۔ (۲)ایمان کے لوازمات کا سوال کرتا ہے۔ (۳)احسان اور اخلاص کی اہمیت پوچھتا ہے اور آپ ﷺ نے اس حدیث میں ان کی مکمل تفصیل بتا دی اس میں تقدیر پر ایمان بھی بتایا کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم ہے اور اس نے پہلے اندازہ لگا رکھا ہے، اسی کے مطابق سب کچھ ہو رہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے اس کے منکروں سے اعلان براءت کیا تھا۔

اس آدمی نے علامات قیامت کا پوچھا تو آپ ﷺ نے یہ بیان کی کہ (۱) اولاد ماں باپ کی تذلیل کرے گی، لونڈی کی مانند سلوک کرے گی۔ (۲) نچلے طبقہ کے لوگ رؤساء بن جائیں گے، ایسی تبدیلی آئے گی، مال کی کثرت ہوگی کہ لوگ آرائش وزیبائش اور عمارتوں کی چوٹیاں کھڑی کر دیں گے، صرف فخر جلانے کے لیے اور کوئی مقصد نہ ہوگا۔ آج تعمیراتی پوش علاقے دیکھیں تو اس حدیث کی صداقت بالکل عیاں ہے۔

(اہم بات) ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ اس آدمی نے سب سے پہلے اسلام کے متعلق سوال کیا تھا، اور دوسرے نمبر پر احسان کے متعلق سوال کیا تھا اور تیسرے درجہ پر ایمان کا سوال کیا تھا اور ایک میں یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان پھر اسلام اور پھر احسان کے متعلق سوال کیا تھا۔

تو اس شبہے کا حل یہ ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے، صرف راویوں نے بیان کرتے ہوئے ترتیب کو ضروری خیال نہیں کیا۔ اس سے کوئی ضعف یا واقعے کے غلط ہونے والی کوئی بات نہیں' اس سے روایت حدیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (فتح الباری)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اور ایمان ہم معنی بھی ہیں اور اسالم علیحدہ تعریف رکھتا ہے اور ایمان علیحدہ۔ ہر ایمان والا اسلام والا ضرور ہوگا اور یہ ضروری نہیں کہ ہر اسلام والا مومن بھی ہو کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اس میں یہ خصوصیت ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۷۲) اس مقام پر اسلام اور ایمان کی علیحدہ علیحدہ وضاحت ہوئی ہے۔

۳۷۔ وفی روایة: إِقَامُ الصَّلاَةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالْإِغْتِسَالُ مِنَ الْجنَابَةِ. (رواه أبوداود: ٤٦٩٥)

اور ابو داؤد کی روایت میں ہے: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور جنابت سے غسل کرنا۔"

۳۸۔ عَنِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَوْماً بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الإِيْمَانُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے موجود تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟

(۳۷) ابوداود (٤٦٩٥) مسلم (٨) ترمذی (٢٦١٠) نسائی (٤٩٩٠) ابن ماجه (٦٣) احمد (٥٨٢٢) صحيح البانی (٣٩٣)
(۳۸) بخاری (٤٧٧٧) مسلم (١٠) نسائی (٤٩٩١) ابن ماجه (٤٠٤٤) احمد (١٤٠٧٧)

قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكِتَابِهِ وَلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الآخِرِ قَالَ:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالإِسْلاَمُ قَالَ: الإِسْلاَمُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلاَةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاالإِحْسَانُ قَالَ الإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ اِنْ لَّا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى السَّاعَةُ قَالَ مَاالْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَّاةُ رُؤُسُ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبُهْمِ فِى الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِيْ خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّااللّٰهُ ثُمَّ تَلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الأَرْحَامِ ...... إِلٰى قَوْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ.

فرمایا: وہ یہ کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے پر۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائے، فرض نمازیں قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! احسان کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے تو اس کو دیکھتا ہے پس اگر یہ تصور نہ کر سکے تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا مگر میں تجھے اس کی شرائط و علامات بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی تو یہ اس کی شرائط میں سے ہے اور جب ننگے پاؤں اور ننگے بدن چلنے والے لوگوں کے سردار بن جائیں یہ بھی قیامت کی علامت ہے اور چوپاؤں کے چرواہے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کریں تو یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے۔ قیامت آنے کا علم ان پانچ امور میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہ بارش نازل کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے تا اس کلام تک بے شک علم والا خبردار ہے۔

ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ:رُدُّوْا عَلَىَ الرَّجُلَ فَأَخَذُوْا لِيَرُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ . (رواه البخارى:٤٧٧٧)

راوی نے کہا: پھر وہ آدمی لوٹ گیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس واپس لاؤ۔ تو لوگوں نے واپس لانے کے لیے کوشش کی اور اس کا پتہ نہ چلا سکے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے اس لیے آئے تھے

تا کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔''

مفردات:...... بَارِزًا اسم فاعل ہے کان کی خبر ہے، ظاہر تھے۔ یعنی سامنے بیٹھے تھے نمایاں نظر آ رہے تھے۔

٣٩۔ وَفِـيْ رِوَايَةٍ: سَلُوْنِـيْ فَهَابُوْهُ أَنْ يَّسْأَلُوْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا الإِسْلَامُ؟ وَذَكَرَ نَحْوَهٗ، وَفِيْ آخِرِ كُلِّ سُؤَالٍ صَدَقْتَ وَفِي الإِحْسَانِ أَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ وَفِيْهَا وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْأَرْضِ وَفِيْهَا هَذَا جِبْرِيْلُ أَرَادَ أَنْ تَعَلَّمُوْا إِذَا لَمْ تَسْأَلُوْا. (رواه مسلم:١٠ كتاب الإيمان)

''ایک روایت میں ہے: لوگو! مجھ سے سوال کرو! تو لوگ خوف کے مارے نہ پوچھ سکے پس ایک مرد آیا اور آپ ﷺ سے زانوں ملا کر بیٹھا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ پھر مثل حدیث سابق کے بیان کیا اور ہر سوال کے جواب پر وہ کہتا تھا تو نے صحیح کہا اور احسان کے بارے میں ہے کہ تو ڈرے اللہ سے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اس میں یہ بھی ہے۔'' جب تو دیکھے ننگے پاؤں ننگے بدن بہرے گونگے لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ زمین کے بادشاہ ہوں۔ اور اس حدیث میں ہے: یہ جبریل علیہ السلام تھے اس نے ارادہ کیا کہ وہ تمہیں تعلیم دے جب کہ تم نہیں پوچھ رہے تھے۔''

مفردات:...... سَلُوْنِی منع سے امر حاضر، مجھ سے سوال کرو۔

٤٠۔ وَلِأَحْمَدَ وَالْبَزَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: وَفِيْهِ: فِي الإِيْمَانِ وَتُؤْمِنَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْحِسَابِ وَالْمِيْزَانِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ (رواه أحمد:٢٧٨٤٨)

احمد و بزار بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما: ایمان کے متعلق ہے: ''تو ایمان لائے جنت اور جہنم پر، حساب اور ترازو پر اور تو ایمان لائے تقدیر پر سب پر خیر پر بھی اور اس کے شر پر بھی۔''

٤١۔ وَفِيْ أُخْرىٰ لِأَحْمَدَ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ: هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا جَاءَنِي قَطُّ إِلَّا أَعْرِفُهُ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ هٰذِهِ الْمَرَّةُ. (رواه أحمد: ١٦٧١٦)

ایک دوسری سند سے مسند احمد میں ہے: یہ جبریل علیہ السلام آئے تھے تا کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جبریل علیہ السلام میرے پاس جب بھی آئے تو میں اس کو پہچان جاتا تھا مگر اس بار نہیں پہچانا۔''

(٣٩) مسلم (١٠) كتاب الايمان بخاری (٥٥) نسائی (٤٩٩١) ابن ماجه (٤٠٤٤) احمد (١٠٤٧٧)
(٤٠) احمد (٢٧٨٤٨) بزار، اس میں شہر بن حوشب راوی ہے صدوق وسچا ہے، وہم کرتا ہے۔ (تقریب) ہیثمی (١١٢)
(٤١) احمد (١٦٧١٦) اس میں بھی شہر بن حوشب ہے۔ ترمذی (٣٢١٥)

٤٢ ـ وَالْكَبِيْرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: مَا جَآءَ نِیْ فِیْ صُوْرَةٍ قَطُّ إِلَّا عَرَفْتُهٗ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ.

کبیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام جس صورت میں بھی آئے میں اس کو پہچانتا رہا مگر اس بار نہیں پہچان سکا ہوں۔''

٤٣ ـ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ قَالَ: أَرْبَعُ خِصَالٍ، وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لِیْ، وَوَاحِدَةٌ لَكَ وَاحِدَةٌ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ، وَوَاحِدَةٍ فِیْمَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ عِبَادِیْ فَأَمَّا الَّتِیْ لِیْ فَتَعْبُدُنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا، وَأَمَّا الَّتِیْ لَكَ عَلَیَّ فَمَا عَمِلْتَ مِنْ خَیْرٍ جَزَیْتُكَ بِهٖ، وَأَمَّا الَّتِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ فَمِنْكَ الدُّعَآءُ وَعَلَیَّ الْإِجَابَةُ، وَأَمَّاالَّتِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ عِبَادِیْ فَارْضَ لَهُمْ مَاتَرْضٰی لِنَفْسِكَ۔ (للموصلی: ٢٧٥٧: وللبزار بضعف)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے اور آپ ﷺ نے رب العزت سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چار امور ہیں: ان میں سے ایک میرے لیے خاص ہے اور ایک تیرے لیے ہے اور ایک میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے اور ایک تیرے اور دیگر اللہ کے بندوں کے درمیان ہے۔

پس وہ جو تیرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور جو تیرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو جو نیک عمل کرے گا میں اس کی تجھے جزا دوں گا اور جو امر میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تیرے ذمہ دعا ہے میرے ذمہ اس کو قبول کرنا ہے اور وہ جو تیرے اور میرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو ان کے لیے وہ چیز پسند کر جو تجھے اپنے لیے پسند ہے۔'' (موصلی و بزار سند ضعیف ہے)

مفردات: ......فَارْضَ یہ عَلِمَ سے امر ہے تو ان کے لیے پسند کرے۔ فِیْمَا جو یَرْوِیْهِ ضَرَبَ سے مضارع معلوم نبی اکرم ﷺ بیان کرتے ہیں۔ اسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے۔ انس بن مالک بن نضر انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ کے خادم ہیں، ایک سو برس سے زائد عمر پائی، ۹۳ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

٤٤ ـ عَنْ أَنَسٍ بَیْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ إِذَا دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ أَیُّكُمْ

انھی سے مروی ہے: ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ اتنے میں ایک مرد اونٹ پر داخل ہوا اور مسجد کے صحن میں اونٹ بٹھایا پھر اس کا زانوں باندھا اور پھر اس نے کہا: تم میں

---

(٤٢) طبرانی کبیر ورجاله موثقون هیثمی (١١٥)
(٤٣) سند ابی یعلی (٢٧٥٧) بزار، اس کی سند میں صالح مری راوی ضعیف ہے، ایک اور قباحت ہے حسن بصری کی تدلیس بھی ہے۔
(٤٤) بخاری (٦٣) نسائی (٢٠٩٣) ابوداود) ٤٨٦) ابن ماجه (١٤٠٢) احمد (١٢٥٩٩)

مُحَمَّدٌ قُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ ابْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسأَلَةِ فَلاَ تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ قَالَ سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبُّ مَنْ قَبْلَكَ آ اللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلٰى النَّاسِ كُلِّهِمْ قَالَ اَللّٰهُمْ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدَكَ بِاللّٰهِ آاللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ اَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آاللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آاللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَائِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وَرَائِيْ مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُوْ بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ۔ (رواه البخاری:٦٣)

سے محمد ﷺ کون ہے؟ ہم نے کہا: وہ ہیں روشن سفید مرد جو تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔تو اس نے کہا: اے ابن عبدالمطلب! پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بول رہا ہوں اور تجھے جواب دے رہا ہوں۔ اس نے کہا: میں چند سوالات پوچھوں گا اور تجھ سے سختی کے ساتھ سوال کرتا ہوں اس لیے میرے بارے میں اپنے دل میں کچھ نہ رکھنا۔ فرمایا: جو چاہتے ہو پوچھو۔ اس نے کہا: میں تیرے رب کے نام پر سوال کرتا ہوں اور ان لوگوں کے رب کے نام پر جو تجھ سے پہلے تھے: کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسول بنا کر سب لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے؟ فرمایا: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا میں تجھے کو قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو رات اور دن میں پانچ نمازیں ادا کرے؟ فرمایا: یا اللہ! ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے نام پر میں سوال کرتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو سال میں اس ایک ماہ کے روزے رکھے: فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے یہ مال زکوٰۃ ہمارے اغنیاء سے وصول کیا جائے اور ہمارے فقراء پر تقسیم کیا جائے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا میں ایمان لایا اس چیز پر جو لے کر آپ ﷺ مبعوث ہوئے تشریف لائے ہیں۔ میں اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں، میں ان کا قاصد ہوں۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ قوم بنوسعد بن بکر سے ہوں۔

مفردات: ...... مُتَّكِئٌ باب افتعال سے اسم فاعل ہے۔ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ ظَهْرَ اَنْيهِمْ ان کے درمیان لوگ آپ کے اردگرد تھے۔ فَانَاخَهٗ باب افعال ماضی سواری بٹھائی۔ الاَبْيَضُ سفید رنگت والے۔ یہ انہوں نے عام انداز سے کہہ دیا ہے وگرنہ آپ ﷺ کا رنگ سرخی بھرا سفید تھا۔ اَجَبْتُكَ باب افعال سے واحد متکلم میں جواب دیتا ہوں اور میں سنتا ہوں۔ ابنَ عَبْدِ المطلب یہاں حرف نداء حذف ہے۔ اے عبدالمطلب کے بیٹے! فَلَا تَجِدْ نہی، غصہ نہ کرنا۔ اَنْشُدُكَ نصر سے واحد متکلم میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ بَدَالَكَ جو ظاہر ہے جو سوال سامنے ہے کرو۔

شرح: ...... ا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قوم کا پیشوا اپنے تابع لوگوں میں ٹیک لگا کر یا تکیہ لگا کر بیٹھ سکتا ہے۔

یہ تکبر اور فخر نہیں۔

۲۔اس سے نبی اکرم ﷺ کی تواضع کا پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عوام میں گھل مل کر بیٹھ جاتے تھے۔

۳۔ اگر چہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے اندازِ تخاطب بظاہر بدویانہ اور دیہاتی تھا۔ آپ کی تعظیم کے ساتھ میل نہ کھاتا تھا لیکن ان کا خیال تھا کہ اس طریقہ گفتگو کے علاوہ ان کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے پہلے معذرت کی تھی کہ میں کچھ پرتشدد بات چیت کروں گا، برا نہ مانیے گا، یہ بات ضمام کے حسن سوال کی علامت ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی تعریف منقول ہے، فرماتے ہیں: حسن مسئلہ میں اور مختصر مگر جامع سوال کرنے میں، میں نے ضمام بن ثعلبہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔

۴۔ اس حدیث میں نماز زکوۃ اور روزے کا ذکر ہے، حج کا ذکر نہیں آیا، لیکن مسلم میں اس کا ذکر بھی ہے۔ وَاَنَّ عَـلَيْـنَـا حِـجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَـاعَ اِلَيْـهِ سَبِيْلًا ''اور اگر طاقت ہوتو ہم پر حج بھی فرض ہے، کیا یہ بھی صحیح ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ بھی درست ہے۔

ثعلبہ رضی اللہ عنہ ۹ ہجری میں آئے تھے۔ اور جب یہ تحقیق کرنے کے بعد واپس لوٹے تو ان کی قوم نے ان کی اطاعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (فتح الباری:۱/۱۵۲)

اور اس حدیث میں ایمان کی تعریف بھی بیان ہوئی ہے۔

٤٥ ۔ قَـالَ أَنَـسُ بْنُ مَالِكٍ: نُهِيْنَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْـأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَـنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُـعْـجِبُـنَا أَنْ يَّجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ الْـعَـاقِـلُ فَيَسْأَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِـنْ أَهْـلِ الْبَـادِيَةِ فَـقَـالَ يَـا مُـحَـمَّدٍ أَتَانَا رَسُـوْلُكَ فَـزَعَـمَ لَـنَـا أَنَّكَ تَزْعَمُ أَنَّ اللّٰـهَ أَرْسَـلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَـالَ الـلّٰهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الأَرْضَ قَالَ اللّٰه قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالُ وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَـعَـلَ قَـالَ اللّٰه قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ

مسلم کی روایت میں ہے: انس رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن میں ہمیں منع کیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے سوالات کریں اور کچھ پوچھیں۔ پس ہم یہ پسند کرتے تھے کہ اعراب میں سے کوئی عقلمند مرد آئے اور وہ آپ ﷺ سے مسائل پوچھے اور ہم سن سکیں۔ پس ایک دیہاتی مرد آیا اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اپنے گمان میں سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے تو اس نے کہا: تو اس آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے

(٤٥) مسلم (١٢) كتاب الايمان، بخاری (٦٣) ترمذی (٦١٩) نسائی (٢٠٩٣) ابوداود (٤٨٦) ابن ماجه (١٤٥٢) احمد (١٢٣٠٨) دارمی (٦٥٠)

وَخَلَقَ الأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ آاللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فِي الزَّكَاةِ وَرَمَضَانَ وَالْحَجَّ ثُمَّ وَلّٰى وَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لاَ أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ وَلاَ أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْ خُلَنَّ الْجَنَّةَ (رواه مسلم:۱۲کتاب الإیمان)

کہا: یہ پہاڑ کس نے بنائے اور رکھا ہے ان میں جو کچھ اس نے رکھنا تھا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا: پس قسم اسکی جس نے آسمان بنایا اور زمین بنائی اور پہاڑ کھڑے کیے! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: آپ ﷺ کے قاصد کا گمان ہے کہ ہمارے اوپر دن رات میں پانچ نماز فرض ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے درست کہا ہے اس نے کہا: پس اس ذات کی تمہیں قسم ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پس راوی نے اس کی مثل بیان کیا زکوٰۃ، رمضان اور حج کے بارے میں اور پھر وہ چل دیا اور کہتا گیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں نہ تو اس پر اضافہ کروں گا اور نہ میں اس سے کم کروں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کر دکھایا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔''

مفردات: ......نُهِيْنَا یہ ماضی مجہول جمع متکلم، ہم روک دیئے گئے۔ فَيَسْئَلَهُ پس سوال کرے آپ ﷺ سے، اس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہے۔ اس نے نصب دیا ہے۔ زَعَمَ ماضی اس نے کہا ہے، یہ آدمی بھی ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

شرح: ......۱۔ اس میں ایک تو ارکانِ اسلام کی وضاحت ہوئی ہے، دوسرا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پانچ نمازیں رات اور دن میں فرض ہیں اور روزے سال کے بعد فرض ہیں۔ اور سوال کی اچھی ترتیب کی تفصیل بھی بیان ہوئی ہے کہ ضمام نے پہلے مخلوقات کے بنانے والے کے متعلق سوال کیا، پھر اس کی قسم کھائی اور پھر نبی ﷺ کے متعلق قسم اٹھا کر بتایا کہ آپ اسی بنانے والے کے سچے پیغمبر ہیں۔

٤٦ ـ وَلِلتِّرْ مِذِيِّ وَأَبِيْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ نَحْوُ ذٰلِكَ.

اور ترمذی، ابوداؤد اور نسائی میں مثل اس کے ہے۔

٤٧ ـ زَادَ أَحْمَدُ وَالْكَبِيْرُ وَكَانَ ضِمَامٌ رَجُلاً أَشْعَرَ ذَاغَدِيْرَ تَيْنِ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ إِلٰهِكَ

زیادہ کیا احمد اور کبیر میں: اور ضمام رضی اللہ عنہ کثیر بالوں والا دو چٹیوں والا مرد تھا۔ اس نے کہا: میں تجھ سے اللہ کے نام پر

(٤٦) مسلم (١٢) كتاب الايمان، بخاری (٦٣) ترمذی (٦١٩) نسائی (٢٠٩٣) ابوداود (٤٨٦) ابن ماجه (١٤٥٢) احمد (١٢٣٠٨) دارمی (٦٥٠)

(٤٧) احمد (٢٣٧٦) طبرانی كبير و رجال احمد موثوقون دارمی (٦٥١)

وَإِلٰـهُ مَـنْ كَـانَ قَبْـلَكَ وَإِلٰـهُ مَـنْ هُوَ كَائِنٌ بَـعْدَكَ فِي السؤلات كلها وقال آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَـأْ مُـرَنَا أَنْ نَعْبُدَهُ لا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَانْ نَـخْـلَـعَ هٰـذِهِ الأَنْـدَادَ الَّتِـيْ كَـانَتْ آبَاؤُنَا يَعْبُدُوْنَ مَعَهُ قَالَ أَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ وَسَأُؤَدِّيْ هٰـذِهِ الْـفَرَائِضَ وَأَجْتَنِبُ مَا نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ ثُمَّ لاَ أَزِيْـدُ وَلاَ أَنْقُصُ وَقَالَ ﷺ حِيْنَ وَلّٰى إِنْ صَـدَقَ ذُوْالْـعـقِيْـصَتَيْـنِ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ثُمَّ خَـرَجَ حَتّٰـى قَدِمَ عَلٰى قَوْمِهِ فَاجْتَمَعُوْا إِلَيْهِ فَكَانَ أَوَّلُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ بِئْسَتِ اللَّاتُ وَالْـعُـزّٰى قَـالُـوْا مَـهْ يَا ضِمَامُ اِتَّقِ الْبَرَصَ وَالْـجَـذَامَ اِتَّـقِ الْـجُنُوْنَ قَالَ وَيْلَكُمْ إِنَّهُمَا وَالـلّٰـهِ لاَ يَـضُـرَّانِ وَلاَ يَـنْفَعَـانِ إِنَّ اللّٰـهَ عَـزَّوَجَـلَّ قَـدْ بَـعَـثَ رَسُوْلًا وَأَنْزَلَ كِتَاباً اِسْتَـنْقَذَ كُمْ بِهِ مِمَّا كُنْتُمْ فِيْهِ وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰـهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَـهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَقَدْ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِهِ بِـمَـا أَمَـرَكُـمْ بِـهٖ وَنَهَـا كُمْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا أَمْسٰـى فِـي ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَفِيْ حَاضِرِهِ رَجُلٌ وَلاَ امْـرَأَـةٌ إِلَّا مُسْلِمًا يَقُوْلُ ابْنُ عُبَّاسٍ فَمَا سَمِعْنَا بِوَافِدِ قَوْمٍ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ . (رواه أحمد:٢٣٧٦)

سوال کرتا ہوں جو تیرا معبود ہے اور تجھ سے پہلوں کا معبود ہے اور اس ساری مخلوق کا معبود ہے جو آئندہ تیرے بعد پیدا ہونے والی ہے۔ یہ تاکیدی کلمات وہ تمام سوالات میں کہتا گیا۔

اور اس نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو ہمیں یہ حکم دے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم شریکوں کو نکال پھینکیں جن کی ہمارے آباءواجدد پوجا کرتے تھے؟ فرمایا: اے اللہ! ایسا ہی ہے۔

اس نے کہا: میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جن امور سے تو نے منع کیا ہے میں ان سے رک جاؤں گا۔ میں نہ اس پر اضافہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔

جب وہ لوٹ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص دو چٹیوں والا اگر سچ کر کے دکھائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ پھر وہ نکل کہ چل دیا اور اپنی قوم کے پاس پہنچا تو وہ اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور اس نے سب سے پہلے جو گفتگو کی وہ یہ تھی کہ اس نے کہا: لات اور عزی بدترین چیز ہیں: لوگوں نے کہا: اے ضمام! ٹھہر جا برص اور جذام سے بچ اور جنون سے بچ۔ تو اس نے کہا: تم پر افسوس ہے اللہ کی قسم! یہ تو نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نفع دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث کر دیا ہے اور اپنی کتاب اتاردی ہے اور اس کے ذریعے تمہیں اس تاریکی سے نکال دیا ہے جس میں تم گرے پڑے تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں ان کے پاس سے تمہارے ہاں پہنچا ہوں وہ چیز لایا ہوں جس کا انہوں نے حکم دیا اور جس سے انہوں نے منع کیا ہے۔ اللہ کی قسم! رات آنے تک اسی دن ضمام رضی اللہ عنہ کے اردگرد کے تمام مرد اور خواتین مسلمان ہو چکے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے نہیں سنا کہ کوئی آنے والا کسی قوم کا وفد ضمام رضی اللہ عنہ سے

افضل ہو۔

مفردات: ...... اَشْعَرَ بالوں والے زَاغَدِیْرَتَیْنِ دومینڈھیوں والے۔ نَخْلَعَ ، اَنْ کی وجہ سے نصب ہے، جمع متکلم مضارع معلوم ہم چھوڑ دیں۔ اَلْاَنْدَادَ اس کا واحد نِدٌّ ہے۔ شریک۔ وَسَاُعَدِّیْ باب تفعیل واحد متکلم میں عنقریب ادا کروں گا۔ ذوالعقیعَتَینِ دومینڈھیوں والے نے۔ مَہْ اسم فعل بمعنی امر، رک جا۔ اِتَّقِ امر بچو۔ اَلْبَرْصَ پھلہری وَالْجَذَامَ کوڑھ۔ وَیْلَکُمْ افسوس ہے۔

نوٹ: ...... وضاحت اوپر گزر چکی ہے۔

٤٨۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ یُسْمَعُ دَوِیُّ صَوْتِهِ وَلاَ یُفْقَهُ مَا یَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَإِذَا هُوَ یَسْأَلُ عَنِ الإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهُ ﷺ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهُنَّ فَقَالَ لاَإِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصِیَامُ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهُنَّ قَالَ لا إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ وَذَکَرَلَهُ الزَّکَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهَا قَالَ لاَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ وَهُوَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ لا أَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا وَلاَ أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ (أَوْدَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ) رواه البخاری (٤٦)

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اہل نجد سے ایک مرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بال پراگندہ تھے، اس کی آواز کی گونج تو سنی جاتی اور اس کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو اب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے متعلق سوال کر رہا ہے۔

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا ہے: اس نے کہا: اس کے علاوہ بھی میرے ذمہ کوئی نماز فرض ہے؟ فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تو نفلی عبادت کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے روزوں کے متعلق فرمایا تو اس نے کہا: اس کے علاوہ بھی روزے میرے اوپر فرض ہیں؟ فرمایا نہیں ہیں الا یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ پھر آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو اس نے کہا: اس کے سوا بھی کچھ لازم ہے؟ فرمایا: نہیں البتہ تو نفلی طور پر کچھ دینا چاہے تو وہ الگ بات ہے تو وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چل پڑا اور وہ کہتا جا رہا تھا: میں نہ اس پر زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کامیاب ہو گا اگر اس نے سچ کر کے دکھایا۔ یا فرمایا یہ جنت میں داخل ہو گا اگر سچ بول کر دکھایا۔''

(٤٨) بخاری (٤٦) مسلم (١١) نسائی (٥٠٢٨) ابوداود (٣٢٥٢) احمد (١٣٩٣) مالك (٣٢٥) دارمی (١٥٧٨)

مفردات: ...... رَجُلٌ ایک قول ہے کہ یہی ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں کہ وہ اور آدمی تھے۔ نَجْدٍ یہ رجل کی صفت ہے مکہ سے لے کر عراق تک جتنے بھی بالائی علاقے ہیں انہیں نجد کہتے ہیں۔ اس کا اصل معنی بلند زمین ہے۔ ثَائِرَ یہ نَصَر سے اسم فاعل ہے، بکھرے ہوئے بالوں والا۔ یعنی سفر سے آیا ہی تھا۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ اگر حال ہو تو ثائر منصوب ہے۔ رجل کی صفت ہو تو رفع ہے۔ یُسْمَعُ مضارع مجہول، سنی جاتی ہے، صحیح ترین یہی ہے کہ یہ نسمع جمع متکلم ہے، ہم سنتے ہیں۔ دَوِیَّ یہ مفعول بہ ہے اس لیے نصب ہے اگر مجہول کا متعلق کریں تو پھر یہ مرفوع ہے کیونکہ نائب فاعل بنے گا۔ وہ آواز جو بلند ہو مگر سمجھ نہ آئے کیا کہا گیا ہے۔ بھنبھناہٹ۔ وَلَا یُفْقَهُ یہ عَلِم سے منفی مجہول ہے۔ ایک اور روایت میں نَفْقَهُ جمع متکلم سے ہے۔ ہم سمجھتے نہ تھے کیا کہتا ہے بات سنائی دے رہی تھی۔ لیکن سمجھ نہ آ رہی تھی۔ کیونکہ وہ دور تھا۔ دَنَا قریب ہوا تو پھر سمجھ آئی وہ کیا کہتا ہے۔ خَمْسُ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ عَلَیَّ ضمیر مجرور، میرے ذمہ یہ خبر مقدم غَیْرَهُنَّ مبتداء موخر ہے، ضمیر پانچ نمازوں کی طرف لوٹتی ہے۔ تَطَوَّعَ باب تفعل سے مضارع واحد حاضر اس میں ایک تاء حذف ہے اور ایک دوسری تاء تھی اسے طاء سے بدل کر مدغم کر دیا گیا ہے، خوشی سے کرے۔ یعنی نفلی ہو۔

شــرح: ...... ۱۔ طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان، تیمی قرشی مدنی ﷺ رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کا نام طلحہ فیاض، جواد اور طلحہ خیر نبی ﷺ نے رکھا تھا، جمادی الاولیٰ ۳۶ ہجری میں ۶۴ برس کی عمر میں شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن ہوئے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۶۶)

۲۔ اس آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے اسلام کے طریقے اور فرائض کا سوال کیا تھا۔ لیکن ان فرائض میں سے اہم فریضہ کلمہ شہادت کی گواہی مذکور نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا تھا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دور ہونے کی وجہ سے سن نہیں سکے یا پھر اختصار کے پیش نظر راوی نے ذکر نہیں کیا، تاہم یہ تو بہت ضروری فریضہ ہے، اس کے بغیر تو کوئی عمل قبول نہیں۔

اور اس میں حج کا بھی ذکر نہیں اس میں اختصار ہے، دوسری حدیث میں حج بھی ان فرائض میں شامل ہے۔

۳۔ بعض علمائے کرام نے اس حدیث سے یہ دلیل بھی پکڑی ہے کہ نفل پڑھنے شروع کریں تو انہیں پورا کرنا فرض ہے، بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ نفل پورے کرنا بہتر ہے اگر کوئی نہ بھی مکمل کرے اسے کوئی گناہ نہیں۔

۴۔ اس حدیث میں اسلام کے طریقوں اور فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان فرائض کی ادائیگی سے نجات وابستہ ہے، اگر ان کی ادائیگی نہ کی جائے تو پھر فلاح کی ضمانت نہیں۔

ان میں کمی بیشی نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اور کوئی فریضہ نہ مانوں گا کیونکہ فرائض تو ان کے علاوہ بھی ہیں،

مطلب یہ ہے کہ ان فرائض میں نہ تو کوتاہی کا مرتکب ہوں گا اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی اضافہ کروں گا۔ ان کی پابندی کروں گا۔

ایک اعتراض ہوسکتا ہے کہ بظاہر لگتا ہے کہ ان کے علاوہ بھلائی نہ کرنے کی قسم اٹھائی گئی ہے اور خیر یا بھلائی نہ کرنے کی قسم کھانا درست نہیں۔

اس کا حل یہ ہے کہ ممانعت بالکل نیکی نہ کرنے کی قسم اٹھانے کی ہے، اس کی حالت مختلف ہے یہ اس ممانعت کی زد میں نہیں آتی، یہاں ان کا مقصد صرف جذبہ اتباع فرائض بتانا تھا۔ (مرعاۃ: ١/٧٠)

٤٩۔ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَسَأَلَتْهُ امْرَأَةٌ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَباً بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلاَ نَدَامٰى قَالُوْا إِنَّا نَأْتِيْكَ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لاَ نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلاَّ فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الإِيْمَانُ بِاللّٰهِ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسًا مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرُ وَقَالَ احْفَظُوْهُ وَأَخْبِرُوْا بِهِ مَنْ وَّرَائَكُمْ وَقَالَ لِلأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مٹکے میں نبیذ تیار کرنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: عبد القیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کونسا وفد ہے یا کون قوم؟ انہوں نے کہا: ربیعہ سے ہیں: فرمایا وفد کو آنا مبارک ہو یا فرمایا: قوم کو آنا مبارک ہو نہ تو رسوائی ہوا ور نہ ندامت ہو۔

انہوں نے کہا: ہم آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان یہ کفار خاندان بنو مضر حائل ہے اس لیے ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس صرف حرمت والے مہینے میں آسکتے ہیں۔ پس ہمیں آپ ﷺ واضح حکم دے دیں جس کو ہم اپنے پیچھے لوگوں کو خبر دیں اور خود بھی عمل کر کے جنت میں داخل ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار امور کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کیا۔ ان کو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا (پہلے) حکم دیا اور فرمایا: تم جانتے ہو ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا: گواہی دینا کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت

(٤٩) مسلم کتاب الایمان (١٧) بخاری (٥٣) ترمذی (٢٦١١) نسائی (٥٦٩٢) ابوداود (٤٦٧٧) احمد (٣٣٩٦)

سے خمس ادا کرو اور ان کو کدو، حنتم ،مزفت اور نقیر نامی برتنوں سے منع فرمایا: شعبہ کبھی نقیر کی بجائے مقیر کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ امور یاد رکھو اور خبر دو ان لوگوں کو جو تمہارے پیچھے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عبدالقیس کے سردار اَشج نامی کو فرمایا: یقیناً تیرے اندر دو عادات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے بردباری اور آہستگی۔''

فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا أَللّٰهُ الْحِلْمُ وَالأَنَاةُ. (رواه مسلم:۱۷ في كتاب الإيمان)

مفردات: ...... وَفْدَاس کا واحد وَافِدٌ ہے،کسی قوم کا پیغام لے کر کسی امیر کے پاس جانے والے کو کہتے ہیں۔ عَبْدِ الْقَيْسِ یہ قبیلہ کے بڑے باپ کا نام ہے، چودہ سے لے کر چالیس تک ان افراد کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ یہ وفد دو مرتبہ آیا تھا، ایک دفعہ ۵ ہجری کے قریب، ان میں اشج عصری بھی تھا۔

دوسری مرتبہ اس وقت آیا تھا جب فتح مکہ کے بعد وفود کا آنا شروع ہوا تھا۔ ان میں جارود عبدی تھا، یہ بحرین کے علاقہ میں رہتے تھے۔ مَرْحَبًا یہ مفعول بہ ہے،مفعول مطلق بھی کہتے ہیں، پوشیدہ فعل کا معمول بھی کہتے ہیں، زیادہ استعمال کی وجہ سے عرب اس کا فعل نہیں لاتے۔تم کشادہ جگہ پر آئے ہو، یہ وفد کو مانوس کرنے اور ان کی جھجک دور کرنے کے لیے کہا تھا۔ غَيْرَ خَزَايَا اس کا واحد خِزْيَانٌ ہے۔ غیر حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، نہ تمہاری ذلت ہوگی نہ تمہاری اہانت ہوگی۔ وَلَا نَدَامٰى اس کا واحد نَادِمٌ ہے،تمہارا آنا ناکامی کا نہیں اور نہ ہی تمہیں یہاں آنے میں پشیمانی ہوگی۔ اَلْحَيُّ قبیلہ مُضَرَ یہ بھی قبیلہ کا نام ہے، ان کا بڑا تھا جس کے نام پر یہ قبیلہ مشہور ہوا۔ فَمُرْنَا یہ اَمَرَ سے امر ہے، ضمیر مفعول بہ ہے،ہمیں حکم دو۔ فَعْلٍ فیصلہ کن کام کا نُخْبِرْ جمع متکلم،اس پر رفع اور جزم جائز ہے، جواب امر ہوتو جزم ہے۔ نیا جملہ ہوتو رفع ہے، ہم بتائیں۔ مَنْ جو اَنْ يَؤَدُّوْا باب تفصیل مضارع معلوم اَن نے نون اعرابی گرا دیا ہے۔ عطا کرو۔ الْمَغْنَمِ غنیمت کا مال۔ اَلْحَنْتَمِ مٹکا۔ وَالدُّبَّاءِ خشک کدو سے تیار برتن وَالنَّقِيْرِ کھجور کا تنا کرید کر بنایا گیا، برتن۔ وَالْمُزَفَّتِ جس برتن پر تارکول (لک) سے لیپ کی گئی ہو۔

شرح: ......۱۔عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب قرشی، ہاشمی رضی اللہ عنہ۔کنیت ابوالعباس ہے،علم کا بحر زخار اور ترجمان قرآن تھے۔ ۶۸ ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ جاہلیت سے لے کر اس وقت تک لوگ آپس میں جنگ آزما ہی رہتے تھے اور چار مہینوں رجب محرم، ذوالقعد، ذوالحج، میں لڑائی سے رک جاتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا ہم آپ کے پاس نہیں آسکتے صرف لڑائی والے وقت میں ہی حاضر ہوسکتے ہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے، اپنے علاقہ کے دیگر قبائل سے پہلے ہی یہ اسلام لے آئے تھے اور یہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس وقت بھی مسلمان تھے اور سب سے پہلا جمعہ ان کی بستی جواثی میں ہی ہوا تھا۔

۳۔ انہوں نے بہت جامع بات کی کہ ایسی فیصلہ کن بات بتائیں کہ ہم جو ہمارے گھروں میں باقی ہیں، انہیں بھی

بتائیں اور خود بھی اس پر عمل کریں اور جنت حاصل کر سکیں۔

ایک اعتراض ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ کے فضل ورحمت سے داخل ہوگا اور یہ کہہ رہے ہیں ہم عمل سے جنت میں داخل ہوں۔

اس کا حل: بغیر رحمت کے صرف عمل ہی کو جنت کا ضامن قرار دینا یہ اچھا نہیں عمل جنت کے حصول کے لیے کرنا اور رحمت وفضل کا اعتبار کرنا کہ جنت والے عمل کی توفیق بھی اللہ کے فضل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے، اس طرح مطابقت ہو جاتی ہے۔

(ایک اور اعتراض) نبی ﷺ نے انہیں جن چار چیزوں کا حکم دیا، اصل میں وہ ایک ہی ہے۔ وہ ہے ایمان اور باقی چیزیں تو اس کی تفسیر ہیں تو ایک ہی خصلت ہوئی باقی تین کہاں ہیں۔

اس شبہے کا حل یہ ہے کہ ایمان ذاتی حد تک تو ایک ہی ہے لیکن اس کے وہ اجزاء جن کی تفصیل بتائی گئی ہے وہ چار ہیں، تو چار سے مراد ایمان اور اس کے علاوہ اس کے تین اجزاء کو چار چیزیں قرار دیا گیا، اعتراض نہ رہا۔

(ایک اور اعتراض) یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ چار چیزیں بیان ہوئی ہیں، جبکہ شمار کریں تو پانچ ہوتی ہیں۔

اس کا حل یہ ہے کہ چونکہ وہ پہلے مسلمان تھے انہیں کلمہ شہادت کا علم تھا، اس لیے کلمہ شہادت کا ذکر ضرور کیا ہے، لیکن وہ چونکہ مسلمان تھے ان کے لیے اس کے علاوہ چار چیزیں ہی بتائیں۔ یا پھر مال زکوٰۃ کی ادائیگی کے ضمن میں ہی مال غنیمت کو تصور کر لیا گیا ہے۔ تب چار ہوئیں۔ اس میں اختصار کے پیش نظر حج کا ذکر بھی نہیں آیا، وہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے، چونکہ انہیں جنگ کا معاملہ پیش آتا رہتا تھا اس لیے ان کے لیے مال غنیمت کا خصوصی ذکر کیا گیا۔

بہرصورت اس حدیث میں ارکان اسلام کی تعریف بھی واضح ہوتی ہے، اور اس میں جن برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا حکم آیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں نشہ بہت جلد پیدا ہوتا ہے، جب لوگوں کو حرام اور حلال پینے کی تمیز پختہ ہوگئی تو پھر ان برتنوں میں حلال چیز پینے کی اجازت مل گئی۔ یہ اشج عبدالقیس اس وفد میں موجود تھے ان کی دو خصلتوں بردباری اور سوچ بچار کی آپ ﷺ نے تعریف فرمائی اور نسلوں کو بتایا کہ یہ وصف پیدا کریں۔ (مرعا: ۱/ ۷۰)

۵۰۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنَ بِالْمَوْتِ وَيُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ

علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے "کوئی بندہ مؤمن نہیں بنتا جب تک کہ وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لایا ہو۔ یہ گواہی دینا کہ کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور میں محمد ﷺ اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور وہ مرنے پر

(۵۰) ترمذی: ۲۱۴۵۔ ابن ماجه: ۸۱۔ صحيح الباني: ۱۷۴۴.

بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ . رواه الترمذی (٢١٤٥)

ایمان لائے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔'' (ترمذی)

مفردات: ......لَا يُؤْمِنُ مضارع منفی معلوم، ایمان معتبر نہیں۔ بِـأَرْبَعٍ چار چیزوں کے ساتھ يَشْهَدَ، اَنْ پوشیدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مرفوع بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس حدیث کے اس کے بعد والے تمام افعال میں یہی اعراب ہیں۔

شـــرح: ......١۔علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی رضی اللہ عنہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور چوتھے خلیفہ راشد، ٦٣ برس عمر پائی۔ (تقریب)

٢۔اس حدیث مبارک میں چار چیزوں کو ایمان کا معیار قرار دیا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا ایک بھی نہ پائی جائے تو ایمان کی نفی ہوتی ہے۔

(١) توحید و رسالت پر ایمان لانا۔ (٢) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو حق جاننا (٣) موت پر اور موت کے بعد جی اٹھنے پر یقین رکھنا۔ (٤) تقدیر پر ایمان لانا۔

توحید و رسالت پر ایمان کا مطلب ہے کہ زبان سے ان کی گواہی دینا دل میں تصدیق کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔

اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جاننے کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کے لیے حق لے کر آنے والے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں اور آپ کی اطاعت فرض ہے، موت پر ایمان کا مطلب ہے کہ یقین ہو کہ یہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور زندگی کا حساب دینا ہے، نیک جنت میں جائیں گے اور برے دوزخ میں جائیں گے، یہ نہیں کہ دہریوں کی مانند ہوں جو کہتے ہیں یہ جہاں قدیم اور پرانا ہے، یہ ہمیشہ رہے گا، اور نہ ہی آواگون کا عقیدہ ہو کہ روح اچھی ہو تو اچھی صورت میں اور بری ہو تو بری صورت میں دنیا میں لوٹ آتی ہے اور نہ علم طبیعات والوں کی طرح ہو کہ مزاج خراب ہونے کا نام موت ہے بلکہ سمجھے یہ موت اللہ کے حکم سے آتی ہے۔

تقدیر پر ایمان یہ ہے کہ اس جہان انقلاب میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہو رہا ہے، انسان اسباب اختیار کرتا جائے اور یقین ہو کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ٣/ ٢٠١)

٥١۔ عَـنِ الشَّـرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أُمِّى أَوْصَتْ أَنْ أَعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُـؤْمِـنَةً وَعِـنْـدِى جَـارِيَةٌ سَـوْدَاءُ نُـوبِيَّةٌ أَفَـأَعْتِـقُهَـا؟ قَـالَ ، أُدْعُهَـا ، فَدَعَوْتُهَـا ،

سیدنا شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نے کہا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری ماں نے وصیت کی ہے کہ میں اس کی طرف سے مومن گردن آزاد کروں اور میرے پاس ایک مومن لونڈی ہے۔ کیا میں وہی آزاد کر دوں؟ فرمایا: اس کو بلا تو میں

(٥١) ابوداود: ٣٢٨٢۔ مسلم: ٥٣٧۔ نسائی: ١٢١٨۔ احمد: ٢٣٢٥٣۔ دارمی: ١٥٠٢۔ حسن صحیح البانی: ٢٨١٠.

فَجَاءَتْ فَقَالَ: مَن رَّبُّكِ؟ قَالَتْ: اللّٰهُ . قَالَ فَمَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: رَسُوْلُ اللّٰهِ . قَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ. رواه أبو داود (٣٢٨٢)

نے اس کو بلایا اور وہ آئی پس آپ ﷺ نے فرمایا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا: اللہ فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ ﷺ رسول اللہ ہیں۔ فرمایا اس کو آزاد کردے یہ مومنہ ہے۔'' (ابوداؤد اور نسائی)

مفردات: ...... اَوْصَتْهُ باب افعال واحد مؤنث، شرید کے لیے اس کی امی نے وصیت کی۔ اَعْتَقَ ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم واحد متکلم میں آزاد کروں۔ عَنْهَا ماں کی طرف سے نُوبِيَّةٌ حبشہ کی لونڈی۔ اَفَاَعْتِقُهَا کیا پس میں اس نوبیہ لونڈی کو آزاد کردوں۔ اُدْعُهَا ، نَصَرَ سے امر ہے، اس لونڈی کو بلاؤ۔ اَعْتِقْهَا باب افعال سے امر اسے آزاد کردے۔

شرح: ......١۔ شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شامل تھے۔

٢۔ یہ ثابت ہوا کہ اگر ماں باپ اچھی وصیت کر گئے ہوں تو اسے پورا کیا جائے، غلط کو پورا نہ کیا جائے۔

اور آزاد کرنا ہو تو لونڈی یا غلام میں سے اسے آزاد کیا جائے جو مومن ہو۔

٣۔ اللہ تعالیٰ کو رب ماننے اور رسول اکرم ﷺ کو رسول ماننے والا مومن ہے۔

٥٢۔ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً. رواه مسلم (٣٤) كتاب الإيمان

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا: ''اس نے ایمان کا ذائقہ چکھا جو اللہ کو رب ماننے پر راضی ہوا، اسلام کو دین ماننے پر راضی ہوا اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر راضی ہوا۔'' (مسلم و ترمذی)

مفردات: ...... ذَاقَ ، نَصَرَ ماضی واحد، چکھا اس نے۔ نَعْمَ لذت۔ رَبًّا ، دِيْنًا ، رَسُوْلًا یہ تمام تمیز کی بناء پر منصوب ہیں۔

شرح: ......١۔ عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے چچا تھے، یہ نبی ﷺ سے دو تین برس بڑے تھے۔ ٨٨ برس کی عمر میں ٣٢ ہجری میں فوت ہوئے۔ (تقریب)

٢۔ راضی ہونے کا مطلب ہے کہ میں انہی پر کفایت کرتا ہوں اور چیز کی طلب نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی ہونا یہ ہے کہ اس پر مکمل ایمان لاتا ہوں دل اسی کے ساتھ اطمینان پکڑتا ہے۔ کیونکہ جب ایمان دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو پھر اطاعت الٰہی کے کاموں کو سرانجام دینا آسان ہو جاتا ہے اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

---

(٥٢) مسلم: ٣٤۔ ترمذی: ٢٦٢٣۔ احمد: ١٧٨١.

اسلام کو دین تسلیم کرنے کا مطلب ہے کہ صرف اسی راستے پر گامزن رہوں گا جو اسلام والا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول تسلیم کرنا یعنی محمد ﷺ کی شریعت کے موافق کام کروں گا۔

ظاہر ہے جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو پھر دل میں ایمان کی شیرینی اور لذت آفرینی پیدا ہوتی ہے، احکام شریعت کی پابندی میں راحت ملتی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۵۳)

۵۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَا ضِرِيَةِ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ثَلاَثَ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدَ طَعِمَ طَعْمَ الإِيْمَانِ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ وَلاَ يُعْطِى الهَرِمَةَ وَلاَ الدَّرِنَةَ وَلاَ الْمَرِيْضَةَ وَلاَ الشَّرَطَ اللَّئِيْمَةَ وَلٰكِنْ مِنْ وَسَطِ أَمْوَالِكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ. رواه أبو داود (۱۵۸۲)

عبداللہ بن معاویہ الغاضری رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''تین کام جس نے کیے اس نے ایمان کا مزا چکھا! جس نے اللہ کی عبادت کی اور جانتا ہو کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ اور اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دل کی خوشی سے دی۔ نہ بوڑھی دی نہ دودھ والی دی اور نہ بیمار دی نہ کمزور نہ ناکارہ دی۔ تم اپنے مال سے درمیانی چیز دیا کرو اللہ تعالیٰ نے تمہارا عمدہ مال طلب نہیں فرمایا اور نہ ناقص مال دینے کا حکم دیا ہے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... رَافِدَةٌ اسم فاعل، دل کی خوشی سے زکوٰۃ اداء کرے۔ اَلْهَرِمَةَ بوڑھی۔ اَلدَّرِنَةُ خارش والی بکری نہ ہو۔ اَلشَّرَطَ ردی مال نہ ہو۔ اللَّئِيْمَةَ حقیر جو دودھ دینے کے قابل نہ ہو۔ وَسَطِ درمیانے مال سے۔

شرح: ...... ۱۔ عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں، غاضِرَة یہ قبیلے کے باپ کا نام ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں اللہ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کو اور خوشدلی سے درمیانے درجے کے مال سے زکوٰۃ دینے کو ایمان کی مٹھاس قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ اس میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا سب سے بہتر اور عمدہ مال سے زکوٰۃ نہ لے، اور نہ ہی زکوٰۃ ادا کرنے والا ردی قسم کا مال زکوٰۃ میں دے بلکہ دونوں جانب سے میانہ درجہ مال سے زکوٰۃ لی اور دی جائے۔ (عون المعبود: ۲/ ۱۵)

۵۴۔ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا أَتَيْتُكَ حَتّٰى

بہز بن حکیم بن معاویہ بن جیدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ!

(۵۳) ابوداود: ۱۵۸۲۔ صحیح البانی: ۱۴۰۰.

(۵۴) نسائی: ۲۴۳۶۔ احمد: ۱۹۵۱۱۔ حسن الاسناد البانی: ۲۲۸۵.

حَلَفْتُ أَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ هِنَّ لأَصَابعِ يَدَيْهِ أَنْ لَّا آتِيَكَ وَلَا آتِـيَ دِيْنَكَ وَإِنِّي كُنْتُ امْرَأً لَا أَعْقِلُ شَيْئًا إِلَّا مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ وَإِنِّي سَأَلْتُكَ بِوَحْيِ اللّٰهِ بِمَ بَعَثَكَ اللّٰهُ إِلَيْنَا قَالَ بِالإِسْلَامِ قَالَ وَمَا آيَاتُ الإِسْلَامِ قَالَ أَنْ تَقُوْلَ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَتَخَلَّيْتُ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ (كُلُّ مُسْلِمٍ عَلٰى مُسْلِمٍ مُحَرَّمٌ أَخْوَانٌ نَصِيْرَانِ لَا يَقْبَلُ مِنْ مُشْرِكٍ بَعْدَمَا أَسْلَمَ عَمَلٌ أَوْيُفَارِقُ الْمُشْرِكِيْنَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ) رواه النسائی (٢٤٣٦)

میں نے اتنی اتنی قسم اور اپنے دو ہاتھوں کی انگلیوں کی طرف اشارہ کیا کھائی ہیں کہ نہ آپ ﷺ کے پاس آ ؤں گا اور نہ آپ کا دین قبول کروں گا اور اس کے بعد میں آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ میں ایسا آدمی ہوں کہ کچھ بھی علم نہیں رکھتا نہ کچھ عقل رکھتا ہوں ماسوا اس کے جو اللہ اور اس کے رسول نے دکھایا ہے۔ میں آپ ﷺ سے اللہ کی ذات اقدس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ آپ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ ہمارے پاس ارسال فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین اسلام کے ساتھ۔ اس نے کہا: اسلام کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو کہے: میں نے اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دیا اور ہر قسم کے شرک سے خالی ہوگیا ہو اور تو نماز قائم کرتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے دونوں بھائی ہیں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اسلام لانے کے بعد کسی مشرک سے کوئی رعایت کا عمل قبول نہ کرے اور نہ کسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی طرف جدا ہو کر بڑھنے دے۔'' (نسائی)

مفردات: ......اَنْ لَّا اٰتِيَكَ ، اٰتِـي يَأْتِي سے مضارع واحد متکلم میں آپ کے پاس نہ آ ؤں گا۔ بِمَا اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ اللہ نے آپ کو بھیجا ہے۔ وَتَخَلَّيْتَ باب تفعل سے مذکر حاضر تو علیحدہ ہو جائے۔

شــــرح: ......۱۔ بہز بن حکیم بن معاویہ قشیری رحمہ اللہ ابوعبدالملک کنیت ۲۰۰ ہجری سے کچھ پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ (تقریب)

۲۔ اس حدیث میں سائل نے دین سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ میں اسے ناپسند کرتا تھا لیکن اب مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوں۔

اور ساتھ ہی واضح کیا کہ میں ضعیف رائے والا ہوں، لہٰذا نبی ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے سمجھانے اور تعلیم دینے میں مکمل توجہ فرمائیں۔

تو آپ ﷺ نے نہایت اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ اسے سمجھایا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کاربند رہو، غیر اللہ کو چھوڑ دو اور شرک سے دور رہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اس حدیث میں توحید و رسالت کے اظہار کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور خود کو اسلام کے سامنے ہر کام میں سرتسلیم خم

کرنے کا حکم ہے۔

٥٥ ـ عَـنْ سُـفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْ لِيْ فِي الإِسْلَامِ قَـوْلاً لاَ أَسْـأَلُ عَـنْـهُ أَحَـدًا بَعْدَكَ قَالَ قُلْ آمَـنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ . رواه مسلم (٣٨) كتاب الإيمان .

سیدنا سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے آپ ﷺ اسلام میں ایسی بات بتائیں جس کو میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں؟ فرمایا: ''کہہ دے کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر ثابت قدم ہو جا۔'' (مسلم)

مفردات: ...... اسْتَقِمْ استفعال سے امر واحد، ڈٹ جا، مضبوط ہو جا۔

شرح: ......۱۔سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث ثقفی، طائفی رضی اللہ عنہ کنیت ابوعمرو تھی۔ثقیف کے وفد کے ساتھ آئے تو اسلام لائے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے طائف پر عامل بھی رہے تھے۔(مرعاۃ: ۱/۶۲)

۲۔حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اسلام کے بارے میں بڑی جامع، بلیغ اور ایسی بات دریافت کی جو کہ کسی دوسرے سے نہ پوچھنی پڑے اور کفایت بھی کر جائے۔اس میں ہمارے لیے درس ہے کہ سوال کا طریقہ یہ ہو جس طرح سفیان کا تھا۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اپنے دل میں اس کا ذکر رکھو۔اور اپنی زبان اس سے تر رکھو اور اپنے اعضاء سے اس کے تقاضے پورے کرو۔ کیونکہ جب توحید ورسالت کامل ہو جائے تو پھر دوزخ میں نہیں جا سکتا، معبودِ حقیقی کی اطاعت پروریاں انسان پوری کرتا ہے اور نافرمانیوں سے بچتا ہے، اللہ کی توحید کے بعد اس کی خشیت، جلالت، ہیبت، محبت اس سے امید اور توکل ودعاء پھر انسان کو نافرمانی کی طرف نہیں آنے دیتے، نافرمانی نہ ہو تو دوزخ حرام اور جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے اور نافرمانیاں توحید شکن ہیں۔رحمٰن سے دور کر کے یہ شیطان کے قریب کرتی ہیں اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا، ایمان کا اقرار کرو اور اس پر استقامت اختیار کرو۔یعنی دائیں بائیں نہ دیکھو، دین اسلام کی سیدھی شاہراہ پر گامزن رہو۔ یہ ایک ایسی جامع حدیث ہے جو اصول اسلام کا منبع ہے، رب کائنات کا قرآن پاک بھی یہی حکم دیتا ہے یہ حدیث اس کے بالکل مطابق ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَo﴾(الاحقاف: ۱۳)

''یقیناً جو لوگ یہ کہتے ہیں' ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر مضبوط رہتے ہیں۔انہیں نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی غم ہوگا۔''

یعنی توحید سے برگشتہ نہ ہوئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کے کام کیے اور اس کی وفاداری کی یہ کامیاب لوگ ہیں۔

(٥٥) مسلم: ٣٨ـ كتاب الايمان، ترمذى: ٢٤١٠ـ ابن ماجه: ٣٩٧٢ـ احمد: ٨٩٣٨ـ دارمى: ٢٧١٠.

٥٦۔ عَـنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى صَلاتَنَاوَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ . رواه النسائی (٤٩٩٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''جس نے ہماری مثل نماز پڑھی ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہوا کھایا وہ مسلمان ہے۔'' (نسائی)

مفردات: ...... صَلاتَنَایعنی کَـصَلاتِنَا یہ مفعول مطلق کی صفت ہے۔حرف جر محذوف ہے، ہماری نماز کی مانند نماز پڑھی۔ فَذٰلِكَ یہ اسم اشارہ ہے یعنی یہ تینوں شرائط پوری کیں یہ مبتداء ہے۔ اَلْمُسْلِمْ اس کی خبر ہے، یہ مسلمان ہے۔ (مرعاۃ)

شــرح: ......ا۔اس حدیث مبارک میں صرف نماز کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو ہماری مانند نماز پڑھے گا، قبلہ رخ ہوگا۔ ذبح کیا ہوا جانور کھائے گا وہ مسلمان کہلوائے گا اس میں کلمہ توحید کا ذکر نہیں آیا، حالانکہ یہ بنیادی چیز ہے۔

یہ درست ہے کہ کلمہ توحید کا ذکر نہیں اس میں نماز کو ہی اسلام کی علامت قرار دے دیا گیا ہے۔ چونکہ کلمہ نماز میں ضمناً ویسے ہی شامل ہے مسلمانوں کی مانند نماز وہی پڑھے گا جو توحید ونبوت کا معترف ہوگا اگر وہ توحید ونبوت کا معترف نہ ہوگا وہ نبی ﷺ کے مطابق نماز نہیں پڑھے گا۔

۲۔ اگر چہ نماز کا اسلامی تصور لاتے ہی یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ نماز قبلہ رخ ہوکر ہی ادا ہوتی ہے لیکن قبلہ رخ ہونا اسلامی نماز کی ایک خاص علامت ہے۔ اور ہر مذہب والا نمازی ہو یا نہیں جو اس کے مذہب نے قبلہ قرار دیا ہے، اس کی اسے پہچان ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح نماز میں قیام، قراء ت ایک امتیازی چیز ہے، اسی طرح یہ خانہ کعبہ بھی مسلمانوں کی عبادت کا خصوصی نشان ہے۔ اسے اسلامی نماز کا ایک اہم ستون قرار دیا گیا ہے تا کہ عادت اور عبادت میں فرق ہو جائے کہ دیگر مذاہب والے اپنے اپنے قبلہ کی جانب رخ پھیرتے ہیں، جو صحیح مسلمان ہوگا وہ قبلہ کی جانب فقط عبادت کے لیے رخ کرے گا۔

۳۔ ذبیحہ ذبح کیا ہوا جانور دیگر مذاہب میں بہت غلط طریقے تھے جانور ذبح کرنے کے، اس لیے مسلمانوں کے ذبیحہ کو بھی اسلام کی شناخت قرار دیا گیا ہے، اگر چہ عادتاً جانور ذبح کر کے کھایا جاتا ہے، لیکن ہر مذہب والا اسے عبادت کا حصہ بھی قرار دیتا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے بھی اسے مذہب اسلام کی علامت بتایا ہے۔

ان تینوں کو بطورِ خاص علامت اسلام قرار دینا اس بنیاد پر ہے کہ روزے کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے کس کا ہے، کس کا نہیں ہے۔ حج بھی حسب توفیق ہوگا، پتہ نہیں کب ملے۔ لیکن یہ تینوں باتیں، نماز، ذبیحہ کھانا، قبلہ رخ ہونا ان کا فوراً پتہ چل جاتا ہے، دوسرے دن ہی آدمی کا علم ہو جاتا ہے کہ اس کی عبادت نماز ہے یا نہیں ہے۔ اس کا کھانا کیسا ہے اور نماز میں منہ کدھر کرتا ہے، ان کا اظہار فوراً ہوتا ہے، اس لیے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

(٥٦) نسائی (٤٩٩٧) بخاری (٣٩٣) نسائی والی حدیث صحیح ہے۔ البانی : ٤٦٢٤ .

۴۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومن پر فرض ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرے وگرنہ ایمان کمزور پڑ جائے گا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی آدمی ارکانِ دین اپناتا ہے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا اور مسلمانوں والے احکام اس پر جاری ہوں گے، ہاں جب ان کی خلاف ورزی کرے گا، پھر اس کے مطابق حکم لگائیں گے۔

٥٧۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاالإِيْمَانُ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ . (للكبير ولأحمد ٢١٦٦٢)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ فرمایا: ''جب تجھے تیری نیکی سے خوشی ہو اور تیری بدی تجھے بری معلوم ہو تو تو مؤمن ہے۔'' (کبیر)

مفردات: ...... مَا الْإِيْمَان یعنی ایمان کی علامت کیا ہے۔ سَرَّتْكَ یہ نَصَر سے ماضی واحد مونث ہے، ضمیر مفعول بہ خوش لگے تجھے۔ وَسَاءَتْكَ ماضی واحد مونث بری لگے تجھے۔

شرح: ......١۔ ابوامامہ کنیت ہے۔ ان کا نام صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ ہے۔ مشہور صحابی ہیں، شام میں ٨٦ ہجری میں وفات پائی۔

٢۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اطاعت الٰہی کے کام کرے اور اس عزم وارادہ کے ساتھ نیکیاں سرانجام دے کہ اس پر ثواب ہوگا اور جب کوئی نافرمانی سرزد ہو تو اس پر افسردہ ہو کہ اس سے رب تعالیٰ ناراض ہوں گے اور عذاب دیں گے اور اس پر پشیمان ہو تو اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا اللہ پر اور آخرت پر کامل ایمان ہے۔ اگر یہ احساس نہ ہو تو پھر ایمان درست نہیں اس کی فکر کرنی چاہیے۔

٥٨۔ أَبُوْ الصَّلْتِ الْهِرَوِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى الرِّضَا عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ .

''ابوالصلت الہروی نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن موسیٰ الرضا نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے وہ علی بن حسین سے وہ اپنے باپ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان نام ہے دل کی معرفت، زبان کے اقرار اور ارکان کے ساتھ عمل کرنے کا۔

قَالَ أَبُوْ الصَّلْتِ لَوْ قُرِئَ هَذَا الإِسْنَادُ عَلٰى

ابو الصلت نے کہا: اگر یہ اسناد دیوانے پر پڑھی جائے تو وہ

---

(٥٧) طبرانی کبیر، مسند احمد: ٢١٦٦٢۔ اس کی سند میں جو مسند والی ہے، یحییٰ بن ابی کثیر ہے جو کہ مدلس (گڈمڈ کرنے والا) ہے طبرانی کے راوی دیگر توضیح والے ہیں، اس میں بھی یہی مدلس راوی ہے۔ بہرصورت سند میں کمزوری ہے، مفہوم اس کا صحیح احادیث سے مل جاتا ہے۔ مرعاۃ: ١/١١٧.

(٥٨) ابن ماجه (٦٥) یہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ البانی (١١) ابوصلت راوی سعقب شیعہ ہے اور ضعیف ہے۔ بلکہ منکر ہے۔

مَـجْنُوْن لَبَرأً. رواه إبن ماجة (٦٥)وأبو الصلت شيعي متعصب ضعيف بل منكر . جنون سے شفا پا جائے۔(ابن ماجہ) اور ابو صلت متعصب شیعہ اور ضعیف ہے بلکہ منکر ہے۔

شـــرح: ......اس کا علمائے کرام سے ثبوت ہے اور مفہوم بھی درست ہے کہ ایمان دلی تصدیق، زبانی اقرار اور اعضاء سے عمل کا نام ہے لیکن یہ منقول الفاظ نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔

خِصَالِ الْإِيْمَانِ وَآيَاتِهٖ
ایمان کی خصلتیں اور علامات

٥٩- عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَـنِ النَّبِيِّ ﷺ قَـالَ: الْإِيْـمَـانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ وَفِي رواية وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ.

(رواه مسلم: ٣٥ في كتاب الإيمان)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔''

مـفـردات: ......بِـضْـعٌ کسی چیز کا ٹکڑا، تین سے نو تک کی تعداد۔ وَسَبْـعُـوْنَ ستر ایک روایت میں سِتُّوْنَ (ساٹھ) ہے۔ ان میں تعارض نہیں کیونکہ تھوڑی تعداد زیادہ میں رکاوٹ نہیں۔ پہلے تھوڑی تعداد بتائی پھر زیادہ بتائی۔ شُعْبَةً اس کی جمع شُعَبٌ ہے۔ شاخیں وَالْحَيَآءُ عیب کے خوف سے جو حالت پیدا ہوتی ہے۔

شـــرح: ......١- ابو ہریرہ کنیت، نام عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ ہے۔ دوسی ہیں، جلیل القدر صحابی ہیں۔ ٦٩ ہجری میں اٹھتر (٧٨) برس کی عمر میں وفات پائی۔ (تقریب)

٢- اس حدیث مبارک میں ایمان کو ایک شاخ دار درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پتے، پھل اور شاخیں وغیرہ درخت کے اجزاء ہیں، درخت ہوگا تو یہ شاخیں وغیرہ ہوں گی اعمال کا ایمان کے ساتھ وہی تعلق ہے جو شاخوں یا پتوں کا تعلق درخت کے ساتھ ہے اسی طرح حیا کا ایمان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

شرعاً حیا ایسی عادت کا نام ہے جو انسان کو برائی اور نافرمانی سے روکتی ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچاتی ہے۔ اس لیے حیا میں خیر ہی خیر ہے۔ بعض اوقات آدمی شرم کے مارے کسی بھلائی کو سرانجام نہیں دیتا اور حق بات نہیں کہتا۔ یہ حیا نہیں یہ تو بزدلی ہے، حیا حق گوئی میں رکاوٹ نہیں ہوا کرتی بلکہ غیرت دینی کو زندہ کرتی ہے۔

اس حدیث میں ایمان کے ساتھ حیا کے عمل کا خاص ذکر کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ ایمان کے بعد حیا ہی ہر نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے کا باعث ہے۔

---

(٥٩) مسلم (٣٥) كتاب الايمان، بخاری (٩) اس کے الفاظ بضع وستون ہیں۔(ترمذی (٢٦١٤) نسائی (٥٠٠٦) ابوداود (٤٦٧٦) ابن ماجه (٥٧) احمد (١٠١٣٤)

ایک بات اور بھی مدنظر رہے کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حیا کا تو انسان کی طبیعت کے ساتھ تعلق ہے اسے ایمان سے وابستہ کیوں کیا گیا ہے۔ یہ تو ایک بشری طبیعت کا تقاضا ہے، تو اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ حیا کبھی بطور طبیعت اور عادت بھی ہوتی ہے لیکن جب اسے شریعت کے رنگ میں ڈھالا جائے تو یہ ایمان کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر برائی کے لیے بند باندھتی ہے اور ہر بھلائی کا سوتا اس سے پھوٹتا ہے، اس طرح یہ ایمان کا جزء ہوئی۔

٦٠۔ وَفِیْ رَوَایَةٍ: الْإِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِیْمَانِ. (رواہ البخاری)

ایک روایت میں ہے: ''ساٹھ شعبے ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ (شعبہ) ہے۔''

٦١۔ وَفِیْ رَوَایَةٍ: وَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَا هَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ. (رواہ مسلم، ٥٣ کتاب الإیمان)

ایک روایت میں ہے: سب سے افضل شعبہ لا الٰہ الّا اللّٰہ ہے اور سب سے چھوٹی شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔''

مفردات: ...... وَاَفْضَلُهَا ضمیر شعبہ کی جانب ہے، اس میں سے افضل شعبہ، وَاَدْنَاهَا اس شعبہ میں سے سب سے زیادہ قریب، یا مقدار مرتبہ میں کم از کم یہ اسم تفضیل ہے۔ اِمَاطَةُ باب افعال (دور کرنا)

شرح: ...... اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ایمان کے درجات میں تفاوت ہے۔ کوئی اعلیٰ ہے کوئی ادنی ہے، ان میں سے سب سے زیادہ اعلیٰ جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا وہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ﷺ کی زبان سے گواہی دی جائے اور دل سے تصدیق کی جائے اور اس کے تقاضے عملی طور پر پورے کیے جائیں اور ادنیٰ یہ ہے کہ راستے سے اذیت دینے والی چیز مثلاً کانٹا، نجاست، پتھر وغیرہ پڑے ہوں تو اس سے راستہ صاف کر دیا جائے۔

وہ لوگ غور فرمائیں جو کھیل کود کی خاطر یا شادی شدہ کے موقع پر شاہراہ عام پر رکاوٹیں ڈال کر پیدل چلنے والے ضرورت مندوں کی اذیت کا باعث بنتے ہیں۔

٦٢۔ عَنْ أَنَسٍ، رَفَعَهُ: إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَوْحاً مِنْ زَبَرَجَدَةٍ خَضْرَآءَ تَحْتَ الْعَرْشِ اَنْ كَتَبَ فِيْهِ: أَنَا أَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ خَلَقْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةِ خُلُقٍ، مَنْ جَآءَ بِخُلُقٍ مِنْهَا مَعَ شَهَادَةِ لَا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی زبرجد سبز کی ایک تختی عرش کے نیچے رکھی ہوئی ہے جس میں اللہ نے لکھا ہے: میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے، میں ہی بڑا مہربان ہوں میں نے تین سو دس اور چند اخلاق پیدا کیے ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک خلق بھی۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کی

(٦٠) مسلم: ٣٥۔ کتاب الایمان، بخاری: ٩۔ اس کے الفاظ بضع وستون ہیں۔ ترمذی: ٢٦١٤۔ نسائی: ٥٠٠٦۔ ابوداود: ٤٦٧٦۔ ابن ماجه: ٥٧۔ احمد: ١٠١٣٤.

(٦١) مسلم: ٣٥ الخ اوپر والی حدیث کی تخریج ہی ملاحظہ فرمالیں۔

(٦٢) طبرانی اوسط اس میں ابوظلال قسملی راوی ہے، ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے، لیکن اکثر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰهُ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ . رواه الطبرانی فی الأ سط بلین .

شہادت کے ساتھ لے کر حاضر ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (اوسط کمزور سند کے ساتھ)

مفردات:...... لَوْحًا بختی۔ زَبَرْجَدَةٍ یہ ایک موتی کی قسم ہے۔

٦٣۔ عَـنْ عَـائِشَةَ أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلاثَةٌ أَحْلِفُ عَلَيْهِنَّ لاَ يَجْعَلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ لَهُ سَهْمٌ فِي الإِسْلاَمِ كَمَنْ لاَ سَهْمَ لَهُ فَأَ سْهَـمَ الإِسْلاَمِ ثَلاثَةٌ الـصَّلاَةُ وَالـصَّـوْمُ وَّالـزَّكَـاةُ وَلاَ يَتَوَلّٰى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْداً فِي الـدُّنْيَـا فَيُـوَلِّيْهِ غَيْرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُحِبُّ رَجُـلٌ قَـوْماً إِلاَّ جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُمْ وَالـرَّابِـعَةُ لَـوْ حَلَفْتُ عَلَيْهَا رَجَوْتُ أَنْ لاَّ آثِـمَ لاَ يَسْتُـرُ الـلّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلاَّ سَتَرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . (لأحمد، ٢٤٥٩٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین امور پر میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں وہ شخص جسکا اسلام میں حصہ ہو اور دوسرا وہ جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو ان دونوں کو اللہ تعالیٰ برابر نہیں کرے گا اور اسلام کے سہام تین ہیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ اور دوم یہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ دنیا میں دوستی رکھے گا قیامت کے دن اس کو کسی دوسرے کا دوست نہیں بنائے گا سوم یہ کہ جو آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہوگا اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی قوم کے ساتھ کر دے گا اور چوتھی بات یہ ہے جس پر میں اگر قسم کھاؤں تو امید ہے کہ اللہ جس پر دنیا میں پردہ ڈالتا ہے اس پر قیامت کے دن بھی ضرور پردہ ڈالے گا۔'' (احمد وموصلی)

مفردات: ...... اَحْلِفُ واحد متکلم میں قسم اٹھاتا ہوں۔ عَلَيْهِنَّ ان تین چیز خصلتوں پر۔ لَا يَجْعَلُ مضارع منفی معلوم نہ کرے، یعنی یہ تین کام وہ آدمی نہیں کرے گا جس کا اسلام میں حصہ ہوگا، اگر کرے گا تو وہی کرے گا جس کا اسلام میں حصہ نہیں۔ یہ ایک دعا کا انداز ہے کہ اللہ کسی کو اسلام سے بے حصہ نہ کریں۔ لَا يَتَـوَلّٰـى باب تفعل مضارع منفی دوستی رکھتا ہے۔ فَيُوَلِّيْهِ باب تفعیل مضارع معلوم، اس بندے کا والی بنا دے۔ لَا اٰثَمَ مضارع منفی واحد متکلم میں گنہگار نہ ہوں گا۔

شـــرح: ......۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر، ام المومنین، فقیہہ تھیں اور نبی ﷺ کے ہاں ان کا خاص مقام تھا۔ ۵۷ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ اس حدیث مبارک میں تین ارکان کو اسلام کا حصہ قرار دیا گیا ہے (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ اور پھر اسلام حاصل کرنے والے کی نبی ﷺ نے تعریف فرمائی ہے اور اسے دعا دی ہے۔

۳۔ جو بندہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی اطاعت والے کام کرتا رہا ہوگا مثلاً کلمہ شہادت کی تصدیق کی اور

---

(٦٣) مسند احمد: ٢٤٥٩٧۔ مسند ابی یعلی موصلی، و رجال احمد ثقات، ہیثمی: ١٠٥.

اس کے مطابق اس کے تقاضے پورے کیے اور بھی نیکی کے کام سرانجام دیتا رہا ہوگا جن کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی صف میں شامل ہو چکا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے وفاداری کریں گے۔ روزِ قیامت خود اسے اپنی نگرانی میں رکھیں گے، غیر کے سپرد نہیں کریں گے اور اس سخت دن میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔

۴۔ اور اس حدیث میں انسان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ دینی اعتبار سے وہ سوچ لے کہ اپنی محبت کا مرکز کس کو قرار دے رہا ہے، جس قوم، مذہب، شخص یا جس بھی چیز سے محبت کرتا ہوگا اس کا حشر اس کے ساتھ ہی ہوگا۔

آج مسلمان لباس، چال ڈھال، وضع قطع میں ہندوؤں یا یورپ والوں کے روپ میں رہنا پسند کرتا ہے۔ یہ اس سے آگاہ رہے، جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرے گا ان میں سے ہی ہوگا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جو جس کی عبادت کیا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ چلا جائے۔ سب اپنے معبودوں کے ساتھ کھڑے ہوجائیں گے۔ جو فقط اپنے رب کی پرستش کرتے تھے وہ کھڑے رہیں گے، ان سے رب کائنات کہیں گے: سب اپنے پسندیدہ خداؤں کے ساتھ چلے گئے ہیں، تم کیوں نہیں جاتے؟ وہ کہیں گے: ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، جب اللہ تعالیٰ پردہ ہٹائیں گے تو یہ اسی وقت سجدہ ریز ہوجائیں گے، پھر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (ابن کثیر: ۱/۵۲۳ سند صحیح)

آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت شادمان ہوئے کیونکہ ان کے دل میں محمد ﷺ کی محبت سب سے بڑھ کر تھی۔

۴۔ اور اس حدیث کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی ستاری صفت (پردہ پوشی) بیان ہوئی ہے اگر اس ستار العیوب نے دنیا میں گناہوں پر پردہ ڈالا ہوگا تو روز قیامت بھی ان پر پردہ ہی رہنے دے گا، آشکارا نہیں کرے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک بندے کو بالکل قریب کرتے ہوئے اس کے وہ گناہ یاد دلائیں گے جس کا کسی کو علم نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اسے خود بھی علم نہ ہوگا، یہ آدمی یقین کرے گا کہ میری ہلاکت ہوئی سو ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے دنیا میں پردہ رکھا جا آج بھی پردہ ہی رہنے دیتا ہوں اور معاف کرتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

٦٤۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ طُعْمَ الإِيْمَان مَنْ كَانَ اللّٰـهُ وَرَسُوْلُـهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جس میں موجود ہوں اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا: جس کو اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہو، وہ کسی سے محبت کرتا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، وہ جو کفر کی

(٦٤) مسلم (٤٣-) بخاری (١٦) ترمذی (٢٦٢٤) نسائی (٥٠١٤) ابن ماجه (٤٠٣٣) احمد (١٣٦٥٦) دارمی (٢٧٤١)

وَمَـنْ كَـرِهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰـهُ مِـنْـهُ كَـمَـا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ . طرف لوٹنا جب کہ اللہ نے اس کو کفر سے نکالا ہے اتنا ناپسند کرتا ہو جیسے وہ آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔“

(رواه مسلم، ٤٣)

مفردات: ......ثَلَاثٌ تین یہ مبتداء ہے، اگلا جملہ اس کی خبر بن رہا ہے۔ کُنَّ یہ کَانَ سے جمع مؤنث غائب ہے، یہ تامہ ہے، جسے حاصل ہوئیں۔ بِهِنَّ ان تین خصلتوں کی وجہ سے حَلَاوَة یہ نَصَر سے مصدر ہے، لذت اَحَبَّ اسمِ تفضیلی ہے کَانَ کی خبر ہے، منصوب ہے۔ اَنْقَذَ باب افعال، ماضی واحد مذکر غائب، بچایا اس کو مِنْهُ اس کفر سے۔ اَنْ يُّلْقٰى باب افعال مضارع مجہول، ڈالا جائے۔

شرح: ......اس حدیث مبارک میں تین چیزوں کو ایمان کی مٹھاس قرار دیا گیا ہے: (۱) اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے بندے کو جان، مال، اہل وعیال اور دیگر تمام چیزوں سے زیادہ پیار ہو۔ (۲) کسی بندے سے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے محبت کرنا۔ (۳) کفر میں واپسی نہ کرنا۔

ان تینوں اشیاء کو ایمانی لذت کا مرکز قرار دیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اس بات پر غور کرے گا کہ شریعت بنانے والے نے جو بھی حکم دیا ہے یا جس سے بھی منع کیا ہے، اس میں دنیا کی اصلاح ہے اور آخرت کی فلاح ہے، جب یہ عادت بن جائے تو پھر اس کی خواہشات میں سرکشی نہیں رہتی بلکہ وہ اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ کے امر کی فرمانبرداری اور اس کی راہ میں پیش آنے والی مشقتوں سے دلی راحت محسوس کرے گا، اس میں ایمان کو میٹھی چیز کے ساتھ مشابہت دی گئی۔ مریض ہو تو اسے میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے اور صحیح ہو تو وہ مٹھاس اسے اتنی ہی مقدار میں محسوس ہوگی، اور اس حدیث کے آخر میں بتایا گیا کہ جب انسان منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کو تصور کرے گا اور یقین ہو کہ عطا کرتا ہے تو وہی کرتا ہے، روکتا ہے تو وہی روکتا ہے اور رسول اکرم ﷺ اپنے رب کی مراد کی وضاحت فرمانے کے لیے تشریف لائے ہیں، اللہ تعالیٰ وہی پسند کرتے ہیں جو محمد ﷺ پسند کرتے ہیں اور وہی کام پسند کرتے ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی پسند کے مطابق ہو اور اگر کسی بندے سے بھی محبت ہو تو اس وجہ سے ہو کہ یہ اللہ کا بندہ ہے، ذاتی مفاد کے لیے نہیں محبت کرتا اور کفر کی جانب لوٹنا نہ پسند کرتا ہے۔ یہ تمام کام وہی کرسکتا ہے جس کا ایمان قوی ہو، سینہ ایمان کے لیے کھل جائے اور نیکی اس کے رگ وپے میں پیوست ہو جائے یہی ایمان کی شیرینی ہے۔

٦٥۔ وَلَـهُ فِي رِوَايَةٍ بَدْلَ الثَّانِيَةِ: وَأَنْ يُحِبَّ فِي اللّٰهِ وَيُبْغِضَ لِلّٰهِ . (للنسائی، ٤٩٨٧) اور نسائی کی ایک روایت میں دوم کی بجائے یہ الفاظ ہیں: ”وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہو اور اللہ کے لیے بغض کرتا ہے۔“

مفردات: ......بَدْلُ الثانية یعنی اوپر والی حدیث میں جو نمبر۲ بات بیان ہوئی ہے اس کی بجائے یہاں نمبر ۶۵

(٦٥) نسائی: ٤٩٨٧۔ الباني: ٤٦١٤۔ بخاری: ٦٩٤١۔ مسلم: ٤٣۔ ترمذی: ٢٦٢٤۔ احمد: ١٣٦٥٦.

میں درج الفاظ ہیں۔

شــرح: ......یعنی اگر کسی سے محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذاتی مفاد وغیرہ نہ ہو، کہ وہ پورا ہو جائے تو محبت کی، نہ پورا ہو تو نفرت کی۔ بلکہ فقط میل ملاپ رضائے الٰہی کی خاطر ہو کہ ایک بھائی مسلمان سے ملیں گے تو اللہ راضی ہوگا۔

اسی طرح بغض بھی ذاتی بنیاد پر نہ ہو فقط اس لیے کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام دین کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس لیے اس سے بغض ہو، اس میں ذاتی غصہ نہ ہو۔ اگر کوئی برائی کرتا ہے تو اس سے میل ملاپ جاری رہے لیکن جب کوئی اپنا ذاتی مسئلہ بن گیا تو پھر دوسرے کی برائی کو بہانہ بنالیا یہ محبت و بغض اللہ کے لیے نہیں اپنے مفاد کے لیے ہے۔ فقط اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے دوسرے سے اس وقت تک نفرت ہو جب تک وہ نافرمانی سے باز نہیں آتا۔ جب نافرمانی چھوڑ دے تو یہ نفرت بھی چھوڑ دے۔ ذاتیات کا دخل نہ ہو۔

٦٦ - قَتَادَةُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَجِدُ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: تَرْكُ الْمُرَآءِ فِي الْحَقِّ وَالْكِذْبُ فِي الْمُزَاحَةِ، وَيَعْلَمُ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِأَهُ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ (ولم يسمع قتادة من ابن مسعود). (رواه الطبراني في الكبير، ٨٧٩٠)

قتادہ رحمہ اللہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''جس میں تین خصلتیں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پالی حق میں جھگڑا ترک کرنا دوم مزاح میں جھوٹ سے بچے سوم یہ کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو اس کو حاصل ہوا ہے وہ اس سے خطا نہیں جا سکتا تھا اور جو اس سے خطا ہوا اور حاصل نہ ہوا وہ اس کو ہرگز ملنے والا نہیں تھا۔'' (طبرانی) اور قتادہ نے ابن مسعود سے سماع نہیں کیا ہے۔

مفردات: ......اَلْمِرَاءِ یہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے، جھگڑنا۔

شــرح: ......ا۔ نام عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی رضی اللہ عنہ کنیت ابوعبدالرحمٰن۔ یہ اسلام میں سبقت والے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کبیر عالم تھے۔ ۳۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۲۔ اس میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) جھگڑے سے بچاؤ کے لیے اپنا حق بھی چھوڑنا، اگرچہ اپنا حق لینے کی اجازت ہے خواہ طاقت استعمال کرنے پڑے، لیکن جھگڑے سے جو فساد پیدا ہوتا ہے اس سے اجتناب کرتے ہوئے حق سے دستبردار ہونے کی تعریف کی گئی ہے۔ (۲) مزاح میں بھی جھوٹ سے پرہیز کرنا کیونکہ مزاح کی صورت میں اسے برا تصور نہیں کیا جاتا اسے اس موقع پر برا سمجھنا ایمان کی شیریں علامت ہے۔ (۳) تقدیر پر یقین رکھنا۔

اگرچہ یہ حدیث ضعف والی ہے لیکن ان تینوں چیزوں کے فضائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

---

(٦٦) طبراني كبير (٨٧٩٠) قتادہ کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سماع حدیث ثابت نہیں اس لیے یہ ضعیف ہے۔

٦٧۔ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ ، رَفَعَهُ: ثَلَاثٌ مِنَ الْإِيْمَانِ: اَلْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالِمِ ، وَالْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ (رواه البزار ، ٣٠)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''تین امور ایمان کا حصہ ہیں؛ مال کی کمی کے باوجود خرچ کرنا،سب کو بلاامتیاز سلام کہنا اور سوم یہ کہ تو اپنے آپ کے خلاف انصاف ہی کرے۔''

مفردات:......اَلْإِقْتَارُ باب افتعال سے مصدر ہے،تنگدستی۔بَذْلُ صرف کرنا۔

٦٨۔ عَنْ أَنَسٍ رَفَعَهُ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ اِسْتَوْجَبَ الثَّوَابَ ، وَاسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ: خُلُقٌ يَعِيْشُ بِهٖ فِيْ (النَّاسِ) ، وَوَرَعٌ يَحْجِزُهُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ ، وَحِلْمٌ يَرُدُّهُ عَنْ جَهْلِ الْجَاهِلِ (رواه البزار)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ''جس میں تین خصلتیں پائی جائیں اس کا اجر ثابت اور اس نے ایمان مکمل کر لیا: وہ اچھے اخلاق جس کے ساتھ وہ دنیا میں زندہ رہے دوم وہ تقویٰ جو اس کو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے باز رکھے اور وہ تحمل و بردباری جو اس کو جاہل کی جہالت پر اترنے سے روک دے۔'' (یہ دونوں احادیث بزار نے بیان کیں ہیں)

مفردات:......اِسْتَوْجَبَ باب استفعال، مستحق ہوا۔وَرَعٌ پرہیزگاری۔مَحَارِمِ حرام اشیاء۔

٦٩۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ . (رواه البخاری ، ١٥)

انھی سے مرفوعاً روایت ہے: ''تم میں کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا یہاں تک کہ وہ مجھے زیادہ محبوب جانے اپنے باپ، اپنے بیٹے اور سب انسانوں سے۔'' (بخاری ومسلم اور نسائی)

مفردات: ...... لَا يُؤْمِنُ باب افعال مضارع منفی، ایمان والا نہیں۔اَكُوْنَ مضارع واحد متکلم، منصوب ہے، کیونکہ اس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہے۔یعنی میں اس کی محبت کی انتہاء ہو جاؤں۔اَحَبَّ یہ اسم تفضیل سے اَكُوْن کی خبر ہے اس لیے منصوب ہے۔زیادہ پیارا ہو جاؤں۔(مرعاۃ:۱/ ۴۹)

شرح: ......۱۔ثابت ہوا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے اور چیزیں بھی درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت رسول اکرم ﷺ سے کی جائے، یہ ایمان کی تکمیل کا لازمی جزء ہے۔

۲۔اس حدیث میں صرف یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ انسان آپ ﷺ سے محبت کرے، والدہ کا ذکر نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ والدہ کا ذکر ہو تو والد بھی شامل ہو جاتا ہے، والد کا ہو تو والدہ بھی شامل ہو جاتی ہے۔اس لیے ایک کا ذکر کیا دوسرے کا ذکر نہیں کیا، جب والدین سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کا حکم ہے تو پھر دیگر اعزہ و اقارب

(٦٧) بزار: ٣٥۔ رجال صحیح کے ہیں، حسن عبداللہ کوفی جو بزار کا شیخ ہے۔اس کا پتہ نہیں کیا ہے، کیسا ہے۔

(٦٨) بزار اس میں عبداللہ بن سیمان ناقابل اعتماد ہے۔هيثمی : ١٨٣ .

(٦٩) بخاری (١٥) مسلم (٤٤) نسائی (٥٠١٤) ابن ماجه (٦٧) احمد (١٣٥٤٧) دارمی (٢٧٤١)

سے تو خود بخود زیادہ محبت کرنا ہوگی کیونکہ اولاد اور والدین دیگر رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں، اس لیے ان خاص پیارے رشتوں کا ذکر کرنے کے بعد عام لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ ان سب سے بڑھ کر رسول اکرم ﷺ سے محبت ہو۔

۳۔ یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ یہاں رسول اکرم ﷺ سے طبعی محبت زیادہ کرنے کا ذکر نہیں، اختیاری محبت زیادہ کرنے کا ذکر ہے کیونکہ والدین سے اور اہل وعیال سے انسان کو ایک طبعی محبت ہوتی ہے جو کہ نکالنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس محبت کا کسی انسان کے دل میں ہونا یہ تو ایک فطری بات ہے۔ مگر ایسا موقع آئے اپنی ذات کی منفعت ہو، اپنی خواہش ہو، یا والدین، بیوی، اولاد کی رضا ہو ایک طرف رسول اکرم ﷺ کی اطاعت یا آپ ﷺ کا حق لازم آتا ہو تو اس جگہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے حق کو ادا کرنا یہ محبت مراد ہے۔ یہ ایمان میں اضافہ کرتی ہے اور اسے اوج ثریا پر بلند کرتی ہے، اگر یہ نہیں تو پھر انسان کا ایمان ناقص ہے، اس کی فکر کرے۔ محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ محبوب کی ہمنوائی کی جائے اور محبت کے لیے ظاہری اسباب بھی ہیں، مثلاً صورت اچھی ہو، ایک سبب فضل واحسان ہے کہ کوئی کرے تو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے یا پھر اس میں روحانی کمال کی صفت ہو۔ جمال، کمال اور مال کا صرف کرنا یہ تینوں چیزیں یعنی ظاہری وباطنی فضائل رسول اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، اس لیے ساری کائنات کے رشتوں سے بڑھ کر آپ کی ذاتِ گرامی محبت کا مرکز ہے۔ مسلمانوں کو صراط مستقیم کی راہنمائی کرنا، دائمی نعمتوں سے ہمکنار کرنا اور دوزخ سے بچاؤ کی سبیل بتانا یہ ایسے اوصاف ہیں جو والدین، اولاد، اور دیگر نہیں کر سکتے یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی کر سکتے ہیں اس لیے اختیاری محبت ساری دنیا سے زیادہ انسان کو آپ ہی سے ہونی چاہیے۔

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی سنتوں کی حمایت کی جائے، اور آپ کی شریعت کا دفاع کیا جائے اور آپ کے مخالفین کا قلع قمع کیا جائے۔ اور یہ آرزو رہے کہ ہر چیز فدا ہو جائے لیکن رسول اکرم ﷺ کی ناموس کا دفاع ہو جائے یہ حقیقی اختیاری محبت ہے۔

۷۰۔ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِاَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (رواه البخاری، ۱۳)

اور ان ہی سے مرفوع روایت ہے: ”تم سے کوئی مومن نہیں بن سکتا یہاں تک کہ پسند کرے اپنے مسلمان بھائی کے لیے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

مفردات: ...... لَا يُؤْمِنُ باب افعال، مضارع منفی، ایمان والا نہیں۔ يُحِبَّ ، اَنْ پوشیدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، مضاعف، باب افعال ہے پسند کرے۔ مَا موصولہ ہے۔ (جو)

شرح: ......۱۔ اس حدیث شریف میں لوگوں کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اس عمل کو ایمان کا

(۷۰) بخاری: ۱۳۔ مسلم: ٤٥۔ ترمذی: ٢٥١٥۔ نسائی: ٥٠١٧۔ ابن ماجه: ٦٦۔ احمد: ١٣٦٥٦.

حصہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ ہر انسان اپنے لیے خیر ہی پسند کرتا ہے، اس لیے دوسروں کے لیے بھی خیر ہی پسند کرے۔ اور شر اور برائی کوئی بھی پسند نہیں کرتا لہٰذا بھائی کے لیے بھی شرانگیزی کو پسند نہ کرے۔

۳۔ اس حدیث میں اصل میں تواضع وانکساری کی تلقین ہے کیونکہ ہر انسان کی آرزو ہوتی ہے کہ کوئی غیر مجھ پر اپنی برتری اور بڑائی نہ جتائے۔ اگر یہی چیز اس آدمی میں آجائے کہ جس طرح میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھ پر کوئی تکبر کا اظہار کرے اسی طرح مجھے بھی یہ نہیں کرنا چاہیے تو یہ تواضع کا پیکر رہے گا۔ اور معاشرہ اس کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہے گا۔ قرآن پاک کی آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۝﴾ (القصص : ۸۳)

''یہ آخرت کا گھر ہے اسے ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور نہ ہی فساد کرتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، زمین میں فساد نہ کرنے کا مطلب ہے کہ حسد، دھوکہ، کینہ، خیانت وغیرہ نہیں کرتے۔ (فتح الباری: ۱/ ۵۸)

بہرصورت ثابت ہوا کہ تمام اچھائیاں جس طرح انسان خود اپنے لیے پسند کرتا ہے اور تمام برائیاں اور بدسلوکیاں اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، اسی طرح اگر انسان دوسروں کے لیے بھی اچھائیاں پسند اور برائیاں ناپسند کرے تو معاشرہ امن سے معمور ہو جائے اور نیکی پروان چڑھے گی اور شر کی جڑ کٹے گی۔

۷۱۔ أَبُوْ أُمَامَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ. (رواہ ابوداود، ٤٦٨١)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''جس نے محبت کی تو اللہ کے لیے، بغض کیا تو اللہ کے لیے، دیا تو اللہ کے لیے اور روکا تو اللہ کے لیے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کیا۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... اَحَبَّ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، محبت کی۔ وَاَبْغَضَ باب افعال سے ماضی واحد مذکر، بغض رکھا، ناپسند کیا۔ وَاَعْطٰی باب افعال، ماضی دیا۔ اِسْتَکْمَلَ استفعال ماضی واحد، مکمل کرلیا۔

شرح: ...... اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ذاتی فائدہ نہ ہو محض اس کی رضا کے لیے دوسرے سے محبت کرنا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور مسلمان ہے، اس سے مفاد حاصل کرنا، ریا کاری کے لیے یا ذاتی

(۷۱) ابوداود: ٤٦٨١۔ صحیح البانی: ۳۹۱۵۔

خواہش وغیرہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے بغض رکھنے کا مطلب ہے کہ اسے ایذاء پہنچانے کے لیے یا ذاتی وجہ عناد کی بنا پر بغض نہ ہو بلکہ اس وجہ سے ہو کہ یہ کافر ہے یا اپنے رب کا نافرمان ہے اس لیے اس سے اظہار نفرت ہو۔

اللہ کے لیے عطا کرنا یہ ہے کہ اس ذاتِ بے ہمتا سے ثواب لینے اور اس کی رضا جوئی کے لیے دے۔ ریا کاری یا ذاتی میلان کی وجہ سے عطیات نہ دے۔ اور اگر زکوٰۃ صدقات یا دیگر اخراجات دوسرے سے اس لیے روکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مستحق قرار نہ دیا ہو، اس لیے اسے نہیں دیتا اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر مال نہ روکا ہو۔

الغرض تمام اعمال میں یہی کیفیت ہو کسی سے بات کرے تو اللہ کے لیے، خاموش رہے تو رضائے الٰہی کے لیے۔ لوگوں سے ملاپ ہو تو رضائے الٰہی کے لیے، لوگوں سے علیحدگی ہو تو اس کی رضا کی خاطر ہو، بلکہ فرمان الٰہی کا عکس بن جائے کہ:

﴿إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥﴾ (الانعام: ١٦٢)

''یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگانی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔''

اللہ کے لیے محبت، اللہ کے لیے بغض، اللہ کے لیے دینا، اللہ کے لیے روکنا، یہ چاروں اعمال خصوصی طور پر ذکر کیے گئے ہیں وجہ یہ ہے کہ عموماً یہ کام ذاتی خواہشات اور نفسانی رجحانات کے لیے وجود میں لائے جاتے ہیں ان کو محض رضائے الٰہی کے لیے کرنا بہت عظمت والی بات ہے، یہ چاروں محض رضائے الٰہی کے لیے سرزد ہوں گے تو دیگر اعمال بالاولیٰ رضائے الٰہی کے لیے ہوں گے اسی لیے حدیث کے آخر میں اسے ایمان اور دین کی تکمیل قرار دیا گیا ہے۔ دین کی روح اخلاص ہے جو کہ ان کاموں سے پیدا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کو روزِ قیامت عرش الٰہی کا سایہ ملنے کی نوید سنائی گئی ہے۔ (بخاری، مسلم، مرعاۃ:۱/۱۰۲)

٧٢۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ لَيْلٰى عَنْ أَبِيْهِ، رَفَعَهٗ: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ، وَأَهْلِیْ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهٖ، وَعِتْرَتِیْ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ، وَذَاتِیْ أَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهٖ. (للكبرى، ٤٦١٦، والأوسط بضعف)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے والد مرفوع بیان کرتے ہیں: ''بندہ مؤمن نہیں بنتا یہاں تک کہ میں زیادہ محبوب ہو جاؤں اس کے نزدیک اس کی جان اور اس کی اہل سے اور زیادہ محبوب ہو جائے اس کے نزدیک میری اہل اس کی اپنی اہل سے اور میری اولاد اس کی اپنی اولاد سے اور میری ذات زیادہ محبوب ہو جائے اس کو اپنی ذات سے۔'' (الکبیر اور الاوسط بروایت ضعیف)

(٧٢) طبرانی کبیر اور اوسط: ٤٦١٦۔ اس میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہے، یہ برے حافظے والا ہے، صحت کے قابل نہیں، یہ حدیث ضعیف ہے۔

مفردات: ...... وَعِتْرَتِیْ میرے اہل بیت۔

٧٣۔ عَنْ عَمْرُوبْنِ الْجُمُوْحِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ: لاَ يَحِقُّ الْعَبْدُ صَرِيْحَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَيُبْغِضَ لِلّٰهِ فَإِذَا أَحَبَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَقَدِ اسْتَحَقَّ الْوِلاَيَةَ مِنَ اللّٰهِ إِنَّ أَوْلِيَائِی مِنْ عِبَادِیْ وَأَحِبَّائِی مِنْ خَلْقِیْ الَّذِیْ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِیْ وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ . (رواه أحمد ١٥١٢١ بضعف)

سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''بندہ مومن نہیں بنتا ہے یہاں تک کہ وہ محبت کرے اللہ کے لیے اور بغض رکھے تو اللہ کے لیے پس جب وہ محبت کرے تو اللہ کے لیے اور بغض کرے تو اللہ کے لیے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق قرار پا جاتا ہے۔ بے شک میرے اولیاء میری مخلوق میں سے اور محبوب بندے وہ ہیں جن کا تذکرہ ہو میرے ذکر کے ساتھ اور میرا ذکر ہو ان کے ذکر کے ساتھ۔'' (احمد بسند ضعیف)

مفردات: ...... لَا يَحِقُّ مضاعف منفی، حقدار نہیں۔ وَاَحِبَّائِیْ اس کا واحد حَبِيْبٌ ہے۔ میرے دوست۔ وَاُذْكَرُ یہ نَصَرَ سے مضارع مجہول واحد متکلم میں ذکر کیا جاؤں۔

شرح: ...... ا۔ اس حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے محبوب بندے وہ ہیں جو میرا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اور پھر ان کے اس ذکر الٰہی سے متاثر ہو کر دوسرے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں، ان نیک لوگوں کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

٧٤۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ . (رواه الترمذی، ٢٦٢٧)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے کہ تمام لوگ اس کو اپنے خون اور اپنے مال پر امین جانتے ہوں۔'' (ترمذی ونسائی)

مفردات: ...... سَلِمَ، عَلِمَ سلامت رہے۔ اَمِنَه، علم، امن میں ہو۔

شرح: ...... صحیح مسلمان وہ ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو جو اپنی زبان سے نہ کو کسی کو گالی دے، نہ لعنت کرے، نہ غیبت کرے، نہ بہتان باندھے، نہ چغلی کرے، نہ ناجائز مارے، نہ قتل کرے، دھکا نہ دے اور نہ اپنے ہاتھ سے باطل تحریر کرے وغیرہ۔ زبان کی حفاظت کا پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی ایذاء رسانی سخت ہے اور اس کے زخم گہرے ہوتے ہیں، محاورہ ہے تیروں کے زخم مٹ جاتے ہیں زبان کے گھاؤ نہیں مٹتے۔

---

(٧٣) احمد: ١٥١٢١۔ اس میں رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

(٧٤) ترمذی: ٢٦٢٧۔ نسائی: ٤٩٩٥۔ احمد: ٨٧١٢۔ حسن صحیح: البانی: ٢١١٨۔

ہاتھ اور زبان سے سلامت رکھنے کی خصوصی تلقین ہوئی ہے کیونکہ یہ دونوں اعضاء زیادہ تر تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اگر ان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے گا تو دوسرے اعضاء سے زیادہ محفوظ ہوسکتا ہے۔

۲۔ اصل مومن وہ ہے جس سے لوگ خون اور مال کے بارے میں خیانت سے خوفزدہ نہ ہوں بلکہ وہ ان دونوں کے بارے میں امانت ودیانت سے کام لے۔ نبی ﷺ نے اسلام سے سلامتی اور ایمان سے امن کی اہمیت سے آگاہ فرمایا ہے یعنی جس میں دوسرے بھائی کے لیے امن ہو وہ مومن کہلوا سکتا ہے اور جس کے دل میں دوسرے بھائی کے لیے سلامتی ہو وہ مسلمان کہلوا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو وہ نام کا مومن اور نام کا مسلم ہے، حقیقت میں نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۳۶۲)

۷۵۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَدَلَ وَالْمُؤْمِنُ . . . الخ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ . (رواه البخاري، ۱۰)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں وَالْـمـؤمن تا آخر کے بدلے ہے: ''مہاجر وہ ہے جو ترک کر دے اس چیز کو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔''

مفردات: ......اَلْمُهَاجِرُ باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے، هَجَرَ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ چھوڑا۔

شرح: ...... دین کی حفاظت کی خاطر گھر بار چھوڑ کر دوسری جگہ رہنے کا نام ہجرت ہے، دین کی خاطر ہجرت کرنا ایک عظیم نیک کارنامہ ہے۔ نبی ﷺ نے جامع حکم کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کیا ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کی خاطر، ظاہری طور پر وطن چھوڑ کر جانا بھی ایمان کی علامت ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حقیقی مہاجر وہ ہے جو باطنی خطرات سے آگاہ رہے اور شریعت کے احکام کی پابندی کرے اور اس کی منع کردہ اشیاء سے باز رہے۔

۷۶۔ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفُ . (رواه البخاري، ۱۲)

سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: تو کھانا کھلا اور تو سلام کہہ جس کو تو جانتا ہے اس کو بھی اور جس کو نہیں جانتا اس کو بھی۔''

مفردات: ...... رَجُلًا ایک آدمی نے۔ ایک قول ہے اس کے نام کا علم نہیں۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے، ایک قول ہے ہانی بن یزید تھے۔ اَيُّ یہ استفہام کے لیے، کونسا۔ تُطْعِمُ افعال سے حاضر مذکر تو کھلائے۔ لَمْ تَعْرِفْ نفی جحد واحد حاضر تو نہ پہچانے۔

شرح: ......۱۔ نام، عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم سہمی رضی اللہ عنہما کنیت ابومحمد تھی۔ کثرت سے احادیث بیان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ طائف میں فوت ہوئے۔ (تقریب)

(۷۵) بخاری: ۱۰۔ مسلم: ۴۰۔ نسائی: ۴۹۹۶۔ ابوداود: ۲۴۸۔ احمد: ۷۰۴۶۔ دارمی: ۲۷۱۶.

(۷۶) بخاری: ۱۲۔ مسلم: ۳۹۔ ترمذی: ۱۸۵۵۔ نسائی: ۵۰۰۰۔ ابوداود: ۵۱۹۴۔ ابن ماجہ: ۳۶۹۴۔ احمد: ۶۸۰۹۔ دارمی: ۲۰۸۱.

۲۔ سائل کے جواب میں نبی ﷺ نے کھانا کھلانا اور سلام کہنا ان دونوں کاموں کو خیر قرار دیا ہے، کیونکہ خیر شر کے مقابلے میں ہے۔ زبان بھی شر کا مرکز ہے اسے سلام و دعا کے لیے استعمال کرنا خیر بن جاتا ہے۔ اور اس وقت فاقہ مستی سے لوگوں کی حالت سخت خراب تھی، اس لیے نفع عام پہنچانے کی ترغیب دلا دی گویا اس حدیث میں زبان وعمل سے خیر کی راہنمائی کر دی گئی ہے۔

۳۔ مدینہ میں تشریف لاتے ہی رسول اکرم ﷺ نے کھانا کھلانے کی ترغیب دلائی تھی کیونکہ بڑی مشکل صورت حال تھی اور آپ ﷺ نے السلام علیکم کہنے کی بھی ترغیب دلائی تھی۔ فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ اَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ. (ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، حسن صحیح) ''اے لوگو! کھانا کھلاؤ، سلام پھیلاؤ، رشتے جوڑتے جاؤ، اور جب لوگ خواب شیریں کے مزے لوٹ رہے ہوں تو تم نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' کھانا کھلانے میں مسکین فقیر، مہمان، مسافر، دوست احباب سب شامل ہیں کہ انہیں کھلایا جائے۔

۴۔ جسے جانتے ہیں یا جسے نہیں جانتے سب کو سلام کہنا تصنع تکبر اور چاپلوسی سے پاک ہوتا ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ اسے اسلامی شعائر اور سلامتی کی علامت سمجھ کر عام کیا جائے یا پھر مسلمان کا حق تصور کرتے ہوئے اسے پھیلایا جائے، اپنی کوئی غرض نہ ہو، کافر کو سلام کہنے میں پہل نہ کی جائے، اہل کتاب یہودی اور عیسائی سے بھی پہل نہ کی جائے کیونکہ ان کا کفر اس دعا کا مستحق نہیں۔ اگر یہ سلام کہیں تو وعلیکم کہا جائے۔

۵۔ ثابت ہوا کہ یہ دونوں عمل بہترین اسلام اور بہترین مسلمان کی علامت ہیں۔

۷۷۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَارَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْالَہٗ بِالإِیْمَانِ فَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ إِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ الأیۃ (رواہ الترمذی ۲٦۱۷)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں آنے جانے کی عادت پر ثابت قدم دیکھو تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''بے شک مسجد کو آباد کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... یَعْتَادُ باب افتعال، مضارع معلوم، بار بار آتا جاتا ہے۔

شرح: ...... ۱۔ کنیت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، نام سعد بن مالک بن سنان بن عبید انصاری۔ ٦۵ ہجری میں مدینہ میں

---

(۷۷) ترمذی: ۲٦۱۷۔ ابن ماجہ: ۸۰۲۔ احمد: ۲۷۳۲۵۔ دارمی: ۱۲۲۳۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٤۹۰۔ تاہم اس آیت کی تفسیر کے طور پر اس کا مفہوم درست ہے۔

وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔مسجد میں آنے کی عادت بنانے کا مطلب اسے تعمیر کرنا، آباد کرنا اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آنا، اس میں درس وغیرہ دینا، تلاوت قرآن کرنا، جھاڑو دینا، اسے روشن کرنا، صاف کرنا وغیرہ۔

۷۸۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلاَثٌ مِنْ أَصْلِ الإِيْمَانِ الكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَلاَ يَكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ وَلاَ يُخْرِجُهُ عَنِ الْإِسْلاَمِ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ تُقَاتِلَ آخِرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ الدَّجَالَ لاَ يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلاَ عَدْلُ عَادِلٍ وَالإِيْمَانُ بِالأَقْدَارِ . (رواه أبوداود ۲۵۳۲)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کی روایت ہے: ”تین امور اصل ایمان ہیں اور اس آدمی سے ہاتھ روک لینا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دینا اور کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ قرار دینا دوم یہ کہ جہاد جاری رہے گا جس دن سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس سے اس کی ابتداء ہوئی ہے تا آخر جب اس امت کے لوگ دجال سے قتال کریں گے کسی ظالم کا ظلم اور عادل کا عدل اس کو باطل نہیں کرے گا۔ سوم یہ کہ تقدیر پر ایمان لائے۔“ (ابوداؤد)

مفردات: ...... ثَلاثٌ تین خصلتیں۔ لا يُكَفِّرْهُ باب تفعیل نفی غائب ایک نسخہ میں نہی غائب بھی ہے، کافر نہ قرار دے۔ لا يُخْرِجُهُ اس میں بھی دونوں صیغے ہیں، خارج قرار نہ دے۔ مَاضٍ یہ ضَرَبَ سے اسم فاعل ہے۔ یہ هُوَ مبتداء محذوف کی خبر ہے، جاری رہنے والا ہے۔ لا يبْطِلُهٗ باب افعال مضارع منفی، گرا نہ سکے گا۔

شرح: ......اس میں تین چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کا اقرار کرنے والے کے جان مال کی حفاظت کی جائے۔ اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اسے کافر قرار نہ دیا جائے۔ ہاں! اگر کوئی کفر والا کام کرے گا تو پھر اسے کفر کی جانب منسوب کیا جائے گا۔

(۲) جہاد جاری رہے گا اور آخر وقت تک رہے گا مسیح الدجال کے زمانہ تک کی حد بندی اس لیے کی گئی ہے کہ دجال کے قتل کے بعد یاجوج ماجوج ہوں گے، ان کے مقابلے کی قوت نہ ہونے کے سبب جہاد کی فرضیت نہ ہوگی اور ان کی ہلاکت کے بعد جب تک عیسیٰ علیہ السلام رہیں گے زمین پر کوئی کافر نہ رہے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف کافر ہی رہ جائیں گے۔ ہر مسلمان کو ایک معطر ہوا کے ذریعے سے فوت کر دیا جائے گا۔ اس لیے مسیح الدجال تک جہاد جاری رہنے کا کہا گیا ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۱۳۴)

(۳) جو کچھ بھی ہوا ہے، یا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر میں ہے، اس پر ایمان رکھا جائے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مفہوم صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس لیے ہم نے وضاحت کر دی ہے۔

---

(۷۸) ابوداود: ۳۵۳۲۔ ضعیف البانی: ٥٤٤.

۷۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوَسْوَسَةِ فَقَالُوْا إِنَّ أَحَدَنَا لَيَجِدُ فِيْ نَفْسِهِ مَالَأَنْ يَحْتَرِقَ حَتَّى يَصِيْرَ حُمَمَةً أَوْ يَخِرَّ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ أَحَبَّ إِلَيْهِ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِقَالَ: ذٰلِكَ مَحْضُ الْإِيْمَانِ. (رواه مسلم ۱۳۳کتاب الإیمان)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا اور لوگوں نے عرض کی: ہم میں سے کوئی اپنے نفس میں وسوسے پاتا ہے کہ اگر وہ آگ میں جل کر کوئلہ ہو جائے یا آسمان سے گر کر زمین پر آ جائے تو یہ اس کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ اس وسوسے پر بولے اور گفتگو کرے۔ فرمایا: ''یہ محض خالص ایمان ہے۔'' (مسلم)

مفردات: ...... اَلْوَسْوَسَةِ اس کا اصل معنی تو آہستہ سی آواز ہے، دل میں آنے والے خیالات جو یقین اور عمل کا درجہ نہ پائیں۔ بس خیال آئیں اور نکل جائیں دل میں قرار نہ پائیں اگر اچھے ہوں تو الہام اگر نافرمانی والے ہوں تو وسوسہ کہلاتے ہیں۔ لَيَجِدُ ضَرب سے مضارع معلوم، لام تاکید ہے، پاتا ہے۔ يَحْتَرِقَ جل جائے۔ افتعال سے مضارع معلوم۔ حُمَمَةً کوئلہ بن جائے۔ يَخِرَّ مضاعف ضرب مضارع واحد مذکر غائب گر پڑے، مَحْضُ خالص۔

شرح: ...... ۱۔ دل میں جو وسواس آتے تھے، اور جن کے آنے سے گھبرا کر لوگ جلنے مرنے یا بلندی پر سے گرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ یہ باتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور وہ کیسا ہے اور کس چیز سے بنا ہوا ہے۔ وغیرہ

حالانکہ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے، وہ پیدا نہیں ہوا، وہ مخلوق نہیں، ہر چیز کا خالق ہے لیکن انھیں اس بارے میں وسواس آنا بہت خطرناک محسوس ہوا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا ایسے خطرناک خیالات پیدا ہوئے ہیں اور تم انہیں مذموم سمجھتے ہو انہوں نے عرض کی، ہاں جی!

تو ایسی کیفیت کو نبی اکرم ﷺ نے صریح ایمان قرار دیا۔

نبی ﷺ نے ان وسوسوں کو صریح ایمان نہیں قرار دیا بلکہ ان وسوسوں کو برا سمجھنے کو خالص ایمان قرار دیا ہے کیونکہ ایسے خیالات ڈال کر شیطان مسلمان کو راہِ راست سے اغواء کرنا چاہتا ہے کافر تو پہلے ہی اس کے جال میں پھنسا ہوتا ہے۔ شیطان ایسے شکوک ڈال کر ایماندار کے ایمان میں گدلا پن ثابت کرنا چاہتا ہے، ایماندار ان غلط خیالات کو خطرے کی گھنٹی سمجھ کر پہلے ہی آگاہ ہو جاتا ہے۔ ان سے بچنے کی تدبیر کرتا ہے، اس لیے اسے صریح ایمان قرار دیا گیا ہے۔

۸۰۔ وَلَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّكَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ. (رواه أبوداود، ۵۱۱۲)

مسلم کی دوسری روایت میں ہے: ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے مکر کو وسوسہ میں تبدیل کر دیا ہے۔''

(۷۹) مسلم: ۱۲۳۔ ابوداود: ٤٤٤٨۔ احمد: ۳۱۵۱.

تنبیهه: یہ الفاظ: وَقَالُوْا انّ احدنا سے لے کر یتکلم بہ تک یہ ابوداوٗد میں ہیں، مسلم میں نہیں۔ مسلم میں صرف یہ الفاظ ہیں۔ سئل النبی ﷺ عن الوسوسة قال ذلك محض الایمان.

(۸۰) ابوداود: ۵۱۱۲۔ صحیح ہے۔ احمد: ۳۱۵۱۔ البانی: ٤٢٦٤.

مفردات: ...... رَدَّ نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب، اس نے لوٹایا۔ اَمْرَہٗ اس کا معاملہ، یہ مفعول بہ ہے۔ اس شیطان کا یا اس آدمی کا معاملہ یا تدبیر لوٹا دی۔

شرح: ...... مقصد یہ ہے کہ شیطان لوگوں کو کفر کا حکم دیتا ہے، یہ جو اسے برا مانتے ہیں اور اس کا وسوسہ آنے پر خبردار ہو جاتے ہیں، انہیں وہ گمراہ نہیں کر سکا صرف وسوسہ ہی ڈال سکا ہے اور اس انسان کو یہ علم بھی ہے کہ یہ وسوسہ وغیرہ برا ہے تو اس کفر سے بچ کر اس وسوسہ تک ہی محدود رہنا اور وسوسہ بھی ایسا ہے جس پر گرفت نہیں اس سے درگزر کر دیا گیا ہے تو یہ معاملہ اس قابل ہے کہ اس پر پروردگار عالم کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

۸۱۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيّ بْنِ الْخِيَارِ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ فَلَمْ نَدْرِ مَا سَارَّهُ حَتّٰى جَهَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَسْتَأْذِنُهُ فِيْ قَتْلِ رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ اَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَلٰى وَلَا شَهَادَةَ لَهُ قَالَ أَلَيْسَ يُصَلِّيْ قَالَ بَلٰى وَلَا صَلَاةَ لَهُ قَالَ ﷺ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ نَهَانِي اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِمْ . (رواه مالك ٤١٥)

عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے کہ ایک مرد آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے مخفی طور پر بات کی اور ہمیں معلوم نہ ہو سکا جو اس نے مخفی طور پر کہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے جہراً بات کی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک منافق آدمی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا یہ گواہی تو دیتا ہے مگر اس کی کلمہ شہادت کی گواہی دینا درست نہیں ہے۔ فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا: ہاں مگر اس کی نماز نہیں ہے۔ فرمایا: ''ایسے لوگوں کے قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے۔'' (موطأ)

مفردات: ...... بَيْنَمَا ایک دفعہ، یہ ظرف ہے، ظَهْرَانَيْ درمیان۔ فَسَارَّهٗ باب مفاعلہ، ماضی ضمیر مفعول بہ نبی ﷺ سے آہستہ بات کی۔ فَلَمْ يُدْرَ یہ ضَرَبَ سے نفی جحد مجہول ہے۔ پتہ نہ چلا۔ نَهَانِيْ ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ یاء مفعول بہ۔ مجھے نَسع کیا۔

شرح: ...... نام، عبید اللہ بن عدی بن خیار بن نوفل بن عبد مناف قرشی نوفلی، مدنی رحمہ اللہ، بعض انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کرتے ہیں، زیادہ تر محدثین انہیں کبار تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ ولید بن عبد الملک کے دور کے آخر میں فوت ہوئے۔

---

(۸۱) موطا: ٤١٥۔ اکثر نے اسے مرسل بیان کیا ہے، صرف روح بن عبادہ جو موطا کے راوی ہیں۔ انہوں نے امام مالک سے موصول بیان کیا ہے۔ ابن عبد البر نے بھی باسند بیان کی ہے۔ (شرح زرقانی) زرقانی کی تحقیق کے مطابق یہ مقبول حدیث ہے۔

۲۔جس آدمی نے نبی ﷺ سے آہستہ بات کی تھی، ایک قول ہے کہ وہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ تھے اور جس کے قتل کے متعلق بات کی تھی وہ مالک بن دخشم ہیں، ایک قول ہے وہ بات کرنے والے سہیل بن عمرو تھے۔

۳۔اس واقعہ کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک کھانے میں تشریف فرما تھے، وہاں کچھ لوگ اہل محلّہ میں سے بھی آ گئے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ مالک کہاں ہے، کسی نے کہہ دیا وہ تو منافق ہے، اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہیں۔ آپ نے فرمایا، ایسا نہ کہو۔ وہ چونکہ منافقوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں منافق قرار دیا اور قتل کی اجازت مانگی۔

لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تو لا الـه الا الله محمد رسول الله کہتا ہے، انہوں نے کہا: اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر نماز کا کہا، پھر انہوں نے کہا، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا کلمہ کہنا اور نماز پڑھنا قتل میں رکاوٹ ہے کہ اگر تم اسے قتل کرو گے تو لوگ کہیں گے یہ اپنے کلمہ گو اور نماز گزار ساتھیوں کو بھی بے دریغ قتل کرتے ہیں اور دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے آدمی کے قتل کی اجازت نہیں دی جو ایمان کا اقرار کرے اور نماز پڑھے۔ اگر قصاص یا حد کا معاملہ ہو تو پھر میں رعایت نہ کروں گا۔ (زرقانی: ۱/ ۳۵۰)

۸۲۔ عَـنْ أَبِـیْ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَـقُـوْلُ: مَنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ (رواه مسلم ۲۳ . فی کتاب الأیمان)	طارق الاشجعی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ''جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور کفر کیا ہر اس معبود کا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اللہ نے اس کا مال اور اس کا خون حرام کر دیا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔'' (مسلم)

مفردات: ...... يُعْبَدُ، نَصَر سے مضارع مجہول عبادت کیا جاتا ہے۔ حَرُمَ شرف سے ماضی، محفوظ کر لیا۔

شرح: ...... یعنی بظاہر جو توحید پر قائم رہا اور شرک نہ کیا، ایمان لے آیا اور کلمہ شہادت کی گواہی دی، اس کے مال اور جان کو امن حاصل ہو گا۔ اگر کوئی ایسا عمل کرے گا جو کہ مال اور خون کی حفاظت کا امن توڑ دے تو پھر اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ مثلاً حد توڑ دی یا قصاص کا معاملہ پیش آ جائے باقی اس کے اندرونِ دل کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، نیت میں کیا چھپا ہے، وہی جانتا ہے وہ خود اس کا حساب لے گا۔

۸۳۔ عَـنْ عَمْرِوبْنِ عَبَسَةَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ مَعَكَ	سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے، کہا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے ساتھ اس دین پر کون

(۸۲) مسلم: ۲۳۔ کتاب الایمان احمد: ۲٦٦٧٠.

(۸۳) احمد: ۱۸۹٤۲۔ مسلم: ۱۸۳۲۔ نسائی: ۵۸٤۔ ابن ماجه: ۲۷۹٤۔ احمد والی سند میں شہر بن ہوشب ہیں، ان میں معمولی ضعف ہے، زیادہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ هیثمی: ١٦٧.

عَـلٰـی هٰـذَا الاَمْـرِ قَـالَ حُرٌّ وَعَبْدٌ قُلْتُ مَا الْإِسْلَامُ قَـالَ طِيْبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ قُلْتُ مَاالْإِيْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قَالَ قُـلْـتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ اَفْـضَـلُ قَـالَ مَنْ سَلِمَ الْـمُـسْـلِـمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِيْـمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الـصَّلاَـةِ أَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ قُـلْـتُ أَيُّ الْهِـجْـرَـةِ أَفْضُلُ قَالَ أَنْ تَهْجُرَ مَاكَرِهَ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ . (رواه أحمد بلفظه ١٨٩٤٢والكبير)

ہے؟ فرمایا: غلام اور آزاد ہے۔ میں نے کہا: اسلام کیا ہے؟ فرمایا: صبر اور سماحت و درگذر۔ میں نے کہا: افضل اسلام کون سا ہے؟ فرمایا وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے سب مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے کہا: کون سا ایمان افضل ہے؟ فرمایا: اچھے اخلاق۔ میں نے کہا: کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا: طویل قراءت۔ میں نے عرض کی کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا: وہ کام ترک کرنا جو تیرے رب کو ناپسند ہو۔'' (الکبیر اور احمد کے الفاظ)

مفردات: ...... اَتَيْتُ واحد متکلم میں آیا، هٰذا الْاَمْرِ یعنی دین کے معاملے میں وَالسَّماحَةُ سخاوت۔ عُقِرَ ماضی مجہول واحد مذکر ضَرَب سے، کاٹ دیا جائے۔ جَوَادُهٗ گھوڑا، واُهْرِيْقَ یہ باب افعال سے ماضی مجہول ہے، بہایا جائے۔ یہ اَرَاق سے ہے، ہمزہ کو ھاء سے بدل دیا ہے۔ اَلْاٰخَرُ یہ جَوْفِ کی صفت ہے۔ رات کا آخر۔

شرح: ...... ا۔ عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ، ان کی کنیت ابو نجیح ہے۔ یہ حضرت ابوذر کے ماں جائے بھائی تھے۔ یہ جاہلیت میں بھی بتوں کی عبادت سے علیحدہ رہے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے۔ (اصابہ: ۳/ ۲۔ تہذیب التہذیب: ۸/ ۶۹)

۲۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دین کے معاملہ میں آپ کا ہمنوا اور کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا نام اس لیے نہ لیا کہ وہ ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ انہوں نے بڑی عمر والوں کا پوچھا تھا، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان تھیں، ان کا نام اس لیے نہ بتایا کہ یہ پردہ میں تھیں۔ اور عورت تھیں، انہوں نے مردوں کے متعلق پوچھا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا ایک آزاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اور دوسرے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۔ اسلام کی علامت کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم گفتگو اور کھانا کھلانا بتایا جو کہ مکارم اخلاق کے اہم ارکان ہیں۔ ان میں زبان کی شیرینی اور لوگوں سے حسن سلوک شامل ہے۔

اور جب انہوں نے ایمان کے ثمرات پوچھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جامع گر بتایا کہ صبر کرنا، یعنی اطاعت کا کام ہو تو سرافگندہ ہونا، معصیت والا ہو تو اس سے دور رہنا، مصیبت کے وقت قرار پکڑنا، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا اور دوسرا کمال سماحت بتایا، یعنی دنیا میں زہد و تقویٰ سے رہنا، فقراء وغیرہ کے ساتھ احسان و کرم سے پیش آنا۔

پھر انہوں نے اسلام کے اس عمل کو دریافت کیا جس سے بہت زیادہ اجر ملے تو نبی اکرم ﷺ نے اخلاق حسنہ بتائے۔ یعنی ایسی عمدہ عادات اپنائی جائیں جن میں ریا کاری وغیرہ نہ ہو۔

پھر انہوں نے افضل نماز کا دریافت کیا جو کہ دین کا ستون ہے، آپ نے فرمایا جس میں قیام، قراءت طویل ہو۔ خشوع وخضوع ہو، وہ نماز بہترین ہے۔

پھر انہوں نے بہترین ہجرت کا دریافت کیا، آپ نے جامع جواب دیا جس میں ہر چیز آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کام ترک کر دیئے جائیں۔

پھر آپ نے افضل جہاد بتایا کیونکہ آدمی خود شہید ہو، گھوڑا بھی شہید ہو اس میں دو خوبیاں آتی ہیں، ایک راہِ خدا میں شہادت دوسرا اللہ کی راہ میں مال قربان کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ مبارک وقت بتایا، جب شہنشاہِ کبریا پہلے آسمان پر آتے ہیں۔ اور اس پر سعادت وقت کے لمحات میں سجدہ ریزی کرنے والا اپنے پروردگار کے بہت قریب آتا ہے، اس لیے اس میں عبادت وتلاوت کی ترغیب دلائی آج کے دور میں ان فضائل کے حصول کی اشد ضرورت ہے، ہر آدمی دنیا کی کامیابی کے ہنر ہی پوچھتا ہے، دین میں کیسے کامیاب ہوں اس کی فکر بہت کم لوگوں کو ہے۔

٨٤۔ عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيْمَانِ، وَالْيَقِيْنُ اَلْإِيْمَانُ كُلُّهٗ. (رواه الطبراني في الكبير ٨٥٤٤)

علقمہ نے کہا: عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: صبر نصف ایمان ہے اور یقین ایمان ہے۔ (الکبیر)

شــــرح: ......١۔ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ راضی رہنا پختہ ایمان کی علامت ہے، انسان کی حالت دو ہی طرح ہے یا خوشی یا غمی، خوشی کے وقت شکر کرنا اور غمی کے وقت صبر کرنا مومن کی خوبی ہے۔ انعامات پر شکر آدھا ایمان اور مصائب پر صبر بھی آدھا ایمان ہوا۔

یقین پختہ اعتقاد کا نام ہے کلمہ شہادت پر پختہ یقین رکھتے ہوئے اس کی گواہی دینا ہی کامل ایمان ہوا۔

أَحْكَامُ الْإِيْمَانِ وَذِكْرِ الْبَيْعَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

ایمان کے احکام اور بیعت وغیرہ کا بیان

٨٥۔ اِبْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے

(٨٤) طبراني كبير: ٨٥٤٤۔ ورجاله رجال الصحيح هيثمي: ١٨٨.

(٨٥) بخاری (٢٥) اور مسلم (٢٢) میں بخاری مسلم دونوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں صرف بحق الاسلام کے الفاظ مسلم میں نہیں یہ صرف بخاری میں ہیں۔

وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ. لِلشَّيْخَيْنِ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرَ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ. واللفظ للبخاری (۲۵)

رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب وہ یہ کام کریں تو وہ مجھ سے اپنا خون اور اپنے اموال بچالیں گے مگر اسلام کے حقوق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔'' (مسلم اور بخاری، مگر مسلم نے اِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ کے الفاظ بیان نہیں کیے۔

مفردات: ...... اُمِرْتُ، نَصَرَ سے ماضی مجہول واحد متکلم، میں حکم دیا گیا ہوں۔ اَنْ ناصبہ ہے، جو مصدر کا معنی دیتا ہے۔ اُقَاتِلَ باب مفاعلہ سے مضارع واحد متکلم میں لڑائی کروں۔ یہ اصل میں بِاَنْ ہے۔ حَتّٰی یہاں نصب دے رہا ہے، اس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہے۔ یَشْهَدُوْا جمع غائب، نون اعرابی حتیٰ کی وجہ سے گر گیا ہے، یہاں تک کہ گواہی دیں۔ ان باتوں کو لڑائی کی انتہاء قرار دیا گیا ہے، ان کے نہ ہونے سے لڑائی ہوگی اگر یہ ہوں گی تو لڑائی نہیں۔ عَصَمُوْا ماضی جمع، انہوں نے محفوظ کر لیا۔

شرح: ...... ا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کلمہ شہادت کی گواہی دینا، انسان کو محفوظ کر دیتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر شریعت کے دیگر احکام کو اپنائے گا یعنی نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے گا اور دیگر امور سرانجام دے تو مسلمانوں کی مانند اس سے سلوک ہوگا، اگر ارکان اسلام میں خلل ڈالے گا تو اس سے باز پرس ہوگی اور اگر صحیح عمل کرے گا تو عصمت پائے گا۔

وگرنہ حق اسلام اس سے لیا جائے گا مثلاً قصاص حد یا چٹی وغیرہ اس پر نافذ ہوگی، باقی ان کے خفیہ معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں، ہم ان سے معاملہ ان کے ظاہری اقوال اور افعال کے مطابق کریں گے۔

۲۔ ایک مرجئہ گروہ ہے جو گمراہ ہو چکا ہے، وہ کہتا ہے کہ ایمان کو اعمال کی ضرورت نہیں اس میں ان کی تردید ہے کہ اعمال کو باقاعدہ اس حدیث میں ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر ہے۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (براءت: ۵)

''اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' یعنی ان سے لڑائی نہ کرو۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے استدلال کرتے ہوئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کیا تھا۔ ثابت ہوا زکوٰۃ اور نماز کے درمیان تفریق کرنے والا اگر باز نہ آئے تو لڑائی سے راہِ راست پر لگایا جا سکتا ہے۔

۸۶۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تُبَایِعُوْنِیْ عَلٰی أَنْ لاَّ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلاَ تَسْرِقُوْا وَلاَ تَزْنُوْا وَلاَتَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ إِلاَّ بِالْحَقِّ .

نے فرمایا: ''تم میری بیعت کرو اس بات پر کہ تم شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو اور چوری نہ کرو، زنا نہ کرو اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔''

مفردات: ...... تُبَایِعُوْنِیْ مفاعلہ سے مضارع معلوم جمع مذکر حاضر، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے، نون اعرابی گرا دیا گیا ہے، تم میری بیعت کرو، معاہدہ کرو۔ اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا نون اعرابی گر گیا ہے، افعال سے جمع مذکر حاضر ہے، تم شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ جملہ مفعول بہ بنتا ہے۔ وَلَا تَسْرِقُوْا یہ ضرب سے نہی جمع حاضر ہے، دوسرے کا محفوظ مال خفیہ طور پر اٹھانا۔ وَلَا تَزْنُوْا ضرب سے نہی حاضر، زنا نہ کرو۔ وَلَا تَقْتُلُوْا نہی حاضر، حَرَّمَ تفعیل سے ماضی اس نے حرام کیا۔

شرح: ......ا۔ نام حضرت عبادہ بن صامت بن قیس انصاری خزرجی، مدنی رضی اللہ عنہ۔ کنیت ابو ولید ہے۔ یہ اپنی قوم کے نقیب اور سردار تھے۔ رملہ میں فوت ہوئے۔ دراز قد، حسین وجمیل تھے اور فاضل آدمی تھے۔ ۳۴ ہجری میں بہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

۲۔ اس حدیث میں بیعت کا تذکرہ ہے کہ جس طرح تجارت کرنے سے مال کا فائدہ ہوتا ہے اسی طرح اسلام پر یا ارکان اسلام پر بیعت کرنے میں اطاعت رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کے ہاں فروخت کر دیتا ہے وہ اس کے صلہ میں اسے مغفرت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبة : ١١١)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔''

۳۔ اس حدیث میں بیان کردہ چاروں برائیاں اُس دور میں عام تھیں۔ اس لیے نبی ﷺ نے ترتیب وار ان سے اجتناب کرنے کا پختہ عہد لیا۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا جائے، کیونکہ وہ لوگ مورتیوں، دیویوں، دیوتاؤں، بتوں، حجر، شجر وغیرہ بے شمار چیزوں کی پرستش کرتے تھے۔ غیر اللہ کی نیازیں، نذریں ان سے دعائیں، التجائیں، انہیں غوث، مشکل کشا، حاجت روا، بگڑی بنانے والا، مختارِ کل، وغیرہ قرار دیتے تھے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، تصرف وقدرت اور علم وغیرہ میں ذرہ برابر غیر کی شرکت نہ کرنے پر معاہدہ کرو۔ (۲) وہ لوگ دوسرے کا مال چرا لیتے تھے، حتیٰ کہ بعض عورتوں کو بھی چوری کی عادت پڑ گئی تھی اور یہاں تک دلیر ہو چکے تھے کہ خانہ کعبہ میں سے چوری کر لیتے اور اس کی چیزیں کم کر دیتے تھے، اس لیے معاشرے کے امن کے لیے آپ نے اس فعل جور وستم سے رکنے کی

(٨٦) بخاری: ١٨۔ ترمذی: ١٤٣٩۔ نسائی: ٥٠٠٢۔ ابن ماجه: ٢٨٦٦۔ احمد: ٢٢٢٦٣۔ مالك: ٩٧٧۔ دارمی: ٢٤٥٣.

بیعت لی۔ (۳) زنا ایک ایسی اخلاقی گراوٹ ہے جس سے عزت، نسب اور نسل برباد ہوتی ہے۔ اس سے عذاب الٰہی آتا ہے، وہ لوگ فخریہ اس کا اظہار کرتے تھے، اس لیے آپ نے یہ ذلیل کام چھوڑنے پر معاہدہ لیا۔

۴۔ قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی۔ معمولی بات پر کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے اور یہ قتل وغارت گری صدیوں پر محیط تھی ایسی رسم سفاک سے باز رہنے کا آپ نے عہد لیا، حق کے ساتھ قتل کا مطلب یہ ہے کہ قصاص میں قتل کرنا، یا حد میں قتل کرنا۔

۸۷۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلاَ تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِيْ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفّٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَأَمْرُهٗ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ . لِلشَّيْخَيْنِ وَنَحْوُهٗ لِلتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَقَالَ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاُخِذَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ وَطُهُوْرٌ وَمَنْ ستره ام فذلك إِلَيْهِ إِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَإِنْ شَآءَ غَفَرَلَهٗ .

ایک روایت میں ہے: ''تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اور تم بہتان نہ بناؤ جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے سامنے اختراع کرو اور تم معروف کاموں میں میری نافرمانی نہ کرو۔ پس جس نے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ پر ہے جو ان امور میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اگر چاہے تو اس کو معاف کردے اور چاہے تو اس کو عذاب دے دے۔'' پس ہم نے ان امور پر آپ ﷺ کی بیعت کی۔ بخاری ومسلم اور اس کی مثل ترمذی اور نسائی نے بیان کیا اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا: ''اور جس نے ان امور میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں گرفت کی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ اور اس کی طہارت ہوگا اور جس کی اللہ نے پردہ پوشی کی پس اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو اس کو بخش دے۔''

مفردات:...... وَلَا تَأْتُوْا ، اتیٰ یاتی سے نہی حاضر نہ آؤ۔ بِبُهْتَانٍ اس میں باء متعدی بنانے کے لیے ہے، بہتان ایسا الزام جو سننے والے کو حیران کردے۔ تَفْتَرُوْنَهٗ یہ افتعال سے جمع مذکر حاضر ہے، یہ بہتان کی صفت ہے، تم خود گھڑتے ہو، ہاتھوں اور پاؤں سے گھڑنے کا مطلب ہے تاکید ہے کہ خودساختہ ہو۔ وَلَا تَعْصُوْا یہ عَصٰی یَعْصِی سے نہی حاضر ہے، نافرمانی نہ کرو۔ مَعْرُوْفٍ اس میں ہر نیکی شامل ہے۔ وَفّٰی یَفِی باب تفعیل سے بھی ہے، ثابت رہے پورا کرے۔ فَعُوْقِبَ یہ مفاعلہ سے ماضی مجہول ہے، سزا دیا گیا۔ عَذَّبَهٗ تفعیل ماضی عذاب کرے۔

شرح: ...... یہ الفاظ اوپر والی روایت کے ہی ہیں۔ ان میں ہے۔ (۱) ممانعت ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، وجہ یہ

(۸۷) اس کی تخریج وہی ہے جو حدیث نمبر ۸۶ میں گزری ہے۔

ہے کہ یہ سنگدلی ان میں بہت زیادہ تھی، بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے کہ عیب وعزار نہ ہو، بھوک کے خوف سے لڑکوں کو بھی مار دیتے تھے اور اپنے بتوں کے نام پر بھی اولاد کو ذبح کر دیتے تھے۔

(۲) بہتان بازی سے دوسرے کی ہتک عزت ہوتی تھی اور ناجائز اسے ذلیل کیا جاتا تھا۔ اس لیے اس معاشرتی قباحت سے نفرت دلائی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے، لوگوں سے حسن سلوک بند نہ کیا جائے اور شریعت نے جو بھی اچھائیاں پسند کی ہیں انہیں کیا جائے ان سے پہلوتہی نہ ہو۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام چھوڑ دے گا تو پھر نیکی کے کام کرنے کی اس میں خود رغبت پیدا ہوگی۔ اس لیے صرف نافرمانی سے روکا گیا ہے نیکی کا نہیں کہا گیا۔

(۴) اس حدیث میں ایک بات بہت اہم بیان ہوئی ہے کہ مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا اگر کوئی ارتکاب کرتا ہے اور اس کا جرم حد کے قابل ہے اور اس پر حد قائم کر دی جائے تو یہ حد اس کے اس گناہ کا کفارہ اور طہارت بن جائے گی۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اس پر پردہ پڑا رہا کسی کو پتہ نہ چلا، نہ عدالت اسلامی میں وہ پیش ہوا، نہ گواہی ہوئی۔ تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو عذاب کرے، چاہے تو معاف کرے۔ اس میں اگرچہ اختلاف ہے کہ یہ حدود ہی گناہوں کا کفارہ بن جائیں گی یا توبہ بھی ساتھ ضروری ہے۔ بہت سارے دلائل بیان ہوئے ہیں جو کہ بعض احناف حضرات نے بیان کیے ہیں کہ حد کے ساتھ توبہ بھی ہو تو کفارہ بنتی ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ اس گناہ کے لیے حد کفارہ بن جاتی ہے، توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ (مرعاۃ: ۱/ ۷۹)

۸۸ ـــ وَلَـهٗ وَلِلشَّیْخَیْنِ وَالْمُوَطَّأ فِیْ أُخْرٰی بَـایَـعْـتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ ﷺ عَـلَـی السَّمْعِ وَالـطَّـاعَةِ فـی الـعسـر والیسـر وَالْمَنْشَطِ وَالْـمُـكْـرِهِ وَعَـلٰی أثرة علینا وعلی أن لاَّ نُـنَـازِعَ الأَمْـرَ أَهْلِهٖ وَعَلٰی أَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ أَیْـنَـمَـا كُـنَّا لاَ نَخَافُ فِیْ اللّٰهِ لَوْمَةَ لاَئِمٍ . (للبخاری ۷۱۹۹)

اور نسائی، شیخین اور موطأ کی دوسری روایت میں ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی سننے اور اطاعت کرنے کی، تنگی اور آسانی میں اور خوشی و ناخوشی میں اور ہمارے اوپر دوسروں کو ترجیح دیئے جانے پر اور اس پر کہ ہم امراء سے جھگڑا نہیں کریں گے اور اس بات پر کہ حق بات کہتے رہیں گے جہاں بھی جائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کے ملامت کرنے سے خوف نہیں کھائیں گے۔''

مفردات: ...... بَایَعْتُ مفاعلہ سے ماضی واحد متکلم، میں نے بیعت کی۔ السَّمْعِ بات سنیں۔ والطَّاعَةِ اور اطاعت کرنے پر اَلْـمَنْشَطِ خوشی کی حالت میں۔ والْـمَكْرَہِ ناخوشی میں۔ اَثَـرَۃِ خود پر دوسرے کو ترجیح دینا۔ نُـنَازِعَ مفاعلہ سے مضارع معلوم، ہم نزاع یا جھگڑا نہ کریں۔

(۸۸) بخاری: ۷۱۹۹۔ مسلم: ۱۷۰۹۔ ترمذی: ۱٤۳۹۔ نسائی: ٥۰۰۲۔ ابن ماجہ: ۲۸٦٤۔ احمد: ۲۲۲٦۳۔ موطا ۹۷۷۔ دارمی: ۲٤٥۳.

شرح: ......۱۔اس حدیث میں ہر حال میں یعنی خوشحالی ہو یا بدحالی ہو، تنگدستی ہو یا فارغ البالی ہو، ہر حالت میں رسول اکرم ﷺ کی بات کو سننا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

۲۔ یہ بیان ہوا ہے کہ کسی عہدے پر حکومتی ہو یا غیر حکومتی ہو، جو اس کا اہل ہے اس سے وہ کام چھینا نہ جائے۔ بشرطیکہ وہ اپنی ذمہ داری مخلص طور پر ادا کرے اور کفر نہ کرے۔

۳۔حق گوئی میں نہ تو کسی کا جاہ جلال مرعوب کرے اور نہ کسی لالچ میں آ کر حق گوئی چھوڑی جائے۔

۴۔اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں کہ اگر یہ دین کی بات بتائی تو فلاں ناراض نہ ہو جائے اس کی پروا کیے بغیر دین کی تبلیغ ہو۔

۵۔اس سے ثابت ہوا کہ حدیث میں مذکورہ شقوں کے مطابق بیعت لینا مسنون ہے۔

۸۹۔ فی روایة وَلاَنُنَازِعُ الأَمْرَ أَهْلِهِ قَالَ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ(رواه البخاری ۷۰۵۶)

اور ایک روایت میں ہے: ہم امراء سے جھگڑا نہیں کریں گے فرمایا البتہ جن کا صریح اور واضح کفر دیکھو اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہے۔“

مفردات:......بَوَاحًا ظاہر۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکمران علانیہ کفر کریں تو ان کے خلاف بغاوت کی جائے وگرنہ درگزر کیا جائے۔ان کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کیا جائے۔ان کی نیک کام میں اطاعت کی جائے اور اگر نافرمانی کریں تو پھر اس پر عمل نہ کیا جائے لیکن بغاوت بھی نہ کی جائے، بغاوت کے لیے علانیہ کفر کی حد بندی کی گئی ہے۔

۹۰۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الأَشْجَعِيْ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رُسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً فَقَالَ: أَلاَ تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكُنَّا حَدِيْثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَسَطْنَا اَيْدِينَا فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلاَمَ نُبَايِعُكَ قَالَ أَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَتُصَلُّوْا الصَّلَوَاتَ الْخَمْسَ وَتَسَمَّعُوْا وَتُطِيْعُوْا

سیدنا عون بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس نو یا آٹھ یا سات آدمی تھے پس آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے پہلے بھی قریب عرصہ میں بیعت کی تھی۔ پس ہم نے کہا! اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی ہے اور ہم نے ہاتھ پھیلائے اور ہم نے کہا: اب ہم کس امر پر بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور پانچ

---

(۸۹) بخاری (۷۰۵۶) اور دیگر تخریج اوپر والی ہی ہے۔

(۹۰) مسلم: ۱۰۴۳۔ کتاب الزکوٰۃ، نسائی: ۴۶۰۔ ابوداود: ۱۶۴۳۔ ابن ماجه: ۲۸۶۷۔ احمد: ۲۳۴۷۳.

وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً قَالَ وَلاَ تَسْأَلُوْا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُوْلَئِكَ النَّفَرَ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ .
(رواه مسلم ١٠٤٣. كتاب الإيمان)

نمازیں ادا کرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور آہستہ انداز میں فرمایا: لوگوں سے سوال نہ کرو۔ راوی نے کہا: میں نے بیعت کرنے والے بعض لوگوں کو دیکھا ہے اگر ان میں سے کسی ایک کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے یہ سوال نہ کرتا کہ اس کو کوڑا اٹھا کر دے دے۔'' (مسلم، ابوداؤد اور نسائی)

مفردات: ...... كُنَّا جمع متکلم ماضی۔ تسعةً یہ خبر ہے۔ فَقَالَ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آلا صرف تنبیہ ہے۔ تُبَايِعُوْنَ مفاعلہ سے جمع مذکر حاضر مضارع معلوم، تم بیعت کیوں نہیں کرتے۔ حَدِيْثَ عَهْدٍ یعنی اس سے پہلے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ہم آپ کی بیعت ہوئے تھے۔ بَايَعْنَاكَ مفاعلہ ماضی جمع متکلم ہم نے آپ سے بیعت کر لی ہے۔ فَبَسَطْنَا پس ہم نے پھیلا دیئے۔ نصر سے ماضی جمع متکلم ہے۔ فَعَلَامَ یہ اصل عَلٰى مَا تھا۔ الف حذف کر دیا۔ کس چیز پر بیعت کریں۔ اَسَرَّ مضاعف ماضی، افعال پوشیدہ رکھا۔ خَفِيَّةً یہ اسم صفت ہے عَلِمَ سے ہے سَوْطَ کوڑا۔ يُنَاوِلُهُ مفاعلہ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے، پکڑائے اسے۔ إِيَّاهُ ضمیر احدٌ کی جانب ہے، منصوب ضمیر ہے۔

شرح: ......ا۔ نام، عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ، کنیت۔ ابوحماد، مشہور صحابی ہیں۔ فتح مکہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں۔ دمشق میں ۷۳ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ ثابت ہوا کہ نبی ﷺ بعض چیزوں پر بیعت لے کر اگر ضرورت ہوتی تو دوسرے اہم نکات پر پھر دوبارہ بیعت لیتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمہ وقت جذبات جانثاری سے سرشار رہتے تھے اور بار بار آپ ﷺ کے ہاتھ بیعت ہو کر عہد وفا کا پاس و لحاظ رکھتے تھے۔

۳۔ اور آپ ﷺ نے دوبارہ جن باتوں پر بیعت لی اس سے ان ارکان اسلام کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) عبادت صرف ایک خدا کی، اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرنا۔ (۲) پانچ نمازیں بروقت ادا کرنا۔ (۳) جن باتوں پر بیعت ہو رہی ہے ان کی اطاعت کرنا۔

۴۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعت شعاری بھی اجاگر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک کام سے منع کیا ہے وہ اس سے بھی محتاط ہیں جس سے آپ نے منع نہیں۔

اور اس سے ثابت ہوا بغیر وجہ سوال کرنے سے احتراز کرنا چاہیے، اگرچہ حقیر سا سوال ہی ہو۔ (شرح مسلم)

٩١۔ عَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ

سیدہ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں:

رَسُوْلَ اللّٰـهِ ﷺ فِـیْ نِسْـوَـةٍ مِّنْ الْأَنْصَارِ نُبَـایِـعُهُ عَلٰی الإِسْلَامِ فَقُلْنَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نُبَـایِـعُكَ عَـلٰی أَنَّ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَلاَ نَسْرِقَ وَلاَ نَزْنِیْ وَلاَ نَقْتُلَ أَوْلاَدَنَا وَلاَ نَأْتِیْ بِبُهْتَـانٍ نَـفْتَـرِیْـنَـهُ بَیْنَ أَیْدِیْنَا وَأَرْجُلِنَا وَلاَ نَعْصِیْكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فِیْـمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَأَطَقْتُنَّ فَقُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَرْحَـمُ بِـنَـا مِـنَّـا بِـأَنْـفُسِنَا هَلُمَّ نُبَایِعْكَ یَا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّی لاَ أُصَـافِـحُ الـنِّسَـاءَ إِنَّـمَـا قَوْلِیْ لِمَائَةِ امْرَأَةٍ كَـقَوْلِیْ لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْمِثْلَ قَوْلِیْ لِا مْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ (رواه مالك ١٨٤٢)

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انصار کی عورتوں میں شامل ہو کر اسلام پر آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی پس ہم نے کہا! ہم آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے نہ چوری کریں گے نہ زنا کریں گے نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ ہم بہتان تراشیں گے جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے اختراع کریں اور امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک تمہاری استطاعت اور طاقت ہو۔ پس ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہم پر زیادہ مہربان ہے ہماری اپنی جانوں سے۔اے اللہ کے رسول! آئیں ہم آپ ﷺ کی بیعت کریں: آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں خواتین سے مصافحہ نہیں کرتا یقیناً میرا سو عورتوں کو کہنا ایک عورت کو کہنے کے مثل ہے۔''

مفردات: ...... اَتَیْتُ ، ضَرب سے ماضی واحد متکلم، میں آئی۔ نُبَایِعُهٗ مفاعلہ سے مضارع معلوم جمع مونث متکلم، ہم نے بیعت کی آپ ﷺ سے۔ لَا نُشْرِكَ سے لے کر لَا نَأْتِیَ تک تمام افعال جمع مذکر متکلم کے ہیں اور ان نے نصب دیا ہے۔ نَـفْتَرِیْنَهٗ یہ صیغہ غلط ہے، اصل موطا میں نَـفْتَرِیْهِ ہے۔ یہی صحیح ہے، افتعال سے مضارع جمع متکلم ہے، ہم خود گھڑیں، تیار کریں، ضمیر مفعول بہ ہے جو بہتان کی جانب لوٹتی ہے۔ وَلَا نَـعْصِیَكَ ، ضَرب سے مضارع جمع مونث متکلم ہے۔ اَنْ پوشیدہ نے نصب دیا ہے۔ ہم آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ فِیْمَا جتنی اسْتَطَعْتُنَّ استفعال سے ماضی جمع مؤنث مخاطب تم جتنی استطاعت اور طاقت رکھتی ہو۔ اَطَـقْتُـنَّ افعال سے صیغہ اوپر والا ہی ہے۔ اَرْحَـمُ اسم تفضیل ہے، عَلِمَ سے بہت زیادہ رحمدل ہیں۔ هَلُمَّ اسم فعل بمعنی امر، لاوَ لَا اُصَافِحُ مفاعلہ سے مضارع واحد متکلم، میں مصافحہ نہیں کرتا۔

شرح: ......١۔ امیمہ بنت رقیقہ، ان کے والد کا نام عبداللہ بن بجاد تیمی تھا۔ یہ مشہور صحابیہ ہیں۔ ایک امیمہ بنت رقیقہ ثقفیہ ہیں یہ تابعیہ تھیں اور جو یہاں مذکور ہیں یہ صحابیہ تھیں۔ رضی اللہ عنہا (تقریب)

٢۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ مردوں کی طرح عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے۔ یہ حدیث اس آیہ

(٩١) موطا: ١٨٤٢۔ ترمذی: ١٦٧٤۔ نسائی: ٤٢٥٤۔ ابن ماجه: ٢٨٨٣۔ احمد: ٢٦٤٦٦.

مبارک کی تفسیر ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ (الممتحنه: ١٢)

''اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو درج ذیل باتوں پر ان سے بیعت لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان سے بہتان نہ باندھیں اور نیکی کی نافرمانی نہ کریں، تو ان سے اس پر بیعت لے لیجیے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجیے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

٣۔قرآن پاک میں آتا ہے: ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: ٦) ''نبی (ﷺ) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔''

نبی ﷺ نے جب طاقت کے مطابق ان ہدایات پر عمل کرنے کی رخصت دی تو اس میں آپ کی رحم دلی کے واضح جذبات جھلک رہے تھے، اس لیے ان عورتوں نے اعتراف کیا کہ ہم خود اپنی ذات کی اتنی خیر خواہی نہیں کر سکتیں، جتنی خیر خواہی آپ ﷺ نے ہماری کی ہے اور اس بیعت کی تمام ہدایات، نجات والی ہیں یہ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

٤۔عورتوں نے خیال کیا تھا کہ جس طرح آپ ﷺ مردوں سے بیعت کے وقت مصافحہ کرتے ہیں اسی طرح ہم سے بھی کریں گے۔ اس لیے انہوں نے کہا، ہم سے مصافحہ کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک عورت ہو میں تب بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مصافحہ نہیں کروں گا۔ سو (١٠٠) ہوں تب بھی نہیں کروں گا، ایک سے زبانی بات کروں یا سو سے کروں ایک ہی حکم ہے، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ پر کپڑا رکھ کر عورتوں سے بیعت لی تھی۔ لیکن یہ تمام روایات متصل سند سے ثابت نہیں، اس لیے یہ بات بھی قابل اعتماد نہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک پانی کے برتن میں آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ڈبویا تو پھر باری باری عورتوں نے بھی اس پانی کے ٹپ میں ہاتھ ڈبوئے یہ بھی مرفوع نہیں۔ صحیح ترین یہی بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیعت کے مصافحہ کے لیے یا غیر بیعت کے مصافحہ کے لیے کبھی کسی غیر محرم عوت کا ہاتھ نہیں چھوا۔ (تحفۃ الاحوذی: ٢/ ٣٩٥، زرقانی شرح موطا: ٤/ ٣٩٩)

٩٢۔ عَنِ الْهِرْمَاسِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ مَدَدْتُ يَدِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا غُلَامٌ لِيُبَايِعَنِيْ فَلَمْ

ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہتے ہیں) میں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھایا تا کہ آپ ﷺ مجھے

(٩٢) نسائی: ٤١٨٣۔ حسن الاسناد البانی: ٣٨٩٩.

يُبَايِعْنِيْ . (رواه النسائى ٤١٨٣)

بیعت فرمائیں۔ میں اس وقت نابالغ لڑکا تھا پس آپ ﷺ نے مجھے بیعت نہیں کیا۔ (نسائی)

مفردات: ...... مَدَدْتُّ ، نصر سے ماضی واحد متکلم، میں نے ہاتھ پھیلایا۔

شرح: ...... ۱۔ ہرماس بن زیاد بن مالک باہلی رضی اللہ عنہ، کنیت ابو حدیر بصری، صحابی ہیں۔ یہ یمامہ میں رہائش پذیر رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ (تقریب)

۲۔ نبی ﷺ نے ان سے اس لیے بیعت نہ لی تھی کہ یہ ایک اہم عہد و پیمان ہوتا ہے اور جس چیز پر بیعت لی جاتی ہے آدمی اس کا مکلّف ہوتا ہے کہ اسے ادا کرے، اگر ادا نہ کرے تو گنہگار ہوتا ہے، چھوٹا نابالغ بچہ اس بات کا مکلّف نہیں ہوتا اس لیے آپ ﷺ نے ان سے بیعت نہیں لی۔

۹۳۔ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَايَعَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرَ ، وَهُمْ صِغَارٌ ، لَمْ يَبْلُغُوْا ، وَلَمْ يُبَايِعْ صَغِيْراً إِلَّا مِنَّا . (رواه الطبرانى فى الكبير)

محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کیا حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو جب کہ یہ چھوٹی عمر کے تھے اور بالغ نہیں ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے کسی چھوٹی عمر کے انسان کو ہمارے کے سوا بیعت نہیں کیا۔

مفردات: ...... صِغَارٌ یہ جمع ہے، اس کا واحد صَغِيْرٌ ہے۔ لَمْ يَبْلُغُوْا نصر سے نفی جحد جمع مذکر، بالغ نہ ہوئے تھے۔

شرح: ...... ۱۔ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کنیت ابو جعفر ہے۔ امام باقر کے نام سے مشہور ہیں، ثقہ، فاضل ہیں۔

۲۔ اوپر والی حدیث میں بچوں سے بیعت نہ لینے کا آتا ہے، اس میں آیا ہے کہ ان نابالغ بچوں سے بیعت لی۔

اس اشکال کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے، اولاً یہ روایت مرسل ہے، جو کہ حجت نہیں اور اوپر والی حدیث متصل ہے۔ لہٰذا متصل کی موجودگی میں مرسل (ضعف) پر عمل نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ روایات ثابت بھی ہوں تو ان کا مطلب ہے کہ یہ بطور مکلّف بیعت کے نہیں یہ ویسے ہی آپ نے ان بچوں کی دلجوئی کی تھی باقاعدہ بیعت نہ تھی۔

۳۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ بگاڑ بھی پیدا ہو رہا ہے کہ جو کاروبار میں یا سیاست میں قدم رکھنے والے خاندان ہوں یا کسی مسلمان ملک کی عورت حکمران ہو تو وہ غیر محرم سے مصافحہ کرنے کو ایک محبت اور عزت کی علامت تصور کرتے ہیں اور جدید دانشور میڈیا پر اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔ اور دلیل یہی پیش کرتے ہیں جس کا تجزیہ راقم نے اوپر کر دیا ہے۔ خبردار! یہ درست نہیں یہ عزت و محبت نہیں، عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کی اطاعت میں

(۹۳) طبرانی کبیر، یہ مرسل (تابعی سند سے گرا ہوا) ورجاله ثقات، هيثمى : ۹۸۷۵ .

ہی ہے۔ ان کی نافرمانی سے ذلت ورسوائی مقدر ہوتی ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

٩٤۔ اِبْنِ عَبَّاسٍ سُئِلَ: كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؛ يَمْتَحِنُ النِّسَآءَ؟ قَالَ: كَانَ إِذَاأَتَتْهُ الْمَرْأَةُ لِتُسْلِمَ اَحْلَفَهَا بِاللّٰهِ مَاخَرَجْتِ لِبُغْضِ زَوْجِهَا، وَبِاللّٰهِ مَاخَرَجْتِ لِاِكْتِسَابِ دُنْيَا، وَبِاللّٰهِ مَا مِنْ أَرْضٍ إِلٰى أَرْضٍ، وَبِاللّٰهِ مَاخَرَجْتِ إِلَّا حُبًّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ (رواه الطبراني في الكبير (٢٦٦٨ابلين).

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کا امتحان کیسے لیتے تھے؟ انھوں نے کہا: جب کوئی عورت مسلمان ہونے کے لیے آتی تو آپ ﷺ اس کو اللہ کی قسم دیتے کہ اللہ کی قسم! تو خاوند سے بغض کی وجہ سے نکل کر نہیں آئی، اللہ کی قسم! تو دنیا حاصل کرنے کے لیے نہیں نکلی، اللہ کی قسم! تو ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نہیں نکلی اور اللہ کی قسم! تو نکل کر نہیں آئی مگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت لے کر ہی آئی ہے۔'' (الکبیر کمزور سند کے ساتھ)

مفردات: ...... یَمْتَحِنُ افتعال مضارع معلوم، امتحان لیتے تھے۔ اَتَتْہُ واحد مؤنث وہ عورت آتی۔ لِتُسْلِمَ لام کَی ہے، اس کے بعد اَن پوشیدہ ہے جس نے نصب دیا ہے مسلمان ہونے کے لیے آتی اَحْلَفَهَا افعال ماضی واحد مذکر ضمیر مفعول بہ عورت کی جانب لوٹتی ہے، اس عورت سے حلف لیتے حُبًّا مفعول لہ محبت کے لیے۔

شرح: ...... اس میں اوپر درج شدہ آیت قرآنی میں جو نبی ﷺ کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم ہوا تھا، اس بیعت کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ ان عورتوں سے قسم لی جاتی کہ تم کہیں اپنے خاوند سے ناراض ہو کر تو نہیں آئیں، یا کوئی دنیاوی مقصد تو نہیں، یا زمین میں ہوا بدلی تو مقصد نہ تھا، جب وہ اس پر حلف دیتیں کہ ایسی کوئی وجہ نہیں فقط محبت دینی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے جو ہمیں آپ تک لائی ہے تو تب آپ ﷺ ان سے بیعت لیتے وہ بھی صرف زبانی بیعت لیتے تھے، مصافحہ نہ کرتے تھے۔

٩٥۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوْا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ، فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُوْنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ أُنْظُرْ مَا شَانُ النَّاسِ فَذَهَبت فَوَجَدْتُهُمْ يُبَايِعُوْنَ فَبَايَعْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلٰى عُمَرَ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور درختوں کے سائے میں متفرق ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اچانک لوگوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ! جاؤ دیکھو لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میں گیا تو دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں پس میں نے بھی بیعت کی اور لوٹ کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ نکل کر گئے

(٩٤) طبراني كبير: ١٢٦٦٨۔ بلین یعنی راوی میں کمزوری ہے وہ یہ ہے اس میں قیس بن ربیع راوی ہے۔ شعبہ اور ثوری دونوں نے اسے ثقہ کہا جبکہ دیگر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اگر چہ یہ سند کمزور ہے لیکن اس میں مذکور بات کی قرآن تائید کرتا ہے کہ ان عورتوں کا امتحان لو۔ (ممتحنہ :١١)

(٩٥) بخاري: ٤١٨٧.

فَخَرَجَ فَبَايَعَهُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٤١٨٧)

اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔ (بخاری)

مفردات: ...... تَفَرَّقُوْا تفعل سے ماضی جمع مذکر، بکھرے ہوئے تھے۔ جدا جدا تھے۔ ظِلَالٍ اس کا واحد ظِلٌّ ہے، یہ جمع ہے، سائے مُحْدِقُوْنَ افعال سے اسم فاعل ہے جمع ہے، لوگ گھیرے میں لیے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ فَقَالَ ماضی واحد نصر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

شرح: ...... اس حدیث میں صلح حدیبیہ کے زمانہ میں حدیبیہ کے مقام پر جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تھی کہ ہم آپ ﷺ کے فرامین پر جان مال ہر چیز قربان کر دیں گے اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو خوشدلی کا مظاہرہ کیا تھا اس حالت کی نقشہ کشی ہوئی ہے کہ دائرہ میں کھڑے گھیرا ڈالے جانثاری کا عہد باندھ رہے ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ غیب دان نہ تھے۔ اس لیے لوگوں کے جمع ہونے کے سبب کا پتہ نہ تھا اس کا پتہ لگانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا، انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پتہ کرنے گئے خود بیعت ہوگئے کیونکہ باپ کے حکم پر بیعت کا حکم مقدم تھا، پھر آئے اور اپنے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا، پھر وہ تشریف لے گئے اور بیعت کی۔

۲۔ عام مشہور یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے، یہ بات درست نہیں، اسلام تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پہلے لائے تھے جیسا کہ اوپر گزرا ہے، اتفاقاً ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ کی بیعت اپنے والد سے پہلے کی تھی۔ اسلام پہلے نہیں لائے تھے۔ ظاہری الفاظ حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اطلاع پر بیعت کے لیے گئے تو پھر بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کی تھی۔

اس کی وضاحت یوں ہے جس سے معاملہ صاف ہوتا ہے کہ اصل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب گئے تھے کہ پتہ کریں لوگ کیوں جمع ہیں تو اس وقت بھی بیعت کی تھی اور واپس آ کر جب والد صاحب کو بتایا وہ بیعت کرنے گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوبارہ پھر رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی۔ اس طرح یہ الجھن صاف ہو جاتی ہے کہ دو دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کی تھی۔ (فتح الباری: ۷/ ۴۵۶)

٩٦۔ وَعَنْهُ: أَنَّهُ كَتَبَ إِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهُ: أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِاللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا اسْتَطَعْتُ

ان ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے عبد الملک بن مروان کو، جب اس کی بیعت کی، لکھا تھا: میں سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں اللہ کے بندے عبدالملک امیر المؤمنین کے لیے اللہ کے طریقے اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق اور

(۹۶) بخاری: ۷۲۰۳۔ موطا: ۱۸۴۳۔

وَإِنَّ بَنِـيَّ قَدْ أَقَرُّوْا بِمِثْلِ ذٰلِكَ . (رواه البخاری ۷۲۰۳) میرے بیٹوں نے بھی اس کی مثل اقرار کیا ہے۔

مفردات: ...... وَعَنْهُ ابن عمرہی سے ہے، اَنَّه ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، يُبَايِعُهٗ مفاعلہ مضارع معلوم، حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی۔ اُقِرُّ افعال سے مضارع واحد متکلم میں اقرار کرتا ہوں، اعتراف کرتا۔ مَا اسْتَطَعْتُ استفعال واحد متکلم، میں جتنی طاقت رکھتا ہوں۔ بَنِیَّ یہ اصل میں بَنِيْنَ یَ تھا۔ ان اضافت کی وجہ سے گر گیا، یاء، یاء میں ادغام ہوا تو بَنِیّ بن گیا۔ میرے بیٹے!۔

شرح: ......۱۔ جب اسلام کی پابندی پر بیعت کرنی ہو تو کون سے الفاظ استعمال کرنے ہیں، وہ اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں کہ میں فلاں کی بیعت کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو، یہ بالکل حلف وفاداری کی مانند ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بھی اس اقرار اور اعتراف پر متفق تھے اس لیے ان کی طرف سے بھی یقین دہانی کرا دی اور یہ بیعت تحریری بھیجی تھی خود عبدالملک کے پاس نہ گئے تھے۔ ثابت ہوا یہ تحریر ہی دور سے بیعت کا مصافحہ کرنے کے قائم قام ہو جاتی ہے، اس کی پاسداری بھی مصافحہ والی بیعت کی مانند لازمی ہے۔ اور آخر میں حضرت عبداللہ نے لکھا تھا۔ والسلام

۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بیعت کب کی تھی، اس کو سمجھنے کے لیے تھوڑا سا ماضی کے پس منظر میں جانے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ میں پناہ لی اور یزید کی بیعت سے کنارہ کش رہے۔ یزید نے ان کے خلاف فوج کشی کی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ۶۴ ہجری میں یہ وفات پا گیا، حجاز کے علاقہ والوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی اور زیادہ تر اسلامی سلطنت کے رہنے والوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کی بیعت کی۔ یہ فقط چالیس دن زندہ رہا، بعد میں وفات پا گیا۔ اب حجاز، یمن، مصر، عراق اور تقریباً مشرق کا تمام علاقہ، شام، دمشق ان علاقہ والوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی۔ ادھر معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد جو علاقے ان کے ہاتھ میں رہ گئے تھے ان پر مروان بن حکم کو خلیفہ بنا لیا گیا۔

مرج رہط میں حضرت عبداللہ اور مروان کی فوجوں کے درمیان مقابلہ ہوا تھا۔ مروان کی فوجیں غالب آئیں اور ۷۳ ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوگئے۔ اس سے پہلے ۶۵ ہجری میں مروان فوت ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالملک بن مروان کو خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد تمام عالم اسلام کے خلیفہ عبدالملک بن مروان تھے۔ جب تک عبدالملک اور حضرت عبداللہ کے درمیان اختلاف رہا اس وقت تک حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کی بیعت نہ کی تھی، جب سارا انتظام ملکی عبدالملک بن مروان کے ہاتھ آیا تو تب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی جس کا اس

حدیث میں ذکر ہے۔ (فتح الباری: ۱۴۳/ ۱۹۵)

٩٧۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ الأَحْوَصِ: شَهِدَتُ حَجَّةَ الْوِدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ ثَلاَ ثاً أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ قَالُوْا يَوْمُ الْحَجِّ الأَكْبَرِ قَالَ فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا أَلاَ لاَ يَجْنِيْ جَانٍ إِلَّا عَلٰى نَفْسِهِ وَلاَ يَجْنِيْ وَالِدٌعَلٰى وَلَدِهِ وَلاَ وَلَدٌ عَلَى وَالِدِهِ أَلاَإِنَّ الْمُسْلِمَ أَخُو الْمُسْلِمِ فَلَيْسَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ إِلَّا مَا أَحَلَّ مِنْ نَفْسِهِ أَلاَ وَإِنَّ كُلَّ رِبًا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ لَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لاَتَظْلِمُوْنَ وَلاَتُظْلَمُوْنَ غَيْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ أَلاَ وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَأَوَّلُ دَمٍ أُضَعُ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلُ اَلاَ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ شَيْئًا غَيْر ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِيْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَتَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً أَلاَ وَإِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ

عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی یاد دھانی کرائی اور وعظ فرمایا، پھر تین بار فرمایا: سب سے زیادہ حرمت والا دن کونسا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: حج اکبر کا دن ہے۔ فرمایا: تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے آج کا دن تمہارے اس شہر میں اور تمہارا اس مہینے میں قابل عزت ہے۔ خبردار! مجرم اپنی جان پر جرم کرتا ہے کسی باپ کا جرم اس کے بیٹے پر نہ ہوگا اور نہ بیٹے کا جرم باپ پر ڈالا جائے گا خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ لہذا مسلمان کو اپنے بھائی کی کوئی چیز لینا حلال نہیں مگر وہ خود اپنی جان کے لیے حلال ہو۔ خبردار! جاہلیت کے عہد کا ہر سود ختم کیا جاتا ہے۔ تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں اور بس، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ البتہ عباس کا سب سود ختم ہے۔ خبردار! ہر وہ خون جو زمانہ جاہلیت میں بہایا گیا تھا اس کا معاملہ ختم کیا جاتا ہے۔ عہد جاہلیت کا پہلا خون بہا جو معاف کرتا ہوں وہ حارث بن عبد المطلب کو خون جو دودھ پلانے کے لیے بنولیث کو دیا گیا تھا بنو ھذیل نے قتل کیا تھا۔ خبردار! خواتین کے ساتھ حسن وسلوک کرو، وہ تمہارے ساتھ معاون ہیں اس کے علاوہ تم ان کے کسی امر کے مالک نہیں ہو البتہ اگر وہ نمایاں بے حیائی کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کے بستر پر جانا ترک کردو اور مارو تو جسم پر نشان نہ آنے پائے، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر کوئی گرفت نہ کرو۔ آگاہ رہو کہ تمہارا عورتوں پر حق ہے اور عورتوں کے تم پر

(٩٧) ترمذی: ٣٠٨٧۔ ابن ماجه: ٣٠٥٥۔ حسن ہے۔ البانی: ٢٤٦٤.

حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلاَ يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلاَ يَأْذَنُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ أَلاَ وَإِنَّ حَقَّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ .

حقوق ہیں۔تمہارے عورتوں پر یہ حقوق ہیں کہ تمہارے بستر پر اس شخص کو نہ بٹھائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں اس کو جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور خبردار تم پر ان کے یہ حقوق ہیں کہ لباس اور خوراک میں ان سے حسن وسلوک کرو۔''

(رواه الترمذی ۳۰۸۷)

مفردات: ...... شَهِدْتُّ ، عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں حاضر ہوا۔ اَثْنٰی افعال، ماضی واحد مذکر تعریف کی۔ ذَكَّرَ تفعیل سے ماضی واحد مذکر، یا دودھائی کرائی۔ قَالَ نبی ﷺ نے کہا۔ ثَلاثًا یعنی تین مرتبہ کہا۔ اَیُّ حرف استفہام ہے، کونسا۔ اَلا یہ صرف تنبیہ ہے۔ خبردار! لا يَجْنِىْ ، ضَرَبَ سے مضارع منفی واحد مذکر، نہیں ارتکاب کرتا، جرم کرتا۔ جَانٍ یہ اسم فاعل، جرکرنے والا۔ مُسْتَرْضَعًا استفعال سے اسم مفعول، دودھ پلوایا جاتا تھا۔ وَاسْتَوْصُوْا استفعال، جمع امر ہے، خیال رکھو۔ بھلائی چاہو۔ عَوَانٍ اس کا واحد عَانِيَةٌ ہے۔ زیر اثر ہیں غَيْرَ مُبَرِّحٍ تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ شدید نہ مارو۔ فَلَا تَبْغُوْا ، نَصر سے نہی حاضر طلب نہ کرو۔ فَلَا يُوْطِئْنَ افعال سے مضارع منفی جمع مؤنث غائب، نہ روندنے دیں فُرُشُكم مفعول اول من تكرهون مفعول ثانی ہے وَلَا يَأْذَنَّ ، عَلِمَ سے جمع مونث غائب، وہ اجازت نہ دیں۔

شرح: ...... ا۔ عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

۲۔ نبی ﷺ خطاب کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تھے پھر بعد میں بات چیت کرتے تھے۔

۳۔ بات چونکہ اہم تھی اس لیے آپ ﷺ نے فصاحت و بلاغت کا مؤثر ترین انداز اپنایا کہ سوالیہ انداز پر بات ان کے ذہن میں پختہ کی اور قابل احترام چیزوں کو تفصیل سے ان کے سامنے پیش کیا تا کہ ان کی مناسبت سے ان چیزوں کی عزت وحرمت اور ان کا تقدس دماغوں میں جگہ پکڑ جائے۔ پوچھا: سب سے محترم دن کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا حج کا دن ہے، پوچھا سب سے زیادہ محترم شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا، مکہ ہے۔ آپ نے پوچھا: سب سے زیادہ محترم مہینہ کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا، ذوالحج ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، جس طرح تمہارے دلوں میں یہ تینوں چیزیں معزز ومحترم ہیں ان کی حرمت کے خلاف کام کرنے سے تم اجتناب کرتے ہو اسی طرح آپس میں ایک دوسرے کا مال، عزتیں اور خون کی حرمت پائمال کرنا بھی سنگین جرم ہے۔

۴۔ یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی آدمی بذات خود گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، یا جرم کرتا ہے اس میں اس کا باپ ملوث نہیں۔ اسی طرح کوئی جرم باپ کرتا ہے اس کا بیٹا اس میں ملوث نہیں اگر وہ تاوان والا جرم ہو یا حد والا ہو۔ کوئی بھی جو مجرم ہوگا

اس سے باز پرس ہوگی نہ بیٹا باپ کا نہ باپ بیٹے کا کوئی ذمہ دار ہوگا، الا کہ وہ ملوث ہو پھر ذمہ دار ہوگا۔

۵۔ یہ ثابت ہوا دینی معاملات میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی چارگی کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر پوچھے جتنا چاہا اس کا مال لوٹ لیا یا بے عزت کر دیا یا نقصان کر دیا۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں ایک بھائی کے لیے دوسرے بھائی سے اتنا ہی جائز ہے جتنی اس نے اپنی ذات کے بارے اسے اجازت دے رکھی ہے، اس سے زیادہ حلال نہیں۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی کی مانند احترام سے ملے۔

۶۔ اس حدیث مبارک میں سود کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا اعلان بھی ہے کہ جو سودی کاروبار ہو رہا ہے، میں اسے بیک قلم ختم کرتا ہوں، اس کی عملی مثال ہے کہ میرے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جتنا بھی سود پھیلا ہوا ہے، وہ سب ختم ہے۔ یہ فقط اپنی اصلی رقم لیں گے سود کا اضافہ نہیں لیں گے۔ اسلام تمام لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بغیر سود ادا کرنے سے ان کی اصل رقم لوٹا دیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرۃ: ۲۷۹)

''اگر تم سود سے تائب ہو چکے ہو تو تمہارے لیے تمہارے مالوں کا اصل ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گے۔''

آج یہ مشکل تصور کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں وسیع پیمانے پر سود پھیلا ہوا ہے، اسے کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہ گہری جڑیں پکڑ چکا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختم کر دیا، اس بنکاری کے نظام کو ہی شراکت میں تبدیل کرتے ہوئے انہی ملازموں سے کام لیا جا سکتا ہے، عزم صادق ہو تو سود ختم بھی ہو سکتا ہے اور ملازم بے کاری کا شکار بھی نہیں ہوں گے۔

۷۔ جاہلیت میں بہت زیادہ قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری تھا، بے شمار خون ایک دوسرے کی گردن پر تھے، اگر یہ سلسلہ خونیں نہ روکا جاتا تو بدامنی ناچتی رہتی۔ اس کا خاتمہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی قدم اٹھایا کہ اپنے گھر سے اس خونیں رسم کے سامنے دیوار کھڑی کی۔ عبدالمطلب کے بیٹے حارث کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ایاس تھا۔ یہ چھوٹی عمر میں محلّہ میں کھیل رہا تھا یہ دودھ پینے کی عمر میں تھا کہ بنو سعد اور بنو لیث بن بکرہ کے درمیان جنگ بھڑک اٹھی، سنگ باری ہوئی جس میں یہ بچہ ایاس فوت ہوا۔ اس کا ابھی انتقام کا معاملہ باقی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آتش انتقام کو بجھا دیا کہ میں بنو عبدالمطلب کا فرزند اور ذمہ دار ہونے کی وجہ سے اس کا خون معاف کرتا ہوں۔

۸۔ عورتوں کا طبقہ زیادتیوں کی زد میں تھا، ان کے حقوق ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کے حقوق کے تحفظ یا یوں کہیں حقوق نسواں ایکٹ کا تحفظ فرمایا کہ اگر کوئی فعل، قول یا ان کی کسی خصلت سے برائی کی بو آئے تو پہلے انہیں سمجھائیں، اگر یہ باز نہ آئیں تو پھر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے گھر کے کسی دوسرے کمرے میں بستر علیحدہ کر لیں، اگر پھر بھی یہ باز نہ آئیں تو ماریں لیکن وہ بھی اتنا کہ ان کی ہڈی نہ ٹوٹ جائے۔ یا ضرب سے چہرہ

نہ بدل جائے، یہ گھریلو اور خاندانی زندگی سدھارنے کا ایسا گُر ہے کہ اس پر استوار ہونے والا خاندانی نظام کبھی خراب نہیں ہوسکتا۔ (تحفۃ الاحوذی:۱۱۴/۴) ارشاد ربانی بھی حدیث کے اس حصہ کی تائید کرتا ہے:

﴿وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ (النسآء: ٣٤)

''جن عورتوں کی ناچاقی کا تمہیں اندیشہ ہو انہیں وعظ ونصیحت کرو، اگر نہ کام بنے تو بستر علیحدہ کرو، اگر پھر بھی نہ کام بنے تو انہیں ہلکی سی مار مارو، اگر وہ سر اطاعت جھکائیں تو پھر ان کے خلاف کوئی اور رستہ تلاش نہ کرو۔''

بیوی کو میاں کی عزت وغیرت کی تعلیم دی گئی اور میاں کو بیوی سے حسن سلوک کا اس حدیث کے آخر میں عمدہ اور پائیدار درس دیا گیا ہے گویا یہ حدیث زندگی گزارنے کا پورا چارٹر ہے۔

٩٨۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ: أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُعْبَدَفِیْ بِلَادِكُمْ هٰذِهِ أَبَدًا وَلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهُ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضَى بِهْ . (رواه الترمذی ٣٠٨٧)

ایک روایت میں ہے: ''یہ بھی سن لو کہ شیطان اس شہر سے مایوس ہو چکا ہے لیکن عنقریب اس کی ان اعمال میں اطاعت کی جائے گی جن کو تم معمولی عمل سمجھتے ہو اور وہ اسی پر راضی ہو جائے گا۔''

مفردات:...... اَيِسَ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر غائب، ناامید ہوا۔ اَنْ يُّعْبَدَ ، نَصَر سے مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، عبادت کیا جائے۔ بِلَادِ كُمْ هٰذِهٖ تمہارے اس علاقہ سے یعنی جزیرۂ عرب سے۔ تَحْتَقِرُوْنَ افتعال جمع مذکر حاضر، تم حقیر سمجھتے ہو۔ فَسَيَرْضٰى ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، عن قریب وہ شیطان راضی ہوگا بِهٖ اس حقیر سمجھنے کے ساتھ۔

شرح:...... ا۔ عمرو بن احوص ہی نے یہ حصہ بیان کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث میں یہ اضافہ بیان ہوا ہے کہ ابلیس اس جزیرۂ عرب میں اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس میں غیر اللہ کی عبادت ہو کیونکہ اس اعلان کے بعد ثابت نہیں کہ کافروں نے بھی کبھی شیطان کی عبادت کی ہو۔

یہ بھی اس میں شامل ہے کہ کوئی مومن اب اس جزیرۂ عرب میں بتوں کی عبادت کی جانب نہیں لوٹے گا۔ ایک یہ چیز بھی اس میں شامل ہے کہ میری امت میں سے نماز پڑھنے والے نماز اور شیطان کی عبادت کو یکجا نہ ہونے دیں گے جیسا کہ یہود ونصاریٰ کیا کرتے تھے کہ راضی رہے رحمٰن بھی اور خوش رہے شیطان بھی۔ ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان اپنی پرستش سے جزیرۂ عرب میں مایوس ہو چکا ہے لیکن پھر بھی مسیلمہ کذاب کے ساتھی ابھرے تھے جو کہ مرتد تھے کیونکہ یہ ختم نبوت کو نہیں مانتے تھے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کے منکرین بھی پیدا ہوئے

(٩٨) ترمذی: ٢١٥٩۔ ابن ماجہ: ٣٠٥٥۔ صحیح ہے۔ البانی: ١٧٥٣.

تھے۔ یہ واقعات اس حدیث کی تصدیق نہیں کرتے۔

اس کا حل یہ ہے کہ ان واقعات کا اس حدیث کے ساتھ کوئی ٹکراؤ نہیں۔ کیونکہ حدیث میں جزیرۂ عرب میں شیطان بتوں کی پرستش سے ناامید ہوا ہے، ان مرتدوں نے بت پرستی نہیں کہ جس کی یہ حدیث تردید کرتی ہے۔انہوں نے اس کے علاوہ ارتداد اپنایا ہے۔

(۲) آج کل بعض حضرات کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے شرک کے نہ ہونے کا کہہ دیا ہے تو ہم قبر پرستی کریں، کسی زندہ یا مردہ ہستی کو سجدہ کریں، ان کے نام کی نیازیں دیں یہ کوئی شرک نہیں، شرک کی تو نبی ﷺ نے نفی کر دی ہے۔

اس شبہے کا حل یہ ہے کہ یہ تحریف ہے کیونکہ نبی ﷺ نے جزیرۂ عرب کے لیے کہا ہے کہ شیطان ناامید ہوا ہے، ہم براعظم ایشیا میں شامل ہیں ہمارے لیے کوئی گارنٹی نہیں۔ یہاں شرک ہوسکتا ہے۔

(۲) یہ بات قرآن پاک کے بھی مخالف ہے، قرآن پاک کہہ رہا ہے:

﴿وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں اکثر نہیں ایمان لاتے مگر یہ شرک کرنے والے ہیں۔''

دیکھیں قرآنِ پاک بتا رہا ہے کہ ایمان کے باوجود لوگ شرک کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا ان حضرات کی یہ تاویل قرآن پاک سے بھی میل نہیں کھاتی، اس کی نگاہ میں مومن شرک کا ارتکاب کرسکتا ہے۔

زیرشرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان دین اسلام تبدیل کردے اور شرک کو جاری کر دے اور پھر یہ مسلسل جاری ہی رہے اور جس طرح جاہلیت میں شرک وبدعت کی آندھیاں اٹھتی تھیں اسی طرح پھر تباہ کاری پھیلائیں اور توحید کا نور جاہلیت، شرک اور بت پرستی کی تاریکی میں گم ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ شیطان اس سے ناامید ہوا ہے۔ جزوی طور پر بت پرستی یا ارتداد کی یہ حدیث نفی نہیں کرتی مجموعی حالت بتا رہی ہے کہ مجموعی طور پر اب شرک غالب نہ آئے گا۔

۳۔ اس کے آخر میں بتایا کہ بت پرستی میں تو شیطان نہیں لگا سکتا، مگر قتل وغارت لوٹ مار، جھوٹ، خیانت وغیرہ میں لگا سکتا ہے اور مسلمانوں کو اس میں مبتلا کر کے بہت خوش ہوتا ہے اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ پروری اور جنگیں برپا کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرے گا۔

اس کی زندہ مثال ہے، یورپ کا معاشرہ یا کسی بھی غیرمسلم معاشرہ میں جھوٹ وغیرہ کم ہے اللہ پر ایمان، جنس پرستی ان میں ہرآن ہے، نہ دوزخ کا خوف نہ ہی جنت پر ایمان لیکن ان سے کم تر خوبیاں ان میں ہیں۔ اور کچھ دنیاوی منفعت کے تحت ان کے تجارتی اصول بھی بہتر ہیں لیکن ایمان سے عاری ہیں۔ جبکہ بعض مسلمانوں میں ایمان مضبوط ہے لیکن کوتاہیاں ہیں کیونکہ چور اسی گھر میں چوری کرتا ہے جہاں قیمتی سامان ہو، اس لیے شیطان ان فساد والی باتوں سے مسلمانوں کو خراب کرتا ہے، غیرمسلم تو پہلے ہی بڑے بڑے عقائد میں اس کے ہمنوا ہیں اور اس کے جال میں پھنسے ہوئے

ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی:۳/ ۳۰۵)

۹۹۔ عَنْ أَبِی بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الزَّمَانَ قَدِسْتَدَارَ کَھَیْئَۃِ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ السَّنَۃُ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلاثَۃٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُوْالْقَعْدَۃِ وَذُوْالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جِمَادِیْ وَشَعْبَانَ أَیُّ شَھْرٍ ھَذَا؟ قُلْنَا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ أَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہُ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہِ فَقَالَ: أَلَیْسَ ذُالْحِجَّۃِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ: أَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا قُلْنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہ أَعْلَمْ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہُ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِ اسْمِہِ قَالَ: أَلَیْسَ الْبَلْدَۃُ الحرام قُلْنَا بَلٰی قَالَ: فَأَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا قُلْنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ أَعْلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہُ سَیُسَمِّیْہِ بِغَیْرِاسْمِہِ قَالَ أَلَیْسَ یَوْمَ النَّھْرِ قُلْنَابَلٰی قَالَ: فَأَنَّ دِمَائَکُمْ وَأَمْوَالَکُمْ وَأَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکَمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِی بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ عَنْ أَعْمَالِکُمْ أَلاَ فَلاَ تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّار یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلاَّ لِیُبَلِّغَ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ یَبَلَّغُہُ أَنْ یَّکُوْنَ اَوْعٰی لَہُ مِنْ بَعْضٍ مَنْ سَمِعَہُ ثُمَّ قَالَ: أَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ أَلاھَلْ بَلَّغْتُ قُلْنَا نَعَم قَالَ اَللّٰھُمَّ أَشْھَدْ. (رواہ البخاری

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''زمانہ دوران کر کے اپنی اس شکل پر آ چکا ہے جس یوم پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال کے بارہ ماہ ہیں، ان میں سے چار عزت وحرمت والے ہیں، تین مسلسل ہیں ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی ثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ عمل ہے۔ کچھ دیر آپ ﷺ خاموش رہے اور ہمارا گمان ہوا کہ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام ہی تجویز فرمائیں گے: فرمایا: یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ آپ ﷺ خاموش ہو رہے تو ہم نے گمان کیا اس کا نام دوسرا ہی متعین کر دیں گے، پس فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا: آج کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر عمل ہے پس آپ ﷺ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کے سابقہ نام کی بجائے دوسرا نام رکھیں گے تو فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے۔ ہم نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: پس تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت تم پر باہم اسی طرح حرام و قابل احترام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ تم اپنے رب سے عنقریب ملاقات کرو گے اور وہ تمہارے اعمال کا تم سے سوال کرے گا پس خبردار! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تمہارا بعض

(۹۹) بخاری: ٤٤٠٦۔ مسلم: ١٦٧٩۔ ابن ماجہ: ١٢٣٣۔ احمد: ١٩٩٨٥۔ دارمی: ١٩١٦۔

٤٤٠٦)ولأبي داود بعضه ولمسلم كُلُّهُ بِزِيَادَةٍ ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا وَإِلَى جَذِيْعَةٍ مِنَ الْغَنَمِ فَقَسَمَهَا بَيْنَنَا .

دوسرے کی گردن کاٹتا ہو۔ خبردار! جو حاضر ہیں وہ غائب تک یہ احکام پہنچا دیں عین ممکن ہے کہ جس کو پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ پھر فرمایا: خبردار! کیا میں نے پہنچا دیا؟ کیا میں نے پہنچا دیا؟ ہم نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہے۔ بخاری ......ابوداؤد میں اس کا بعض حصہ ہے۔ مسلم میں یہ تمام ہے اور مزید اضافہ بھی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ متوجہ ہوئے دو مینڈوں کی طرف جو سیاہ آنکھوں والے تھے پس آپ ﷺ نے ان کو ذبح کیا اور بکریوں کے ریوڑ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہمارے درمیان تقسیم کیا۔"

مفردات: ......اِسْتَدَارَ استفعال، ماضی واحد مذکر گھوم پھر کر آنا۔ كَهَيْئَتِهِ اپنی حالت کی مانند۔ مُتَوَالِيَاتٌ تفاعل سے، اسم فاعل جمع مونث پے در پے۔ سَيُسَمِّيْهِ تفعیل سے مضارع معلوم، ضمیر شہر (مہینہ) کی طرف لوٹتی ہے۔ عن قریب اس کا نام رکھیں گے۔ بَلٰی کیوں نہیں۔ وَسَتَلْقَوْنَ ، عَلِمَ سے مضارع معلوم، جمع حاضر، تم ملاقات کرنے والے ہو۔ فَلَا تَرْجِعُوْا ، ضَرَبَ سے نہی حاضر، نہ لوٹو۔ رِقَابَ یہ جمع ہے، اس کا واحد رَقَبَةٌ ہے، گردنیں آزاد کرنا۔ لِيُبَلِّغِ تفعیل سے امر غائب واحد مذکر، چاہیے کہ پہنچا دے۔ اَوْعٰی اسم تفضیل، زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ اِنْكَفَأَ انفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مائل ہونا۔ اَمْلَحَيْنِ تثنیہ، خوبصورت۔ جُذَيْعَة یہ جَذْعٌ کی تصغیر ہے، چھوٹا سا جذعہ (بھیڑ کا بچہ)

شرح: ......ا۔ ابوبکرہ کنیت تھی، نُفَیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ (تقریب)

۲۔ بتایا گیا ہے کہ آغاز کائنات کے ساتھ بارہ ماہ مقرر ہوئے تھے اور ان میں سے چار ماہ شروع ہی سے محترم تھے۔ ذوالحج، محرم، رجب، شعبان۔ فتح مکہ کے وقت آپ کو کچھ لڑائی کی صورت پیش آئی تھی تو آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ اس سے کوئی جواز پکڑ کر ہمیشہ کے لیے حملہ ہی نہ کرتا پھرے، اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم گھما کر اسی مقدس ومحترم حالت پر آ گیا ہے، ان مہینوں کی حرمت اسی طرح برقرار ہے۔

۳۔ آپ نے لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرتے ہوئے قتل وغارت سے منع کیا ہے اور اسے کفر کا کام قرار دیا ہے۔

۴۔ آپ ﷺ نے احکام دین دوسروں تک پہنچانے کی تلقین فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس نے براہِ راست دین کی بات سنی ہوتی ہے اسے اتنا زیادہ یاد نہیں ہوتا جتنا سننے والا اس حکم کو یاد کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔

۵۔ آخر میں نبی اکرم ﷺ نے پیغام الٰہی کی تبلیغ پر اور اس کی کامیاب ترویج پر لوگوں سے گواہی ثبت کروائی اور اللہ تعالیٰ سے التماس کی کہ اے خالق ارض وسماء! اپنے پیغمبر کے متعلق اپنے ان بندوں کی گواہی پر گواہ رہنا۔

٦۔ پھر آپ نے قربانی کے جانور ذبح کیے اور اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا۔

١٠٠ـ وَزَادَ رَزِيْنٌ فِيْ آخِرِهٖ: ثَلاَثٌ لاَ يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ لِلّٰهِإِخْلاَصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلاَةِ الْأَمْرِ وَلُزُوْمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنَّ دَعْوَتُهُمْ تُحِيْطُ مِن وَّرَائِهِمْ.

رزین رحمہ اللہ نے اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے: ''تین چیزوں کے بارے میں مسلمان کا دل دھوکا نہیں کھاتا، خالص عمل اور امراء کے ساتھ خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو لازم کرنا۔ اہل اسلام کی دعوت ان کے اوپر محیط ہے۔''

مفردات: ...... لَا یُغِلُّ افعال سے مضارع منفی ایک نسخہ میں ضَرَبَ سے بھی ہے، خیانت نہیں۔ عَلَیْھِنَّ ان خصلتوں پر۔ مُنَاصَحَۃُ مفاعلہ سے مصدر ہے۔ خیر خواہی کرنا۔ وُلَاۃِ اس کا واحد وَالٍ ہے معاملہ کے ذمہ دار، حکمران وغیرہ۔ تُحِیْطُ افعال واحد مونث غائب، احاطہ کیے ہے، گھیرے ہوئے ہے۔

شرح: ......مقصد یہ ہے کہ مسلمان ہو تو اس کے دل میں اخلاص ہونا چاہیے، ریا کاری شرک وغیرہ کی آمیزش ہو جائے تو یہ خیانت ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ انسان جو عمل کرے کتاب وسنت سے اس کی دلیل موجود ہو اور رضائے الٰہی کے لیے کرے دنیاوی مفاد، ریا کاری، شہرت اور شرک کا اس میں ذرہ برابر شائبہ نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ﴾ (البينه: ٥)

''اللہ کی عبادت کا وہ حکم دیئے گئے ہیں اس کے لیے ہی دین خالص رکھیں۔''

بخاری شریف میں سب سے پہلی حدیث بھی یہی ہے، نیت پر عمل کا دارومدار ہے۔ بہرصورت اخلاص ہر عمل کی روح ہے، اسے نکال دیا جائے تو عمل تن مردہ ہے، بے کار ہے، اخلاص ہوگا تو عمل قابل قبول ہے۔

٢۔حکمران یا امام، پیر یا پیشوا، یا عالم دین ان سے آپس میں خیر خواہی کا تعلق ہونا چاہیے۔ لیکن یہ مشروط ہے اگر یہ خلاف شرع کہتے ہیں تو پھر ان کی اطاعت نہیں، اگر یہ اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق کہیں تو ان کی اطاعت لازم ہے، خیر خواہی لازم ہے اگر نہ کہیں تو پھر ان کی اطاعت لازم نہیں، ہاں! بغاوت جائز نہیں۔ ان کی حکومت کو گرانے کی کوشش نہ کی جائے، یہ اس وقت کی جاسکتی ہے جب وہ اعلانیہ کفر کریں، وگرنہ نہیں۔ (بخاری کتاب الامارہ)

ارشاد ربانی ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا﴾ (النسآء: ٥٩)

---

(١٠٠) ترمذی: ٢٦٥٨۔ ابن ماجه: ٢٣٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ٢١٤٥.

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں سے صاحب امر ہے اس کی اطاعت کرو اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔''

غور فرمائیں! تنازع کی صورت میں کتاب وسنت کی جانب رجوع کرنے کا کہا گیا ہے، جو کہ غیر مشروط ہے، اور صاحب امر کی اطاعت تنازع کی صورت میں ختم کر دی گئی ہے، کیونکہ یہ مشروط ہے کہ صاحب امر خود اگر کتاب وسنت کے مطابق بتائے تو ٹھیک ہے اگر نہ بتائے تو اس کی اطاعت نہیں۔

ثابت ہوا کہ حکام کی خیر خواہی یہی ہے کہ جب تک شریعت کی اجازت نہ ہو اس وقت تک ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور ان سے پورا تعاون کیا جائے لیکن اس حد تک جب تک یہ شریعت کے مطابق ہوں ان کی اطاعت کی جائے اگر شریعت کے خلاف ہوں تو پھر ان کی بات نہ مانی جائے۔

مسلمانوں کی جماعت سے مراد یہ ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوط پکڑا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔''

فرقہ پرستی تب پیدا ہوتی ہے جب تقلید اپنائی جائے اور آبائی رسوم پر کاربند ہوا جائے، تعداد کی قلت وکثرت جماعت ہونے کی علامت نہیں، بعض حضرات عقائد باطلہ کے حامل ہیں لیکن سواد اعظم ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں، یہ کوئی دلیل نہیں۔ جماعت کی علامت خود رسول اکرم ﷺ نے بیان کر دی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت پر وہی زمانہ آئے گا جو بنو اسرائیل پر آیا تھا اس طرح ان کے برابر ہوں گے جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کوئی روسیاہی کرتے ہوئے علانیہ ماں کے پاس آیا ہوگا تو میری امت میں سے بھی ایسا آ جائے گا۔ بنو اسرائیل بہتر ملتوں میں تقسیم ہوئے ہیں تو میری امت تہتر میں تقسیم ہوگی۔ اور ایک ملت کے سوا تمام دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ وہ نجات پانے والی ملت کونسی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ ''جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ترمذی ابواب الایمان، یہ حدیث حسن درجہ کی ہے) مرعاۃ: ۱/ ۲۷۵ پر علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، اس سے مراد کتاب وسنت ہے کیونکہ وہ کسی اور چیز پر عمل نہیں کرتے تھے۔

نجات والا گروہ، سواد اعظم، جماعت اور جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاربند تھے اس سب سے مراد ایک ہی چیز ہے یعنی وہ لوگ جو اپنا عقیدہ اور عمل کتاب وسنت کے مطابق رکھیں اگر نہ ہوگا تو جماعت لازم

نہ رہی۔ آخر میں نبی ﷺ نے فرمایا کتاب وسنت کی دعوت دینے والے اسے آگے چلاتے رہیں گے اور یہ دعوت حق جاری رہے گی۔

۱۰۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلٰى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْيُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تَنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا . (رواه البخاري ۱۳۵۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بناتے ہیں۔ جیسا ایک چوپایا اپنے بچے کو صحیح سلامت جنے تو ان میں سے کسی کو تو کان کٹا نہیں پائے گا۔ پھر کہا یہ آیت تلاوت کرو۔ اللہ کا پیدا کرنا جس فطرت پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

مفردات: ......يُوْلَدُ، ضَرَبَ سے مضارع مجہول، جنا جاتا ہے، پیدا ہوتا ہے۔ یہ مولود مبتداء کی خبر ہے۔ الفِطْرَةِ اس کی جمع فِطَرٌ ہے۔ ابتدائی حالت۔ مراد اسلام ہے۔ يُهَوِّدَانِهِ تفعیل سے مضارع معلوم تثنیہ ہے، اس بچے کو یہودی بنا دیں۔ يُنَصِّرَانِهِ عیسائی بنا لیں۔ يُمَجِّسَانِهِ مجوسی، آتش پرست بنا لیں۔ تنتج یہ ضرب سے مضارع معلوم بھی آتا ہے اور مجہول بھی آتا ہے۔ جنتا ہے۔ اَلْبَهِيْمَةُ اس کی جمع بَهَائِمُ ہے جانور، دوسرا بَهِيْمَةً مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جَمْعَآءَ کامل پیدائش والا۔ تُحِسُّوْنَ افعال سے جمع مذکر حاضر ہے، تم پاتے ہو۔ جَدْعَآءَ کان کٹا وغیرہ۔

شرح: ......قرآن پاک کی آیت ہے:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰)

''اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی مضبوط دین ہے۔''

یہ حدیث اس آیہ مبارکہ کی تفسیر ہے۔

۲۔ اس میں ایک عام فہم مثال کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے پیدا ہونے والے بچے کی صاف فطرت ہونے کو واضح فرمایا ہے چونکہ ہر دور میں لوگوں نے جانور رکھے ہیں اور اس کا عام مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جانور ایک پوری خلقت والا بچہ جنم دیتا ہے لوگ اس کے کان، سینگ کاٹ کر اس میں نقص پیدا کرتے ہیں، اسی طرح جب بچہ کسی بھی مذہب کے خاندان میں پیدا ہو وہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس میں اپنے خالق کی معرفت، قبول دین کی صلاحیت، ہدایت

(۱۰۱) بخاری: ۱۳۵۹۔ مسلم: ۲٦٥۹۔ ترمذی: ۲۱۳۸۔ نسائی: ۱۹٥۰۔ ابوداود: ٤٧١٤۔ احمد: ۱۰۳٤۳۔ موطا: ٥٦۹.

وضلالت کی تمیز، اچھائی برائی میں فرق ان تمام امور کا علم ہوتا ہے بشرطیکہ اسے اسی فطرت پر پروان چڑھایا جائے۔لیکن اس میں رکاوٹ یہ آجاتی ہے کہ یہودی کے گھر پیدا ہو تو اس کے والدین اس کی فطرت کے برعکس یہودیت کے غلط عقائد سکھاتے ہیں، عیسائی عیسائیت کی پٹی پڑھاتے ہیں، مجوسی اپنی مجوسیت کا درس دیتے ہیں، اس طرح وہ راہِ فطرت سے ہٹ جاتا ہے اور اسے اپنی اصلیت سے دور کر دیا جاتا ہے۔اس سے اس نظریہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ انسان گمراہی سے ہدایت کی طرف آتا ہے بلکہ ثابت ہوا کہ انسان ہدایت سے گمراہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔اسی فطرتی نور ہدایت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور رسول اکرم ﷺ کو مبعوث کیا کہ آپ نے دعوت کو پیش کیا اور انسان کو اس کی فطرت کے مطابق آواز دی اور اسے یاد کروایا کہ اپنی فطرت کے مطابق موت تک سرگرم عمل رہنا۔

۱۰۲۔ وَفِـيْ رِوَايَةٍ: كَمَا تَنْتَجُوْنَ الإِبِلَ فَهَلْ تَـجِـدُوْنَ فِيْهَـا جَـدْعَاءَ حَتّٰى تَكُوْنُوْا أَنْتُمْ تَـجدَعُوْنَهاَ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَأَيْتَ مَنْ يَّـمُـوْتُ صَـغِيْـرًا قَالَ: اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَـامِلِيْنَ . (رواه مسلم ٢٦٥٨) فی كتاب القدر

ایک روایت میں ہے: ’’جیسے تم اونٹ کے بچے پیدا ہوتے دیکھتے ہو تو ان میں سے کسی کو کان ناک کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ یہاں تک کہ تم خود ہی ان میں سے کان و ناک کاٹتے اور زخمی کرتے ہو۔لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ بتائیں کہ جو بچپن ہی میں فوت ہو جائے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔‘‘

مفردات:...... تَجْدَعُوْنَ ، مَنَعَ سے مضارع معلوم جمع حاضر، تم اعضاء کاٹتے ہو۔

شرح: ......اس روایت میں مزید یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ نابالغ عمر میں فوت ہو جانے والے بچے کہاں جائیں گے، اس بارے میں اختلاف ہے۔

ایک قول ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے اور مشرکوں کے بچے اپنے باپوں کے ساتھ ہوں، ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، وہ کیا عمل کریں گے۔

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح ترین اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہر ایک کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور جو آپ نے فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ کیا عمل کرنے والے تھے۔ یہ پہلے کی بات ہے اور بعد والی بات یہی ہے کہ ہر ایک کے نابالغ بچے اہل جنت میں سے ہیں۔ (مرعاۃ: ۱/ ۱۹۹)

۱۰۳ــ عَـنْ مَـالِكِ بْـنِ أَحْمَرَ أَنَّهٗ لَمَّا بَلَغَهٗ

مالک بن احمر سے روایت ہے کہ اس کو جب رسول اللہ ﷺ

(۱۰۲) مسلم: ٢٦٥٨۔ كتاب القدر، بخاری: ٢٣٨٥۔ ترمذی: ٢١٣٨۔ ابوداود: ٤٧١٤۔ احمد: ٩٨٨١۔ موطا: ٥٦٩.

(۱۰۳) طبرانی اوسط: ١٠٤٥٦۔ اس میں سعد بن منصور جذامی ہے اس کے حالات کا پتہ نہیں چل سکا۔ هيثمی: ٦٧.

قُـدُوْمُ رَسُـوْلِ اللّٰـهِ ﷺ وَفَـدَإِلَيْـهِ ، فَقَبِلَ إِسْلامَـهٗ وَسَـأَلَهٗ أَنْ يَكْتُبَ لَهٗ كِتَابًا يَدْعُوْ بِهٖ إِلَـى الْـإِسْلَامِ فَـكَتَبَ لَهٗ فِيْ رُقْعَةٍ مِنْ آدَمَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُـحَـمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِـمَالِكِ بْنِ أَحْمَرَ وَلِـمَـنِ اتَّبَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، أَمَانًا لَهُمْ مَا أَقَـامُـوْا الـصَّلَاةَ ، وَآتَـوْا الـزَّكَاةَ ، وَاتَّبَعُوْا الْـمُسْـلِمِيْنَ ، وَجَانَبُوْا الْمُشْرِكِيْنَ ، وَأَدَّوْا الْـخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ ، وَسَهْمَ الْغَارِمِيْنَ ، وَسَهْـمَ كَـذَا ، سَهْمَ كَذَا فَهُمْ آمِنُوْنَ بِأَمَانِ اللّٰـهِ وَأَمَـانِ مُـحَـمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ . (رواه الطبراني في الأوسط ١٠٤٥٦)

کی آمد کی خبر پہنچی تو وہ وفد لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے اس کا اسلام لانا قبول فرمایا اور اس نے عرض کی کہ اس کو آپ ﷺ ایک تحریر لکھا دیں تا کہ اس کے ذریعے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

پس آپ ﷺ نے چمڑے کے ٹکڑے پر اس کے لیے تحریر لکھائی۔ اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ تحریر مالک بن احمر کے لیے اور اس کے ماتحت جو لوگ مسلمان ہیں ان کے لیے امن ہے جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں، زکوٰۃ دیتے رہیں، مسلمانوں کے تابع فرمان رہیں اور مشرکین سے علیحدہ رہیں اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کریں اور مقروضوں کا حصہ اور فلاں فلاں حصہ دیتے رہیں تو وہ امن میں ہیں اللہ تعالیٰ کے امن کے ساتھ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امن دینے کے ساتھ۔'' (الاوسط)

مفردات: ...... قُدُوْمُ مصدر ہے، آنا۔ اِلَيْهِ آپ ﷺ کی طرف وفد بن کر گیا۔ اَدَمٍ چمڑے سے۔ جَانَبُوْا مفاعلہ سے ماضی جمع مذکر غائب، دور رہیں۔ اَدُّوْا تفعیل سے ماضی جمع مذکر، ادا کریں۔ اَلْغَارِمِيْنَ چٹی والے۔

شرح: ...... اس سے ثابت ہوا یہاں مذکور باتوں پر عمل کرنے والا مسلمانوں میں شامل ہے۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی، وہ امن وامان میں رہے گا۔

١٠٤۔ عَـنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُـقْبَـلُ إِيْـمَـانٌ بِلَا عَمَلٍ ، وَلَا عَمَلٌ بِلَا إِيْمَانٍ (رواه الطبراني في الكبير بلين)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان عمل کے بغیر قبول نہیں اور عمل ایمان کے بغیر قبول نہیں ہے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

مفردات: ...... لَا يُقْبَلُ مضارع مجہول منفی قبول نہیں کیا جائے گا۔

شرح: ...... یہ بات تو درست ہے کہ بغیر ایمان کے کوئی عمل قابل قبول نہیں کیونکہ ایمان بنیاد ہے جب اللہ تعالیٰ

(١٠٤) طبراني كبير، اس میں سعید بن زکریا راوی پر جرح بھی ہے، اسے ثقہ بھی کہا گیا ہے، اس وجہ سے اس حدیث میں کمزوری ہے۔ ویسے بھی یہ بخاری مسلم کی احادیث سے ٹکراتی ہے۔ دیکھئے بخاری، کتاب الایمان (الایمان يزيد وينقص)

اور اس کے رسول کی صداقت پر یقین نہ ہو۔ آخرت کا تصور نہ ہو، فرشتوں پر ایمان نہ ہو، حشر نشر، اعمال کے وزن، پل صراط سے گزرنا، جنت، دوزخ وغیرہ پر یقین نہ ہو تو کوئی عمل قابل قبول نہیں، اعمال کی قبولیت کا دارومدار ان چیزوں پر ایمان لانے پر ہے۔

باقی رہی بات ایمان بغیر عمل کے قبول نہیں یہ تنقید کے قابل ہے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے آدمی ایمان میں داخل ہو جاتا ہے، دوسرے نیک عمل نہیں کرتا تو ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر نیک عمل کرتا ہے تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، یعنی ایمان اور عمل کا تعلق گہرا ہے، یہ نہیں کہ عمل میں کوتاہی آ جائے تو ایمان رہتا ہی نہیں اور قبول ہی نہیں ہوتا، بلکہ ایمان بیج ہے اور عمل اس کا درخت ہے۔ اس طرح کا تعلق ہے۔ ہاں بعض ایسے عمل ہیں جو ایمان کو ضائع کرتے ہیں، مثلاً کفر، شرک، نفاق، ارتداد وغیرہ، ہر عمل ایسا نہیں کہ ایمان قبول ہی نہ رہے۔

۱۰۵۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لاَ یَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَكَانَ أَبُوْهُرَیْرَةَ یَلْحَقُ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ إِلَیْهِ فِیْهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (رواه البخاری ٢٤٧٥).

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں زنا کرتا زانی مگر وہ بوقت زنا مؤمن نہیں ہوتا اور چور چوری کے وقت مؤمن نہیں ہوتا او رشراب پینے والا شراب پیتے وقت مؤمن نہیں ہو تا ہے اور اس کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ الفاظ بھی لاحق کرتے تھے اور نہیں لوٹتا کوئی لوٹنے والا جب وہ عمدہ چیز لوٹتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا ہے۔''

مفردات: ...... وَهُوَ واو حالیہ ہے۔ اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ وَلَا یَسْرِقُ، ضَرَبَ سے منفی واحد مذکر غائب نہیں چوری کرتا۔ وَلَا یَشْرَبُ، عَلِمَ مضارع منفی نہیں پیتا۔ وَلَا یَنْتَهِبُ افتعال سے مضارع منفی، غارتگری کرنا، زبردستی دوسرے کا مال چھیننا۔ نُهْبَةً یہ مفعول بہ وہ مال جو غیر سے ظلم کے ساتھ لیا جائے۔ یَرْفَعُ، مَنَعَ مضارع واحد مذکر غائب یہ نھبہ کی صفت ہے، یعنی اس کی جرات اور دلیری پر لوگ حیران ہو کر نگاہیں اٹھائیں۔ اِلَیْهِ اس لوٹنے والے کی طرف۔ فِیْهَا اس لوٹ مار میں۔

شرح: ...... اس حدیث میں تین کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے، زنا کاری، چوری اور ڈاکہ زنی، یہ جس سے سرزد ہوئے ہوں اس سے ایمان نہ ہونے کی ڈانٹ بیان ہوئی ہے۔ ایک گمراہ فرقہ ہے، خارجی اور دوسرا ہے معتزلہ، ان دونوں کا نظریہ ہے اور وہ اس قسم کی احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ جس شخص سے کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے وہ مومن نہیں رہتا،

(۱۰۵) بخاری: ۲٤۷٥۔ مسلم: ٥۷۔ ترمذی: ۲٦۲٥۔ نسائی: ٥٦٦۰۔ ابوداود: ٤٦۸۹۔ ابن ماجه: ۳۹۳٦۔ احمد: ۸۷۸۱۔ دارمی: ۲۱۰٦.

ان کا نظریہ غلط ہے کیونکہ پہلے دلائل گزر چکے ہیں کہ کبیرہ گناہ سرزد ہونے کے باوجود سارا ایمان خارج نہیں ہوتا، صرف اس میں کمی آتی ہے۔ بشرطیکہ شرک نہ ہو، کیونکہ شرک سے ایمان باطل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کبیرہ گناہ مکمل کافر نہیں بناتا۔ بلکہ ایمان میں نقص آتا ہے اگر توبہ کی جائے تو کبیرہ گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر بغیر توبہ موت واقع ہوئی ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے خواہ عذاب دے، خواہ معاف کرے۔ اگر عذاب بھی کرے گا تو ہمیشہ نہ ہو گا، جرم کے مطابق سزا ہو گی آخر ایمان کی وجہ سے رہائی ہو گی۔ (مرعاۃ: ۱/ ۱۲۶)

١٠٦ـ وعـن أبـي هريرة يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَنٰـى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الإِيْمَانُ وَكَـانَ عَـلَيْهِ كَا الظُّلَّةِ فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ . (رواه أبوداود ٤٦٩٠)

ان ہی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے خارج ہو کر اس کے سر پر چھتری کی مانند کھڑا ہو جاتا ہے اور جب وہ اس فعل بد سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔" (ابوداود)

مفردات: ...... کَانَ ماضی، وہ ایمان ہو جاتا ہے۔ کَـاالظُّلَّةِ اس کی جمع ظُلَلٌ ہے، سایہ کی مانند۔ اِنْقَطَعَ انفعال سے ماضی علیحدہ ہوا۔ رَجَعَ ماضی ضَرَبَ سے لوٹ آیا۔

شرح: ...... حدیث میں ایمان نکلنے کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ جب تک آدمی اس بدعمل میں مصروف ہے ایمان جدا ہو کر سایہ کی مانند نکل کر اوپر ٹھہر جاتا ہے اور جب اس روسیاہی سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔

١٠٧ـ وللترمذي: خَرَجَ مِنْهُ الْإِيْمَانُ فَكَانَ فَـوْقَ رَأْسٍ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ عَادَ إِلَيْـهِ الْإِيْـمَـانُ . قَالَ مُحَمَّدُ الْبَاقِرُ تَفْسِيْرُهٗ يَـخْـرُجُ مِـنَ الْـإِيْمَانِ إِلَى الْإِسْلَامِ . (رواه الترمذي ٢٦٢٥)

اور ترمذی میں ہے: ایمان اس سے خارج ہو کر اس کے سر پر کھڑا رہتا ہے اور جب اس عمل سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ محمد باقر رحمہ اللہ نے تفسیر کی ہے کہ وہ شخص حالت ایمان سے خارج ہو کر حالتِ اسلام کی طرف آجاتا ہے۔

مفردات: ...... مِنْ ذٰلِكَ اس عمل یعنی ان کبیرہ گناہوں کے عمل سے، عَادَ، نَصَر سے ماضی واحد، لوٹ آتا ہے۔

شرح: ...... امام محمد باقر کی تفسیر کے مطابق یہ وضاحت ہوئی کہ یہ کبیرہ گناہ کرنے والا ایمان کے اعلیٰ درجے سے خارج ہو کر اسلام کے درجے میں آجاتا ہے۔

بخاری نے کتاب المحاربین اور کتاب الحدود میں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایمان کے خارج ہونے کی یہ کیفیت

---

(١٠٦) ابوداود: ٤٦٩٠۔ صحیح ہے۔البانی: ٣٩٢٤۔ بخاری: ٦٨١٠۔ مسلم: ٥٧۔ ترمذی: ٢٦٢٥۔ نسائی: ٥٦٦٠۔ ابن ماجہ: ٣٩٣٦۔ احمد: ٩٨٥٩۔ دارمی: ٢١٠٦۔

(١٠٧) ترمذی: ٢٦٢٥۔ بخاری: ٢٤٧٥۔ مسلم: ٥٧۔ نسائی: ٥٦٦٠۔ ابوداود: ٤٦٨٩۔ ابن ماجہ: ٣٩٣٦۔ احمد: ٩٨٥٩۔ دارمی: ٢١٠٦۔ صحیح البانی: ٣٩٢٤۔

بھی بیان کی ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب آدمی کسی کو قتل کرتا ہے، تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عکرمہ نے پوچھا: کس طرح ایمان نکلتا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں، پھر انہیں باہر نکالا۔ فرمایا، اس طرح جیسے انگلیوں سے انگلیاں باہر آئی ہیں، اس طرح ایمان باہر آجاتا ہے، اگر توبہ کرے تو پھر ایمان دل میں لوٹ آتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ کرنے والا، کامل ایمان والا نہیں رہتا، اور نہ اس کے لیے نور ایمان رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ مع مرعاۃ: ۱/ ۱۲۷)

بہرصورت صحیح ترین تفسیر یہی ہے کہ ایمان، دلی تصدیق، زبانی اقرار، اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے، اعمال صالحہ ادا کرنا اور منع کردہ باتوں سے رکنا، ایمان کا نور ہے۔ زنا، چوری، شراب وغیرہ کبیرہ گناہ سے اس کے نور کے کمال کو زوال آتا ہے اور کبیرہ گناہ کا مرتکب تاریکی میں آجاتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ کبیرہ گناہ سے ایمان خارج ہی ہو جاتا ہے۔

۱۰۸۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَدَا الإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ. (رواه مسلم ١٤٥، فی کتاب الإیمان)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام غربت میں شروع ہوا اور عنقریب غربت میں لوٹ جائے گا پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے۔'' (مسلم)

مفردات: ...... بَدَءَ یہ مہموز سے مَنَعَ کے وزن پر ماضی معلوم واحد مذکر ہے۔ اِبْتَدَءَ افتعال سے بھی مروی ہے، ناقص سے بَدَا یَبْدَو (ظاہر ہونے) کے معنی میں بھی وارد ہے، زیادہ مشہور بَدَءَ ہی ہے، ظاہر ہوا۔ غَرِیْبًا یہ تمیز یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، مراد قلت ہے کہ اس کا آغاز قلت سے ہوا۔ وَسَیَعُوْدُ سین مستقبل قریب کے لیے ہے، مضارع معلوم واحد مذکر غائب، عن قریب لوٹے گا۔ فَطُوْبٰی، فُعْلٰی کا وزن ہے، جنت کا درخت، خوشی، مبارک۔

شرح: ......۱۔ وطن سے دور ہونے والے اکیلے آدمی کو جس کا گھر بار نہ ہو غریب کہتے ہیں، یہاں مراد ہے کہ مسلمانوں کی قلت تھی، اکا دکا لوگ مسلمان تھے۔ راہِ اسلام پر گامزن لوگ قلت تعداد میں تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا نور پھیلتا گیا اور اس کے ہمنواؤں کی کثرت تعداد وجود میں آئی اور اس کا آفتاب پوری آب وتاب کے ساتھ دنیا پر چمکنے لگا۔

۲۔ ابتداء کی جانب لوٹنے کا مطلب ہے کہ اس کے کمال کو نقص اس کے جمال میں خلل، اس کے امن میں فتن کی تاریکی اور اس کی سنتوں میں بدعتوں کی سیاہی دوبارہ جنم لے گی اور مجموعی طور لوگ اس کے ایمان وعمل اور واجبات میں سستی اور کاہلی اختیار کریں گے وہی کسمپرسی والی پہلی صورت لوٹ آئے گی۔

---

(١٠٨) مسلم: ١٤٥۔ کتاب الایمان، ابن ماجہ: ٣٩٨٦۔ احمد: ٨٨١٢.

۳۔ یہ غرباء جن کو خوشخبری سنائی گئی ہے، یہ وہ خوش نصیب ہیں جو آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق جو دین میں بگاڑ پیدا کیا گیا ہوگا اس کی اصلاح کریں گے، ایک قول ہے یہ اہل حدیث ہیں۔ (سندھی) (مرعاۃ: ۱/ ۲۵۵)

۴۔ اس حدیث مبارک میں خبردار کیا گیا ہے کہ اسلامی سنتوں کے احیاء کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر وطن سے بھی نکلنا پڑے گا، جس طرح اس کے ابتدائی دور میں ہجرت کرنا پڑی تھی یہی حالت پھر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے غرب وشرق تک جہاں تک بھی آفتاب کی کرن پڑتی ہے اور جہاں بھی انسان بستے ہیں وہاں تک اسلام کی روشنی بھیجی ہے لیکن ایک دور ایسا آئے گا جس طرح مدینہ اسلام کا مرکز بنا پھر یہی مرکز ہوگا، اسلام کا شیر سمٹ کر پھر اپنی کچھار میں آ جائے گا، اس دور میں جو اپنی اور لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے گا حقیقت میں وہ مبارک باد کا مستحق ہے۔

غرباء سے مراد یہاں پیسے میں قلت والے نہیں، پیسہ ہو یا نہ ہو، تعداد بھی کم ہو، سوادِ اعظم نہ ہو، بس دین کی اصلاح کرنے والے ہوں وہ غرباء اہل جنت ہیں جو کتاب وسنت کو ہی لائحہ عمل قرار دیتے ہیں، قیاس اور آراء کو نہیں۔

۱۰۹۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْـإِيْـمَـانَ لَيَـخْلُقُ فِيْ جَوْفِ أَحَدِكُمْ، كَمَا يَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاسْأَلُوْا اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ.

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان تمہارے اندر بوسیدہ ہو جاتا ہے جیسے کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے پس تم اللہ تعالیٰ سے اپنے قلوب میں ایمان کی تجدید کا سوال کیا کرو۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... لَيَـخْلُقُ لام تاکید کا ہے۔ یہ نَصَر اور عَلِمَ دونوں سے آتا ہے۔ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بوسیدہ ہوتا ہے۔ اَنْ ناصبہ ہے۔ يُجَدِّدُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، نیا کرے۔

۱۱۰۔ عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَـدِّدُوْا إِيْـمَانَكُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ نُجَدِّدُ إِيْمَانَنَا قَالَ أَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. (رواه أحمد ٨٤٩٣)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو۔'' صحابہ نے عرض کیا، ہم اپنے ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ فرمایا: ''لا الہ الا اللہ زیادہ پڑھا کرو۔''

مفردات: ...... جَدِّدُوْا تفعیل سے امر جمع ہے، نیا کرو، تجدید کرو۔ اَكْثِرُوْا افعال سے جمع مذکر امر حاضر، زیادہ کرو۔

شرح: ...... اس حدیث میں اور اوپر والی حدیث میں ایک عام فہم مثال کے ذریعے ایمان کو تازہ رکھنے کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین کرائی گئی ہے اور ایمان تازہ رکھنے کا گُر یہ بتایا گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کیا جائے

---

(۱۰۹) طبراني كبير، اسناد حسن هيثمي: ١٥٨.

(۱۱۰) احمد: ۸٤۹۳۔ اس میں سمیر بن نہار راوی ہے، اسے ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ بہرصورت سند جید ہے۔ ہیثمی: ۱۵۹.

کیونکہ یہ ایمان کی اساس ہے، یہ کلمہ توحید ہے۔ اس کے مقابلہ کی کوئی چیز نہیں، یہ اسلام میں داخلے کا دروازہ ہے، یہ کفر وایمان کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے، غیر اللہ کی نفی اور اس سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دلجمعی ہوتی ہے۔ اس سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے کہ شیطان بھاگ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے: اَفْـضَلُ الذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کو ساری کائنات سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے پروردگار! مجھے ایسا ذکر سکھا دو جس کے ساتھ میں دعا کیا کروں، فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے کہا: یہ تو سب لوگ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں زمین، آسمان اور ان کی آبادی ایک پلڑے میں رکھیں اور یہ لا الٰہ الا اللہ ایک میں رکھیں تو یہ سب پر غالب آ جائے۔ (شرح السنہ للبغوی) اس میں درّاج راوی ہے، بعض نے تنقید کی ہے، بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ مسند ابی یعلی میں بھی ثقہ راویوں نے بیان کی ہے، معمولی ضعف ہے بہرصورت ابن حجر اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ: ۳/۴۵۳)

مزید وضاحت وہ حدیث کرتی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک آدمی کے ننانویں دفتر برائیوں کے جو تاحد نگاہ ہوں گے، ایک ورقہ دوسری جانب رکھا جائے گا جس پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوگا تو یہ ورقہ بھاری ہوگا آدمی کی نجات کا باعث ہو گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حسن، صحیح، البانی، تنقیح: ۲/۹۴)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ کلمہ کس طرح ایمان کے اضمحلال میں جلال اور اس پر بدعملی کے داغ کے لیے کس طرح جمال پیدا کرتا ہے۔ یہ حدیث بالکل اسی طرح ہے جس طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (النسآء: ١٣٦)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ۔''

یہاں ایمانداروں کو جو ایمان لانے کا حکم ہے، وہ یہ ہے کہ ایمان کی تصحیح کرو، اخلاص وصدق میں اضافہ کرو اور ایمان میں بگاڑ پیدا کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، اور ایمان پر ہمیشگی اور ثابت قدمی رکھو، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ٥﴾ (آل عمران: ١٠٢) ''تمہیں موت بھی حالت اسلام میں آئے۔''

۱۱۱۔ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰـهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ إِنَّ الـلّٰـهَ قَسَّـمَ بَيْـنَكُمْ أَخْلاَقَـكُـمْ كَـمَا قَسَّمَ بَيْنَكُم اَرْزَاقَكُمْ وَإِنَّ الـلّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعْطِىْ الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کیے ہیں جیسے اس نے تمہارے درمیان رزق تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو بھی جس کو پسند کرتا ہے اور اس کو بھی جس کو

(۱۱۱) احمد: ٣٦٦٣۔ اس کے بعض راوی مستورد ہیں، پتہ نہیں ثقہ ہیں یا غیر ثقہ ہیں، زیادہ تر ثقہ ہیں۔ هيثمى: ١٦٤۔ تنقیح میں ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا اپنا قول ہے۔ مرفوع صحیح نہیں۔ (١-٢ ص ١٥٤ جزء ٣)

لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ أَحَبَّ فَمَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ أَحَبَّ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتَّى يَسْلَمَ قَلْبُهُ وَلِسَانُهُ وَلَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ قَالَتْ: وَمَا بَوَائِقُهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ غَشْمُهُ وَظُلْمُهُ وَلَا يَكْسِبُ مَالاً مِنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارِكُ لَهُ فِيْهِ وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَمْحُوْ السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُوْ السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ إِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُوْ الْخَبِيْثَ. (رواه أحمد ٣٦٦٣)

پسند نہیں کرتا ہے اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔تو جسے اللہ دین عطا کرے وہ اللہ کا محبوب ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہوں۔ اور مؤمن نہیں بن سکتا جب تک اس کا ہمسائیہ اس کی ایذا سے محفوظ نہ ہو۔ میں نے عرض کی: اس کی (بوائق) کیا ہے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اس کا کھوٹ اور ظلم۔ اور جب مالِ حرام کمائے اور اس کو خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور صدقہ دے تو قبول نہیں کیا جاتا اور وہ جو بھی اپنے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کے لیے جہنم کا زادِ راہ ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بدی کو بدی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ وہ بدی کو نیکی کے ساتھ مٹاتا ہے۔ ناپاک چیز تو ناپاکی کو دور نہیں کرتی۔'' (احمد)

مفردات: ...... قَسَمَ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب، تقسیم کیا۔ اَرْزَاقَکُمْ اس کا واحد رِزْقٌ ہے۔ رزق، روزی۔ یُعْطِیْ افعال سے مضارع معلوم دیتا ہے۔ لَا یُسْلِمُ افعال سے مضارع منفی، مسلمان نہیں ہوتا۔ یَأْمَنَ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بے خوف ہو۔ بَوَائِقَہ اس کا واحد بَائِقَۃٌ ہے، شرارتیں۔ غَشْمُہ ظلم فَیُنْفِقَ افعال سے مضارع معلوم، فاء کے بعد اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہے، خرچ کرتا ہے۔ فَیُبَارِكَ برکت نہیں کرتا، مفاعلہ سے مضارع معلوم یہاں بھی اَنْ ناصبہ ہے۔ لَا یَمْحُو، نَصَرَ سے مضارع منفی نہیں مٹاتا۔

شرح: ......۱۔ یعنی جس طرح رزق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے، اسی طرح اخلاق میں ہے، کسی کا رزق کم ہے، کسی کا زیادہ ہے:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾

(الزخرف: ٣٢)

''ان کی گزران کو ہم نے دنیا کی زندگی میں تقسیم کیا ہے اور ان میں سے ایک کو دوسرے پر بلندی دی ہے۔''

اسی طرح اخلاق میں تقسیم ہے کوئی بلند اخلاق ہے کوئی کم اخلاق ہے، جس طرح معیشت میں بلندی کی تگ و دو کی جاتی ہے اسی طرح بلند اخلاق پر فائز ہونے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ دنیا ایک آزمائش گاہ ہے، یہاں کسی کو مال و دولت زیادہ دے کر آزمایا جاتا ہے اور بعض کی کم دے کر آزمائش

ہوتی ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ﴾ (الشوریٰ: ۲۷)

''اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رزق کی کشادگی کر دیتا تو یہ زمین میں سرکش ہوتے جاتے لیکن وہ اپنی مرضی اور اندازے کے مطابق رزق اتارتا ہے، وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ ہے اور دیکھنے والا ہے۔''

اس بنا پر وہ دنیا ہر ایک کو دیتا ہے، خواہ اس کا فرمانبردار ہو یا نافرمان ہو۔لیکن جسے دین کی دولت سے نوازے وہ یقیناً اس کا محبوب بندہ ہوتا ہے کیونکہ دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے تو دین والا بھی اس کا پسندیدہ ہی ہوگا۔﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ﴾ (المآئدۃ: ۳) ''میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔''

۳۔یعنی ظاہری اسلام مفید نہیں، دل، زبان، اعضاء سب دین اسلام کے تابع ہوں دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے کہ صحیح مسلمان وہ ہے جس کی زبان، ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔

۴۔ہمسائے کو امن دینا اور اسے اپنی شرانگیزیوں، ظالمانہ کارروائیوں سے محفوظ رکھا جائے تو یہ ایمان کی تکمیل کی علامت ہے۔اگر مومن کہلوائے اور ہمسائے کو ستائے تو اس کا ایمان ٹھیک نہیں، تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

۵۔آخر میں بتایا گیا کہ حرام طریقے سے کمایا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔اور نہ اس کے صدقہ سے گناہ مٹتے ہیں، حالانکہ نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (ھود: ۱۱٤) ''یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

حرام مال خود برائی ہے، برائی برائی میں اضافہ کرتی ہے، اسے مٹانے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور برائی دوزخ کا باعث ہے، اس لیے نہ حرام کمائیں اور نہ ہی حرام خرچ کریں یہ اتنی منحوس کمائی ہوتی ہے کہ اس سے دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔(بخاری، کتاب التفسیر)

۱۱۲۔عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ مَرَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟ قَالَ: اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا، قَالَ: أُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيْقَةً، فَمَا حَقِيْقَةُ إِيْمَانِكَ، فَقَالَ: عَزَفْتُ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا، فَأَسْهَرْتُ لَيْلِيْ، وَأَظْمَأْتُ

سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے صبح کس حال پر کی (تیری رات کیسے بسر ہوئی) اس نے کہا: میں نے سچا مؤمن بن کر رات بسر کی (صبح کی) فرمایا: غور کر تو کیا کہہ رہا ہے؟ ہر قول کی حقیقت ہوا کرتی ہے لہٰذا تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

(۱۱۲) طبرانی کبیر، اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔اور بھی پوشیدگیاں ہیں۔هیثمی: ۱۸۹.

نَهَارِيْ، وَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ عَرْشَ رَبِّيْ بَارِزًا، وَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا، وَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُوْنَ فِيْهَا، قَالَ: يَاحَارِثُ عَرَفْتَ فَلْزِمْ . (رواه الطبراني في الكبير بخفي وللبزار بضعف نحوه عن أنس وزاد في آخره مؤ من نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ)

اس نے کہا: میں نے دنیا سے اپنے نفس کو کنارہ کش رکھا پس میں نے رات بیدار ہو کر بسر کی اور دن کو پیاس میں رہا اور گویا میں عرش ربانی کو سامنے دیکھتا رہا اور میں اہل جنت کو گویا ایک دوسرے سے ملاقات کرتے دیکھتا رہا اور گویا میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں وہ خوف ناک آواز نکال رہے ہیں۔فرمایا: اے حارث! تو نے معرفت حاصل کر لی اس حالت کو مضبوط رکھنا۔ (الکبیر، راوی کی حالت مخفی ہے۔ بزار میں راوی ضعیف ہے اور اسی کی مثل انس سے مروی ہے اور اس کے آخر میں ہے: یہ مؤمن ہے اللہ اس کے دل کو منور کردے)۔''

مفردات: ...... عَـزَفْتُ واحد متکلم میں نے دنیا سے الگ رکھا ہے۔ فَـاَسْهَرْتُ افعال سے واحد متکلم، میں نے بیدار رکھا۔ اَظْـمَـاْتُ افعال سے واحد متکلم، میں نے پیاسا رکھا۔ یَتَـزَاوَرُوْنَ تفاعل سے جمع مذکر مضارع معلوم، آپس میں ملاقات کررہے ہیں۔ یَتَضَاغَوْنَ تفاعل سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، بلک رہے ہیں۔

شرح:......ا۔ حارث بن مالک بن قیس لیثی، ابن برصاء کے نام سے معروف ہیں۔(تقریب)

۲۔ یہاں بیان شدہ یقین وایمان ایسا ہی ہونا چاہیے۔کتاب وسنت کے صحیح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں، رات کو عبادت کرنا، روزہ رکھنا، ایمان کی حقیقت کی پہچان رکھنا حقیقتاً، ایمان میں اہم حصہ دار ہیں۔تاہم یہ حدیث ضعیف ہے۔

۱۱۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ . (رواه أحمد ۲۱۰۸ والكبير والأوسط والبزار)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یا رسول اللہ! دین کی کونسی حالت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: یکسوئی اور وسعت کرنا اور در گذر کرنا۔'' (احمد، الکبیر، الاوسط اور بزار)

مفردات: ...... اَیُّ استفہام کے لیے ہے، کونسا۔ اَلْاَدْیَانُ اس کا واحد دِیْنٌ ہے۔اس میں دین اسلام اور گزشتہ ادیان بھی مراد ہیں لیکن اس دور کے مراد ہیں جب ان میں تبدیلی اور منسوخ ہونا واقع نہ ہوا تھا۔ اَحَبُّ یہ

---

(۱۱۳) احمد: ۲۱۰۸۔ طبرانی کبیر اوسط، بزار اس میں ابن اسحٰق کی تدلیس ہے، انہوں نے سننے کی وضاحت نہیں کی۔ ہیثمی: ۲۰۳۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ فتح الباری: ۱/۹٤.
بہر صورت راقم نے اس کی تائید میں جو وضاحت کی ہے، اس کی سند میں کوتاہی بھی ہو پھر بھی اس کی تائید کرتی ہے، جو کہ بخاری کے ترجمہ باب میں بھی آتی ہے۔

نَصَر سے اسم تفضیل ہے، زیادہ پسندیدہ۔ اَلْـحَنِیْفِیَّۃُ یہ حَنَفْ سے لیا گیا ہے، اس کا معنی مائل ہونا ہے۔ ملت ابراہیم مراد ہے کیونکہ وہ باطل کی بہ نسبت حق کی طرف مائل ہے۔ اَلسَّمْحَۃُ آسان۔

شــرح: ...... یعنی پہلے بھی دین گزرے ہیں، عیسائیت، یہودیت وغیرہ اور اب اسلام ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ محبوب دین اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا ہے، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا، وہ دین سب سے زیادہ بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو سہولت پر مبنی ہو اور وہ اسلام ہی ہے۔

ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہمارے دین کے تمام خصائل ومسائل محبوب وپسندیدہ ہیں لیکن ان میں جو سہولت پر مبنی ہیں وہ عادات اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں۔ جو آسان ہوں امام احمد نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: خَیْرُ دِیْنِکُمْ اَیْسَرُہٗ ''تمہارے دین میں سے وہ حصہ سب سے بہتر ہے جو زیادہ آسان ہے۔'' (فتح الباری: ۱/۹۴)

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ﴾ (الحج: ۷۸)

''اس نے تمہارے دین میں تنگی پیدا نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔''

ہمارے دین نے ہر کام میں سہولت کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً سفر میں دو نمازیں جمع کر سکتے ہیں، سردیوں میں موزوں یا جرابوں پر مسح کر سکتے ہیں۔ بیمار ہوں تو نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح غور کرتے جائیں تو عین فطرت کے مطابق شریعت حکم دیتی ہے۔

١١٤۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ: یَـارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّـی أَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَلاَ أَجِدُ قَـلْبِـیْ یَعْقِلُ عَلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ قَـلْبَكَ حُشِـیَ الإِیْمَانَ وَإِنَّ الإِیْمَانَ یُعْطِی الْـعَبْـدَ قَبْـلَ الْـقُــرْآنِ (رواه أحـمـد ٦٥٦٨ بضعف)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں قرآن پڑھتا ہوں اور اپنے دل کو قرآن سمجھتا ہوا نہیں پاتا۔ فرمایا تیرا دل ایمان کو اپنے اندر لے چکا ہے ایمان بندے کو قرآن پڑھنے سے پہلے دیا جاتا ہے۔'' (احمد بروایت ضعیف)

مفردات: ...... اَقْرَءُ مضارع معلوم واحد متکلم، میں پڑھتا ہوں، یَعَقِلُ عَلَیْهِ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، سمجھ نہیں آتا۔ حُشِـیَ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، بھرا گیا ہے، یُـعْـطَـی مضارع مجہول واحد مذکر غائب دیا جاتا ہے۔

شــرح: ...... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان ہو تو بعد میں قرآن پاک کی تلاوت اس میں اضافہ کرتی ہے، پھر

(١١٤) احمد: ٦٥٦٨۔ ضعف ہے، اس میں ابن لہیعہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔

انسان قرآن پاک کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

یعنی پہلے ایمان دل میں آئے تو تب قرآن پاک کی اثر انگیزی دل میں اترتی ہے، اگر ایمان نہ ہو تو پھر قرآن پاک دل میں نہیں اترتا۔

ایک جگہ قرآن پاک کہتا ہے:﴿وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا﴾ (الانفال : ۲)

''اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔''

اور جن کے دل میں ایمان نہ تھا، وہ مذاق اڑاتے تھے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَتۡهُمۡ رِجۡسًا اِلٰی رِجۡسِهِمۡ وَ مَاتُوۡا وَ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ۝﴾

(التوبة : ۱۲۵)

''جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے ان آیات کے انکار کی وجہ سے ان کی پلیدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ حالت کفر میں مرتے ہیں۔''

۱۱۵ـ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْقُلُوْبُ أَرْبَعَةٌ قَلْبٌ أَجْرَدُ فِیْهِ مِثْلُ السِّرَاجِ یُزْهِرُ وَقَلْبٌ أَغْلَفُ مَرْبُوْطٌ عَلٰی غِلَافِهٖ وَقَلْبٌ مَنْکُوْسٌ وَقَلْبٌ مُصْفَحٌ فَأَمَّا الْقَلْبُ الأَجْرَدُ فَقَلْبُ الْمُؤْمِنِ سراجه فيه نوره وأما القلب الأغلف فقلب الكافر وَأَمَّا الْقَلْبُ الْمَنْکُوْسِ فَقَلْبُ الْمُنَافِقِ عَرَفَ ثُمَّ أَنْکَرَ وَأَمَّا الْمُصْفَحُ فَقَلْبٌ فِیْهِ إِیْمَانٌ وَنِفَاقٌ فَمَثَلُ الإِیْمَان فِیْهِ کَمَثَلِ الْبَقْلَةِ یَمُدُّهَا الماءُ الطَّیِّبُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ فِیْهِ کَمَثَلِ الْقُرْحَةِ یَمُدُّهَا الْقَیْحُ وَالدَّمُ فَأَیُّ الْمُدَّتَیْنِ غَلَبَتْ عَلَی الأُخْرٰی غَلَبَتْ عَلَیْهِ.

(رواه أحمد ۱۰۷۴۵ اوالصغير بلين)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دل چار اقسام کے ہیں ایک وہ دل جو صاف اور مجرد ہوتا ہے وہ چراغ کی مانند چمکتا ہے اور ایک وہ ہے جس پر غلاف ہے اور غلاف اس پر باندھا ہوا ہے اور ایک دل الٹا ہے اور ایک دل چپٹہ چوڑا ہے۔ وہ دل جو صاف اور مجرد ہے وہ مؤمن کا دل ہے۔ معکوس اور الٹا دل منافق کا ہے، وہ جانتا اور پھر انکار کرتا ہے اور چپٹہ دل وہ ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی۔ ایمان اس میں سبز شاخ کی مثل ہے جس کو پانی بڑھاتا ہے اسی طرح اس میں بھی ایمان تازہ ہوتا ہے ان دو مادوں میں سے جو زیادہ ہوگا وہ غالب آجائے گا۔'' (احمد) اور اوسط صغیر میں بروایت ضعیف منقول ہے۔''

مفردات: ......اَجْرَدُ اسم تفضیل ہے، خالی۔ یُزْهِرُ افعال سے مضارع معلوم روشن ہوتا ہے، چمکتا ہے۔

تخریج: ...... احمد (۱۰۷۴۵) طبرانی میں کمزور سند سے آتا ہے، اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ ھیثمی (۲۲۴) ابن قیم نے موقوف ظاہر کی ہے۔ (اغاثه اللهفان: ۱/ ۱۲)

اَغْلَفُ یہ بھی اسم تفضیل ہے، غلاف، یا پردہ چڑھا۔ مَرْبُوْطٌ ، نَصَر سے اسم مفعول ہے، باندھا ہوا۔ مَنْکُوْسٌ اسم مفعول ہے، اوندھا کیا ہوا۔ مُصَفَّحٌ اسم مفعول، دراز کیا ہوا دل۔ اَلْبَقْلَۃُ سبزی، ترکاری۔ یَـمُدُّ ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب بڑھاتا ہے، پھیلاتا ہے۔ اَلْقُدْحَۃُ پیپ والا پھوڑا۔ اَلْقَیْحُ خالص پیپ۔

شرح :......اس میں دل کی چار اقسام بیان ہوئی ہیں۔

(۱) مجرد (خالی) دل، یہ مومن کا دل ہے، اس سے مراد وہ دل ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی محبت ہی رچی بسی ہو، اس میں صرف حق کا دیپ روشن ہو، اس کے سوا اور کچھ نہ ہو، صرف ایمان کی قندیل اس میں جل رہی ہو، باطل شبہات، گمراہ کن خواہشات سے خالی ہو اور علم وایمان کے ستاروں سے منور ہو جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿الْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ الزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ﴾

(النور: ۳۵)

''چراغ شیشی میں ہو اور شیشی گویا کہ روشن ستارا ہے جو کہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مومن کی دل کی صفائی کو اس آیت میں شیشے کی منور قندیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ قرآن وشریعت کے صافی زیتون سے مدد حاصل کرتا ہے۔ (۲۹۰/۳ عربی)

(۲) دل اغلف (پردہ والا) سے مراد کافر کا دل ہے، اس تک آفتاب علم وعرفان اور ماہتاب ایمان کی کرنیں اپنی نورانیت نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ وہ کفر وانکار کے غلاف اور پردوں میں چھپا ہوتا ہے جیسا کہ یہودیوں نے خود کہا تھا۔ ﴿قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ (البقرۃ: ۸۸) ''ہمارے دل پردوں میں ہیں۔'' اور وہ پردے کیا تھے وہ یہ تھے کہ حق بات سننے کی صلاحیت ان سے چھن گئی۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ وَ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا﴾ (الاسراء: ٤٦)

''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے کر دیئے کہ وہ اس کو سمجھتے نہیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔''

یہ پردے اور بوجھ یہی تھا کہ حق کو رد کرنے اور اسے قبول کرنے سے تکبر کا اظہار کرنے کی وجہ سے بطور سزا اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں میں بوجھ اور آنکھوں میں اندھا پن کر دیا جب ان پر توحید کی آیات اور حق کی اطاعت والی آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو یہ نفرت سے دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔

۳۔ اوندھا دل، یہ منافق کا دل ہے، یہ بہت ہی خبیث اور بدترین دل ہوتا ہے کیونکہ یہ ایسا الٹ پھیر کا شکار ہوتا ہے کہ یہ باطل کو حق تصور کرتا ہے اور باطل پرست اس کے پسندیدہ شاہکار ہوتے ہیں اور حق اسے باطل نظر آتا ہے اور اہل حق سے اسے عداوت ونفرت ہوتی ہے۔ ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

وحشت میں ہر نقشہ الٹا ہی نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

تو ان کے باطل اعمال کے ارتکاب کی وجہ سے اور باطل کی دلدل میں الٹے سر دھنسنے کی وجہ سے ان کے دل کو منکوس (الٹا ہوا) کہا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے، جس میں اس اوندھے دل کا تذکرہ ہے۔

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النسآء: ۸۸)

''تمہیں کیا ہے کہ تم منافقوں کی وجہ سے دو گروہوں میں تقسیم ہو رہے ہو، انہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی کمائی کی وجہ سے اوندھا کرے گا۔''

(۴) آخر میں اس دل کا تذکرہ ہے جو ایمان ونفاق سے ملا جلا ہو۔ کبھی ایمان سے ہمکنار ہوتا ہے، لیکن وہ اس میں پختہ طور پر جاگزیں نہیں ہوتا، نہ مکمل طور پر اس میں نور اسلام اپنی چمک دمک پکڑتا ہے، کیونکہ یہ اس حق کے لیے خالی نہیں ہوتا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہے، بلکہ اس میں اس کے خلاف جذبہ بھی اجاگر ہو جاتا ہے تو یہ نفاق اور کفر کے قریب ہو جاتا ہے، یہ جس قوت کو غالب کر دے گا اسی کے مطابق حیثیت پائے گا، نفاق والی قوت ہو تو منافق، ایمان والی ہو تو مومن۔

۱۱۶۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ نَعْمَلُ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مِائَةٍ مِثْلَهُ إِلَّا الرَّجُلَ الْمُؤْمِنَ . (رواه أحمد ۵۸۸۲ والاوسط)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سو میں سے ایک بھی بھلائی کی مثل نہیں مگر مومن مرد سراپا بھلائی ہے۔'' (احمد اور الاوسط)

۱۱۷۔ وَلِلصَّغِيْرِ بِضُعْفِ مِثْلُهُ، بِلَفْظٍ: خَيْرًا مِنْ أَلْفِ مِثْلِهِ .

اوسط صغیر میں اس کی مانند ضعیف روایت میں ہے: بہتر ہزار میں سے اس کی مثل ہے۔

مفردات: ...... مِثْلِهِ اس چیز کی مثل۔

۱۱۸۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لاَ تَزَالُ الرِّيَاحُ تُمِيْلُهُ وَلاَ يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ بَلاَءٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَشَجَرَةِ الأَرْزِ لاَ تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ . (رواه الترمذى ۲۸٦٦)

سیدنا ابوہریرہ! نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مثال مومن کی سبز کھیتی جیسی ہے ہوا اس کو جھکاتی رہتی ہے اور مومن کو بھی بلائیں اور مصائب پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال خشک تنے کی مثل ہے وہ نہیں ہلتا یہاں تک کہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔''

(۱۱۷) احمد: ۵۸۸۲۔ طبرانی اوسط اور صغیر یہ دونوں ضعیف ہیں ان کا دارومدار اسامہ بن زید بن اسلم پر ہے، یہ بہت ہی ضعیف ہے۔
(۱۱۸) ترمذی: ۲۸٦٦۔ صحیح ہے۔ البانی: ۲۳۵۔ اس کے علاوہ بخاری: ۵٦٤٤۔ مسلم: ۲۸۰۹۔ احمد: ۱۰۳۹٦ پر ہے۔

مفردات: ......تُمِيْلُهُ افعال سے واحد مؤنث غائب ضمیر مفعول بہ ہے۔ یہ زرع (کھیتی) کی جانب لوٹتی ہے۔ اَلْاُرُزِّ چاول کے درخت لَا تُهَزُّ، نَصَر سے واحد مونث، حرکت نہیں دیتا۔ تُسْتَحْصَدَ استفعال سے مضارع مجہول واحد مونث غائب ہے، اسے کاٹ دیا جاتا ہے۔

شـــرح: ......ایک دوسری حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، مومن مرد یا عورت پر آزمائشوں کا دور چلتا رہتا ہے کبھی وہ خود بیمار ہوا، فقر و فاقہ کا شکار ہوا، یا پریشان ہوا، کبھی اولاد کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گیا، کبھی مال میں آزمائش آ گئی، اسی طرح وہ مر جاتا ہے لیکن اگر صبر کرتا رہا ہوگا تو گناہوں اور خطاؤں سے پاک صاف ہو چکا ہوگا۔ (ترمذی، ابواب الزہد، باب فی الصبر علی البلاء، حسن صحیح)

۲۔ منافق یا بدکار کو مہلت ملتی رہتی ہے جس سے اس کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اچانک اسے اپنی پکڑ میں لے لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَo وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌo﴾ (الاعراف: ۱۸۲۔ ۱۸۳)

''جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں ہم انہیں مہلت دیتے ہیں جبکہ وہ نہیں سمجھتے اور ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں، یقیناً ہماری تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

ثابت ہوا کہ اگر انسان نیکی کر رہا ہے اور اس کے مال و اسباب ترقی ہو رہی ہے تو یہ نعمت و رحمت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر بستہ ہے، اسے مال و دولت ملا ہے، کوئی رکاوٹ نہیں، پریشانی نہیں بلکہ اس کی لگام اس کے کندھے پر ہے، تو یہ عذاب کے منہ میں جا رہا ہے، ایک مدت تک اسے ڈھیل ملی ہے، پھر اچانک یہ عذاب کی گرفت میں آئے گا کہ اس کا نام و نشان مٹ جائے گا، انسان کو اس دھرتی پر اندھیر نگری نہیں مچانی چاہیے۔

۱۱۹۔ عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكَلَابِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ مَثَلاً صِرَاطاً مُّسْتَقِيْمًا عَلٰى كَنَفِى الصِّرَاطِ زَوْرَانِ لَهُمَا أَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُوْرٌ وَدَاعٍ يَدْعُوْ عَلٰى رَأْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ يَدْعُوْ فَوْقَهٗ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا إِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی کہ پل کے دو اطراف میں دیوار ہے اور اس میں کھلے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے ہیں۔ راستے کی انتہاء پر ایک دعوت دینے والا ہے جو دعوت دیتا ہے اور ایک داعی اوپر سے دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور ہدایت کے ساتھ لے جاتا جس کو چاہے سیدھے راستے کی

(۱۱۹) ترمذی: ۲۸۵۹۔ صحیح ہے۔ البانی: ۲۲۹۵۔ احمد: ۱۷۱۸٤.

وَالأَبْوَابُ الَّتِیْ عَلٰی کَنَفَیِ الصِّرَاطِ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلاَ یَقَعُ أَحَدٌ فِی حُدُوْدِ اللّٰهِ حَتَّی یَکْشِفَ السِّتْرَ وَالَّذِیْ یَدْعُوْ مِنْ فَوْقِهِ وَاعِظُ رَبُّهُ. (رواه الترمذی ۲۸۵۹)

طرف وہ دروازے جو پل کے اردگرد کی دیوار میں ہیں وہ اللہ کی حدود ہیں پس تم میں سے کوئی بھی اللہ کی حدود میں پڑنے کا مرتکب نہ ہو یہاں تک کہ پردہ ہٹا دیا جائے۔ اور وہ جو اس کے اوپر سے دعوت دیتا ہے وہ رب تعالیٰ کا واعظ ہے جو نصیحت کرتا ہے۔'' (ترمذی)

مفردات:...... ضَرَبَ ماضی، بیان کی مَثَلًا مفعول بہ ہے، معقول کو محسوس کے قریب کرنے کے لیے ایک چیز جو دوسری سے ملتی جلتی ہو اسے بیان کرنے کو اور اس میں ندرت بھی ہو اسے مثال کہتے ہیں۔ صِرَاطًا مستقیما یہ مثلاً سے بدل ہے۔ کَنَفَیْ اس کا واحد کَنَفٌ ہے۔ جانب، یہ کَنَفَیْنِ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گرا ہے، دونوں جانب۔ زُوْرَانٌ اس کا واحد زُوْرٌ ہے، یہ تثنیہ ہے، دو دیواریں اصل میں سُوْرَانِ تھا سین کو زاء سے بدل دیا ہے۔ لَهُمَا ان دونوں دیواروں پر۔ سُتُوْرٌ یہ جمع ہے، اس کا واحد سِتْرٌ ہے، پردے۔ دَاعٍ اسم فاعل ہے۔ داعوٌ تھا۔ واو یاء ہوئی چوتھی جگہ پر ہے۔ داعِیٌ ہو گیا۔ تنوین یاء پر بوجھل ہے، گرا دی۔ نون تنوین اور یاء ساکن کے التقاء کی وجہ سے یاء گر گئی، داعٍ ہوا، پکارنے والا۔ فَوْقَهٗ اس پکارنے والے کے اوپر۔

شرح:...... نواس بن سمعان بن خالد کلابی انصاری مشہور صحابی ہیں، شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ (تقریب)

۲۔ آیت ﴿وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ﴾ (یونس: ۲۵) ''اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔''

یہاں دارالسلام سے مراد جنت ہے کیونکہ وہاں آفات ونقائص نہ ہوں گے، وہ مقام دلربا ہر لحاظ سے حسن گاہ ہو گا ایسی نعمتیں اس میں ہوں گی جو دائمی ہوں گی اور کامل ہوں گی۔

۳۔ اس مثال کے ذریعے اسی سلامتی والے گھر میں داخلے کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے، صراط مستقیم سے اسلام مراد ہے، کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، اور لٹکے ہوئے پردے، اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ اور راستے کے سرے پر جو پکارنے والا ہے، یہ قرآن پاک ہے، اس کے اوپر پکارنے والا ایماندار کے دل میں واعظ ہے جو اسے نیکی کی یاد دہانی کراتا ہے۔

ثابت ہوا کہ اسلام کے تابع رہیں، اس کی حدود کا نفاذ کریں اور ان سے آگے نہ گزریں، اس کی حرم کردہ باتوں سے اجتناب کریں، ان کی یاد دہانی دل بھی کراتا ہے اور قرآن پاک بھی بتاتا ہے۔ جو ان شرائط کے مطابق زندگی گزارے گا، اللہ تعالیٰ اسے سلامتی کی جلوہ گاہ جنت میں داخل کریں گے۔ اللهم اجعلنا منهم

۱۲۰۔ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱۲۰) رزین.

صِـرَاطًـا مُسْتَـقِيْمًا ، وَعَنْ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُـوْرَانِ فِيْهِـمَـا أَبْـوَابٌ مُـفَتَّـحَةٌ وَعَلَـى الْأَبْـوَابِ سُتُـوْرٌ مُـرْخَـاةٌ ، وَعِنْدَ رَأْسِ الـصِّـرَاطِ دَاعٍ يَـقُـوْلُ: اِسْتَـقِيْـمُوْا عَلَـى الـصِّـرَاطِ وَلاَ تَـعْـوَجُّوْا ، وَفَوْقَ ذٰلِكَ دَاعٍ يَـدْعُـوْ كُلَّاهَـمَّ عَبْدٌ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْـوَابِ قَـالَ: وَيْحَكَ لاَ تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ فَتَـحْتَـهٗ تَـلِـجْـهٗ . (لـرزين) ثُمَّ فَسَّرَهٗ بِأَنَّ الـصِّـرَاطَ هُـوَ الْـإِسْلَامُ ، وَأَنَّ الْأَبْـوَابَ الْـمُـفَتَّـحَةَ مُـحَـارِمُ الـلّٰـهِ ، وَأَنَّ السُّتُوْرَ الْمُرْخَاةَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ، وَالدَّاعِيْ عَلٰى رَأْسِ الـصِّـرَاطِ هُـوَ الْـقُـرْآنَ وَالدَّاعِيْ فَوْقَهٗ هُوَ وَاعِظُ اللّٰهِ فِيْ قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ .

اللہ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی ہے اور راستے کے دواطراف میں دو دیواریں ہیں اور ان میں دروازے کھلے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹکائے گئے ہیں۔ راستے کے سر پر ایک دعوت دینے والا کہتا ہے: راستے پر سیدھے سیدھے چلتے رہو اور ٹیڑھے نہ ہونا اور اس کے اوپر ایک داعی موجود ہے جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہے تو وہ دعوت دیتا ہے: اے بندے! تیرا بھلا ہو اس کو نہ کھول اگر کھولے گا تو تو اس میں داخل ہو جائے گا۔'' بروایت رزین۔ اس مثال کی تشریح فرمائی کہ راستہ اسلام ہے اور کھلے دروازے اللہ کے حرام کردہ امور ہیں اور لٹکائے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں راستے کے سر پر بلانے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر دعوت دینے والا اللہ کا ناصح ہے جو ہر مؤمن کے دل میں ہے۔''

مفردات: ...... جَـنْبَتَيْ یہ تثنیہ ہے، دونوں جانب۔ سُوْرَان دو دیواریں۔ مُفَتَّحَةٌ تفعیل سے اسم مفعول واحد مونث ہے، کھلے ہوئے۔ مُرْخَاةٌ افعال سے واحد مونث اسم مفعول، لٹکائے ہوئے۔ وَلَا تُعَوِّجُوْا تفعیل سے نہی جمع مذکر حاضر، ٹیڑھے نہ ہو جاؤ۔ ذٰلِكَ اس راستے کے اوپر یا بلانے والے کے اوپر۔ هَـمَّ ماضی واحد مذکر، ارادہ کیا۔ قَالَ وہ داعی کہتا ہے۔ وَيْحَكَ یہ ڈانٹ کے لیے کلمہ ہے، افسوس ہے۔ لَا تَـفْتَحْهُ ، مَنَعَ سے نہی حاضر ضمیر مفعول بہ ابواب میں سے ایک کی جانب لوٹتی ہے۔ تَـلِجْهُ ، ضَرَبَ سے مضارع مذکر حاضر ہے، جواب امر کی وجہ سے واؤ گر گئی ہے تو داخل ہوگا۔ تشریح اوپر گزر چکی ہے۔

١٢١ ـ وَعَـنْـهُ: وَقَـالَ: لَـهٗ رَجُلٌ: اَلصِّرَاطُ الْـمُسْتَـقِيْـمُ ، قَـالَ تَـرَكَـنَا مُحَمَّد ﷺ فِيْ أَدْنَـاهُ ، وَطَرْفُهٗ فِيْ الْجَنَّةِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ جَوَادٌ وَعَنْ يَسَارِهٖ جَوَادٌ ، وَثَمَّ رِجَالٌ يَدْعُوْنَ مَنْ مَرَّبِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ فِيْ تِلْكَ الْجَوَادِ اِنْتَهَتْ بِهٖ

ان ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب ان سے ایک مرد نے پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے تو انھوں نے کہا محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں صراط مستقیم کے وسط میں چھوڑا ہے اور اس کا ایک سر جنت میں ہے، اس کے دائیں چھوٹے راستے جاتے ہیں اور اس کے بائیں طرف بھی چھوٹے راستے ہیں اور وہاں کچھ مرد

(١٢١) رزين.

إِلَى النَّارِ، وَمَنْ أَخَذَ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ اِنْتَهٰى بِهٖ إِلَى الْجَنَّةِ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ، وَلاَ تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ الآية لرزين

ہیں جو ہر گزرنے والے کو دعوت دیتے ہیں: پس اگر کوئی آدمی ان چھوٹے راستوں پر چل نکلا تو وہ جہنم میں اس کو پہنچا دیں گے اور جو سیدھے راستے پر چلتا رہا تو وہ اس پر چل کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: (ترجمہ) اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو دوسرے راستوں کی۔ یا آخر آیت۔" (رزین)

مفردات: ...... تَرَكَنَا، نَصَر سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر مفعول بہ ہے۔ ہمیں چھوڑا اَدْنَاهُ اسم تفضیل ہے۔ نزدیک تر ظَرْفُهٗ کنارہ اس کا۔ جَوَادٌ عمدہ گھوڑا۔ اِنْتَهَتْ افتعال سے واحد مؤنث غائب، اسے پہچانتے ہیں۔ فَاتَّبِعُوْهُ افتعال سے امر جمع مذکر ہے، اس کی اتباع کرو۔ فَتَفَرَّقَ تفعل سے ماضی واحد مذکر، جدا ہو جائیں گے۔

شـــرح: ...... اس میں صراط مستقیم کی وضاحت ہوئی ہے، اس پر عمل پیرا ہونے سے جنت میں داخلہ ملتا ہے اور اسے چھوڑنے سے دوزخ میں جگہ ملتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر بہت عمدہ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی، پھر اس لکیر کے دائیں بائیں بہت سارے خطوط کھینچے اور سیدھی لکیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور دائیں بائیں والے خطوط جو ہیں یہ شیطانی راستے ہیں۔ ان پر شیطان بیٹھا پکار رہا ہے، ان پر مت چلنا اور یہی سورت اعراف کی (۱۵۳) آیت تلاوت کی۔ (احمد، نسائی، دارمی صحیح ہے۔ مرعاۃ: ۱/ ۲۶۵)

۲۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعت کی راہ، یا دین میں افراط و تفریط کی راہ، استقامت والی راہ نہیں۔ اسی طرح شرک والی راہ بھی غلط ہے اور شیطانی راہ ہے لہٰذا راہِ حق اور راہِ باطل آپس میں کبھی ایک نہیں ہو سکتے، راہ حق پر چلنے والے فرقہ ناجیہ (نجات والا گروہ ہے) اور متفرق راہوں پر چلنے والے گروہ نجات والے نہیں۔

۱۲۲۔ عَلِيٌّ، رَفَعَهٗ: بَعَثَ اللّٰهُ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا إِلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَلَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ عِيْسٰى قَالَ تَعَالٰى يَا عِيْسٰى قُلْ لِيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا اِمَّا اَنْ يُبَلِّغَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ اِلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اِمَّا اَنْ تُبَلِّغَهُمْ فَخَرَجَ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو بنی اسرائیل کی طرف پانچ کلمات دے کر مبعوث فرمایا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! تو یحییٰ بن زکریا کو کہہ دے کہ یا تو وہ تبلیغ کریں ان امور کی جو دے کر ان کو مبعوث کیا گیا ہے

(۱۲۲) بزار، ترمذی نحوہ: ۲۸۶۳۔ احمد: ۱۶۷۱۸۔ صحیح ہے۔ البانی: ۲۲۹۸.

يَـحْيٰ حَتَّى صَارَ إِلٰى بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَمَثَـلُ ذٰلِكَ كَـمَثَـلِ رَجُـلٍ اَعْتَـقَ رَجُلًا وَأَحْسَـنَ إِلَيْـهِ وَأَعْطَاهُ فَانْطَلَقَ وَكَفَرَ نِعْمَتَهٗ وَالٰـى غَيْـرِهٖ وَاِنَّ الـلّٰـهَ يَـأْمُرُكُمْ اَنْ تُقِيْمُوْا الـصَّـلٰوةَ وَمَثَـلُ ذٰلِكَ كَـمَثَـلِ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْـعَـدُوُّ فَـاَرَادُوْا قَتْلَهٗ فَقَالَ لَا تَقْتُلُوْنِىْ فَاِنَّ لِـىْ كَـنْـزًا وَاَنَا اَفْدِىْ نَفْسِىْ فَاَعْطَاهُمْ كَنْزَهٗ وَنَـجّٰى بِنَفْسِهٖ وَإِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَصَدَّقُوْا وَمَثَـلُ ذٰلِكَ كَـمَثَلِ رَجُلٍ مَشٰى إِلَى الْعَدُوِّ وَقَـدْ أَخَـذَ لِلْقِتَالِ جُنَّةً فَلَا يُبَالِىْ مِنْ حَيْثُ أَتٰـى وَإِنَّ الـلّٰـهَ يَـأْمُرُكُمْ أَنْ تَقْرَؤُا الْكِتَابَ وَمَثَـلُ ذٰلِكَ كَـمَثَلِ قَوْمٍ فِىْ حِصْنِهِمْ صَارَ إِلَيْهِـمْ عَـدُوُّهُـمْ وَقَدْ أَعَدُّوْا فِىْ كُلِّ نَاحِيَةٍ مِـنْ نَـوَاحِـي الْـحِصْنِ قَوْمًا فَلَيْسَ يَأْتِيْهِمْ عَـدُوُّهُمْ مِنْ نَاحِيَةٍ مِنْ نَوَاحِي الْحِصْنِ أَلَا وَبَيْـنَ يَـدِيْهِـمْ مَـنْ يَـدْرَؤُهُـمْ عَـنْهُمْ عَنِ الْـحِـصْـنِ فَـذٰلِكُمْ مَثَلُ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لَا يَــزَالُ فِـىْ أَحْـصَـنِ حِـصْـنٍ . (لـلـبـزار والللترمذى نحوه ٢٨٦٣)

بنی اسرائیل کی طرف: ورنہ پھر اے عیسیٰ تو خود پہنچا اور تبلیغ کر، چنانچہ یحییٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف گئے اور کہا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے ایک مرد آزاد کیا اور اس پر احسان کیا اور بہت کچھ دیا پس وہ گیا اور اس کی نعمتوں کا کفران نعمت کیا اور کسی غیر کو اپنا والی اور منعم بنایا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کر دیا ہو اور انہوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو تو اس نے کہا: تم مجھے قتل نہ کرو اور میرا خزانہ ہے وہ لے لو میں اپنی جان کا فدیہ دیتا ہوں پس خزانہ ان کو دیا اور اپنی جان بچائی۔ اور اللہ تمہیں زکوۃ دینے کا حکم دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کے مثل ہے جو دشمن کی طرف گیا اور لڑنے کے لیے ڈھال تیار کی تو اس کو کوئی پروا نہیں خواہ جہاں جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں کتاب پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم اپنے قلعے میں ہو، جب دشمن ان کی طرف آئے تو انہوں نے اپنے قلعہ کی تمام اطراف میں دفاعی سامان تیار کر رکھا ہو اور دفاع کے لیے ہر طرف قوم مستعد ہو پھر دشمن قلعہ کی جس جانب سے بھی آئے اس کے سامنے قلعہ کے دفاع کے لیے لوگ موجود ہوں۔ پس قرآن پڑھنے والے کی یہ مثال ہے جو پڑھتا ہے وہ ہمیشہ مضبوط قلعہ میں محفوظ رہتا ہے۔'' بزار اور ترمذی میں اس کے مثل ہے۔

مفردات: ...... يُبَلِّغَ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، پہنچائے۔ اُرْسِلْتَ افعال سے ماضی مجہول واحد مذکر مخاطب، تو بھیجا گیا ہے۔ كَـفَـرَ ، نَصَرَ سے ماضی، ناقدری کی۔ وَالٰى مفاعلہ سے ماضی، دوستی کی۔ اَسَرَهٗ ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب، قیدی بنالیا۔ اَفْـدِىْ ، ضَرَبَ سے مضارع واحد مذکر متکلم، میں فدیہ دیتا ہوں۔

وَنَجّٰی تفعیل سے ماضی، نجات دلائی۔ جُنَّۃً ڈھال بنایا۔ فَلَا یُبَالِیْ مفاعلہ سے مضارع منفی، پروانہیں کرتا۔ اَعَدُّوْا افعال سے ماضی جمع مذکر تیار کیے ہیں۔ اَحْصَنِ محفوظ ترین اسم تفضیل ہے۔

شرح: ......۱۔ اگر چہ یہ واقعہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے، چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے اب یہ اس امت کے لیے دلیل ہے۔

۲۔ مشرک کی مذمت ہوئی ہے کہ مشرک اپنے محسن اعلیٰ کا ناشکرا بندہ ہوتا ہے۔

۳۔ نماز کو نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

۴۔ صدقہ کو حفاظت کا ڈھال قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے بہت ساری تکالیف دور ہوتی ہیں۔

۵۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کو شیطان کے وار سے بچاؤ کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان: ۱۳) ''یقیناً شرک ایک عظیم ظلم ہے۔''

کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق غیر اللہ کو دیا جاتا ہے اور نماز کے متعلق حکم ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرة: ۱۵۳)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اسی طرح صدقہ وتلاوت کے بھی قرآن پاک میں بہت سارے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

۱۲۳۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ . وَفِيْ رِوَايَةٍ: النَّارُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ . (لمسلم ۱۷۹. كتاب الإيمان)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ کلمات بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور اس کے لیے سونا مناسب نہیں ہے، وہ ترازو کا پلڑا پست کرتا اور بلند کرتا ہے، اس کی طرف رات کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں رات کے اعمال سے پہلے اس کا حجاب نور ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نار ہے۔ اگر وہ پردہ اٹھا دے تو اس کے چہرۂ اقدس کی چمک اس کی حد نگاہ تک اس کی ساری مخلوق کو جلا ڈالے۔'' (مسلم)

مفردات: ......لَا يَنَامُ مضارع منفی واحد مذکر غائب، نہیں سوتا۔ وَلَا يَنْبَغِيْ انفعال سے مضارع منفی معلوم واحد مذکر غائب، اس کے لائق نہیں۔ يُخْفِضُ افعال سے مضارع معلوم، پست کرتا ہے۔ لَاَحْرَقَتْ افعال سے ماضی

(۱۲۳) مسلم: ۱۷۹۔ کتاب الایمان، بخاری: ۱٤٤۔ ابن ماجه: ۳۱۸۔ احمد: ۱۹۱۳۵.

معلوم واحد مؤنث غائب، جلا دیتے۔ سُبُحَاتُ اس کا واحد سُبْحَۃٌ ہے، چہرے کا نور، جلال وغیرہ۔

شرح: ......ا۔ نیند کا آنا عقل پر اثر انداز ہوتا ہے اس سے قوت احساس ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس نقص سے پاک ہے، اس لیے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نیند نہیں آتی۔ اس کی صفت قرآن پاک نے بھی بیان کی ہے: ﴿لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ (البقرة: ٢٥٥) ''اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی حیات کا کمال ہے کہ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی، یہ دونوں مخلوق کو آتی ہیں اور یہ ضعف، عجز و بے بسی کی علامت ہیں، اس پرعظمت، رب کبریا اور صاحب جلالت کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اسے یہ ناتوانی لاحق ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ان کو پست اور بلند کرتے ہیں کہ بندوں کے روزانہ کے جو اعمال اس کی طرف بلند ہوتے ہیں کسی کے وزن زیادہ اور کسی کے کم ہیں یا ان کے رزق کے اتارنے میں کمی بیشی کرتے ہیں، اپنی حکمت کے مطابق جسے چاہتے ہیں کم دیتے ہیں اور جسے حکمت تقاضا کرتی ہے زیادہ دیتے ہیں۔

۳۔ رات کے عمل بعد والے دن کے شروع میں اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور دن والے عمل رات کے آغاز میں پیش ہوتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نظر اس لیے نہیں آتا کہ نور اس میں رکاوٹ ہے اس کی شعاؤں کی وجہ سے نظر نہیں آتا، اگر یہ نہ ہوتا تو تمام مخلوقات اس کے جلال سے جل کر خاکستر ہو جاتی۔ اس پردے نے جلنے سے بچا لیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، فرمایا: نُوْرَانِیٌّ اَنّٰی اَرَاہُ. ''وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔'' (مسلم، کتاب الایمان: ۱/ ۹۹)

البتہ کتاب وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے کہ روزِ قیامت نیک لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ ان میں دیکھنے کی اس دن صلاحیت پیدا کر دیں گے۔

كِتَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا بیان

١٢٤ ـ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ، رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ. (رواه مالك ١٦٦١)

مالک رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوں گے، ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری چیز اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔''

(١٢٤) موطا مالك: ١٦٦١۔ ترمذی: ٣٠٧٥۔ ابوداود: ٤٧٠٣۔ احمد: ٣١٣۔ زرقانی نے تو اسے صحیح کہا ہے، دیگر روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۲۸۹)

مفردات: ...... مُرْسَلًا مرسل وہ روایت ہے کہ تابعی کہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ فرمایا، یا کیا، مرسل روایت حجت نہیں ہوتی۔

لیکن یہ روایت مرسل نہیں بلکہ منقطع یا معضل ہے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ تبع تابعی ہیں، دیگر احادیث کی تائید سے یہ کمی دور ہو جاتی ہے، اس لیے یہ قابل عمل ہے۔

تَرَكْتُ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر متکلم، میں نے چھوڑا۔ مَا جب تک، یا جتنی مدت تک۔ تَمَسَّكْتُمْ تفعل سے جمع مذکر حاضر، ماضی، تم نے پکڑا۔ بِهِمَا یہ دونوں چیزیں۔ کتابُ الخ یہ بدل ہونے کی بناء پر منصوب بھی ہیں، اور هُمَا مبتداء نکال کر تین کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع بھی ہیں۔ مُؤطا لغت میں اس کا معنی ہے، آسان کیا ہوا، یہ امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے۔

شرح: ......۱۔ قرآن پاک میں جو اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوط پکڑنے کا آتا ہے، اس حدیث نے اسی کی وضاحت کی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

''اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو، تفرقہ میں نہ بٹ جاؤ۔''

یعنی تم جدا جدا تھے، اس دین نے تمہیں یکجا کیا، تمہارے دل آپس میں ٹوٹے ہوئے تھے، اس نے بھائی بھائی بنا دیا، تم شقاوت کی راہ پر تھے اس کتاب وسنت نے تمہارے دامن سعادت سے بھر دیئے۔ اسی وجہ سے جو کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑتا ہے، قرآن پاک اسے ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آل عمران: ۱۰۱)

''جس نے اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑا یقیناً وہ راہِ راست کی راہنمائی کیا گیا ہے۔''

یعنی اس نے سلامتی اور ہدایت کی راہ اختیار کی کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی رسی کتاب وسنت کو تھام لیتا ہے، وہ ایسے سنہری اصول اپناتا ہے جس کو انوار وتجلیات کی طرف دل کھینچے چلے آتے ہیں، ان کا نورانی ہاتھ دامن دل تھام لیتا ہے اور بندگانِ خدا کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کی تائید میں مستدرک حاکم: ۱/۹۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں دو چیزیں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں، تم جب تک ان پر عمل پیرا رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ کتاب اللہ اور میری سنت ہے، میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک انہیں جدا نہ کرنا۔''

اور مستدرک اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کتاب وسنت کو مضبوط پکڑنے کی وصیت کی تھی۔ (حوالہ مذکور)

۳۔ کتاب وسنت انسانی زندگی کے ایسے لازوال اصول ہیں جن سے روگردانی ممکن نہیں اور نہ ان کے بغیر ہدایت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے بغیر نجات ممکن ہے۔ یہ ایک مخزن عرفان ہیں، حق و باطل کے درمیان واضح برہان ہیں جو انہیں اپنائے گا وہ حق والا ہے، جو انہیں نہ اپنائے گا وہ باطل والا ہے، ان کی طرف رجوع کرنا دینی ضرورت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہرفرقہ درج بالا آیات پڑھتا ہے اور حدیث بھی گنگناتا ہے لیکن اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ایک المیہ ہے، یہ حدیث ہم سے اتفاق کا مطالبہ کر رہی ہے کہ خواہشات کے اور تقلید کے بندھن توڑ کر کتاب وسنت کو ضابطہ حیات قرار دیا جائے۔

۱۲۵۔ عَنْ زَيْدِبْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِيْ أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِي فِيْهِمَا . (رواه الترمذی ۳۷۸۸)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑا تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوں گے ایک ان دو میں سے بڑی عظیم ہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے وہ مضبوط رسی ہے جو آسمان سے زمین پر لٹکائی گئی ہے اور میری اولاد اور میرے اہل بیت یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ آئیں گے۔ پس تم سوچ لو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔'' (امام ترمذی)

مفردات: ...... تَارِكٌ اسم فاعل، چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اَحَدُهُمَا ان دونوں میں سے ایک یعنی کتاب اللہ۔ اَعْظَمُ اسم تفضیل، زیادہ عظیم ہے۔ مِنَ الْاٰخِرِ دوسرے سے مراد عزت اور آل ہے، یعنی کتاب اللہ، عزت سے زیادہ عظیم ہے۔ كِتَابَ یہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ مَمْدُوْدٌ، نَصَرَ سے اسم مفعول ہے، لٹکائی گئی، پھیلائی گئی۔ وَعِتْرَتِيْ اقرباء، گھر والے، اس میں وسعت بھی ہے، نسل جماعت اور بیویوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا نفی موکد تثنیہ، تفعُّل یہ دونوں کتاب اور عترت، جدا نہ ہوں گے۔ يَرِدَا، ضَرَبَ سے تثنیہ، یہ دونوں وارد ہوں گے۔ عَلَيَّ میرے اوپر۔ تَخْلُفُوْنِيْ، نَصَرَ سے جمع مذکر حاضر، نون اعرابی، نون متکلم میں مدغم ہے۔ میرے بعد کیسے نائب بنتے ہو۔ یعنی ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

شرح: ...... ۱۔ زید بن ارقم بن قیس انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی ہیں۔ یہ سب سے پہلے جس معرکے میں شریک ہوئے وہ خندق تھا۔ ۶۸ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے گمراہی سے بچنے کے دو اصول بیان کیے ہیں۔ ان میں پہلا کتاب اللہ کو

(۱۲۵) ترمذی: ۳۷۸۸۔ احمد: ۱۱۱۶۷۔ صحیح ہے۔ البانی: ۲۹۵۰.

پکڑنا ہے، یہ دوسرے یعنی عترتِ (خاندان) رسول ﷺ سے عظیم تر ہے۔ اور کتاب اللہ کو آسمان سے لے کر زمین تک دراز رسی قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کتاب کے ذریعے اپنے پروردگار کی قربت ونزدیکی کے ذرائع حاصل کر سکتا ہے۔

۳۔ اس میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی عترت (خاندان) کی اتباع کا حکم بھی دیا ہے اوران سے حسن اخلاق سے پیش آنے کا کہا ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک مشفق باپ دوسروں سے کہے کہ میرے بعد میری اولاد کا خیال رکھنا، جیسا کہ مسلم میں حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے مروی حدیث میں ہے، میں اپنی اولاد کے بارے میں تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے اچھا سلوک کرنا، خود پر ان کے حقوق کو ترجیح دینا، ان سے محبت رکھنا، ان کے سیرت وکردار کو اپنانا بشرطیکہ کتاب وسنت کے موافق ہو۔ اگر ان کے پاس کتاب وسنت کی دلیل نہ ہوتو پھر اطاعت نہ کرنا، ان کی عزت وحرمت کا خیال رکھنا، اور قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑنا یہ ہے کہ جو کچھ اس میں ہے، اس پر عمل کرنا، یہ جو حکم کرے اس کی اطاعت کرنا، اور جس سے منع کرے اس سے رکنا ہے۔

۴۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لَا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''کہہ دو میں اس پر تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے قرابتداری کی دوستی کے۔''

یعنی اس قرآن پاک کی تبلیغ پر نہ تو میں تمہارے مالوں سے اس کا عوض لیتا ہوں اور نہ میرے سامنے کوئی دوسرا مفاد ہے۔ فقط رضائے الٰہی کے لیے اس کے احکام کی دعوت دے رہا ہوں۔ میرا ایک ہی مفاد ہے جو کہ تمہارا ہی مفاد ہے، آخر میں تمہارا نسب میں قریبی ہوں اس دوستی کا ہی خیال کرتے ہوئے ایمان لے آؤ۔

تو اس حدیث میں قرآن پاک کے ساتھ آپ ﷺ کا اپنے خاندان سے محبت رکھنے کا حکم دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ قرآن پاک بھی ایک نعمت ہے، میں بھی ایک نعمت ہوں اور میری وجہ سے میرے نیک خاندان کو بھی ایک اعلیٰ حیثیت ملی ہے، ان دونوں کی قدر شناسی کرتے ہوئے جو روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے وہ اچھا درجہ پائیں گے، اور جو ان کی قدر ناشناسی کر کے آئیں گے وہ برا درجہ پائیں گے، اس لیے میرے بعد اپنا انجام سوچ لینا۔

ایک فرقہ اس سے یہ اخذ کرتا ہے کہ بس قرآن اور اہل بیت کی اطاعت واجب ہے اور کسی کی نہیں، یہ نظریہ غلط ہے، اس میں اہل بیت سے خصوصی حسن سلوک کی ترغیب ضرور ہے، یہ نہیں کہ دیگر قابل اعتماد ذرائع سے دین حاصل کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اہل بیت یا غیر اہل بیت سے علم دین قابل اعتماد طریقے سے ملے تو اسے حاصل کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ (تحفہ: ۴/۳۴۳)

١٢٦ـ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْـنِ عُـمْرٍ وَالسُّلَمِيُّ وَحَجَرُ بْنُ حَجَرٍ أَتَيْنَا الْـعِـرْبَـاضَ وَهُـوَ مِـمَّنْ نَزَلَ فِيْهِ وَلاَ عَلٰى الَّـذِيْـنَ إِذَا مَـا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ وَقُلْنَا أَتَيْنَاكَ زَائِـرِيْنَ وَعَائِدِيْنَ مُقْتَبِسِيْنَ فَقَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَـوْمٍ ثُـمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِـوَجْهِـهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْـعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ قَائِلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَـعْهَـدُ إِلَيْـنَـا فَـقَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوٰى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنَّ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَّـعِـشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلاَفاً كَثِيْرًا فَـعَـلَيْـكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِيْنَ الـرَّاشِـدِيْـنَ تَـمَسَّـكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِـالـنَّواجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُوْرِ فَإِنَّ كُـلَّ مُـحْـدَثَةٍ بِـدْعَةٌ وَكُـلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ. (رواه أبوداود٤٦٠٧)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی رحمہ اللہ اور حجر بن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ہم عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: (وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَ مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ .) "اوران لوگوں پر کوئی گرفت نہیں جو تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے کر کے لے جائے۔" اور ہم نے کہا: ہم تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں ملاقات کر کے اور علم حاصل کر کے لوٹ جائیں گے پس انہوں نے کہا:ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ ہماری جانب منہ پھیر کر بیٹھے پس آپ ﷺ نے نہایت بلیغ نصیحت فرمائی اور اس سے آنکھیں بہنے لگیں اور اس سے دل کانپ گئے، پس ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! گویا یہ رخصت کرنے والے کی وصیت ہے پس آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں اور سننے اور اطاعت کرنے کا خواہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم مقرر ہو۔ یقیناً جو تم میں سے میرے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا پس تم میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت اختیار کرو اس کو مضبوط پکڑو اور اپنے پچھلے دانتوں میں دبالو اور اپنے آپ کو نئے امور سے بچاؤ پس ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (ترمذی وابوداؤد)

مفردات: ......أَتَيْـنَـا ضَـرَب سے ماضی جمع متکلم، ہم آئے۔أَتَوْكَ ماضی جمع مذکر، وہ جب تیرے پاس آئے۔لِتَـحْـمِـلَهُمْ ، ضَرَبَ مضارع واحد مذکر حاضر یہ لام کی ہے اس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہے۔تاکہ تو سوار کرے انہیں۔زَائِــرِيْـنَ ، نَـصَـر سے اسم فاعل، جمع ہے، حال ہونے کی وجہ سے نصب ہے، ملاقات کے لیے آتے ہیں۔

(١٢٦) ابوداود: ٤٦٠٧۔ دارمی: ٩٥۔ صحیح ہے۔البانی: ٣٨٥٢.

وَعَائِدِیْنَ ، عَادَ یَعُود سے اسم فاعل جمع حال ہے، لوٹنے والے۔ مُقْتَبِسِیْنَ افتعال سے اسم فاعل جمع، حال ہے، علم حاصل کرنے والے۔ بَلِیْغَةً پوری پوری۔ ذَرَفَتْ ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مونث، اشکبار ہوگئیں۔ مِنْهَا اس وعظ سے وَوجِلَتْ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مؤنث ڈر گئے، مُوَدِّع تفعیل سے اسم فاعل ہے، الوداع کہنے والے۔ فَاَوْصِنَا افعال سے امر واحد ہمیں وصیت کرو۔ اُوْصِیْکُمْ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم میں وصیت کرتا ہوں۔ یَعِشْ ، ضَرَبَ سے مضارع واحد مَنْ اسم شرط ہے اس نے جزم دی ہے۔ یاء گرگئی۔ زندہ رہے گا۔ فَسَیَرٰی پس عن قریب وہ دیکھے گا۔ فَعَلَیْکُمْ لازم پکڑو۔ اسم فعل بمعنی امر ہے۔ تَمَسَّکُوْا تفعل سے امر جمع ہے، پکڑو، بِهَا اس سنت کو عَضُّوْا ، نَصر سے امر، حاضر جمع ہے۔ عَلَیهَا اس پر صبر کرو۔ بالنَّوَاجِذِ اس کا واحد نَاجِذَةٌ داڑھیں۔ وَاِیَّاکُمْ اسم فعل معنی امر یہ تحذیر اور بچاؤ کے لیے، بچو تم۔

شــــرح: ......١۔ نام، عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ، کنیت ابو نجیح ہے، اہل صفہ میں سے تھے، حمص میں رہائش پذیر ہوئے۔ ٧٠ ہجری کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔ (تقریب)

٢۔ اس اہم رقت آمیز حدیث میں سب سے پہلے تقویٰ کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ ایک بہت ہی جامع بات ہے، تمام امور دین کی پابندی کرنا اور تمام دین کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کرنا تقویٰ ہے، اس لیے موجود اور آنے والے امت کے لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی پرسوز اور جامع وصیت فرمائی ہے جو اسے اپنائے گا وہ دنیا وآخرت کی سعادتوں سے دامن بھرے گا۔

٣۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکی استحکام کی راہنمائی فرمائی ہے اور بہت زیادہ تاکید کی ہے کہ مسلمان ہو اور مسلمانوں کی شوریٰ نے اسے خلیفہ منتخب کیا ہو۔ ظاہری کفر نہ کرے اس کے علاوہ اگرچہ کچھ ناانصافیاں بھی کرتا ہو۔ اس کے باوجود اس کی بات سنو اور اس کے حکم کی تعمیل کرو، ہاں! ایک صورت ہے کہ اگر اس امیر کا یا عالم دین کا یا حکمران کا حکم خلاف شرع ہو تو پھر اس کی اطاعت نہیں کرنا۔ اچھے کام میں اطاعت کرنا ہے، کیونکہ اس کی نافرمانی سے فتنہ انگیزیاں، جنگ وجدال اور فساد جنم لیتا ہے۔

٤۔ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ کیا ہے کہ میرے بعد آراء اور قیاس آرائیوں کا دور ہوگا، فتنوں کی شب تاریک چھا جائے گی، جنگ وجدال کے شعلے اٹھیں گے، بدعات اور خواہش پرستی کی آندھیاں چلیں گی۔ ان سے اپنا دفاع کرنے اور ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین، جنہیں اللہ تعالیٰ نے راہِ حق کی ہدایت سے ہمکنار کر رکھا ہے ان کے طریقہ کو اپناؤ، خلافت راشدہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کا دور ہے کیونکہ انہیں صواب رائے اور علمی تفوق کے ساتھ ساتھ حسن سیرت، احوال میں درستگی اور اقوال واعمال میں پختگی حاصل تھی۔

ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی سنت ہی اختلاف کے طوفانوں سے نکال کر ساحل امن تک پہنچانے کے لیے کافی ہے تو پھر ان خلفاء کے طریقہ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اس کا حل یہ ہے کہ بعض اوقات لوگوں کی رسائی علم حدیث تک نہیں ہوتی، تلاش بسیار کے باوجود میسر نہیں آتی تو اس صورت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرز عمل دیکھ لیا جائے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے طریقے کو ہی اپناتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کبھی علمائے کرام کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا نہیں ہے تو پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اس پر فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ اگر انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہو تو یہ دلیل ہوتی ہے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں۔ اگر انہوں نے اس پر عمل چھوڑ دیا ہو اور کہا ہو کہ یہ منسوخ ہے تو پھر اس کا علم ہو جاتا ہے۔

۵۔ آخر میں بدعت کی تردید ہے اور اس کی سزا بیان ہوئی ہے۔ بدعت یہ ہے کہ ایک کام ثواب تصور کیا جائے لیکن شریعت سے اس کی اصل نہ ہو۔ دنیاوی ایجادات اس لیے بدعت نہیں کہ انہیں کار ثواب نہیں تصور کیا جاتا۔ بدعت سے گمراہی ایجاد ہوتی ہے اور ان نئے پیدا کردہ ایجاد بندہ کاموں کو شریعت کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس آدمی کے نیکی کی طرف آنے کے تقریباً امکانات ختم ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ بدترین برائی ہے۔ (الاعتصام: ۱/ ۱۴۷، مرعاۃ: ۱/ ۲۶۴)

١٢٧ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْ كَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلاَ هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيْثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى اَرِيْكَتِهِ فَيَقُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَلاَلاً اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ. (رواه الترمذى ٢٦٦٤)

''مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! عنقریب ایک مرد کو میری حدیث پہنچائی جائے گی اور وہ اپنے تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوگا اور وہ کہہ دے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے پس اس میں جو چیز ہمیں حلال نظر آئی ہم نے اس کو حلال قرار دیا ہے اور جو چیز ہم نے حرام پائی ہے اس کو حرام قرار دیا ہے حالانکہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ وہ ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... اَلَا یہ حرف تنبیہ ہے، خبردار! هَلْ تحقیق۔ عَسٰی قریب ہے۔ يَبْلُغُهٗ، نَصر سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے۔ پہنچے اسے یہ عسیٰ کی خبر ہے۔ مُتَّكِئٌ افتعال سے اسم فاعل، ٹیک لگائے ہوئے۔ اَرِيْكَتِهٖ اس کی جمع اَرَائِكُ ہے۔ تخت اِسْتَحْلَلْنَاهُ استفعال سے ماضی جمع متکلم، ہم نے اسے حلال سمجھا۔ وَاِنَّ واو حال کے لیے ہے اور اِنَّ سے ابتدائے کلام ہوا۔ یہ نبی ﷺ نے کلام کا آغاز کیا ہے۔ مَا موصولہ ہے، جو۔

شرح: ...... ۱۔ نام، مقدام بن معدیکرب بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جو شام میں رہے اور اکیانوے برس

(١٢٦٧) ترمذی: ٢٦٦٤۔ ابن ماجہ: ١٢۔ احمد: ١٦٧٤٢۔ دارمی: ٥٨٦۔ صحیح ہے۔ البانی: ٢١٤٦.

کی عمر میں ۸۷ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ اس حدیث کا آغاز تنبیہ کے ساتھ کیا گیا ہے، اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ سنت پر عمل ترک کرنے اور صرف کتاب اللہ پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنا اور حدیث کی ضرورت نہ سمجھنا اور حدیث پر اپنی رائے کو ترجیح دینا ایک ایسا سنگین جرم ہے کہ اس پر آپ نے سخت غضب کا اظہار فرمایا ہے۔

۲۔ ثابت ہوا کہ قران پاک کے علاوہ جس چیز کو نبی اکرم ﷺ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے۔ یہ اسی طرح حرام یا حلال ہے جس طرح قرآن پاک نے حلال یا حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ آپ بھی وحی کے ذریعے ہی حکم دیتے ہیں۔

۱۲۸۔ للترمذی ولأبی داود: أَلاَ إِنِّی أُوْتِیْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلاَ يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أَرِيْكَتِهِ، بِنَحْوِهِ (رواه أبو داود ٤٦٠٤ن وزاد أحمد والبزار بلين)

ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار! مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے مثل مجھے اس کے ساتھ اور احکامات بھی دیئے گئے ہیں۔ خبردار! عنقریب ایک پیٹ بھرا ہوا انسان اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا۔ مثل حدیث سابق کے۔

مفردات: ...... أُوْتِيْتُ افعال سے ماضی مجہول واحد متکلم، میں دیا گیا ہوں۔ یعنی اللہ نے مجھے دیا ہے۔ يُوْشِكَ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، قریب ہے۔ شُبْعَانٌ شین پر ضمہ نون پر پیش ہے۔ سیر شدہ

شرح: ...... یہ حدیث علامات نبوت میں سے ہے کیونکہ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہے وہ وقوع پذیر ہوا ہے۔

۲۔ یہ تخت پر ٹیک لگائے ہوگا اور حدیث کا انکار کرے گا، اس کا مطلب ہے کہ طلب علم سے عاری ہوگا، خوشحالی اور فارغ البالی والی زندگی گزارے گا اور دین کے معاملے کی اہمیت نہ سمجھے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۳۷۴)

۳۔ ایسے لوگ ہمارے ہاں بھی ہیں، جو اہل قرآن کہلواتے ہیں، حالانکہ یہ ملحد ہیں قرآن پاک سے انہیں کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ احادیث کو رد کرنے میں بڑے زبان دراز ہیں، وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ احادیث سب اللہ تعالیٰ کی جانب جھوٹ منسوب ہیں، صرف قرآن پاک کے ساتھ ہی عمل کرنا واجب ہے۔

یہ ایک کفریہ نظریہ ہے اور لوگوں میں الحاد اور بے دینی پھیلانے کا شیطانی منصوبہ ہے۔ حالانکہ قرآن پاک نبی اکرم ﷺ کی احادیث پر عمل کی ترغیب دلاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

''رسول اکرم ﷺ جو کچھ تمہیں دیں وہ پکڑ لو اور جس سے روکیں اس سے باز آ جاؤ۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

(۱۲۸) ابوداود: ٤٦٠٤۔ ترمذی: ٢٦٦٤۔ ابن ماجه: ١٢۔ احمد: ١٦٧٤٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ٣٨٤٨.

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰىo﴾ (النجم: ۳۔ ٤)
''آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے نہیں ہے یہ مگر وحی ہے جو ڈالی جاتی ہے۔''

حضرت حسان بیان کرتے ہیں:

((كَانَ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْاٰنِ))(دارمی: ۱/۱۱۷(٥٩٤)
''جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح سنت لے کر نازل ہوتے تھے، جس طرح قرآن پاک لے کر نازل ہوتے تھے۔'' ثابت ہوا کہ حدیث یا سنت کا منکر قرآن کا بھی منکر ہے۔

۱۲۹۔ وزاد أحمد والبزار بلين: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاجَاءَ كُمْ عَنِّي مِنْ خَيْرٍ قُلْتُهُ، أَوْ لَمْ أَقُلْهُ فَأَنَا أَقُوْلُه، وَمَا أَتَاكُمْ مِنْ شَرٍّ فَأَنِّيْ لاَ أَقُوْلُ الشَّرَّ. (رواه أحمد ۸٥۸۳)

احمد اور بزار سے کمزور سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید یہ الفاظ مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو میری جانب سے اچھی بات آئی ہے میں نے وہ کہہ دی ہے اور جو نہیں کہی ہے وہ کہہ دوں گا اور جو بری چیز تمہیں میری طرف سے پہنچائی جائے تو ظاہر ہے کہ میں برائی تو کہتا نہیں۔''

مفردات: ...... لَمْ اَقُلْهُ، نَصَر سے مضارع مجزوم، واحد متکلم، جزم کی وجہ سے واؤ گر گئی ہے۔ ضمیر مفعول بہ خیر کی جانب لوٹتی ہے، میں نے نہیں کہا۔

۱۳۰۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَإِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (رواه البخاری ۷۲۷۷)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اور عمدہ ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور برے امور بدعات ہیں اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آنے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔'' (بخاری)

مفردات: ...... اَلْهَدْيِ حالت، طریقہ۔ مُحْدَثَاتُهَا اس کا واحد مُحْدَثَةٌ ہے۔ جو نئی چیز ہو جس کی اصل دین میں نہ ہو۔ یعنی بدعت۔ ضمیر امور کی جانب لوٹتی ہے۔ تُوْعَدُوْنَ ضرب سے مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر، جو تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ لَاٰتٍ یہ اَتٰی یَأْتِیْ سے اسم فاعل ہے، آنے والا ہے۔

شرح: ...... ا۔ بظاہر یہ حدیث موقوف نظر آتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، لیکن حقیقت میں یہ

(۱۲۹) احمد: ۸٥۸۳۔ ابن ماجه باختصار بزار اس میں ابو معشر راوی ہے جس کا نام نجیح ہے۔ احمد وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ توثیق بھی ہوئی ہے، البانی فرماتے ہیں منکر ہے۔

(۱۳۰) بخاری: ۷۲۷۷۔ دارمی: ۲۰۷.

مرفوع ہے کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان ہوئی ہے کہ احسن طریقہ آپ کا ہے، یہ مرفوع ہونے کی علامت ہے، علاوہ ازیں واضح طور پر رسول اکرم ﷺ سے مرفوع بھی آتی ہے۔

۲۔ اس حدیث میں بھی بدعات سے اجتناب اور کتاب وسنت پر اقتصار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) ''رسول اکرم ﷺ میں تمہارے لیے بہترین طریقہ ہے۔''

۳۔ اور آخر میں جو آیت تلاوت کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اسے مناسب حال سمجھ کر اپنی نصیحت کا اختتام بطور برکت اس کے ساتھ کیا ہے یعنی اگر تم بدعات اپناؤ گے اور سنت پر عمل چھوڑ دو گے تو تم عذاب الٰہی سے کہیں بھاگنے نہ پاؤ گے، تمہاری پیشانیاں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ تم پر مکمل تصرف وقدرت رکھتا ہے۔ (فتح الباری: ۱۳/۲۵۴)

۱۳۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ فِيْهِ فَهُوَرَدٌّ (رواه البخاری ۲٦۹۷)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے اس دین میں نیا کام شروع کرے جو پہلے سے اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (بخاری ومسلم اور ابوداؤد)

مفردات: ...... اَمْرِنَا ہمارے معاملہ میں، ھٰذَا اسم اشارہ ہے، اس میں دین کی جانب اشارہ ہے۔ رَدٌّ یہ مصدر ہے، جو اسم مفعول کا معنی دیتا ہے، مردود کے معنی میں ہے۔

شرح: ...... یہ حدیث اصولِ اسلام کی عظیم اصل ہے اور قاعدہ کلیہ ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو اسلام میں اپنی رائے دیتا ہے لیکن کتاب وسنت سے اس کی دلیل نہیں تو یہ رائے مردود ہے۔

یہ حدیث صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ بدعات وخرافات کو رد کر دیا جائے۔ اس کی تائید، آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ٥﴾

(آل عمران: ۸۵)

''جو اسلام کے علاوہ دین تلاش کرتا ہے، اس سے یہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

---

(۱۳۱) بخاری: ۲٦۹۷۔ مسلم: ۱۷۱۸۔ ابوداود: ٤٦۰٦۔ ابن ماجه: ١٤۔ احمد: ۲٥۷۹۷.

علامہ سعدی اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

جو اس دین سے بے رغبت ہوگا وہ بتائے جائے گا کہاں؟ کیا، شجر، حجر اور آگ کی طرف جائے گا یا یہودی علماء یا عیسائی راہبوں یا صلیب کی پرستش کرے گا۔ کیا یہ رب کائنات کو معطل کر کے ادیان باطلہ میں پناہ لے گا، جو شیطان کی آماجگاہ ہیں۔ اگر ان کی طرف جائے گا تو پھر وہ سن لے کہ وہ آخرت میں گھاٹا پائے گا۔ (تفسیر تیسیر: ص۱۵۶)

۱۳۲۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ يَقُوْلُ: دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: لاَ أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلاَةَ وَهٰذِهِ الصَّلاَةُ قَدْ ضُيِّعَتْ (رواه البخاری ۵۳۰)

زہری رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ رو رہے تھے! اس نے کہا تم روتے کیوں ہو؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جو کچھ میں جانتا تھا اس میں سے ہر چیز بگاڑ دی گئی ہے مگر یہ ایک نماز باقی تھی اور اب وہ بھی ضائع کر دی گئی ہے۔ (بخاری)

مفردات: ...... يَبْكِيْ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، رو رہے تھے۔ مَا استفہامیہ ہے، کونسی چیز۔ يُبْكِيْكَ افعال سے مضارع معلوم، ضمیر مفعول بہ ہے۔ تجھے رلاتی ہے۔ الصَّلاَةَ یہ مفعول بہ ہے، منصوب ہے۔ اَدْرَكْتُ فعل کا مفعول ہے۔ ضُيِّعَتْ تفعیل سے ماضی مجہول واحد مؤنث ضائع کی گئی۔

شرح: ...... ا۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا آبدیدہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ حجاج کے گورنری کے زمانہ میں نماز میں بے تحاشا تاخیر شروع ہوگئی تھی مثلاً ظہر کی نماز عصر کے وقت کے بعد ادا کی جا رہی ہے۔ اسی طرح عصر میں تاخیر کر دی۔ یہ نہیں تھا کہ لوگ نماز پڑھتے ہی نہ تھے۔ نماز پڑھتے تھے لیکن ایک دوسری کا وقت ملا دیتے تھے۔

بنوامیہ میں یہ کام عام تھا، حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے نیک نام اور دین کے پابند خلیفہ بھی اس سستی کا شکار تھے، مگر جب انہوں نے ایک حدیث کے ذریعے اس جرم کی وعید سنی تو فوراً یہ عادت ترک کر دی، لوگ حجاج کی شدت اور سختی کی وجہ سے احتجاج نہیں کرتے تھے بلکہ وہیں بیٹھے بیٹھے نماز ادا کر لیتے تھے۔ (فتح الباری: ۲/۱۴)

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کی اہمیت خوب سمجھتے تھے اور اس کی حفاظت کو امت کے لیے رحمت کا باعث تصور کرتے تھے اور ایک نماز کا وقت دوسری نماز کے وقت تک موخر کرنے کو ضائع کرنا قرار دیتے تھے۔

آج اگر مسلمانوں کی حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ لیتے کہ تاخیر کرنا تو کجا نماز کے بالکل ہی تارک ہیں تو پتہ نہیں وہ کتنے خون کے آنسو روتے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾ (مریم: ۵۹)

(۱۳۲) بخاری: ۵۳۰۔ ترمذی: ۲۴۴۷۔ احمد: ۱۲۷۵۶۔

''ان کے بعد ایسے نالائق آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا۔''

شیخ صالح بن فوزان "لخطب المنبرية" (ص ٣٥) میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے، ضائع کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ تَرَكُوْهَا بِالْكلية وَلٰكِنْ اَخَّرُوْهَا عَنْ اَوْقَاتِهَا کہ نمازیں بالکل ترک کردیں بلکہ مطلب ہے کہ ان کے اوقات سے انہیں مؤخر کر دیتے تھے۔

نماز میں تاخیر پر افسوس کی وجہ یہ ہے اگر اس دین کے ستون اور ایمان واخلاص کی میزان، اور مؤکد عادت اور افضل خصلت میں سستی ہوگی تو پھر دیگر دینی امور خود بخود ڈھیل کا شکار ہو جائیں گے اگر اس پر پابندی سے عمل ہوتا رہے تو دیگر امور دین بہتر صورت ادا ہوں گے۔

۱۳۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعَوْدٍ قَالَ: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لاَ يُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ: أَبَرُّهَا قُلُوْبًا، وَأَعْمَقُهَا عِلْمًا، وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ ﷺ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهِ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى أَثَرِهِمْ، وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ بِهٖ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ. (رواه رزين.)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو طریقہ اختیار کرنا چاہے تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو فوت ہو چکے ہیں۔ زندہ تو فتنے میں پڑنے سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ اصحاب محمد ﷺ اس امت کے افضل ترین لوگ تھے ان کے دل زیادہ نیک اور ان کا علم اس امت میں زیادہ پختہ اور گہرا تھا اور وہ سب سے کم تکلف برتنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کے قیام کے لیے منتخب کیا تھا پس تم ان کے فضائل تسلیم کرو اور ان کے نقوش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق مضبوطی سے پکڑ لو اور ان کی سیرت پر چلو اس لیے کہ وہ لوگ صراط مستقیم پر تھے۔''

مفردات: ...... مُسْتَنًّا استفعال سے اسم فاعل ہے، كَانَ کی خبر ہے، منصوب ہے فَلْيَسْتَنَّ یہ امر غائب واحد مذکر ہے، کسی طریقہ کی اتباع اختیار کرے۔ لَا تُؤْمَنَّ، عَلِمَ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، امن نہیں یعنی اندیشہ ہے۔ اُولٰئِكَ یہ اسم اشارہ ہے، یہاں معنیٰ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع سے اشارہ ہوا ہے۔ اَبَرُّهَا زیادہ نیک۔ كَانُوْا کی خبر ہے ضمیر امت کی جانب ہے۔ اَعْمَقَهَا اسم تفضیل ہے، گہرے علم والے۔ وَاَقَلُّهَا اسم تفضیل کم تھے، یعنی تکلف تھا ہی نہیں۔ تَكَلُّفًا تفعل سے مصدر ہے، بناوٹ، تصنع نہ تھا۔ وَاتَّبِعُوْا افتعال سے امر جمع مذکر حاضر ہے۔ پیروی کرو۔ اَثَرِهِمْ ان کے نشان پر۔ بِمَا جتنی۔ اِسْتَطَعْتُمْ استفعال مقدور بھر طاقت کے مطابق۔ وَسِيَرِهِمْ اس کا

(۱۳۳) رزين، طبراني كبير، رجاله رجال الصحيح۔ مرعاة: ١/ ٢٩٥.

واحد سِيْرَةٌ ہے، عادات۔

شــرح: ......ا۔اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والی قوموں کو وصیت فرما رہے ہیں کہ اصل اتباع کے لائق کتاب وسنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی نے کسی طریقے کو اپنانا ہے یا طرز عمل بنانا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار پر چلے، یہ وہ پاکباز اور جانباز اسلام کے خادم تھے، جنہوں نے اپنی سعادتِ نور آنکھوں سے آپ کے اقوال، افعال اور احوال کا مشاہدہ کیا اور پھر ان کے مطابق اس حیات فانی میں کار بند رہے اور اس قدر معیاری قرار پائے کہ ان کا ایمان دوسروں کے لیے مثال بن گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرة: ١٣٧)

''اگر یہ اس کی مثل ایمان لائیں گے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو پھر یہ ہدایت یافتہ ہیں۔''

۲۔آگے ان بزرگانِ سلف کی اتباع کی وجوہات بیان کی ہیں کہ دین میں ابتلاء وآزمائش کا ڈر ہے، جبکہ یہ لوگ ہر آزمائش میں سرخرو ہوئے کیونکہ ان کے دلوں میں نیکی، اخلاص، احسان اور اطاعت کے دریا موجزن تھے اور یہ علم کے بحر زخار تھے، یہ علم کے موتی اسلام کی گہرائیوں میں سے نکال لاتے تھے۔ ان کی نگاہِ باریک بین بڑی دور سے جو ہر علم بھانپ لیتی تھی۔ ان کا علم، عمل، تلاوت، کھانا، پینا، لباس وغیرہ سب تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا۔

دین کے جھنڈے لہرانے میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے احوال اگلی نسلوں کے لیے منتقل کرنے میں، راہِ اللہ میں جہاد کرنے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب کیا، آخر یہ پیکر شرف تھے تو ایسا معیار ان میں پیدا ہوا، جیسا کہ رب کائنات نے ان کا وصف بیان کیا ہے:

﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ (الفتح: ٢٦)

''تقویٰ کی بات انہیں چمٹا دی اور یہ اس کے سب سے زیادہ اہل اور حقدار تھے۔''

اس اثر میں مقلدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کرنے والوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے، جو ان راہِ راست کے سالکوں اور ہدایت کے فرزندوں کی قدر ناشناسی کر کے تقلید کی زنجیروں میں جکڑے ہیں اور ان کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں۔

١٣٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنِ اقْتَدٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ لَا يَضِلُّ فِيْ الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں گمراہ نہ ہو گا اور آخرت

(١٣٤) رزیــن اس کے علاوہ طبرانی کبیر اور اوسط میں بھی ہے، اس میں ابوشیبہ راوی ضعیف جداً۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔ (التلخيص) لیکن ہیثمی نے اسے بہت ضعیف قرار دیا ہے۔ هيثمی: ١/ ١٦٩۔ مرعاة المفاتيح: ١/ ٢٩٣ تو یہ سنداً ضعیف قول ہے۔

فِی الْاٰخِرَةِ، ثُمَّ تَلَا فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (رواہ رزین)

میں بدنصیب نہ رہے گا، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: ’’پس جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ بدنصیب رہے گا۔‘‘

مفردات: ......اِقْتَدٰی افتعال سے ماضی معلوم واحد مذکر غائب، پیروی کی۔ لَا یَضِلُّ، ضَرب سے مضارع منفی واحد مذکر، گمراہی میں واقع نہ ہوگا۔ وَلَا یَشْقٰی عَلِم سے مضارع منفی، تھکے گا نہیں، عذاب میں مبتلا نہ ہوگا۔

شرح: ......ا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہ سنداً ضعیف ہے لیکن یہ مفہوم قرآن پاک میں آیا ہے۔
اس کا پہلا حصہ یہ بھی ہے کہ جو کتاب اللہ کو سیکھتا ہے پھر اس کے امر ونہی کی اتباع کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ دنیا کی ضلالت اور روز قیامت کے برے حساب سے بچائیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اپنی جانب منسوب کی ہے کہ جو اس کی اتباع کرے گا وہ مصیبت زدہ نہ ہوگا، اس سے مراد ہے قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ان دونوں کی متابعت میں کامیابی ہے۔ جو شخص ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے گا تو کامیاب نہ ہوگا۔

۳۔ یہ آیت سورۂ طٰہٰ (۱۲۳) میں ہے، اس کا پس منظر یہی ہے۔

آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان عداوت کا آغاز ہو چکا ہے، اب ان کی اولاد بھی آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہے، اب حق و باطل کی رزم آرائی ان کے درمیان برپا رہے گی۔ اس لیے اولادِ آدم شیطان کی چالوں سے محفوظ رہے۔

انبیاء ورسل آئیں گے، راہِ ہدایت کی راہنمائی کے لیے کتابیں نازل ہوں گی، ان کی جو بھی اتباع کرے گا اور انہوں نے جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رکے گا وہی دنیا وآخرت کی ضلالت وشقاوت سے بچے گا، دارین کی سعادت سے دامن بھرے گا، جو ان کی باتوں پر کان نہ دھرے گا وہ ناکام ہے اور جو بات مانے گا، ہدایت کی راہ پر گامزن ہوگا، اس کی تصدیق کرے گا، اپنی خواہشات اور شبہات کا شکار نہ ہوگا وہ ہر غم سے پاک اور ہر طرف سے امن میں رہے گا۔

۱۳۵۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ: تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْوَاضِحَةِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، كُوْنُوْا عَلٰى دِيْنِ الْأَعْرَابِ وَالْغِلْمَانِ فِيْ الْكِتَابِ (رواہ رزین)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں تمہیں واضح ہدایت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کی رات بھی اس کے دن کے مثل ہے تم (سادگی اور بے تکلفی میں) اعراب اور غلاموں کی مانند رہو کتاب پر عمل کرنے میں۔‘‘

مفردات: ......تَرَكْتُكُمْ، نَصَر سے ماضی واحد متکلم ضمیر مفعول بہ ہے، میں نے تمہیں چھوڑا۔ الْوَاضِحَةِ روشن راہ پر۔ اَلْاَعْرَابِ اس کا واحد اَعْرَابٌ ہے۔ عربی دیہاتی وَالْغلمَانُ اس کا واحد غُلَامٌ ہے۔ غلام۔

---

(۱۳۵) رزین.

۱۳۶۔ عــلــی ، قَــالَ: تَرَکْتُکُمْ عَلَی الْجَادَۃِ وَمَنْهَجٍ عَلَيْهِ أُمُّ الْكِتَابِ . (رواہ رزین)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں سیدھے اور کشادہ راستے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس پر ام الکتاب کی راہنمائی ہے۔'' (رزین)

مفردات: ...... الجادۃ رستہ۔ وَمَنْهَجٌ طریقہ، جمع مَنَاهِجُ ہے۔

۱۳۷۔ عَـنْ أَبِی دَرْدَاءٍ رَفَعَهُ: وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ تَـرَكْتُكُمْ عَلٰی مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ (رواہ إبن ماجه)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہیں واضح روشنی پر چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کی رات اور اس کا دن برابر ہیں۔''

مفردات: ...... رَفَعَهُ، مَنَعَ سے ماضی واحد مذکر ضمیر مفعول بہ ہے، نبی ﷺ کی جانب منسوب کی ہے۔ اَيْمُ اللّٰهِ اللہ کی قسم! اَلْبَيْضَآءِ سفیدی۔

شــــرح: ......۱۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فقر وفاقہ کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور پریشان ہو رہے تھے تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: تم تو فقر و فاقہ سے خوفزدہ ہو، یہ بھی کوئی فکر والی بات ہے، اس ذات کی قسم میری جان جس کے ہاتھ میں ہے! دنیا کا مال تو تمہارے اوپر بارش کی مانند برسے گا، مگر اس کی کثرت کی وجہ سے تمہارے دلوں کی کجی میں اضافہ ہوگا، تب آپ نے دلوں کی کجی کا علاج اس دین کو بتایا۔

۲۔ اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم یہودیوں سے بعض باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں۔ کیا ہم وہ تحریر کر لیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہود ونصاریٰ کی مانند دین کے معاملے میں حیران وسرگردان ہو، میں ایسی صاف شفاف اور واضح شاہراہ دین لے کر آیا ہوں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی صرف میری اتباع کرتے، جب ان کی حالت یہ ہے تو تم کیا ہو۔ (احمد، بیہقی فی شعب الایمان: ۳/ ۳۸۷) اس کی سند میں مجالد بن سعید ہمدانی ہے۔ لیس بالقوی (الحافظ) لیکن یہ مجالد کے علاوہ بھی ہے، اس کی تائید میں اور روایات بھی آتی ہیں۔
(مرعاۃ: ۱/ ۲۸۲)

۳۔ یعنی نبی ﷺ ایک ایسی ملت لے کر آئے ہیں، جو واضح، خالص اور شک وشبہ سے خالی ہے۔ اس میں کوئی تغیر وتبدل اور بوجھ نہیں اور ایسی تکالیف سے مبرا ہے جس میں بہت زیادہ مشقت ہو۔

اور ایسی روشن ہے کہ اس کی رات، دن کی مانند ہے تو پھر اس کے دن کی چکا چوند کا خود اندازہ لگاؤ، اس کے ہوتے

---

(۱۳۶) رزین.

(۱۳۷) ابن ماجه: ۵۔ حسن ہے۔ البانی: ۵.

ہوئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

١٣٨۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حُرُمَاتٍ ثَلاثًا، مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللّٰهُ لَهٗ أَمْرَدِیْنِهٖ، وَمَنْ لَمْ یَحْفَظْهُنَّ لَمْ یَحْفِظِ اللّٰهُ لَهٗ شَیْئًا: حُرْمَةُ الْإِسْلَامِ وَحُرْمَتِیْ وَحُرْمَةُ رَحِمِیْ للکبیر ولأوسط بضعف .

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کی چند عزت واکرام کی اشیاء ہیں تین بار فرمایا: جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین اور اس کی دنیا کی حفاظت کریگا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اسلام کی حرمت وعزت، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت۔‘‘ (الکبیر اور الاوسط بسند ضعیف)

مفردات: ...... حُرُمَاتٍ اس کا واحد حُرْمَةٌ ہے۔ حرمتیں، قابل احترام چیزیں۔ حَفِظَهُنَّ عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر ضمیر جمع مفعول بہ ہے، ان حرمتوں کی حفاظت کی۔ رَحِمِی میرے رشتہ داروں کی حرمت۔

١٣٩۔ عَنْ عَلِیٍّ رَفَعَهٗ: مَنْ أَحْیَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ أُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَقَدْ أَحَبَّنِیْ، وَمَنْ أَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ . (رواہ رزین)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت، جو میرے بعد مٹا دی گئی تھی، اس کو زندہ کیا تو اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میرے ساتھ ہو گا۔‘‘ (رزین)

مفردات: ...... اَحْیَا افعال، ماضی واحد مذکر غائب، زندہ کیا۔ اُمِیْتَتْ افعال سے واحد مؤنث، مردہ کر دی گئی۔

شرح: ...... اس کی وضاحت حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں آتی ہے، وہ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا: اے بیٹے! اگر تو یہ کر سکے کہ تیرے دل میں کسی کے لیے دھوکہ نہ ہو تو ایسا ضرور کرو کیونکہ یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت رکھے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی حسن غریب)

١٤٠۔ ابْنِ مَسْعُوْدٍقَالَ: عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ، فَإِنَّهٗ مَأْدُبَةُ اللّٰهِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ أَنْ یَأْخُذَ مِنْ مَأْدُبَةِ اللّٰهِ فَلْیَفْعَلْ،

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم اس قرآن کو لازم پکڑلو یہ دراصل اللہ کی مہمانی ہے۔ تو تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کی مہمانی حاصل کر سکتا ہو وہ ضرور

---

(١٣٨) طبرانی کبیر، اور اوسط اس میں ابراہیم بن حماد ضعیف ہے، اس کی کسی نے توثیق نہیں کی۔ هیثمی: ٣٥٥.

(١٣) رزین. (١٤٠) بزار: ١٥٨۔ ورجاله موثقون، هیثمی: ٥٣٩.

فَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ . (رواه البزار ۱۵۸) حاصل کرے پس یقیناً علم تو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔''(بزار)

مفردات: ...... عَلَيْكُمْ اس فعل معنی امر ہے لازم پکڑو۔ مَأْدُبَةَ دستر خوان ہے۔ بِالتَّعَلُّمِ تفعل سے مصدر ہے، سیکھنے کے ساتھ ہے۔

شرح: ...... دستر خوان پر کھانا چنا جائے تو فائدہ تب ہوتا ہے، جب وہ کھانا کھایا جائے اگر نہ کھائیں تو پھر فائدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح قرآن پاک کائنات کے رب نے علم کا دستر خوان بنایا ہے، جو اسے پڑھے گا وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا، جو نہیں پڑھے گا اس کا ایمان و عمل کمزور رہے گا۔

اس لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

۱٤۱۔ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِعْمَلُوْا بِالْقُرْآنِ، وَأَحِلُّوْا حَلَالَهٗ، وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ، وَاقْتَدُوْا بِهٖ، وَلَا تَكْفُرُوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ، وَمَا تَشَابَهَ عَلَيْكُمْ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَيَّ وَإِلٰى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِيْ، كَيْمَا يُخْبِرُوْنَكُمْ، وَآمِنُوْا بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ، وَمَا أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ. لِيَشْفِكُمُ الْقُرْآنُ وَمَا فِيْهِ مِنَ الْبَيَانِ، فَإِنَّهٗ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَا حِلٌ مُصَدَّقٌ، وَلِكُلِّ آيَةٍ مِنْهُ نُوْرٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَمَا إِنِّيْ أُعْطِيْتُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ مِنَ الذِّكْرِ، وَأُعْطِيْتُ طٰهٰ وَالطُّوْرَ مِنْ أَلْوَاحِ مُوْسٰى، وَأُعْطِيْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ وَأُعْطِيْتُ الْمُفَصَّلَ نَافِلَةً. (رواه الطبران فی الکبیر)

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: قرآن پر عمل کرو اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اس کی اقتداء کرو اور اس کے کسی حکم وہدایت کا انکار نہ کرو اور اس میں سے جو تم پر مشتبہ ہو جائے اس کو اللہ کی طرف اور میری طرف لے آؤ اور میرے بعد جو شریعت کا پاسبان ہو اس کی طرف لے آؤ تا کہ وہ تمہیں بتا دے۔ تم ایمان لاؤ تورات، انجیل اور زبور پر اور جو کچھ تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے، پھر قرآن اور جو اس میں بیان کیا گیا ہے وہ تمہارے لیے باعث شفا ہے اس لیے کہ قرآن شفاعت کرنے والا اور (مُشَفَّعْ) ہے اور جو کچھ حائل ہوتا ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کی ہر آیت میں نور ہے جو قیامت تک رہے گا۔ مجھے البقرہ ذکر میں سے دی گئی ہے اور مجھے طٰہٰ اور الطّور موسی علیہ السلام کی الواح سے دی گئی ہے اور مجھے فاتحہ اور دو آیات آخر البقرہ کی عرش کے تحت کے خزانے سے دی گئی ہیں اور تمام مفصل مجھے زائد

(۱٤۱) طبرانی کبیر، اس کی دو سندیں ہیں، ایک میں عبداللہ بن ابی حمید یہ ضعیف ترین ہے۔ اور دوسری میں عمران قطان ہے، ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے، لیکن دیگر تمام محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ هیثمی (۷۸۲)

عطا کی گئیں۔'' (الکبیر)

مفردات: ......معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ، یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ ابوعلی ان کی کنیت ہے، بصرہ میں معقل نہران کی طرف منسوب ہے۔ ۶۰ ہجری کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ (تقریب)

وَاقْتَدُوْا اقتعال سے امر جمع مذکر ہے، پیروی کرو۔ وَمَا اور تَشَابَهَ تفاعل سے ماضی واحد مذکر غائب، متشابہ ہو، مِنْهُ اس قرآن سے۔ وَمَا اور جو فَرُدُّوْهُ امر جمع مذکر حاضر، ضمیر متشابہ کی جانب ہے، اس متشابہہ کو لوٹاؤ۔ يَشْفِكُمْ واحد مذکر غائب امر ہے، ضمیر مفعول بہ، تمہیں شفاء دے۔ مُشَفَّعٌ اسم مفعول ہے، تفعیل سے ہے، جس کی سفارش قبول کی جائے۔ مَاحِلٌ قوت والا۔ اَلْمُفَصَّلُ تفعیل سے اسم مفعول ہے، سورت حجرات سے لے کر بروج تک طوال مفصل ہے، بروج سے بینہ تک اوساط مفصل ہے۔ بینہ سے والناس تک قصار مفصل ہے۔

١٤٢۔ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِىْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِىْ لَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ (رواه الطبرانى فى الاوسط)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بگاڑ و فساد کے دور میں میری سنت مضبوطی سے پکڑنے والے کے لیے شہید کے برابر اجر ہے۔'' (الاوسط)

مفردات: ......اَلْمُتَمَسِّكُ تفعل سے اسم فاعل، پکڑنے والا۔ فَسَادِ، نَصَرَ سے مصدر ہے، خرابی کے وقت۔

شرح: ......امت کے فساد کا مطلب ہے کہ سنت کے نور پر جب بدعت کی تاریکی کا غلبہ ہو رہا ہو، علم دین پر جب جہالت کی تہیں جم چکی ہوں۔ نیکی کی خوشبو فسق و فجور کی غلاظت میں جب دب کر رہ جائے تو اس وقت سنت کو زندہ رکھنا اور اس کے علم کو بلند رکھنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔

جس طرح احیائے دین کے چراغ کو روشن کرنے کے لیے شہید اپنے خون کا تیل جلا کر اس کی روشنی پھیلاتا ہے، اسی طرح اس جہالت میں سنت کی قندیل سے راہنمائی حاصل کرنا ایک بہت بڑا جہاد ہے جو دین کی تابناکی کا باعث ہے۔ ایک روایت میں سو شہید کے برابر اجر کا آتا ہے، وہ سخت ترین ضعیف ہے۔ حجت کے قابل نہیں۔ (بیہقی فی الزہد)

١٤٣۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ: سيأتى عليكم زمان لا

سیدنا حذیفہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں تین

(١٤٢) طبرانی اوسط اس میں محمد بن صالح عدوی کے مجھے حالات نہیں مل سکے۔ هيثمى (٨٠٠) ابونعیم نے حلیہ ۸/۲۰۰ پر بیان کیا ہے اس میں راوی عبدالعزیز بن رواد ضعیف ہے۔ لیکن منذری کہتے ہیں اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ (مرعاة: ٢٨٢)

(١٤٣) طبرانی اوسط، اس میں روح بن صلاح راوی کو ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔ اور حاکم نے ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ هيثمى (٨٠٢)

يكون فيه شيء أعز من ثلاث: درهم حلال، أو أخ يستأنس به، او سنة يعمل بها . (رواه الطبرانی فی الأوسط)

چیزوں سے زیادہ عزیز کوئی چیز نہیں ہوگی۔(۱) حلال درھم (۲) یا وہ بھائی جس سے محبت کی جائے۔(۳) یا وہ سنت جس پر عمل کیا جائے۔'' (الاوسط)

مفردات: ...... سَيَأْتِي سین حرف مستقبل ہے، مضارع معلوم واحد مذکر غائب، عن قریب آئے گا۔ اَعَزَّ ، ضَرَبَ سے اسم تفضیل، کم وجود والا۔ يُسْتَأنَسُ استفعال سے مضارع مجہول، انس حاصل کیا جائے۔ بِهَا اس سنت کے ساتھ۔

شرح: ......۱۔ حذیفہ بن یمان عبسی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۳۶ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ یعنی ایسا وقت آنے والا ہے کہ حلال مال، دلی محبت کرنے والا بھائی، اور سنت جس پر عمل ہو رہا ہو، ان چیزوں کی قلت پیدا ہوگی۔

حرام مال عام ہوگا، حلال روزی کا ذریعہ تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔ زبانی اخوت کے دعویدار بہت ہوں گے، دلی محبت اور بھائی چارے کی فضا مکدر ہو جائے گی۔ مخلص بھائی نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔ اور بدعات وغیرہ عام ہوں گی، عقیدہ وعمل میں فساد پھیل جائے گا، خالص سنت پر عمل کرنے والے بہت کم ہوں گے۔

١٤٤۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: اِقْتِصَادٌ فِيْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِجْتِهَادٍ فِيْ بِدْعَةٍ . للكبير بضعف

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میانہ روی کے ساتھ سنت پر عمل کرنا بہتر ہے بدعت میں مشقت اٹھانے سے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

مفردات: ...... اِقْتِصَادٌ افتعال سے مصدر ہے، میانہ روی۔ اِجْتِهَادٍ افتعال سے مصدر ہے، محنت کرنا۔

١٤٥۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلاَةً وَلاَ صَدَقَةً وَلاَ حَجًّا وَلاَ عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلاً يَخْرُجُ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ (رواه إبن ماجة ٤٩ بمتهم)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا بدعتی کا روزہ، اس کی نماز اس کے صدقے کو اور اس کا نہ حج قبول کرتا ہے نہ عمرہ اور اس کا نہ جہاد قبول کرتا ہے نہ مال خرچ کرنا قبول کرتا ہے اور اس کا عدل بھی قبول نہیں کرتا ہے وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے جیسے خمیرے آٹے سے بال بآسانی نکال دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجه بروایت متهم)

(١٤٤) طبرانی کبیر، اس میں محمد بن بشیر کندی راوی ہے یحییٰ کہتے ہیں، یہ ثقہ نہیں۔ هيثمی (٨٠٤)
(١٤٥) ابن ماجه : ٤٩۔ موضوع ہے۔ البانی : ٤۔

مفردات:...... وَلَا صَرْفًا توبہ، یا نفل۔ عَدْلًا فدیہ یا فریضہ۔ اَلْعَجِیْنُ گندھا ہوا آٹا۔

١٤٦۔ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ دَاعٍ یَدْعُوْ إِلٰی شَیْءٍ إِلَّا وُقِفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَازِماً لِدَعْوَتِهِ مَادَعَا إِلَیْهِ وَإِنْ دَعَا رَجُلٌ رَجُلًا (رواه إبن ماجة ٢٠٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی دعوت دینے والا جو کسی چیز کی طرف دعوت دیتا ہے مگر قیامت کے دن وہ اپنی اس دعوت کے ساتھ لازم کر دیا جائے گا جس کی طرف اس نے دعوت دی ہے خواہ کسی آدمی نے ایک ہی آدمی کو دعوت دی ہو۔" (قزوینی)

مفردات: ...... دَاعٍ، نَصَرَ سے اسم فاعل، بلانے والا۔ وُقِفَ، ضَرَبَ سے ماضی مجہول، کھڑا کیا جائے گا۔ لَازِمًا یہ حال ہے، اس حال میں کہ لازم ہوگا، چمٹا ہوگا۔

شــرح: ......اس قول کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کی کوئی دعوت دے گا۔ روزِ قیامت اس دعوت سے وابستہ ہوگا، اگر دین کی دعوت ہے تو لازمی کامیاب ہوگا۔ اور اگر دین بیزاری کی دعوت دیتا رہا ہے تو اس میں گرفتار ہوگا۔

یہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس کا مفہوم سورت اسراء میں بیان ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ﴾ (الاسراء: ٧١) "جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔"

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر امت کو اس کے دین اور اس کی کتاب کی جانب بلایا جائے گا کہ اس نے اس پر عمل کیا ہے یا کہ نہیں کیا۔

اہل خیر اپنے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں تھمائے جائیں گے اور فرحان وشاداں ہوں گے، اور اہل شر شدت غم کی وجہ سے اپنے اعمال نامے ہی نہیں پڑھ سکیں گے۔ (تیسیر ص۶۲۴)

١٤٧۔ عَنِ الْأَوْزَاعِیِّ عَنْ حَسَّانَ قَالَ: مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا لَا یُعِیْدُهُ إِلَیْهِمْ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ . (رواه الدارمی ٩٨)

اوزاعی رحمہ اللہ حسان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: جو قوم اپنے دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے اس بدعت کی مثل اللہ تعالیٰ اس قوم سے سنت نکال دیتا ہے جو ان کی طرف تا قیامت نہیں لوٹتا۔

مفردات: ...... مَا نافیہ ہے، نہیں۔ ابْتَدَعَ افتعال، ماضی واحد مذکر غائب، بدعت ایجاد کی، بدعت اختیار کی۔ نَزَعَ، ضَرَبَ سے ماضی، نکال لیا۔ لَا یُعِیْدُهَا افعال سے مضارع منفی نہیں لوٹاتے۔ ضمیر مفعول بہ ہے سنت کی

(١٤٦) ابن ماجه: ٢٠٨۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٣٦.
(١٤٧) دارمی (٩٨) سند صحیح ہے۔ (مرعاة: ١/ ٢٩٢)

طرف لوٹتی ہے۔

شرح: ......ا۔اس حدیث کے راوی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ یہ حسان بن عطیہ محاربی ہیں، ثقہ تابعی ہیں، فقیہ، عابد ہیں۔ان کی وفات ۱۲۰ تا ۱۳۰ کے درمیان ہوئی ہے۔(تقریب وتہذیب)

۲۔سنت ایک ایسا شجر سایہ دار ہے کہ جس کی جڑیں گہری اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہوتی ہیں جب اسے ایک مرتبہ جڑوں سمیت اکھاڑ دیا جائے تو پھر اس درخت کا اصلی حالت میں قائم رکھنا ممکن نہیں۔

اسی طرح جب ایک سنت، بدعت کی تلوار سے غیر معمول بہ کر دی جائے اسے چھوڑ دیا جائے اور بدعت پر عمل کیا جائے تو اس حدیث کا دوبارہ باقی رہنا ممکن نہیں کیونکہ عمل تو بدعت پر ہوتا ہے اور اسے اچھا تصور کیا جاتا ہے۔سنت کو تو بھلا دیا گیا ہے، اور ذہنوں سے اسے نکال دیا گیا ہے۔

۱٤۸۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: خَطَّ لَنَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْماً خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطاً عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ إِلَيْهِ ثُمَّ تَلاَ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلاَ تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (رواه الدارمى ٢٠٢)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔ پھر اس خط کے دائیں اور بائیں طرف خطوط کھینچے اور پھر فرمایا: یہ بہت سے راستے ہیں اور ان میں سے ہر راستے پر شیطان موجود ہے جو اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ترجمہ:''اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اس کی پیروی کرو اور جدا جدا راستوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔''

مفردات: ...... خَطَّ ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب، خط کھینچا۔ خَطًّا مفعول مطلق ہے۔ هٰذِهٖ یعنی یہ خطوط۔ سُبُلٌ اس کا واحد سَبِيْلٌ ہے، شیطانی راستے۔ وَاَنَّ یہ محذوف فعل کا مفعول ہے، بے شک۔ صِرَاطِىْ یہ اَنَّ کی خبر ہے، میرا راستہ۔ مُسْتَقِيْمًا استفعال سے اسم فاعل ہے، یہ حال ہے، اس حال میں کہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ افتعال سے امر جمع، اس کی اتباع کرو۔

شرح: ......اس حدیث میں ایک مثال کے ذریعے غیر محسوس چیز کی محسوس کے انداز پر تصویر کشی کی گئی ہے، تاکہ راہِ حق کا نقشہ ذہن میں اتر جائے۔

آپ ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا ——— پھر اس کے دائیں بائیں خطوط بنائے اور سیدھے خط کو اپنا اور ہدایت والا رستہ قرار دیا اور اردگرد والے خطوط کو شیطانی راہیں قرار دیا اور قرآن پاک کی آیت (سورۂ انعام: ۱۵۳) سے

(١٤٨) دارمی: ٢٠٢۔ احمد: ٤٤٢٣۔ صحیح ہے۔مرعاۃ: ١/ ٢٦٥.

اس کی تصدیق فرمائی۔اس طرح ہر انسان صراط مستقیم اور غیر مستقیم کو گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔

۲۔صراط مستقیم یا دین محکم سے مراد ہے عقیدہ درست ہو، عمل صالح ہو، اور اس میں افراط وتفریط نہ ہو، بدعت کا ٹیڑھا پن نہ ہو۔

اور شیطانی راہیں مختلف ہیں، جو بھی دین سے منحرف ہو گا اس میں شرک وبدعت ہو گی اور ضلالت وگمراہی ہو گی اور وہ شیطان کی راہ پر ہے۔

اور ثابت ہوا کہ حق کی راہ ایک ہی ہے اور شیطان کی راہیں بہت زیادہ ہیں، حق اور باطل کبھی یکجا نہیں ہوں گے اور نجات والا رستہ اپنانے والے ہی ''فرقہ ناجیہ'' ہیں۔اور جو انحراف والی راہیں اپنائیں گے خواہ وہ کسی بھی مسلک والے ہوں فرقہ ناجیہ نہیں، فرقہ ناجیہ وہی ہے جو صرف صراط مستقیم پر ہے۔

١٤٩ـ أَبُـوْالدَّرْدَآءِ قَالَ: جَآءَ عُمَرُ بِجَوَامِعٍ مِـنَ التَّوْرَاةِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَـقَالَ: يَا رَسُوْلَ الـلّٰهِ جَوَامِعُ مِنَ التُّوْرَاةِ أَخَذْتُهَا مِنْ اَخٍ لِيْ مِـنْ بَـنِـىْ زُرَيْـقٍ ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ﷺ فَـقَالَ عَبْـدُالـلّٰهِ بْنُ زَيْدٍ اَلَّذِىْ رَاٰى الْأَذَانَ: أَمْسَخَ الـلّٰـهُ عَقْلَكَ؟ أَلَا تَرَى الَّذِىْ بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَـقَـالَ عُـمَـرُ: رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا . فَسُرِّىَ عَنْهُ ﷺ .

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تورات کا مجموعہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے میں نے اس کو اپنے ایک بھائی سے حاصل کیا ہے جو بنوزریق میں سے ہے پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جس کو خواب میں اذان دکھائی گئی تھی اس نے کہا: تیری عقل مسخ ہو جائے کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے آثار نمایاں ہیں۔پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ کے رب ماننے،اسلام کو دین ماننے، محمد ﷺ کو نبی ماننے اور قرآن کو امام ماننے پر راضی ہیں، پس آپ ﷺ کا غصہ جاتا رہا۔

ثُـمَّ قَـالَ: وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ مُـوْسٰـى بَيْـنَ أَظْهُـرِكُـمْ ثُـمَّ تَبِـعْتُـمُـوْهُ وَتَـرَكْتُـمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا . أَنْتُمْ حَـظِّىْ مِنَ الْأُمَمِ ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ . لـلكبير وفيه أبوعامر القاسم بن محمد الأسدي .

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمہارے درمیان موسیٰ علیہ السلام آ جائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم دور کی گمراہی میں جا پڑو گے امتوں میں سے تم میرے حصے میں ہو اور میں انبیاء میں سے تمہارے حصے میں ہوں۔'' (الکبیر اور اس کی سند میں ابو عامر القاسم بن محمد الاسدی ہے)

(١٤٩) طبرانی کبیر، اس میں ابو عامر قاسم بن محمد اسدی، اس کے حالات کا علم نہیں باقی راوی توثیق شدہ ہیں۔ہیثمی ٨٢٠)

مفردات: ...... جَوَامِعَ اس کا واحد جَامِعٌ ہے۔ جامع باتیں، الفاظ مختصر اور معانی زیادہ۔ بَنِیْ زُرَیْقٍ یہودیوں کا قبیلہ۔ فَتَغَیَّرَ تفعل سے ماضی، تبدیل ہوا۔ اُرِیَ افعال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، دکھائے گئے۔ اَمْسَخَ افعال سے ماضی واحد مذکر بدل دے، مسخ کر دے۔ فُسُرِّیَ تفعیل سے ماضی مجہول، دور کیا گیا۔ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ ظرف ہے، تمہارے درمیان۔ تَبِعْتُمُوْهُ، عَلِمَ سے ماضی جمع مذکر حاضر ضمیر مفعول بہ، موسیٰ علیہ السلام کی جانب ہے۔ تَرَکْتُمُوْنِیْ، نَصَرَ سے ماضی جمع مذکر مخاطب، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، تم نے مجھے چھوڑ دیا حَظِّیْ میرا حصہ ہو۔

شرح: ......۱۔ اس میں جو آتا ہے کہ تم امتوں سے میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں سے تمہارا نصیب ہوں۔

یعنی میں نبیوں میں سے اعلیٰ اور آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے بہترین اور آخری امت ہو۔ پھر بھی تم غیر بہتر امت کی کتاب اٹھائے پھرتے ہو، اپنی بہتر کتاب پر توجہ نہیں دیتے۔

۲۔ اس سے ملتا جلتا واقعہ دارمی میں بھی ہے جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے لیکن اس میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے آگاہ کیا تھا۔ نیز اس میں اس حدیث کا آخری حصہ بھی نہیں آتا۔

اس میں کتاب وسنت سے بے رخی کا مظاہرہ کرنے پر نہایت ہی بلیغ انداز پر تنبیہ ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۲۹۶)

۱۵۰۔ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: خَمْسَةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٌ: اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَالْمُسْتَحِلُّ حُرْمَةَ اللّٰهِ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَالتَّارِكُ السُّنَّةِ. (للكبير ۲۸۸۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ اشخاص پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے ......اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ اللہ کی کتاب میں اضافہ کرنے والا، اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والا، اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا، میری اولاد کی حرمت وعزت کو حلال کرنے والا جو اللہ نے حرام کی ہے اور سنت کو ترک کرنے والا۔" (الکبیر)

مفردات: ...... لَعَنْتُهُمْ واحد متکلم، میں لعنت کرتا ہوں۔ مُجَابٌ افعال سے اسم مفعول ہے، قبول کیا گیا ہے۔ اَلْمُكَذِّبُ تفعیل سے اسم فاعل جھٹلانے والا۔ اَلْمُسْتَحِلُّ استفعال سے اسم فاعل، حلال تصور کرنے والا۔ والتَّارِكُ، نَصَرَ سے اسم فاعل ہے، چھوڑنے والا۔

(۱۵۰) طبرانی کبیر: ۲۸۸۳۔ اس میں عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب ہے، یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: اس میں ضعف ہے۔ یحییٰ بن معین کبھی انہیں ضعیف اور کبھی ثقہ کہتے ہیں، ابو حاتم اسے صالح الحدیث قرار دیتے ہیں، ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔ هیثمی: ۸۲۰.

شــرح: ...... یہ حدیث سنداً تو ذرا کمزور ہے لیکن قرآن پاک میں اضافہ کرنے والے کی مذمت بہت ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (البقرة: ۷۹)

''ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی قیمت خریدیں۔''

۲۔قدر کا معنی اندازہ ہے، اس کے ساتھ ایمان اور اعتقاد رکھنے کا مطلب ہے کہ اس جہان میں جو بھی خیر وشر، نفع ونقصان، ایمان وکفر، اطاعت ونافرمانی، گمراہی اور ہدایت ہے سب کچھ تقدیر میں ہے۔لیکن ایمان اور اچھی چیزوں کو اللہ پسند کرتے ہیں اور اس پر اجر وثواب دیتے ہیں جبکہ کفر اور نافرمانی ناپسند کرتے ہیں اور اس پر سزا دیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝﴾ (الحجر: ۲۱)

''ہر چیز کے خزانے صرف ہمارے پاس ہیں اور ہم انہیں معلوم اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔''

یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور حکمت کے مطابق کسی کو دینا یا روکنا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اس تقدیر کا منکر اور جھٹلانے والا لعنت کا کام کرتا ہے۔

۳۔حرمت والی وہ چیزیں جن کے احترام کا حکم ہے، عبادت، حرم، احرام وغیرہ۔ ان قابل حرمت چیزوں کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقرب بنا دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ (الحج: ۳۰)

''جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرتا ہے، یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔'' ظاہر ہے جو انہیں پائمال کرنا حلال قرار دے گا اس نے لعنت والا کام کیا ہے۔

۴۔اہل بیت کی تعظیم کے لیے مسلم شریف میں ہے کہ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ (مشکوٰۃ، باب مناقب اهل بیت النبی ﷺ مع تنقیح: ۲/ ۲۳۸) ''میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔''

عام مسلمان پر ظلم کرنا، یا اس کی عزت وحرمت پامال کرنا بہت سنگین جرم ہے، تو نبی ﷺ کے اہل اور اقرباء کی ناجائز حرمت پائمال کرنا تو لعنت کا کام ہے۔

۵۔رسول اللہ ﷺ کو بہترین اسوہ قرار دیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''رسول اکرم ﷺ میں تمہارے لیے بہترین طریقہ ہے۔''

علامہ سعدی فرماتے ہیں: اَلِاحْتِجَاجُ بِاَفْعَالِ الرَّسُوْلِ ﷺ (تیسیر القرآن: ص۹۱۱) ''اس آیت سے استدلال ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے افعال حجت ہیں۔''

ظاہر ہے انہیں چھوڑنے والا یا حجت تصور نہ کرنے والا لعنت کا مرتکب ہوا ہے۔

۱۵۱۔ وله من طريق آخر: سَبْعَةٌ فَذَكَرَ تِلْكَ الْخَمْسَةَ وَزَادَ الْمُسْتَاثِرُ بِالْفَيْءِ، وَالْمُتَجَبِّرُ بِسُلْطَانِهِ لِيُعِزَّ مَنْ أَذَلَّ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنِ أَعَزَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. (للكبير ۲۸۸۳)

اوردوسری سند کے ساتھ الکبیر کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات اشخاص ہیں پھر مذکورہ پانچ ذکر کیے اور زیادہ کیا: وہ جو مال فے کو اپنی ملکیت بنائے اور وہ جو قوت وسلطنت کے زور پر ظالم جابر بننے والا ہو تا کہ معزز کردے اس کو جس کو اللہ نے ذلت دی ہے اور ذلیل کردے اس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔''

مفردات: ...... اَلْمُسْتَاثِرُ استفعال سے اسم فاعل ہے، ترجیح دینے والا، دوسروں کا مال خود لینے والا۔ بِالْفَيْءِ مال فے وہ ہوتا ہے جو جنگ کیے بغیر دشمن صلح سے مسلمان امیر کے حوالے کردے۔ اَلْمُتَجَبِّرُ تفعل سے اسم فاعل، اپنی سلطنت کے ذریعے غلط فیصلہ کرنے والا، یا ناجائز حمایت کرنے والا۔

۱۵۲۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرٰی إِنَّمَا هِيَ قَيْعَانٌ لاَ تُمْسِكُ مَاءً وَلاَ تَنْبُتُ كَلأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعُ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مرفوع روایت ہے: بے شک جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا یعنی ہدایت اور علم، اس کی مثال بارش جیسی ہے جو زمین پر برستی ہے۔ پس زمین کا کوئی حصہ تو عمدہ اور زرخیز ہوتا ہے جو پانی کو جذب کرتا ہے اور گھاس اور درخت بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور کوئی زمین گڑھے دار ہوتی ہے اس میں پانی ٹھہر جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتا ہے۔ وہ اس سے پیتے ہیں، زمین سیراب کرتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور زمین کا کوئی حصہ صاف میدان ہوتا ہے۔ نہ تو پانی جذب کرتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے۔ ایسی ہی مثال ہے اس شخص کی جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ دی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نفع دیتا ہے اس چیز سے جو دے کر

(۱۵۱) طبرانی کبیر: ۷۳/۱۷ اس میں ابن لہیعہ ہے، یہ ضعیف ہے اور ایک راوی ابو معشر حمیری ہے، اس کے حالات کا علم نہیں۔ ہیثمی: ۸۲۱.
(۱۵۲) بخاری: ۷۹۔ مسلم: ۲۲۸۲۔ احمد: ۲۷۶۸۲.

اللّٰہِ الَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِہٖ . (رواہ البخاری ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے پس وہ سیکھتا اور سکھاتا ہے اور یہی مثال ہے اس شخص کی جو اس دین کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور نہ اس کی ہدایت کو قبول کرتا ہے جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔''

مفردات: ...... بَعَثَنِیْ ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے، مجھے بھیجا۔ اَلْھُدٰی وَالْعِلْمِ ہدایت اور علم ہے، یہ مدلول کا دلیل پر عطف ہے، کیونکہ ہدایت مقصد تک پہنچاتی ہے اور علم وہ مدلول ومفہوم ہے، جس تک یہ پہنچاتی ہے۔ یہاں شرعی دلائل مراد ہیں۔ اَلْغَیْثِ بارش، اَصَابَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، یہ بارش کی صفت ہے۔ طَیِّبَۃٌ اچھا حصہ، یہ طائفہ (ٹکڑے) کی صفت ہے، مرفوع ہے۔ قَبِلَتْ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مؤنث، اس نے قبول کیا۔ یہ کَانَتْ کی خبر ہے۔ فَاَنْبَتَتْ افعال سے واحد مؤنث ہے، اگاتی ہے۔ اَلْکَلأَ تر یا خشک گھاس، وَالْعُشْبُ یہ صرف تر گھاس کو کہتے ہیں، مِنْھَا اس زمین سے اَجَادِبُ ، جُدْبٌ کی جمع ہے، ٹھوس زمین۔ وَسَقُوْا ، ضَرَبَ سے ماضی معلوم جمع مذکر غائب، انہوں نے سیراب کیا۔ وَزَرَعُوْا ، مَنَعَ سے ماضی جمع مذکر غائب، اور انہوں نے کاشت کیا۔ قِیْعَانٌ اس کا واحد قَاعٍ ہے، نرم اور ہموار زمین۔ فَقُہَ یہ شَرُفَ اور عَلِمَ دونوں سے آتا ہے، سمجھ گیا۔ وَعَلِمَ اور عَلَّمَ تفعیل سے سیکھا اور سکھایا۔ ھُدَی ھاء پر ضمہ اور دال پر فتح ہے۔ اُرْسِلْتُ افعال سے ماضی واحد متکلم، میں بھیجا گیا ہوں۔

شرح: ......ا۔ بارش وقفے سے نازل ہو تو لوگ اس کی بڑی چاہت کرتے ہیں۔ اور اس کے نازل ہونے کا بڑی شدت سے انتظار کرتے ہیں، اسی طرح سرزمین حجاز بھی بہت دیر سے باران وحی کو ترس رہی تھی، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے وحی کو بارش سے تعبیر کیا ہے اور مثال دی ہے۔

قرآن پاک اور حدیث مبارک کو ایک اور وجہ سے بارش سے تعبیر کیا گیا ہے کہ بارش آسمان سے نازل ہو تو زمین نئی زندگی اور تازگی پا کر لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح قرآن وحدیث کے علم سے مردہ دلوں کو ولولۂ تازہ اور حیات نو حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ بظاہر الفاظ حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ زمین کو متاثر ہونے کے لحاظ سے تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ دو اقسام ہی ہیں۔ ایک اثر قبول کرنے والی اور ایک اثر نہ قبول کرنے والی، اسی طرح لوگوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (ا) جو اپنے علم کے ثمرات سے صحیح فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے، مسائل کا استنباط کرنے والے، جو خود بھی علم کے نتائج سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(۲) وہ اہل علم ہیں، جو علم دین بس حفظ کرتے ہیں اور آگے روایت کر دیتے ہیں جو اہل اجتہاد ہیں، وہ اس زمین

کی مانند ہیں، جو عمدہ ہے اور پانی جذب کرتی ہے اور سرسبز وشاداب انگوریاں نکالتی ہے۔

اور جو علم کے حفاظ اور اسے روایت کرنے والے ہیں مجتہد نہیں نہ انہیں مسائل نکالنے کا ملکہ ہی ہے وہ زمین کے اس ٹکڑے کی مانند ہیں جو پانی کو روک لیتا ہے اور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور جو تکبر کا شکار ہے، اس علم وحی اور کتاب وسنت کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا یہ پانی قبول نہ کرنے والی زمین کی مانند ہے۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقی فقیہ وہ ہے جو علم دین سیکھتا اور سکھاتا ہے دوسرے سب نام نہاد فقیہ ہیں۔

اور ہمیں کتاب وسنت کے سرچشمہ سے سیراب ہونا چاہیے تب ہمارے ایمان کی آبیاری ہوگی اور جو علم سینہ نبوت ﷺ کے نورانی علم سے پھوٹا ہے ہمارا کمال یہی ہے کہ ہم اسے حاصل کریں، کتاب وسنت کے علاوہ کسی دوسرے علم میں مصروف کار رہنے میں خیر نہیں۔ خیر صرف اسی علم میں ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۲۴۷)

۱۵۳۔ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ إِنِّی رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَإِنِّی أَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَادْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ (رواه البخاری ۷۲۸۳)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میری مثال اور مثال اس چیز کی جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس مرد کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے کہا: میں نے اپنی آنکھوں سے فوج آتی دیکھی ہے اور میں صاف صاف ڈراتا ہوں، پس تم نجات تلاش کرو! تو ایک فریق نے اطاعت کی اور رات کی تاریکی میں وہ چل پڑے اور اپنی مہلت کے وقت میں نجات پا گئے۔ اور ایک فریق نے تکذیب کی اور صبح آنے تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے اور علی الصباح حملہ آور فوج آ پہنچی اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیا اور بالکل مٹا کر رکھ دیا، پس یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور اس حق کی تکذیب کی جس کو لے کر میں آیا ہوں۔“ (بخاری ومسلم)

مفردات: ...... بِعَیْنَیَّ نون اضافت سے گرا ہے۔ یا تشدید والی ہے، اپنی دونوں آنکھوں کے ساتھ۔ اَلْعُرْیَانُ واضح۔ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ یہ نَصَرَ سے مصدر ہے، یہ محذوف فعل کا مفعول ہے، جو اغراء (یعنی تیزی کا معنی) اداء کرتا ہے۔ جس قدر جلدی ممکن ہو بھاگ جاؤ اور نجات حاص کرو۔ فَادْلَجُوْا افعال سے ماضی جمع مذکر غائب، رات

(۱۵۳) بخاری (۷۲۸۳) مسلم (۲۲۸۳)

کے آغاز میں ہی چل دیئے۔ مَهَلِهِمْ سکون کے ساتھ گئے۔ فَنَجَوْا، نَصَر سے ماضی جمع مذکر غائب۔ پس وہ نجات پا گئے۔ فَصَبَّحَهُمْ تفعیل سے ماضی واحد ضمیر مفعول بہ، صبح صبح ہی اچانک حملہ آور ہو گئے۔ وَاجْتَاحَهُمْ افتعال ماضی واحد مذکر غائب ضمیر جمع مفعول بہ جڑ سے ختم کر دیا۔

شرح:......ا۔ واضح ڈرانے والے (یعنی عریاں ڈرانے والا ہوں) یہ ایک ضرب المثل ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک آدمی ایک لشکر کے قریب سے گزرا۔ انہوں نے جاسوس سمجھ کر اسے پکڑ لیا، انہوں نے اس کا لباس اتار دیا اور قید کر دیا، کسی طرح وہ ان کی قید سے نکل گیا اور اپنی قوم کے پاس پہنچا تو کہا: میں ایک لشکر دیکھ کر آیا ہوں، اپنا بچاؤ کر لو، یہ دیکھو اس لشکر نے میرا لباس بھی اتار لیا ہے، انہیں یقین ہوا کہ یہ سچ کہتا ہے، اس سے پہلے اس نے کبھی لباس نہ اتارا تھا۔ ویسے بھی قوم کے ہاں اس کی خیر خواہی معروف تھی، ان قرائن کی بنا پر انہیں لشکر کے حملہ آور ہونے کا مکمل یقین تھا۔

نبی ﷺ نے اپنی ذات گرامی کی طرف وہ ضرب المثل دہرائی کہ آپ کی یہی کیفیت تھی کیونکہ آپ ﷺ کے ہاتھوں بے شمار معجزات کا ظہور ہو رہا تھا۔ جو آپ کی صداقت پر مہر تھے۔ اور جنہیں آپ مخاطب فرما رہے تھے وہ آپ کو پہچانتے بھی تھے اور مانوس بھی تھے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں بہت ساری تشبیہات یکجا ہوئی ہیں (۱) نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات گرامی کو اس آگاہ کرنے والے آدمی سے تشبیہ دی۔ (۲) اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو عذاب الٰہی کے قریب ہونے سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا تھا اس عذاب کو صبح اچانک حملہ آور ہونے والے لشکر کی مانند کہا ہے۔

۳۔ آپ ﷺ کی امت سے جس نے آپ کی اطاعت کی وہ اس قوم کی مانند ہے جو اس آدمی کی تصدیق کرتی ہے اور بچاؤ اختیار کرتی ہے۔ اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی ہے وہ اس قوم کی مانند ہے جو اس آدمی کی بات غلط قرار دیتی ہے اور خود کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۲۴۴)

١٥٤ ـ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوقَدَنَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الفِرَاشَ وَهٰذِهِ الدَّوَّابُ الَّتِيْ تَقَعُ فِى النَّارِ تَقَعُ فِيْهَا فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيْهَا فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِ كُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُوْنَ فِيْهَا .

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوا سنا: ''یقیناً میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کا ماحول آگ نے روشن کر دیا تو پتنگے اور حشرات جو آگ پر آیا کرتے ہیں وہ اس آگ میں گرنے لگے۔ وہ مرد ان کو آگ سے نکالنے لگا لیکن وہ اس پر غالب آ گئے اور آگ میں گھس گئے۔ اسی طرح میں بھی تمہیں آگ سے بچانے کے لیے کمر بند سے پکڑ کر نکالتا ہوں اور تم

(١٥٤) بخاري: ٦٤٨٣ـ مسلم: ٢٢٨٤ـ نسائي: ٥٤٠٤ـ احمد: ١٠٥٨٠.

(رواہ البخاری ٦٤٨٣) لوگ اس میں داخل ہوتے جاتے ہو۔''

مفردات:......اِسْتَوْقَدَ استفعال ماضی واحد مذکر غائب، آگ جلائی۔ اَضَاءَتْ افعال سے واحد مونث، اس آگ نے خوب روشن کیا۔ حَوْلَهَا اس آگ کا اردگرد۔ مسلم میں حَولَةَ ہے، اس صورت میں ضمیر جلانے والے کی طرف ہوگی کہ اس کا گردروشن ہوا۔ اَلْفِرَاشُ پروانے۔ وَهٰذِهٖ یہ قربت مؤنث کے لیے اشارہ ہے۔ الدَّوَابُّ اس کا واحد دَابَّةٌ ہے، پروانے اوران کے علاوہ جلنے والے کیڑے مکوڑے مراد ہیں۔ یَقَعْنَ ، مَنَعَ سے مضارع جمع مونث غائب، وہ پروانے گرتے ہیں۔ وَيَغْلِبْنَهٗ مضارع جمع مونث ضمیر مفعول بہ، اس روکنے والے پر غالب آتے ہیں۔ فَيَتَقَحَّمْنَ تفعل سے جمع مونث، وہ بزور داخل ہوتے ہیں۔ اٰخِذٌ، نَصَرَ سے اسم فاعل ہے، پکڑنے والا ہوں۔ بِحُجَزِكُمْ اس کا واحد اَلْحُجْزَةُ ہے، کمر کا وہ حصہ جہاں ازار باندھتے ہیں۔

شرح:...... یہ حدیث اس آیہ مبارکہ کی تشریح ہے:

﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (التوبة : ١٢٨)

''تمہارے بارے میں آپ ﷺ فکر مند ہیں اور ایمانداروں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

تمہارے لیے آپ ﷺ خیر پسند کرتے ہیں اور تم تک خیر پہنچانے میں کوشاں رہتے ہیں، ایمان تک تمہاری رسائی کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں، اور شر پسند نہیں کرتے اور ایمانداروں کے لیے تو ان کے والدین سے بھی زیادہ رحم دل ہیں۔ (تیسیر ص ۴۶۹)

آپ ﷺ نے کمر سے پکڑ کر دوزخ سے بچانے کا اس لیے کہا ہے کہ اس مقام سے مضبوط پکڑا جاتا ہے، بتایا ہے کہ میں نہایت محکم طریقے سے تمہیں دوزخ سے بچانا چاہتا ہوں۔

۲۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ جاہلوں، مخالفوں اور نافرمانوں اور شہوت رانوں کو آتش دوزخ میں گرنے کی تشبیہ پروانوں کے ساتھ دی گئی ہے اور نبی ﷺ ان کی جانوں کو ہلاکت سے بچانے کی مکمل سعی کر رہے ہیں۔ (نووی)

ارشاد ربانی ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ (البقرة : ٢٢٩)

''یہ حدود الٰہی ہیں، ان سے آگے نہ گزرو اور جو ان سے آگے گزرے گا وہ ظالم ہے۔''

علامہ طیبی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی حدود سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء ہیں، اور منع کردہ باتیں ہیں۔ اور حرام کردہ چیزوں میں دنیا کی محبت اور زینت اور اس کی ناجائز لذات وخواہشات سرفہرست ہیں۔

نبی ﷺ نے کتاب وسنت کے ذریعے جو ان حدود کا اظہار فرمایا ہے، اسے اس آدمی کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے جو آگ روشن کرتا ہے اور پھر اس بیان کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلنے کو، جلانے والے کے اردگرد خوب روشنی

ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کی آپ کے اس واضح بیان سے بے پروائی اور حدود کو جو یہ پامال کرتے ہیں اس کو، اور لذات وشہوات پورا کرنے کو اور پھر آپ ﷺ کے کمر سے پکڑ کر دور کرنے کو آگ میں زبردستی گرنے والے پروانوں کے ساتھ مثال دی گئی ہے کیونکہ آگ فروزاں کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ خلق خدا اس سے روشنی حاصل کرے یا ٹھنڈک سے بچاؤ کرے اور فائدہ اٹھائے جبکہ پروانوں نے اپنی نادانی کی بنا پر اس آگ کو اپنی ہلاکت کا باعث بنالیا۔

اسی طرح نبی ﷺ کا مقصد ان بیانات کے ذریعے جو آپ نے کتاب وسنت کے اظہار کے لیے دیئے تھے، امت کی راہنمائی کرنا تھا تاکہ یہ امت اپنی ہلاکت کے اسباب سے اجتناب کرے لیکن ان نادانوں نے نبی ﷺ کے روکنے کے باوجود اپنی جہالت کی بنا پر اپنی ہلاکت کا گڑھا خود کھودا ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۲۴۶)

۱۵۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِيْ النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا: وَمَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ . (رواه الترمذی ٢٦٤١)

سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے امت پر وہ تمام حالات آئیں گے جو بنو اسرائیل پر آئے ہیں جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی شخص ظاہر باہر اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا ہے تو میری امت میں بھی کوئی شخص ہوگا جو ایسا ہی کرے گا اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی ہے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی، سب ہی آگ میں جائیں گے مگر ایک ملت محفوظ رہے گی۔'' لوگوں نے عرض کی: وہ کون لوگ ہوں گے؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوں گے۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... لَيَأْتِيَنَّ لام تاکید کا ہے، نون تاکید ثقیلہ ہے، مضارع واحد مذکر غائب، ضرور آئے گا۔ حَذْوَ محذوف فعل کی وجہ سے منصوب ہے جو کہ يَحْذُوْنَ ہے۔ موافقت کرنا، اس کا اصل معنی اندازہ لگانا یا کاٹنا ہے۔ حَتّٰى ابتدائیہ ہے۔ مِلَّةً اس کی جمع مِلَلٌ ہے۔ ملت وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے، جس چیز کو اپنے بندوں کے لیے شریعت قرار دیا ہو۔ جس پر یہ چل کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں قرب حاصل کرسکیں۔ مِلَّةً وَّاحِدَةً مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ایک ملت دوزخ میں نہیں جائے گی۔

(۱۵۵) ترمذی: ۲٦٤١۔ حسن ہے۔ البانی: ۲۱۲۹.

شـــرح: ......۱۔اس میں یہود ونصاریٰ کی نقالی سے خبردار کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی امت کے لوگ اس قدر گمراہی میں ان کی نقل اتاریں گے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے بالکل برابر کاٹا جاتا ہے۔اگر وہ کسی قبیح ترین برائی کا ارتکاب کرتے تھے تو اس امت میں سے بھی کوئی نہ کوئی اس کا مرتکب ہوگا۔

۲۔اس حدیث میں فرقوں میں بٹنے کی خبر بھی دی گئی ہے۔ایک حدیث میں بہتر ۷۲ فرقوں کا ذکر ہے۔(ابن ماجہ) ایک میں اکہتر فرقوں میں بٹنے کا آتا ہے۔(طبرانی) ترمذی میں شک سے آتا ہے، اکہتر فرقوں یا بہتر فرقوں میں امت بٹے گی۔تو ان میں مطابقت یوں ہے کہ پہلے کم بتائے گئے تھے، پھر اضافہ کیا گیا اور زیادہ فرقے بتائے گئے۔(مرعاۃ:۱/ ۲۷۵)

۳۔بعض ائمہ کرام نے ان کی تعداد شمار بھی کی ہے۔خصوصاً شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے غنیۃ الطالبین میں انہیں ذکر کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فرقوں کی کثرت بتانا مقصد ہے، ان کی تعداد صرف اتنے ہی فرقوں میں محدود نہیں۔

فرقہ تب بنتا ہے جب وہ راہِ راست سے ہٹ جائے، چھوٹی موٹی اجتہادی غلطی فرقہ نہیں۔ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی موجود تھی۔ گمراہ فرقے کی خاص علامات ہیں۔جس سے ان کی گمراہی کا پتہ چلتا ہے۔(۱) جس کام سے گروہ بندی پیدا ہو اور جس سے عداوت، بغض اور قطع تعلقی پیدا ہو یہ فرقہ واریت ہے۔

(۲) قرآن پاک کے محکم اور واضح آیات واحکام پر عمل نہ کرے اور اس کے متشابہ احکام اور آیات کی اتباع کرے یہ بھی فرقہ پرستی کی علامت ہے۔

(۳) شرعی دلائل ہوں، مگر اپنی خواہش اور رائے پر اعتماد ہو، اور شریعت کے دلائل کو بالائے طاق رکھیں اور عقل کو حاکم تسلیم کریں۔ یہ چیز بھی فرقہ واریت کو جنم دیتی ہے یہ تینوں علامات تباہ کن ہیں اور دوزخ کا باعث ہیں۔

۴۔ان فرقوں میں سے ایک ہی فرقہ ناجیہ (نجات والا گروہ) ہے اور جنتی ہے۔اس کی علامت خود نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ وہ جماعت ہے جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

یہ وہ ہیں جو کتاب وسنت ہی کو اپنا ضابطہ حیات قرار دیتے ہیں، عقیدہ، عمل اور قول میں بدعت وغیرہ سے کلی طور پر اجتناب کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ ان گمراہوں میں سے بھی وہی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے کام کریں گے، دوسروں کو سزا کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو باہر نکال لیا جائے گا۔

۵۔اور یہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ غیر گمراہ وہ گروہ ہے کہ جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور کہیں فرمایا ہدایت یافتہ سوادِ اعظم (بڑی جماعت) ہے اور کہیں فرمایا کہ جب یہ گمراہ فرقے ہوں گے تو جماعت لازم پکڑنا، یہ تینوں چیزیں ایک ہی ہیں۔ کتاب وسنت صراط مستقیم ہے اور اس کی اتباع کرنے والے جنہیں سوادِ اعظم، جماعت، یا

آپ اور صحابہ والا طرز عمل اپنانے والے۔

شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فرقہ ناجیہ (نجات والا گروہ) اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کا ایک ہی نام ہے، وہ اصحاب حدیث ہیں۔ (غنیۃ) شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

فرقہ ناجیہ (نجات والا گروہ) وہ ہے جو وہی عقیدہ وعمل اپنائے جو کتاب وسنت، صحابہ وتابعین کے طرز عمل سے نمایاں ہو اور جو سلف کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ اپنائے گا وہ غیر ناجیہ (نجات والا نہیں) (حجۃ اللہ، مرعاۃ: ۱/ ۲۷۶)

١٥٦ ـ عَـنْ مُـجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِـيْ سَـفَـرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ فَحَادَ عَنْهُ فَسُئِلَ لِمَ فَـعَـلْـتَ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ هٰذَا فَفَعَلْتُ . (لأحمد ٤٨٥٥)، والبزار

مجاہد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جگہ ایک سفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ راستے سے علیحدہ ہو کر چلنے لگے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چلتے دیکھا تھا اس لیے ایسا کیا ہے۔" (احمد اور بزار)

مفردات: ...... فَمَرَّ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب، ابن عمر گزرے۔ فَحَادَ، ضَرَبَ سے ماضی ایک طرف مائل ہوئے۔

شرح: ...... ا۔ مجاہد رحمہ اللہ، ان کا نام مجاہد بن جبر اور کنیت ابو الحجاج مخزومی ہے، ثقہ ہیں۔ تفسیر کے امام ہیں ۱۸۳ ہجری میں وفات پائی۔

١٥٧ ـ وَلَـهُ: أَنَّـهُ كَانَ يَأْتِيْ شَجَرَةً بَيْنَ مَكَّةَ وَالْـمَدِيْنَةِ فَيَقِيْلُ تَحْتَهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ . (رواه البزار)

انہی سے منقول ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس جاتے اور اس کے نیچے قیلولہ کرتے تھے اور خبر دیتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

مفردات: ...... فَيَقِيْلُ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، دوپہر کو آرام کرتے۔

شرح: ...... یہ دونوں آثار دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادتاً کوئی کام سرانجام دینا آپ نے اسے امت کے لیے لازمی قرار نہیں دیا، البتہ جو آپ بطور سنت یا شریعت کریں اس کی اطاعت لازمی ہے، اس کے باوجود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر وارفتگی اور شیفتگی ہے کہ آپ ضرورت کے تحت جہاں رکے جہاں میلان ظاہر فرمایا، وہاں وہاں ان کے قدم بھی رکے اور

(١٥٦) احمد: ٤٨٥٥ـ بزار، اس کے راوی توثیق شدہ ہیں۔ هيثمى: ٨١١.

(١٥٧) بزار، ورجاله موثقون هيثمى: ٨١٣.

انہوں نے بھی وہی حرکت اپنائی۔ جب عام عادت میں اتباع کا یہ عالم تھا تو جو آپ ﷺ نے بطور دین بتایا تھا یا کام کیا تھا اس میں یہ کس قدر مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔

اَلْإِقْتِصَادُ فِی الْأَعْمَالِ

اعمال میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

١٥٨۔ أَنَسٍ: جَاءَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ إِلٰی بُیُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: وَأَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ قَدْ غَفَرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّی أُصَلِّی اللَّیْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَیْهِمْ فَقَالَ: أَنْتُمْ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّی لأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّی أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّی وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی. (رواه البخاری ٥٠٦٣)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے گھروں کے پاس گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کیا اور جب ان کو خبر دی گئی تو گویا انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو قلیل سمجھا اور انہوں نے کہا: ہماری رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات کو نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا اور آخری نے کہا: میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ سن لو میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا اور اس کے لیے تقویٰ کرنے والا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت ترک کی وہ مجھ سے متعلق نہ ہوگا۔''

مفردات: ...... رَهْطٍ یہ اسم جمع ہے، دس سے کم افراد پر بولا جاتا ہے۔ تین افراد آئے۔ یہ علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، عن سعید بن المسیب) أُخْبِرُوْا افعال سے ماضی مجہول جمع، وہ خبر دیئے گئے۔ تَقَالُّوْهَا تفاعل سے ماضی جمع مذکر غائب، کم تصور کی۔ أَیْنَ نَحْنُ ہم میں اور آپ میں بہت فرق ہے۔ كَذَا وَ كَذَا یہ اسم کنایہ ہے۔ گزرے ہوئے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ لَأَخْشَاكُمْ عَلِمَ سے اسم تفعیل، تم سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ وَأَتْقَاكُمْ اسم تفضیل ہے، سب سے زیادہ تقویٰ والا۔ وَأَرْقُدُ، نَصَرَ سے

(١٥٨) بخاری: ٥٠٦٣۔ مسلم: ١٤٠١۔ نسائی: ٣٢١٧۔ احمد: ١٣٦٣١.

مضارع معلوم واحد متکلم، میں سوتا ہوں۔

شرح: ......۱۔ نبی ﷺ کی ظاہری عبادت تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاہدے میں تھی۔انہوں نے آپ ﷺ کی گھریلو عبادت کے متعلق دریافت کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی گھریلو عبادت آگاہ کیا گیا تو انہوں نے جو اپنے دلوں میں اس عبادت کی کثرت کا تصور جما رکھا تھا اس سے کم پائی اور خود ہی اس کی وجہ تلاش کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ہم تو گنہگار ہیں۔اس آیت سے دلیل لی کہ: ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح : ۲) ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔''

اس لیے ہمیں عبادت میں اور کوشاں رہنا چاہیے۔تب ایک نے ہمیشہ رات نماز پڑھنے، دوسرے نے روزے رکھنے، تیسرے نے عورتوں سے علیحدہ رہنے کا اظہار کیا اور جو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم تصور کیا تھا رسول اکرم ﷺ نے ان کی تردید کی کہ عمل تھوڑا جو جاری وساری رکھا جائے وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو بعد میں ختم ہو جائے۔اور اس عمل سے میرے تقویٰ اور خشیت الٰہی میں کوئی ہمسر اور مدمقابل نہیں۔

۲۔ نبی ﷺ نے اپنا طریقہ واضح فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں کہ قوت بحال رہے اور دوسرے کام بھی سرانجام دے سکوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں جو شہوت کا زور توڑنے اور نسل بڑھانے کے لیے انسانی ضرورت ہے اور افطار بھی کرتا ہوں تا کہ روزہ رکھنے کی طاقت اضمحلال کا شکار نہ ہو۔

اور جو میرے اس طریقے کو قصداً یا بے اعتنائی سے چھوڑے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس کا رہبانیت کے ساتھ واسطہ ہے۔

۳۔آج بدعت نکال کر پھر اسے اچھا قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، فلاں درود وظیفہ یا طریقے میں حرج کیا ہے؟ ذرا غور فرمائیں نماز، روزہ، وغیرہ اعمال جن کے کرنے کا یہ عزم کر رہے تھے، ان میں سے کوئی بھی غلط چیز نہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کی سنت سے میل نہ کھانے کی وجہ سے آپ اسے اپنے سے لاتعلق قرار دے رہے ہیں۔

۱۵۹۔ عَائِشَةَ:صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَّ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٌ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَا عْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً . (رواه البخاري ٦١٠١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا اور اس کی اجازت بھی دی تو ایک قوم نے اس کو ناپسند کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: ''بعض اقوام کا کیا حال ہے کہ وہ اس کام کو ناپسند کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے اللہ تعالیٰ کی مرضیات

(۱۵۹) بخاری: ۶۱۰۱۔ مسلم: ۲۳۵۶۔ احمد: ۲۵۷۷۶.

زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔''

مفردات: ......فِيْهِ اس کام میں رخصت دی۔ فَتَنَزَّهَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، دور ہوا، احتراز کیا۔ ذٰلِكَ یہ ان کا دور رہنا۔ مَا استفہام انکاری۔ بَالُ حال۔ اَصْنَعُهٗ، مَنَعَ سے مضارع متکلم، میں کرتا ہوں۔ یہ شی سے حال ہے۔

شرح: ......ا۔ جس چیز میں رسول اکرم ﷺ نے رخصت دی تھی، وہ یہ ہے کہ (۱) رمضان کے علاوہ کوئی نفلی روزہ تھا جسے آپ نے افطار کرلیا۔ (۲) بیویوں سے شادی کی تھی۔ (۳) رمضان میں فجر کے طلوع ہونے کے بعد آپ نے جنابت کا غسل کیا تھا۔ (مرعاۃ: ۱/۲۴۲)

یہ تینوں کام جائز تھے لیکن لوگ، ان سے بھی احتراز کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے زجر وتوبیخ کرتے ہوئے لوگوں کو آگاہ کیا اور ان کے اس طرز عمل پر سخت انکار کیا۔

۲۔ آپ ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا یہ احتیاط کرنا یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ اس طرح کرنے سے ہم عذاب سے دوچار نہ ہوں، اور اس کے غضب کا شکار نہ ہوں، جبکہ میں عذاب الٰہی اور غضب الٰہی کو تم سے زیادہ جانتا ہوں پھر بھی یہ کام کرتا ہوں تو تم کیوں احتراز کرتے ہو۔

اور یا پھر تم یہ احتراز خشیت الٰہی کی وجہ سے کرتے ہو تو میں تم سب سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والا ہوں۔

زیادہ علم والا کہہ کر آپ نے اپنی قوت علمیہ کا اظہار فرمایا اور زیادہ خشیت والا قرار دے کر آپ نے اپنی قوت عملیہ کی برتری بتائی کہ جب میں قوت علمی اور قوت عملی میں تم سب سے افضل ہوں اور میں یہ کام کرتا ہوں تو تم جو مجھ سے ان دونوں قوتوں میں کم تر ہو، کیوں احتراز کرتے ہو؟

۳۔ (۱) اس حدیث میں جائز چیز سے شک کی بنا پر احتراز کرنے کی مذمت ہے۔ (۲) عزیمت ہو یا رخصت ہو، خیر اور کامیابی نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں ہی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رخصت کو استعمال کرنا کبھی عزیمت کی بہ نسبت بہتر ہوتا ہے جیسا کہ سفر میں نماز قصر کی رخصت پر عمل کرنا چار رکعت پڑھنے کی بہ نسبت بہتر ہے جبکہ سنت سے بے اعتنائی کرتے ہوئے اگر رخصت پر عمل نہ کیا جائے تو یہ قابل مذمت طریقہ ہے۔

١٦٠۔ وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ إِلٰى عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْن فَجَاءَهُ فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِيْ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ قَالَ: فَإِنِّي أَنَامُ

وہی روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام ارسال فرمایا: کیا تو میری سنت سے منہ پھیرتا ہے؟ تو اس نے کہا: ہرگز ایسا نہیں قسم اللہ کی! مگر میں آپ ﷺ کی سنت ہی تلاش کرتا ہوں۔ فرمایا: میں سوتا

(١٦٠) ابوداود: ١٣٦٩۔ احمد: ٢٥٧٧٦۔ صحیح ہے۔ البانی: ١٢٢٥.

وَاُصَلِّی وَاَصُوْمُ وَأَفْطِرُ وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا عُثْمَانُ فَإِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ . (رواه أبو داود ١٣٦٩)

ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے مجامعت بھی کرتا ہوں پس اے عثمان! اللہ سے ڈر، تیری اہل کا تیرے اوپر حق ہے، تیرے مہمان کا تیرے اوپر حق ہے اور تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے، پس تو روزہ رکھ اور نماز بھی پڑھ اور سویا بھی کر۔“ (ابوداؤد)

مفردات: ......فَجَآءَہٗ ماضی، وہ عثمان آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اَرَغِبْتَ ہمزہ استفہام ہے۔ عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر حاضر، بے رغبتی کرتا ہے۔ اَطْلُبُ مضارع معلوم واحد متکلم، میں طلب کرتا ہوں۔ اَنَامُ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں سوتا ہوں۔ فَاتَّقِ افتعال سے امر واحد، اللہ سے ڈر۔ فَصُمْ الخ یہ تمام امر کے صیغے ہیں۔

شـــرح: ......اس حدیث کا مطلب ہے کہ عمل میں میانہ روی اپناؤ، اگر تم حد سے زیادہ عبادات میں مشغول رہو گے تو ناتوانی چھا جائے گی۔ جان جب جہد مسلسل کی وجہ سے ضعیف اور نقاہت غالب آ جائے گی تو پھر نہ تو مہمان کا حق ادا ہوگا اور نہ اہلیہ کے حقوق پورے ہوں گے۔

اس لیے رات نماز پڑھیں اور آرام بھی کریں اور کبھی روزہ بھی رکھیں اور کبھی روزہ نہ بھی رکھیں تاکہ تمام حقوق کی ادائیگی کما حقہ ہو سکے۔ مقولہ ہے: جان ہے تو جہان ہے۔

١٦١ ـ وزاد رزين، قَالَت: وَكَانَ حَلَفَ أَنْ يَقُوْمَ اللَّيْلَ كُلَّهٗ، وَيَصُوْمُ النَّهَارَ وَلَا يَنْكِحُ النِّسَآءَ، فَسَأَلَ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَنَزَلَ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ .

رزین نے زیادہ الفاظ نقل کیے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ ساری رات قیام کرے گا اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھے گا اور عورت سے مجامعت نہیں کرے گا، پس وہ دائیں طرف سے جھک گیا پس یہ آیت نازل ہوئی: ”تمہیں اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرے گا تمہاری لغو قسموں میں۔“

مفردات: ......زَادَ اضافہ کیا ہے۔ حَلَفَ ماضی واحد، عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی۔ وَلَا يَنْكِحَ مضارع منفی، اَنْ کی وجہ سے نصب ہے۔ نکاح نہ کریں گے۔

شـــرح: ......اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کس وجہ سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مذکورہ ہدایت دی تھی۔

انہوں نے کہا تھا، ساری رات عبادت کروں گا اور ہر روز روزہ رکھوں گا، اور نکاح نہ کروں گا بلکہ خلوت میں رہوں گا۔ تو آپ ﷺ نے تب انہیں میانہ روی کی تلقین فرمائی۔ انہوں نے اس پر قسم اٹھا رکھی تھی۔

---

(١٦١) رزين.

حضرت عثمان نے کہا: یہ تو تسلیم کرتا ہوں میں آپ ﷺ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔ لیکن جو میں نے قسم اٹھائی ہے اس کا کیا کروں؟ تو یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۲۵)

لغو قسم کی وضاحت یہ ہے کہ جو بغیر قصد و ارادہ اور بغیر دلی نیت کے ویسے ہی زبان پر جاری ہو جائے۔ (ابن کثیر، تیسر ص ۱۱۵)

یہی صورت حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی جس کا حل قرآن پاک کی آیت کے ذریعے کر دیا گیا کہ اس قسم پر کوئی کفارہ یا گناہ نہیں لیکن صحیح بات آگے آ رہی ہے۔

١٦٢ ۔ وَفِـيْ رِوَايَةٍ: أَنَّـهُ هُـوَ الَّذِيْ سَـأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَـمَّا نَوَاهُ، وَلَمْ يَحْلِفْ . هذا أصلح لرزين

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے خود اس چیز کے متعلق سوال کیا تھا جس کی اس نے صرف نیت کی تھی اور اس نے قسم نہیں کھائی تھی اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

مفردات: ...... هُوَ الَّذِيْ وہی۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی سوال کیا تھا۔ نَـوَاهُ يَنْوِی مضارع ہے، جو نیت کی تھی۔

شرح: ...... صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس قدر عبادت کرنے کی قسم نہیں اٹھائی تھی بلکہ نیت کی تھی کہ میں ایسی پر مشقت عبادت سرانجام دوں گا۔ انہوں نے اس نیت کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نیت کا کچھ اثر نہیں جو طریقہ میں نے بتایا ہے اس پر عمل کرو۔

١٦٣ ۔ وله ايضا عنها: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَـرَهُـمْ مِـنَ الْعَمَلِ مَا يُطِيْقُوْنَ، قَالُوْا: لَسْـنَـا كَهَيْـئَتِكَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتَّـى يُـعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ: إِنَّ اَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا . (لرزين)

رزین رحمہ اللہ ہی کی ایک روایت ام المؤمنین سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو اسکا حکم دیتے تھے جس کی ان کو طاقت ہوتی تھی۔ تو وہ (صحابہ) کہتے ہم تو آپ ﷺ جیسے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں پس آپ ﷺ کو غصہ آیا یہاں تک کہ غصہ آپ کے چہرۂ اقدس پر پہچانا جاتا، پھر آپ ﷺ فرماتے: ''میں تم سے زیادہ متقی اور تم سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا میں ہوں۔''

مفردات: ...... وَلَـهٗ رزین نے ہی بیان کی ہے۔ مَا جس کی يُـطِيْقُوْنَ افعال سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، طاقت رکھتے ہیں۔ كَهَيْئَتِكَ تمہاری حالت کی مانند نہیں۔ فِيْ وَجْهِهٖ آپ ﷺ کے چہرے مبارک میں۔

١٦٤ ۔ أَبُـوْ جُـحَيْـفَةَ: آخَـى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ

(١٦٢) رزين.

سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَىٰ أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوْكَ أَبُوالدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُوالدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ قَالَ: نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ: نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ ، فَصَلَّيَا ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ . (رواه البخاری ١٩٦٨، وللترمذی وزاد وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)

اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان اخوت قرار دی۔ پس سلمان رضی اللہ عنہ نے ابودرداء کی زیارت کی اورام درداء کو پرانے لباس میں دیکھا تو کہا تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: تیرے بھائی ابودرداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔ پھر ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کرایا۔ اور سلمان رضی اللہ عنہ کو کہا: تم کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا میں روزہ سے ہوں انہوں نے کہا: میں نہیں کھاؤ گا یہاں تک کہ تو بھی کھائے گا تو ابودرداء نے کھانا کھایا۔ جب رات آئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز تہجد کے لیے اٹھنے لگے اور سلمان رضی اللہ عنہ نے سونے کا حکم دیا پس وہ سو گئے۔ وہ پھر اٹھنے لگے تو انہوں نے پھر کہا: سو جایئے۔ جب رات کا آخری حصہ آیا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اب اٹھیے پس دونوں نے نماز پڑھی اور سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرے رب کا تیرے اوپر حق ہے، تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے اور تیری اہل کا تیرے حق ہے پس ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سلمان رضی اللہ عنہ نے درست کہا ہے۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: اور تیرے مہمان کا تیرے اوپر حق ہے)

مفردات: ...... آخٰی مفاعلہ سے ماضی واحد مذکر غائب ہے۔ بھائی بندی قائم کی۔ فَزَارَ ماضی واحد مذکر غائب، ملاقات کی، مُتَبَذِّلَۃً تفعل سے اسم فاعل واحد مونث، پراگندہ لباس میں، یہ حال ہے۔

انتباہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام خیرہ تھا۔ دوسری بیوی وہ بھی ام درداء ہی کہلواتی تھیں یہ تابعیہ تھیں، ان کا نام ہجیمہ تھا۔ یہ دوسری تو ان کی وفات کے بعد کافی عرصہ زندہ رہی ہیں۔ پہلی بیوی خیرہ حضرت ابودرداء کی زندگی میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔ یہاں جس بیوی کا ذکر ہے کہ وہ خیرہ ہے۔ (فتح الباری: ۴/۲۱۰) لَـهٗ حضرت سلمان

(١٦٣) رزین. (١٦٤) بخاری: ١٩٦٨ـ ترمذی: ٢٤١٣.

کے لیے۔ کُلْ یہ امر ہے، کھاؤ۔ بِاٰکِلٍ، نَصَرَ سے اسم فاعل ہے، میں نہیں کھانے والا فَصَلَّیَا تفعیل سے ماضی تثنیہ، ان دونوں نے نماز پڑھی۔ فَاَعْطِ افعال سے امر واحد مذکر، دو۔ فَاَتٰی ماضی واحد مذکر۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے۔

شرح: ...... یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، اس سے کئی مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بھائی چارہ بنانا جائز ہے اور بھائیوں سے ملاقات کرنا اور نیک نیتی سے ان کے گھر رات گزارنا بھی جائز ہے۔

(۲) اشد ضرورت کے تحت اور جب کوئی نیت وقصد میں فتور نہ ہو تو اجنبی عورت سے گفتگو کرنا جائز ہے۔ (۳) مسلمان کی خیر خواہی کا جذبہ رکھا جائے۔ (۴) رات کے آخر میں تہجد وغیرہ پڑھنا۔ (۵) عورت خاوند کے لیے بن سنور کر رہے اور بیوی سے خاوند کو اچھائی سے پیش آنے کی ترغیب ہے۔ (۶) جان کو عبادت میں بھی مشقت میں نہ ڈالا جائے۔

۱۶۵۔ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنِّی أَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتَهُ بِأَبِی أَنْتَ وَأُمِّی قَالَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّی أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَافْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ إِنِّی أُطِيْقَ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ.

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا جب تک بھی زندہ رہوں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ہی یہ بات کہی ہے؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں یہ بات کہہ چکا ہوں۔ فرمایا: تو اس کی طاقت نہیں رکھتا روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر سو بھی اور قیام بھی کر اور ہر ماہ سے تین ایام کے روزے رکھ پس نیکی دس گناہ ہو جاتی ہے اور یہ سال کے روزوں کے برابر ہیں۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر میں نے عرض کی میں اس سے زیادہ افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کر اور یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ اعلیٰ ترین روزے ہیں۔''

مفردات: ...... أُخْبِرَ افعال سے ماضی مجہول، خبر دیئے گئے۔ لَاَصُوْمَنَّ واحد متکلم، مضارع معلوم، لام تاکید اور نون ثقیلہ ہے، میں ضرور روزہ رکھوں گا۔ وَلَاَ قُوْمَنَّ مضارع واحد متکلم، لام تاکید، نون ثقیلہ، ضرور قیام کروں گا۔ مَا جب تک عِشْتُ ماضی واحد متکلم میں زندہ رہا۔ قُلْتُهٗ واحد متکلم ماضی معلوم، میں نے کہا ہے، ضمیر مفعول بہ ہے، بات

کی طرف لوٹتی ہے، یہ بات میں نے کہی ہے۔ أُطِيْــقُ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر متکلم، میں طاقت رکھتا ہوں۔ اَعْدَلُ اسم تفضیل ہے، بہتر۔

١٦٦۔ وفى رواية أَفْضَلُ الصِّيَامِ قُلْتَ إِنِّى أُطِيْـقُ أَفْـضَـلَ مِـنْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ لاَ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ .

اور ایک روایت میں ہے: ''یہ افضل ترین روزے ہیں۔'' میں نے کہا: میں تو اس سے افضل روزے کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا اس سے افضل روزے نہیں ہیں۔''

مفردات: ......رِوایَۃٍ عبداللہ کی روایات میں سے ہے۔ اَ ہمزہ استفہام ہے۔ لَمْ اُخْبَرْ مضارع مجہول واحد متکلم، جحد، میں خبر نہیں دیا گیا۔ فَشَدَدْتُّ ماضی واحد متکلم، میں نے سختی کی فَشَدَّدَ تفعیل سے ماضی واحد، آپ نے بھی سختی کی۔ عَلَیَّ یاء تشدید والی ہے۔ میرے اوپر فَـصِرْتَ ، صَارَ یَصِیْرُ سے ماضی واحد مخاطب، تو ہوگا۔ کَبِرْتُ ، عَلِمَ سے واحد متکلم، میں بڑی عمر میں ہوا۔ وَدِدْتُّ ، عَلِمَ سے واحد متکلم، میں نے چاہا۔

١٦٧۔ وَمِـنْ رَوَايَـاتِهٖ: أَلَمْ أُخْبَرُ أَنَّكَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ قُلْتُ بَلٰى قَالَ اِقْـرَأْ الْـقُـرْآنَ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ يَا نَبِىَ اللّٰهِ إِنِّى أُطِيْـقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِىْ عَشْرٍ قُلْتُ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فِى سَبْعٍ لاَ تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَـاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّافَشَدَدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَـالَ إِنَّكَ لاَ تَـدْرِىْ لَـعَـلَّكَ يَـطُوْلُ بِكَ عُمْرٌ فَـصِرْتُ إِلَى الَّذِىْ قَالَ فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّى كُنْتُ قَبِـلْتُ رُخْصَةَ نَبِىِ اللّٰهِ ﷺ (لمسلم ١١٥٩. كتاب الصيام)

اور اسی کی روایت میں ہے: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تو ساری رات قرآن پڑھتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: قرآن پڑھا کر ایک بار ہر ماہ میں۔ میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: پھر دس ایام میں پڑھا کر۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: پھر سات ایام میں پڑھ اور اس سے زیادہ نہ کر پس میں نے شدت پکڑی تو میرے اوپر شدت کی گئی۔ فرمایا: تجھے کیا معلوم تیری عمر طویل ہو پس جو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ وہی ہوا اور میں اس عمر کو پہنچا اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ڈھیل اور رخصت قبول کی ہوتی۔

١٦٨۔ ومـنهـا: إِنَّكَ لَتَـصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ

اسی روایت میں ہے: تو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا

(١٦٦) مسلم: ١١٥٩۔ كتاب الصيام، ترمذی: ٧٧٠۔ نسائی: ٢٤٠٣۔ ابوداود: ٢٤٤٨۔ ابن ماجه: ١٧١٢۔ احمد: ٧٠٥٨۔ دارمی: ٣٤٨٦.

(١٦٧) بخاری: ٦٢٧٢۔ مسلم: ١١٥٩۔ كتاب الصيام، ترمذی: ٧٧٠۔ نسائی: ٢٤٠٣۔ ابوداود: ٢٤٤٨۔ ابن ماجه: ١٧١٢۔ احمد: ٧٠٥٨۔ دارمی: ٣٤٨٦.

(١٦٨) احمد: ٦٧٢٧۔ بخاری: ٦٢٧٢۔ مسلم: ١١٥٩۔ كتاب الصيام، ترمذی: ٧٧٠۔ نسائی: ٢٤٠٣۔ ابوداود: ٢٤٤٨۔ ابن ماجه: ١٧١٢۔ احمد: ٧٠٥٨۔ دارمی: ٣٤٨٦.

اللَّيْلَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ لاَ صَامَ مَنْ صَامَ الاَبَدَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ (مِنَ الشَّهْرِ) صَوْمَ الدَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ صَوْمَ دَاوُدَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلاَ يُفْطِرُ إِذَا لاَقٰى قُلْتُ مَن لِيْ بِهٰذِهٖ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ . (رواه أحمد ٦٧٢٧)

ہے؟ میں نے کہا: ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو نے ایسا کیا تو اس سے تیری آنکھ مانند پڑھ جائے گی اور اس کی وجہ سے نفس تھک کر رہا جائے گا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا اور ہر ماہ سے تین دن کے روزے سال کے برابر ہیں۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: پھر تو روزے رکھ داؤدی روزے وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن کے مقابلے پر آتے تو فرار نہیں ہوتے تھے۔'' میں نے عرض کی: اس امر میں میرا کون ضامن بن سکتا ہے؟ اے اللہ کے نبی ﷺ۔

مفردات: ...... هَجَمَتْ واحد مونث، آنکھوں کا اندر دھنسنا۔ نَفِهَتْ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مونث، جان کمزور پڑ جاتی ہے۔ تھک جاتی ہے۔ لاَقٰی مفاعلہ سے ماضی واحد مذکر جب جنگ میں ملاقات کرتے۔ مَنْ بِيْ بِهٰذِهٖ یعنی مجھے کچھ نہیں ہوتا۔

١٦٩۔ وَمِنْهَا قَالَ:أَنْكَحَنِيْ أَبِيْ امرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ أَتَيْنَا هُ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ الْقَنِيْ بِهِ فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِيْهِ:فَلَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رَخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذَاكَ أَنِّي كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ فَكَانَ يَقْرَا عَلٰى بَعْضِ أَهْلِهِ السَّبْعَ مِنَ الْقُرْآنِ بِالنَّهَارِ وَالَّذِيْ يَقْرَؤُهُ يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَإِذَا

اسی روایت میں ہے:عبد اللہ نے کہا: میرے باپ نے میرا نکاح کرایا ایک صاحب حسب عورت سے وہ میری بیوی کے کمرے میں آیا کرتے تھے اور اس سے اس کے خاوند کے حالات دریافت کرتے تھے تو وہ کہتی: بہت اچھا مرد ہے وہ ہمارے بستر پر نہیں لیٹا اور اس نے ہمارا پردہ نہیں کھولا جب سے ہم اس کے پاس آئے ہیں۔ جب یہ سوال جواب طویل عرصہ ہوتے رہے تو میرا باپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مجھ سے ملاقات کراؤ۔ پس میں نے آپ ﷺ کی ملاقات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو روزے کس طرح رکھتا ہے؟ پھر مذکورہ بالا ہدایات کا ذکر کیا ہے۔ اور اس میں ہے:

(١٦٩) بخاری: ٥٠٥٢۔ بخاری: ٦٢٧٢۔ مسلم: ١١٥٩۔ کتاب الصیام، ترمذی: ٧٧٠۔ نسائی: ٢٤٠٣۔ ابوداود: ٢٤٤٨۔ ابن ماجه: ١٧١٢۔ احمد: ٧٠٥٨۔ دارمی: ٣٤٨٦.

اَرَادَأَنْ يَتَقَوّٰى أَفْطَرَ أَيَّامًا وَأَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ ﷺ (رواه البخاری ٥٠٥٢)

افسوس! میں نے نبی کریم ﷺ کی رخصت قبول کی ہوتی۔ وہ اپنے گھر کے کسی فرد کو دن کے وقت قرآن کا ساتواں حصہ سناتے تھے اور جو پڑھتے اس کو رات کو پیش کرتے تھے یہ اس لیے کہ رات کو اس کو آسانی رہے۔ جب بدن میں طاقت پیدا ہو نے کے لیے چند ایام افطار کرتے تو ان ایام کو شمار کرتے اور ان کے مثل روزے رکھتے۔ ان کو یہ ناپسند تھا کہ وہ اس طریق کار کو ترک کردیں جس پر وہ نبی کریم ﷺ سے جدا ہوئے تھے۔''

مفردات: ...... مِنْهَا ان روایات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اَنْکَحَنِیْ افعال سے ماضی نون وقایہ، یاء مفعول بہ ہے۔ اَبِیْ میرے باپ نے میرا ایک عورت سے نکاح کیا۔ ذَاتِ حَسَبٍ حسب میں اعلیٰ تھی، اس کا نام ام محمد بنت محمیہ تھا۔ یتعَاهَدُ تفاعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، نگہبانی کرتے تھے۔ کَفَّتَهٗ بیٹے کی بیوی کو کہتے ہیں، اپنی بہو کی خبر گیری کرتے تھے۔ لَمْ يَطَأْ نفی جحد واحد مذکر، میرے بستر پر نہیں لیٹے۔ وَلَمْ يُفَتِّشْ نفی جحد، جستجو نہیں کی۔ کَنَفًا پہلو، پردہ مراد ہے جماع نہیں کیا۔ اِلْقَنِیْ ، عَلِمَ سے امر واحد نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے، مجھ سے ملاقات کرو۔

شــرح: ......١۔ ان تمام احادیث سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے واقعے کی مکمل وضاحت ہوتی ہے کہ انہیں نبی ﷺ نے تشدد سے منع کیا تھا کیونکہ یہ بہت زیادہ تلاوت، عبادت اور روزہ رکھتے تھے۔ ان کی بیوی سے جب ان کے والد صاحب نے حالات دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ان کا ان کی طرف کوئی دھیان نہیں تو ان کے والد صاحب نے رسول اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر میانہ روی کا درس دیا۔ لیکن جذبہ میں آ کر انہوں نے اپنا معمول جاری رکھا اور جب نقاہت بڑھ گئی، رخصت قبول نہ کرنے کی وجہ سے عمر سے پہلے ہی زیادہ بوڑھے نظر آنے لگے تو پھر پچھتائے کہ میں نبی ﷺ والی رخصت قبول کر لیتا، تو میری یہ حالت زار نہ ہوتی۔

اور پھر اس پر عمل شروع بھی کر دیا کہ قوت کو یکجا کرنے کے لیے اب روزہ چھوڑ بھی دیتے تھے۔ تقریباً جتنے دن روزہ رکھتے پھر اتنے دن نہ رکھتے تھے اور پھر قرآن پاک کی تلاوت اس انداز سے کرتے تھے کہ ہر رات ختم کرنے کی بجائے سات دن میں یا تین دن میں ختم کرتے تھے۔

اب یہی تمنا تھی کہ نبی ﷺ کے طریقہ عبادت پر ہی دنیا سے جدا ہوں۔ اسی میں دین دنیا کا فائدہ ہے۔ (فتح الباری: ٩/ ٩٦)

١٧٠۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک

(١٦٧٠) بخاری: ٥٨٦١۔ مسلم: ٧٦١۔ نسائی: ١٦٠٤۔ ابوداود: ١٣٧٣۔ احمد: ٢٥٧٧٥۔ مالك: ٢٥٠.

حَصِيْرٌ يَحْجُرُهُ بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي فيه وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوْبُوْنَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّوْنَ بِصَلاتِهِ حَتّٰى كَثَرُوْا فَأَقْبَلَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوْا مِنَ الأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَإِنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَادَامَ وَإِنْ قَلَّ (رواه البخاری ۵۸٦۱)

چٹائی تھی۔ آپ ﷺ رات کو اس کا پردہ بناتے اور اس کے اندر نماز پڑھتے تھے۔ اس کو دن کے وقت بچھا لیتے تھے اور اس پر بیٹھتے تھے۔ کچھ لوگ آجاتے اور وہ آپ ﷺ کی نماز کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ لوگوں کی کثرت ہونے لگی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے لوگو! وہ اعمال اختیار کرو جو ہمیشہ کر سکو۔ اللہ تعالیٰ (اجر دینے پر) نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم ہی تھک جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا سا ہو۔'' (اصحاب ستہ)

مفردات: ...... يَحْتَجِرُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر، حجرہ بنا لیتے۔ حَصِيْرًا چٹائی۔ يَثُوْبُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع معلوم، لوٹتے، جمع ہوتے۔ لا يَمِلُّ مضارع منفی، اکتاتا نہیں، چھوڑتا نہیں، بلکہ قبول کرتا ہے۔ تَمَلُّوْا جمع مذکر حاضر مضارع میں معلوم، نون اعرابی حتیٰ کی وجہ سے گر گیا ہے۔ مَا جو دَامَ ماضی مذکر، ہمیشہ ہو۔

شرح: ......۱۔ نبی کریم ﷺ کی سادگی ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ ثابت ہوا کہ آدمی رات یا دن میں نفل ادا کر رہا ہو اور لوگ ساتھ مل جائیں تو یہ نوافل کی جماعت جائز ہے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت، دلی لگاؤ سے کرتے تھے۔

۴۔ ہر نیک عمل دائمی جاری رکھا جائے اگرچہ تھوڑا ہو، ایک دفعہ بہت زیادہ عمل کر لیا پھر چھوڑ دیا اس سے بہتر ہے کہ مسلسل نیک عمل جاری رکھا جائے اس کا اجر بھی ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

۱۷۱۔ وزاد في رواية: وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا عَمِلُوْا عَمَلاً أَثْبَتُوْهُ. (لمسلم ۷۸۲، في كتاب صلاة المسافرين وقصرها)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: آل محمد ﷺ جب کوئی عمل شروع کرتے تو اس کو جاری رکھتے تھے۔

مفردات: ...... زَادَ ماضی واحد مذکر غائب، بخاری نے اضافہ کیا ہے۔ اَثْبَتُوْهُ افعال سے ماضی معلوم، جمع مذکر غائب۔ اس عمل کو ہمیشہ ثابت رکھتے تھے، اس کا تسلسل نہ توڑتے تھے۔

۱۷۲۔ ومن رواياته: فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا

اور اسی کی روایات میں سے ہے: مضبوط رہو، قریب قریب رہو

(۱۷۱) مسلم: ۷۸۲۔ كتاب صلاة المسافرين وقصرها بخاری: ٦٤٦٥۔ نسائی: ٥٠٣٥۔ ابوداود: ١٣٧٠۔ ابن ماجه: ٤٢٣٨۔ احمد: ٢٥٨٥٨۔ مالك: ٦٨٨.

(۱۷۲) بخاری: ٥٦٧٣۔ مسلم: ٢٨١٦۔ نسائی: ٥٠٣٤۔ ابن ماجه: ٤٢٠١۔ احمد: ١٠٥٥٦.

وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَنْ يَّدْخُلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوْا وَلاَ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلاَ أَنَا إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدِنِيَ اللّٰهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ . (رواه البخاری ٥٦٧٣)

اور جان لو کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کو بھی؟ فرمایا: ''مجھے بھی عمل داخل جنت نہیں کرے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بخشش اور رحمت میں ڈھانپ لیا ہے۔''

مفردات: ...... فَسَدِّدُوْا تفعیل سے جمع امر حاضر، درست ہو جاؤ۔ وَقَارِبُوْا مفاعلہ سے امر حاضر جمع، زیادتی نہ کرو کہ اکتا جاؤ۔ یعنی میانہ رو ہو جاؤ۔ یَتَغَمَّدَنِیْ تفعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، مجھے ڈھانپ لے۔

شرح: ......۱۔ رسول اکرم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ جنت میں عمل سے نہیں رحمت سے داخل ہونا ہے تو لوگوں کے دل میں معاً خیال آیا کہ نبی اکرم ﷺ تو سب سے افضل ہیں، کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، نہ کوئی خطا سرزد ہوئی، اور گناہ معاف ہونے کا اعلان ہو چکا، تب بھی آپ رحمت ومغفرت سے ہی داخل ہوں گے، تو نبی ﷺ نے یہ فرما کر کہ میں بھی رحمت الٰہی کی نرم وگداز چادر میں چھپ کر ہی جنت میں جاؤں گا، ان کی حیرت دور کر دی اور ثابت کر دیا کہ جب میں رحمت ومغفرت سے جنت میں جاؤں گا تو میرا غیر تو بالاولیٰ، رحمت ومغفرت ہی سے جنت میں داخل ہوگا۔

۲۔ مزید آپ ﷺ نے توجہ دلائی کہ اتباع سنت اختیار کرو، اور عمل میں اخلاص کا رنگ بھرو، اور دین میں افراط، غلو اور زیادتی کا شکار نہ ہو اور نہ ہی تشدید اپناؤ اس سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا نیک اعمال اور اچھا طرز عمل اپناتے رہو، تمہارے اعمال بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہوں اور تم پر رحمت الٰہی کا نزول ہو جو تمہارے لیے جنت میں داخلے کا باعث ہو۔

۳۔ ایک گمراہ فرقہ ہے ''جبریہ'' وہ کہتا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ اعمال، دخول جنت کا باعث ہیں، یہ حدیث ان کی تردید کر رہی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا، زیادتی سے بچتے ہوئے عمل کرتے جاؤ۔

ایک دوسرا گمراہ فرقہ ہے جس کا نام ''قدریہ'' ہے ان کا نظریہ ہے کہ جنت میں داخلے کا سبب فقط اعمال ہیں۔ یہ حدیث ان کی بھی تردید کرتی ہے کہ اعمال کے ساتھ فضل ورحمت، جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

۴۔ بظاہر یہ حدیث اور قرآن پاک کی اس آیت میں ٹکراؤ نظر آتا ہے:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (الزخرف: ٧٢)

''یہی وہ جنت ہے، تم اس کے وارث بنائے گئے ہو اس وجہ سے کہ جو تم عمل کرتے تھے۔''

اعتراض آیت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ جنت میں داخلہ عمل کے ذریعے ہوگا جبکہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عمل نجات نہیں دلائے گا۔

اس اعتراض کا ابن بطال رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ جنت کے منازل اور درجات مختلف ہیں، یہ اعمال کے مطابق حاصل ہوں گے جیسا کہ آیت میں کہا گیا ہے اور اس جنت میں داخلہ اور ہمیشہ رہنا یہ فضل ورحمت سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے نہایت عمدہ مطابقت بیان کی ہے جو یہ ہے کہ نیک اعمال، ہدایت واخلاص اور پھر ان کا مقبول ہونا فقط توفیق الٰہی سے ہے اور یہ توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

لہٰذا قرآن پاک کی یہ بات بھی درست ہوئی کہ آدمی جنت میں عمل کے سبب داخل ہوگا، اور حدیث کے مطابق بھی درست ہوا کہ انسان خالی عمل ہی سے نہیں بلکہ اللہ کا رحمت وفضل شامل حال ہوگا تو یہ اعمال قبول ہوں گے اور آدمی جنت میں جائے گا، کیونکہ عمل کی مقبولیت اس کی رحمت سے ہوئی ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۲۹۷)

۱۷۳۔ وَمِنْهَا سُئِلَتْ عَائِشَةُ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ النَّبِيِّ ﷺ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الأَيَّامِ قَالَتْ لاَ كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُطِيْقُ (رواه البخاری ۱۹۸۷)

اور اسی روایت میں ہے: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ کا عمل کیا تھا؟ کیا آپ ﷺ کسی عمل کے لیے کسی دن کو مخصوص کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ کا عمل دائمی تھا اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی آپ ﷺ طاقت رکھتے تھے۔

مفردات: ...... يَخُصُّ ، نَصَر مضارع معلوم واحد مذکر غائب، خاص کرتے ہیں۔ دِيْمَةً جاری رہنے والا۔ يُطِيْقُ افعال سے مضارع معلوم واحد، مذکر غائب، طاقت رکھتا ہے۔ مَا جو۔

شرح: ...... ۱۔ ایک تعارض سا نظر آتا ہے کہ اس حدیث میں آتا ہے کہ آپ کا عمل ہمیشہ جاری رہتا تھا۔

اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ آپ ﷺ روزہ کیسے رکھتے تھے کہا: روزہ بھی رکھتے تھے کبھی چھوڑ بھی دیتے تھے۔

اس کا حل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو عمل بطورِ وظیفہ مقرر کیا ہوتا تھا اسے چھوڑتے نہ تھے، ہمیشہ جاری رکھتے تھے۔ اگر کسی مشغولیت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے تو اس کی قضاء مسلسل دیتے تھے۔

اور جو عمل بطورِ وظیفہ نہ ہوتا تھا، اسے کسی دن کے ساتھ خاص نہ کرتے تھے اور نہ ہی ہمیشہ جاری رکھتے تھے۔ جب چاہتے ادا کرتے، جب چاہتے چھوڑ دیتے۔ (فتح الباری: ۴/ ۲۳۶)

۲۔ بہرصورت اس حدیث میں دائمی عمل اپنانے کی ترغیب ہے۔ یہی رسول اکرم ﷺ کا طریقہ حسنہ ہے، امت کو اسی کی کوشش کرنی چاہیے۔

---

(۱۷۳) بخاری: ۱۹۸۷۔ مسلم: ۲۸۱۸۔ نسائی: ۵۰۳۵۔ ابوداود: ۲۴۳۴۔ ابن ماجه: ۴۲۳۸۔ احمد: ۲۵۸۵۸۔ مالك: ۶۸۸.

١٧٤ـ وللبخاری عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ نَحْوذٰلِكَ وَفِیْهِ سَدِّدُوا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوحُوْاوَشَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا. (رواه البخاری ٦٤٦٣)

بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل مروی ہے اور اس میں ہے: ''مضبوط رہو قریب رہو صبح کا وقت لو اور شام کا وقت لو اور میانہ روی اختیار کرو مراد کو پہنچ جاؤ گے۔''

مفردات: ...... وَاغْدُوا یہ امر جمع مذکر حاضر ہے، دن کے شروع میں چلو۔ وَرُوْحُوْا امر جمع مذکر حاضر ہے، دن کے نصف کے بعد چلنا۔ الدُّلْجَةُ رات میں چلنا، اَلْقَصدَ...... یہ محذوف فعل کا مفعول ہے۔ جو برانگیختہ کرنے (اغراء) کے لیے ہے، اعتدال اختیار کرو۔ تَبْلُغُوْا ، نَصَر سے مضارع معلوم جمع مذکر حاضر، نون جواب امر کی وجہ سے گر گیا ہے، تم منزل پر پہنچ جاؤ گے۔

شرح: ...... اس حدیث میں بھی عبادت میں نرمی اور میانہ روی کی ترغیب دی گئی ہے اور حدیث میں جو میانہ روی اور قصد پر ابھارا گیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا سبب بیان فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ایک چٹان پر نماز پڑھ رہا تھا، اس جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، آپ کچھ عرصہ اپنے کام کے سلسلہ میں ٹھہرے بھی رہے۔ پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ آدمی اسی حالت میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! عبادات میں میانہ روی اختیار کرو کہیں اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جانا۔

(فتح الباری: ١١/ ٢٩٨)

١٧٥ـ وَلَهٗ وَلِلنَّسَائِیِّ: إِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنُ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهٗ (للبخاری ٣٩)

اور اس کی اور نسائی کی روایت میں ہے: ''یہ دین آسان ہے اور جس نے دین میں تشدد سے کام لیا اس پر دین غالب ہو گیا۔''

مفردات: ...... لَنْ یُّشَادَّ یہ مفاعلہ سے نفی تاکید معلوم واحد مذکر غائب ہے، غلبہ پانے میں مقابلہ کرنا۔ غَلَبَهٗ یہ دین اس آدمی پر غالب آجائے گا۔

شرح: ...... حدیث مبارک کے اس حصہ کا مطلب ہے کہ دینی اعمال میں جو نرمی روا رکھی گئی ہے اس سے مستفید ہوا جائے کیونکہ اس رفق ونرمی کو چھوڑ کر تکلف اختیار کرنے سے انسان عاجز و بے بس ہو جاتا ہے جس سے اعمال صالحہ کو سرانجام دینے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، یہ انسان اس نرمی سے فائدہ اٹھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس سے کوئی یہ تصور نہ کرلے کہ یہ حدیث نیک امور کی ادائیگی میں یا عبادت کرنے میں اکمل اور اعلیٰ کاموں کو طلب کرنے سے روک

---

(١٧٤) بخاری: ٦٤٦٣ـ مسلم: ٢٨١٦ـ نسائی: ٥٠٣٤ـ ابن ماجه: ٤٢٠١ـ احمد: ١٠٥٥٦.

(١٧٥) بخاری: ٣٩ـ مسلم: ٢٨١٦ـ نسائی: ٥٠٣٤ـ ابن ماجه: ٤٢٠١ـ احمد: ١٠٥٥٦.

رہی ہے۔نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ دین تو اعلیٰ اور اکمل ادائیگی کی ترغیب دلاتا ہے۔ یہاں صرف عبادت یا شرعی امور کی انجام دہی میں مبالغے سے روکا گیا ہے تاکہ ملال اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور افضل کام سرانجام ہی نہ دیا جا سکے۔

یہاں ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ساری رات محو عبادت رہتا ہے لیکن جب فجر کی نماز باجماعت کا وقت ہوا سے نیند آ جائے تو یہ اس کے لیے نقصان دہ ہے۔

١٧٦۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَسِّرُوْا وَلاَ تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوْا (رواه البخاری ٦٩)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مرفوع روایت ہے: ''تم آسانی کرو، تنگی نہ کرو بشارت دو اور نفرت نہ پیدا کرو۔'' (بخاری و مسلم)

مفردات: ...... یَسِّرُوْا تفعیل سے امر حاضر جمع مذکر ہے، آسانی کرو۔ وَلَا تُعَسِّرُوْا تفعیل سے نہی جمع مذکر حاضر ہے، تنگی نہ کرو۔ بَشِّرُوْا امر جمع، خوشخبری دو۔ وَلَا تُنَفِّرُوْا نہی، نفرت نہ دلاؤ۔

علم بلاغت کی اصطلاح میں اس طرح کے الفاظ کو ''جِنَاس'' کہتے ہیں۔

شرح: ...... یوں تو دین اسلام برائی سے نفرت دلاتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل میں تنگی بھی آتی ہے اور بشارت بھی سناتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حق چھپایا جائے بلکہ مطلب ہے حق اچھے انداز میں پیش کیا جائے۔ اس لیے یہاں ایک خاص دور کی جانب راہنمائی ہوئی ہے کہ ایک آدمی اسلام کے قریب آ رہا ہے، آغاز میں اس پر سختی نہ کی جائے اور اگر کسی کو نافرمانیوں پر سرزنش کرنا ہو تو لطف و مہربانی زبان سے جھلک رہی ہو تاکہ وہ احساس بیدار رکھ سکے اور اس تنقید کو قبول کر سکے۔

اسی طرح اگر کوئی تعلیم دین حاصل کرنا چاہتا ہے تو بتدریج اسے تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور اسلامی تعلیمات ابتدائی دور میں آسان انداز میں سکھائی جائیں تاکہ وہ خوشدلی اور خندہ روئی سے علم حاصل کرنے کی رغبت پیدا کرے اور مزید مستفید ہو سکے۔ اگر اس کے برعکس خشک پن کا مظاہرہ ہوگا تو ممکن ہے وہ دلبرداشتہ ہو کر دور نکل جائے اور اسے اسلام کے خوبصورت فرشتہ کی بجائے نفرت کا بھوت نگل جائے۔

١٧٧۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ: مَا هٰذَا قَالُوا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ إِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ حُلُّوْهُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان باندھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا چیز ہے؟ کہا گیا: یہ زینب کی رسی ہے، جب وہ تھک جاتی ہے تو اس

(١٧٦) بخاری: ٦٩۔ مسلم: ١٧٣٤۔ احمد: ١٢٧٦٣.

(١٧٧) بخاری: ١١٥٠۔ مسلم: ٧٨٤۔ نسائی: ١٦٤٣۔ ابوداود: ١٣١٢۔ ابن ماجه: ٤٢٠١۔ احمد: ١٠٥٥٦.

لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ . (رواه البخاري ۱۱۵۰)

رسی کا سہارا لیتی ہے۔ فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس کو کھول دو تم میں سے ہر شخص نماز پڑھے جب تک طبیعت تازہ ہو اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔''

مفردات: ...... حَبْلٌ اس کی جمع، اَحْبَالٌ ہے، رسی۔ مَمْدُوْدٌ یہ نَصَر مضاعف سے اسم مفعول ہے، پھیلائی گئی ہے، لٹکائی ہوئی۔ اَلسَّارِيَتَيْنِ تثنیہ ہے، دوستون۔ فَتَرَتْ ، نَصَر سے ماضی واحد مونث غائب، سست ہوئی، تھک گئی۔ تَعَلَّقَتْ ، تفعُّل سے ماضی واحد مونث غائب ہے، وہ زینب لٹک جاتی ہے۔ حُلُّوْهُ ، نَصَر سے امر جمع مذکر حاضر، کھول دو اسی رسی کو۔ نَشَاطَ چستی، خوشدلی کی مدت تک۔

۱۷۸۔ وَلَهُ اَيْضًا: حَمْنَةُ بَدْلَ زَيْنَبَ . (رواه أبوداود ۱۳۱۲)

اور اسی کی روایت میں زینب کی بجائے حمنہ کا ذکر ہے۔

مفردات: ...... حمنہ کی جگہ زینب کا نام آتا ہے۔ وَلَهُ یعنی انس ہی سے آتا ہے۔ اور ابوداؤد میں ہے۔

۱۷۹۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ تُوَيْتٍ وَزَعَمُوْا أَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَمُ اللّٰهُ حَتَّى تَسْأَمُوْا . (۱۷٦ ـ رواه مسلم ۷۸۵ . في كتاب صلاة المسافرين قصرها .)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کہتی ہیں: حولاء بنت تویت میرے پاس سے گذری جبکہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ موجود تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ حولاء بنتِ تویت ہے اور لوگوں کا گمان ہے کہ یہ رات کو سوتی نہیں ہے۔

فرمایا: ''رات کو نہیں سوتی؟ تم وہی عمل اختیار کرو جس کی قدرت رکھتے ہو۔ قسم اللہ کی! اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم ہی تھک جاتے ہو۔''

مفردات: ...... زَعَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب، ان کا خیال ہے، انہوں نے بتایا۔ لَا تَنَامُ ، عَلِمَ سے نفی مؤنث غائب، نہیں سوتی۔ خُذُوْا امر جمع مذکر حاضر، اختیار کرو۔ مَا جو۔ لَا يَسْأَمُ ، مَنَعَ سے مضارع منفی واحد مذکر غائب، نہیں اکتاتا۔

شرح: ...... یہ واقعات مختلف عورتوں کو پیش آئے ہیں۔

۱۔ ان احادیث میں جو مشترک بات ہے وہ یہ ہے کہ عبادت میں میانہ روی اپنائیں، اس میں تکلف سے کام نہ لیں

(۱۷۸) ابوداود: (۱۳۱۲) صحیح ہے۔ البانی (۱۱٦٤) بخاری (۱۱۵۰) مسلم (۷۸٤) نسائی (۱٦٤۳) ابن ماجه (٤۲۰۱) احمد (۱۰۵۵٦)

(۱۷۹) مسلم: ۷۸۵۔ کتاب صلاة المسافرين وقصرها، بخاری: ٦٤٦۵۔ نسائی: ۵۰۳۵۔ ابوداود: ۱۳۷۰۔ ابن ماجه: ٤۲۳۸۔ احمد: ۳۵۸۵۸۔ مالك: ٦۸۸.

اور جب تک طبیعت ہشاش بشاش ہو اس وقت تک جاری رکھیں، جب بوجھل ہو جائے تو پھر بیٹھ کر عبادت کریں یا پھر آرام کریں۔

۳۔ خلاف شرع بات دیکھ کر زبان سے روکا جائے اور اگر طاقت ہو تو پھر ہاتھ سے روکا جائے۔

۴۔ عورتیں نماز مسجد میں ادا کر سکتی ہیں اور نماز کے دوران رسی گلے میں ڈال کر لٹکنا حرام ہے۔

۱۸۰۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّا لِکُلِّ شَیْءٍ شِرَّةً لِکُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَإِنْ کَانَ صَاحِبُهَا سَدَّدَوَ قَارَبَ فَارْجُوْهُ وَإِنْ أُشِیْرَ إِلَیْهِ بِالأَصَابِعِ فَلاَ تَعُدُّوْهُ (رواه الترمذی ۲٤٥۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر چیز کی چستی ہوتی ہے اور ہر چستی کے بعد کمزوری ہوتی ہے پس اگر مضبوط چال والا قریب قریب رہے (میانہ روی اختیار کرے) تو امید رکھو کہ وہ منزل تک پہنچ جائے گا اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جائیں تو اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... شِرَّةً کسی چیز کی حرص۔ فَتْرَةً کمزوری، ضعف۔ فَانْ یہ شرطیہ ہے۔ سَدَّدَ تفعیل ماضی واحد مذکر درست رہا۔ قَارَبَ مفاعلہ واحد مذکر درمیانہ عمل کیا۔ فَارْجُوْهُ، نَصَرَ سے امر جمع مذکر حاضر ضمیر مفعول بہ ہے۔ اس کی فلاح کی امید رکھو۔ أُشِیْرَ افعال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اشارہ کیا جائے۔ فَلَا تَعُدُّوْهُ، نَصَرَ سے نہی جمع مذکر حاضر، تم اسے شمار نہ کرو، اعتماد نہ کرو۔

شرح: ...... کسی عمل صالح کو شریعت کے مطابق اور اس کے معیار برابر رہ کر فکر مندی اور تیزی سے اپنانا شریعت کا مدعا ہے اور جب کوئی راہِ اعتدال پر چلتے ہوئے شہرت پاتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں خوشخبری ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (یونس: ٦٤)

''ان کے لیے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔''

اچھے خواب آنا، اچھی تعریف ہونا، لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونا یہ تمام مومن کے لیے بشارتیں ہیں۔

یہی وجہ ہے حدیث شریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شریعت کی عبادت کا حریص افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے متوسط انداز پر ہو گا وہ اسے ہمیشہ جاری رکھے گا اور جو عمل ہمیشہ جاری رہے رب کائنات بھی اسی عمل کو پسند کرتے ہیں، اس لیے اس کی کامیابی کی مکمل امید ہے۔

اور جو مبالغہ آمیز عمل کرے گا اور آرزو مند ہو گا کہ میں زہد وعبادت کے ساتھ شہرت پاؤں یہ نیکو کار شمار نہ ہو گا

(۱۸۰) ترمذی: ۲٤٥۳۔ حسن ہے۔ البانی: ۱۹۹٥.

کیونکہ یہ عبادت گزار نہیں بلکہ ریا کار ہے اور بدعت کا پرستار ہے۔

بہرصورت ایک بات بہت ہی نازک سامنے آتی ہے کہ اگر راہِ اعتدال میں رہ کر بھی حسن تعریف حاصل ہوتی ہے تو یہ ایک ایماندار کے لیے کڑی آزمائش ہے کیونکہ لوگ عقیدت کی رو میں بہہ کر مبالغہ آمیز تعریف بھی کر سکتے ہیں اور ریا کاری بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ نیت میں خرابی ہوسکتی ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں خود کو ضبط میں رکھنا نہایت ہی مشکل عمل ہے۔ اس حدیث میں اسی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

١٨١ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ مَوْلَاةً لَهٗ تَقُوْمُ اللَّيْلَ ، وَتَصُوْمُ النَّهَارَ فَقَالَ: لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ ، فَمَنْ صَارَتْ فَتْرَتُهٗ إِلٰى سُنَّتِيْ ، فَقَدِ أهْتَدٰى ، وَمَنْ أَخْطَأَ فَقَدْ ضَلَّ . (لرزين)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں: نبی کریم ﷺ کو خبر دی گئی کہ آپ ﷺ کی ایک آزاد کردہ باندی رات کو قیام کرتی اور دن کو روزہ رکھتی ہے۔ فرمایا: ''ہر ایک کے لیے چستی ہوتی ہے اور چستی کے بعد کمزوری ہوتی ہے۔ پس جس کی کمزوری میری سنت پر قائم رہی تو اس نے ہدایت پائی اور جو اس کو خطا کر گیا تو وہ گمراہ ہوا۔'' (رزین)

مفردات: ...... أُخْبِرَ افعال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، خبر دی گئی۔ مَوْلَاةٌ آزاد کردہ لونڈی۔ لَهٗ رسول اکرم ﷺ کے لیے تھی۔ اِهْتَدٰی افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ہدایت پا گیا۔ اَخْطَأَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ماضی معلوم اس نے غلطی کی۔ ضَلَّ وہ بھٹک گیا۔

١٨٢ ـ مالك: بَلَغَنِيْ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تُرْسِلُ إِلٰى أَهْلِهَا بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَتَقُوْلُ: أَلَا تُرِيْحُوْنَ الْكَتَّابَ؟ (لرزين)

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے لوگوں کو پیغام ارسال کرتی اور کہتی تھیں: کیا تم کتاب لکھنے والے کراماً کاتبین کو آرام نہیں کرنے دیتے۔

مفردات: ...... بَلَغَنِيْ واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، مجھ تک یہ بات پہنچی۔ تُرْسِلُ افعال سے مضارع معلوم، واحد مونث غائب، پیغام بھیجتیں۔ اَهْلِهَا عائشہ کے گھر والوں یا خاندان والوں کو۔ اَلْعَتَمَةِ اندھیرا، مراد عشاء کے بعد۔ آلا خبردار! یہ حرف تنبیہ ہے۔ تُرِيْحُوْنَ افعال سے جمع مذکر حاضر مضارع معلوم، تم آرام نہیں کرنے دیتے۔ اَلْكَتَّابَ اس کا واحد كَاتِبٌ ہے، لکھنے والوں کو، مراد کراماً کاتبین فرشتے ہیں۔

شرح: ...... مقصد ہے کہ رات تکلف سے عبادت نہ کرنا، جب تک چاق و چوبند ہو مشغول عبادت رہو، جب سستی چھا جائے تو آرام کرو، اور تمہارے فرشتے بھی آرام کریں۔ یہ ایک محاورہ استعمال کیا ہے، وگرنہ فرشتے تو نہ تھکتے ہیں

(١٨١) رزين اوپر والی حدیث میں وضاحت ہو چکی ہے۔ (١٨٢) رزين.

نہ سست ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ۝﴾ (الانبياء: ١٩)

''اور جو اس کے پاس فرشتے ہیں، وہ اس کی عبادت سے نہ تو تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہی ہیں۔''

١٨٣- أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَفَعَهٗ: خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا . (لرزين)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کرتے ہیں: ''بہتر کام میانہ روی ہے۔'' (رزین)

مفردات: ...... رَفَعَهٗ اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ اَوْسَطُهَا ضمیر امور کی جانب ہے، اوسط بمعنی درمیانہ ہے۔

١٨٤- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ مَتِيْنٌ فَأَوْغِلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ، فإن المنبت لا أَرْضًا قَطَعَ، وَلَا ظَهْرًا أَبْقٰى . (للبزار ٧٤ بلين)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین نہایت پختہ اور مضبوط ہے۔ اس کے اندر نرمی کے ساتھ آگے بڑھو جلدی کرنے والا نہ زمین کی مسافت طے کرتا ہے اور نہ سواری کی پشت سلامت رہنے دیتا ہے۔'' (بزار سند کمزور ہے)

١٨٥- وَلِأَحْمَدَ أَوَّلُهٗ عَنْ أَنَسٍ . (رواه أحمد ٢٧٣١٨)

مسند احمد میں اس کا صرف پہلا حصہ انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔''

١٨٦- عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِتَشْدِيْدِهِمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، وَسَتَجِدُوْنَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارَاتِ . (للكبر والأوسط)

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ رفع کرتے ہیں: تم اپنی جان پر تشدد نہ کرو تم سے پہلے لوگ اپنی جان پر تشدد کرنے سے ہلاک ہوئے اور عنقریب تم ان کے اثرات گرجوں اور خانقاہوں میں دیکھو گے۔'' (الکبیر اور الاوسط)

مفردات: ...... لَا تُشَدِّدُوْا تفعیل سے نہی جمع مذکر حاضر، تشدد نہ کرو۔ اَلصَّوَامِع یہودیوں کے عبادت خانے۔ الدَّيَّارَات عیسائیوں کے کلیسا۔

١٨٧- وَلِأَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ أَنَسٍ بِقِصَّةٍ (رواه أبوداود ٤٩٠٤)

ابوداؤد نے اس کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

١٨٨- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

(١٨٣) رزین. (١٨٤) بزار: ٧٤۔ اس میں یحییٰ بن متوکل ابو عقیل کذاب ہے۔ هیثمی: ٢١٧.
(١٨٥) احمد: ٢٧٣١٨۔ اس میں خلف بن مہران نے حضرت انس کو نہیں پایا۔
(١٨٦) طبرانی اوسط و کبیر، اس میں عبداللہ بن صالح کاتب لیث ہے، ایک جماعت نے ثقہ اور دوسری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ هیثمی: ٢٢٥.
(١٨٧) (٤٩٠٤) ضعیف ہے۔ البانی: ١٠٤٩. (١٨٨) ابوداود: ٤٧٧٦۔ حسن ہے۔ اخرجه حمد: ٢٦٩٣۔ البانی: ٣٩٩٦.

نَبِیَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْهَدْیَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْئًا مِنَ النُّبُوَّةِ. (لأبی داود: ٤٧٧٦)

نے فرمایا: ''نیک ہدایت اور نیک راستہ اور میانہ روی نبوت کی چوبیسواں جز ہے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... اَلْهَدْیَ اچھا طریقہ۔ اَلسَّمْتَ اچھا دین، یا اچھی حالت۔ اَلْاِقْتِصَادَ افتعال سے مصدر ہے، میانہ رو ہونا۔

شـــــرح: ......۱۔ اچھا طریقہ اپنانا اور ہر حال میں قول وعمل میں میانہ روی ایسے اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو عطا کر رکھے تھے، اس لیے انہیں اختیار کرو اور ان کی اتباع کرو۔

علامہ شمس الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اوصاف نبوت کے اجزاء ہیں اور جس میں ان میں سے ایک جز ہوگا اس میں نبوت کا جزء ہوگا۔ کیونکہ نبوت کسبی (محنت سے حاصل ہونے والی چیز نہیں) یہ ایک وہبی (اللہ سے عطیہ) ہے جو کہ آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد ختم ہو چکی ہے۔

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اوصاف کو اپنانے کی ترغیب ہے کہ یہ خصائل جو اختیار کرے گا لوگ اس کی تعظیم کریں گے، کیونکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے اوصاف سے متصف ہونے کی بنا پر اور ان کے طرز عمل کا تابع ہونے کی وجہ سے اسے محبوب تصور کریں گے۔ (عون المعبود: ۳۹۴/۴) لہٰذا دنیا پر اپنی دینی عظمت کا سکہ جمانے کے لیے یہ اوصاف پیدا کریں۔

کِتَابُ الْعِلْمِ فَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَیْهِ

عمل کا بیان علم کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۱۸۹۔ عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَضْلُ الْعِلْمِ خَیْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ وَخَیْرُ دِیْنِکُمُ الْوَرْعُ. (للاوسط البزار)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مرفوع کر کے بیان کرتے ہیں: ''علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے اور بہترین دین تقویٰ ہے۔'' (الاوسط اور بزار)

مفردات: ...... اَلْوَرَعُ اس کی جمع اَوْرَاعٌ ہے، پرہیز گاری۔

شــرح: ......۱۔ جہاں تک تعلق ہے، فرض علم وعمل کا وہ تو سب سے زیادہ افضل ہیں اور ضروری ہیں جیسا کہ فرض نماز، فرض روزے وغیرہ۔

---

(۱۸۹) طبرانی اوسط، بزار۔ اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس ہے۔ اسے بخاری اور ابن حبان نے تو ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن معین اور ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔ ھیثمی: ٤٧٨۔ تاہم منذری نے اسے باسناد حسن کہا ہے۔ الترغیب: ۱/ ٥١۔ اور صحیح ترغیب (٦٦) میں البانی نے بھی کہا، اسناده حسن (جامع بیان العلم حاشیه ص ٣٤)

علاوہ ازیں جونفلی عبادت ہے طلب علم اس سے افضل ہے، وجہ یہ ہے کہ عبادت کا نفع فقط عبادت کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے جبکہ علم کا فائدہ دوسروں تک منتقل ہوتا ہے اور علم انسان کی وفات کے بعد بھی ثمر آور ہوتا ہے جبکہ عبادت انسان کی موت کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتی ہے۔

۲۔ ورع اصل میں یہ ہے کہ مشکوک چیز یا کام سے اس وقت تک دستکش رہنا جب تک اس سے مشکوک حالت ختم ہو کر یقین نہیں ہو جاتا۔

دوسرے لفظوں میں اس کی وضاحت احسان کے ساتھ کی جا سکتی ہے کہ عبات الٰہی اس طرح سرانجام دینا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ تصور نہیں پیدا ہوا تو پھر یہ ہو کہ وہ ذات گرامی تمہیں دیکھ رہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خود ورع واحتیاط کی مثال بیان فرمائی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور کچھ امور حلال اور حرام کے درمیان مشتبہ ہیں۔ جو ان شبہات سے اجتناب کرے گا وہ اپنا دین اور اپنی عزت بچالے گا۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا يُرِيْبُكَ (بخاری مسلم) ''شک والی چیز کو اس وقت چھوڑ دو، جب تک وہ شک دور نہیں ہو جاتا۔'' (صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ۳۵ حاشیہ ۱)

۱۹۰۔ عَنْ اَبِیْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرَضِيْنَ حَتّٰى النَّمْلَةُ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتّٰى الْحُوْتُ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ. (رواه الترمذی ٢٦٨٥)

ابوامامہ راوی ہیں: نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عالم کا اور ایک عابد کا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری تم میں سے کمتر پر فضیلت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں سراخوں میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر صلوات پہنچاتی ہیں۔''

مفردات: ...... ذُكِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، ذکر کیا گیا۔ حَتَّى النَّمْلَةَ چیونٹی، اس پر نصب تب ہوگا جب اِنّ پر عطف کریں۔ زیر بھی آ سکتی ہے یہ جر دینے والا حتیٰ ہے اور اگر حتیٰ ابتدایہ ہو تو رفع ہے، زیادہ صحیح نصب ہی ہے۔ جُحْرِهَا سوراخ۔ اَلْحُوْتَ مچھلی اس کا اعراب بھی نَمْلَةٌ کی مانند ہے۔ لَيُصَلُّوْنَ مضارع معلوم جمع مذکر غائب، لام تاکید ہے، دعا کرتے ہیں۔

(۱۹۰) ترمذی: ٢٦٨٥۔ دارمی: ٢٨٩۔ صحیح ہے۔البانی: ٢١٦١.

شرح: ......ا۔ ایک مرسل روایت میں آیا ہے کہ جن دو باکمال آدمیوں کا یہ وصف بیان ہوا تھا وہ بنو اسرائیل میں سے تھے۔ (مرعاۃ:۱/ ۳۱۹)

ایک شخص علم شرعی کا عالم تھا اور شریعت کے فرائض بھی ادا کرتا تھا اور فرض عبادت بھی کرتا تھا۔ دوسرا فقط عبادت میں مصروف تھا۔ ان دونوں کے شرف وفضل میں جو تفاوت ہے وہ آپ ﷺ نے واضح فرما دیا ہے۔

۲۔ اسی اصول کے تحت جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ علم دین کا فائدہ آگے پھیلتا ہے اور عبادت کا نفع اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔ اس لیے معلم خیر کے شرف کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جن، انسان، حیوان، حتیٰ کہ چیونٹی اپنی بل میں اور مچھلی سمندر کی تہوں میں سب اس علم دین پھیلانے والے کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں خشکی اور تری دونوں مخلوقات کو شامل کرنے کے لیے چیونٹی اور مچھلی کا ذکر خاص طور کیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علم دین کتنا عظیم اور خیر سے لبریز خزانہ ہے۔ ارشاد ربانی بھی ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (الفاطر: ۲۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔''

یعنی جتنا کوئی زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھے گا، اتنا ہی زیادہ اس سے خشیت والا ہوگا اور نافرمانیوں سے اجتناب کرے گا۔ اس آیت سے بھی علم کی فضیلت عیاں ہوئی کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے۔

۱۹۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقِيْهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (رواه الترمذی ۲٦۸۱)	ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ ہے۔'' (ترمذی)

مفردات: ......فَقِيْهٌ اسم صفت ہے، دین میں فہم رکھنے والا۔

شرح: ......ایک آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے دین میں فہم اور ادراک دیا ہو، وہ اس کے حقائق سے آگاہ ہو، شیطان کے مکروفریب اور اس کے وساوس سے خبردار ہو۔ اور وہ نفسانی دسیسہ کاریوں اور مکاریوں سے بھی باخبر ہو۔ احکام دین کو تفصیلاً جانتا ہو، یہ ہزاروں عبادت گزاروں سے بہتر ہے کیونکہ اسے حرام کاموں سے بچنے کی فکر ہوگی۔ یہ کفر کے غاروں میں نہیں گرے گا، شیطان کے بہکاوے میں نہیں آئے گا۔

نہ خودفریبی میں مبتلا ہوگا اور دوسروں کو بھی خیر کی تلقین کرے گا اور گمراہی سے بچائے گا۔

جبکہ عابد صرف خود اپنی ذات کو شیطان سے محفوظ رکھ سکے گا، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ عبادت گزار کم

(۱۹۱) ترمذی: ۲٦۸۱۔ ابن ماجہ: ۲۲۲۔ موضوع ہے۔ البانی: ۵۰۳۔ لیکن سخاوی رحمہ اللہ نے کہا: یتاکد احدهما بالآخر (المقاصد الحسنه ص۳۹٦) ایک دوسری سے مل کر مضبوط ہو جاتی ہے۔

علمی کی وجہ سے شیطانی سازش کا شکار ہو جائے۔

۱۹۲۔ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا سُمَيْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُصُّ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ يَذْكُرُ الْعِلْمَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَمَيَّلْتُ إِلٰى أَيِّهِمَا أَجْلِسُ فَنَعِسْتُ فَأَتَانِيْ آتٍ فَقَالَ قُلْتَ إِلٰى أَيِّهِمَا تَجْلِسُ؟ إِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ مَكَانَ جِبْرَائِيْلَ مِنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . (رواه الدارمی ۳٤١)

ابن سیرین نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو سمیر بن عبد الرحمٰن قصہ بیان کر رہا تھا اور حمید بن عبدالرحمٰن علم کا تذکر کر رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں ان میں سے کس کے پاس بیٹھوں۔ پھر مجھے اونگھ آئی اور میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: تو کہتا ہے ان دو میں سے کس کے پاس تو بیٹھے؟ اگر میں چاہوں تو حمید بن عبدالرحمٰن کے نزدیک جبریل علیہ السلام کی جگہ بتادوں۔'' (الدرمی)

۱۹۳۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلٰى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ (رواه الترمذی ٢٣٤٥)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے ایک مال کماتا تھا اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہرا رہتا اور آپ ﷺ سے علم حاصل کرتا تھا۔ کسب والے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھائی کی شکایت کی پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید اس کے سبب تجھے رزق دیا جاتا ہو۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... يَحْتَرِفُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، روزی کماتا تھا۔ شَكَا، نَصَر سے ماضی واحد مذکر غائب، شکایت کی۔ تُرْزَقُ، نَصَر سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب، رزق دیا جاتا ہے۔

شرح: ...... رسول اکرم ﷺ کا عہد مبارک ہے دو بھائی ہیں کہ ایک ذرائع معاش کی جستجو میں رہتا ہے کہ میں روزی کماؤں تا کہ ہم دونوں بھائیوں کے اخراجات اکٹھے پورے ہو سکیں، دوسرا بھائی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں رہتا ہے، کماتا نہیں بلکہ دین کی معرفت اور علم حاصل کرتا ہے۔ اس کی شکایت لے کر وہ ذریعہ معاش کا متلاشی رسول اکرم ﷺ کے ہاں حاضر ہوتا ہے کہ حضرت! میرا یہ بھائی صنعت وحرفت کرنے اور معیشت کمانے میں میرا ساتھ نہیں دیتا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اپنے اس کاروبار کرنے پر تم اس پر احسان نہ جتاؤ اور اسے ایسا فکر انگیز جواب دیا کہ

(۱۹۲) دارمی: ۳٤١۔ اس کی سند پر بحث نہیں مل سکی۔ ویسے بھی خواب کا معاملہ ہے جو کہ حجت نہیں۔ ہاں صحیح حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ آپس میں علم پڑھنے والوں اور ذکر کرنے والوں کو فرشتوں نے ڈھانپ رکھا ہوتا ہے۔ مسلم: ٢٦٩٩ .
(۱۹۳) ترمذی: ٢٣٤٥۔ صحیح ہے۔ (١٩١٢)

بات اس کے دل میں اتر گئی کہ یہ رزق اس دین کی خاطر معیشت نہ کما سکنے والے کی برکت سے ہی تمہیں پہنچ رہا ہے۔

١٩٤۔ عَنْ عَلِيٍّ رَفَعَهُ: نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ إِن احْتِيْجَ إِلَيْهِ نَفَعَ، وَإِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ أَغْنٰى نَفْسَهُ (لرزين)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''بہت اچھا مرد وہ فقیہ ہے کہ اگر اس کی طرف کسی کو ضرورت پیش آئے تو وہ نفع پہنچائے اور اگر اس کی طرف ضرورت ظاہر نہ کی جائے تو وہ بھی لاپروائی سے کام لے۔'' (رزین)

١٩٥۔ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ رَفَعَهُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلٰى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ العَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِيْ الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضَلَ الْعَالِمِ عَلٰى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ. (للترمذی ٢٦٨٢)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے راستے پر چلا تو اس کے بدلے وہ جنت کے راستے پر چلے گا اور فرشتے طالب علم سے راضی ہوکر اپنے پر جھکا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں والے اور زمین والے اور مچھلیاں پانی کے اندر بخشش طلب کرتے ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں تاریخ کے چاند کی فضیلت دوسرے سب ستاروں پر دیکھی جاتی ہے اور علماء تو انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء میراث میں درھم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ علم کی میراث چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے بڑا حصہ حاصل کیا۔''

مفردات: ...... رَفَعَهُ مرفوع بیان کی ہے۔ فِيْهِ اس رستہ میں يَبْتَغِيْ افتعال مضارع معلوم واحد مذکر غائب، تلاش کرتا ہے۔ بِهٖ اس آدمی کو چلائیں گے۔ لَتَضَعُ، مَنَعَ سے مضارع معلوم واحد مونث غائب، رکھتے ہیں۔ اَجْنِحَتَهَا اس کا واحد ہے جَنَاحٌ پر۔ رِضَاءً یہ حال یا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس حال میں کہ وہ راضی ہوتے ہیں۔ وَالْحِيْتَانُ اس کا واحد اَلْحُوْتُ ہے، مچھلیاں۔ سَائِرِ تمام۔ اَلْكَوَكِبِ اس کا واحد اَلْكَوْكَبُ ہے، ستارے۔ وَرَثَةَ اس کا واحد وَارِثٌ ہے۔ لَمْ يُوَرِّثُوْا تفعیل سے نفی جحد جمع مذکر غائب، وارث نہیں بناتے۔ وَرَّثُوْا تفعیل سے ماضی جمع، وہ وارث بناتے ہیں۔ بِحَظٍّ حصہ۔ وَافِرٍ پورا پورا۔

(١٩٤) رزین۔ اس میں عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی راوی ہے۔ یہ متروک ہے۔ (دارقطنی) یہ اپنے آباء واجداد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ (ابن حبان) یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے اس کی احادیث لکھنے کے قابل نہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ابونعیم (مرعاۃ: ۱/۳۴۴)

(١٩٥) ترمذی: ٢٦٨٢۔ ابوداود: ٣٦٤١۔ ابن ماجہ: ٢٢٣۔ احمد: ٢١٢٥٨۔ صحیح ہے۔ البانی: ٢١٥٩.

شرح: ......مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲، میں اس کا پس منظر بھی آیا ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جامع مسجد دمشق میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے آیا ہوں ایک حدیث ہے جو تم رسول اکرم سے بیان کرتے ہو۔ میں وہ سننے آیا ہوں اور کوئی کام نہیں۔ تو پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں خوشخبری سنائے ہوئے یہ حدیث سنائی۔

۲۔ ثابت ہوا علوم دین کے لیے گھر سے نکلنے والا اتنا عظیم کارنامہ سرانجام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں جن کی بدولت وہ نہایت ہی آسانی سے جنت میں داخل ہوگا۔

۳۔ علم دین حاصل کرنا اتنا بخت آور عمل ہے کہ اللہ کے فرشتے تواضع سے اس کی تعظیم کے پیش نظر اور علم سے لگاؤ کی وجہ سے اپنے نورانی اور مقدس پَر اس کے لیے بچھاتے ہیں۔

۴۔ اور یہ علم اتنا مفید اور نفع بخش عمل ہے کہ ان کی دعاء قبول ہوتی ہے اور بارانِ رحمت برستی ہے جس کی وجہ سے مچھلیاں اچھی اور پرسکون زندگی گزارتی ہیں اور زمین کی فضا سے لے کر آسمان رسا تک بھی ان کی دعاؤں کی برکات کے نظارے نظر آتے ہیں اس لیے زمین وآسمان کی ہر چیز طلبائے علم کے لیے دعاء گو رہتی ہے اور مغفرت طلب کرتی ہے۔

۵۔ اس حدیث میں عبادت گزار کر ستاروں کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے کیونکہ ستاروں کا نور زیادہ پھیلتا نہیں اسی طرح عبادت کی نورانیت، عبادت گزار کی ذات تک رہتی ہے۔ اور عالم کو بدرِ تمام کے ساتھ مثال دی گئی ہے کیونکہ چودھویں کا ماہتاب روئے زمین کو روشنی سے بھر دیتا ہے۔ اور جہاں کا گوشہ گوشہ چمک اٹھتا ہے۔ اسی طرح یہ علم کا کمال ہے کہ اس کا جمال دلآراء دور دور تک روشنی پھیلاتا ہے۔ اور ایک دنیا اس سے فیض یاب ہوتی ہے۔

۶۔ علمائے کرام کے لیے اس میں بہت بڑا اعزاز بیان ہوا ہے کہ یہ انبیائے کرام کے وارث ہیں، رسولوں کے وارث نہیں کہا کیونکہ اس طرح سارے پیغمبر شامل نہ ہوتے۔ انبیاء کہا ہے تاکہ تمام انبیاء اس میں شامل ہو جائیں۔

انبیائے کرام کی وراثت کا حصول ایک بہت بڑے نصیب کی بات ہے، یہ مفید علم کی وراثت چھوڑ کر گئے ہیں جو دلوں کو جلا بخشتا ہے مال و دولت کی تجوریاں نہیں چھوڑ کر گئے جو آنکھوں کو ذخیرہ کر دیں۔

١٩٦۔ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ. (رواه الترمذی)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی راستہ پر علم کی تلاش میں چلا اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دیگا۔'' (دونوں روایات ترمذی میں ہیں)

مفردات: ......يَلْتَمِسُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، تلاش کرتا ہے۔ سَهَّلَ تفعیل سے ماضی

---

(١٩٦) ترمذی: ٢٦٤٦۔ مسلم: ٢٦٩٩۔ ابوداود: ٤٩٤٦۔ ابن ماجہ: ٢٢٥۔ احمد: ١٠٢٩٨۔ دارمی: ٣٤٤ صحیح ہے۔ البانی: ٢١٣٤.

معلوم واحد مذکر غائب، آسان کر دیتے ہیں۔

۱۹۷۔ وَعَنْهُ: مَرَّ بِالسُّوْقِ يَا أَهْلَ السُّوْقِ مَا أَعْجَزَ كُمْ؟ قَالُوْا: وَمَاذَاكَ؟ قَالَ: مِيْرَاثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ يُقْسَمُ وَأَنْتُمْ هَا هُنَا؟ قَالُوْا: وَأَيْنَ؟ قَالَ فِيْ الْمَسْجِدِ فَخَرَجُوْا سِرَاعًا ثُمَّ رَجَعُوْا، فَقَالُوْا: لَمْ نَرَفِيْهِ شَيْئًا يُقْسَمُ! رَاَيْنَا قَوْمًا يُصَلُّوْنَ، وَقَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، وَقَوْمًا يَتَذَاكَرُوْنَ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ، فَقَالَ لَهُمْ أَبُوْهُرَيْرَةَ إِ وَيْحَكُمْ فَذَاكَ مِيْرَاثُ مُحَمَّدٍ ﷺ (رواه الطبراني في الأوسط ١٤٥١)

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ بازار سے گذرے اور لوگوں کو کہا: اے بازار والو! تم کتنے ناکام رہے ہو۔ انہوں نے کہا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم کی جارہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا: کہاں؟ مسجد میں۔ لوگ جلدی سے دوڑ کر گئے اور پھر لوٹ کر آئے اور کہا ہم نے وہاں کچھ بھی تقسیم ہوتا نہیں دیکھا مگر کچھ لوگ دیکھے جو نماز پڑھتے تھے اور کچھ قرآن پڑھتے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کے مسائل کا تذکرہ کررہے تھے پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارا بھلا ہو وہی چیز تو تمہارے نبی کی میراث ہے۔ (الاوسط)

مفردات: ...... مَرَّ ماضی واحد مذکر غائب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گزرے۔ مَا اَعْجَزَكُمْ یہ فعل تعجب ہے، تمہیں کس چیز نے عاجز کردیا ہے۔ يُقْسَمُ مضارع مجہول، تقسیم ہورہی ہے۔ سِرَاعًا یہ سَرِيْعٌ کی جمع ہے حال ہے، تیزی سے۔ لَمْ نَرَ جمع متکلم نفی جحد، ہم نے نہیں دیکھا۔ يَتَذَاكَرُوْنَ تفاعل سے مضارع معلوم جمع مذکر ہے۔ وَيْحَكُمْ افسوس ہے۔

شـــرح: ...... انبیائے کرام علیہم السلام تمام مخلوق میں سے بہترین ہیں، ظاہر ہے ان کی وراثت بھی بہترین ہے۔ اور علمائے کرام کے لیے یہ ایک عظیم خوشخبری ہے۔ وراثت اسی کی طرف منتقل ہوتی ہے جو بہت زیادہ قریبی ہے۔ یہ علمائے کرام کے لیے اللہ پاک کی رحمت ہے کہ انہیں میراث نبوت کا حصہ دار ٹھہرایا ہے اور اس امت کے علمائے کرام کی عظمت تو اندازے سے باہر ہے کہ یہ امام الانبیاء، سید ولد اعظم رسول معظم ﷺ کی وراثت کے وارث ہیں۔ یہاں اس وراثت کا ذکر ہے جو نبی اکرم ﷺ نبوت کی وراثت، علم کی وراثت اور دعوت الی اللہ کی وراثت چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں کو چاہیے اپنی اس وراثت کی طرف لپکیں۔

۱۹۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسِيْرُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيْرِ الْعِبَادَةِ وَخَيْرُ أَعْمَالِكُمْ أَيْسَرُهَا. (للكبير بضعف)

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوڑی سی فقہ حاصل کرنا بہت زیادہ عبادت کرنے سے زیادہ افضل ہے اور تمہارے اعمال میں بہترین عمل وہ ہے جو آسان ہو۔'' (الکبیر)

(۱۹۷) طبرانی اوسط: ۱۵۱ ٤۔ اس کی سند حسن ہے۔ هيثمي: ٥٠٥.

(۱۹۸) طبرانی کبیر، اس میں خارجہ بن مصعب راوی بہت زیادہ ضعیف ہے۔ هيثمي: ٤٨١.

١٩٩ـ عَنْ أَبِی بَکْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: أُغْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُحِبًّا، وَلَا تَکُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكُ. قَالَ عَطَآءٌ: قَالَ لِیْ مِسْعَرٌ: زِدْتَنَا خَامِسَةً لَمْ تَکُنْ عِنْدَنَا قَالَ وَالْخَامِسَةُ أَنْ تَبْغُضَ الْعِلْمَ وَأَهْلَهُ. (للصغیر ٧٨٦ والبزار)

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''عالم بن یا متعلم سننے والا یا محبت کرنے والا بن اور پانچواں نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ عطا نے کہا: مجھے سعد نے کہا: تو نے پانچواں ہم سے زائد بیان کیا ہے ہمارے پاس علم نہیں تھا اور بننا یہ ہے کہ علم سے اور اہل علم سے بغض رکھتا ہو۔'' (طبرانی اور بزار)

مفردات: ...... اُغْدُ امر واحد مذکر حاضر، جا۔ اَلْخَامِسَةُ پانچواں کام نہ کرنا۔

شرح: ...... نیکیوں سے محبت کی وجہ سے بھی نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور نیکوں سے بغض رکھنا ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اوپر نبی اکرم ﷺ نے علمائے کرام کو انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا ہے۔ اور علم دین نبی ﷺ کی میراث ہے، اگر کوئی اس علم اور اس علم کے حامل سے بغض رکھتا ہے تو وہ نبی ﷺ کی وراثت کے حاصل سے بغض رکھتا ہے جو کہ سراسر ہلاکت خیزی ہے۔

(٢٠٠) عَنْ أَبِی أُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: ذُوْالشَّیْبَةِ فِی الْإِسْلَامِ، وَذُوْالْعِلْمِ، وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ (للکبیر ٧٨١٩. بضعف)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں: ''تین اشیاء کو حقیر نہیں قرار دیتا مگر منافق جو سفید ریش ہو اسلام میں، علم والے کو اور عادل حکمران کو۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٢٠١ـ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا آیَةً مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ، فَهُوَ مَوْلَاهُ لَا یَنْبَغِیْ أَنْ یَخْذُلَهُ وَلَا یَسْتَأْثَرَ عَلَیْهِ (للکبیر ٧٥٢٨)وفیه عبیدبن رزین الاذرقی

ان ہی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک آیت بھی تعلیم کی تو وہ متعلم کا مالک بن گیا، اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے یا اس پر کسی دوسرے کو ترجیح دے۔'' (الکبیر۔ اس سند میں عبید بن رزین الاذرقی ہیں)

٢٠٢ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِی الأَرْضِ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ فِی

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عالم کی مثال زمین پر ایسی ہے جیسے آسمان پر ستارے

(١٩٩) طبرانی صغیر: ٧٨٦۔ بزار۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ هیثمی: ٤٩٥.

(٢٠٠) طبرانی کبیر: ٧٨١٩۔ اس میں عبیداللہ بن زحر اور علی بن یزید دونوں ضعیف ہیں۔ هیثمی: ٥٣٣.

(٢٠١) طبرانی کبیر (٧٥٢٨) اس عبید بن رزین لازمی ہے یہ مجہول ہے۔

السَّمَاءِ يَهْتَدِيْ بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فَإِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُوْمُ أَوْ شَكَ أَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ (رواه أحمد ۱۲۱۸۹ بضعف)

ہیں جن سے تاریکی میں خشکی اور سمندر میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور جب ستارے مٹ جائیں تو زیادہ امکان ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جائیں۔'' (احمد بسند ضعیف)

شرح: ......احمد (۱۲۱۸۹) اس میں ایک راوی رشدین بن سعد ہے، اس کے بارے میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے دلیل کے قابل ہے کوئی کہتا ہے دلیل کے قابل نہیں۔ دوسرا راوی ابوجعفر ہے جو کہ مجہول ہے۔

۲۰۳ مُعَاذِبْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهِ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ العَامِلِ. (رواه إبن ماجة ۲٤۰)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم سکھایا تو اس کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا اور عمل والے کے اجر میں نقصان نہ ہو گا۔'' (القزوینی)

مفردات: ......عَلَّمَ تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، تعلیم دی، سکھایا۔ لَا يُنْقَصُ ، نَصَر سے مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب، کم نہیں کیا جاتا۔

شرح: ......۱۔ معاذ بن انس جہنی انصاری رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں، مصر میں اترے۔ عبدالملک کی خلافت تک زندہ رہے۔ (تقریب)

۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی دوسرے کو خیر کی راہنمائی کرتا ہے، علم وغیرہ پڑھاتا ہے تو اسے اس پر عمل کرنے والے کی مثل اجر ملتا ہے، عمل کرنے والے کے اجر میں نقص نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی مکمل اجر دیتے ہیں اور سکھانے والے کو بھی مکمل اجر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے جسے چاہے عطا کر دے۔

۲۰٤۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا، أَوْ يُعَلِّمَهُ، كَانَ لَهُ كَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حَجَّتَهُ. (للكبير ۷٤۷۳)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو دن کے شروع میں مسجد گیا اس کا صرف یہ ارادہ تھا کہ نیکی کی تعلیم حاصل کرے گا یا کسی کو نیکی کی تعلیم دے گا تو اس کے مکمل حج کے برابر اجر ہو گا۔''

مفردات: ......حَاجٍ حاجی۔ تَامًّا حال ہے، منصوب ہے، پورا پورا حج۔

شرح: ......حج اسلام کا رکن ہے اور اس سے گناہ مٹتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں اور اس سے خیر حاصل ہوتی ہے اور کعبہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے جسے دیکھنا بھی ثواب ہے اور اگلے پچھلے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح

(۲۰۳) ابن ماجه: ۲٤۰۔ حسن ہے۔ البانی: ۱۹٦.

(۲۰٤) طبرانی کبیر: ۷٤۷۳۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ هیثمی: ٤۹۹.

کعبہ کی بٹی مسجد میں علم دین کے لیے جانا ایک تو اس مقدس گھر کی طرف جانے کا اور قدم اٹھانے کا اجر ہے۔ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (یٰسٓ : ۱۲) ''اور ہم ہر وہ چیز لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے نشاناتِ خیر و شر بھی لکھتے ہیں۔''

ایک حدیث میں نشانات قدم جو مسجد کی جانب جاتے ہوئے پاؤں لگاتے ہیں ان کے لکھنے کا آتا ہے کہ ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب المساجد)

اور پھر اس مسجد میں علم دین سیکھنا اور خیر حاصل کرنا بھی پاکیزہ عمل ہے جس کی وجہ سے آدمی درجات پاتا ہے۔

۲۰۵۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِيْ هٰذَا لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهٗ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ دَخَلَهٗ لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَحَادِيْثِ النَّاسِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الَّذِيْ يَرىٰ مَا يَعْجِبُهٗ وَهُوَ شَيْءٌ لِغَيْرِهٖ. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ''جو شخص میری اس مسجد میں نیکی کا علم حاصل کرنے یا تعلیم دینے کے لیے داخل ہو گا اس کا رتبہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہو گا جو اس کے سوا کسی دوسری غرض سے داخل ہو گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ شخص جو ایسی چیز کو پسند کر کے دیکھے جو دوسرے کی ہو۔'' (یہ دو احادیث الکبیر میں ہیں)

مفردات: ...... اَحَادِيْث اس کا واحد حَدِيْثٌ ہے، باتیں۔ مَا جو چیز۔ يُعْجِبُهٗ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے، اسے پسند ہے۔ وَهُوَ وہ چیز جسے پسند کرتا ہے۔ لِغَيْرِهٖ اس دیکھنے والے کی نہیں دوسرے کی ہے۔

شرح: ...... ا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جس کی رائے یہ ہو کہ صبح و شام علم کی جانب کشاں کشاں جانے والا، جہاد کرنے والے کی مانند نہیں تو اس کی عقل اور رائے خراب ہے۔ (صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ص ۴۵)

۲۔ طالب علم کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاد بھی دین کی سربلندی کا باعث ہے اور علم بھی اسلام کی سرفرازی کا سبب ہے۔

اور جہاد کی ایک قسم ہے ہاتھ اور تیر و تلوار سے جہاد کرنا، دوسری قسم ہے جہاد، حجت اور بیان کے ذریعہ کرنا، جہاد جو شمشیر بدست ہو کر کیا جاتا ہے اس میں سب مشترک ہیں اور جو جہاد حجت و بیان اور زبان سے ہے یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع فرمان لوگوں کا ہی خاصہ ہے۔ ائمہ کرام بھی اسے ہی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

یہ حجت و بیان کا جہاد افضل ہے۔ اس کی منفعت زیادہ ہے، یہ مشکل ترین ہے۔ اس کی ادائیگی کے نتیجہ میں دشمنوں کی کثرت پیدا ہو جاتی ہے۔

---

(۲۰۵) طبرانی کبیر، اس میں یعقوب بن حمید بن کا سب راوی ہے۔ نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اتنی سخت تنقید نہیں۔ اس کا حدیث کا سماع کرنا صحیح ہے۔ ہیثمی (۵۰۰)

اللہ تعالیٰ کا راستہ، جہاد اور طلب علم اور مخلوق کو دعوت الی اللہ دینے کا نام ہے۔ یہ دونوں سے مرکب ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النسآء: ٥٩)

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرو، اور جو تم میں سے اولوالامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔''

اولوالامر سے مراد، امراء اور علماء ہیں اور امرائے اسلام ہاتھوں سے جہاد کرتے ہیں، جبکہ علمائے کرام زبانوں سے جہاد کرتے ہیں۔

طلب علم اور علم دین کی تعلیم دینا سب سے بڑا راہِ خدا میں جہاد ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ کعب احبار کہا کرتے تھے: طالب علم اللہ کی راہ میں جانے والے کی مانند ہے۔ سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے: جو طلب علم کرتا ہے اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے۔ (مفتاح دار السعادۃ لابن قیم: ۱/ ۲۷۰)

۳۔ ثابت ہوا طلب علم کے بغیر مسجد میں جانا، ویسے تو اچھا کام ہے لیکن وہاں علم طلب نہ کرنا اور دوسری باتوں میں مصروف رہنا ایک فضول کام ہے اور خیر ضائع کرنا ہے۔

(٢٠٦) عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِيْ يَا قَبِيْصَةُ مَاجَاءَ بِكَ قُلْتُ كَبِرَتْ سِنِّي وَرَقَ عَظْمِيْ فَأَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ مَا يَنْفَعُنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ قَالَ يَا قَبِيْصَةُ مَا مَرَرْتُ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ وَلَا مَدَرٍ إِلَّا اسْتَغْفَرَلَكَ يَا قَبِيْصَةُ إِذَاصَلَّيْتَ الْفَجْرَ فَقُلْ ثَلَاثًا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ تُعَافَى مِنَ الْعَمَى وَالْجُذَامِ وَالْفَالِجِ يَا قَبِيْصَةُ قُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَأَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ وَانْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَتِكَ .

سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس کام آئے ہو؟ میں نے عرض کی: میری عمر بڑی ہو چکی ہے اور میری ہڈیاں نرم ہو چکی ہیں پس میں آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے وہ کچھ تعلیم کریں جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نفع دے۔ فرمایا: اے قبیصہ! تو جس پتھر، جس درخت اور جس مٹی کے پاس سے بھی گذر کر آیا ہے وہ سب تیرے لیے استغفار کرتے ہیں جب صبح ہو تو کہا کر سبحان العظیم وَبِحمدہٖ تو اندھا ہونے، جزام اور فالج سے محفوظ رہے گا۔ اے قبیصہ! تو کہا کر: اے اللہ میں اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو تیرے ہی پاس ہے، میرے اوپر اپنا فضل بہا دے اور میرے

(٢٠٦) یہ حدیث ہے تو بہت ہی دلکش مگر سند کے لحاظ سے مجہول ہے، اس لیے قابل عمل نہیں۔ احمد: ٢٠٠٧٩۔ اس میں نامعلوم راوی ہے۔ ھیثمی: ٥٥٥.

(رواه أحمد ٢٠٠٧٩ . برجل لم يسم)

اوپر اپنی رحمت پھیلا دے اور میرے اوپر اپنی برکت نازل کر دے۔'' (احمد بروایت ایک مرد جسکا نام بیان نہیں کیا)

٢٠٧۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَامِنْ خَارِجٍ یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِهِ إِلَّا بِیَدِهِ رَایَتَانِ رَایَةٌ بِیَدِ مَلَكٍ وَرَایَةٌ بِیَدِ شَیْطَانٍ فَإِنْ خَرَجَ لِمَا یُحِبُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اتَّبَعَهُ الْمَلَكُ بِرَایَتِهِ فَلَمْ یَزَلْ تَحْتَ رَایَةِ الْمَلَكِ حَتّٰی یَرْجِعَ إِلٰی بَیْتِهِ وَإِنْ خَرَجَ لِمَا یُسْخِطُ اللّٰهَ اتَّبَعَهُ الشَّیْطَانُ بِرَایَتِهِ فَلَمْ یَزَلْ تَحْتَ رَایَةِ الشَّیْطَانِ حَتّٰی یَرْجِعَ إِلٰی بَیْتِهِ. (لأحمد ٨٠٨٧، والأوسط)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حدیث مرفوع ہے: ''ہر وہ شخص جو اپنے گھر سے نکلتا ہے اس کے ہاتھ میں دو جھنڈے موجود ہوتے ہیں ایک جھنڈا فرشتے کے ہاتھ میں اور دوسرا شیطان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، پس اگر وہ اللہ کے پسندیدہ کام کے لیے نکلا تو فرشتہ اس کے پیچھے اپنا جھنڈا لے کر چل پڑتا ہے اور وہ فرشتے کے جھنڈے کے نیچے رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اپنے گھر آ جائے اور اگر وہ اللہ کی ناراضی کے کام کے لیے نکلا تو شیطان اپنا جھنڈا لے کر اس کے پیچھے ہو لیتا ہے تو وہ شیطان کے جھنڈے تلے رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے طرف لوٹ آئے۔'' (احمد اور اوسط)

٢٠٨۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَأَدْرَكَهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كِفْلَيْنِ مِنَ الْأَجْرِ، وَمَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَلَمْ یُدْرِكْهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كِفْلًا مِنَ الْأَجْرِ. (رواه الطبراني في الكبير)

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم تلاش کیا اور حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو حصے اجر کے عطا فرمائے گا اور جس نے تلاش کیا اور وہ حاصل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک حصہ اجر لکھ دے گا۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... کِفْلَیْنِ دو حصے۔

شرح: ......١۔ واثلہ بن اسقع بن کعب لیثی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ شام میں رہائش پذیر ہوئے۔ ٨٥ ہجری تک زندہ رہے۔ ١٠٥ برس عمر پائی۔

٢۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح مجتہد اجتہاد کرے تو اگر درست ہو تو دو اجر ایک درست ہونے اور دوسرا کوشش کرنے کا اجر اگر اجتہاد غلط ہو تو محنت کا ایک اجر ملتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی طلب علم کے لیے نکلتا ہے اور جو ہر علم حاصل کر لیتا ہے تو اسے ایک جانے اور مشکل اٹھانے کا

---

(٢٠٧) احمد: ٨٠٨٧۔ طبراني اوسط۔ اس میں عبدالرحمٰن بن ابی زناد ہے۔ امام مالک نے تو اسے ثقہ کہا ہے لیکن احمد اور یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ هيثمي: ٥٦٦.

(٢٠٨) طبراني كبير، اس کے راوی ثقہ ہیں۔ هيثمي: ٥٠٢.

اجر دوسرا علم جیسا نیک کام حاصل کرنے کا اجر ملتا ہے۔

اور اسی طرح اگر طلب علم میں آدمی گیا ہو مگر اسے پا نہ سکا ہو تو اسے اس کی اس نیک نیتی پر ایک اجر ضرور ملے گا۔

۲۰۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. (رواه الترمذی ٢٦٤٥)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... یُرِدِ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، شرط ہونے کی وجہ سے یاء ساقط ہوئی۔ ارادہ کرتا ہے۔ خَیْرًا مفعول بہ ہے، تنوین تعظیم کے لیے ہے، بہت زیادہ خیر یُفَقِّهْهُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، جزم، جزا ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسے سمجھ دیتے ہیں۔

شرح: ...... دین مخزن خیر ہے کیونکہ علم دین ہی دل میں خشیت پیدا کرتا ہے جو دانائی کی بنیاد ہے اور علوم دین کے آثار پھر اعضاء پر نمودار ہوتے ہیں۔ جس سے انسان کے اعمال سدھرتے ہیں اور پھر معاملہ آگے چلتا ہے۔ اس کے علم کے ذریعے لوگوں کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے جس سے معاشرہ اصلاح پاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاد پر تمام لوگوں کو جانے سے روکا گیا ہے کہ بعض لوگ پیچھے رہیں تاکہ جہاد سے لوٹنے والوں اور دیگر لوگوں کی علمی راہنمائی کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبة: ١٢٢)

''ایمانداروں کے لائق نہیں کہ وہ سب نکل پڑیں، ہر فرقہ سے ایک گروہ ضرور ہونا چاہیے کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کرے تاکہ وہ اپنی قوم کو آگاہ کرے جب وہ جہاد سے لوٹ کر آئے اور تاکہ وہ بچ جائیں۔''

تو اس آیہ مبارکہ میں ترغیب ہے کہ جو علم دین سیکھے اسے بندوں میں عام کرے اور اس علم کے ذریعے انہیں نصیحت کرے، اس سے برکت ہوتی ہے اور اجر بڑھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دین کا علم تمام دیگر علوم پر اور علماء دیگر لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔

۲۱۰۔ وَلِلشَّيْخَيْنِ عَنْ مَعَاوِيَةَ مُطَوَّلًا (رواه البخاری ٣١١٦)

اور مسلم و بخاری میں طویل حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔

مفردات: ...... وَلِلشَّيْخَيْنِ مراد، بخاری مسلم ہے۔ مَطَوَّلًا تفعیل سے اسم مفعول ہے، اس سے یعنی اوپر والی سے طویل بیان کی ہے۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

---

(۲۰۹) ترمذی: ٢٦٤٥۔ احمد: ٢٧٨٦۔ دارمی: ٢٢٥۔ صحیح ہے۔ البانی: ٢١٢٣.

شــــــرح: ...... یہ حدیث وہ ہے، جس میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ دیتے ہیں اور میں علم تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا اللہ ہے اور یہ امت اللہ کے حکم پر ہمیشہ قائم رہے گی۔ جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہ پہنچائے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آ جائے گی۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے (۱) دین میں سوجھ بوجھ ایک فضیلت والا کام ہے۔ (۲) عطا کرنے والا اصل میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (۳) اس امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ (فتح الباری: ۱/۱۶۴)

۲۱۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ. (رواه الترمذی ٢٦٤٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو علم حاصل کرنے کے لیے نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس آ جائے۔'' (ترمذی)

۲۱۲ ـ عَنْ سَخْبَرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى (رواه الترمذی ٢٦٤٨ وضعفه)

سخبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم حاصل کیا وہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو گا۔'' (ترمذی اور اس نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے)

۲۱۳۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُوْنُ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ. (رواه الترمذی ٢٦٨٦)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن اچھی بات سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی آخری حد جنت ہے۔''

٢١٤۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. (رواه الترمذی ٢٦٨٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حکیمانہ قول مؤمن کی گم شدہ چیز ہے پس جہاں اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

---

(٢١٠) بخاری: ٣١١٦۔ مسلم: ١٠٣٧۔ ابن ماجه: ٢٢١۔ احمد: ١٦٤٧٦۔ مالك: ١٦٦٧۔ دارمی: ٢٢٦.

(٢١١) ترمذی: ٢٦٤٧۔ ضعیف ہے۔البانی: ٤٩٤ .انتباہ: اوپر صحیح سند سے اس سے ملتی جلتی حدیث گزر چکی ہے۔

(٢١٢) ترمذی: ٢٦٤٨۔ دارمی: ٥٦١۔ البانی: ٤٩٥۔ یہ موضوع ہے۔

(٢١٣) ترمذی: ٢٦٨٦۔ ضعیف ہے۔البانی: ٥٠٥.

(٢١٤) ترمذی: ٢٦٨٧۔ ابن ماجه: ٤١٦٩۔ ضعيف جداء البانی: ٥٠٦.

٢١٥۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ العَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:اَلْعِلْمُ ثَلاثَةٌ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ . (لأبي داود ٢٨٨٥)

''ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم تین ہیں اور اس کے سوا فضائل ہیں۔ آیت محکمہ، سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ۔'' (ابوداود)

٢١٦۔ عَنْ أَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلاثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَقَفَا عَلَيْهِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَاى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَأَمَّا الآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى فَآوَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا الآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ . (رواه البخاري ٦٦)

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے جبکہ تین آدمی آئے، دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور کھڑے ہو گئے۔ ایک نے حلقے میں خالی جگہ دیکھی اور اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس لوٹ کر چلا گیا جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تین افراد کی خبر نہ دوں؟ ایک نے اللہ کی طرف جگہ پکڑی تو اللہ نے اس کو جگہ دیدی اور دوسرے نے حیا کیا تو اللہ نے اس سے حیا فرمایا اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔'' (بخاری، مسلم، موطأ اور ترمذی)

مفردات: ......بَيْنَمَا ظرف ہے، ایک دفعہ۔ هُوَ یعنی رسول اکرم ﷺ نَفَرٍ تین کی تعداد سے لے کر دس کی تعداد پر بولا جاتا ہے، یہاں تین آدمیوں کا تعین ہوگیا ہے۔ وَقَفَا ماضی تثنیہ وہ دونوں ٹھہرے۔ فُرْجَةً کشادگی۔ اَلْحَلَقَةِ گول چیز کو کہا جاتا ہے۔ فَاَدْبَرَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ ذَاهِبًا حال ہے۔ فَآوٰى افعال سے ماضی معلوم واحد مذکر غائب، پناہ لی، جگہ پکڑی۔ فَاسْتَحْيَا استفعال ماضی معلوم واحد مذکر غائب، حیا کی، شرم کی۔

شرح: ......١۔ حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ کا نام گرامی حارث بن مالک تھا۔

٢۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تین آدمی مسجد نبوی (ﷺ) کے قریب سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ مجلس میں جلوہ آراء ہیں، ہمیں جانا چاہیے، دو تو بیٹھ گئے تیسرا چل دیا، وہ نہ رکا۔ تو آپ ﷺ اس

---

(٢١٥) ابوداود: ٢٨٨٥۔ ابن ماجہ: ٥٤۔ ضعیف ہے۔البانی: ٦١٥.

(٢١٦) بخاری: ٦٦۔ مسلم: ٢١٧٦۔ ترمذی: ٢٧٢٤۔ احمد: ٢١٤٠۔ مالك: ١٧٩١.

پر تبصرہ فرمایا تھا۔ (فتح الباری:۱/۱۵۶)

اس سے ثابت ہوا کہ مجالس ذکر اور علم میں حلقہ بنا کر بیٹھنا جائز ہے اور جو کسی مجلس میں پہلے بیٹھ جائے اس جگہ کا وہی حقدار ہے، اسے نہ اٹھایا جائے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مجالس علم وفضل کا ادب ملحوظ رکھا جائے اور ان میں جہاں حلقہ میں خلل ہو اسے پُر کیا جائے۔ اور اگر دوسروں کو اذیت ہو تو پھر نہیں۔ پھر جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیں۔

۳۔ یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے حیا کی اس سے اللہ نے کی۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی سے حیا کرتے ہوئے اس نے نہ تو جانے کی کوشش کی ہے اور نہ مجلس میں کسی قسم کی مزاحمت اور دھکم پیل کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اور اسے سزا نہ دی اور جو کہا ہے کہ اس نے جگہ پکڑی اللہ نے اسے جگہ دی اس کا مطلب ہے اس اللہ کی طرف پناہ پکڑی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض اسے اپنی رحمت اور رضوان میں ڈھانپ لیا اور منہ پھیرنے کا مقصد ہے کہ جس نے لا پروائی کی اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوئے۔

۴۔ اس سے ثابت ہوا کہ علمائے کرام مساجد میں دینی علم کی مجالس قائم کریں اور لوگ ان میں لازماً شریک ہوا کریں۔

۲۱۷۔ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. (للصغير ٦١ . للكبير والأوسط)	ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔'' (الکبیر، الاوسط)

مفردات: ...... طَلَبُ مصدر ہے، طلب کرنا۔ فَرِيْضَةٌ اس کی جمع فَرَائِضُ ہے ایک فریضہ ہے۔

شرح: ...... اس حدیث کے ساتھ یہ اضافہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) کہ طالب علم کے لیے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے۔ حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر میں مغفرت مانگتی ہیں۔ یہ اضافہ آتا تو صحیح حدیث میں ہے لیکن اس کی سند اور ہے اس سے وابستہ کرنا درست نہیں۔ دوسرا اضافہ ہے۔ وَمُسْلِمَةٌ کہ مسلمان عورت پر بھی فرض ہے یہ الفاظ ثابت نہیں صرف مُسْلِمٍ تک الفاظ ثابت ہیں۔ تیسرا یہ روایت مشہور ہے: اطلبوا العلم ولو بالصين ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔'' یہ بھی صحیح نہیں۔

۲۔ اس حدیث کی تائید میں یہ آیت بھی آتی ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ (التوبة: ١٢٢)

''ایک گروہ ہونا چاہیے کہ دین میں سمجھ حاصل کرے۔''

۳۔ ایک علم دین ہے جو نہایت ہی ضروری ہے اور جس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ مثلاً وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ، مال ہو تو زکوٰۃ کا علم ہو، حج کے ارکان وغیرہ۔ ابو عمر ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔

ایک علم وہ ہے جو سب پر فرض عین ہے۔ یہ آدمی کی ذات سے متعلقہ ہے، دوسرا علم ہے فرض کفایہ کہ جب کوئی گروہ اسے حاصل کر رہا ہو تو یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

فتویٰ دینا، تعلیم دینا اور لوگوں کو علم سے آشنا کرنا اور ان کی راہنمائی کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ چند لوگ ادا کر رہے ہوں تو یہ ادا ہو جاتا ہے۔

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں تمام لوگوں کا علم چار چیزوں میں بند ہے:

(۱) رب کی پہچان۔ یعنی عقیدہ توحید خالص ہو۔ (۲) اس چیز کی معرفت کہ اس رب نے بندے پر کیا انعامات کیے ہیں۔ ان انعامات کا اعتراف کرنا اور شکریہ ادا کرنے کا علم ہو۔ (۳) آدمی کو یہ پہچان ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے کیا چاہتا ہے۔ یعنی حرام، حلال کی تمیز ہو، اس کے ہر حکم کی اتباع ہو، اور اس کے منع کردہ کاموں سے اجتناب ہو۔ (۴) اس چیز کی پہچان ہو کہ گناہ سے باہر کیسے رہے مثلاً توبہ کا علم ہو، استغفار لازم پکڑے، حدود الٰہی کے نفاذ کا علم ہو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۷) جامع العلم کے محقق نے کہا ہے، یہ حدیث حسن ہے۔ (ص ۸)

۲۱۸۔ وَلَهُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ .

طبرانی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔"

۲۱۹ت وللصغير عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنهما نَحْوَهُ وَفِيْ كُلِّ ذٰلِكَ قَالَ . (الصغير ٦١)

اور الصغیر میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مثل اس کے مروی ہے۔ (اور ان سب روایات پر کلام کیا گیا ہے)

۲۲۰ ــــ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهٖ: يَا بُنَيَّ عَلَيْكَ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَآءِ، وَاسْمَعْ كَلَامَ الْحُكَمَآءِ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ، كَمَا يُحْيِ الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ . (للكبير ۷۸۱۰ بضعف)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا: اے بیٹے! اہل علم کی مجالس اختیار کر اور داناؤں کا کلام سن۔ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے اسی طرح زندہ کرتا ہے جیسے وہ زمین کو موٹی بارش سے زندہ کرتا ہے۔ (الکبیر ضعیف)

۲۲۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۲۱۸) طبرانی نے ہی حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیان کی ہے۔

(۲۱۹) طبرانی صغیر (٦١) جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، ان سب سندوں میں کلام ہے لیکن حضرت انس والی روایت میں کلام نہیں لہٰذا اس حدیث کی سندیں مل کر درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔

(۲۲۰) طبرانی کبیر: ۷۸۱۰۔ اس میں عبیداللہ بن زحر ہے جو کہ علی بن یزید سے بیان کرتا ہے، یہ دونوں ضعیف ہیں کہ قابل حجت ہی نہیں۔ هيثمی: ۵۱۸.

(۲۲۱) طبرانی کبیر: ۱۱۱۸۵۔ اس میں مجہول راوی ہے۔ هيثمی: ۵۲۱.

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَارِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: مَجَالِسَ الْعِلْمِ (للكبير ۱۱۱۵۸. برجل لم يسم)

فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں جاؤ تو کھایا کرو۔ عرض کیا گیا جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا: ''علماء کی مجلس۔'' (الکبیر سند میں ایک راوی کا نام ذکر نہیں کیا)

۲۲۲۔ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْعُلَمَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا قَعَدَ عَلٰى كُرْسِيِّهٖ لِفَصْلِ عِبَادِهٖ: إِنِّيْ لَمْ أَجْعَلْ عِلْمِيْ وَحِلْمِيْ فِيْكُمْ إِلَّا وَأَنَا أُرِيْدُ اَنْ أَغْفِرَلَكُمْ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكُمْ وَلاَ أُبَالِيْ. (للكبير ۱۳۸۱)

ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علماء کو فرمائے گا جب اللہ کرسی پر بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تشریف فرما ہوگا: میں نے اپنا علم اور تحمل کا ارادہ کیا ہے اور تمہارے اندر جو بھی گناہ اور عیوب ہیں میں ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... قَعَدَ ماضی واحد مذکر غائب، جب بیٹھے گا۔ لِفَصْلِ فیصلہ کرنے کے لیے۔ وَلَا أُبَالِيْ مفاعلہ سے مضارع منفی واحد متکلم، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

شرح: ...... ۱۔ ثعلبہ بن حکم لیثی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، کوفہ میں رہے تھے۔ (تقریب)

۲۔ اس میں باعمل علمائے کرام کے لیے عظیم پیغام خوشخبری ہے کہ اس علم دین کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے۔

علمائے کرام کو بدعملی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت دیا کرتے تھے تو اس کی تگ و دو میں وہ اور زیادہ جانفشانی سے کام لیتے تھے، اس لیے علمائے کرام اس شرف کو کاہلی کی بھینٹ نہ چڑھا دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ علم دین انسان کی راہنمائی کرتا ہے، جس کی روشنی میں یہ ایسے کارنامے سرانجام دیتا ہے جو اس کی مغفرت کا باعث بنتے ہیں۔ تو یہ حدیث وہی مفہوم رکھتی ہے جو اوپر گزر چکی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اسے دین میں سمجھ عطا کرتے ہیں۔

واہ! کیا ہی دلربا اعلان ہے کہ جس دن ہر طرف سے مایوسی ہوگی، آدمی کو کوئی رستہ سجھائی نہ دے گا اور نہ کسی کو علم ہو گا کہ اس کا انجام کیا ہے، اس میں رب کائنات کی طرف سے بخشش کا خوش کن پیغام ملے تو یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

۲۲۳۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۲۲۲) طبرانی کبیر: ۱۳۸۱۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ہیثمی: ۵۲۷.

(۲۲۳) ترمذی: ۲٦٤٩۔ ابوداود: ۳٦٥٨۔ ابن ماجہ: ۲٦١۔ احمد: ۱۰۲۱۹.

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلَجَامٍ مِنْ نَارٍ . (رواه الترمذی ۲٦٤۹)

ارشاد فرمایا: ''جس سے علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو جانتا ہو اور چھپائے تو اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔'' (ترمذی اور ابوداؤد)

مفردات: ...... سُئِلَ ، مَنَعَ سے ماضی مجہول، پوچھا گیا۔ عَلِمَهٗ ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر علم کی جانب لوٹتی ہے۔ اس علم کو جانتا ہو۔ كَتَمَهٗ ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب، اس علم کو چھپایا۔ اُلْجِمَ افعال سے ماضی مجہول لگام ڈالا جائے گا۔

شــرح: ...... یعنی کسی عالم دین سے کوئی تحریری یا زبانی دینی مسئلہ دریافت کرتا ہے، اسے وہ جانتا بھی ہو اور اس عالم کو کوئی مجبوری بھی نہیں تو یہ جواب نہیں دیتا روز قیامت اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ علم کا مخرج ہے اور جیسا جرم ہو سزا بھی ویسی ہی دی جاتی ہے کہ عالم کا فریضہ تھا وہ دعوت حق دیتا لیکن اس نے خاموشی اختیار کر لی، اس کا حق تھا کہ علم کو پھیلائے، لوگوں کو نفع دے یہ اسے چھپا کر عالم نہیں رہا۔ اس نے خود کو خاموش جانوروں میں شمار کر لیا اور اس سے پھر وہی سلوک ہوا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/ ۳۷۰)

﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ (الجمعه: ٥)

''ان کی مثال گدھے کی مانند ہے، جو کتابوں کے گٹھے اٹھاتا ہے۔''

یعنی گدھے پر کتابیں لاد دیں نہ تو وہ مستفید ہوتا ہے، اور نہ اس سے اسے فضل وشرف ملے گا۔ فقط بوجھ ہی بوجھ ہے جو کمر پر اٹھا رکھا ہے، اسی طرح یہ علم چھپانے والے کی حیثیت ہے۔

۲۲٤۔ عَنْ سَهْلٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَاللّٰهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِهُدَاكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ . (رواه أبو داود ۳٦٦۱)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اگر تیرے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دی جائے تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... لَاَنْ یہ کہ۔ يَهْدِيَ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ہدایت دے۔ بِهُدَاكَ تیری راہنمائی کرنے سے، راہ دکھانے سے۔ حُمْر اس کا واحد اَحْمَرُ ہے، سرخ۔ النَّعَمِ اس کی جمع اَنْعَامٌ ہے، چارپائے۔

شــرح: ...... ا۔ سہیل بن سعد بن مالک بن خالد انصاری، کنیت ابوالعباس رضی اللہ عنہما ہے، ساعدی، خزرجی نسبت ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ (تقریب)

۲۔ بخاری میں زیادہ وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا اللہ تعالیٰ اس کے

(۲۲٤) ابوداود: ۳٦٦۱۔ صحیح ہے۔ البانی: ۲۱۳۵۔ بخاری: ٤۲۱۰۔ مسلم: ۲٤۰٦۔ احمد: ٤/ ۲۲۳.

ہاتھوں ہمیں فتح سے ہمکنار کریں گے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ لوگ ساری رات اسی کشمکش میں رہے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جسے یہ جھنڈا ملے گا، صبح اسی امید پر بارگاہِ رسالت میں آتے ہیں کہ شاید یہ مجھے مل جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ ان کی آنکھیں خراب تھیں۔ انہیں لایا گیا، تو آپ ﷺ نے لب مبارک لگایا اور دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے، پھر انہیں جھنڈا تھمایا، اور حدیث میں درج ہدایات دیں۔

۲۔ سرخ اونٹ اہل عرب کے نزدیک قابل فخر مال تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہ مال عارضی ہے، جو ختم ہو جاتا ہے اور کسی کو راہ راست پر لگانا یہ دائمی ثواب ہے، جو کبھی ختم نہ ہوگا اور جنت کا باعث ہے جو ہمیشہ کا گھر ہے۔

۳۔ اس سے ثابت ہوا کہ کافر کو اسلام کے ساتھ وابستہ کرنا اور ترغیب دلانا مارنے سے بہتر ہے۔ (فتح الباری: ۷/ ۴۷۸)

۴۔ جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر سختی گیری کی تربیت کا من گھڑت الزام لگاتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی اس ہدایت پر غور کریں، سینہ روشن ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

۲۲۵۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّی مَقْبُوْضٌ.

(رواہ الترمذی ۲۰۹۱)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فرائض کا علم حاصل کرو اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو تعلیم دو، یقیناً میں اٹھایا جاؤں گا۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... تَعَلَّمُوْا، تفعُّل سے امر جمع مذکر، سیکھو۔ الْفَرَائِضَ اس کا واحد فَرِيْضَةٌ علم فرائض یعنی وراثت کا علم۔ عَلِّمُوْا تفعیل سے امر جمع مذکر حاضر، سکھاؤ۔ مَقْبُوْضٌ اسم مفعول ہے، میری روح قبض کی جائے گی۔

شرح: ...... یہ روایت تو ضعیف ہے لیکن اس مفہوم کی حدیث درست ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: فرائض کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، میں عن قریب دنیا سے چلا جاؤں گا اور علم اٹھ جائے گا۔ ایک فریضے میں دو آدمیوں کا اختلاف ہوگا اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا موجود نہ ہوگا۔ (بیہقی: ۶/ ۲۰۸۔ دارقطنی: ۴/ ۸۲۔ مجمع الزوائد: ۴/ ۲۲۳۔ صحیح الاسناد، مستدرک: ۴/ ۳۳۳)

۲۲۶۔ زاد رزین: وإِنَّ مَثَلَ الْعَالِمِ الَّذِیْ لَا يَعْلَمُ الْفَرَائِضَ كَمَثَلِ الْبَرَانِسِ لَا رَأْسَ لَهٗ.

رزین نے زیادہ کیا: ''اور وہ عالم جو فرائض کا علم نہ رکھتا ہو وہ اس ٹوپی کی مثل ہے جس کا سر نہ ہو۔''

(۲۲۵) ترمذی: ۲۰۹۱۔ البانی ضعیف ہے۔ (۳۶۸) دارمی: ۲۲۱.

(۲۲۶) رزین

٢٢٧ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاأَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسِىَ وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي.

(رواه إبن ماجة٢٧١٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''فرائض کا علم سیکھو اور سیکھاؤ، بے شک وہ نصف علم ہے اور بھول جاتا ہے اور یہ پہلا علم ہے جو میری امت کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔''

٢٢٨ـ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَفَعَهُ: تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ قَبْلَ الظَّانِيْنَ، يَعْنِىْ الَّذِيْنَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِالظَّنِّ (لرزين)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں: ''تم فرائض کا علم حاصل کرلو اس سے پہلے کہ گمان کرنے والے آجائیں۔'' مراد وہ لوگ ہیں جو گمان کے ساتھ کلام کرنے والے ہیں۔(رزین)

آدَابُ الْعِلْمِ وَالسُّؤَالِ وَالْقِيَاسِ وَالْفُتيا وَالْكِتَابَةِ

علم،سوال،قیاس،فتوی اور کتابت کے آداب کا بیان

٢٢٩ـ عَنْ أَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبَدَرِيِّ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ مَرْحَبًا بِوَصِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رَجُلاً يَأْتُوْنَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِيْنَ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا. (للترمذى ٢٦٥٠)

ابوہارون العبدری سے روایت ہے، اس نے کہا: ہم ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے تو وہ کہتے: رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا آنا مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''لوگ تمہارے تابع ہیں اور زمین کے کناروں سے لوگ تمہارے پاس دین سمجھنے کے لیے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔''(ترمذی)

٢٣٠ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: سَيَأْتِيْكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوْا لَهُمْ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاقْنُوْهُمْ. قُلْتُ لِلْحَكَمِ: مَا اَقْنُوْهُمْ قَالَ عَلِّمُوْهُمْ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں: ''عنقریب تمہارے پاس لوگ آئیں تو تم ان کو کہنا: مرحبا و خوش آمدید رسول اللہ ﷺ کی وصیت آئی ہے اور ان کو مطمئن کرو۔ میں نے سے کو کہا: ان کا اطمینان کیا ہے؟ تو اس نے کہا: ان کو تعلیم دو۔

---

(٢٢٧) ابن ماجه: ٢٧١٩ـ ترمذی: ٣٠٩١ـ ضعیف ہے۔(٥٩٤). (٢٢٨) رزین.

(٢٢٩) (٢٦٥٠) ابن ماجه: ٢٤٩ـ ضعیف ہے۔البانی: ٤٩٦.

(٢٣٠) علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ابوہارون جن کا نام عمارہ بن جوین ہے، کی وجہ سے ضعیف قرار دی ہے۔ترمذی: ٢٦٥١ـ ابن ماجه: ٢٤٧ـ لیکن البانی نے حسن قرار دی ہے۔(٢١٠)

(رواه ابن ماجة ٢٤٧ . بضعف)

مفردات: ...... سَيَأْتِيْكُمْ سین مستقبل کے لیے ہے، مضارع معلوم واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، عن قریب تمہارے پاس آئیں گے۔ اَقْوَامٌ اس کا واحد قَوْمٌ ہے۔ مَرْحَبًا، مَرْحَبًا یہ وہ مفعول ہے جس کا فعل حذف کر دیا گیا ہے، خوش آمدید کہو۔ بِـــوَصِيَّةِ سفر پر جانے سے پہلے یا دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جو بات کہی جائے۔ وَاقْنُوْهُمْ امر جمع حاضر، انہیں تعلیم دو۔

شرح: ......اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خصوصی تلقین فرمائی ہے کہ گوشہائے عالم سے تمہارے پاس تشنگانِ علم آئیں گے ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ وہ دُور دَراز کے سفر سے غریب الدیار ہوں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے اتنا اچھا سلوک کرنا کہ انہیں وطن کی غربت کا گمان نہ ہو، انہیں خیر کا حکم دینا، انہیں اچھی نصیحت کرنا اور ان تشنہ لبوں کو علوم دین کے آب شیریں سے شاد کام کرنا اور میں نے تمہیں جو مکارمِ اخلاق سکھائے ہیں انہیں ان سے آراستہ کرنا تاکہ وہ ان افعال اور اقوال کی اتباع سے منزل مقصود حاصل کرسکیں۔

۲۔ یہ بات پوری ہوئی ہے، چار دانگ عالم سے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مستفید ہوتے رہے ہیں یہ آپ ﷺ کا معجزہ صادقہ ہے، جو آپ کے نبی برحق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۳۷۰)

٢٣١ ــ عَنْ يَزِيْدَبْنُ سَلَمَةَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْسَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَخَافُ أَنْ يَنْسِيَنِيْ أَوَّلَهَ آخِرُهُ فَحَدِّثْنِيْ بِكَلِمَةٍ تَكُوْنُ جَمَاعاً قَالَ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا تَعْلَمْ . (رواه الترمذى ٢٦٨٣، وزاد رزين وَاعْمَلْ بِهٖ)

یزید بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے آپ ﷺ سے بہت سی احادیث سنی ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اول تا آخر سب بھول نہ جاؤں پس آپ ﷺ مجھے کوئی کلمہ بتادیں جو سب کا جامع ہو، فرمایا: ''اللہ کا تقویٰ اختیار کر ہر اس چیز میں جس کو تو جانتا ہے۔'' (ترمذی اور اس میں رزین نے مزید یہ اضافہ کیا: اور اس پر عمل کر۔

٢٣٢۔ عُمَرَ رَفَعَهٗ لاَ يَنْبَغِىْ لِمَنْ عِنْدَ شَىْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضِيْعُ نَفْسَهٗ . (لرزين)

عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ''نہیں مناسب اس شخص کے لیے جس کے پاس علم ہو کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔'' (رزین)

٢٣٣۔ عَنْ جَابِرٍ: لاَ يَنْبَغِىْ لَلْعَالِمِ أَنْ يَسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ: وَلَا يَنْبَغِىْ لِلْجَاهِلِ أَنْ يَسْكُتَ

''جابر رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''عالم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے اور جاہل کے لیے مناسب

(۲۳۱) ترمذی: ٢٦٨٣۔ رزین، ضعیف ہے۔البانی: ٥٠٤.

(۲۳۳) رزین. (٢٣٤) بخاری: ٧٠۔ مسلم: ٢٨٢١۔ ترمذی: ٢٨٥٥۔ احمد: ٤٤٢٥.

عَلٰی جَهْلِهٖ: قَالَ تَعَالٰی: فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ(للأوسط بضعف)

نہیں ہے کہ وہ اپنی بے خبری پر خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم اہل علم سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔'' (الاوسط ضعیف)

٢٣٤ ــ شَقِيْقٍ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَاأَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا (رواه البخاری ٧٠)

شقیق رحمہ اللہ نے کہا: عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں ہر جمعرات کو وعظ کرتے تھے تو ان کو ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! مجھے یہ پسند ہے کہ تم ہمیں ہر دن وعظ کرو تو انہوں نے کہا: مجھے صرف اس چیز نے باز رکھا ہوا ہے کہ میں تمہیں تھکانا پسند نہیں کرتا اور میں وعظ کہنے سے تمہیں خالی وقت دیتا ہوں جیسا ہمیں رسول اللہ ﷺ خالی وقت دیتے تھے آپ ﷺ ہمارے تھک جانے کے خوف سے ایسا کرتے تھے۔''

مفردات: ......لَوَدِدْتُّ ، عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں خواہش رکھتا ہوں۔ ذَكَّرْتَنَا تفعیل سے ماضی واحد مذکر حاضر، نا ضمیر مفعول بہ آپ ہمیں نصیحت کریں۔ اَمَا خبردار! اِنَّهٗ شان یہ ہے۔ يَمْنَعُنِيْ مضارع معلوم واحد مذکر غائب نون وقایہ، یاء مفعول بہ ہے، مجھے روکتا ہے۔ اَكْرَهُ، عَلِمَ مضارع معلوم واحد متکلم، میں ناپسند کرتا ہوں، یہ جملہ ہوکر یمنعنی کا فاعل ہے۔ اُمِلَّكُمْ افعال سے، مضارع معلوم واحد متکلم، میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالوں۔ اَتَخَوَّلُكُمْ ، تفعُّل سے مضارع معلوم واحد متکلم، نگہبانی کرتا ہوں۔ مَخَافَة مصدر میمی ہے، خوف سے، ڈر سے۔ السَّآمَةِ مشقت سے۔

شـــرح: ......١۔ اس حدیث سے ثابت ہوا نیک عمل میں اتنی مشقت کرنا کہ اس سے اکتاہٹ پیدا ہو جائے، درست نہیں۔

٢۔ یہ حالات اور اشخاص کے مطابق ہوگا، اگر حالات کا تقاضا روزانہ وعظ سننے سنانے کا ہو اور سست نہ پڑیں اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں تو پھر اسے روزانہ جاری رکھا جائے اور اگر اکتاہٹ ہو تو پھر اس کے مطابق کیا جائے۔ (فتح الباری: ١/١٦٣)

٢٣٥ ــ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدِّثِ النَّاسَ مَرَّةً فِي الْجُمُعَةِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ حَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصُّ

عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: لوگوں سے سات ایام میں ایک بار حدیث بیان کرو ورنہ دو بار اور زیادہ سے زیادہ تین بار اور لوگوں کو قرآن سے تھکایا نہ کرو۔ میں تجھے اس حال میں نہ پاؤں کہ تو کسی قوم کے پاس جائے اور وہ گفتگو کرتے ہوں اپنی کوئی سی بات چیت اور تو جا کر

(٢٣٥) بخاری: ٦٣٣٧.

عَـلَيْهِـمْ فَتَـقْـطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيْثُهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلٰـكِـنْ أَنْـصِتْ فَإِذَا أَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُـوْنَهُ فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَـإِنِّـى عَهِـدْتُ رَسُـوْلَ الـلّٰهِ وَأَصْحَابَهُ لاَ يَـفْـعَـلُـوْنَ إِلاَّ ذٰلِكَ يَـعْـنِىْ لاَ يَفْعَلُوْنَ إِلاَّ ذٰلِكَ . (رواه البخاری ٦٣٣٧)

قصہ بیان کرنا شروع کر دے اور ان کو پریشان کر ڈالے، تو خاموش رہنا یہاں تک کہ وہ تجھے بیان کرنے کا کہیں تو پھر بیان کر جب تک وہ چاہتے ہوں اور دعا میں اور مسجع کلام سے اجتناب کر میں نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے عہد میں ان کو ایسا کرتے نہیں پایا اور نہ وہ ایسا کرتے تھے۔

مفردات: ...... حَـدِّثْ ، تـفعیل سے امر واحد مذکر حاضر، بیان کر۔ اَبَیْـتَ ، مَنَعَ سے ماضی واحد مذکر حاضر، تو انکار کرتا ہے۔ وَلَا تُمِلَّ افعال سے نہی حاضر، اکتاہٹ میں نہ ڈال۔ وَلَا اُلْفِيَنَّكَ افعال سے مضارع واحد متکلم، بانون تاکید ثقیلہ، ضمیر مفعول بہ ہے، ہرگز نہ میں پاؤں تجھے۔ فَتَقُصُّ ، نَصَرَ سے مضارع واحد مذکر حاضر تو بیان کرے۔ اَنْـصِتْ افعال سے امر حاضر، خاموش کراؤ۔ يَشْتَهُـوْنَهُ افتعال مضارع معلوم جمع مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے۔ بات کی طرف لوٹتی ہے، چاہتے ہوں۔ السَّجْعَ قافیہ بندی والی عبارت فَـاجْتَـنِبْهُ افتعال سے امر ضمیر مفعول بہ ہے سجع کی طرف لوٹتی ہے۔ اس سے اجتناب کرو۔ اِلَّا ذٰلِك یہ اشارہ ہے، یعنی اس سجع سے اجتناب ہی کرتے تھے۔

شرح: ......ا۔ اس سے ثابت ہوا لوگوں کی اکتاہٹ کا خیال رکھا جائے جب تک ان میں تڑپ ہو، چستی ہو اس وقت تک انہیں وعظ ونصیحت کی جائے۔

۲۔ جو قبول نہ کرے اس کے پاس حدیث یا وعظ یا قرآن بیان کرنے سے احتیاط کی جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ جو قرآن وحدیث کو ناپسند کرے اسے نہ سناؤ، یہ نہیں، تبلیغ تو ایک فریضہ ہے وہ تو ادا کرنا ہے، خواہ کوئی پسند کرے یا نہ کرے، اس میں اسے سنانے کی کراہت کا بیان ہے، جو اسے قبول نہیں کرتا، مانتا ہی نہیں اسے سنانے کا فائدہ نہیں۔

اور دوسرے کی بات کاٹنے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ وہ پھر دوسرے کی بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا جس کی بات کاٹی جائے، ویسے بھی وہ توجہ نہیں کرتا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ اسے بھی علم نہ سنایا جائے جو اس کے حصول پر فکر مند نہیں، مگر جو اسے چاہتا ہے اس کے پاس علم پھیلائیں یہ نفع بخش ہے۔

۳۔ قافیہ بندی والی عبارت دعا یا غیر دعا میں ناپسند ہے، یہ وہ ہے جو تکلف سے بنائی جائے اور کثرت سے قافیہ بندی کی جائے۔ بغیر تکلف اور بغیر ارادہ اگر قافیہ بندی ہو جائے تو یہ جائز ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کاہنوں کے کلام کے ہم شکل کلام ہو رسول اکرم ﷺ نے اس قافیہ بندی کے متعلق کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ بغیر تکلف وقصد قافیہ بندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (فتح الباری: ۱/ ۱۳۹)

٢٣٦ ـــ قَالَ عَلِيٌّ: حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ. (رواه البخاري، ١٢٧)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں سے وہ کچھ بیان کرو جو وہ جانتے ہوں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔

مفردات: ...... حَدِّثُوْا تفعیل سے امر حاضر جمع مذکر، بیان کرو۔ یَعْرِفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، پہچانتے ہیں، یعنی سمجھتے ہیں۔ أَ ہمزہ استفہام، کیا۔ تُحِبُّوْنَ افعال سے جمع مذکر حاضر، مضارع معلوم، تم چاہتے ہو۔ اَنْ یُّکَذَّبَ مضارع مجہول، تفعیل واحد مذکر غائب، اَنْ نے نصب دیا ہے، جھٹلایا جائے۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ متشابہہ چیز عوام کے سامنے بیان نہ کی جائے جس سے وہ الجھ جائیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی قوم سے ایسی بات کی جائے جو اس کی عقل میں نہ اترے تو یہ بات ان کے لیے فتنہ بن جائے گی۔

مثلاً کسی سفاک حکمران کے سامنے اگر وہ حدیث بیان کریں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص میں عرینہ قبیلہ والوں سے سلوک کیا تھا، کہ ان کی آنکھوں میں سلائیں ڈالیں، انہیں پانی نہ دیا اور قتل کر دیا تو یہ سفاک کو دلیری دلانے والی بات ہوگی۔ یہ اسے خون ریزی کرنے کا بہانہ بنائے گا جبکہ دوسروں کو سنائیں گے تو وہ عبرت پکڑیں گے اور درست اثر ہوگا۔

اسی طرح کسی بدعتی یا غلط کار کے سامنے کوئی ایسی حدیث یا آیت بیان کرنا جو بظاہر اس کی تائید کرے لیکن اس آیت یا حدیث کا مفہوم حقیقت میں کچھ اور تھا۔ تو یہاں بھی خاموش رہا جائے کیونکہ یہ غلط کار آدمی اس آیت یا حدیث سے غلط مطلب نکال کر ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (فتح الباری: ا/ ٢٢٥)

٢۔ اس کی مزید وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر ان کا نیا نیا انکار نہ ہوتا جو یہ میری مخالفت کر رہے ہیں تو میں کعبہ کو گرا کر اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ داخل ہوتے دوسرے سے نکلتے۔ لیکن میں ان کے اعتراض کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا۔ (بخاری، کتاب العلم، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس الخ، ١٢٦)

وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ قریش کی عقل کام نہ کرے گی وہ یہ تھی کہ قریش کے نزدیک کعبہ کی عزت وحرمت بہت زیادہ تھی۔ اگر آپ اسے تبدیل کرتے جو کہ عین ابراہیمی بنیاد پر تھا لیکن ان قریش نے یہی گمان کرنا تھا کہ یہ نیا اسلام لے کر آئے ہیں، یہ کعبہ کی عمارت تبدیل کر کے منفرد فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں ہیچ کرنا چاہتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ کام درست تھا یا غلط تھا۔ اس مصلحت کے پیش نظر کہ یہ فتنہ کھڑا کر دیں گے آپ نے کعبہ کی

(٢٣٦) بخاری: ١٢٧.

تبدیلی ضروری نہ تصور کی۔

۲۳۷ــ وعنه قال: الفَقِيْهُ حَقُّ الفَقِيْهِ الَّذِيْ لاَ يُقَنِّطُ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَلاَ يُؤَمِّنُهُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَلاَ يرَخِّصُ لَهُمْ فِي مَعَاصِيْ اللّٰهِ إِنَّهُ لاَ خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لاَ عِلْمَ فِيْهَا وَلاَ خَيْرَ فِيْ عِلْمٍ لا فَهْمَ فِيْهِ وَلاَ خَيْرَ فِي قِرَاءَةٍ لا تَدَبُّرَ فِيْهَا . (رواه الدارمي ٢٩٨)

اور ان ہی سے منقول ہے: صحیح معنوں میں پورا اور کامل فقیہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے اور اس کے عذاب سے بے خوف بھی نہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کی ڈھیل بھی نہ دے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کا علم نہ ہو اور اس علم کا بھی کوئی فائدہ نہیں جس میں فہم و ادراک نہ ہو اور اس تلاوت میں بھی خوبی نہیں جس کو تدبیر کے بغیر کیا جائے۔''

مفردات: ...... لَا يُقَنِّطُ تفعیل سے مضارع معلوم منفی واحد مذکر غائب، نا امید نہ کرے۔ وَلَا يُؤَمِّنُهُمْ تفعیل سے مضارع منفی معلوم واحد مذکر غائب، بے خوف نہ کردے۔ وَلَا يُرَخِّصُ مضارع منفی معلوم واحد مذکر غائب، رخصت نہ دے۔ مَعَاصِيْ اس کا واحد مَعْصِيَةٌ ہے، نافرمانیاں۔

شرح: ......۱۔ یعنی نہ تو اتنا مایوس کردے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ہم تو کبھی بخشے نہ جائیں گے، ہمارے اتنے عیب ہیں یہ دور نہ ہوں گے، لہٰذا اس مایوسی کے عالم میں برائیوں کی اندھیر نگری میں ہی ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوں اور غضب الٰہی کے مستحق ٹھہریں اور دوسری جانب اتنی زیادہ ڈھیل پیدا نہ کردیں کہ کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ بخشنہار ہے۔ اس بل بوتے پر بھی لوگ نافرمانیوں کے دریا میں غوطہ زن رہیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَالْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ○﴾ (الحجر: ۴۹۔ ۵۰)

''میرے بندوں کو خبر دو بے شک میں ہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہوں، اور بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔''

اس کی تفسیر میں علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آدمی کے لیے یہ لائق ہے کہ اس کا دل ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہے رغبت اور خوف کے درمیان پیوستہ رہے، جب رب کائنات کی رحمت اور مغفرت اور اس کے جود و احسان کی طرف نگاہ اٹھائے تو اس کے دل میں امید اور رغبت کے جذبات جنم لیں اور جب یہ اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی طرف دیکھے تو خوف کے حالات پیدا ہوں اور وہ ان نافرمانیوں سے رک جائے۔ (تیسیر الکریم: ص۵۸۰)

۲۔ عبادت میں علم کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اس طرح انسان افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتا، بدعت سے اجتناب ہوسکتا ہے تکلف سے حفاظت رہتی ہے، عبادت کا گھمنڈ پیدا نہیں ہوتا اور انسان راہ اعتدال پر رہتا ہے۔

(۲۳۷) دارمی: ۲۹۸.

۳۔علم ہومگر اس میں گہری سوچ نہ ہو تو یہ بھی ضرر رساں ہے، جیسا کہ مقولہ ہے کہ ایک من علم کے لیے دس من عقل چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے علم کے دو برتن یاد کیے ہیں۔ ایک تو میں نے پھیلا دیا ہے اور اگر میں دوسرا پھیلاؤں تو تم میری شاہ رگ کاٹ دو گے۔ (صحیح جامع العلم: ۱۳۶۵)

ایک فرقہ باطنیہ ہے، وہ اپنے باطل عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے شریعت کے دو حصے کرتے ہیں، ایک ظاہر اور ایک باطن، حالانکہ جسے یہ باطنی علم قرار دیتے ہیں وہ دین کے بخیے ادھیڑ دیتا ہے، یہ فہم نہ رکھنے کی وجہ سے ہے، حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو علم چھپایا وہ یہ تھا جس میں نبی ﷺ نے برے امراء، ان کے حالات اور ان کے زمانے میں جو فتنہ سازیاں ہوں گی، انہیں بیان کیا تھا۔ اور جس دور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا، اس وقت اس کی علامات تھیں اسی وجہ سے انہوں نے کہا اگر وہ علم آج میں بتاؤں تو یہ امرائے سوء مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ ہی فہم علم کا بہترین نمونہ ہے۔

۳۔علم حدیث ہو یا قرآن پاک کی تلاوت ہو، تدبر سے ہی ان میں سے نئے نئے مسائل اخذ ہوتے ہیں اور علم کی روشنی کے دروازے کھلتے ہیں۔

۲۳۸ ــ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرَّةَ قَالَ: لاَ تُحَدِّثِ الْبَاطِلَ الْحُكَمَاءَ فَيَمْقُتُوْكَ وَلاَ تُحَدِّثُ الْحِكْمَةَ لِلسُّفَهَاءِ فَيُكَذِّبُوْكَ وَلاَ تَمْنَعِ الْعِلْمَ أَهْلَهُ فَتَأْثَمَ وَلاَ تَضَعْهُ فِيْ غَيْرِ أَهْلِهِ فَتَجْهَلُ إِنَّ عَلَيْكَ فِي عِلْمِكَ حَقًّا كَمَا أَنَّ عَلَيْكَ فِي مَالِكَ حَقًّا . (رواه الدارمی ۳۷۸)

کثیر بن مرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جھوٹی بات دانشمند لوگوں سے بیان نہ کر وہ تجھے بند کر دیں گے اور نادانوں سے حکمت بیان نہ کر وہ تیری تکذیب کریں گے اور علمی اہلیت والوں سے علم پوشیدہ نہ رکھ تو گنہگار ہو گا اور نااہلوں میں علم نہ رکھ تجھ پر جہالت اور مخالفت کی جائے گی۔ تیرے اوپر تیرے علم کا بھی حق ہے جیسے تیرے مال کا حق ہے۔

مفردات: ......کثیر بن مرہ رحمہ اللہ، حضرمی، حمصی، ثقہ تابعی ہیں۔ (تقریب) فَيَمْقُتُوْكَ یہ نَصَر سے جواب نہی ہونے کی وجہ سے، جزم والا ہے، نون اعرابی گر گیا ہے، وہ تجھ سے ناراض ہوں گے۔ فتأْثَمْ ، عَلِمَ سے مضارع حاضر، تو گنہگار ہو گا۔ یہ جواب نہی کی وجہ سے جزم ہے۔ وَلَا تَضَعْهُ نہی مذکر حاضر، ضمیر علم کی جانب لوٹتی ہے۔ یہ علم نہ رکھ۔ فَتَجْهَلْ ، مَنَعَ سے مضارع معلوم واحد مذکر حاضر، تو نادانی کرے گا۔

شرح: ...... یہ ایک تابعی کا قول ہے، اس میں بہت اچھی تلقین ہے، خصوصاً اصحاب علم کے لیے۔ جس طرح کوئی مال کو بے دریغ ضائع کرتا ہے تو اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا، بلکہ جہاں مناسب ہو اور وہ بھی اعتدال میں رہ کر خرچ کرے تو لوگ اسے اچھا خیال کرتے ہیں اور دانا کہتے ہیں، اسی طرح اگر داناؤں کی مجلس ہو وہاں کوئی لاف گزاف

(۲۳۸) دارمی: ۳۷۸۔ اس کے راوی اچھے ہیں۔

مارے تو اسے کوئی بھی عقلمند نہیں کہے گا اور لوگ ناراض ہوں گے کہ اس نے غیر مناسب گفتگو کی ہے، اسی طرح کم عقل اور جاہل لوگ ہوں اور وہاں کوئی دانائی اور علم وحکمت کی گتھیاں سلجھانے لگ جائے تو وہ کہیں گے یہ غلط بیانی کر رہا ہے۔ لہٰذا علم اور مال موقع کی مناسبت سے استعمال کیے جائیں۔ شاعر نے کیا ہی خوب کہا ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مردِ ناداں پر ہے کام نرم ونازک بے اثر

٢٣٩۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَاأَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لاَ تَبْلُغْهُ عُقُوْلُهُمْ إِلاَّ كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً. (لمسلم بالمقدمة)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب تو بیان کرے قوم کے سامنے حدیث جس تک ان کے عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ حدیث ان میں سے بعض کے لیے فتنہ ہو گی۔''(مسلم)

مفردات: ...... مَا نہیں۔ بِمُحَدِّثٍ تفعیل سے اسم فاعل ہے، حدیث بیان کرنے والا۔ فِتْنَةً آزمائش، یہ كَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔

شرح: ...... اس کی وضاحت وہی ہے۔ ٢٣٦ میں بیان ہوئی ہے اسے دیکھ لیا جائے۔

٢٤٠ ــــ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: إِنَّ فَتًى مِنْ قُرَيْشٍ شَابًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي بِالزِّنَا فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوْهُ قَالُوْا مَهْ مَهْ فَقَالَ أُدْنُهُ فَدَنَا قَالَ: أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِأُمَّهَاتِهِمْ ثُمَّ قَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِيْ أَبْنَتِهِ وَأُخْتِهِ وَعَمَّتِهِ وَخَالَتِهِ فِي كُلِّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ أَتُحِبُّهُ لِكَذَا فَيَقُوْلُ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ فَيَقُوْلُ ﷺ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لَهُ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا: قریش کے ایک نوجوان نے کہا: یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو ڈانٹ پلائی پس آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: قریب آ۔ وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری ماں سے یہ فعل کیا جائے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کر دے۔ فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی طرح اس کی بیٹی کے لیے، اس کی بہن کے لیے، اس کی پھوپھی کے لیے اور اس کی خالہ کے لیے پوچھا اور ہر ایک کے لیے فرماتے تھے کیا تو یہ پسند کرتا ہے؟ تو وہ کہتا جاتا نہیں اللہ کی قسم! اللہ مجھے

(٢٣٩) مسلم کے مقدمہ میں ہے۔ ١/ ٩.

(٢٤٠) احمد: ٢١٧٠٨۔ طبرانی کبیر، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ھیثمی: ٥٤٣.

وَحَصِّنْ فَرْجَهُ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدَ ذٰلِكَ يَلْتَفِتُ إِلٰى شَيْءٍ (رواه أحمد ٢١٧٠٨ ، وللكبير)

آپ ﷺ پر فدا کردے اور رسول اللہ ﷺ بھی فرماتے جاتے: لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کے گناہ معاف کر اور اس کا دل پاک کردے اور اس کی شرمگاہ محفوظ کردے۔ تو اس کے بعد اس کی حالت یہ بن گئی کہ وہ کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔'' (احمد اور الکبیر)

مفردات: ...... فَتًی نوجوان۔ شابًّا یہ فتی سے بدل ہے، جوانِ رعنا۔ اِئْذَنْ ، عَلِمَ سے امر واحد مذکر حاضر، اجازت دیجیے، مَهْ یہ ڈانٹ کا کلمہ ہے۔ اُدْنُهْ یہ دَنَا يَدْنُوْ سے امر حاضر ہے، قریب ہو جاؤ۔ وَحَصِّنْ تفعیل سے امر حاضر، محفوظ کردے۔ يَلْتَفِتُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔

شرح: ...... ۱۔ ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے جس معاشرے کی اصلاح فرمائی وہ بہت حد تک بگڑا ہوا تھا، زنا جیسے قبیح جرم کی مقدس پیغمبر ﷺ سے اجازت مانگی جا رہی ہے، جسے پاس بیٹھنے والوں نے بہت ہی برا محسوس کیا۔

۲۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کی دانائی اور صبر وحلم اور گہرے علم کی نشاندہی بھی ہوتی ہے، جو آج کل واعظوں، مفتیوں، مقرروں اور عالموں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۳۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کے عظیم مربی ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس قدر نفسیاتی طرزِ تکلم اپنایا اور ایسے دلکش انداز پر اس گناہ کی قباحت اس پر واضح کی کہ اس نوجوان کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔

۴۔ آپ ﷺ نے نفسیاتی طریقہ تفہیم کے ساتھ روحانی طریقہ تعلیم بھی استعمال کیا، دعائے حفاظت عصمت وعفت کی جس سے اس نوخیز جوان کی تمام مستیاں ٹھنڈی پڑ گئیں اور اس کے دل کی دنیا ہی پلٹ گئی، وہ حسیناؤں کے حسن کی قیامت سے نکل کر نیکی کے گلستان کی پرسکون فضاؤں میں مصروف ہو گیا۔

٢٤١ ــ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَخْبِرُوْنِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ أَوْكَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لاَ يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلاَ وَلاَ وَلاَ تُؤْتِيْ أُكُلُهَا كُلَّ حِيْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ لاَ يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے فرمایا: مجھے خبر دو ایسے درخت کی جو مشابہ ہے یا جو مثل ہے مسلمان مرد کے، اس کے پتے نہیں گرتے اور یہ بھی نہیں اور یہ نہیں اور وہ نہیں اور وہ بھی نہیں اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ کھجور ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی بات نہیں کرتے تو مجھے بات کرنا اچھا نہ لگا۔ جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور ہے۔ ہم جب مجلس سے اٹھ آئے تو میں نے

(٢٤١) بخاری: ٤٦٩٨۔ مسلم: ٢٨١١۔ ترمذی: ٢٨٦٧۔ احمد: ٦٤٣٢۔ دارمی: ٢٨٢.

لِـعُمَرَ يَا أَبَتَاهُ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ قَالَ لَم أَرَكُـمْ تَكَلَّمُوْنَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُوْلَ شَيْئًا .

عمر رضی اللہ عنہ کو کہا: اے اباجان! اللہ کی قسم! میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ وہ درخت کھجور ہے تو انہوں نے کہا: تجھے کس نے بات کرنے سے منع کیا تھا؟ میں نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ بات نہیں کرتے تھے پس میں نے بات کرنا بہتر نہ سمجھا اور کچھ بولنا میں نے پسند نہ کیا۔

قَالَ عَمَرُ لَأَنْ كُنْتَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا . (رواه البخاری ٤٦٩٨)

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو نے یہ بات کہ دی ہوتی تو مجھے ایسی ایسی دولت سے زیادہ پسند ہوتی۔

مفردات: ...... تُشْبِهُ افعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، متشابہ ہے۔ لَا يَتَحَاتُّ تفاعل سے مضارع منفی معلوم واحد مذکر غائب، گرتے نہیں۔ وَلَا وَلَا وَلَا یہ تین مرتبہ نفی بیان کی گئی ہے، یعنی نہ تو اس کا پھل ختم ہوتا ہے، نہ اس کا سایہ ختم ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا نفع ختم ہوتا ہے۔

شرح: ......١۔ یہ سوال جب آپ نے کیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

٢۔ کھجور کے درخت اور مسلمان کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ کھجور کے پتے نہیں جھڑتے اسی طرح مومن کی دعا ضائع نہیں ہوتی، کھجور اگنے سے لے کر خشک ہونے تک مفید ہی رہتی ہے، اس کا پھل کھایا جاتا ہے۔ اس کے پتے رسی وغیرہ بٹنے کے کام آتے ہیں حتیٰ کہ اس کی گٹھلیاں بھی جانوروں کا چارہ بنتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان اپنے تمام حالات میں نفع بخش ہوتا ہے، زندہ ہو یا فوت ہو جائے۔

٣۔ یہ حدیث اس آیہ مبارکہ کی تفسیر بن کر آئی ہے......

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِo تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ (ابراهيم: ٢٣۔ ٢٤)

''اللہ تعالیٰ نے اچھے کلمہ کی مثال اچھے درخت کی مانند بیان کی ہے، جس کی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان پر ہے۔ ہر وقت وہ درخت اپنے رب کے حکم کے ساتھ پھل دیتا ہے۔''

٤۔ اس میں علم میں فہم پیدا کرنے کی ترغیب ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ کبھی بڑے عالم سے ایک مسئلہ مخفی رہتا ہے اور چھوٹے کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری: ١/ ١٤٧)

٢٤٢ ـــ وَمِـن رَوَايَـا تِـهٖ فَـوَقَعَ النَّاسُ فِي شَـجَـرِالْبَـوَادِيْ قَـالَ عَبْـدُ اللّٰـهِ وَوَقَعَ فِي

''اس کی روایات میں یہ بھی ہے کہ لوگ تو جنگلی درختوں کا ذکر کرنے لگے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور میرے دل میں

(٢٤٢) بخاری: ٦١ مسلم: ٢٨١١۔ ترمذی: ٢٨٦٧۔ احمد: ٦٤٣٢۔ دارمی: ٢٨٢.

نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ . (رواه البخاری ٦١)

خیال آیا کہ وہ کھجور ہے۔

٢٤٣ ــ ومنها بينا نَحْنُ عِنْدَهُ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ لَّهَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِيْ النَّخْلَةُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشَرَةٍ أَنَا أَحْدَثُهُمْ فَسَكَتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ . (للبخاری ٥٤٤٤)

روایات میں یہ بھی ہے: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے جب کھجور کا گودا لایا گیا پس آپ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے اس میں ایسی برکت ہے جیسی برکت مسلمان میں ہے تو مجھے گمان ہوا کہ آپ ﷺ کی مراد کھجور ہے، پس میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں کہوں کہ وہ کھجور ہے پھر میں نے دیکھا کہ میں دس افراد میں سے دسواں ہوں اور عمر میں سے سب سے چھوٹا ہوں پس میں خاموش رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کھجور ہے۔''

مفردات:...... بِجُمَّارِ کھجور کا گودا۔

٢٤٤ ـ عَنْ جَمِيْلَةَ أُمِّ وَلَدِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ كَانَ ثَابِتٌ إِذَا اَتَى اَنَسًا قَالَ يَا جَارِيَتِيْ هَاتِيْ لِيْ طِيْبًا اَمْسَحُ يَدِيْ فَإِنَّ ابْنَ أُمِّ ثَابِتٍ لاَ يَرْضٰى حَتّٰى يُقَبِّلَ يَدِيْ (رواه أبويعلى ٣٤٩٣)

ام جمیلہ جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ام ولد ہیں روایت کرتی ہیں: جب ثابت آتے انس رضی اللہ عنہ کے پاس تو انس رضی اللہ عنہ کہتے اے لڑکی! میرے لیے خوشبو لاؤ میں ہاتھ پر لگاؤں، ام ثابت کا بیٹا راضی نہ ہوگا جب تک میرا ہاتھ نہ چومے گا۔'' (موصلی)

٢٤٥ ـ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ صَالِحِيْنَ مُتَمَا سِكِيْنَ مَا أَتَا هُمُ الْعِلْمُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمِنْ أَكَابِرِهِمْ ، فَإِذَا أَتَا هُمْ مِنْ أَصَاغِرِهِمْ هَلَكُوْا . (للكبير ٨٥٨٩، والأوسط)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہمیشہ نیکوکار اور علم پر عمل کرنے والے لوگ تیار ہوتے رہیں گے جب تک وہ نبی کریم ﷺ کے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے علم حاصل کرتے رہیں گے اور جب اصاغر سے علم حاصل کریں گے تو پھر ہلاک ہوں گے۔'' (الکبیر اور الاوسط)

مفردات:...... مُتَمَاسِكِيْنَ تفاعل سے اسم فاعل ہے، فعل ناقص کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو تھامیں گے۔ اَكَابِرِهِم اس کا واحد اَكْبَرُ ہے، بڑے۔ اَصَاغِرِهِمْ اس کا واحد اَصْغَرُ ہے،

(٢٤١) بخاری: ٦١ مسلم: ٢٨١١ـ ترمذی: ٢٨٦٧ـ احمد: ٦٤٣٢ـ دارمی: ٢٨٢.

(٢٤٣) بخاری: ٥٤٤٤ـ مسلم: ٢٨١١ـ ترمذی: ٢٨٦٧ـ احمد: ٦٤٣٢ـ دارمی: ٢٨٢.

(٢٤٤) ابو یعلی: ٣٤٩٣ـ اور یہ غیر معروف ہے۔ ہیثمی: ٥٤٦.

(٢٤٥) طبرانی کبیر: ٨٥٨٩ـ طبرانی اوسط راوی توثیق شدہ ہیں۔ ہیثمی: ٥٦٩.

چھوٹے۔ هَلَكُوْا ماضی جمع مذکر غائب، وہ ہلاک ہوئے۔

شرح: ......اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹے سے علم نہ لیا جائے۔علم خواہ چھوٹے کے پاس ہو خواہ بڑے کے پاس ہو وہ تو حاصل کرنا چاہیے۔

چھوٹوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین میں یا علم حدیث میں اپنی رائے دیں۔ ابن مبارک کہتے ہیں چھوٹوں سے جوعلم لینے کی ممانعت آئی ہے وہ بدعتی لوگ ہیں، ان سے علم نہ لیا جائے۔

اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک آدمی سے فتویٰ پوچھا جاتا ہے، اس کے پاس اس کا علم نہیں، اگر یہ نادانی سے جواب دیتا ہے تو یہ ہلاکت ہے، بڑا وہ ہے جس سے فتویٰ پوچھا جائے تو اسے علم ہو وہ علم کے ذریعے اس کا جواب دے۔

اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جس آدمی نے فتویٰ دیا ہو اور اس کے پاس قرآن وسنت اور اجماع سے اصل موجود ہو تو یہ امام بھی ہے، امین بھی ہے اور پسندیدہ عالم ہے۔ اور جس کے پاس قرآن وسنت سے اصل نہ ہو یہ نہ تو امام ہے، نہ امین ہے اور یہ ایسا علم والا ہے جو خود بھی ہلاک ہو رہا ہے اور دوسرے کو بھی ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ (صحیح جامع العلم ص ۲۲۴)

٢٤٦۔ عَنْهُ رَفَعَهُ: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ الْعِلْمِ وَ طَالِبُ دُنْيَا . (لكبير بضعف)

ان ہی سے مرفوع روایت ہے: دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے علم طلب کرنے والا اور دنیا طلب کرنے والا۔" (الکبیر ضعیف ہے)

٢٤٧۔ وللاوسط بضعف عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعٌ لَا يَشْبَعْنَ مِنْ أَرْبَعٍ عَيْنٌ مِنْ نَظْرٍ ، وَاَرْضٌ مِنْ مَطَرٍ وَأُنْثٰى مِنْ ذَكَرٍ ، وَعَالِمٌ مِنْ عِلْمٍ .

الاوسط میں بسند ضعیف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار اشیاء چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں آنکھ دیکھنے سے، زمین بارش سے، مؤنث مذکر سے اور عالم علم سے۔"

٢٤٨۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلًا جَآءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ قَالَ: مَنْ جَمَعَ عِلْمَ النَّاسِ إِلٰى عِلْمِهٖ، وَكُلُّ صَاحِبِ عِلْمٍ غَرْثَانٌ . (للموصلی بضعف)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! سب لوگوں سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ فرمایا جس نے تمام لوگوں کا علم اپنے علم میں جمع کر دیا، ہر صاحب علم (علم کا) بھوکا ہوتا ہے۔" (موصلی سند ضعیف ہے)

٢٤٩۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(٢٤٦) طبرانی کبیر ضعیف ہے۔ یہ دارمی: ٣٣٤ پر بھی ہے۔
(٢٤٧) طبرانی اوسط اس میں عبدالسلام بن عبدالقدوس راوی قابل حجت ہی نہیں۔ هيثمی: ٥٧٣.
(٢٤٨) ابو یعلی موصلی نے بیان کی ہے، اس میں مسعدہ بن یسع راوی بہت ہی ضعیف ہے۔
(٢٤٩) طبرانی کبیر: ١١٧٠١۔ اس میں سعد بقال راوی ہے، یہ حدیث بیان کرنے میں کمزور ہے اور مدلس ہے، (ابوزرعہ) یہ ثقہ ہے۔ (ابواسامہ) ضعیف ہے۔ (شعبہ، بخاری، یحییٰ بن معین) اس کے علاوہ راوی توثیق شدہ ہیں۔ هيثمی: ٠٦٥۔ رجحان ضعیف کا ہی ہے۔

قَالَ: تَنَاصَحُوْا فِی الْعِلْمِ ، فَإِنَّ خِيَانَةَ أَحَدِكُمْ فِیْ عِلْمِهٖ أَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهٖ فِیْ مَالِهٖ ، وَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (للكبير: بضعفا ١١٧٠)

نے ارشاد فرمایا: علم میں خیر خواہی ملحوظ رکھو، تم میں ایک آدمی کا علم میں خیانت کرنا مال میں خیانت کرنے سے زیادہ بدتر ہے اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سوال کرے گا۔'' (الکبیر ضعیف ہے)

٢٥٠ ۔ عَنْ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ: كَانَ إِذَا أَتَاهُ صَاحِبُهٗ قَالَ: تَدَارَسُوْا وَأَبْشِرُوْا وَزِيْدُوْا زَادَكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا وَأَحَبَّكُمْ وَأَحَبَّ مَنْ يُحِبُّكُمْ ، رُدُّوْا عَلَيْنَا الْمَسَائِلَ فَإِنَّ أَجْرَ آخِرِهَا كَأَجْرِ أَوَّلِهَا ، وَاخْلِطُوْا حَدِيْثَكُمْ بِالْإِسْتِغْفَارِ . (رواه الطبرانی فی الكبير)

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کا کوئی رفیق حاضر ہوتا تو وہ کہتے: علم پڑھو اور پھیل جاؤ اور علم بڑھاؤ، تمہیں اللہ زیادہ علم دے گا اور تم سے محبت کرے گا اور جو تم سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بھی محبت کرے گا۔ مسائل ہم پر دوبارہ پیش کیا کرو، اس کا دوسرا اور آخری بار ذکر کرنا اجر و ثواب کے لحاظ سے اول بار بیان کرنے جیسا ہے اور تم اپنی باتوں کو استغفار سے ملادو۔ (الکبیر)

مفردات: ...... تَدَارَسُوا تفاعل سے امر جمع مذکر حاضر، آپس میں پڑھائی جاری رکھو۔ وَزِيْدُوا امر جمع مذکر حاضر، اضافہ کرو۔ وَاُحِبُّكُمْ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں محبت رکھتا ہوں۔ رُدُّوْا امر جمع مذکر حاضر لوٹاؤ۔ آخِرِهَا ان مسائل میں سے۔ وَاَخْلِطُوْا امر جمع مذکر حاضر ہے، ملاؤ۔

شرح: ...... حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ صحابی تھے، ان کے ہاں جب بھی کوئی شاگرد علم حاصل کرنے کے لیے آتا تو اسے آپس میں علم کی تکرار کرنے کا حکم دیتے۔ کیونکہ مذاکرے سے علم تازہ رہتا ہے اور محفوظ رہتا ہے۔

٢۔ علم دین کے لیے آنے والوں کو خوشخبری دی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے۔ جس طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جو طلب علم کے لیے آتا تو اسے کہتے مرحبا! یہ ہمیں رسول اکرم ﷺ نے وصیت کی تھی کہ ہم تمہارے جیسے طالبان علم کے لیے مجالس کشادہ رکھیں اور حدیث سمجھائیں۔ (صحیح جامع بیان العلم ص ٢١٣)

٣۔ علم میں اضافے کی ترغیب دلائی ہے اور دعائے خیر کی ہے، یہ تو ارشاد ربانی بھی ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ١١٤) ''کہہ دو، میرے رب میرے علم میں اضافہ کردو۔'' سارے انسانوں کا علم جن کے علم کے مقابلے میں معمولی ہے، ایسی ہستی کو بھی یہ حکم ہو رہا ہے کہ علم میں اضافہ کی دعا کریں، کیونکہ علم سراپائے خیر ہے اور خیر جتنی بھی زیادہ ہو وہ کم ہے۔

٤۔ شاگردوں کو یہ حکم بھی دیتے تھے کہ مسائل پوچھا کریں اور کسی مسئلہ کو چھوٹا تصور نہ کریں، حصولِ ثواب کے

(٢٥٠) طبرانی کبیر، راوی توثیق شدہ ہیں۔ ھیثمی: ٧٣٥.

لیے تمام برابر درجہ رکھتے ہیں۔

۵۔استغفار سے چونکہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اس نیک کام کے باوجود کہ علم دین بیان کرنا ہے اوراحادیث رسول کوشب وروز دہرانا ہے، اس میں کمی ہوسکتی ہے، اس کوتاہی کا زنگ اتارنے کے لیے استغفار کی وصیت فرمادی۔

۲۵۱ ــ عَـنْ اَبِـی نَضْرَةَ قَالَ: کَانَ أَبُوْسَعِیْدٍ یَـقُـوْلُ: تَحَدَّثُوْا فَإِنَّ الْحَدِیْثَ یُذَکِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا (رواه الْطبرانی فی لأوسط)

ابونضرہ نے کہا: ابوسعید کہا کرتے تھے: حدیث بیان کیا کرو اس لیے کہ حدیث بعض کو یاد کرا دیتی ہے۔(الاوسط)

مفردات: ...... تَحَدَّثُوْا، تفعُّل سے امر جمع مذکر حاضر، حدیث بیان کرو۔ یُذَکِّرُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، یاد دلاتی ہے۔

شــــرح: ......اس قول میں بھی یہی تاکید ہے کہ علم حدیث بیان کرتے رہیں تو بھولی ہوئی احادیث بھی یاد آجاتی ہیں یا حدیث کا جو حصہ بھول گیا ہوتا ہے، وہ یاد آجاتا ہے۔

۲۵۲ ـ عَنْ أَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْ کَانَ یُقْرِئُنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُـمْ کَانُوْا یَقْتَرِئُوْنَ مِنْهُ ﷺ عَشَرَ آیَاتٍ فَلاَ یَـاْخُذُوْنَ فِی الْعَشْرِ الأُخْرَی حَتّٰی یَعْلَمُوْا مَـا فِیْ هٰذِهٖ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ فَتَعَلَّمْنَا الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ . (رواه أحمد: ۲۲۹۷۱)

ابوعبد الرحمٰن السلمی رحمہ اللہ نے کہا: ہم سے نبی کریم ﷺ کے اس صحابی نے بیان کیا جو ہمیں پڑھایا کرتا تھا کہ وہ لوگ نبی ﷺ سے دس آیات کا سبق لیتے اور اگلی دس آیات حاصل نہ کرتے یہاں تک کہ اولاً پہلی دس آیات میں جو علوم پنہاں ہوتے ان کو حاصل کر لیتے تھے اور کہا کہ ہم نے علم بھی سیکھا اور عمل بھی۔(احمد)

مفردات: ...... یَقْتَرِءُ وْنَ افتعال سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، پڑھتے ہیں۔ فَتَعَلَّمْنَا تفعل سے ماضی جمع متکلم، ہم نے سیکھا۔

شــــرح: ......اس قول میں علم پر عمل کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ اتنا اچھا دور تھا کہ لوگ جتنا علم پڑھتے ساتھ ہی اسے عملی دنیا میں لے آتے، کیونکہ علم و عمل آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ نفع بخش علم اور عمل صالح دونوں ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ (الفتح: ۲۸)

(۱۵۱) طبرانی اوسط، رجاله رجال الصحیح۔ هیثمی: ۷۳۶.

(۱۵۲) احمد: ۲۲۹۷۱۔ اس میں عطاء بن سائب آخر عمر میں خلط ملط کرتے تھے۔ هیثمی: ۷۵۳.

انتباہ: اگرچہ اس میں معمولی ضعف ہے لیکن جو نمبر ۲۵۳ آرہی ہے وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ اس لیے ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ (گوندلوی)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔''

علامہ سعدی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((اَلْهُدٰى اَلَّذِىْ هُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ الَّذِىْ يَهْدِىْ مِنَ الضَّلَاةِ وَ يُبَيِّنُ طُرُقَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ . وَ دِيْنِ الْحَقِّ وَ هُوَ الْعَدْلُ وَالْاِحْسَانُ وَالرَّحْمَةُ...... و وَهُوَ كُلُّ عَمَلٍ مُزَكٍّ لِلْقُلُوْبِ مُطَهِّرًا لِّلنُفُوْسِ مُرَبِّ لِلَاَخْلَاقِ مُعْلٍ لِلْاَقْدَارِ .)) (تيسير ص ١١٠٧)

''الھدیٰ، سے مراد وہ نفع آور علم ہے جو ضلالت کی جگہ ہدایت کی راہنمائی کرتا ہے اور خیر وشر کی راہوں میں امتیاز کرتا ہے۔ اور دین حق سے مراد ہے، عدل واحسان اور رحمت سے بھرپور دین، یعنی ہر ایسا عمل جو دلوں کا تزکیہ، نفوس میں طہارت اور اخلاق میں بلندی اور انسانی قدروں میں اعلیٰ پن پیدا کرے۔''

مختصر دیکھیں تو لوگوں کی تین اقسام بنتی ہیں: (۱) اہل علم اور باعمل (۲) اہل علم اور بےعمل (۳) اہل علم اور بےعمل۔

(۱) جو لوگ اصحاب علم وعمل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام اور صالح کردار لوگوں کے ساتھ مقام عطا فرمائیں گے۔ (۲) جو اصحاب علم ہیں اور عمل نہیں کرتے یہ ان لوگوں میں ہوں گے جن پر غضب الٰہی ہوگا۔ (۳) جو اصحاب عمل ہیں اور علم نہیں رکھتے یہ گمراہ ہیں۔

۲۵۳ ــ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَقَدْعِشْتُ بُرْهَةً مِـنْ دَهْرِىْ، وَإِنَّ أَحَدَنَا يُؤْتَى الْإِيْمَانَ قَبْلَ الْـقُـرْآنَ، وَتَـنْزِلُ السُّوْرَةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَتَـعَـلَّـمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا، وَمَا يَنْبَغِىْ أَنْ يَـقِفَ عِـنْـدَهٗ مِـنْهَـا، كَـمَـا تَعْلَمُوْنَ أَنْتُمُ الْـقُرْآنَ . ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يُؤْتٰى أَحَدُهُمُ الْـقُـرْآنَ قَبْـلَ الْإِيْمَان، فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَةِ الْـكِتَـابِ إِلٰـى خَـاتِـمَتِـهٖ مَـايَدْرِىْ مَاآمِرَهٗ وَلَازَاجِرَهٗ، وَمَا يَنْبَغِىْ أَنْ يَقِفَ عِنْدَهٗ مِنْهُ، وَيَـنْـثُـرُهٗ نَثْـرَالـدَّقْـلِ . (رواه الـطبرانى فى الأوسط)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں ایک عرصہ تک اس حال میں رہا کہ ہم میں سے ہر شخص کو قرآن سے پہلے ایمان دیا جاتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ پر جب سورت نازل ہوتی تو اس کے بعد حلال اور حرام کو سیکھتے تھے اور مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس سے صرف سورت لے کر اٹھ کھڑے ہوں جیسے تم آج کل قرآن پڑھتے ہو، پھر میں نے دیکھا کہ ایک مرد کو پہلے قرآن سکھایا اور پھر ایمان دیا جاتا ہے اور وہ فاتحہ سے آخر قرآن پڑھتا ہے اور اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو کیا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ انسان قرآن پڑھ کر اٹھ جائے اور ردی کلام کی طرح صرف پڑھ ڈالے۔'' (الاوسط)

مفردات: ...... عِشْتُ واحد متکلم ماضی میں زندہ رہا۔ بُرْهَةً تھوڑی دیر وَلَا زَاجِرُهٗ اس کو روکنے والا ہے۔

(۲۵۳) طبرانی اوسط اور کبیر، راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ہیثمی: ۷۵۵.

یَنْثُرُہٗ بکھیرتا ہے۔ اَلدَّقْلِ ردی کھجوروں کی مانند بکھیرنا۔

شرح: ......قرآن سے پہلے ایمان کا مطلب ہے کہ ہمارا قرآن پاک پر مکمل یقین ہوتا تھا۔ اس لیے جب بھی کوئی ایسی سورت نازل ہوتی جس میں حلال یا حرام بات کے متعلق آگاہ کیا جاتا تو ہم اس کے مطابق عمل کرتے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے۔ اسی طرح سورت پر غور کرتے اور عمل کرتے جس طرح تم فقط الفاظ قرآنی پڑھتے ہو۔ اور قرآن ایمان سے پہلے پڑھنے کا مطلب ہے کہ تم صرف پڑھتے، ہو اس پر غور نہیں کرتے کہ قرآن کیا حکم دے رہا ہے اور کس چیز سے روک رہا ہے، تم ٹھہر کر غور نہیں کرتے بس کھجوریں بکھیرنے کی مانند تیز روی سے پڑھتے جاتے ہو۔

یہ تو تقریباً ڈیڑھ ہزار پہلے کی بات ہے۔ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے دور کو دیکھتے تو نہ جانے کتنا زیادہ افسردہ ہوتے۔ اللہ کریم ہمیں قرآن پاک کے بے مثال خزینہ سے مالا مال کر دے۔

٢٥٤۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِيْ يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ فِيْ صِغَرِهٖ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ، وَمَثَلُ الَّذِيْ يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ فِيْ كِبَرِهٖ كَالَّذِيْ يَكْتُبُ عَلَى الْمَآءِ (رواہ طبرانی فی الکبیر بضعف)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جو چھوٹی عمر میں علم حاصل کرتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو پتھر پر نقش ونگاری کرتا ہے اور جو شخص بڑھاپے میں علم سیکھتا اس شخص کی مانند ہے جو پانی پر لکھ رہا ہو۔“ (الکبیر ضعیف ہے)

٢٥٥۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُ الَّذِيْ يَسْمَعُ الْحِكْمَةَ فَيُحَدِّثُ بِشَرِّ مَا يَسْمَعُ، مِثْلَ رَجُلٍ أَتٰى رَاعِيًا فَقَالَ: يَارَاعِيْ أَجْزِرْنِيْ شَاةً مِنْ غَنَمِكَ، فَقَالَ اِذْهَبْ فَخُذْ بِأُذُنِ خَيْرِهَا شَاةً، فَذَهَبَ فَأَخَذَ بِأُذُنِ كَلْبِ الْغَنَمِ (رواه أبويعلى بضعف)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جو حکمت کی بات سنتا ہے اور پھر بری طرح اس کو بیان کرتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرد گلہ بان کے پاس گیا اور اس کو کہا: مجھے ایک بکری پکڑ کر دیدے اور اس نے کہا: تو خود ہی اچھی بکری چن کر اس کو کان سے پکڑ لا۔ وہ گیا اور بکریوں کے کتے کا کان جا پکڑا۔“ (الموصلی سند ضعیف ہے)

٢٥٦۔ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص اس لیے علم حاصل کرے تاکہ اس کے ساتھ علماء سے مناظرے کرتا پھرے یا

(٢٥٤) طبرانی کبیر اس میں مروان بن سالم شامی ہے۔ بخاری، مسلم اور ابو حاتم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
(٢٥٥) ابو یعلیٰ: اس میں علی بن زید ضعیف ہے، یہ حجت کے قابل بھی ہے یا کہ نہیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ هیثمی (٥٣٦)
(٢٥٦) ترمذی: ٢٦٥٤۔ حسن ہے۔ البانی: ٢١٣٨.

بِهِ السُّفَهَاءَ اَو يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ . (رواه الترمذی ٢٦٥٤)

بے وقوفوں کو دکھاتا رہے اور لوگوں کے چہرے اپنی جانب متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈال دیگا۔"

مفردات: ...... لِيُجَارِيَ مفاعلہ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب لام کئ نے نصب دیا ہے۔اپنے علم کے اظہار اور ریا کاری کے لیے جھگڑے۔لِيُمَارِيَ مفاعلہ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، یعنی شک ڈالنے کے لیے کم عقلوں سے مباحثہ کرنا۔يَصْرِفَ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ان ناصبہ نے نصب دیا ہے جو اَوْ کے بعد ہے، لوگوں کو علم کے زور پر اپنی جانب مائل کرنا۔

شرح: ......اس میں ترغیب ہے کہ علم دین بھی ایک عبادت ہے اس میں اخلاص رہے اور رضائے الٰہی کے لیے اسے حاصل کیا جائے۔اگر علم کا مقصد یہ ہو کہ میں علماء کو مات دکھاؤں اور ضعیف العقل لوگوں کو شک میں مبتلا کروں تا کہ میرا علمی دباؤ رہے، شہرت ہو، جاہ ومنصب ملے، مال ودولت ہاتھ آئے تو یہ سامانِ دوزخ ہے۔سزا کے بعد اللہ چاہے تو معاف کردے، چاہے عذاب میں مبتلا رکھے یہ اس کا معاملہ ہے۔(مرعاۃ:۱/ ۳۲۵)

٢٥٧ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَيْرِ اللّٰهِ أَوْ أَرَادَبِهِ غَيْرَاللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (رواه الترمذی ٢٦٥٥)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کے لیے علم حاصل کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔"

٢٥٨ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِوَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَبِي يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُوْنَ فَبِيْ حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلٰى أُوْلٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا (رواه الترمذی، ٢٤٠٤)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو دنیا کو دین سے جوڑ دیں گے، وہ لوگوں کے لیے نرمی ظاہر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے، ان کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی اور ان کے دل بھیڑیوں کی مثل ہوں گے۔اللہ فرماتا ہے: کیا وہ میرے ذریعے دھوکہ دیتے ہیں یا میرے اوپر جرأت کرتے ہیں پس میں اپنی قسم کھاتا ہوں میں ان پر ان ہی کے ہاتھوں ایسا فتنہ بپا کروں گا، جس سے تحمل مزاج انسان بھی حیران ہو کر رہ جائے گا۔"

٢٥٩ ـ عَنْ مُجَاهِدٍقَالَ:طَلَبْنَا هٰذَا الْعِلْمَ

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے جب علم حاصل کیا تو اس وقت

(٢٥٧) ترمذی: ٢٦٥٥ـ ابن ماجہ: ٢٥٨ـ ضعیف البانی: ٤٩٨ـ اوپر ٢٥٦ والی حدیث کا مفہوم اس کے مفہوم کی تائید کرتا ہے۔
(٢٥٨) ترمذی: ٢٤٠٤ـ ضعیف جداً، بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔البانی: ٤٢١.

وَمَا لَنَا فِيْهِ كَبِيْرُ نِيَّةٍ ثُمَّ رَزَقَ اللّٰهُ بَعْدُ فِيْهِ النِّيَّةَ ، (رواه الدارمی ٣٥٩)

ہماری نیت اچھی نہیں تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بعد میں اچھی نیت عطا کر دی۔ (الدارمی)

مفردات: ...... طَلَبْنَا ماضی جمع متکلم، ہم نے طلب کیا۔ مَا نہیں۔ فِيْهِ اس علم میں۔

شرح: ......اس میں علم دین کی تاثیر بیان کی گئی ہے کہ اگر اسے بغیر کسی نیت کے ویسے ہی حاصل کرنا شروع کر دیا جائے تو یہ علم نیت نیک کر دے گا کیونکہ عطار کے قریب سے خوشبو ہی آتی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتے ہیں، میں نے انہیں بخش دیا تو فرشتے کہتے ہیں: اللہ کریم! ایک آدمی راہ گزرتے وہاں بیٹھ گیا تھا وہ قصداً شامل نہیں ہوا۔ اس کا حکم کیا ہے؟ فرمایا: یہ ذکر کرنے والے میرے ایسے خوش نصیب بندے ہیں، ان کے قریب بیٹھنے والا بھی سعادت سے محروم نہیں رہتا۔ میں نے اسے بھی بخش دیا ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب الذکر فصل نمبر ۱)

٢٦٠ ـــ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَا صَنَعَ قَوْمُهُ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يَلْقِ الأَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوْا أَلْقَى الأَلْوَاحَ . (رواه أحمد ، ٢٤٤٣ ، وللبزار والكبير والأوسط)

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اس کی قوم نے بچھڑا معبود بنا کر پوجا ہے تو انہوں نے تختیاں نہیں ڈالیں اور جب آنکھوں سے قوم کا فعل دیکھا تو تختیاں پھینک دیں اور وہ ٹوٹ گئیں۔'' (احمد، بزار، الکبیر اور الاوسط)

مفردات: ...... كَالْمُعَايَنَةِ یہ مفاعلہ سے مصدر ہے، آنکھوں سے دیکھنا۔ العِجْلِ گائے کا بچہ۔ فَلَمْ يُلْقِ افعال سے نفی جحد واحد مذکر غائب، نہ ڈالا۔ مَا جو۔ صَنَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب، جو انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی۔

شرح: ...... یہ فارسی مقولہ کا بدل ہے، شنیدہ کے بود مانند دیدہ، دیکھی سنی میں فرق ہوتا ہے، اس کی مثال یہاں بیان ہوئی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کرتے ہیں اور خود کوہِ طور پر تورات لینے چلے جاتے ہیں۔ بعد میں سامری نے سونے کا بچھڑا بنا دیا اور قوم کو اس کی عبادت میں لگا دیا، حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو بہت روکا مگر وہ تو خطرناک ثابت ہوئی، ان کو قتل کرنے کے در پے ہوگئی، حضرت ہارون علیہ السلام خاموش رہے کہ بھائی کی عدم موجودگی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو واپس آ کر حالات سے آگاہی ہوئی تو شدید غصہ میں آ گئے، بھائی کو

(٢٥٩) دارمی : ٣٥٩۔ دارمی کے محقق نے اس کی سند پر خاموشی اختیار کی ہے۔

(٢٦٠) احمد: ٢٤٤٣۔ بزار، طبرانی کبیر اور اوسط رجاله رجال الصحيح، وصححه ابن حبان هيثمی : ٦٨٧ .

بالوں سے پکڑ لیا اور تورات والی تختیاں زمین پر پھینک دیں۔ جب ان کا معقول عذر سنا تو پھر چھوڑ دیا اور قوم کو غضب الٰہی کی وعید سنائی جوان پر آیا بھی۔ غصہ ٹھنڈا ہوا تو وہ تختیاں پکڑ کر جوڑ دیں اور اس کے مطابق قوم کو چلایا، وہ بچھڑا جلا کر دریا برد کر دیا۔

حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ قوم کی حالت دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو اثر ہوا وہ کیفیت پہلے نہ تھی، یہ تفصیلات سورۂ اعراف، آیت ۱۴۷ تا ۱۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ اس حدیث میں علم قرآن وحدیث یا دیگر باتوں میں گہری تحقیق کا درس دیا گیا ہے۔ بغیر تحقیق قدم اٹھانے سے نقصانات ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝﴾ (الحجرات: ٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو یہ نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ اور پھر تم پشیمان ہو جاؤ۔'' اس آیت میں بھی دلیل ہے کہ سچے کی بات قبول کرو اور جھوٹے کی بات رد کر دو۔

۲۶۱۔ قَالَ جُنْدُبٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُ الَّذِيْ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ، وَيَنْسٰى نَفْسَهٗ، كَمَثَلِ السِّرَاجِ يُضِيْءُ لِلنَّاسِ، وَيَحْرِقُ نَفْسَهٗ. (للكبير ۱۰۱۹۷ مطولا)

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دے اور اپنے نفس کو بھول جائے اس کی مثال اس چراغ کی مانند ہے جو لوگوں کے لیے روشنی دینے کے لیے اپنی جان جلاتا ہے۔'' (الکبیر کی طویل روایت سے ہے)

مفردات: ...... يُعَلِّمُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، تعلیم دیتا ہے۔ وَيَنْسٰى، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بھول جاتا ہے۔ السِّرَاج دیا۔ اس کی جمع سُرُجٌ ہے۔ يُضِيْءُ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، روشن کرتا ہے۔ يُحْرِقُ مضارع معلوم افعال سے واحد مذکر غائب، جلاتا ہے۔

شرح: ...... اس قول کی وضاحت اس آیہ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝﴾ (البقرة: ٤٤)

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو اور تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

---

(٢٦١) طبرانی کبیر: ١٠١٩٧۔ رجاله موثقون، هیثمی: ٨٧١.

اس میں بدعمل علماء کے لیے سخت ترین ڈانٹ ہے جو قیامت تک باقی رہے گی۔ اسی طرح سورۃ الصّف میں بھی فرمان ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف: ٢۔ ٣)

''اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ناراضی ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔''

ایک عالم دین کو خصوصاً اور ہر ایک مسلمان کو عموماً انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقہ اپنانا چاہیے، دیکھیں حضرت شعیب علیہ السلام قوم سے صاف کہتے ہیں، جب وہ انہیں اپنے دین میں آنے کی دعوت دیتی ہے۔

﴿وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ (ھود: ٨٨)

''میں نہیں چاہتا کہ جس چیز سے میں تمہیں منع کرتا ہوں وہ خود کروں۔''

ایک مرفوع حدیث میں آتا ہے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک آدمی کو لا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر پڑی ہوں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، دوزخ والے اس کے پاس اکٹھے ہوں گے اور وہ کہیں گے: بھائی تیرا کیا معاملہ ہے، تو تو ہمیں اچھائی کا حکم دیا کرتا تھا اور برائی سے روکا کرتا تھا۔ وہ کہے گا، میں تمہیں اچھائی کا حکم دیتا تھا خود اسے نہ کرتا تھا اور برائی سے تمہیں روکتا تھا اور وہ خود کرتا تھا۔'' اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ چھوٹی موٹی کوتاہی ہو تو آدمی اس وجہ سے دوسرے کو نہ روکے کہ یہ کوتاہی مجھ میں موجود ہے نہیں بلکہ اس کوتاہی سے روکنا چاہیے۔ اس طرح دونوں کی اصلاح ممکن ہے اگر نیکی ہو تو اس کا حکم دینا چاہیے۔ اگر یہ مطلب ہی لیے رکھیں کہ یہ نیکی میں نے نہیں کی اس لیے میں بتا بھی نہیں سکتا تو پھر نیکی کا حکم تو ختم ہو جائے گا۔ بہرصورت نیکی کا حکم دینا اور خود برائی کرتا یہ ڈانٹ مدنظر رہے۔ (صحیح جامع بیان العلم وفضلہ ص ٢٥١)

٢٦٢۔ عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَظْهَرُ الْإِسْلَامُ حَتَّى يَخْتَلِفَ التُّجَّارُ فِي الْبَحْرِ وَحَتَّى يَخُوْضَ الْخَيْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، يَقُوْلُوْنَ مَنْ أَقْرَأُنَا؟ مَنْ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام غالب آئے گا یہاں تک کہ تاجر لوگ سمندر میں آ جائیں اور یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو دنے لگیں گے۔ پھر ایک قوم ظاہر ہو گی جو قرآن پڑھے گی لوگوں سے کہیں گے ہم سے زیادہ قاری کون ہے؟ ہم سے زیادہ عالم

(٢٦٢) طبرانی اوسط، اور بزار۔ بزار کے راوی ثقہ ہیں۔ ہیثمی: ٨٧٧.

أَعْـلَمُ مِنَّا؟ مَنْ أَفْقَهُ مِنَّا؟ ثُمَّ قَالَ لِأَ صْحَابِهٖ: هَلْ فِيْ أُوْلَٰئِكَ مِنْ خَيْرٍ! قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أُوْلَٰئِكَ مِنْكُمْ، مِنْ هٰذِهِ الْأُ مَّةِ، وَأُوْلَٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ. (للأوسط، والبزار)

کون ہے؟ اور ہم سے زیادہ فقیہ کون؟ پھر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا: کیا ان لوگوں میں خیر اور بھلائی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ لوگ تم میں اور اسی امت میں سے ہوں گے اور وہ لوگ آگ کا ایندھن ہوگے۔'' (الاوسط اور بزار)

مفردات: ...... يَـظْهَرُ، مَنَعَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ظاہر ہوتا ہے۔ حَتّٰى يَخْتَلِفَ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، آنا جانا۔ التُّجَّارُ اس کا واحد التَّاجِرُ ہے، تجارت پیشہ لوگ۔ حَتّٰـى يَخُوْضَ نَـصَـرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب۔ اَنْ پوشیدہ ہے جس نے نصب دیا ہے، گھس جانا۔ مَنْ موصول ہے، کون۔ اَقْرَءُ یہ مَنَعَ سے اسم تفضیل ہے، زیادہ پڑھا ہوا۔ اَفْقَهُ یہ بھی اسم تفضیل ہے، زیادہ فقاہت والا۔ وَقُوْدٌ ایندھن۔

شـرح: ......اس حدیث مبارک میں اخلاص کی تاثیر بیان ہوئی ہے کہ اس اخلاص پر استوار ہونے والی اسلام کی بنیاد اس قدر بلند و بالا ہوگی کہ اس کی شان کا مینارہ ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اور اس اسلام کی برکات بر و بحر اور خشک وتر میں نمایاں ہوں گی۔ سمندر میں تجارت ہو رہی ہوگی اور اتنی وسعت یہ دین اختیار کر چکا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے والے گھوڑوں کی ٹاپیں صرف خشکی پر ہی اپنی آہٹ پیدا نہیں کریں گی، بلکہ یہ گھوڑے اسلام کی سرفرازی کا پیغام سمندروں کی دلدل میں لے کر گھس رہے ہوں گے۔ الغرض اسلامی تعلیمات سے زمانہ منور ہوگا اور دنیا پر ان کا غلبہ ہوگا۔

۲۔ پھر اس اخلاص کے آفتاب کو جب تکبر، شہرت اور اپنی علمی برتری اور تفوق کا گرہن لگ جائے گا کہ میں سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہوں، میں سب سے زیادہ عالم ہوں، میں سب سے زیادہ فقیہہ ہوں تو پھر اس امت کے یہ ریا کار دوزخ کا ایندھن ثابت ہوں گے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑی عبرت ہے جو نہ تو اچھی طرح طہارت، نماز وغیرہ ادا کر سکتے ہیں اور نہ درست طور پر آیت یا حدیث کی تلاوت کر سکتے ہیں، انہیں سمجھنا تو دور کی بات ہے مگر اپنے علم پر انہیں بہت فخر ہے اور ایک ایک جگہ پر بیٹھ کر بے دریغ سوالوں کے جواب دیتے جاتے ہیں اور پتہ کچھ بھی نہیں، یہ لوگ بہت بڑا المیہ ہیں۔

اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں اگر چہ بہت کم تعداد میں ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر علم سیکھتے ہیں۔ علم ان میں خشیت الٰہی، اور تواضع پیدا کرتا ہے اور یہی اصل عالم ہیں۔

۲۶۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَهْـلَ الْـعِـلْـمِ صَانُوْا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اگر اہل علم اپنے علم کو بچائیں اور حفاظت کریں اس کو علم کے قابل لوگوں کے پاس

(۲۶۳) ابن ماجه: ۲۵۷۔ موقوف حصہ ضعیف ہے۔ البانی: ۵۳۔ مرفوع حصہ حسن ہے۔

أَهْـلِهِ لَسَادُوْابِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لأَهْـلِ الـدُّنْيَـا لِيَنَالُوْا بِهِ مِنْ دُنْيَا هُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ:مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَـنْ تَشَـعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِي أَحْوَالِ الـدُّنْيَـا لَـمْ يُبَـالِ اللّٰـهُ فِـي أَيِّ أَوْ دِيَتِهَـا هَلَكَ . (رواه إبن ماجة:٢٥٧ ، بضعف)

رکھیں تو اپنے زمانے کے سردار بن جائیں۔لیکن اہل علم اگر علم کو اہل دنیا کے پاس رکھیں تا کہ اس کے بدلے دنیا داروں کی دنیا حاصل کریں تو پھر یہ ان کے اوپر اپنے آپ کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا:''جس شخص نے اپنے تمام تفکرات کو ایک ہی فکر یعنی فکر آخرت میں ڈھال لیا، اللہ اسے دنیا کے تفکرات سے بچا لیتا ہے اور جس کو حالات دنیا کے غم وتفکرات مختلف گھاٹیوں میں لے جائیں تو اس کی اللہ تعالیٰ کوئی پروانہیں کرتا کہ وہ دنیا کی گھاٹیوں میں سے کس گھاٹی میں ہلاک ہوتا ہے۔'' (ابن ماجہ،ضعیف)

مفردات:...... اَلْهُمُوْمَ اس کا واحد هَمٌّ ہے۔غم،فکر۔ كَـفَاهُ ماضی واحد مذکر غائب،ضمیر مفعول بہ ہے، اسے کفایت کرے گا۔ تَشَعَّبَتْ تفعل سے ماضی معلوم واحد مونث غائب، پھیل گئے۔ لَمْ يُبَالِ مفاعلہ سے نفی جحد واحد مذکر غائب، اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتے۔ اَوْدِيَتِهَـــا اس کا واحد وَادٍ ہے،ضمیر دنیا کی جانب لوٹتی ہے۔اس کی وادیوں میں۔ وَقَعَ ماضی واحد مذکر غائب، گرا۔

شرح: ......ا۔ یہ حدیث ایک حصہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول پر مشتمل ہے، دوسرا حصہ نبی ﷺ کی حدیث کا ہے۔ اگرچہ بعض ائمہ نے صحابی والے حصہ کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس کا مطلب صحیح ہے جیسا کہ بارہا اوپر گزرا ہے کہ علم کی حفاظت سے بلندی حاصل ہوتی ہے اور زمانے کی سیادت ملتی ہے اور دنیا طلبی کے لیے علم کا حصول ذلیل کر دیتا ہے۔

۲۔ باقی مرفوع حدیث کی وضاحت ابن ماجہ میں بھی آتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروان کے پاس سے باہر آتے ہیں، دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے دل میں کہا، مروان نے حضرت زید کو اپنے پاس کچھ پوچھنے کے لیے بلایا ہے، میں نے حضرت زید سے کہا: مروان نے کس لیے بلایا تھا؟ انہوں نے کہا: مروان نے اس غرض سے ہمیں بلایا تھا کہ ہم اسے وہ احادیث سنائیں جو ہم نے رسول اکرم ﷺ سے سن رکھی ہیں تو میں نے انہیں یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهٗ فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ ، وَجَعَلَ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَـا كُتِـبَ لَـهٗ وَمَنْ كَانَتْ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهٗ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ . (ابن ماجه ٤١٠٥)، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، اسناده صحيح ورجاله ثقات (بوصيرى)

''جس کا عزم وارادہ اور فکر ہی دنیا کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات منتشر کر دیتے ہیں اور ہمہ وقت فقر وفاقہ اس کی نگاہوں کے سامنے چھایا رہتا ہے۔ اور دنیا پھر بھی اتنی ہی حاصل ہوگی جو اس کے لیے لکھی گئی ہے اور جس کا ارادہ اور نیت آخرت کے سنوارنے کے لیے ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو یکجا کر دیتے ہیں اور اس کے دل کو غنا اور مالداری کا مخزن بنا دیتے ہیں اور دنیا مطیع ہو کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے۔''

٢٦٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِی سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّيْنِ وَيَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَأتِی الأُمَرَاءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَا هُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلاَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لاَ يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِإِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لاَ يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلاَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَاحِ كَأَنَّهُ يَعْنِی الْخَطَايَا. (رواه إبن ماجة: ٢٥٥)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' کچھ لوگ میری امت میں سے دین کی سمجھ حاصل کریں گے، وہ قرآن بھی پڑھیں گے اور کہیں گے ہم امراء واغنیاء کے پاس جاتے ہیں اور ان کی دنیا میں سے حاصل کرتے ہیں اور ہم اپنا دین ان سے بچا کر رکھیں گے پھر ایسا نہ ہوگا، جیسے کانٹے دار درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ان کے قرب سے کچھ حاصل نہ ہوگا مگر محمد بن الصباح نے کہا: سوائے گناہوں کے۔

شرح: ...... لیکن ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ اَتَی السُّلْطَانَ اُفْتُتِنَ (صحیح جامع بیان العلم ص۲۳۴) ''جو بادشاہ کے پاس آیا وہ فتنہ میں پڑ گیا۔''

فتنے میں پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کی عیش پرستی سے متاثر ہو کر جو اللہ تعالیٰ نے اسے علم کی نعمت سے نوازا ہے اسے حقیر تصور کرے گا اور اس کی جانب داری کی طرف میلان ہو سکتا ہے، جس سے ان کے ظالمانہ کام اور برے افعال پر انکار ممکن نہ ہوگا، یہ بھی بڑا فتنہ ہے۔

٢٦٥۔ عَنْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّهُ سَيَأْتِی نَاسٌ يُجَادِلُوْنَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فَإِنَّ أَصْحَابِ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ . (رواه الدارمی: ١١٩)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عنقریب کچھ لوگ تمہارے پاس آ کر قرآن مجید کے مشابہات کے ساتھ مجادلہ اور جھگڑا کریں گے تو تم حدیث کے ساتھ ان کو گرفت میں لے لیا کرو اس لیے کہ اصحاب سنت ہی اللہ کی کتاب کو زیادہ جانتے ہیں۔'' (دارمی)

مفردات: ...... سَيَأْتِی سین مستقبل کے لیے ہے، مضارع معلوم واحد مذکر غائب يُجَادِلُوْنَكُمْ مفاعلہ سے

(٢٦٤) ابن ماجه: ٢٥٥۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٥١.

(٢٦٥) دارمی: ٢٢١، جامع بیان العلم: ١٧٠١، الفقيه و المتفقه: ٦٠٨.

مضارع معلوم جمع مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، وہ تم سے جھگڑا کریں گے، بِـالسُّـنَنِ اس کا واحد سُنَّۃٌ ہے، سنتوں کے ذریعے۔

شــرح: ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں بڑی دروس بات بیان ہوئی ہے، جو کہ آج بھی پوری ہو رہی ہے۔ بعض لوگ قرآن پاک کے ذریعہ اپنے غلط مطالب اور مسالک کو ثابت کرتے ہیں، جب کہا جائے حدیث کی روشنی میں اس کا یہ مطلب ہے تو اسے تسلیم نہیں کرتے، اور کہتے ہیں، جو حدیث قرآن کے موافق ہو وہ درست ہے جو موافق نہ ہو، وہ درست نہیں۔ یہ بہت ہی زہریلا پراپیگنڈہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰىؕ﴾ (النجم: ٣۔ ٤)

''آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، نہیں ہے یہ مگر وحی ہے جو ڈالی جاتی ہے۔''

ایک اور ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاؕ﴾ (النسآء: ٦٥)

''قسم ہے آپ کے رب کی یہ ایماندار نہیں یہاں تک کہ یہ اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں اور جو آپ فیصلہ کریں اپنی جانوں میں تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے تسلیم کر لیں۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًاؕ﴾ (الاحزاب: ٣٦)

''کسی بھی مومن مرد یا عورت کے لائق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ایک کام کا فیصلہ کر دیں تو وہ پھر اپنا کچھ اختیار رکھیں۔''

یہ تمام آیات مبارکہ بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید کر رہی ہیں کہ سنت ہی کتاب اللہ کی تشریح زیادہ جانتی ہے۔ اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو طرح کا بیان کرتی ہے: (۱) کتاب اللہ میں مجمل بیان ہو اور سنت اسے وضاحت سے بیان کرے۔ مثلاً نمازِ پنجگانہ، ان کے اوقات، سجود، رکوع اور دیگر ارکانِ نماز کی وضاحت۔

اسی طرح زکوٰۃ اس کا وقت، نصاب اور کس مال سے لینی ہے۔ اس کی وضاحت، اسی طرح حج کے طریقے وغیرہ۔

سنت کا دوسرا بیان یہ ہے کہ کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ بیان کرے۔ مثلاً عورت اور اس کی پھوپھی، عورت اور اس کی خالہ ایک وقت میں ایک آدمی کے گھر ہونا حرام ہے، اسی طرح گھریلو گدھے کا گوشت حرام ہونا، وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دونوں بیانات کی صورت میں دیا ہے، خواہ وہ اجمال کی تفصیل والی سنت ہو خواہ وہ زائد حکم والی سنت ہو۔

٢٦٦۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَدْسُئِلَ عَنْ شَيْءٍ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِحُذَيْفَةَ: لِأَيِّ شَيْءٍ تَرٰى يَسْأَلُوْنِيْ عَـنْ هٰـذَا؟ فَقَالَ: يَعْلَمُوْنَهُ ثُمَّ يَتْرُكُوْنَهُ فَأَقْبَلَ اِلَيْـهِ ابْـنُ مَسْـعُوْدٍ فَقَالَ لِسَائِلٍ: مَا سَأَلْتُمُوْنَا عَـنْ شَـيْءٍ مِـنْ كِتَـابِ الـلّٰهِ تَعَالٰى نَـعْـلَمُهُ أَخْبَـرْنَـاكُـمْ بِهٖ أَوْ سُنَّةَ نَبِيِّهٖ أَخْبَرْنَاكُمْ به وَلاَ طَاقَةَ لَنَا بِمَا أَحْدَثْتُمْ. (رواه الدارمی: ١٠١)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سائل کو کہا جب تم اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے متعلق ہم سے سوال کرو گے تو ہم تمہیں خبر دیں گے اور جو تم نے بدعات نکالی ہیں ان کے بارے میں ہمیں طاقت حاصل نہیں ہے۔

مفردات: ...... اَنَّهُمَا ضمیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی جانب لوٹتی ہے۔ فَسَـأَلَهُمَا منع سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے۔ ان دونوں سے سوال کیا۔ يَسْـأَلُوْنِّيْ جمع مذکر غائب، نون وقایہ، یاء متکلم مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ عَـنْ هٰذَا اس چیز کے متعلق۔ ثُـمَّ يَتْـرُكُوْنَـهٗ نصر سے مضارع جمع مذکر غائب، پھر اسے چھوڑتے ہیں۔ اَحْدَثْتُمْ افعال سے ماضی جمع مذکر حاضر جو تم نے نئی چیز پیدا کی۔

شــرح: ...... اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی رائے یا قیاس سے یا بے دلیل بات کرنے سے احتیاط کرتے تھے اور کتاب و سنت کے دلائل کو بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں کو مسائل بتاتے تھے۔ بدعات وغیرہ سے انہیں سخت نفرت تھی۔

٢٦٧ ۔اِبْنِ عُمَرَ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ فَقَالَ: لاَتَسْـأَلَ عَـمَّـا لَمْ يَكُنْ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَلْعَنُ مَنْ سَأَلَ عَمَّا لَمْ يَكُنْ . (رواہ الدارمی:١٢١)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس چیز کے متعلق سوال نہ کر جو ابھی واقع نہیں ہوئی ہے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو سنا ہے وہ لعنت کر رہے تھے اس شخص پر جس نے سوال کیا اس بات کا جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔

مـفـردات: ...... لَا تَسْأَلْ نہی مذکر حاضر، نہ سوال کر۔ عَـمَّا یہ اصل میں عـن ما تھا، مدغم ہوا، اس چیز کے متعلق۔ لَمْ يَكُنْ نفی جحد واحد مذکر جو نہیں ہوئی۔

شــرح: ...... جہاں تک تعلق ہے مسائل کی تحقیق کا وہ تو دریافت کیے جائیں، علم نہ ہو تو اس کے دلائل حاصل کیے جائیں۔ اس کے متعلقہ ممکن حد تک پیش آمدہ یا پیش آسکنے والے حالات کا جائزہ لینا یہ تو شریعت میں جائز ہے۔

(٢٦٦) دارمی: ١٠١. (٢٦٧) دارمی: ١٢١.

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ نہ تو گرد و پیش حالات کا تقاضا ہوتا ہے، نہ ہی کتاب وسنت نے راہنمائی کی ہوتی ہے، نہ ہی وہ شریعت سے میل کھاتے ہیں۔ ویسے ہی فضول سوال یا مغالطہ آرائی کے لیے بحث مباحثہ کرنا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر لعنت کرتے تھے، معقول تحقیق کرنے والے پر لعنت نہیں کرتے تھے۔

٢٦٨۔ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَقَبْضُهُ أَنْ يَّذْهَبَ بِأَصْحَابِهِ عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ مَتَى يُفْتَقَرُ إِلَيْهِ أَوْ يُفْتَقَرُ إِلَى مَاعِنْدِهِ إِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ يَدْعُوْنَكُمْ إِلَى كِتَابَ اللّٰهِ وَقَدْ نَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ فَعَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَطُّعَ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعَمُّقَ وَعَلَيْكُمْ وَبِالْعَتِيْقِ . (رواه الدامى: ١٤٣)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ علم قبض کیا جائے اور وہ قبض کیا جائے گا اہل علم کے جانے یعنی فوت ہونے سے۔ تم علم کو اپنے اوپر لازم کرلو، کوئی نہیں جانتا کہ اس کو کب اس کی ضرورت پیش آ جائے گی۔ عنقریب تم ان لوگوں کو پاؤ گے اس حال میں کہ وہ تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں اور انہوں نے خود اللہ کی کتاب پس پشت ڈالی ہو گی۔ پس تم علم کو لازم پکڑو۔ چرب زبانی اور گہرائی میں جانے سے اجتناب کرو اور پرانا جاری اور معروف طریقہ اپنے اوپر لازم پکڑو۔'' (دارمی)

مفردات: ...... عَلَيْكُمْ لازم پکڑو، اسم فعل بمعنی امر ہے۔ اَنْ يُّقْبَضَ مضارع مجہول، پکڑے جانے سے پہلے۔ لَا يَدْرِيْ مضارع منفی معلوم، نہیں جاتا۔ اَنْ يَّفْتَقِرَ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، محتاج ہو۔ يَزْعُمُوْنَ مضارع معلوم جمع مذکر غائب، گمان کرتے ہیں۔ نَبَذُوْهُ ماضی جمع مذکر غائب ضمیر کتاب کی طرف لوٹتی ہے، اس کو پھینک دیا۔ وَرَاءَ ظرف ہے، پیچھے۔ اَلتَّبَدُّعَ تفعل سے مصدر، بدعت اختیار کرنا۔ اَلتَّنَطُّعَ تفعل سے مصدر ہے، غلو کرنا۔ التَّعَمُّقَ تفعل سے مصدر ہے، گہرائی میں اترنا، مراد ہے بال کی کھال اتارنا۔ العتيق پرانا علم۔

شرح: ......اس قول میں بھی کتاب وسنت کے دلائل کے مقابلہ میں بدعات اپنانے، تکلف کرنے اور غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے اور صحیح علم حدیث اور قرآن کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ صحیح علم والوں سے جلدی کچھ حاصل کرنے کی ترغیب اور تکلف کرنے والوں کو بے عمل قرار دیا گیا ہے۔

ایک حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا کرنے کے بعد ان سے علم چھین کر نہیں لیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے یوں علم چھینتے ہیں کہ علماء کو فوت کر دیتے ہیں۔ باقی جاہل رہ جاتے ہیں، جب ان سے فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو رائے سے فتویٰ دیتے ہیں گمراہ

(٢٦٨) دارمی: ١٤٣.

ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔'' (صحیح جامع بیان العلم:۴۴۲)

اس کی وضاحت میں ابوعمر ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اصل حلال یا حرام چیز وہ ہے جسے کتاب وسنت قرار دے اور اٹکل سے فتویٰ دینے والا جہالت کی بناء پر حلال کو حرام، حرام کو حلال قرار دے سکتا ہے۔ اس لیے یہ گمراہ ہوا اور اس نے گمراہ کیا۔ (حوالہ مذکورہ)

٢٦٩۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِبْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى فَحَرَّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ (رواه البخاري: ٧٢٨٩)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے سب سے بڑا جرم اس آدمی کا ہے جو ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے سے وہ حرام کردی گئی۔''

مفردات: ...... اَعْظَمَ اسم تفضیل ہے، سب سے بڑا۔ جُرْمًا یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ لَمْ يُحَرَّمْ نفی جحد مجہول، حرام نہیں کی گئی۔ فَحُرِّمَ تفعیل سے ماضی مجہول، حرام کی گئی۔

شرح: ......اس کی وجہ اور پس منظر یہ بیان ہوا ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے ایک حلال چیز کے متعلق مسلسل سوال کرتے رہے، لوگوں نے اس بارے میں اتنا زیادہ کریدا اور حد سے زیادہ مبالغہ کیا اور باریکیاں نکالتے رہے حتیٰ کہ وہ چیز حرام قرار دے دی گئی۔ (بزار)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی وجہ سے مجبوراً بھی کام کرتا ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے۔ یہاں صرف کثرت سے فضول سوال کرنے سے بچاؤ کی ترغیب ہے کہ جو بھی تکلف اور ضد سے سوال کرے گا جس کی ضرورت نہیں تو وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس کا یہ اصرار دیگر لوگوں کے لیے ضرر رساں ہے۔ باقی رہا معاملہ ضرورت کے وقت سوال کرنے کا اس کی اجازت خود قرآن پاک نے دی ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (النحل: ٤٣)

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔''

۲۔ اس سے ایک یہ اصول بھی حاصل ہوا کہ چیزوں کے لیے اصل حکم یہ ہے کہ جائز ہیں، حتیٰ کہ شریعت اس پر حکم لگائے کہ یہ جائز نہیں، تب ناجائز ہوں گی۔ (فتح الباری:۱۳/ ۲۶۸)

٢٧٠۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے

(٢٦٩) بخاری: ٧٢٨٩۔ مسلم: ٢٣٥٨۔ ابوداود: ٤٦١٠۔ احمد: ١٥٤٨.

(٢٧٠) بخاری: ٧٢٨٨۔ مسلم: ١٣٣٧۔ ترمذی: ٢٦٧٩۔ نسائی: ٢٦١٩۔ ابن ماجه: ٢۔ احمد: ١٠٣٢٧.

دَعُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ. (رواه البخاري:٧٢٨٨)

فرمایا: ''مجھے میرے حال پر رہنے دو جب تک میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے رکھوں۔تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء پر بکثرت سوال کرتے اور انبیاء کی مخالفت کرتے تھے۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حکم بجالاؤ جہاں تک تمہیں طاقت ہو۔''

مفردات: ...... دَعُوْنِيْ ، مَنَعَ سے امر جمع مذکر حاضر، مجھے چھوڑ دو۔ مَا جب تک اَهْلَكَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ہلاک کر دیا۔ایک نسخہ میں اُهْلَكَ ماضی مجہول بھی ہے۔ سُؤَالُهُمْ یہ فاعل ہے، مرفوع ہے، ان کا سوال کرنا۔ وَاخْتِلَافُهُمْ یہ بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، اور ایک نسخے میں صرف جر کے عطف کی وجہ سے مجرور ہے۔ نَهَيْتُكُمْ ماضی واحد متکلم ضمیر مفعول بہ ہے، میں تم کو منع کروں۔ فَاجْتَنِبُوْهُ افتعال سے امر جمع مذکر حاضر ہے، ضمیر شی کی جانب لوٹتی ہے جو کہ مفعول بہ ہے۔اس چیز سے اجتناب کرو۔ فَأْتُوْا ، اٰتـى ، يَأْتِيْ سے امر جمع مذکر حاضر ہے، آؤ۔ مِنْهُ اس چیز سے ما جو۔ اسْتَطَعْتُمْ استفعال سے ماضی جمع مذکر حاضر، طاقت رکھتے ہو۔

شرح: ......ا۔اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو، ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے، اس نے تین بار یہی سوال کیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں خاموش رہوں مجھے چھوڑ دیا کرو اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال حج فرض ہے تو ہر سال فرض ہو جاتا پھر تمہیں ادا کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔''

۲۔اس حدیث کا آخری حصہ بہت ہی جامع ہے اور اسلام کا اہم قاعدہ اس میں بیان ہوا ہے، اس میں تمام احکام اسلامی داخل ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے یہی لائق ہے کہ وہ یہ جستجو کرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کیا ہیں۔انہیں سمجھنے کی تگ و دو کرے۔ پھر ہمہ تن ان پر مصروف عمل ہو جائے۔ زیادہ قیل وقال میں نہ لگ جائے، کیونکہ عمل کے لیے دین میں بحث کرنا قابل ستائش ہے، ریا کاری اور جھگڑالو پن کے لیے بحث کرنا قابل مذمت ہے اور اس حدیث میں اسی بات کی ممانعت ہے۔ (فتح الباری:۱۳/۲۶۲)

٢٧١۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَكُمْ عَنِ الْعِلْمِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَالِقُنَا فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم سے لوگ علم کے بارے میں سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے: اللہ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو

(٢٧١) مسلم: ١٣٥۔ كتاب الايمان، بخاري: ٣٢٧٦۔ ابوداود: ٤٧٢٢۔ احمد: ١٠٥٧٤.

أَبُوْهُرَيْرَةَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِرَجُلٍ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ سَأَلَنِيْ اثْنَانِ وَهٰذَا ثَالِثُ. (رواه مسلم:١٢٥، فی كتاب الإيمان)

کس نے پیدا کیا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا: دو انسان یہ سوال پہلے مجھ سے کر چکے ہیں اور یہ تیسرا سائل ہے اور اس آدمی کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

مفردات: ...... لَا يَزَالُ ، مَنَعَ سے مضارع منفی واحد ذکر غائب، ہمیشہ۔ وَهُوَ یہ ضمیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جانب لوٹتی ہے۔ سَأَلَنِيْ ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے، مجھ سے سوال کیا۔ وَهٰذَا یہ آدمی جس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

٢٧٢ ــ وفی رواية: يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَمَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ. (رواه البخاری، ٣٢٧٦)

اور ایک روایت میں ہے: تم میں سے کسی انسان کے پاس شیطان آ کر کہتا ہے: یہ چیز کس نے پیدا کی ہے اور یہ کس نے پیدا کی ہے یہاں تک کہ یہ بھی کہتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب وہ اس بات تک پہنچ جائے تو بندہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور خیال کرنا ترک کردے۔''

مفردات: ...... اَحَدَكُمْ مفعول بہ ہے۔ بَلَغَهٗ ماضی واحد مذکر غائب، جب اس کو یہ پہنچائے، فاعل کی ضمیر ''لاحدکم'' کے لیے ہے اور مفعول بہ کی ضمیر قول کی جانب ہے۔ یعنی تیرے رب کو کس نے پیدا کیا، بات یہاں تک پہنچ جائے تو فَلْيَسْتَعِذْ استفعال سے امر غائب واحد مذکر، پناہ طلب کرے۔ وَلِيَنْتَهِ افتعال سے امر غائب واحد مذکر، رک جائے، لام پر جزم بھی ہے، کسرہ بھی جائز ہے۔

٢٧٣۔ وَفِي أُخْرٰى: لَايَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتَّى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ. (لمسلم ١٣٤، كتاب الإيمان)

اور دوسری روایت میں: ''لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہا جائے گا یہ سب جہاں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے بنایا ہے۔ جب کسی کو یہ وسوسہ آئے تو وہ کہے: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔'' (بخاری ومسلم)

مفردات: ...... يَتَسَاءَلُوْنَ تفاعل سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ حَتّٰى يُقَالَ مضارع مجہول، حتیٰ کہ کہا جاتا ہے، اس سے بعد والا سارا جملہ یقال کا نائب فاعل ہے۔ مِنْ ذٰلِكَ یہ شیئا سے حال بن رہا ہے۔ مذکور بات پائے۔ آمَنْتُ افعال سے ماضی واحد متکلم، میں ایمان لایا۔

---

(٢٧٢) بخاری: ٣٢٧٦۔ مسلم: ١٣٤۔ ابوداود: ٤٧٢٢۔ احمد: ١٠٥٧٤.

(٢٧٣) مسلم: ١٣٤۔ كتاب الایمان، ابوداود: ٤٧٢٢۔ احمد: ١٠٥٧٤.

٢٧٤۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلَ: فَذَکَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَإِذَا قَالُوا ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًّا اَحَدٌ ثُمَّ لِیَتْفُلَ عَنْ یَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْیَسْتَعِذْ مِنَ الشَّیْطَانِ. (رواه أبوداود ٣٧٢٢)

اور ابو داؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ''جب لوگ یہ کہیں تو تم کہو: اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اور نہ اس کی برابری کرنے والا کوئی ہے اور پھر بائیں طرف تین بار تھوک دے اور شیطان کے شر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرے۔''

مفردات: ...... لِیَتْفُلْ، نَصَر سے امر غائب واحد مذکر، تھوک دے۔

شرح: ......ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو آگاہ کیا ہے کہ آپ کی امت میں ایسے غلط وساوس پیدا ہوں گے، آپ ابھی سے ان کا تدارک بتا دیجئے اور امت کو اس سے احتراز کا طریقہ سکھا دیجئے۔

٢۔ ان میں بے جا سوالات کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ یہ جہالت کا ثبوت ہیں، ان سے ایمان کے لیے بہت زیادہ خطرات جنم لیتے ہیں۔

٣۔ ان میں ان وساوس سے بچاؤ کی تدابیر بھی بیان ہوئی ہیں کہ انسان، شیطان کو دھتکارنے کے لیے اپنی زبان سے اعوذ باللّٰه من الشیطن الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور بائیں کندھے پر تھوک دے کیونکہ اس طرف شیطان ہوتا ہے۔ اس سے نفرت کا اظہار ہو۔ اور اس نے جو قباحت پیدا کی ہے اس کا ازالہ ہو۔ ارشاد ربانی بھی ہے:

﴿وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ٥﴾ (الاعراف: ١٩٩)

''اگر تجھے شیطان وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگ، یقیناً وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

شیطان نے وسوسے کے ذریعے آدمی کے عقل و دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے دفاع کا صحیح ترین طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جائے۔

اور یہی وجہ ہے کہ سورت اخلاص پڑھنے کا بھی حکم ہے کہ اعوذ باللہ پڑھی جائے، سورت اخلاص پڑھی جائے اور کندھے پر تھوک دیا جائے کیونکہ احد وہ ہوتا ہے صفات اور ذات میں اس جیسا کوئی دوسرا نہ ہو۔ اور اس سورت میں ہر وہ صفت الٰہی آ چکی ہے اللہ تعالیٰ جس کے مستحق ہیں اور ہر نقص کی اس سے نفی ہوئی ہے جو ذات الٰہی یا صفات الٰہی کے لائق نہیں۔ شیطان نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہونے کا وسوسہ ڈالا تھا، اس سورت نے اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ (مرعاة: ١/١٤٣)

٢٧٥۔ وَعَنْهُ، رَفَعَهٗ: شَرَارُ النَّاسِ اَلَّذِیْنَ

اور ان ہی کی مرفوع روایت ہے: ''بدترین لوگ وہ ہیں جو

---

(٢٧٤) ابوداود: ٤٧٢٢۔ حسن ہے۔ البانی: ٣٩٥٢۔ بخاری الخ اوپر والی تخریج ہے۔

(٢٧٥) رزین.

يَسْأَلُوْنَ عَنْ شَرَارِ الْمَسَائِلِ كَىْ يَغْلِطُوْا بِهَا الْعُلَمَآءَ . برے مسائل پوچھتے ہیں تاکہ علماء کو مغالطہ میں ڈالیں۔''

مفردات:...... شِرَارُ اس کا واحد شَرِيْرٌ ہے، بدترین لوگ۔ يُغَلِّطُوْا مغالطہ میں ڈالیں۔

شرح: ......اس طرح مغالطہ آرائی کی ممانعت اس لیے ہے کہ پوچھنے والے میں خود پسندی نمایاں ہوتی ہے اور جس سے پوچھا جائے اس کی تذلیل ہوتی ہے۔علم کا دروازہ بند ہی رہتا ہے۔ اگر بال کی کھال نہ اتاری جائے اور نیک نیتی سے علم کی تحقیق کی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے اور علم کے دریچے ہوتے ہیں۔

٢٧٦ ـ عَنْ أَبِىْ ثَعْلَبَةَ الْخُشْنِيِّ ، رَفَعَهُ: إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا ، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا ، وَحَرَّمَ أَشْيَآءَ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ، وَتَرَكَ أَشْيَآءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْهَا . (لرزين)

ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور اس نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ اشیاء حرام قرار دی ہیں پس تم ان کے قریب نہ جاؤ اور کچھ اشیاء بغیر نسیان کے ذکر نہیں کیں پس تم ان کے بارے میں بحث نہ کرو۔''

مفردات: ...... فَرَائِضَ اس کا واحد فَرِيْضَةٌ ہے، فرض احکام مقرر کیے۔ فَلَا تُضَيِّعُوْ تفعیل سے نہی جمع مذکر حاضر ضمیر مفعول بہ ہے، ان فرائض کو ضائع نہ کرو۔ حُرُمَاتٍ حرام کی ہوئی چیزیں۔ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا افتعال سے نہی جمع مذکر حاضر ضمیر مفعول بہ ہے حرمات کی جانب لوٹتی ہے، ان کی حرمت دری نہ کرو۔ وَحَدَّ، نَصَرَ سے مضاعف ہے، حد مقرر کی ہے۔ فَلَا تَعْتَدُوْهَا افتعال سے نہی جمع حاضر، ان سے آگے تجاوز نہ کرو۔ وَسَكَتَ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر، خاموش رہا۔ نِسْيَان، عَلِمَ سے مصدر ہے، بغیر بھول۔ فَلَا تَبْحَثُوْا، مَنَعَ سے نہی جمع حاضر، سوال نہ کرو۔ عَنْهَا ان چیزوں کے متعلق۔

شرح: ......ا۔ ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ، خشین قضاعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہے، اس کی طرف منسوب ہیں۔ انہوں نے صلح حدیبیہ میں درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ ان کے ہاتھوں ان کی قوم مسلمان ہوئی تھی۔ سجدہ کی حالت میں تھے کہ قضا آ گئی۔ ۷۵ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ فرائض کو ضائع نہ کرنے کا مطلب ہے، ان پر عمل ترک نہ کرو، بلکہ ان کی شرائط اور ارکان کو کما حقہ ادا کرو۔

---

(٢٧٦) رزین علاوہ ازیں اسے دارقطنی نے بھی بیان کیا ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں۔ (ا) مکحول کا ابوثعلبہ سے سماع ثابت نہیں۔ (۲) اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ حدیث سلمان فارسی کے حوالہ سے ترمذی نے ابواب اللباس میں، ابن ماجہ نے کتاب الاطعمۃ میں بیان کی ہے، تاہم اس کی مرفوع سند ضعیف ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ لیکن اربعین میں نووی نے حسن قرار دی ہے۔ اور سمعانی نے بھی امالی میں حسن قرار دی ہے۔ اسحٰق بن راہویہ، طبرانی نے کبیر میں ابونعیم نے حلیہ میں بیہقی نے سنن میں اس کے مفہوم کی مرفوع حدیث بیان کی ہے۔ بزار نے کہا اسنادہ صالح، حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔ (مرعا: ۱/۳۰۰)

اور حرمتوں کو پائمال نہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزیں اور نافرمانیوں کا ارتکاب نہ کرو۔

اور حدودِ الٰہی سے تجاوز نہ کرو کا مطلب ہے کہ زنا، چوری، شراب نوشی تہمت زنی کے خلاف اللہ تعالیٰ نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، ان میں کمی بیشی نہ کرو ان پر عمل نہ چھوڑو، انہیں نافذ کرو۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ (البقرة: ۱۸۷)

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ (البقرة: ۲۲۹)

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ گزرو۔''

اور بعض اشیاء کو نہ حلال کہا ہے نہ حرام قرار دیا ہے۔ ان سے بحث نہ کرو، یہ وہی صورت ہے جو جھگڑے کی ہو، یا فضول بحث اپنی علمی دھاک بٹھانے کے لیے ہو۔ اور بال کی کھال اتارنے کے لیے ہو، اس کی ممانعت ہے، صحیح تحقیق کے پیش نظر کرید کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۷۷۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَانَزَلَتْ آيَةُ التَّلَاعُنِ إِلَّا لِكَثْرَةِ السُّؤَالِ. (رواه، البزار)

جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: آیات لعان صرف بکثرت سوال کرنے سے نازل ہوئی ہیں۔

مفردات: ...... اَلتَّلَاعُنِ تفاعل سے مصدر ہے، میاں کا بیوی پر تہمت زنا لگانا اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے آپس میں لعان کرنا۔

شرح: ......لعان یہ ہے کہ میاں بیوی کو جمع کیا جائے، پہلے میاں چار دفعہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر پانچویں مرتبہ کہے اگر میں نے بیوی پر جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد پھر اس کی بیوی کھڑی ہو اور چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے اور پانچویں مرتبہ کہے: اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر غضب الٰہی ٹوٹ پڑے۔ (النور: ۶۔۹)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں، اے عاصم! بتاؤ ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پاتا ہے کہ یہ خباثت کر رہے ہیں کیا وہ اسے قتل کر دے۔ اگر قتل کرے گا تو تم اسے قتل کر دو گے۔ بتاؤ پھر وہ کیا کرے۔ عاصم بھائی اس بارے میں مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ دو، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ان کے اصرار پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا، یہ سوال ایک فرضی سا تھا۔ ابھی واقع نہ ہوا تھا، اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے ایسے مسائل دریافت کرنے کو نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اس اظہار ناپسندیدگی پر کبیدہ خاطر ہو کر عویمر کے پاس آتے ہیں اور

(۲۷۷) البزار و رجاله ثقات، هيثمی (۷۲۰)

کہتے ہیں۔ اے عویمر! تم نے اچھا نہیں کیا کہ اس قسم کے بے دست و پا سوال پر اصرار کیا جسے رسول اکرم ﷺ نے پسند نہیں فرمایا، یہ سن کر عویمر رضی اللہ عنہ عزم میں پختہ ہوئے اور کہا، میں تو ضرور رسول اکرم ﷺ سے دریافت کروں گا۔ رسول اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ جلوہ گر تھے کہ عویمر آ گئے اور یہ سوال کر دیا، تب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں لعان کی آیات نازل ہوئی ہیں، بیوی کو لے آؤ اور لعان کرو۔ پھر انہوں نے لعان کیا تو نبی مکرم نے انہیں ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا۔ یعنی پہلے تو مسئلہ بطور فرض پوچھا گیا، بعد میں حضرت عویمر خود ہی اس سے دو چار ہو گئے۔ (بخاری: ۲/ ۷۹۹ کتاب الطلاق، باب اللعان)

۲۷۸۔ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَاصَلَّى الْفَجْرَ اِنْحَرَفْنَا إِلَيْهِ، فَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقُرْآن، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُ عَنِ الْفَرَائِضِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الرُّؤْيَا. (للكبير)

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز فجر ادا کرتے تو ہم لوگ آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو جاتے تھے۔ ہم میں سے کوئی تو آپ ﷺ سے قرآن مجید کے متعلق پوچھتا اور کوئی فرائض کے بارے میں سوال کرتا اور یا کوئی خوابوں کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کرتا تھا۔ (الکبیر)

۲۷۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ، وَالتَّوَدُّدُإِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ. (للاوسط وفيه محسن بن تميم عن حفص بن عمرو مجهولان)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے، لوگوں سے محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور معقول طریقے سے سوال کرنا نصف علم ہے۔'' (الاوسط اور اس میں راوی محسن بن تمیم روایت کرتا ہے حفص بن عمر سے اور وہ دونوں مجہول ہیں۔

۲۸۰۔ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ شَیْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْكَ شَكَكْتُ فِيْهِ، قَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِی الْأَمْرِ فَلْيَسْأَلْنِیْ عَنْهُ، قَالَ: قَوْلُكَ فِیْ أَزْوَاجِكَ: إِنِّیْ لَأَرْجُوْلَهُنَّ مِنْ بَعْدِیْ الصِّدِّيْقِيْنَ، قَالَ:

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے آپ ﷺ سے ایک بات سنی ہے اور اس کے بارے میں مجھے شک پیدا ہوا ہے۔ فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو شک پیدا ہو تو وہ مجھ سے پوچھا کرے اس نے کہا: آپ ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات

---

(۲۷۸) طبرانی کبیر، اس میں محمد بن عمرو رومی ہے، اسے صرف ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، جبکہ ابوداود اور ابوزرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔
(۲۷۹) طبرانی اوسط، اس میں (۱) محسن بن تمیم (۲) حفص بن عمرو دونوں راوی مجہول ہیں۔ هیثمی: ۷۲۷.
(۲۸۰) طبرانی کبیر: ۲۰ ۲۶۱۔ قریبہ راوی منفرد ہے، اس کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ هیثمی: ۷۰۳۔ تاہم قابل عمل ہے۔

وَمَـنْ تَـعّـدُّوْنَ الصِّدِّيْقِيْنَ . فَقُلْنَا: أَوْلَادُنَا الَّـذِيْـنَ يَهْـلِـكُـوْنَ صِـغَـارًا، قَـالَ: لَا، اَلـصِّـدِّيْقُوْنَ هُمُ الْمُتَصَدِّقُوْنَ ثلاثا(للكبير ٢٦١/ ٢٠)

کے بارے میں یہ ارشاد کہ میں ان کے لیے اپنے بعد صدیقین سے امید رکھتا ہوں۔فرمایا:تم صدیقین کن لوگوں کو سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا: اپنی اس اولاد کو جو بچپن میں فوت ہوں۔فرمایا:نہیں صدیقین تو وہ ہیں جو صدقہ دیتے ہیں، تین بار فرمایا۔(الکبیر)

مفردات: ...... شَكَكْتُ، نَصَرَ سے ماضی واحد متکلم میں نے شک کیا۔لَارْجُوْ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، لام تاکید کا ہے، میں امید رکھتا ہوں۔لَهُنَّ ان بیویوں کے لیے۔تَعُدُّوْنَ مضاعف، مضارع معلوم جمع مذکر حاضر، تم شمار کرتے ہو۔يَهْلِكُوْنَ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم، جمع مذکر غائب، ہلاک ہو جاتے ہیں۔اَلْمُتَصَدِّقُوْنَ تفعل سے اسم فاعل جمع، صدقہ کرنے والے ہیں۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ خود ترغیب دلاتے تھے کہ شک علم کے منافی ہے، کسی بھی چیز کے متعلق اگر شک ہو تو اسے دور کیا جائے، اگر شک میں مبتلا رہیں تو پھر خرابی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ یہاں ہونے لگی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹی عمر میں پیدا ہو کر فوت ہو جانے والے بچوں کو صدیقین کہتے تھے۔نبی ﷺ کی زندگی کے بعد ممکن نہ تھا کہ آپ کی بیویوں کے ہاں بچے پیدا ہوں۔اس پر وہ حیران ہوئے تو آپ ﷺ نے اس بہت بڑی غلطی کی تصحیح فرمائی کہ ''صدیقین'' سے مراد صدقہ کرنے والے ہیں چھوٹے بچے نہیں۔ثابت ہوا علم بہت ساری لغزشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

٢٨١۔ عَـنْ إِبْـرَاهِيْمَ قَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: إِذَاشَكَّ أَحَـدُكُمْ فِيْ الْآيَةِ فَلَا يَقُلْ:مَا تَقُوْلُ فِـيْ كَـذَا، فَيَـلْبِـسُ عَلَيْهِ، وَلٰكِنْ لِيَقْرَأْ مَا قَبْلَهَـا، ثُمَّ لِيَخُلَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَاجَتِهِ (رواه الطبراني في الكبير ٨٦٩٤بانقطاع)

ابراہیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نے کہا: جب تم میں سے کسی کو شک پڑے تو وہ اس طرح سوال نہ کرے:تم اس میں کیا کہتے ہو۔اس طرح تو اس کو شک اور التباس پیدا ہوگا بلکہ اس سے پہلے کی آیت تلاوت کر دے پھر پڑھنے والے کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔''(الکبیر منقطع سند کے ساتھ)

٢٨٢۔عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلاً قَدِمَ الْـمَـدِيْـنَةَ فَجَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ مُتَشَابِهِ الْقُرْآنِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُمَرُ وَقَدْ أَعَدَّلَهُ عُرَجُونًا فَقَالَ: مَـنْ أَنْـتَ؟ قَالَ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ صَبِيْغٌ، فَأَخَذَ

سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ میں آیا تو وہ قرآن مجید کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے لگا۔عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلاوا بھیجا اور اس کے لیے کھجور کی شاخ تیار کر رکھی۔جب وہ آیا تو کہا: تو کون ہے؟ اس نے

---

(٢٨١) طبراني كبير: ٨٦٩٤۔ راوی تو ثقہ ہیں مگر یہ منقطع ہے۔هيثمي: ٧٢٩.

(٢٨٢) دارمي: ١٤٤.

عُمَرُ الْعُرْجُوْنَ فَقَالَ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عُمَرُ فَجَعَلَ يَضْرِبُهُ حَتَّى دَمِيَ رَأْسُهُ فَقَالَ: يَاأَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَسْبُكَ قَدْ ذَهَبَ الَّذِيْ كُنْتُ أَجِدُ فِيْ رَأْسِيْ . (رواه الدارمی ١٤٤)

کہا: میں عبد اللہ بن صبیغ ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کھجور کی شاخ لے کر کہا: میں اللہ کا بندہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں اور اس کو مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کا سر خون آلود ہو گیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! کافی اب میرے سر سے وہ بیماری جاتی رہی جو میں پہلے محسوس کرتا تھا۔'' (الدارمی)

مفردات: ...... مُتَشَابِهِ تفاعل سے اسم فاعل ہے، جو لفظ دو یا زیادہ معانی کا احتمال رکھتا ہو۔ اس کا ایک معنی متعین نہ ہو۔ اَلْعُرْجُوْنَ کھجور کی ٹہنی۔ دَمِيَ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر، خون آلود ہوا۔ حَسْبُكَ کافی ہے۔

شرح: ......اس طرح متشابہ اور غیر واضح آیات کے ساتھ کھیلنے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ان آیات کو محکم اور صاف آیات کے ساتھ ملایا جائے اور ان کا صحیح مطلب حاصل کیا جائے لیکن جن کے دلوں میں کجی ہو، شریعت سے انحراف پایا جائے، وہ اپنے غلط مقاصد کے لیے اپنی باطل آراء اور اپنے ٹیڑھے نظریات کی ترویج اور فتنہ پروری کی غرض سے ان آیات کی آڑ میں ضلالت پھیلاتے ہیں، یہ ایک سنگین قومی جرم ہے، اس کا سد باب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فریضہ تھا۔ اور اس کا یہی علاج تھا، جس سے اس کا دماغ روشن ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ﴾ (آل عمران : ٧)

''جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہیں ان کا مقصد فتنہ اور غلط تاویل کرنا ہے۔''

٢٨٣۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ تَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى بِضْعٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً ، أَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلٰى أُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقِيْسُوْنَ الْأُمُوْرَ بِرَأْيِهِمْ فَيُحِلُّوْنَ ، الْحَرَامَ وَيُحَرِّمُوْنَ الْحَلَالَ . (رواه الطبرانی فی الكبير والبزار)

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: میری امت چند اور ستر فرقے بن جائے گی۔ سب سے بڑا فتنہ ان لوگوں کا ہو گا جو دین کا تعین اپنے قیاس سے کریں گے اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں گے۔'' (الکبیر و بزار)

مفردات: ...... تَفْتَرِقُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، بٹ جائے گی۔ يَقِيْسُوْنَ ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، قیاس کریں گے۔

شرح: ......اس حدیث میں بھی فقط رائے سے کام لینے اور کتاب وسنت کے دلائل کی جستجو نہ کرنے کی مذمت

(٢٨٣) طبرانی كبير، البزار، ورجاله رجال الصحيح هيثمی (٨٤١)

بیان ہوئی ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

قابل مذمت وہ رائے ہے کہ دین وشریعت کے احکام کے بالمقابل قیاس آرائیاں بروئے کار لائی جائیں......اس طرح کرنے سے سنتوں کو بے کار کر دیا جاتا ہے اور کتاب اللہ کے معانی سیکھنے سے رغبت ہٹ جاتی ہے۔

(صحیح جامع بیان العلم ص ۴۴۶)

٢٨٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ العَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَمْ يَزَلْ أَمْرُبَنِي إِسْرَائِيْلَ مُعْتَدِلاً حَتَّى نَشَأَ فِيْهِمُ الْمُوَلَّدُوْنَ، أَبْنَاءُ سَبَايَا الأُمَمِ فَقَالُوْا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوْا. (رواه إبن ماجة ٥٦)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے فرماتے ہوئے سنا: ''بنی اسرائیل کا دینی کام معتدل رہا یہاں تک کہ ان میں نومولود اور محکوم اقوام کی اولاد جوان ہوئی اور انہوں نے اپنی رائے سے اقوال وضع کیے پس وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔'' (قزوینی)

٢٨٥۔ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيْسُ وَمَا عُبِدَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ إِلَّا بِالْمَقَايِيْسِ . يَعْنِيْ قَوْلَهٗ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ . (رواه الدارمی ١٨٩)

ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا اور سورج چاند کی عبادت بھی قیاس آرائی کی وجہ سے شروع کی گئی مراد اس کا یہ قول ہے: تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے ہے۔

مفردات: ...... مَا نہیں۔ عُبِدَتِ ماضی مجہول واحد مونث غائب، عبادت کیے گئے۔ بِالْمَقَايِيْسِ یہ قِيَاسٌ کی غیر لفظی جمع ہے۔

شرح: ...... یہ ادھر اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے تو اس نے کہا تھا اور قیاس غلط فرمان الٰہی کے سامنے پیش کیا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ آدمی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ میں اسے کس رو سے سجدہ کروں حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ کا فرمان سمجھ کر جھک جانا چاہیے تھا، اس نے غلط قیاس آرائی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فرمان ٹھکرا دیا اور لعنت کا سزاوار قرار پایا، اسی طرح آفتاب و ماہتاب کے پجاری قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

٢٨٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: إِنَّ الَّذِيْ يُفْتِي النَّاسَ فِيْ كُلِّ مَا يَسْتَفْتُوْنَهٗ فِيْهِ مَجْنُوْنٌ. (رواه الطبرانی الکبیر)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آدمی جو فتویٰ جاری کرتا ہے ہر اس بات پر جس کا اس سے سوال کیا جائے تو اس میں جنون ہے۔ (الکبیر)

(٢٨٤) ابن ماجه: ٥٦۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٩۔ لیکن ابواشبال زہیری نے اسے صحیح جامع بیان العلم میں بیان کیا ہے۔ ص ٤٤٤ (١٤٥٥)

(٢٨٥) دارمی: ١٨٩.

(٢٨٦) طبرانی کبیر اس کے راوی ثقہ ہیں۔ هیثمی: ٨٥٩.

مفردات: ...... يُفْتِيْ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، فتویٰ دیتا ہے۔ يَسْتَفْتُوْنَهٗ استفعال سے مضارع جمع مذکر غائب ضمیر مفعول بہ الذی کی جانب لوٹتی ہے۔ اس سے فتویٰ مانگتے، فِيْهِ جس بارے میں۔

شرح: ......مقصد یہ ہے کہ فتویٰ علم دین کے مطابق دینا چاہیے، اگر کسی کے پاس یہ علم نہیں اور وہ رائے کے گھوڑے دوڑا کر بے پروا فتویٰ جاری کرتا ہے تو یہ اس کی دیوانگی ہے۔ دانش وبینش والا آدمی اس طرح غیر ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیتا۔

۲۸۷۔ عُنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْرَؤُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرَؤُكُمْ عَلَى النَّارِ (رواه الدارمی ۱۵۷)

عبید اللہ بن ابی جعفر مرسل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا فتویٰ دینے پر جرأت کرنا آگ پر جرأت کرنا ہے۔'' (دارمی)

۲۸۸ ــ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: أَتَيْنَا عُمَرَ فِي الْمُشَرَّكَةِ فَلَمْ يُشَرِّكْ ثُمَّ أَتَيْنَاهُ الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَشَرَّكَ فَقُلْنَا لَهُ فَقَالَ تِلْكَ عَلَى مَا قَضَيْنَا وَهٰذِهِ عَلَى مَا قَضَيْنَا (للدارمی فی تغیر الاجتهاد ٦٤٥)

حکم بن مسعود نے کہا: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مشترکہ مال کے معاملے میں حاضر ہوئے تو انہوں شراکت نہ کی۔ پھر آئندہ سال حاضر ہوئے تو وہ شریک ہوگئے۔ ہم نے اس تبدیلی کی وجہ کا ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: وہ ہمارا فیصلہ تھا اور یہ بھی ہمارا فیصلہ ہے۔ (دارمی نے یہ قول باب تغیر اجتہاد میں بیان کیا ہے)

مفردات: ...... اَتَيْنَا ہم آئے، جمع متکلم ماضی اَلْمُشَرَّكَةِ یہ ایک مسئلہ ہے۔ فَلَمْ يُشَرِّكْ تفعیل سے نفی جحد، مشترکہ نہ کیا۔ مَا جو۔ قَضَيْنَا ماضی جمع متکلم، ہم نے فیصلہ کیا۔

شرح: ......ا۔ مشترکہ علم وراثت کا ایک مسئلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک میت ہو اس کا خاوند، ماں، دادی، دو یا اس سے زیادہ ماں کی طرف سے بھائی ہوں اور ایک یا اس سے زیادہ حقیقی بھائی ہو۔

اس کا حل یہ ہے کہ مسئلہ ٦ حصوں سے بنے گا۔ خاوند کو نصف ملے گا، دادی کو چھٹا ملے گا اور ماں کی طرف سے بھائیوں کو تیسرا حصہ ملے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلے نظریہ یہ تھا کہ حقیقی بھائیوں کا وراثت میں حق نہیں، پھر موقف اختیار کیا کہ ماں کی طرف سے بھائی تیسرے حصے کی مستقل مالک نہیں بلکہ اس حصہ میں ان کے حقیقی بھائی بھی شریک ہیں۔ یہ موقف زیادہ قوی اور بہتر ہے کیونکہ اس میں حقیقی بھائیوں کو ماں کی طرف سے بھائیوں کے حصہ میں شریک کیا گیا ہے، اس لیے اسے مشرکہ کہا جاتا

(۲۸۷) یہ حدیث مرسل ہے، حجت نہیں۔ دارمی (۱۵۷)

(۲۸۸) دارمی: ٦٤٥۔ باب فی تغیر الاجتهاد.

ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں شریک نہ کیا تھا۔ کہا وہ نظریہ بھی ٹھیک تھا، جو ہم نے فیصلہ دیا اس وقت ہمارے پاس اسی کے مطابق دلائل تھے۔ اب ہم نے شریک کیا ہے، تو یہ بھی دلائل کا تقاضا ہے اور ہمارا یہی فیصلہ بہتر اور درست ہے۔

۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ مفتی یا مجتہد اور عالم دین کا اجتہاد علم کی بنا پر بدلتا رہتا ہے، یہ کوئی قباحت والی بات نہیں۔ تاہم مضبوط دلائل اور سچ بات جہاں معلوم ہوں وہ اپنائی جائے۔ قصداً غلط بات اختیار نہ کی جائے۔

۲۸۹ ــ عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمُمْلِيْ. (رواه الترمذي ٢٧١٤)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے سامنے ایک کاتب موجود تھا اور اس کو آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''قلم کو کان پر رکھو یہ املاء کو زیادہ یاد دلاتا ہے۔'' (ترمذی)

۲۹۰ ــ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَاكَتَبَ أَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ (رواه الترمذي ٢٧١٣، وأنكره)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی تحریر لکھے تو اس پر مٹی لگائے اس سے مقصد پورا ہوتا ہے۔'' (یہ ترمذی میں ہے اور وہ منکر قرار دیتے ہیں)

۲۹۱ ــ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: مَاكَانَ أَحَدٌ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ أَصْحَابُهُ إِذَا كَتَبُوْا إِلَيْهِ كِتَابًا كَتَبُوْا مِنْ فُلَانٍ إِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی قابل احترام نہیں تھا اور اس کے باوجود جب آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کی طرف مراسلہ لکھتے: تو یوں لکھتے فلاں کی طرف سے محمد ﷺ کی طرف (یعنی پہلے اپنا نام لکھتے)۔'' (الکبیر میں طویل حدیث ہے)

۲۹۲ ـ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ كَتَبَ لِلنَّبِيِّ ﷺ زَيْدُبْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَرْقَمِ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ وَمُعَاوِيَةُ

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کی تحریر لکھنے والے زید بن ثابت، عبداللہ بن ارقم، عمیر، عثمان، علی، مغیرہ بن شعبہ، معاویہ اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم اور ان کے

(۲۸۹) ترمذی: ٢٧١٤۔ موضوع ہے۔ البانی: ٥١٣.

(۲۹۰) ترمذی: ٢٧١٤۔ اور منکر قرار دی ہے۔ ابن ماجہ: ٣٧٧٤۔ ضعیف ہے۔ (٥١٢)

(۲۹۱) طبرانی کبیر: ٦١٠٨۔ اس میں قیس بن ربیع راوی کو صرف ثوری اور شعبہ نے ثقہ کہا ہے دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲۹۲) طبرانی کبیر: ٤٧٤٨۔ اس میں سلمہ بن فضل ابرش ہے۔ ابن معین اور ابو حاتم نے اسے ثقہ کہا ہے، لیکن بخاری، ابن مدینی اور ابوزرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ہیثمی: ٦٨٦.

وَخَالِدُبْنُ سَعِيْدِبْنِ الْعَاصِ وَغَيْرُهُمْ رضی اللہ عنہم. علاوہ دوسرے لوگ تھے۔

(رواه الطبرانی فی الكبير ٤٧٤٨ بلين مطولا)

(رِوَايَةُ الْحَدِيْثِ وَرُوَاتُهُ وَكِتَابَتُهُ وَقَبْضُ الْعِلْمِ)

حدیث کی روایت اور راویان حدیث، کتابت حدیث اور علم کے اٹھائے جانے کا بیان

٢٩٣ـ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ:سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: نَضَّرَاللّٰهُ اَمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ (رواه الترمذی ٢٦٥٧)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے باپ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہماری بات سنے اور پھر دوسروں تک اسی طرح پہنچائے جیسا اس نے سنا تھا پس بہت سے لوگ جن کو پہنچایا جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتے ہیں۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... يُحَدِّثُ تفعیل سے مضارع معلوم، واحد مذکر غائب، بیان کرتا ہے۔ نَضَّرَ تفعیل سے ماضی معلوم واحد مذکر غائب تروتازہ رکھے۔ امْرَءً آدمی کو فَبَلَّغَهُ تفعیل سے ماضی معلوم واحد مذکر غائب، تبلیغ کی، آگے پہنچایا۔ فَرُبَّ یہ حرف جر ہے۔ فاتقصیب کے لیے، بعض مُبَلَّغٍ تفعیل سے اسم مفعول ہے، جسے پہنچایا گیا۔ اَوْعٰی یہ ضَرَبَ سے اسم تفضیل ہے۔ زیادہ یاد رکھنے والے، رب مبلغ مبتداء ہے۔ اوعٰی لهٗ اس کی خبر ہے۔ یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے سنانے والے کی بہ نسبت جسے سنایا جائے وہ زیادہ یاد کر لیتا ہے۔

شرح: ......١۔ اس حدیث مبارک میں نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی ہے جو آپ کی حدیث کو سنتا ہے اور پھر یاد کرتا ہے اور پھر اسے آگے پہنچاتا ہے۔

اس میں چار مراتب بیان ہوئے ہیں: (١) حدیث سے وابستہ آدمی کے چہرے پر تازگی رونق، حسن اور سیرت کھیلتے ہیں، یہ ایک عظیم شرف ہے اگر یہی حاصل ہو جائے تو اس سے بڑا اور کوئی شرف وفضل ہی نہیں۔ (٢) دوسرا شرف یہ بیان ہوا ہے کہ جو شخص حدیث شریف کو سنتا ہے اور اسے سمجھتا ہے اور اس کے بعد اسے اپنے دل میں جگہ دیتا ہے یہ بھی نور ایمان حاصل کرتا ہے۔ (٣) اس علم حدیث کو سینے میں ایسے محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ کسی چیز کو برتن میں رکھا جائے تو محفوظ ہو جاتی ہے اسے بھولتا نہیں۔ (٤) اس علم حدیث کی تبلیغ کی جائے اور امت تک اسے عام کیا جائے تا کہ اس کے ثمرات اور فوائد دور دور تک پھیلیں کیونکہ علم کی اگر آگے تعلیم نہ دی جائے تو وہ مٹ جاتا ہے جو بھی اس حدیث میں مذکور چار مراتب حاصل کرے گا اسے ظاہر و باطنی جمال حاصل ہوگا۔ علم حدیث کے گلشن سے پیدا ہونے والا باطنی حسن اور اس

(٢٩٣) ترمذی: ٢٦٥٣ـ ابن ماجه: ٢٣٢ـ صحيح البانی: ٢١٤٠.

سے اندرون دل سے اٹھنے والے ایمان کے آثار، سیرت بن کر نمودار ہوتے ہیں۔قرآن پاک بھی انہی کی مدح وثنا کرتا ہے:

﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًاo﴾ (الدهر: ۱۱)

''انہیں اللہ تعالیٰ اس قیامت کے دن کی سختیوں سے بچائیں گے اوران پر تازگی اورمسرت ڈال دیں گے۔''

چہروں پر تروتازگی ہو اور دلوں سے مسرتوں کی لہریں اٹھ رہی ہوں تو پھر چہرے کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔ایک اور مقام پر ہے:

﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِo﴾ (المطففين: ۲۴)

''تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی تازگی دیکھے گا۔''

۳۔اس حدیث میں اس بات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ تبلیغ کا یہ فائدہ بھی ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس نے تبلیغ کی اور علم حدیث دوسرے تک پہنچایا اور وہ خود بھول جاتا ہے۔لیکن جس نے سنا ہوتا ہے وہ اسے خواب یاد رکھتا ہے اور سن کر زیادہ دینی فہم سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

۴۔اس میں یہ بھی بیان ہوا کہ تبلیغ علم فرض کفایہ ہے اور اس میں تبلیغ حدیث کی ترغیب ہے۔(نووی شرح مسلم رقم: ۱۶۷۹، فتح الباری:۱/ ۱۵۹)

۲۹۴۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (رواه البخاري: ۳۴٦۱)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں اور جس نے میرے اوپر جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔''(بخاری اور ترمذی)

مفردات: ...... بَلِّغُوْا تفعیل سے امر حاضر جمع۔عَنِّيْ ضمیر مجرور، مجھ سے۔اٰيَةً چھوٹی سی آیت۔وَحَدِّثُوْا تفعیل سے امر جمع مذکر حاضر، بیان کرو۔عَلَيَّ ضمیر مجرور، میرے اوپر۔مُتَعَمِّدًا تفعل سے اسم فاعل ہے، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس حال میں کہ قَصْدًا جھوٹ بولے۔فَلْيَتَبَوَّأْ باب تفعل سے امر غائب، ٹھکانہ بنالے۔مَقْعَدَهٗ اپنا ٹھکانہ۔

شرح: ......اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے کہ قرآن پاک یا حدیث مبارک میں سے تھوڑا سا علم بھی تمہیں حاصل ہو تو اسے آگے پہنچاؤ۔اوپر والی حدیث کی شرح میں ہم اس تبلیغ دین کے فوائد بیان کر چکے ہیں۔

۲۔اس میں بنی اسرائیل سے بیان کرنے کی اجازت بھی بیان ہوئی ہے، اس بارے میں علمائے کرام کے مختلف

(۲۹۴) بخاری: ۳۴٦۱۔ ترمذی: ۲٦٦۹۔ احمد: ٦۹٦۷۔ دارمی: ۵۴۲).

اقوال ہیں۔ سب سے جامع اور بہتر وضاحت امام شافعی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ جس میں تمام احادیث کا خلاصہ آجاتا ہے، فرماتے ہیں:

اہل کتاب سے بیان کردہ روایت جس کا ہمیں علم ہو کہ یہ جھوٹ نہیں، تو اسے بیان کر سکتے ہیں۔ یا پھر ہمارے شریعت نے بھی بیان کیا ہو اور اہل کتاب سے بھی منقول ہو اصل یہ ہے، اسے بیان کرنا بھی جائز ہے کوئی حرج نہیں کیونکہ اس بارے میں نہ ممانعت ہے نہ اجازت ہے۔

اگر اہل کتاب کتاب وسنت کے خلاف بیان کریں یا واضح جھوٹ ہو تو پھر اس کو آگے بیان کرنے کی بجائے اس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ (صحیح جامع بیان العلم (۳۱۳))

۳۔ نبی ﷺ کی ذات گرامی قانون ہے، آپ کی طرف منسوب بات دین کی بنیاد ہے۔ اگر کوئی اپنی بات کی اہمیت بنانے کے لیے یہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، بلکہ کفر کا کام کرتا ہے۔ بشرطیکہ وہ قصداً کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دینی معاملے کو تقویت دینے کے لیے، یا ترغیب وترہیب کے لیے بھی جھوٹی بات نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا باطل کام ہے کیونکہ ہمارا دین کسی جھوٹ کے سہارے کا محتاج نہیں جو بھی ترغیب وترہیب کی ضرورت ہے، وہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں بتا دی ہے۔ (حوالہ مذکور)

۲۹۵ــ أَبُوْهُرَيْرَةَ: إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: أَبُوْهُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ لا يُحَدِّثُوْنَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِ وَإِنَّ أَخَوَانِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ فِيْ الْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى مَلَأِ بَطْنِيْ فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوْا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسَوْا وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِيْ مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ أَمْرًا مِسْكِيْنًا مِنْ مَسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ وَلَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ حَدِيْثٍ تَحَدَّثَهُ: لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِيْ ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَىٰ مَاأَقُوْلُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگو! تم تو کہتے ہو ابوہریرہ حدیث زیادہ بیان کرتا ہے اور مہاجرین وانصار اس کے برابر احادیث بیان کیوں نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں مالِ تجارت فروخت کرنے میں مصروف رہتے تھے اور میں پیٹ باندھ کر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہتا تھا پس میں حاضر رہتا تھا جب وہ غائب رہتے تھے اور میں یاد رکھتا جو وہ بھول جاتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائی اپنے مال وجائیداد میں کام کرتے تھے اور میں مساکین اصحاب الصفہ میں سے ایک مسکین تھا۔ مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث بیان کرتے وقت فرمایا: ''جو اپنا دامن پھیلائے رکھے گا جب تک میں بیان کرتا رہوں گا اور پھر وہ اپنے کپڑے کو اپنے ساتھ سمیٹ لے گا تو اس کو یاد رہے گا جو میں کہوں گا:

(۲۹۵) مسلم: ۲٤۹۲۔ كتاب فضائل الصحابة، بخاری: ۲۳۵۰۔ ترمذی: ۳۸۳۵۔ ابن ماجه: ۲٦۲۔ احمد: ۸۲۰٤.

عَلَيَّ حَتَّى إِذَاقَضٰى مَقَالَتَهٗ جَمَعْتُهَا إِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ تِلْكَ شَيْئًا (رواه مسلم ٢٤٩٢، فی کتاب فضائل الصحابة)

''میں نے دھاری دار چادر اپنے اوپر پھیلائی یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے بیان سے فارغ ہو گئے تو اس کو اپنے سینے کے ساتھ جمع کر کے لگایا، پس مجھے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں سے کچھ بھی نہیں بھولا۔

مفردات: ...... يُكْثِرُ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، زیادہ بیان کرتے ہیں۔ مَا بَالُ کیا حال ہے۔ يَشْغَلُهُمْ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، انہیں مشغول رکھتا ہے۔ اَلصَّفْقُ تجارت کرنا۔ اَلْزَمُ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں لازم پکڑتا ہوں۔ مِلْأٌ بھرنے۔ فَاَشْهَدُ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں حاضر ہوتا۔ غَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب، جب یہ غائب ہوتے۔ نَسُوْا، عَلِمَ سے ماضی جمع مذکر غائب، وہ بھول گئے۔ اَلصُّفَّةِ چبوترہ۔ اَقْضِيَ، ضَرَبَ سے مضارع واحد متکلم، میں پورا کروں۔ وَعٰى ماضی واحد مذکر، یاد کیا۔ نِمِرَةً چادر۔

شرح: ......١۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حافظ حدیث تھے کیونکہ انہیں شوق ہی فقط احادیث سننے کا تھا۔

٢۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان احادیث کو لوگوں کے سامنے بیان بھی کرتے تھے، لہٰذا آج بھی احادیث لوگوں تک پہنچائی جائیں۔

٣۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ علم حدیث کے حصول کے ساتھ ساتھ تجارت وغیرہ کرنا بھی جائز ہے لیکن کاروبار کو زیادہ غالب نہ کر دیا جائے یہ دین کے حصول میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

٤۔ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھول جاتے تھے لیکن چادر سینہ سے لگانے کے بعد علم حدیث کبھی نہیں بھولے۔

٢٩٦۔ ومن رواية إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَأَبُوْهُرَيْرَةَ وَلَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ يَتْلُو إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰىإِلٰى قَوْلِهِ اَلتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (رواه البخاری ١١٨)

ان کی روایات میں یہ بھی ہے: لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرنے میں کثرت ہی کر دی ہے۔ اگر دو آیات جو اللہ کی کتاب میں ہیں مجھے ان کی فکر نہ ہوتی تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔

''وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ہمارے نازل کردہ واضح آیات اور ہدایت کو...... توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

(٢٩٦) بخاری: ١١٨۔ مسلم: ٢٤٩٢۔ کتاب فضائل الصحابة، ترمذی: ٣٨٣٥۔ ابن ماجه: ٢٦٢۔ احمد: ٨٢٠٤.

مفردات: ...... مَا نہ۔ حَدَّثْتُ تفعیل سے ماضی واحد متکلم، میں بیان نہ کرتا۔ یَتْلُوْ امضارع معلوم واحد مذکر غائب، پڑھتا ہے۔ اَلْھُدٰی نفع بخش علم۔ البَیِّنَاتُ روشن دلائل۔ اَلتَّوَّابُ اسم مبالغہ، توبہ قبول کرنے والا۔

شرح: ......مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (بقرہ:۱۵۹-۱۶۹) میں علم دین چھپانے والوں کی مذمت کی ہے اس لیے اسے چھپانا حرام ہے، اور اس کا اظہار بہت ضروری ہے اور جتنا علم زیادہ ہوا تنا ہی اسے بیان کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس علم حدیث کثرت سے موجود تھا، اس لیے وہ اس کو بیان کرنے میں کوتاہی سے خوفزدہ تھے۔ اور کثرت سے اس کا اظہار کرتے رہتے تھے اور لوگ اعتراض کرتے تھے۔ جس کا جواب انہوں نے اوپر والی حدیث میں دیا ہے کہ لوگ کام میں مصروف رہتے تھے، میں احادیث سنتا تھا اس لیے میں زیادہ احادیث بیان کرتا ہوں۔

۲۹۷۔ وَمِنْهَا: يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَأَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلاً فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ البَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ: لاَ أَدْرِيْ فَقُلْتُ لَمْ تَشْهَدُ هَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَاوَكَذَا. (رواه البخاري ۱۲۲۳)

ان کی روایات میں یہ بھی ہے: لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت کثرت کر دی احادیث بیان کرنے میں۔ حال تو یہ ہے کہ میں ایک شخص کو ملا اور اس سے پوچھا کہ آج رات عشاء کی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے کون سی سورت نماز میں پڑھی ہے تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔ میں نے کہا: تو حاضر نہیں تھا؟ اس نے کہا حاضر تو تھا: میں نے کہا مجھے تو معلوم ہے، آپ نے فلاں اور فلاں سورت کی تلاوت کی ہے۔'' (بخاری مسلم، ترمذی)

مفردات: ...... فَلَقِيْتُ، عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں ملا۔ بِمَا کسی چیز کے ساتھ۔ اَلْبَارِحَةَ گزشتہ رات۔ اَلْعَتَمَةَ اندھیرا، مراد نماز عشاء لَا اَدْرِیْ، ضَرَبَ سے مضارع منفی واحد متکلم میں نہیں جانتا۔

شرح: ......دوسرے آدمی کو ضبط نہ تھا، وہ کسی مشغولیت کی وجہ سے صبح یہ بھول چکا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز عشاء میں کونسی سورت پڑھی ہے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فکری پرواز فقط افعال نماز تک محدود تھی اور کہیں توجہ مبذول نہ تھی اور انہیں ضبط حاصل تھا، حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ (فتح الباری: ۳/ ۹۱)

۲۹۸۔ عَنْهُ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوبَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ. (رواه البخاري، ۱۲۲۳)

ان ہی سے یہ روایت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر دو قسم کے علوم یاد کیے ان میں ایک کو میں نے تو لوگوں کے درمیان بیان کر دیا ہے اور اگر میں دوسرا مضمون بیان کرنے لگوں تو میرا یہ حلق کاٹ دیا جائے گا۔ (بخاری)

مفردات: ...... وِعَائَيْنِ دو برتن۔ فَبَثَثْتُهُ ماضی واحد متکلم میں نے پھیلایا۔ قُطِعَ ماضی مجہول واحد مذکر

(۲۹۷) بخاری: ۱۲۲۳۔ احمد: ۱۰۳٤٤۔ (۲۹۸) بخاری: ۱۲۰۔

غائب، کاٹ دی جاتی۔ اَلْبُلْعُوْمُ کھانے کے جاری ہونے کی جگہ، شاہ رگ۔

شرح: ......ا۔اس حدیث میں دو برتن علم کے وارد ہوئے ہیں، جبکہ ایک مسند کی روایت میں تین تھیلے علم آتا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا حل یہ بیان کیا ہے کہ یہ دو برتن چھوٹے بڑے تھے۔ جو بڑا تھا، وہ دو تھیلوں کے برابر تھا اور چھوٹا برتن ایک تھیلے کے برابر تھا۔اس طرح تعارض ختم ہو جاتا ہے۔(فتح الباری:۱/ ۲۱۶)

۲۔اس حدیث سے باطنیہ فرقہ جو کہ گمراہ ہے انہوں نے اپنے غلط عقیدہ کے لیے ذریعہ اپنا لیا ہے کہ شریعت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، حالانکہ اس فرقے نے جس علم کو باطن کہا ہے، یہ دین میں کمزوری پیدا کرتا ہے، یہ بالکل غلط نظریہ ہے اس سے یہ مراد نہیں، یہاں مراد ہے کہ امرائے سوء اور برے حاکموں کے نام تھے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے، اگر بتا دیتے تو یہ حکمران واقعتاً انہیں زندہ نہ چھوڑتے۔ اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف اشارہ کنایہ کرتے تھے۔ان کی برائی کی علامات سے آگاہ کرتے تھے، یہی اصل تھی۔ نام بتانا ضروری نہ تھا۔اس لیے یہ علم دین چھپانے کے عیب میں شامل نہیں، بلکہ علم حق انہوں نے مکمل پہنچایا تھا۔ظاہر ہے ان کا نام لے کر انہیں گمراہ قرار دینا انہیں مرنے مارنے پر آمادہ کر دیتا، اس لیے ان کے نام نہیں بتائے اشارہ کنایہ کر دیا۔(فتح الباری حوالہ مذکور)

۲۹۹۔ وَقَالَ أَبُوْذَرٍّ: لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهِ وَأَشَارَ إِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيْزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا . (للبخاري تعليقا)

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم تیز کاٹنے والی تلوار اس گردن پر رکھ دو اور مجھے یہ گمان ہو کہ جو لفظ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میری گردن کاٹنے سے پہلے میں بیان کر دوں گا تو میں اس کو ضرور بیان کروں گا۔(بخاری کی تعلیقات)

مفردات: ...... وَضَعْتُمْ، مَنَعَ سے ماضی جمع مذکر حاضر، تم رکھو۔اَلصَّمْصَامَةَ تیز دھار تلوار جو دندانے والی نہ ہو۔اَلْقَفَاءُ گدی، یہ مذکر اور مونث استعمال ہوتی ہے۔أُنْفِذُ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں جاری کر سکوں۔اَنْ تجِيْزُوْا افعال سے مضارع معلوم مذکر حاضر، اَنْ ناصبہ نے نون اعرابی ساقط کر دیا، یہ کہ پار کرو، گزار دو۔

شرح: ......ا۔ یہ پر جوش الفاظ ادا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ جتنا بھی مال بچے وہ خزانہ نہ کیا جائے بلکہ اسے خرچ کر دیا جائے۔ یہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نظریہ اجتہادی غلطی والا تھا لیکن وہ اس پر بضد تھے۔اس خدشہ کے پیش نظر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگا دی کہ عام مجالس میں یہ فتویٰ نہ دیا کریں خصوصاً موسم حج میں سخت پابندی تھی کہ کہیں اس سے سادہ لوح افراد بھی متاثر ہو کر غلطی نہ کریں۔موسم حج تھا، جمرہ وسطی کے قریب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، لوگ اکٹھے ہو کر فتوی طلب کر رہے تھے۔قریش کا ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے حضرت آپ پھر فتویٰ دیئے جا رہے ہیں جبکہ آپ پر خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قدغن لگا رکھی ہے کہ فتویٰ نہ

(۲۹۹) بخاری میں تعلیقا یعنی حذف سند سے آئی ہے۔مع فتح الباری: ۱/ ۱۵۹، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل.

دیں۔ اس موقع پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان جذبات کا اظہار کیا جو متن میں درج ہیں۔ (فتح الباری: ۱/ ۱۶۱)

۲۔ بہرصورت اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو جب آدمی ایک بات کو حق تصور کرتا ہے تو اسے آگے پہنچانا چاہیے، اسے بیان کرنے سے رکنا نہیں چاہیے اور علم دین کی تعلیم دینی چاہیے خواہ مصائب ومشکلات راہ میں پتھر بن جائیں، طلب ثواب کی نیت سے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

۳۰۰۔ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ وَعَنْ أَبِي أُسَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيْثَ عَنِّي تَعْرِفُهُ قُلُوْبُكُمْ وَتَلِيْنُ لَهُ أَشْعَارُكُمْ وَأَبْشَارُكُمْ وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ قَرِيْبٌ فَأَنَا أَوْلَاكُمْ بِهِ وَإِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيْثَ عَنِّي تُنْكِرُهُ قُلُوْبُكُمْ وَتَنْفِرُ أَشْعَارُكُمْ وَأَبْشَارُكُمْ وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ بَعِيْدٌ فَأَنَا أَبْعَدُكُمْ مِنْهُ. (لأحمد ١٥٦٢٨، وللبزار)

ابوحمید وابواُسید رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھ سے حدیث سنو جس کو تمہارے دل پہچان جائیں تمہارے بال وکھال نرم ہو جائے اور تم یہ خیال کرو کہ یہ حکم تم سے قریب (یعنی تمہارے لیے آسان) ہے پس میں تم سے زیادہ اس کا حقدار ہوں اور جب تم میری حدیث سنو، تمہارے دل اس سے زیادہ ناواقف، ہوں اور تمہارے بال و کھال متفرق ہو جائیں اور خیال کرو کہ یہ تو تم سے بہت دور ہے تو میں بھی تم سے زیادہ اس سے بعید تر ہوں۔ (احمد اور بزار)

مفردات: ...... تَلِيْنُ مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، نرم ہوتے ہیں۔ اَشْعَارُكُمْ اس کا واحد شَعَرٌ بال ہے۔ وَاَبْشَارُكُمْ اس کا واحد بَشَرٌ ہے، چمڑے۔ اَوْلَاكُمْ اسم تفضیل ہے۔ سب سے زیادہ تعلق رکھتا ہوں۔ تُنْكِرُهٗ افعال سے مضارع معلوم واحد مونث غائب، انکار کرتے ہیں۔ تَنْفِرُ واحد مونث، نفرت کرتے ہیں۔ اَبْعَدُكُمْ اسم تفضیل، تم سے زیادہ دور ہوں۔

شرح: ......اس میں فن حدیث سے وابستہ لوگوں اور نیک فطرت افراد کو حدیث کے نبی ﷺ سے جاری ہونے کی علامت بتائی گئی ہے کہ جس طرح جوہری کو علم ہوتا ہے کہ یہ جوہر کیسا ہے، اسی طرح ایک محدث کو علم ہوتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی بات ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی۔

اگر حدیث کی یہ تاثیر ہو کہ رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور بات ذہن اپیل کرے تو یہ علامت ہوگی کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث ہے اگر بات اس کے الٹ ہو تو یہ نبی ﷺ کی بات نہیں۔

اس میں علم حدیث دوسرے تک پہنچانے کی ترغیب بھی ہے۔

۳۰۱۔ قَالَ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ: أَنَّهُ يُفْتَحُ الْقُرْآنُ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن لوگوں پر آسان کر

(۳۰۰) احمد: ١٥٦٢٨۔ بزار، ورجاله رجال الصحيح، هيثمي: ٦٦٧.

(۳۰۱) دارمی: ١٩٩۔ عن قریب یہ کتاب الفتن میں آئے گا۔ اس سے ملتا جلتا ابوداود میں بھی ہے۔

عَـلَـى الـنَّـاسِ حَتَّى تَقْرَأَهُ الْمَرْأَةُ وَالصَّبِيُّ وَالـرَّجُـلُ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَلَمْ أُتَّبَـعُ ثُـمَّ يَـقُـوْمُ بِـهِ فِيْهِـمْ فَلاَ يُتَّبَـعُ ثُـمَّ يَـحْتَظِرُوْنَ بَيْتِهِ مَسْجِداً فَلاَ يُتَّبَعُ فَيَقُوْلُ قَدْ قَـرَأْتُ الْقُرْآنَ فَلَمْ أُتَّبَعْ وَقُمْتُ بِهِ فَلَمْ أُتَّبَعْ وَاحْتَظَرْتُ فِي بَيْتِيْ مَسْجِداً فَلَمْ أُتَّبَعْ وَاللّٰهِ لاَ تِيَنَّهُمْ بِحَدِيْثٍ لَّا يَجِدُوْنَهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَـمْ يَسْمَعُوْهُ عَنْ رَّسُوْلِهِ لَعَلِّي أُتَّبَعْ . قَالَ مَـعَـاذُ: فَـإِيَّـاكُـمْ وَمَا جَاءَ بِهِ فَإِنَّهُ ضَلاَلَةٌ . (لـلـدارمی ۱۹۹، مطولا ويأتي فی الفتن إن شاء الله نحوه لأبی داود)

دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو عورت، بچہ اور مرد سب پڑھیں گے پس ایک مرد کہے گا: میں نے قرآن پڑھا تو میری تابع داری نہیں کی گئی۔ پھر وہ قرآن کے ساتھ لوگوں کے درمیان قیام کرے گا تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی پھر وہ اپنے گھر میں مسجد بنائے گا اور اس کی تابعداری نہیں کی جائے گی۔تو وہ کہے گا: میں نے قرآن پڑھا تو میری پیروی نہ کی گئی میں نے قرآن کے ساتھ قیام کیا تو میری پیروی نہ کی گئی، میں نے گھر میں مسجد بنائی تو میری پیروی نہ کی گئی۔اللہ کی قسم! اب میں لوگوں کے پاس وہ بات لاؤں گا جس کو وہ نہ تو اللہ کی کتاب میں پائیں گے اور نہ ہی انہوں نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے وہ بات سنی ہے تاکہ میری پیروی کی جائے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس تم اس سے اور جو کچھ وہ لے کر حاضر ہو اس سے بچتے رہنا اس لیے کہ وہ سراسر گمراہی ہے۔ یہ دارمی کی طویل روایت سے ہے اور انشاء اللہ ابوداؤد کی روایت سے اس کی مثل کتاب الفتن میں آرہی ہے۔''

مفردات: ...... يُفْتَحُ مضارع مجہول، واحد مذکر غائب،کھولا جائے گا، عام ہوگا، غالب ہوگا۔ فَلَمْ أُتَّبَعْ نفی جحد مجہول واحد متکلم، میں اتباع نہیں کیا گیا۔ يَـحْتَظِرُوْنَ افتعال سے مضارع جمع مذکر غائب، باڑ لگاتے ہیں۔یعنی گھر کی چار دیواری میں مسجد بنالی۔ لَا تِيَنَّهُمْ لام تاکید ہے، اٰتـى ياتى سے مضارع معلوم واحد متکلم،ضمیر مفعول بہ، میں ضروران کے پاس لے کر آؤں گا۔ لَا يَجِدُوْنَهُ مضارع منفی جمع مذکر غائب،ضمیر حدیث کی طرف لوٹتی ہے، اس بات کو نہیں پاتے۔ لَعَلِّيْ حرف مشبہ بالفعل، شاید میں۔ فَإِيَّاكُمْ خاص تم بچو۔

شــــرح: ......اس میں زمانہ کے تغیر وتبدل کی جانب اشارہ ہے کہ پہلے لوگ قرآن پاک کی جانب رواں دواں آئیں گے، پھراس سے دور چلے جائیں گے۔

اس حد تک پسپائی ہوگی کہ درد مند لوگ اس کے علاوہ لوگوں کی اصلاح کی فکر میں پڑھائیں گے کہ لوگ کتاب وسنت تو سنتے نہیں انہیں کوئی نئی بات بتائیں جس سے معاشرہ اثر قبول کرے۔

---

(۳۰۲) طبرانی کبیر، طبرانی اوسط، صالح بن ہلال مجہول راوی ہے۔

۲۔اس میں بدعت سے اجتناب کی ترغیب ہے کہ جب کتاب وسنت سے اصلاح امت ممکن نہ ہوتو پھر بدعات اور دین میں ایجاد بندہ خرافات نہ بیان کرنا کیونکہ یہ صریح گمراہی ہے اور گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے۔مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی معاشرہ قرآن وسنت سے اصلاح پذیر نہیں ہوتا تو بدعات سے بھی نہیں ہوگا بلکہ اور گمراہ ہوگا۔

۳۰۲ ــ أُسَامَةَ الْهُذَلِيِّ: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا شَهِدَتْ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ، وَهُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَصَاعِدًا، أَجَازَ اللّٰهُ شَهَادَتَهُمْ، أَوْ قَالَ، صَدَّقَ اللّٰهُ شَهَادَتَهُمْ. (للكبير والأوسط وفيه: صالح بن هلال)

اسامہ الھذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی امت ان امتوں میں سے گواہی دے اور وہ چالیس مرد ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی گواہی پر فیصلہ فرما دیتا ہے یا فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کی تصدیق کر دیتا ہے۔'' (الکبیر اور الاوسط اور اس میں راوی صالح بن ہلال ہے)

۳۰۳۔ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: وَاللّٰهِ مَا كُلُّ مَا نُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمِعْنَاهُ مِنْهُ، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ يُكَذِّبُ بَعْضُنَا بَعْضًا. (رواه الطبرانی فی الكبير)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی جو احادیث ہم نے تم سے بیان کی ہیں، وہ احادیث تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنی ہیں (بلکہ بعض دوسرے صحابہ کی روایات سن کر ہم نے بیان کی ہیں) مگر ہم صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی نہ تکذیب کرتے تھے نہ جھوٹ کہتے تھے۔(الکبیر)

مفردات: ...... مَا نہیں۔ کُلُّ سب کچھ۔ مَا جو۔ نُحَدِّثُكُمْ تفعیل سے مضارع معلوم جمع متکلم، ضمیر مفعول بہ ہے، ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔ سَمِعْنَاهُ جمع متکلم، ضمیر مفعول بہ ہے، ضمیر پیچھے والی بیان کردہ چیز کی جانب سے، سنا جس کو ہم نے۔ مِنْهُ آپ ﷺ سے۔

شرح: ......مقصد یہ ہے کہ جو کچھ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے، وہ سارے کا سارا رسول اکرم ﷺ کے منہ مبارک سے ہی نہیں سنا۔ بلکہ انہوں نے بعض احادیث اور علمی باتیں اپنے ساتھیوں سے سنی ہیں، جو رسول اکرم ﷺ سے انہوں نے ایک دوسرے سے بیان کی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ان پر ہمیں اسی طرح اعتماد ہے گویا ہم نے خود رسول اکرم ﷺ سے سن لیا ہے کیونکہ ہم تو ایک دوسرے سے جان بوجھ کر جھوٹی بات نہ کہتے تھے نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر کیسے جھوٹے بول سکتے تھے۔

اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صاف گوئی اور علم دین پر سچائی کا پتہ چلتا ہے، اور رسول اکرم ﷺ سے حاصل کردہ علم آگے تبلیغ کرنے اور پہنچانے کا جذبہ بھی اجاگر ہوتا ہے۔

۳۰۳۔ طبرانی کبیر، رجاله رجال الصحیح هیثمی: ۶۹۰.

٣٠٤۔ الْبَـرَاءِ: مَا كُلُّ الْحَدِيْثِ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَصْحَابُنَا عَنْهُ كَانَتْ تَشْغَلُنَا عَنْهُ رَعِيَّةُ الإِبِلِ. (رواه أحمد: ١٨٠٢٣)

براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہر حدیث خود ہم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی: آپ ﷺ کی احادیث ہمارے رفقاء صحابہ ہم سے بیان کرتے تھے۔ جب ہم اپنے اونٹ چرانے میں مصروف ہوتے تھے۔ (احمد)

مفردات: ...... تَشْغَلُنَا، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مونث غائب ہمیں معروف رکھتی۔ عَنْهُ اس حدیث سے۔ رَعِيَّةُ چرانا۔

شرح: ......اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کام کاج میں مصروف رہنے کے باوجود علم حدیث حاصل کیا کرتے تھے، اگر خود نہ سن سکتے تو جنہوں نے سنا ہوتا تھا ان سے سن لیتے تھے اور اسے یاد رکھتے اور اسے آگے پہنچاتے۔

٣٠٥۔ عَـنْ يَـعْـقُـوْبَ بْـنِ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ سُـلَيْـمَانَ بْنِ أُكَيْمَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَـقُـلْـنَا لَهُ: بِأَبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا يَـارَسُـوْلَ الـلّٰـهِ. إِنَّا نَسْمَعُ مِنْكُمُ الْحَدِيْثَ فَلا نَـقْـدِرُأَنْ نُـؤَدِّيَهُ كَمَا سَمِعْنَا قَالَ: إِذَالَمْ تُـحِـلُّـوْا حَــرَامًــا وَلَمْ تُحَـرِّمُوْا حَلالًا، وَأَصَبْتُـمُ الْـمَعْنٰى فَلَابَأْسَ (رواه الطبراني في الكبير ٦٤٩١. وفيه يعقوب وأبوه)

یعقوب بن عبداللہ بن اکیمہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، اکیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں ہم آپ ﷺ سے حدیث سنتے ہیں اور پھر ہم نے جیسی سنی ہے ویسی ہی بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔ فرمایا: ''جب تم حرام کو حلال نہ کرو اور حلال کو حرام نہ کر دو اور حدیث کا مفہوم بھی سمجھتے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے (الکبیر، اس روایت میں یعقوب اور اس کا باپ قابل غور ہیں)۔

٣٠٦: عَـنِ الـضَّـحَّـاكِ بْـنِ مُزَاحِمٍ قَالَ: مَرَّابْنُ عَبَّـاسٍ بِـقَـاصٍّ فَـرَكَلَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: أَتَدْرِيْ مَا النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ؟ قَالَ: وَمَاالنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ؟ قَـالَ: فَمَا تَدْرِيْ مَاالنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ؟ قَالَ: لَا، قَـالَ: هَلَكْتَ وَأَهْلَكْتَ. (رواه الطبراني في الكبير ١٠٦٠٣، وفيه راشدمولى بنى عامر)

ضحاک بن مزاحم نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذرا ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کیا تجھے ناسخ اور منسوخ کا علم ہے؟ اس نے کہا ناسخ اور منسوخ کیا ہے؟ ابن عباس نے کہا تم نہیں جانتے کہ ناسخ منسوخ کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو ہلاک ہوا اور تو نے ہلاک کر دیا۔'' (الکبیر اس سند میں راشد مولی بنو عامر ہے)

٣٠٧ــ عَـنْ جَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَاهُ: لَا

جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں مرفوع بیان کرتے ہیں: فاسق کی

(٣٠٤) احمد: ١٨٠٢٣۔ رجاله رجال الصحيح هيثمي: ٦٩١.
(٣٠٥) طبرانی کبیر: ٦٤٩١۔ اس میں یعقوب اور اس کے باپ نامعلوم ہیں، کسی نے ان کا اچھا یا برا ذکر نہیں کیا۔ هيثمي: ٦٩٣.
(٣٠٦) طبرانی کبیر: ١٠٦٠٣۔ ابوراشد مولی بنو عامر کا کسی نے ذکر نہیں کیا یہ کون ہے۔ هيثمي: ٦٩٥. (٣٠٧) رزين.

غِیْبَۃَ لِفَاسِقٍ وَلاَ مُجَاھِرٍ فَکُلُّ أُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّاالْمُجَاھِرِیْنَ . (لرزین) .

غیبت ممنوع نہیں ہے نہ علانیہ اپنی بدی بیان کرنے والے کی غیبت ممنوع ہے، میری ساری امت معاف کر دی جائے گی مگر وہ لوگ جو اپنی برائی خود بیان کرنے والے ہیں۔'' (رزین)

مفردات: ...... رَفَعَاہُ ماضی تثنیہ، ان دونوں نے اسے مرفوع بیان کیا ہے۔ لَاغِیْبَۃَ لائے نفی جنس ہے، غیبت نہیں، غیبت پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان کرنا۔ وَلَا مُجَاھِرٍ مفاعلہ سے اسم فاعل ہے، ظاہر کرنے والے یعنی علانیہ کسی کو برا نہ کہو۔

شرح: ......اس کی سند کا تو علم نہیں ہو سکا تاہم قرآن پاک اس مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (النسآء: ۱۴۸)

''اللہ تعالیٰ بری بات کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔''

یعنی کسی کو گالی دینا، تہمت لگانا، سب وشتم کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، ہاں مظلوم آدمی ظالم کے خلاف شکایت کر سکتا ہے، برا مندہ بول سکتا ہے۔ یہ غیبت میں اور برائی کا اعلان کرنے میں نہیں آتا۔ آئندہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

۳۰۸۔ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ حِیْدَۃَ قَالَ: خَطَبَھُمُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: حَتّٰی مَتٰی تَرْعُوْونَ عَنِ ذِکْرِ الْفَاجِرِ، أھکتوہ حتی یحذرہ الناس . (رواہ الطبرانی فی الکبیر ۱۹/ ۴۱۸)

'' معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: بدکار کی بدی کا تذکرہ کرنے سے تم لوگ کب تک باز رہو گے اس کی کہاں تک عزت کرو گے یہاں تک کہ لوگ اس سے بچ سکیں۔'' (طبرانی)

مفردات: ...... تَرْعَوُوْنَ افعال سے مضارع معلوم جمع مذکر حاضر، خوفزدہ ہو گے، رکو گے، باز رہو گے۔ اَھْکِتُوْہُ امر جمع حاضر اسے رسوا کرو، شاید یہ غلطی ہوا صل اَھْتِکُوْہُ ہوگا، اس کی ہتک عزت کرو، عزت گراؤ۔ حَتّٰی یَحْذَرَہُ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے، اس سے لوگ احتیاط کریں۔

شرح: ......معاویہ بن حیدہ بن معاویہ بن کعب قشیری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہے تھے اور خراسان میں وفات پائی۔ یہ بہز بن حکیم کے دادا ہیں۔ (تقریب)

۲۔ بدقماش، فاسق، فاجر جو علانیہ بدکردار ہو اس کی اطلاع عام کرنی چاہیے تاکہ لوگ اس سے بچاؤ کر سکیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اچھی بات بھی لوگوں تک پہنچائی جائے اور برائی یا برے آدمی سے بھی آگاہ کیا جائے تاکہ لوگ اپنا بچاؤ کر سکیں۔

۳۰۹۔ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ سَعِیْدِبْنِ

علقمہ بن عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے وہ اس کے دادا

(۳۰۸) طبرانی کبیر: ۱۹/ ۴۱۸۔ حسن ہے، رجالہ موثون، معمولی اختلاف ہے، اس سے کوئی نقصان نہیں۔ ھیثمی: ٦٦٢.
(۳۰۹) یہ طبرانی کبیر میں ہے، اس میں بکیر بن معروف راوی ہے، احمد کبھی تو اسے ثقہ اور کبھی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، ابن عدی کہتے ہیں امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن امام بخاری کہتے ہیں۔ ارمِ بہٖ اسے پھینک دو کسی کام کا نہیں۔ ھیثمی (٧٤٨)

عَبْدِالرَّحْمٰنَ بْنِ أَبْزیٰ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ مَرَّةٍ، فَأَثْنٰى عَلٰى طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَا يُفْقِّهُوْنَ جِيْرَانَهُمْ، وَلَا يُعَلِّمُوْنَهُمْ وَلَا يَعِظُوْنَهُمْ وَلَا يَأْمُرُوْنَهُمْ وَلَا يَنْهَوْنَهُمْ، وَمَا بَالُ أَقْوَامٍ لَايَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِيْرَانِهِمْ، وَلَايَتَفَقَّهُوْنَ، وَلَا يَتَّعِظُوْنَ، وَاللّٰهِ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ. وَيُفَقِّهُوْنَهُمْ، أَوْ لَأُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ قَوْمٌ: مَنْ تَرَوْنَهٗ عَنّٰى بِهٰؤُلَآءِ؟ قَالَ: اَلْأَشْعَرِيِّيْنَ، هُمْ قَوْمٌ فُقَهَآءُ وَلَهُمْ جِيْرَانٌ جُفَاةٌ مِنْ أَهْلِ الْمِيَاهِ وَالْأَعْرَابِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ قَوْمًا بِخَيْرٍ، وَذَكَرْتَنَا بِشَرٍّ فَمَا بَالُنَا؟ فَقَالَ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ، وَلَيُفَقِّهَنَّهُمْ، وَلَيَعِظَنَّهُمْ، وَلَيَأْمُرَنَّهُمْ، وَلَيَنْهَيَنَّهُمْ، وَلَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِنْ جِيْرَانِهٖ، وَيَتَّعِظُوْنَ، وَيَتَفَقَّهُوْنَ، أَوْ لَأُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنُفَطِّنُ غَيْرَنَا؟ فَأَعَادَ قَوْلَهٗ عَلَيْهِمْ وَأَعَادُوْا قَوْلَهُمْ أَنُفَطِّنُ غَيْرَنَا، فَقَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا، فَقَالُوا: أَمْهِلْنَا سَنَةً، فَأَمْهَلَهُمْ سَنَةً لِيُفَقِّهُوْنَهُمْ وَيُعَلِّمُوْنَهُمْ، وَيَفْطِنُوْنَهُمْ، ثُمَّ قَرَأَ ﷺ هٰذِهِ الْآيَةَ: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ

عبدالرحمٰن بن ابزی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا، پس مسلمانوں کی جماعت کی خوبیاں بیان کیں اور پھر فرمایا: ''کچھ لوگوں کا کیا حال ہے کہ نہ تو اپنے پڑوس والوں کو سمجھاتے ہیں، نہ ان کو تعلیم دیتے ہیں، نہ ان کو نصیحت کرتے ہیں، نہ اچھی بات کا حکم دیتے ہیں نہ (بری بات سے) منع کرتے ہیں۔ اورلوگوں کا کیا حال ہے کہ نہ تو اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں نہ سمجھ بوجھ اور دینی فقہ حاصل کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ لوگ بخوبی جان لیں کہ وہ اپنے ہمسایوں کی تعلیم کا بندوبست کریں، ان کو دین سمجھائیں، ان کو نصیحت کریں، ان کو حکم دیں اور ان کو منع کریں۔ اور دوسرے لوگ اپنے ہمسائیوں سے تعلیم حاصل کریں، دین کی سمجھ حاصل کریں اور نصیحت حاصل کریں یا پھر ان سب پر عذاب آئے گا۔ پھر آپ ﷺ منبر سے اتر آئے۔ پس لوگوں نے کہا: آپ ﷺ نے کس قوم کو مراد لیا ہے؟ فرمایا: اشعری خاندان والوں کو، وہ فقہا قوم ہے اور ان کے پڑوس میں جاہل لوگ ہیں جو پانیوں پر اور دیہات میں رہتے ہیں۔ جب اشعری خاندان کو اس خطاب کی خبر پہنچی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اورعرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ایک قوم کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں اور ہمارے شہر کا ذکر فرمایا ہے اور ہمارا قصور کیا ہے؟ فرمایا: تمہاری قوم اپنے ہمسایوں کو سمجھائے، دین کی تعلیم دے، ان کو نصیحت کرے، ان کو حکم دے اور ان کو منع کرے اور دوسری قوم اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کرے، نصیحت حاصل کرے اور دین سیکھے یا پھر ان سب پر دنیا ہی میں عذاب آئے گا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہمارے لوگ غیروں کو نصیحت کریں؟

دَاوٗدَ وَعِيْسٰى الآية (رواه الطبراني في الكبير بلين)

پس آپ ﷺ نے اپنا قول اعادہ کر کے بیان فرمایا تو انہوں نے اپنے قول کا اعادہ کیا کیا ہم لوگ غیروں کو نصیحت کریں؟ پس آپ نے پھر وہی فرمایا تو انہوں نے ایک سال کی مہلت طلب لی اور آپ ﷺ نے سال کی مہلت دیدی تا کہ یہ لوگ فقہ سمجھائیں، تعلیم دیں اور نصیحت کریں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت اور تلاوت کی: ''لعنت کی گئی کچھ لوگوں کو بنو اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر تا آخر ہے۔''

۳۱۰۔ عَنْ كُرْدُوْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، قَالَ شُعْبَةُ أُرَاهُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لِأَنْ يُفَصِّلَ الْمُفَصَّلَ أَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ كَذَابًا . قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَيُّ مُفَصَّلٍ؟ قَالَ: اَلْقِصَصُ . (رواه البزار)

کردوس بن عمرو سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میں نے بدری صحابی سے سنا شعبہ نے کہا خیال ہے صحابی سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر قصہ گو صحیح قصہ گوئی کرے تو وہ مجھے کتنے ہی ابواب سے زیادہ پسند ہے۔'' (بزار)

۳۱۱۔ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: إِنَّ هٰذَاالْحَدِيْثَ يَصُدُّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ، وَعَنْ صِلَةِ الرَّحِمِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ؟ (رواه أبويعلى: ٢٦٤٧)

شعبہ نے کہا: یہ لغو باتیں تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے اور صلہ رحمی سے منع کرتی ہیں تو کیا تم ان باتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ (موصلی)

مفردات: ...... هٰذَا الْحَدِيْثَ عام بات، یا نبی ﷺ کا قول، عمل اور تقریر وغیرہ۔ يَصُدُّكُمْ، نَصَر سے مضارع واحد مذکر، ضمیر مفعول بہ تم کو روکتا ہے۔ مُنْتَهُوْنَ افتعال سے اسم فاعل، تم باز آنے والے ہو۔

شرح: ......اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دنیاوی باتوں کی وجہ سے یہ نیک کام رہ نہ جائیں۔ اس کی وجہ سے ذکر الٰہی، نماز، صلہ رحمی جیسے نیک کاموں سے محروم نہ رہنا، ان دنیاوی لغو باتوں سے باز آئیں اور یہ نیکیاں کمائیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حدیث مبارک کی آڑ میں ذکر الٰہی نہ کرنا، نماز نہ پڑھنا اور صلہ رحمی کا خیال نہ رکھنا یہ شیطانی اثر ہے کیونکہ حدیث مبارک تو ان اعمال صالحہ کی ترغیب دلاتی ہے، لہٰذا اس کے بہانے سے یہ نیک اعمال

(۳۱۰) بزار۔ کردوس روای مختلف فیہ ہے، ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور ابو حاتم نے تنقید کی ہے۔
(۳۱۱)ابو يعلى : ٢٦٤٧۔ رجاله موثقون هيثمى : ٧٥٢.

نہ چھوڑو اس روش سے باز آ جاؤ اور حدیث پر عمل کرو۔

٣١٢۔ عَـنْ رَافِـعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: رَأَيْتُ فِيْ يَـدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَيْطًا ، فَقُلْتُ: مَاهٰذَا؟ قَالَ أَسْتَـذْكِـرُبِـهٖ . (رواه الـطبرانی فی الکبیر ٤٤٣٠ ، بضعف)

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک دھاگہ دیکھا تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ فرمایا: ''اس کے ساتھ میں یاد رکھتا ہوں۔'' الکبیر بسند ضعیف۔

٣١٣ــ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كَانَ قَوْمٌ عَـلٰـى بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَـنَازَعُوْنَ فِيْ الْـقُرْآنِ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ يَوْمًا مُتَغَيِّرًا وَجْهُهٗ فَـقَـالَ: يَـا قَـوْمِ بِهٰذَاأُهْلِكَتِ الْأُمَمُ ، وَإِنَّ الْـقُـرْآنَ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا ، فَلاَ تُكَذِّبُوْا بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ . (للكبير ،)

''ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے قوم ایک دن آ کر قرآن مجید میں جھگڑا کرنے لگی پس آپ ﷺ ان کی طرف باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کا چہرہ اقدس کا رنگ متغیر تھا پس آپ نے فرمایا: ''لوگو! اس جھگڑے کی وجہ سے سابقہ قومیں ہلاک کی گئی ہیں اور قرآن کا بعض حصہ دوسرے بعض کی تصدیق کرتا ہے پس تم لوگ اس بعض کے ساتھ اس کے بعض کی تکذیب نہ کرو۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... يَتَـنَازَعُوْنَ تفاعل سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، آپس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ مُتَغَيِّرًا تفعل سے اسم فاعل حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس حال میں کہ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ أُهْـلِـكَتِ افعال سے ماضی مجہول واحد مونث غائب، ہلاک کی گئیں۔ اَلْاُمَمُ اس کا واحد اُمَّةٌ ہے، امتیں۔ فَلَا تُكَذِّبُوْا تفعیل سے نہیں، نہ جھٹلاؤ۔

شــرح: ......ایک بحث ہوتی ہے کہ آیاتِ قرآنی کو سمجھیں یہ تو جائز ہے، ایک ہوتی ہے، بغیر علم کے اور دلیل کے تکرار کرنا اس کے لیے چونکہ غلط اور صحیح دلائل دینے پڑتے ہیں، مقصد ایک دوسرے پر علمی تفوق جمانا ہوتا ہے۔ یہ شان قرآن کے خلاف ہے۔ اس سے تصدیق کی بجائے تکذیب کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے ان جھگڑنے والے ساتھیوں کو پہلی امت کی تباہ کن تاریخ سے آگاہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کی سنگینی سے خبردار کیا اور نقصان بیان کیا۔ ثابت ہوا کہ خالص کتاب وسنت کی تبلیغ کی جائے، فضولیات میں نہ الجھا جائے۔

٣١٤ـــــ عَـنْ أَبِـيْ سَـعِيْـدٍ الْـخُـدْرِيِّ أَنَّ

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(٣١٢) طبرانی کبیر: ٤٤٣٠۔ اس میں غیاث بن ابراہیم راوی ضعیف جداً بہت ہی ضعیف ہے۔ ھیثمی: ٧٥٧.

(٣١٣) طبرانی کبیر، اس میں صالح بن ابی اخضر راوی ہے، اس میں ضعف ہے، تاہم اس کی حدیث لکھنے کے قابل ہے۔

(٣١٣) مسلم: ٣٠٠٤۔ کتاب الزهد والرقائق، ترمذی: ٢٦٦٥۔ ابن ماجه: ٣٥۔ احمد: ١١١٤٢۔ دارمی: ٤٥٠.

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لاَ تَكْتُبُوْا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ. (رواه مسلم٣٠٤ مطولا. في كتاب الزهد والرقائق)

فرمایا: ''میری طرف نسبت کر کے کچھ نہ لکھو جس نے قرآن کے علاوہ اگر کچھ لکھا ہے تو وہ مٹا دے۔'' (مسلم کی طویل حدیث)

مفردات: ...... لَا تَكْتُبُوْا نہی جمع مذکر حاضر نہ لکھو۔ فَلْيَمْحُهُ، نَصَر سے امر غائب واحد مذکر، ضمیر مفعول بہ ہے، اسے مٹا دے۔

شرح: ......اس میں حدیث لکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس کی مزید بحث آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ

٣١٥۔ عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَخَذَتْهُ بُرَحَاءُ شَدِيْدَةٌ، وَعَرِقَ عَرَقًا شَدِيْدًا مِثْلَ الْجُمَّانِ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ. فَكُنْتُ أَدْخُلُ عَلَيْهِ بِقِطْعَةِ الْكَتِفِ اَوَ كَسِرَةٍ، فَأَكْتُبُ وَهُوَ يُمْلِيْ عَلَيَّ، فَمَا اَفْرُغُ حَتَّى تَكَادُ رِجْلِيْ تَنْكَسِرَ مِنْ ثَقْلِ الْقُرْآنِ حَتَّى أَقُوْلَ لَا أَمْشِي عَلَى رِجْلِيْ أَبَدًا، فَإِذَا فَرَغْتُ قَالَ: اِقْرَأْ. فَأَقْرَأُهُ، فَإِنْ كَانَ فِيْهِ سَقْطٌ اَقَامَهُ، ثُمَّ أَخْرَجَ بِهٖ إِلَى النَّاسِ (رواه الطبراني في الأوسط)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں لکھتا تھا جو رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو شدید سردی میں آپ ﷺ کو سخت پسینہ آتا تھا گویا موتی ٹپک رہے ہوں۔ پھر جب یہ کیفیت چلی جاتی تو میں آپ کے قریب آتا اور شانے کی ہڈی یا کوئی پرزہ لے کر اس پر لکھتا اور آپ ﷺ میرے اوپر املا کرتے، میں فارغ نہ ہوتا کہ میری پنڈلی قرآن کے بوجھ سے ٹوٹنے لگتی یہاں تک کہ میں دل میں کہتا: اب میں اس پنڈلی پر کبھی نہیں چل سکوں گا۔
جب میں لکھنے سے فارغ ہوتا تو فرماتے: پڑھو، تو میں پڑھتا اور اگر کوئی حرف لکھنے سے ساقط ہوتا تو اس کو پورا لکھواتے اور پھر لوگوں کے پاس اس کو لے کر جاتے تھے۔'' (الاوسط)

مفردات: ...... بُرَحَاءُ پسینہ۔ اَلْجُمَانِ موتیوں کی مانند۔ سُرِّيَ تفعیل سے ماضی مجہول، یہ کیفیت دور ہوتی۔ اَلْكَتِفِ شانے کی ہڈی۔ يُمْلِيْ عَلَيَّ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر مجھے لکھواتے۔ رِجْلَيَّ میرے دونوں پاؤں۔ یہ اصل میں رِجْلَيْنِ یَ تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اور یاء، یاء میں ادغام ہوئی۔ سَقَطٌ کوئی لفظ ساقط ہو جاتا، گر جاتا۔ اَقَامَهُ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، اسے درست کر دیتے۔ اَخْرَجَ بِهٖ افعال سے ماضی واحد مذکر، اسے باہر لے کر آتے اور لوگوں سے بیان کرتے۔

شرح: ......ا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور وحی نازل ہوتے ہی لکھوائی جاتی تھی، اس کی حفاظت کا مکمل اہتمام تھا۔

(٣١٥) طبرانی اوسط رجاله موثقون۔ هيثمی: ٦٨٤.

۲۔ وحی کے نزول کے وقت نبی اکرم ﷺ کی جسمانی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ آپ کو سخت پسینہ آتا تھا۔
۳۔ ہڈیوں وغیرہ پر وحی لکھی جاتی تھی کاغذ زیادہ میسر نہ تھا۔
۴۔ وحی سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ وحی بھولتے نہ تھے بلکہ آپ کو مکمل یاد ہوتی اور آپ اسے پورے محفوظ انداز پر لکھوا دیتے تھے گویا ان آیات کی تفسیر ہوئی:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖo اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗo فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗo ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗo﴾ (القيامه: ١٦۔ ١٩)

''اپنی زبان کو حرکت نہ دیں تا کہ جلدی کریں یقیناً ہمارے ذمہ اسے جمع کرنا اور پڑھنا ہے جب ہم اسے پڑھ لیں تو اس پڑھنے کی اتباع کریں، پھر ہمارے ذمہ اسے بیان کرنا ہے۔''

۵۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وحی کے وقت آپ پر بہت بوجھ پڑتا تھا کہ عام آدمی اسے برداشت کرنے کی تاب نہ لاتا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًاo﴾ (المزمل: ٥)

''بے شک ہم عنقریب آپ پر بھاری بات ڈالیں گے۔''

۶۔ وحی کی کتابت کے بعد تحریر شدہ وحی کی آپ ﷺ نظر ثانی فرماتے اور تصحیح کرنے کے بعد اسے لوگوں تک پہنچاتے تھے لہٰذا علم کو صحیح طور پر آگے پہنچایا جائے۔

٣١٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أُرِيْدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَوْمَأَ بِأُصْبعِهِ إِلٰى فِيْهِ فَقَالَ: اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ (رواه أبو داود، ٣٦٤٦)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جو چیز بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتا اسے لکھتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تو رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھتا ہے اور آپ ﷺ تو بشر ہیں آپ کبھی خوشی اور کبھی غصے میں بات کرتے ہیں تو میں لکھنے سے باز آ گیا یہاں تک کہ میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا پس آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''لکھا کر، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... فَنَهَتْنِيْ، نَهٰى يَنْهٰى سے ماضی واحد مونث غائب نون وقایہ اور یاء مفعول بہ ہے، مجھے منع

(٣١٦) ابوداود: ٣٦٤٦۔ صحیح ہے البانی: ٣٠٩٩۔ احمد: ٦٧٦٣۔ دارمی: ٤٨٤۔

کیا۔ فَـاَمْسَكْتُ افعال سے ماضی واحد متکلم، میں رک گیا۔ فَـاَوْمَأَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب اشارہ کیا۔ فِيْهِ آپ ﷺ نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

۳۱۷ــــ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ قَـالَ رَجُلٌ مِّنَ الاَنْـصَـارِ: يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي لَأَسْمَعُ مِنْكَ الْـحَـدِيْـثَ فَيُـعْـجِبُـنِـيْ وَلاَ أَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ لِلْخَطِّ (رواه الترمذی ٢٦٦٦ ، وأنكر)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں پس مجھے بہت پسند آتی ہے اور میں اس کو یاد نہیں رکھتا۔ فرمایا دائیں ہاتھ سے تعاون حاصل کر اور ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا۔ (ترمذی نے منکر قرار دیا ہے)

۳۱۸۔ وَعَنْهُ: مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَـدِيْثًـا عَـنْهُ مِنِّي إِلاَّ مَا كَانَ مِنْ عِبدِ اللّٰـهِ بْـنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلاَ أَكْتُبُ (رواه البخاری ۱۱۳)

ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث کا حامل نہیں ہے۔ البتہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بات جدا ہے وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔''

مفردات:...... عَنْهُ نبی ﷺ سے۔ مِنِّيْ ضمیر مجرور ہے، مجھ سے۔

شرح: ......ا۔ اس میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں: (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ تحریر کر لیتے تھے، جبکہ رسول اکرم ﷺ سے احادیث بیان کرنے کی تعداد دیکھیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کہا ہے؟

اس کا حل یہ ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث کی تعداد ہی زیادہ ہے۔ یہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد زیادہ بتائی ہے، وہ اس سے پہلے تھی جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ابھی نبی ﷺ نے بھی بھولنے کی دعا کی تھی، جب آپ نے ان کے لیے دعا کی تو پھر ان کی روایات کی تعداد زیادہ ہوگئی۔

اور یہ حل اور اس سے بہتر یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تحریری روایات کی کثرت بتائی ہے۔ زبانی روایات کی نہیں بتائی، تحریری واقعتاً ان کی زیادہ تھیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو تحریر نہ کرتے تھے، زبانی روایات انہیں ہی کثرت سے یاد تھیں، یوں یہ الجھن دور ہو جاتی ہے۔

(۳۱۷) ترمذی: ٢٦٦٦۔ منکر ہے، ضعیف ہے۔ البانی: ٤٩٩.

(۳۱۸) بخاری: ١١٣۔ ترمذی: ٣٨٤۔ احمد: ٨٩٧٨۔ دارمی: ٤٨٣.

۲۔ دوسری بات جس کی وضاحت کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اوپر حدیث گزاری ہے کہ صرف قرآن پاک لکھو اور کچھ نہ لکھو، زیرِ شرح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث کی تحریر نبی ﷺ کے عہدِ مبارک میں ہوتی تھی، بظاہر ٹکراؤ ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ ایک تو یہ ہے کہ احادیث تحریر کرنے کی پابندی قرآن پاک کے نزول کے آغاز کے ساتھ تھی، تاکہ قرآن اور حدیث کا التباس نہ ہو۔

دوسری یہ ہے کہ یہ ممانعت شروع میں تھی اس کے بعد منسوخ ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے احادیث کی تحریر کی اجازت دے دی تھی۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احادیث کے قرآن کے ساتھ گڈمڈ ہونے کا خدشہ تھا، اس لیے شروع میں سوائے قرآن کے حدیث سے مشغولیت کی ممانعت کر دی گئی۔ (تقیید العلم ص ۵۷)

علامہ نووی فرماتے ہیں، بعد میں تحریر حدیث کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مقدمہ شرح مسلم)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پہلے نبی ﷺ نے کتابتِ حدیث پر پابندی لگائی تھی۔ بعد میں اجازت دے دی لہٰذا پابندی تحریر منسوخ ہو چکی ہے، کتابت حدیث کی اجازت محکم بات ہے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ میں فرمایا تھا، ابو شاہ کو میری احادیث لکھ دو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو لکھنے کی اجازت دی، ان کا صحیفہ تھا، جس کا نام "صادقہ" تھا اگر یہ ممانعت کا حکم بعد میں ہوتا تو وہ نبی ﷺ کے حکم کے مطابق اسے مٹا دیتے۔ لیکن صحیفہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی باقی رہا تھا اور بعد میں بھی رہا۔ ثابت ہوا کہ پابندی تحریر منسوخ ہے۔ لکھنے کی اجازت ہے۔ (تہذیب السنن: ۵/ ۲۴۵)

۳۱۹۔ عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ: أَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كَلِمَاتٍ كِتَابِ يَهُوْدَ، بِالسُّرِيَانِيَةِوَقَالَ: إِنِّی وَاللّٰهِ مَا آمَنُ يَهُوْدَ عَلَى كِتَابِیْ قَالَ: فَمَا مَرَّ بِیْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ وَحَذقته، قَالَ: فَكُنْتُ أكتب لَهُ إليهم وَقَرَأْتُ لَهُ كُتُبَهُمْ . (رواه الترمذی ۲۷۱۵)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا پس میں نے آپ ﷺ کے لیے یہود کا رسم الخط اور سریانی زبان میں پڑھنا لکھنا سیکھا آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہود پر مجھے اپنی تحریرات کے متعلق اعتماد نہیں۔ زید نے کہا میرا نصف ماہ بھی صرف نہ ہوا تھا کہ میں نے سیکھا بھی اور مہارت بھی حاصل کر لی۔ پس آپ ﷺ کے لیے یہود کی طرف میں ہی لکھا کرتا تھا اور ان کے مراسلات بھی آپ ﷺ کو پڑھ کر میں ہی سناتا تھا۔"

(۳۱۹) ترمذی: ۲۷۱۵ـ ابوداود: ٤٦٤٥ـ احمد: ۲۱۱۰۸ـ حسن صحیح، البانی: ۲۱۸۳.

مفردات: ...... اَتَعَلَّمَ تفعیل سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں سیکھوں۔ بِالسُّرْیَانِیَّۃِ یہ تورات اور انجیل کی زبان ہے۔ مَا نہیں۔ اٰمَنْ ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں بے خوف نہیں۔ حَذَقْتُہٗ واحد متکلم ماضی میں ماہر ہوا۔ لَہٗ رسول اکرم ﷺ کے لیے اِلَیْھِمْ ان یہودیوں کی طرف۔ کُتُبَھُمْ کتابیں پڑھتا، یا خطوط پڑھتا۔

شرح: ...... نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان جو کہ یہود ونصاریٰ کی کتابوں کی زبان تھی اور اسی میں وہ آپ سے خط وکتابت کرتے تھے۔ سیکھنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ یہودی بہت ہی جھوٹی اور بہتان باز قوم تھی کہ نبی ﷺ کا خیال تھا کہ میں کچھ لکھوں اور یہ یہودی اس میں کمی یا بیشی کر دیں اور جب وہ میری طرف خط بھیجیں اور میں کسی یہودی سے کہوں یہ خط مجھے سناؤ، تو اس میں خدشہ تھا کہ یہ اس میں بھی گڑ بڑ کر دیں اس لیے اس نقصان سے بچنے کے لیے آپ نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

اس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور قابلیت اور قابل اعتماد ہونے کا پتہ بھی چلتا ہے۔

۲۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ﴾ (الروم: ۲۲)

''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے زمین اور آسمان پیدا کرے اور تمہاری زبانوں کا اختلاف بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔''

یہ حدیث اس آیہ مبارک کی وضاحت کرتے ہوئے کوئی بھی زبان جس کی علم دین کی تبلیغ کے لیے ضرورت ہو سیکھنے کی تلقین کرتی ہے، خواہ ترکی ہو، انگریزی ہو سنسکرت ہو، جرمن ہو۔ وغیرہ وغیرہ

۳۲۰۔ عَنِ ابْنِ أَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ: کَتَبْتُ إِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْاَلُہُ أَنْ یَّکْتُبَ لِیْ کِتَاباً وَیُخْفِیَ عَنِّي فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَہُ الأُمُوْرَ اخْتِیَارًا وَأُخْفِي عَنْہُ قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ یَکْتُبُ مِنْہُ أَشْیَاءَ وَیَمُرُّ بِہِ الشَّيْءُ فَیَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا قَضٰی بِھَذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ ضَلَّ (لمسلم فی المقدمۃ)

ابن ابی ملکیہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف مراسلہ لکھا اور ان سے سوال کیا کہ وہ میرے لیے تحریر لکھیں اور مجھے خفیہ رکھیں۔ تو انہوں نے کہا: خیر خواہ بیٹا ہے میں اس کے لیے تحریر بھی لکھوں گا اور مخفی بھی رکھوں گا۔ پس علی رضوان اللہ علیہ کے فتاویٰ کو منگوا کر اس میں سے کچھ اشیاء لکھیں اور جب کوئی غلط فیصلہ ان کی نگاہ سے گذرتا تو کہتے: واللہ! یہ علی نے فیصلہ نہیں کیا الا کہ وہ گمراہ ہوئے ہوں۔''

(بخاری ومسلم)

مفردات: ...... یُخْفِیْ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، پوشیدہ رکھنا۔ نَاصِحٌ اسم فاعل خیر خواہ۔

(۳۲۰) مسلم: ۱/ ۱۰ مقدمہ باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ

بِقَضاءِ فیصلہ جات۔

شرح: ......۱۔ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس علم کو خفیہ لکھنے کی درخواست اس لیے کی تھی کہ اگر یہ علم مختلف اقوال پر مبنی ہوگا تو اگر بیان کروں گا تو اور اختلاف بڑھے گا اور فتنہ پرور لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ زیادہ اختلاف اقوال خود ابوملیکہ کی آزمائش کا باعث بھی ہوسکتا تھا۔

۲۔اس سے تحقیق وتدقیق کے فوائد کا علم بھی ہوتا ہے کہ علم تحریری طور پر یا تقریری طور پر جس طرح بھی آگے پہنچائیں اس پر غور وفکر کر لینا چاہیے کیونکہ بعض اوقات کم درجہ لوگ بڑے لوگوں کی جانب غلط باتیں یا فیصلہ جات منسوب کر دیتے ہیں تاکہ ان کا اعتماد بڑھے، یا ضعیف راوی غلط باتیں بیان کر دیتے ہیں، اس لیے راویوں کا گہرا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ غلط فیصلہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے ہی یہ کہا تھا کہ اگر یہ فیصلہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں تو پھر تو وہ گمراہ ہوئے۔ حالانکہ وہ گمراہ نہ تھے بلکہ مینارۂ نور تھے، عدل وانصاف کے پیکر تھے اس لیے یہ فیصلہ جات ان کے نہیں ان کی جانب کسی جھوٹے نے منسوب کر دیئے ہیں۔

۳۲۱۔ كَتَبَ عُمَرُبْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلاَ تَقْبَلْ إِلاَّ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ وَلْتُفْشُوْا الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لاَ يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لاَ يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا. (للبخاری تعليقا.)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حزم کی طرف مراسلہ لکھا: دیکھ جو تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث میسر آئے اس کو تحریر کرتا جا، مجھے علم ضائع ہونے اور علما کے فوت ہونے کا خوف پیدا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے سوا کچھ بھی نہ لکھنا اور اہل علم پر لازم ہے کہ علم کی اشاعت کریں اور تدریس کے لیے بیٹھیں تاکہ علم حاصل کرے وہ جو علم نہیں جانتا، علم تو تب ہی ناپید ہوتا ہے جب اس کو مخفی رکھا جائے۔" (بخاری)

مفردات: ...... فَاكْتُبْهُ امر حاضر ہے، اسے لکھ لے۔ خِفْتُ ماضی واحد متکلم، میں ڈرتا ہوں۔ دُرُوْسَ مٹ جانا۔ وقَلا تَقْبَلْ نہیں حاضر، نہ قبول کر۔ وَلْتُفْشُوْا افعال سے امر حاضر، پھیلاؤ۔ وَلْتَجْلِسُوْا امر حاضر جمع مذکر، تم بیٹھو۔ يُعَلَّمَ تفعیل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب، سکھایا جائے۔ سِرًّا پوشیدہ رہے، مراد ہے لکھ لیا جائے تو تب محفوظ ہوتا ہے۔

شرح: ......۱۔ابوبکر بن حزم بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری، یہ تابعی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں مدینہ کی قضا اور امارت پر براجمان کر رکھا تھا۔ (فتح الباری: ۱/۱۹۴)

(۳۲۱) بخاری، کتاب العلم، باب كيف يقبض العلم.

۲۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عامل کو کہا ہے اس وقت سے حدیث نبوی کی تدوین کا آغاز ہوا ہے، اس سے پہلے لوگ حفظ سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جب دیکھا کہ علمائے حدیث کی وفات سے علم حدیث ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو حدیث کے ضبط وتدوین کا حکم اپنے عامل کو کر دیا اور حدیث کو تحریر کرنے کا بندوبست کیا کہ یہی اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور آگے تبلیغ کا بھی یہی طریقہ ہے۔

۳۲۲۔ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَـقْبِـضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰـكِـنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعَلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَـمْ يُبْـقِ عَـالِـمًـا اتَّـخَذَا النَّاسُ رُءُ وسًا جُهَّـالاً فَسُـئِـلُـوْا فَـأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا . (رواه البخاري ، ۱۰۰ ،)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ علم کو قبض نہیں کرتا کہ بندوں کے دلوں سے علم چھین لے بلکہ اللہ علم کو ختم کرے گا علماء کو قبض کرنے کے ساتھ اور بالآخر جب عالم کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے اور ان ہی سے مسائل پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کر دیں گے۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

مفردات: ...... اِنْتِـزَاعًـا افتعال مفعول مطلق ہے، کھینچے گا۔ لَـمْ يُبْقِ افعال سے نفی جحد، باقی نہیں چھوڑتا۔ اِتَّخَذَ افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پکڑتے ہیں۔ رُءُ وْسًا یہ رَاْسٌ کی جمع بھی ہوسکتی ہے، اس صورت میں راء پر ضمہ ہوگا، یا پھر یہ رَئِيْـسٌ کی جمع ہے اس وقت راء پر فتح ہوگا۔ سربراہ بنا لیتے ہیں۔ جُهَّالًا اس کا واحد جَـاهِلٌ ہے، جاہلوں کو۔ فَاَفْتَوْا افعال سے ماضی جمع مذکر وہ فتویٰ دیتے ہیں۔

شـرح: ...... نبی ﷺ نے یہ بات حجۃ الوداع کے موقع پر کہی تھی کہ علم کے اٹھائے جانے سے پہلے پہلے اسے حاصل کرلو، ایک دیہاتی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیسے اٹھایا جائے گا، آپ نے فرمایا، علم کے حاملین جب دنیا سے چلے جائیں گے، ان کے جانے کی وجہ سے علم اٹھایا جائے گا۔ (فتح الباری: ۱/ ۱۹۵)

۲۔اس میں رائے سے دین میں فتویٰ دینے کی مذمت بھی بیان ہوئی ہے کہ یہ گمراہی کا رستہ ہے۔ اس حدیث میں علم دین کی حفاظت کی بہت زیادہ ترغیب ہے، اور جُہلاء کو رئیس بنانے سے احتراز کا حکم ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دین کی نگاہ میں اصل ریاست لوگوں کو دین کے مسائل پر فتویٰ دینا ہے، اس لیے اس کی سخت مذمت کی گئی ہے جو بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے۔

---

(۳۲۲) بخاری: ۱۰۰۔ مسلم: ۲۶۷۳۔ ترمذی: ۲۶۵۲۔ ابن ماجه: ۵۲۔ احمد: ۶۸۵۷۔ دارمی: ۲۳۹۔

۳۲۳۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: هٰذَا أَوَانُ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ فَقَالَ زِيَادُبْنُ لَبِيْدِ الْاَنْصَارِيّ: كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا وَقَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ فَوَاللّٰهِ لَنَقْرَأَنَّهُ وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ نَا فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَازِيَادُ إِنْ كُنْتَ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هٰذِهِ التَّوْرَاةُ وَالإِنْجِيْلُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَمَاذَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ قَالَ جُبَيْرٌ: فَلَقِيْتُ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قُلْتُ: اَلَا تَسْمَعُ إِلٰى مَا يَقُوْلُ أَخُوْكَ أَبُوالدَّرْدَاءِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ قَالَ أَبُوالدَّرْدَاءِ قَالَ: صَدَقَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ إِنْ شِئْتَ لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوْعُ يُوْشَكُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَلَا تَرَى فِيْهِ رَجُلاً خَاشِعًا. (رواه الترمذی، ۲۶۵۳)

ابودرداؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے پس آپ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر فرمایا: یہ وقت لوگوں سے علم اٹھائے جانے کا ہوگا اور آخر کار وہ علم کی کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔ زیاد بن لبید انصاریؓ نے عرض کی: ہم سے علم کیسے جائے گا جب کہ ہم قرآن مجید پڑھاتے چلے جائیں گے اپنے بیٹوں کو اور بیٹیوں کو بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے زیاد! تیری ماں تجھے روئے۔ میں تو تجھے مدینہ منورہ کے فقہاء اور عقلمند لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ تمہارے سامنے تورات اور انجیل یہود اور انصاری کے پاس موجود ہے اور وہ ان کو کیا کام دیتی ہے۔ جبیرؓ نے کہا: میں عبادہ بن صامتؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: کیا تم نے سنا ہے کہ تمہارا بھائی ابودرداء کیا بیان کرتا ہے؟ پھر میں نے ابودردا کی حدیث اس کو سنائی اس نے کہا وہ درست کہتا ہے۔ اگر میں چاہوں تو تجھ سے حدیث بیان کر دوں کہ سب سے پہلے لوگوں سے جو علم اٹھایا جائے گا وہ خشوع اور خوف خدا کا علم ہوگا۔ قریب ہے کہ تو جامع مسجد میں جائے تو کسی کو خوفِ خدا رکھنے والا نہ رہے گا۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... فَشَخَصَ ماضی واحد مذکر غائب، نگاہ اٹھائی۔ اَوَانٌ وقت۔ یُخْتَلَسُ افتعال سے مضارع مجہول، سلب کیا جاتا ہے، چھینا جاتا ہے، یہ جملہ اوران کی صفت ہے۔ لَنَقْرَءَ نَّهٗ لام تاکید ہے نَصَر سے مضارع معلوم جمع متکلم، ہم اس علم کو پڑھیں گے۔ وَلَنُقْرِءَ نَّهٗ افعال سے مضارع معلوم، جمع متکلم، ہم ضرور اسے پڑھائیں گے۔ ثِكَلَتْكَ یہ کلمہ تعجب ہے۔ لَاَعُدُّكَ لام تاکید، نَصَر سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں تجھے شمار کرتا تھا۔ لَاُحَدِّثَنَّكَ لام تاکید، تفعیل سے مضارع معلوم واحد متکلم نون ثقیلہ، میں تجھ سے ضرور بیان کرتا ہوں۔

شرح: ...... نبی اکرم ﷺ نے جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تھی تو گویا اس وقت آپ پر اس بات کا انکشاف ہوا تھا کہ علم چھینے جانے کا وقت آپ کو قریب سے دکھایا گیا۔ جب آپ نے یہ بیان کیا تو نہایت ہی زیرک انسان حضرت زیاد

(۳۲۳) ترمذی: ۲۶۵۳۔ دارمی: ۲۸۸۔ صحیح ہے۔البانی: ۲۱۳۷.

بن لبید انصاری خزرجی جو کہ مکہ میں ہی رسول اکرم ﷺ سے ملے تھے اور ہجرت تک مکہ میں یہ آپ ہی کے ساتھ رہے۔ یہ حیران ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم اپنی اولادوں میں اس علم کی ترویج کر رہے ہیں، اسی طرح یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے رکھا ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر: ٩)

''کہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس کے باوجود علم اٹھ جائے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: ٣/ ٣٧١)

تو اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ان کی دانش مندی پر اظہار حیرت فرمایا کہ جب علم کے مطابق عمل نہ ہو تو یہ جہالت ہی ہے، یہود ونصاریٰ کی مثال تمہارے سامنے ہے، وہ تورات اور انجیل پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن عمل نہیں کرتے تھے اس لیے ان کی تباہی ہوئی اور جہالت ان میں عام تھی بلکہ وہ گدھے کی مانند قرار پائے۔

﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ (الجمعه: ٥)

''گدھے کی مانند ہیں جو بوجھ اٹھاتا ہے۔''

یہی صورت حال اس امت پر آئے گی اس لیے میں انہیں علم باعمل اپنانے کی تاکید کرتا ہوں۔

٣۔ ظاہر ہے، جب عمل نہ رہے تو پھر سوز دروں کب پیدا ہوتا ہے علم کے نہ رہنے کی علامت صحابی رضی اللہ عنہ خشوع ختم ہو جانے کی بتا رہے ہیں، خشوع ہی کامیابی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۝﴾ (المومنون: ٢)

''جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں، وہی کامیاب ہیں۔''

یعنی خشیت الٰہی سے بچھ بچھ جانا ہی نجات کی کنجی ہے، تو اس حدیث میں عالم باعمل بننے کی تلقین ہے اور اسی طرح یہ علم دین باقی رہ سکتا ہے۔

٣٢٤۔ عَائِشَةَ رَفَعَتْهُ قَالَ: مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا تُسَدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ . (للبزار بغرابة)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عالم دین کی موت اسلام میں رخنہ اور خلا ہے جو بند نہیں کیا جائے گا جب تک رات دن آتے جاتے رہیں گے۔'' (بزار بروایت غریب)

٣٢٥۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

(٢٢٤) بزار اس میں محمد بن عبدالملک، زہری سے بیان کرتا ہے، بزار ہی نے کہا ہے یہ غیر تائید یافتہ روایات بیان کرتا ہے۔ ہیثمی: ٩٨٤.

(٢٢٥) احمد: ١٥٢٠١۔ طبرانی کبیر اس میں ابن لہیعہ اور زبان دونوں راوی ضعیف ہیں۔ ہیثمی: ٩٨٩.

اللّٰهِ ﷺ: لاَ تَزَالُ هٰذِهِ الاُمَّةُ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مَالَمْ يَظْهَرْ فِيْهَا ثَلاَثٌ مَالَمْ يُقْبَضُ الْعِلْمُ مِنْهُمْ وَيُكْثَرُ فِيْهِمْ وَلَدُ الْحِنْثِ وَيَظْهَرُ فِيْهُمُ الصَّغَارُوْنَ قَالَ: وَمَا الصَّغَارُوْنَ أَوِلصَّقَارُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: بَشَرٌيَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ تَحِيَّتُهُمْ بَيْنَهُمْ التَّلاَعُنُ . (لأحمد ١٥٢٠١، وللكبير بلين)

نے فرمایا: یہ امت شریعت پر قائم رہے گی جب تک ان میں تین اشیاء ظاہر نہ ہوں جب تک علم شریعت معدوم نہ ہو، جب تک ان میں حنث بچوں کی کثرت نہ ہواور جب تک ان میں صفاری لوگ ظاہر نہ ہوں۔عرض کیا گیا: صفاری لوگ کیسے ہوں گے؟ یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: آخر زمانے میں نشہ کرنے والے لوگ ہوں گے اور ایک دوسرے کوسلام کی بجائے لعنت کے ساتھ تحفہ دیں گے۔'' (احمد، الکبیر، بسند ضعیف)

اَلْكِذْبُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْاِحْتِرَازُ مِنْهُ وَالتَّكْذِيْبُ بِمَا صَحَّ عَنْهُ

نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے کے گناہ کا بیان

٣٢٦۔ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْطُبُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَتَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَّكْذِبُ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ (رواه المسلم، المقدمة)

ربعی بن حراش سے روایت ہے، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے اوپر جھوٹ نہ کہو جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

مفردات: ...... لَا تَكْذِبُوْا نہی جمع حاضر، جھوٹ نہ بولو۔ عَلَيَّ ضمیر مجرور ہے، مجھ پر۔ فَإِنَّهٗ ضمیر شان ہے کہ بے شک شان یہ ہے معاملہ یہ ہے۔ يَلِجْ، ضَرَبَ سے مثال واوی ہے۔ داخل ہوگا۔ جواب نہی ہونے کی وجہ سے جزم والا ہے۔

٣٢٧۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (للبخاری، ١٢٩١)

مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ کہنا کسی دوسرے پر جھوٹ کہنے کے مثل نہیں ہے جو میرے اوپر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنائے گا۔''

مفردات: ...... مُتَعَمِّدًا تفعل سے اسم فاعل حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، جان بوجھ کر۔

٣٢٨۔ وَلِلْبَزَّارِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بزار کی روایت سے ہے اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ

(٣٢٦) مقدمه مسلم، بخاری: ١٠٦۔ ترمذی: ٢٦٦۔ ابن ماجه: ٣١۔ احمد: ١٢٩٤.

(٣٢٧) بخاری: ١٢٩١۔ مسلم: ٩٣٣۔ ترمذی: ١٠٠٠۔ احمد: ١٧٧٧٣.

(٣٢٨) بزار، رجاله رجال الصحیح، یہ ترمذی اور نسائی میں بھی ہے لیکن ان میں لیضل به الناس کے الفاظ نہیں۔ هیثمی: ٦٢٩.

لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ .

کر میرے اوپر جھوٹ کہا تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے۔''

مفردات: ...... لِيُضِلَّ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، لام کے بعد اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہے، اس نے اسے نصب دیا ہے۔

۳۲۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَنَّ رَجُلًا لَبِسَ حُلَّةً مِثْلَ حُلَّةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَتَى أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِيْ: أَيَّ أَهْلَ بَيْتٍ شِئْتُ اِسْتَطَعْتُ. فَقَالُوْا: عَهِدْنَابِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَايَأْمُرُ بِالْفَوَاحِشِ، فَأَعَدُّوْالَهٗ بَيْتًا وَأَرْسَلُوْا رَسُوْلًا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرُوْهُ. فَقَالَ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ: اِنْطَلِقَا إِلَيْهِ فَإِنْ وَجَدْتُمَاهُ حَيًّا فَاقْتُلَاهُ. ثُمَّ حَرِّقَاهُ بِالنَّارِ، وَإِنْ وَجَدْتُمَاهُ مَيِّتًا فَقَدْ كُفِيْتُمَاهُ، وَلَاأُرَاكُمَا إِلَّا وَقَدْ كُفِيْتُمَاهُ فَحَرِّقَا. فَأَتَيَنَاهُ فَوَجَدَاهُ قَدْ خَرَجَ مِنَ اللَّيْلِ يَبُوْلُ فَلَدَغَتْهُ حَيَّةٌ أَفْعٰى فَمَاتَ فَحَرَّقَاهُ بِالنَّارِ، ثُمَّ رَجَعَاإِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (رواه الطبرانی فی الأوسط بلين)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے لباس کی مثل لباس پہن کر مدینہ کے گھر میں گیا اور ان لوگوں کو کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو جس گھر میں چاہے جا سکتا ہے۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا ہے اور آپ ﷺ بے حیائی کا حکم نہیں دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کو ایک مکان میں ٹھہرایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس صورت حال خبر دینے کے لیے ایک قاصد روانہ کر دیا اور آپ ﷺ خبر دی تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: دونوں جاؤ اس آدمی کو زندہ پاؤ تو قتل کر کے آگ میں جلا دو اور اگر تمہاری طرف سے کفایت کر دی گئی ہو اور میرا گمان یہ ہے کہ تم دونوں سے پہلے کفایت کر دی جائے گی تو پھر تم اس کی لاش کو جلا دو۔ وہ دونوں تشریف لے گئے اور اس کو مردہ پایا اور ان کی کفایت کی گئی کہ وہ رات کو حاجت رفع کرنے نکلا تو اس کو سانپ نے کاٹ دیا اور وہ مر گیا پس ان صحابہ نے اس کو جلا دیا اور دونوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنایا۔'' (الاوسط، سند نرم ہے)

۳۳۰۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ، قَالَ: إِنَّهُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تمہارے سامنے بکثرت

(۳۲۹) طبرانی اوسط، عطاء بن سائب راوی خلط ملط ہوگئے ہیں، بخاری اور ترمذی نے من کذب علی والی حدیث بیان کی ہے، لیکن یہ طبرانی والی تفصیل ذکر نہیں کی۔ ہیثمی (٦٣٤)

(۳۳۰) مقدمه مسلم: ٢۔ بخاری: ١٠٨۔ ترمذی: ٢٦٦١۔ ابن ماجه: ٣٢۔ احمد: ١٣٥٦٨۔ دارمی: ٢٣٨.

لَیَمْنَعُنِی أَنْ أُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا کَثِیْرًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَیَّ کَذِباً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (رواه مسلم ۲، بالمقدمة)

احادیث بیان کرنے سے یہ امر مانع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے میرے اوپر جھوٹ کہا جان بوجھ کر تو اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنایا۔'' (مسلم)

مفردات: ...... لَیَمْنَعُنِی لام تاکید ہے، مضارع معلوم واحد مذکر غائب، نون وقایہ اور یاء مفعول بہ ہے، مجھے یہ بات روکتی ہے۔

۳۳۱۔ عَنْ عَامِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَیْرِ إِنِّی لاَ أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَمَا یُحَدِّثُ فَلاَنٌ وَفَلاَنٌ قَالَ: أَمَّا إِنِّی لَمْ أُفَارِقْهُ وَلٰکِنْ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (رواه البخاری، ۱۰۷)

عامر بن عبداللہ اپنے باپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہا: میں نے اپنے باپ کو عرض کیا میرا کیا حال ہے کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے نہیں سنتا۔ جیسا کہ فلاں فلاں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: جب سے میں مسلمان ہوا ہوں آپ سے جدا نہیں ہوا، مگر میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے: ''جس نے میرے اوپر جانتے ہوئے جھوٹ بولا اس نے اپنے ٹھکانا آگ میں بنایا۔'' (بخاری، ابوداؤد)

مفردات: ...... اَمَا خبردار! لَمْ اُفَارِقْهُ مفاعلہ سے نفی جحد واحد متکلم، میں جدا نہیں ہوا۔

۳۳۲۔ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ کَذَبَ عَلٰی نَبِیِّهٖ أَوْ عَلٰی عَیْنَیْهِ، أَوْعَلٰی وَالِدَیْهِ، وَلَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (رواه البخاری ۱۰۷)

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے نبی ﷺ پر، اپنی دو آنکھوں پر اور اپنے والدین پر جھوٹ بولا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔''

مفردات: ...... اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، جو دمشق میں رہائش پذیر رہے۔ (تقریب) لَمْ یُرِحْ افعال سے نفی جحد نہیں پائے گا۔ رَائِحَةَ خوشبو۔

شــرح: ...... ان تمام احادیث سے صریحاً پتہ چلتا ہے کہ قصداً نبی ﷺ پر جھوٹ بولنا حرام ہے، اس سے ان جاہل لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ترغیب کے لیے، یا ترہیب (خوفزدہ کرنے) کے لیے آپ کی طرف قصداً بات منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک بہت بڑی جہالت ہے، اس حدیث میں اس کا رد ہے کیونکہ جس ترغیب یا ترہیب کی ہمیں ضرورت ہے، نبی اکرم ﷺ نے وہ ہمیں صحیح احادیث کی صورت میں کر دی ہے۔

(۳۳۱) بخاری: ۱۰۷۔ ابوداؤد: ۳٦٥۱۔ ابن ماجه: ۳٦۔ احمد: ١٤١٦۔ دارمی: ۲۳۳.

(۳۳۲) طبرانی کبیر، اسناده حسن هیثمی: ٦٥٦.

ایک شبہ وہ یہ بھی ڈالتے ہیں کہ یہ جو بزار کے حوالہ سے الفاظ ہیں۔ لِیُضِلَّ بِهِ النَّاسَ ''کہ وہ جھوٹ باندھنے والا لوگوں کو گمراہ کرے، تب قابل مذمت ہے، ہم تو جھوٹی بات نبی ﷺ کی طرف آپ کی حمایت میں کرتے ہیں، گمراہ کرنے کے لیے نہیں کرتے۔

اس کا اول حل تو یہ ہے یہ اضافہ ضعیف ہے۔ (فتح الباری:۱/ ۲۰۰)

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ اضافہ درست بھی ہو تو یہ تاکید کے لیے ہے، مقصد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ گمراہ کرتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے:

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام: ١٤٤)

''اس سے بڑا کون ظالم ہے، جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔''

اس میں بھی گمراہ کرنے کی وجہ تاکید کے لیے ہے، یہ نہیں کہ جو گمراہ نہ کرنے کے لیے اللہ پر جھوٹ گھڑے وہ درست ہو گا۔

تو ثابت ہوا بھول کر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے اگر نسبت ہو جائے تو یہ اس ذد میں نہیں آئے گا، تاہم احتیاط لازم ہے۔ اور جو جھوٹی بات قصداً نبی ﷺ کی جانب منسوب ہو گی یہ بات کرنے والا دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔

کیونکہ نبی ﷺ کی جانب منسوب بات وحی ہے، شریعت کا قانون ہے اور آپ کی جانب جھوٹی بات منسوب کرنے والا گویا شریعت سازی کرتا ہے، یہ سنگین جرم ہے۔

آگے اس کے دوزخ میں رہنے کا مسئلہ ہے، بظاہر الفاظ تو ہمیشگی کا اشارہ دیتے ہیں۔ تاہم یہ یاد رہے، بخاری کتاب الجنائز میں آپ ﷺ نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ مجھ پر جھوٹی بات باندھنا عام جھوٹ کی مانند نہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی سزا دوزخ میں سخت ترین ہو گی۔ باقی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں کافروں نے رہنا ہے، جو بنیادی طور پر اسلام میں داخل ہی نہیں ہوئے، اس سزا کو سختی اور طویل مدت کی سزا کہا جائے گا۔ کیونکہ قطعی دلائل موجود ہیں جو کافروں کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا بتاتے ہیں، کلمہ گو کا سزا کے بعد دوزخ سے باہر آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری:۱/۲۰۲)

۲۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث بیان کرنے کا خوف ان کی احتیاط تھی کہیں غلط بات نہ ہو جائے اور اس حدیث کی زد میں نہ آ جائیں، وگرنہ جن احادیث پر انہیں اعتماد تھا، وہ کثرت سے بیان کرتے تھے، انہیں چھپاتے نہ تھے، کہیں علم دین چھپانے کی وعید میں نہ آ جائیں۔

۳۔ طبرانی کے حوالہ سے جو آیا ہے کہ نبی پر، اس کی آنکھوں پر یا والدین پر جھوٹ باندھے کا مطلب ہے نبی کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ کام انہوں نے دیکھا ہے۔ لیکن اس نے دیکھا نہ ہو اور جو وہ اپنے والدین کے بارے میں بتائے وہ نہ بیان کرے، غلط طور پر کہے کہ نبی ﷺ نے اپنے والدین کے بارے میں یہ کہا ہے، اور کہا اس نے خود ہو تو

یہ بھی جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

۳۳۳۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرُ الْعَدَوِيُّ إِلٰـى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ ابْـنُ عَبَّـاسٍ لاَ يَـأْذَنُ لِحَدِيْثِهِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَـقَـالَ: يَـا ابْـنَ عَبَّاسٍ مَالِي لاَأَرَاكَ تَسْمَعُ لِـحَـدِيْثِيْ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلاَ تَسْـمَـعُ فَـقَـالَ: ابْـنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَـمِـعْـنَـا رَجُلاً يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ابْتَـدَرَتْـهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِبِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِـبَ الـنَّـاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَأْخُذُ مِـنَ الـنَّـاسِ إِلاَّ مَـانَـعْـرِفُ. (لمسلم فی المقدمة)

سیدنا مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں بشیر العدوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے باتیں کرنا شروع کر دیں اور وہ کہتا جاتا تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو اس کی طرف نہ کان لگایا اور نہ دیکھا۔ بشیر نے کہا: میرا حال ہے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ میری احادیث جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے بیان کرتا ہوں اور تو ان کو سنتا ہی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک وہ وقت تھا کہ جب کوئی آدمی کہتا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو ہماری آنکھیں اس پر مرکوز ہو جائیں اور ہم اپنے کان اس کی طرف لگا دیتے تھے۔ پھر جب لوگوں نے مشکل اور آسان گھاٹی پر چڑھنا شروع کر دیا ہے تو اب ہم روایت نہیں لیتے ہیں مگر صرف وہ جن کو ہم خود جانتے ہیں۔'' (مسلم)

مفردات: ...... لَا يَأْذَنُ، عَلِمَ سے مضارع منفی واحد مذکر غائب، کان نہ دھرتے تھے۔ مَالِيْ کیا ہے مجھے لَا اَرَاكَ، رَاٰى يرٰى سے مضارع منفی واحد متکلم ضمیر مفعول بہ میں تجھے نہیں دیکھتا۔ مَرَّةً کبھی۔ اِبْتَدَرَتْهُ افتعال سے ماضی واحد مؤنث جلدی سے اٹھتیں۔ وَاَصْغَيْنَا افعال سے ماضی جمع متکلم، ہم کان کھڑے کرتے۔ الصَّعْبَ سخت اونٹ۔ الذَّلُوْلَ پست اونٹ، مراد سچی، جھوٹی باتیں۔

شرح: ......۱۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث سننے کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ بلکہ صحیح ترین مطلب ہے کہ وہ صحیح اور غلط، ضعیف راوی اور ثقہ راوی کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے احتیاط کرتے تھے، اس لیے جس بات پر انہیں اعتماد ہوتا تھا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر اسے سنا کرتے تھے۔

۲۔ صعب، اس اونٹ کو کہتے ہیں، جس پر سوار ہونا مشکل ہو اس وجہ سے یہ ناپسندیدہ قرار پاتا ہے، اسی طرح جھوٹی بات یا حدیث بیان کرنے والا بھی قابل نفرت ہوتا ہے۔

اور ذلول اس اونٹ کو کہتے ہیں جو نرم خو ہو اور سواری میں رکاوٹ نہیں ڈالتا، اس وجہ سے یہ پسندیدہ قرار پاتا ہے، اسی طرح سچی اور تحقیقی روایات بیان کرنے والا بھی محبوب قرار پاتا ہے۔

(۳۳۳) مسلم مقدمه ابن ماجه: ۲۷۔ دارمی: ٤٢٦.

٣٣٤۔ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ:قَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلَاكُ أُمَّتِيْ فِيْ ثَلَاثٍ: فِيْ الْقَدْرِيَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ وَالرِّوَايَةُ مِنْ غَيْرِ ثَبْتٍ . (رواه الطبراني في الصغير ٤٤٠، وللأوسط بضعف)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت تین امور میں ہے تقدیر کا انکار، جاہلی عصبیت اور ثبوت کے بغیر روایت کرنا۔‘‘(الاوسط ضعیف سند کے ساتھ)

٣٣٥۔ عَنْ سَمُرَةَ: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُالْكَاذِبِيْنَ . (رواه مسلم في المقدمة)

سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے میری طرف سے وہ بات بیان کی جس کو وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔‘‘ (مسلم وترمذی)

مفردات: ...... عَنِّي ضمیر مجرور، واحد متکلم، مجھ سے مَنَعَ سے يَرَىٰ مضارع معلوم واحد مذکر جانتا ہے۔ایک نسخہ میں يُرٰى مضارع مجہول کے ساتھ بھی ہے، گمان کرتا ہے۔ اَلْكَاذِبَيْنِ یہ تثنیہ ہے، ایک روایت میں اَلْكَاذِبِيْنَ جمع کے ساتھ بھی آتا ہے، راوی کو شک ہے۔ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے، یا جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

شرح: ......اس میں بھی۔ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی مذمت بیان ہوئی ہے کیونکہ یہ اتنا بدترین جھوٹا ہے جو بات وجود ہی نہیں رکھتی اسے بیان کر رہا ہے۔

٣٣٦۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ: قُلْنَا لِزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ: كَبِرْنَا وَنَسِيْنَا وَالْحَدِيْثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَدِيْدٌ . (رواه إبن ماجة ، ٢٥)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا: میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو کہا: ہم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرو۔ انہوں نے کہا ہماری عمر بڑی ہو چکی ہے اور ہم بہت کچھ بھول چکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنا بڑا شدید معاملہ ہے۔‘‘

مفردات: ...... حَدِّثْنَا تفعیل سے امر حاضر واحد مذکر، ضمیر مفعول بہ ہے، ہم سے بیان کرو۔ كَبِرْنَا ، عَلِمَ سے ماضی جمع متکلم، ہم عمر رسیدہ ہوگئے۔ وَنَسِيْنَا ، عَلِمَ سے ماضی جمع متکلم، ہم بھول گئے۔ شَدِيْدٌ بہت سخت معاملہ ہے۔

شرح: ......اس میں سے ثابت ہوا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس بات پر بہت ہی زیادہ محتاط تھے کہ کہیں بڑھاپے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی حدیث میں کمی بیشی نہ ہو جائے۔ یہ نہیں کہ حدیث بیان کرنے سے رک گئے تھے، اس میں صرف ان کی احتیاط ہے۔

---

(٣٣٤) طبرانی صغیر: ٤٤٠۔ واوسط اس میں سوید بن عبدالعزیز راوی ہے، اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ہیثمی: ٦٠٤.
(٣٣٥) مقدمہ مسلم: ٦/١۔ بخاری: ١٢٩١۔ ترمذی: ٢٦٦٢۔ ابن ماجہ: ٣٩۔ احمد: ١٧٧٣٧.
(٣٣٦) ابن ماجہ: ٢٥۔ احمد: ١٨٨١٧۔ صحیح ہے۔البانی: ٢٣.

٣٣٧۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَادِيْثَ سَمِعْتُهَا وَحَفِظْتُهَا مَا يَمْنَعُنِى أَنْ أُحَدِّثَ بِهَا إِلَّا أَنَّ أَصْحَابِىْ يُخَالِفُوْنِىْ فِيْهَا. (للكبير)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سن کر یاد کیں ہیں اور مجھے تمہارے سامنے بیان کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے سوا اس کے کہ میرے رفقاء حدیث میں مجھ سے اختلاف کرتے ہیں۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... مَا يَمْنَعُنِىْ مضارع منفی واحد مذکر غائب، مجھے نہیں روکتا۔ اَنْ أُحَدِّثَ تفعیل سے واحد متکلم میں بیان کرتا ہوں۔ يُخَالِفُوْنِّىْ مفاعلہ سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، یہ میری مخالفت کریں گے۔

شرح: ......اس میں بھی حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی احتیاط اور دیانت بیان ہوئی ہے اور دانشمندی بھی جھلکتی ہے کہ اگر میں وہ احادیث بیان کروں جو میں نے سنی ہیں تو ان لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں، یا اب لوگ کچھ غلط باتیں بغیر احتیاط کے آپ ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں انہیں بھی وہ یہی شمار کریں گے، اس لیے نہایت احتیاط کے ساتھ بوقت ضرورت میں احادیث بیان کرتا ہوں کہ امتحان میں نہ پڑ جاؤں۔

٣٣٨۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثًا فَظُنُّوْا بِهِ الَّذِىْ هُوَ أَهْنَاهُ وَاَهْدَاهُ وَأَتْقَاهُ. (رواه إبن ماجة ٢٠)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں تم سے حدیث بیان کروں تو یقین کرو اس پر کہ یہ بہت عمدہ ہے زیادہ ہدایت کا حامل اور بہت پاکیزہ وصاف ہے۔

مفردات: ...... فَظُنُّوْا امر جمع مذکر حاضر، پس گمان کرو۔ اَهْنَاهُ اسم تفضیل ہے خوشگوار، اچھا۔ اَهْدَاهُ یہ بھی اسم تفضیل ہے، زیادہ راہنمائی والا۔ اَتْقَاهُ یہ بھی اسم تفضیل ہے، زیادہ تقویٰ والا۔

شرح: ......یعنی یہ پتہ چل جائے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے، غلط فہمی کی بنا پر اس کا معنی ومطلب الٹ بھی نکلتا ہو تو یہ مطلب نہ لیں یا سمجھ میں نہ آتا ہو تو یہ اصول سامنے رکھیں، جو مفہوم بہتر سے بہتر ہو، جو زیادہ تر سیدھی راہ پر چلانے والا ہو اور تقویٰ اور خوف خدا کی طرف مائل کرنے والا مطلب ہو وہ حاصل کرو اس کا انکار نہ کرو ورنہ گمراہی میں گر جاؤ گے۔

---

(٣٣٧) طبرانی کبیر اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ہیثمی: ٦٠٦.
(٣٣٨) ابن ماجه: ٢٠۔ احمد: ١٠٩٥۔ دارمی: ٥٩٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ١٩.

٣٣٩۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ: مَا أَخْطَأَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَشِيَّةَ خَمِيْسٍ إِلَّا أَتَيْتُهُ فِيْهِ قَالَ: فَمَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بِشَيْءٍ قَطُّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ عَشِيَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَكَسَ قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَهُوَ قَائِمٌ مُحَلَّلَةً أَزْرَارُ قَمِيْصِهِ قَدِ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ قَالَ أَوْدُوْنَ ذٰلِكَ أَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ أَوْ قَرِيْباً مِنْ ذٰلِكَ أَوْ شَبِيْهًا بِذٰلِكَ (رواه إبن ماجة: ١٢٣)

عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ میں نے جمعرات کی شام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جانا ناغہ نہیں کیا، پس کسی بات پر ان کو یہ کہتے ہرگز نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے پھر ایک عشاء کو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ساتھ ہی سر جھکا لیا۔ میں نے دیکھا وہ کھڑے ہیں اور ان کے قمیص کے بٹن کھلے ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ہیں اور ان کی گلے کی رگیں پھول چکی ہے۔ پھر انہوں نے کہا یا اس سے کم یا اس سے زیادہ یا اس کے قریب یا اس سے مشابہ ہے۔''

مفردات: ...... اَخْطَأَنِيْ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، مجھ سے خطا نہیں ہوئی، یعنی میں ہر جمعرات آ تا تھا۔ عَشِيَّةٌ پچھلے پہر، خَمِيْسٌ جمعرات۔ اَتَيْتُهٗ ماضی واحد متکلم، میں آ تا تھا۔ فِيْهِ اس جمعرات کے دن میں۔ فَنَكَسَ ، ضَرَبَ سے ماضی واحد غائب، اوندھے ہوئے۔ مُحَلَّلَةً تفعیل سے اسم مفعول حال ہے منصوب ہے، کھولے ہوئے تھے۔ اَزْرَار بٹن۔ اِغْرَوْرَقَتْ ماضی واحد مونث، ڈبڈبا گئیں۔ اِنْتَفَخَتْ افتعال سے واحد مؤنث غائب، پھول گئیں۔ اَوْدَاجُهٗ رگیں۔

شرح: ......١۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث بیان کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، اگر معمولی شک ہوتا تو کہتے یہ جو حدیث میں نے بیان کی ہے، اس سے ملتے جلتے الفاظ تھے، اسی سے محدثین نے اصول پکڑا ہے کہ جب انہیں شک ہوتا ہے تو وہ یہی محتاط انداز اپناتے ہیں۔

٢۔ اس سے روایت بالمعنی کا ثبوت بھی حاصل ہوتا ہے۔

٣٤٠ـــ عَنْ قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: بَعَثَنَا عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ إِلَى الْكُوْفَةِ وَشَيَّعَنَا فَمَشٰى مَعَنَا إِلٰى مَوْضِعٍ يُقَالُ لَهُ صِرَارٌ فَقَالَ: أَتَدْرُوْنَ لِمَ مَشَيْتُ مَعَكُمْ قَالَ قُلْنَا: لِحَقِّ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلِحَقِّ

قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں کوفہ کی طرف روانہ کیا اور رخصت کرنے کے لیے ہمارے ساتھ چل پڑے اور صرار نامی جگہ تک گئے۔ پھر انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں چلا آیا ہوں؟ ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے اور انصار

(٣٣٩) ابن ماجه: ٢٣۔ احمد: ٤٣٠٩۔ دارمی: ٢٧٠۔ صحیح ہے۔البانی: ٢١.
(٣٤٠) ابن ماجه: ٢٨۔ دارمی: ٢٧٩۔ صحیح ہے۔(٢٦) البانی.

الأَنْـصَارِ قَالَ لٰكِنِّي مَشَيْتُ مَعَكُمْ لِحَدِيْثٍ أَرَدْتُ أَنْ أُحَـدِّثَكُمْ بِهِ وَأَرَدْتُ أَنْ تَحْفَظُوْهُ لِـمَـمْشَايَ مَعَكُمْ إِنَّكُمْ تَقْدُمُوْنَ عَلَى قَوْمٍ لِـلْـقُـرْآنِ فِـيْ صُـدُوْرِهِـمْ هَـزِيْـزٌ كَهَزِيْزِ الْـمِـرْجَلِ فَإِذَا رَأَوْكُمْ مَدُّوْا إِلَيْكُمْ أَعْنَاقَهُمْ وَقَـالُوْا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ فَأَقِلُّوْا الرِّوَايَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا شَرِيْكُكُمْ . (رواه إبن ماجة ٢٨)

کا حق ادا کرنے کی وجہ سے۔ انہوں نے کہا: میں تو تمہارے ساتھ ایک بات کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تم سے بیان کروں اور تم اس کو یاد رکھو اور تمہیں میرے ساتھ چلنے سے یاد رہنے میں مدد ملے گی۔ تم ان لوگوں کے پاس جا رہے ہو جن کے سینے میں قرآن جوش مارتا ہے جیسے پتھر کی ہنڈیا ابلتی ہے۔ جہاں وہ لوگ تمہیں دیکھیں گے تو گردنیں اٹھا کر تمہاری طرف آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں پس تم ان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بہت کم بیان کرنا اور پھر تمہارے ساتھ شریک رہوں گا۔''

مفردات:...... شَيَّعَنَا تفعیل سے ماضی واحد مذکر ضمیر مفعول بہ ہے۔ ہمیں الوداع کہا، اکیا۔ تَدْرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، تم جانتے ہو۔ لِمَمْشَايَ میرے چلنے کی وجہ سے، یہ مصدر میمی ہے۔ هَزِيْزٌ جوش۔ اَلْمِرجَلِ ہنڈیا کی مانند۔ رَأَوْكُمْ ماضی جمع مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، وہ تمہیں دیکھیں گے۔ مَدُّوْا مضاعف، ماضی جمع مذکر، وہ پھیلائیں گے، اٹھائیں گے۔ فَأَقِلُّوْا افعال سے امر جمع مذکر حاضر، کم کرو۔

شرح:......اس میں بھی احتیاط کا حکم ہے، ممانعت نہیں کہ احادیث بیان نہ کی جائیں یہ مطلب لینا جہالت ہے۔

٣٤١۔ عَـنْ سَلْمَانَ ؓ قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِـيْ الـنَّـارِ، وَمَـنْ رَدَّحَدِيْثًا بَلَغَهُ عَنِّيْ فَأَنَا مُـخَـاصِـمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَإِذَابَلَغَكُمْ عَنِّيْ حَـدِيْـثٌ فَلَمْ تَعْرِفُوْهُ، فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُ أَعْلَمُ . (رواه الطبراني الكبير ٦١٦٣)

سلمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اوپر جھوٹ کہا تو وہ اپنا گھر آگ میں بنائے اور جس نے میری حدیث رد کی اس کے خلاف مخاصمت اور جھگڑا کروں گا جب تمہیں میری وہ حدیث پہنچے جس کا تمہیں علم نہ ہو تو کہہ دیا کرو اللہ بہتر جانتا ہے۔'' (الکبیر)

مفردات:...... مُخَاصِمُهُ مفاعلہ سے اسم فاعل ہے، جھگڑوں گا۔

شرح:......١۔ آپ کی جانب جھوٹ منسوب کرنے کی مذمت کی تفصیل گزر چکی ہے۔

٢۔ اس میں آپ کی حدیث قصداً قبول نہ کرنے والے کی سزا بیان ہوئی ہے، یہ کتنی بڑی رسوائی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جس کے خلاف فریق مخالف بن کر جھگڑا کریں گے وہ کیسے کامیاب ہوسکتا ہے۔

(٣٤١) طبراني كبير: ٦١٦٣۔ هيثمي: ٦٤٩.

۳۔آپ ﷺ نے نہایت اعلیٰ گُر بیان کیا ہے کہ جس علم کا پتہ ہو وہ بتا دیا جائے جس کا علم نہیں اس میں ٹانگ نہ پھنسائی جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ اعلم مجھے علم نہیں اللہ جانتا ہے۔

٣٤٢۔ عَـنْ جَـابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَـنْ بَـلَـغَـهٗ عَـنِّیْ حَدِیْثٌ فَکَذَّبَ بِهٖ، فَقَدْ کَـذَّبَ ثَلَاثَةً اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، وَالَّذِیْ حَدَّثَ بِهٖ (رواه الطبرانی فی الأوسط)

''جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو میری حدیث پہنچے اور وہ اس کی تکذیب کردے تو اس نے تین کی تکذیب کی؛ اللہ کی، اس کے رسول کی اور اس شخص کی جس نے وہ حدیث بیان کی ہے۔'' (الاوسط)

مفردات:...... حَدَّثَ تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، اس نے بیان کیا۔ بِهٖ اس حدیث کو۔

(٣٤٢) طبرانی اوسط، اس میں محفوظ بن سور راوی ہے، جس پر نہ تو جرح ہے اور نہ ہی اس کی تعدیل (ثقہ قرار دینا) ہے۔ ہیثمی: ٦٦٥.

كِتَابُ الطَّهَارَةِ
طہارت کا بیان

٣٤٣۔ عَنْ أَبِي مَالِكِ الأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الإِيْمَانُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلآنِ أَوْ تَمْلأُ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَالصَّلاةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا. (رواه مسلم، ٢٢٣، كتاب الطهارة)

ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''طہارت ایمان کا حصہ ہے۔ الحمد للہ میزان کو پھر دے گا اور سبحان اللہ والحمد اللہ ہر دو کلمے آسمانوں کے اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔''
نماز نور ہے، صدقہ واضح دلیل ہے، صبر کی روشنی ہے، قرآن تیرے لیے یا تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر انسان جب صبح کرتا ہے تو اپنی جان کا سودا کرتا ہے یا تو آزاد کرتا ہے اور یا اس کو غرق کر دیتا ہے۔''

مفردات: ...... اَلطَّهَارَةُ مصدر ہے، نظافت، صفائی۔ اَلطُّهُوْرُ یہ بھی مصدر ہے، پاکیزگی اپنانا، ایک روایت میں طاء کے فتحہ کے ساتھ بھی ہے، مراد ہوگا: پاک کرنے والا۔ شَطْرُ نصف۔ تَمْلأُ مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، بھر دیتا ہے، ایک روایت میں يَمْلأُ بھی ہے، مذکر کے صیغہ کے ساتھ۔ تَمْلآنِ یہ تثنیہ مونث ہے۔ يَغْدُوْ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، جاتا ہے، صبح کرتا ہے، یہ جملہ مستانفہ (نیا) ہے۔ فَمُعْتِقُهَا افعال سے اسم فاعل ہے، اس جان کو آزاد کرانے والا ہے۔ مُوْبِقُهَا افعال سے اسم فاعل، اس جان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

شرح: ......۱۔علم مفید تب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عمل ہو، اور اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے، نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی، یعنی نماز پڑھنے والے کا بدن، اس کا لباس اور وہ جگہ جہاں نماز پڑھنی ہے، یہ تمام نجاست سے پاک اور صاف ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے فضائل علم کے بعد مسائل طہارت کی تفصیل بیان کی ہے۔

۲۔اس حدیث کے پہلے حصہ میں پاکیزگی اور وضو کی ترغیب ہے اور اس کا ثواب بتایا گیا ہے کہ یہ نصف ایمان ہے۔
اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایمان سے صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، جبکہ وضو سے صرف صغیرہ گناہ مٹتے

(٣٤٣) مسلم: ٢٢٣۔ كتاب الطهارة، ترمذي: ٣٥١٧۔ ابن ماجه: ٢٨٠۔ احمد: ٢٢٤٠١۔ دارمي: ٦٥٣.

ہیں۔اس لیے یہ طہارت اور وضونصف ایمان کے مرتبہ پر ہوئے۔ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایمان سے یہاں مراد نماز ہے۔اور نماز وضو بغیر بے کار ہے،اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ انسان روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے۔ایمان کا زیادہ تر تعلق دل سے ہے،اور وضو کا تعلق ظاہری اعضاء کی صفائی سے ہے،اس طرح وضو نصف ایمان قرار پاتا ہے۔

۳۔الحمد للہ کہنا۔اس کلمے کا عظیم ثواب بیان ہوا ہے کہ یہ کہنے سے میزان بھر جاتی ہے،اتنی زیادہ نیکیاں حاصل ہوتی ہیں یعنی جب روز محشر وزن کرتے ہوئے اقوال،اعمال،جسم اختیار کریں گے تو اس کلمے کا اتنا زیادہ وزن ہوگا کہ ترازو اس سے بھر جائے گی۔اس میں اس بات کی تردید ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال اور اقوال اعراض وجود نہیں رکھتے دوسرے کے سہارے کھڑے ہیں ان کی بقاء محال ہے،ان میں ثقل اور خفت،بوجھل اور ہلکا پن نہیں،یہ بات عقل ونقل کے خلاف ہے کیونکہ کتاب وسنت کی نصوص سے واضح ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا﴾ (الانبياء: ٤٧)

''ہم روزِ قیامت انصاف کی ترازو قائم کریں گے،کسی جان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔''

اور ترمذی میں ابـواب الايـمـان ، باب فيمن يموت وهو يشهد ان لا اله الا الله میں آتا ہے کہ گنہگار کے ایک پلڑے میں اشهـد ان لا الـه الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله رکھا جائے گا تو اس کے تمام برائیوں کے وزن اوپر اٹھ جائیں گے اور یہ کاغذ کا پرزہ جو کلمہ شہادت والا ہے،بھاری ہوگا۔(ابن ماجہ،تحفة الاحوذی:۳/ ۳٦٧)

اس سے اعمال اور اقوال کا وزن ثابت ہوتا ہے،اور انہیں جسم عطا کیا جائے گا،ان کا وجود ہوگا۔عقل اس کی تائید کررہی ہے،آج کل نظر نہ آنے والی چیزیں ہیں،ان کا وزن ہورہا ہے۔ہوا کے وزن معلوم کرنے کا آلہ ہے،بجلی میٹر پر آجاتی ہے کہ کتنی استعمال ہوئی ہے اور اس کا بل کتنا ہے اور ایک انداز پر دیکھیں ایک گھر میں ایک ہزار چراغ جلائیں روشنی تو ایک سے بھی ہوتی ہے مگر ہزار چراغ جل رہا ہے ایک دوسرے سے اس کی روشنی ٹکراتی نہیں حالانکہ روشنی کا وجود ہے اگر ایک ہزار چراغ جلیں تو کوئی ٹکراؤ نہیں ایک کا نور دوسرے سے ٹکراتا نہیں،اسی طرح ان اقوال واعمال کے وجود بھی ٹکرائیں گے نہیں۔اپنے اپنے وجود کے مطابق ثواب بن جائیں گے۔ثابت ہوا اعمال واقوال کا وجود ہوگا اور ان کا وزن ہوگا،یہ آپس میں کثرت کی وجہ سے مزاحمت نہیں کریں گے بلکہ وزن کے قابل ہوں گے۔

۴۔الحمد للہ اور سبحان اللہ یہ دونوں جملے زمین وآسمان کی فضا کو نیکیوں سے بھر دیتے کیونکہ سبحان اللہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کی ہر پاکیزہ صفت شامل ہوجاتی ہے،اور جو بھی نقص یا عیب والی بات ہے اس کی اس ذات باکمال سے نفی ہوجاتی ہے۔

اور جب الحمد للہ کہا جائے تو انسان اپنی تمام محتاجی اور فقیری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردیتا ہے اور اسے طاقتور تصور کرتا ہے اور اپنے تمام معاملات اس الٰہ واحد کے سپرد کرتا ہے،اس کی وجہ سے بتایا کہ اگر ان دو کلمات کہنے والے کے ان کلمات کو وجود دیا جائے تو اس سے زمین وآسمان بھر جائے۔

۵۔اس میں نماز کی تاثیر بیان ہوئی ہے کہ یہ نافرمانیوں اور شہوت رانیوں، بے حیایوں اور برائیوں سے روکتی ہے تو اس کی برکت سے دلوں میں نورانیت اور سینوں میں کشادگی پیدا ہوتی ہے، معارف کے انوار وتجلیات اس سے چمکتے ہیں، حقائق کا انکشاف اس سے ہوتا ہے، قبر کی ظلمت میں روشنی اور روزِ قیامت نمازی کے آگے اس کا اجر نور بن کر دوڑے گا اور دنیا وآخرت میں اس نماز کی وجہ سے تازگی نمایاں ہوگی۔

۶۔صدقہ دلیل ہے، یعنی جب روزِ قیامت سوال ہوگا مال کہاں صرف کیا تو آدمی کہے گا میں نے صدقہ کیا، یہ دلیل بنے گا۔ علاوہ ازیں صدقہ ایمان کی صداقت پر بھی دلیل ہوتا ہے کیونکہ اپنی محنت سے حاصل کردہ کمائی میں سے وہی خرچ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے۔

۷۔صبر کو دوسرے لفظوں میں ثبات سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ہر اطاعت کا کام، ہر عبادت کا معاملہ، نافرمانیوں سے رکنا، مصائب ومشکلات الغرض تمام دینی امور کی انجام دہی صبر ہی سے ممکن ہے اس لیے اسے دلوں کی ضیاء قرار دیا ہے۔

۸۔قرآن پاک پر عمل کریں تو یہ دنیا وآخرت کی کامرانی کی دلیل بن جاتا ہے۔ اور اگر اس سے اعراض کریں اور عمل چھوڑ دیں تو یہ خلاف گواہی دے گا۔

۹۔علامہ نووی رحمہ اللہ نے نہایت ہی جامع طور پر حدیث کے آخری حصہ کا مفہوم بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ہر انسان اپنی ذات کے لیے جدوجہد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام بجالاتا ہے وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے۔

اور بعض ایسے انسان ہیں جو نفس کو شیطانی خواہشات کے حوالے کر دیتے ہیں اور اپنی ہوا وہوس میں مگن رہتے ہیں، یہ نفس کو برباد کر رہے ہیں اور اسے عذاب کے قابل بنا رہے ہیں۔ (مرعاۃ:۱/ ۳٦٦)

أَحْكَامِ الْمِيَاهِ
پانی کے متعلقہ مسائل

٣٤٤ــ عَـنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَـالَ: يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَـحْـرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَـوَضَّـأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَـقَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُـوَ الـطَّهُوْرُمَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ. (رواه النسائی ٥٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی ساتھ لیتے ہیں۔ اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہتے ہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک ہے اور اس کی مردہ (مچھلی) حلال ہے۔''

(٣٤٤) نسائی: ٥٩۔ ترمذی: ٦٩۔ ابوداود: ٨٣۔ ابن ماجه: ٣٢٤٦۔ احمد: ٨٨٥٥۔ مالك: ٤٣۔ دارمی: ٧٢٩۔ صحیح ہے۔ البانی (٥٨)

مفردات: ...... تَوَضَّأْنَا تفعل سے ماضی جمع متکلم، ہم وضو کریں۔ عَطِشْنَا ، عَلِمَ سے ماضی جمع متکلم، ہم پیاسے رہتے ہیں۔ اَکیا۔ فَتَـوَضَّأُپس۔ تفعل سے جمع متکلم مضارع معلوم، ہم وضو کریں۔ وَالْحِلُّ حاء کے کسرہ سے ہے، مصدر ہے، حلال ہے۔ مَيْتَتُهٗ میم پر فتح ہے، مراد جو جانور طبعی موت مر جائے۔ الطھور ماء ہ جملہ ہے، یہ جملہ اس پر عطف ہے۔

شرح: ......١۔ جس آدمی نے یہ سوال کیا تھا، اس کا نام عبداللہ تھا، یہ کشتی کا ملاح تھا۔ (مرعاۃ: ١/ ٥٣٩)

٢۔ اس میں اس بات کی تردید بھی آجاتی ہے جو کہا جاتا ہے کہ سمندر پر سفر نہ کریں، صرف حج، عمرہ یا جہاد کا سفر کر سکتے ہو، جس روایت میں ممانعت آئی ہے وہ ضعیف ہے۔ جبکہ اس صحیح حدیث سے حج عمرہ، جہاد کے علاوہ بھی سفر کرنے کی اجازت وارد ہوئی ہے۔

٣۔ یہ سوال کرنا کہ سمندر کے پانی سے ہم وضو کر سکتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ سائل کا خیال تھا سمندر کا پانی نمکین ہے، اس سے بدبو سی آتی ہے، اس نے خیال کیا کہ شاید یہ پاکیزہ نہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی یہ غلطی دور فرما دی کہ یہ پانی پاک بھی ہے اور ہر قسم کی نجاست کو پاک کر دیتا ہے۔

آپ اس کا جواب صرف ہاں کہہ کر بھی دے سکتے تھے لیکن اس سے اس کی مکمل وضاحت نہ ہوتی، اس لیے آپ نے بادلیل اس کے پاکیزہ ہونے کا حکم لگایا۔

٤۔ تو اس حدیث سے سمندر کے پانی کے ساتھ طہارت اختیار کرنے کی اجازت ثابت ہوئی اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ سمندر کے پانی کا معاملہ سائل کے لیے پریشان خیالی کا باعث ہوا ہے، تو خود ہی اس کے جانوروں کے حلال ہونے کا بتا دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مفتی کو چاہیے اس سے جتنا سوال ہو اس کے متعلقہ زائد بات بھی بتا دے۔

٣٤٥۔ عَـنْ أَبِـي سَـعِيْـدٍ الْـخُـدْرِيِّ قَـالَ: سَـمِـعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُـوَ يُقَالُ لَـهُ: إِنَّهُ يُسْتَقٰى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُـلْـقَـى فِيْهَـا لُـحُوْمُ الْكِلَابِ وَالْمَحَايِضُ وَعَـذِرُ الـنَّـاسِ فَـقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِنَّ الْمَاءَ طُهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ (لأبی داود ٦٧)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے لیے بضاعہ نامی کنویں سے پانی لایا جاتا ہے۔ اس میں مردہ کتے حائض کے گندے کپڑے اور لوگوں کی غلاظت ڈالی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی ہے۔''

مفردات: ...... يُسْتَقٰى افتعال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب، پانی لایا جاتا ہے۔ بِئْرٍ کنواں، جمع اٰبَارٌ ، بُضَاعَةَ یہ بنوساعدہ کے محلے میں ایک کنواں تھا، اس کی گہرائی تقریباً چھ ہاتھ تھی۔ يُلْقٰى افعال سے مضارع

(٣٤٥) ترمذی: ٦٦۔ نسائی: ٣٢٧۔ احمد: ١١٤٠٦۔ صحیح ہے۔ البانی: ٦٠.

مجہول واحد مذکر غائب، ڈالا جاتا ہے۔ لُحُوْمُ اُس کا واحد لَحْمٌ گوشت۔ الْكِلَابِ اس کا واحد كَلْبٌ ہے، کتے۔ وَالْمَحَايِضَ حیض آلود کپڑے۔ عَذِرُ لوگوں کی قضائے حاجت، گندگی۔

٣٤٦۔ عَنْ أَبِـيْ سَعِيْدٍ الْخُدرِيّ قَـالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِـيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيْهَا الْحِيَضُ بِنَحْوِهِ. (رواه أبوداود، ٦٦)

اور ایک روایت میں ہے: کیا ہم بضاعہ نامی کنوئیں سے وضو کریں جب کہ اس میں حیض کا خون اور جیسی اشیاء ڈالی جاتی ہیں؟

مفردات: ...... يُطْرَحُ، مَنَعَ سے مضارع مجہول، پھینکے جاتے ہیں۔ فِيْهَا اس کنوئیں میں۔ الحِيَضُ اس کا واحد حِيْضَةٌ ہے، حیض کے کپڑے۔

٣٤٧۔ وزاد أبـوداود: وسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ قَيِّمَ بِئْرِ بُضَاعَةَ عَنْ عُمْقِهَا قَالَ أَكْثَرُ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا الْمَآءُ إِلٰى الْعَانَةِ قُلْتُ: فَإِذَا نَقَصَ قَالَ: دُوْنَ الْعَوْرَةِ قَالَ أَبُوْدَاوُدْ: وَقَدَّرْتُ أَنَا بِئْرَ بُضَاعَةَ بِرِدَائِيْ مَدَدْتُهُ عَلَيْهَا ثُمَّ ذَرَعْتُهُ فَإِذَا عَرْضُهَا سِتَّةُ أَذْرُعٍ وَسَأَلْتُ الَّذِيْ فَتَحَ لِي بَابَ الْبُسْتَانِ فَأَدْخَلَنِي إِلَيْهِ هَلْ غُيِّرَ بِنَاؤُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ قَالَ لاَ وَرَأَيْتُ فِيْهَا مَاءً مُتَغَيِّرَ اللَّوْنِ. (رواه أبوداود ٦٧)

ابوداوٗد نے اضافہ ذکر کیا میں نے قتیبہ سے سنا اس نے کہا: قتیبہ بن سعید سے میں نے بضاعہ کے مالک سے پوچھا کہ اس کی گہرائی کتنی ہے؟ اس نے کہا: گردن کے برابر۔ میں نے کہا: جب کم ہو تو کیا مقدار رہتی ہے؟ اس نے کہا: سترعورت سے نیچے تک۔ ابوداوٗد نے کہا: میں نے اس کا اندازہ کرنے کے لیے اس پر اپنی چادر بچھائی پھر ہاتھوں سے ناپ کر اندازہ کیا تو اس کا عرض چھ ہاتھ تھا۔ اور اس باغ کے دربان سے پوچھا کیا کہ اس کی پہلی جو تعمیر تھی اس میں تبدیلی کی گئی ہے؟ تو اس نے کہا نہیں؟ ابوداوٗد نے کہا: میں نے اس کے پانی کا رنگ تبدیل دیکھا ہے۔

مفردات: ...... قَيِّمَ نگران۔ عُمْقِهَا اس بضاعہ کنوئیں کی گہرائی۔ قَدَّرْتُ تفعیل سے ماضی واحد متکلم، میں نے اندازہ لگایا۔ بِرِدَائِيْ اپنی چادر کے ساتھ۔ مَدَدْتُهُ ماضی واحد متکلم، میں نے پھیلایا۔ ذَرَعْتُهُ ماضی واحد متکلم، میں نے ماپا۔ غُيِّرَ تفعیل سے ماضی مجہول واحد مذکر، تبدیل کی گئی ہے۔ بِنَاءُ هَا اس کنواں کی عمارت۔

شـــرح: ......١۔ یہاں ایک وہم کا ازالہ ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ نجاستیں اور غلاظتیں اس کنوئیں میں پھینکتے تھے۔

---

(٣٤٦) ابوداود: ٦٦۔ ترمذی: ٦٦۔ نسائی: ٣٢٧۔ احمد: ١١٤٠٦۔ صحیح ہے۔البانی: ٦٠.

(٣٤٧) ابوداود: ٦٧۔ ترمذی: ٦٦۔ نسائی: ٣٢٧۔ احمد: ١١٤٠٦۔ صحیح ہے۔البانی: ٥٥.

اس کا حل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کنوئیں میں یہ گندگی نہیں پھینکتے تھے۔ اتنے پاکباز اور صفائی پسند لوگ یہ کام نہیں کر سکتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کنواں ڈھلوان پر تھا، جب ہوائیں چلتیں یا سیلاب آتے تو یہ گندگیاں خود اس کنوئیں میں گر جاتی تھیں۔ (معالم للخطابی: ۱/۳۷)

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب پانی دو مٹکوں سے زیادہ ہو، یعنی کثرت سے ہو اور اس میں گرنے والی نجاستوں سے اس کا رنگ بو اور ذائقہ گرنے والی نجاست سے تبدیل نہ ہوا ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔ یہ چیزیں اسے پلید نہیں کر سکتیں، یہ مطلب نہیں کہ خواہ کتنی ہی نجاست گرے کوئی پانی پلید نہیں ہوتا۔ اگر پانی اتنا ہو کہ گرنے والی نجاست اسے پلید کر دے تو یہ پلید ہی شمار ہوگا۔

یعنی ''پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی'' یہ عام حکم ہے۔ لیکن اسے خاص کرنا پڑے گا، کہ ہر وہ پانی جس کا ذائقہ، رنگ اور بو نجاست بدل دے وہ پلید ہوگا جس کا نہ بدلے تو وہ پلید نہ ہوگا۔

۳۴۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِي الْفُلَاةِ مِنَ الأَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَالدَّوَابِّ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ (رواه الترمذي ٦٧)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ آپ ﷺ سے پانی کی اقسام کے متعلق سوال کیا جا رہا تھا اس وقت میں نے آپ ﷺ سے زمین کے بیانوں اور صحراؤں کے پانی کی بابت سوال کیا جن پر حیوانات اور درندے بار بار آتے اور پیتے ہیں فرمایا: ''جب پانی دو مٹکوں کے برابر ہو تو وہ نجاست نہیں اُٹھتا۔''

مفردات: ...... وَهُوَ رسول اکرم ﷺ يُسْأَلُ مضارع مجہول، پوچھا گیا۔ اَلْفَلَاةِ وسیع صحراء، اس کی جمع فَلَا اور فَلَوات ہے۔ يَنُوْبُهُ مضارع معلوم، واحد مذکر غائب، اترتے ہیں، قصد کرتے ہیں۔ اَلدَّوَابّ اس کا واحد دَابَّةٌ چار پائے۔ اَلسِّبَاعِ اس کا واحد سَبُعٌ ہے، درندے قُلَّتَيْنِ اس کا واحد قُلَّةٌ ہے، تثنیہ ہے، دو مٹکے، یہ تقریباً پانچ من پانی ہوتا ہے۔ اَلْخَبَثَ خاء اور باء پر فتح ہے، نجاست نہیں اٹھاتا، پلید نہیں ہوتا۔

شرح: ......۱۔ بنیادی طور پر پانی پاک ہے، آگے مختلف حالات کی وجہ سے پلید ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا﴾ (الفرقان: ٤٨)

''اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا۔''

یہ حدیث اس عموم میں تخصیص پیدا کر رہی ہے، کہ اگر پانی دو مٹکوں سے کم ہو یا ایسی نجات اس میں گر جائے جو اس کا رنگ، بو، ذائقہ تبدیل کر دے تو ان دونوں صورتوں میں پانی پلید ہو جاتا ہے۔

(٣٤٨) ترمذی: ٦٧۔ ابن ماجہ: ٥١٧۔ دارمی: ٧٣١۔ صحیح ہے۔ البانی: ٥٧.

اگر پانی دو مٹکے یا اس سے زیادہ ہو اور گرنے والی نجاست سے اس کا رنگ، بو، ذائقہ نہ تبدیل ہوا ہو تو یہ پانی پاک ہے، خباثت ونجاست اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

۲۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مٹکے کی مقدار نامعلوم ہے کہ وہ کونسا مٹکا ہے، اس لیے یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ اور وہ خود اندازہ بتاتے ہیں کہ دس ہاتھ گہرا اور دس ہاتھ چوڑا حوض ہو تو اس میں نجاست اثر انداز نہیں ہوتی۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ خود ان کی تردید کرتے ہیں کہ مٹکے کے نامعلوم ہونے کا اعتراض ہٹ دھرمی ہے کیونکہ وہ لوگ اس مٹکے کی مقدار سے آشنا تھے۔ ثابت ہوا کہ یہ اعتراض فضول ہے، پانی کی دو مٹکے والی یہ مقدار جو حدیث میں بتائی گئی ہے، درست ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۵۳۶)

۳۴۹۔ وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَفَعَهُ: قَالَ لَا یَبُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ . (رواه البخاری ۲۳۹ ،)	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس پانی میں بول و براز نہ کرے جو جاری نہ ہو کہ پھر اس میں وہ غسل کرے۔“

مفردات: ...... لَا یَبُوْلَنَّ ، نَصَرَ سے نفی بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب، ہرگز پیشاب نہ کرے۔

۳۵۰۔ وَمِنْ رِوَایَاتِهٖ فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ مِنْهُ . (رواه الترمذی ۶۸)	اور ان کی روایات میں ہے: ”(بول نہ کرے) کھڑے پانی میں کہ پھر اس میں وضو کرے۔“

مفردات: ...... رِوَایَاتِهٖ اس کا واحد رِوَایَةٌ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں سے ہے۔

۳۵۱۔ وَمِنْهَا: فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ وَلَا یَغْتَسِلُ فِیْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ (رواه أبوداود ۷۰)	اور ان ہی میں یہ بھی ہے: ”کھڑے پانی میں اور نہ اس میں جنابت سے غسل کرے۔“

مفردات: ...... وَمِنْهَا ان روایات میں سے۔ اَلدَّائِمِ اسم فاعل ہے، ہمیشہ رہنے والا، مراد وہ پانی بہتا نہ ہو۔

۳۵۲۔ وَمِنْهَا: قَالُوْا: کَیْفَ نَفْعَلُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ یَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا . (لمسلم ۲۸۳)	اور ان ہی میں یہ بھی ہے: لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! پھر ہم کیسے غسل کریں؟ تو انہوں نے کہا: ہاتھ سے پانی لے۔

مفردات: ...... یَتَنَاوَلُهُ تفاعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہٖ پانی کی جانب لوٹتی ہے، اسے ہاتھ سے لے۔

---

(۳۴۹) بخاری: ۲۳۹۔ مسلم: ۲۸۳۔ ترمذی: ۶۸۔ نسائی: ۳۹۹۔ ابوداود: ۷۵۔ ابن ماجه: ۳۴۴۔ احمد: ۱۰۵۱۱۔ دارمی: ۷۳۰.

(۳۵۰) ترمذی: ۶۸۔ صحیح ہے۔البانی: ۵۸۔ بخاری: ۲۳۹۔ مسلم: ۲۸۲۔ نسائی: ۴۰۰۔ ابوداود: ۷۰۔ ابن ماجه: ۳۴۴۔ بقیہ اوپر والی تخریج ہے۔

(۳۵۱) ابوداود: ۷۰۔ حسن، صحیح، البانی: ۶۳۔ بقیہ تخریج ۳۵۰ والی ہے۔

(۳۵۲) مسلم: ۲۸۳۔ نسائی: ۳۹۶۔ ابوداود: ۷۰۔ ابن ماجه: ۶۰۵.

شــرح: ......ان تمام روایات کا مفاد یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے اور جنابت کی حالت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں سے غسل کرنا بھی منع ہے۔ یاد رہے کہ اگر پانی جاری ہو تو پھر بھی اس میں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے، اگر سخت مجبوری ہو تو پھر گنجائش ہے۔ پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ پانی نجس ہو سکتا ہے، دوسرا یہ ہے کہ اگر ایک پیشاب کرے گا پھر دوسرا کرے گا تو پانی کا تقدس ختم ہو جاتا ہے۔

یہاں تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے کہ وہ پانی جو ٹھہرا ہوا ہے، اگر دو مٹکوں جتنا ہو یا اس سے زیادہ ہو تو پیشاب سے نجس نہ ہوگا اگر اس پیشاب سے اس کا رنگ بو، ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہو۔ اگر اس پیشاب کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، ذائقہ تبدیل ہو چکا ہوگا تو پھر یہ ٹھہرا ہوا پانی پلید ہوگا۔

اگر یہ ٹھہرا ہوا پانی دو مٹکوں سے کم تھا، تو اس میں پیشاب کیا جائے تو یہ پلید ہوگا۔ رنگ، بو، ذائقہ بدلا ہو یا نہ بدلا ہو۔ (مرعاۃ:۱/۵۲۳)

تاہم راقم کے نزدیک حدیث کا تقاضا یہی ہے کہ پانی زیادہ ہو یا کم ہو ٹھہرا ہوا ہو تو اس میں پیشاب کرنا منع ہے جو قصداً کرے گا وہ حدیث کا نافرمان ہے، اگر کوئی کر دیتا ہے تو ہماری اوپر بیان کردہ وضاحت پر عمل کیا جائے۔

یہی صورت حال جنبی کے غسل کی ہے، اس کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ طریقہ بیان کیا ہے کہ اس ٹھہرے ہوئے پانی سے چلّو بھر کر باہر نکال لے اور اس سے وضو یا غسل کرے تا کہ وہ جنابت والا پانی اس میں نہ گرے اور نہ ہی کوئی وسوسہ جنم لے۔

۳۵۳۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ حَتَّى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرُوبْنُ العَاصِ لِصَاحِبِ الْحَوْضِ: يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ: يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لاَ تُخْبِرْنَا فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا (رواه مالك ٤٥)

یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سفری قافلے کے ساتھ جا رہے تھے۔ جن میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ایک تالاب پر پہنچے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تالاب کے مالک کو کہا: اے حوض والے! کیا تیرے حوض سے درندے بھی پانی پینے کے لیے وارد ہوتے ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حوض والے! ہمیں خبر نہ دے ہم درندوں کے بعد گھاٹ پر اترتے ہیں اور وہ ہمارے بعد اترتے ہیں۔ (الموطا)

---

(۳۵۳) یہ اثر مرسل منقطع ہے، موطا مالک (۴۵) علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اثر منقطع ہے۔ اور ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے جو حدیث آتی ہے کہ درندوں کا جوٹھا پانی پاک ہے، وہ بہت ہی ضعیف ہے۔ استدلال کے قابل نہیں۔ (مرعاۃ:۱/۵۵۰)

مسئلہ: یاد رہے کہ بلی کا جوٹھا پانی پلید نہیں اسے پیا بھی جا سکتا ہے اور اس سے وضو یا غسل بھی جائز ہے۔ (مشکوۃ، کتاب الطهارة، باب احكام المياه: ٤٨٦)

٣٥٤ ـ قَالَ رَزِيْنٌ: زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِيْ قَوْلِ عَمْرٍو: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَهَا مَا أَخَذَتْ فِيْ بُطُوْنِهَا، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَنَا طَهُوْرٌ وَشَرَابٌ.

رزین نے کہا: بعض راویوں نے عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مزید نقل کیا ہے: اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: درندوں کے لیے وہ ہے جو انہوں نے اپنے پیٹ میں بھر لیا ہے اور جو باقی بچا ہے وہ ہمارے لیے طہارت کرنے اور پینے کے لیے ہے۔

٣٥٥ ـ عَنْ حُمَيْدِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ: لَقِيْتُ رَجُلاً صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ أَرْبَعَ سِنِيْنَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا. (رواه أبوداود، ٨١)

حمید الحمیری نے کہا: میں اس صحابی رضی اللہ عنہ سے ملا جو چار سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہے جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رہے ہیں۔ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عورت کو مرد کے پس ماندہ پانی سے غسل کرنے سے اور مرد کو عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا ہے البتہ دونوں بیک وقت برتن سے چلو بھر کے پانی لیا کریں۔

مفردات: ...... لَقِيْتُ، عَلِم سے ماضی واحد متکلم، میں ملا صَحِبَ، عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ساتھی رہا۔ بِفَضْلِ باقی بچا ہوا۔ وَلْيَغْتَرِفَا افتعال سے امر غائب تثنیہ مذکر، دو چلونوں بھریں۔

٣٥٦ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ كُنْتُ جُنُباً فَقَالَ: إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ(رواه الترمذي ٦٥)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات نے بڑے ٹب سے غسل کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے وضو یا غسل کرنا چاہا تو ام المومنین نے کہا: میں جنابت سے تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی جنبی نہیں ہوتا۔'' (ترمذی)

مفردات: ...... جَفْنَةٍ ایک ٹب میں، بڑے پیالہ میں مِنْهُ اس پانی سے لا يَجْنُبُ، نَصَر سے نفی واحد مذکر غائب، پلید نہیں ہوتا۔

٣٥٧ ـ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ هُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ

عون بن ابی جحفیہ اپنے باپ ابو جحفیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دوپہر کے وقت آیا۔ پانی

---

(٣٥٥) یہ بھی ضعیف ہے۔ (حوالہ مذکور)

(٣٥٦) ابوداود: ٨١۔ نسائی: ٢٣٨۔ احمد: ٢٢٦٢٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ٧٤.

(٣٥٧) ترمذی: ٦٥۔ ابن ماجہ: ٣٧٠۔ البانی صحیح ہے۔ (٥٥)

(٣٥٧) بخاری: ٥٨٥٩۔ مسلم: ٥٠٣۔ نسائی: ٤٧٠۔ ابوداود: ٦٨٨۔ احمد: ١٨٢٧٨۔ دارمی: ١٤٠٩.

مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلاَلاً أَخَذَ وُضُوْءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَبْتَدِرُوْنَ الْوُضُوْءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ (للبخاري ٥٨٥٩)	لایا گیا۔ آپ ﷺ سرخ رنگ کے خیمے میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پکڑا ہوا ہے اور لوگ آپ ﷺ کے پس ماندہ وضو کے پانی کو آگے بڑھ کر لے رہے ہیں جس کو پانی مل جائے وہ اس کو اپنی جسم پر مل دیتا ہے اور جس کو نہ ملے وہ اپنے رفیق کے ہاتھ کی تری حاصل کرتا ہے۔''

مفردات: ...... هُوَ آپ ﷺ قُبَّةٍ خیمہ۔ اَدَمٍ چمڑا۔ وَضُوْءَ واؤ پر فتحہ ہے، وہ پانی جس سے وضو کیا جائے۔ يَبْتَدِرُوْنَ افتعال سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، لپکے جلدی کی۔ اَصَابَ ماضی افعال سے، پالیا۔ تَمَسَّحَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، مَل لیا اسے۔ لَمْ يُصِبْ نفی جحد، نہ پایا۔ بَلَلِ تراوٹ۔

٣٥٨۔ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ: لاَبَأسَ أَنْ يُغْتَسَلَ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ مَالَمْ تَكُنْ حَائِضًا أَوْ جُنُباً. (رواه مالك ١١٩)	نافع راوی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد غسل کرے عورت سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ جب کہ وہ حائضہ نہ ہو اور وہ جنابت سے نہ ہو۔ (المالک)

مفردات: ...... اَنْ يُغْتَسَلَ افتعال سے مضارع مجہول، یہ کہ غسل کیا جائے۔

٣٥٩۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ. (رواه مسلم، ٣٢١/ كتاب الحيض)	ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ برتن میں ہمارے ہاتھ آگے پیچھے آتے جاتے تھے۔

مفردات: ...... اِنَاءٍ برتن اس کی جمع آنِيَةٌ ہے۔ تَخْتَلِفُ افتعال سے واحد مونث، حرکت کرتے، آپس میں ٹکراتے۔ فِيْهِ اس برتن میں۔

٣٦٠ـــ وَمِنْ رَوَايَاتِهِ: فَيُبَادِرُنِيْ حَتَّى أَقُوْلَ دَعْ لِيْ دَعْ لِيْ. (لمسلم ٣٢١/ كتاب الحيض)	اور اس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مجھ سے پہل کر جاتے اور میں کہتی تھی: میرے لیے رہنے دیجیے، میرے لیے رہنے دیجیے۔

---

(٣٥٨) مالك: ١١٩.

(٣٥٩) مسلم: ٣٢١۔ كتاب الحيض، بخاری: ٢٦١۔ ترمذی: ١٠٤۔ نسائی: ٢٢٨۔ ابوداود: ٢٤٠۔ ابن ماجه: ٣٧٦۔ احمد: ٢٧٦٥٩۔ مالك: ١٠٠۔ دارمی: ٧٥٠.

(٣٦٠) مسلم، كتاب الحيض: ٣٢١۔ بخاری: ٣٠١۔ ترمذی: ١٧٥٥۔ نسائی: ٤٢٤۔ ابوداود: ٢٤٤٣۔ ابن ماجه: ٣٧٦۔ احمد: ٢٧٦٥٩۔ مالك: ١٠١۔ دارمی: ٧٥٠.

مفردات: ...... فَيُبَادِرُنِیْ مفاعلہ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، نون وقایہ، یاء مفعول بہ، مجھ سے جلدی کرتے۔ دَعْ، مَنَعَ سے امر، چھوڑ دو۔

٣٦١۔ وَمِـنْهَا: مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَـهُ الْـفَـرَقُ . (قَـالَ: سفيان والفرق ثلاثة أصوع . (رواه البخاری، ٢٥٠)

اسی میں ہے: ایک برتن سے وہ بڑا پیالہ تھا جس کو فرق کہا جاتا تھا۔ سفیان نے کہا: فرق تین پیمانوں کا ہوتا ہے۔ (ص:۴۹)

مفردات:...... قَدَحٍ پیالہ۔ اَلْفَرَقُ یہ وہ برتن ہے، جس میں تین صاع آتے ہیں تقریباً سوا چھ کلو چیز جس میں آ جائے۔

٣٦٢۔ وَمِنْهَا: يُبَادِرُنِیْ وَأُبَادِرُهُ حَتَّى يَقُوْلَ: دَعِـي لِـي وَأَقُـوْلُ أَنَـا: دَعْ لِـي . (رواه النسائی ٢٣٩)

اور اسی میں ہے: آپ ﷺ مجھ سے پہل کر جاتے اور میں آپ ﷺ سے پہل کر جاتی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے: میرے لیے چھوڑ دو اور میں کہتی: میرے لیے چھوڑ یئے۔

مفردات: ...... أُبَادِرُهُ مفاعلہ سے مضارع واحد متکلم، میں نے جلدی کی۔

٣٦٣۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُوْنَةَ (لمسلم ٣٢٣)

ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میمونہ رضی اللہ عنہا کے باقی ماندہ پانی سے غسل کرتے تھے۔

٣٦٤۔ عَـنْ أُمِّ هَـانِـئٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ ﷺ اغْتَسَـلَ هُـوَ وَمَيْـمُـوْنَةُ مِـنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِیْ قَصْعَةٍ فِيْهَا أَثَرُ الْعَجِيْنِ . (رواه النسائی ٢٤٠)

نسائی نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے اور میمونہ نے ایک بڑے پیالے سے غسل کیا جس میں آٹے کا اثر موجود تھا۔

مفردات: ...... قَصْعَةٍ پیالہ۔ اَثَرٌ نشان۔ اَلْعَجِيْنُ گندھا ہوا آٹا۔

٣٦٥۔ عَـنْ عَبْـدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الـرِّجَـالُ وَالـنِّسَـاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِیْ زَمَـانِ رَسُـوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَـمِـيْـعاً مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ . (رواه البخاری ١٩٣)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مرد اور عورتیں بیک وقت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے۔"

---

(٣٦١) بخاری: ٢٥٠۔ مسلم: ٣١٦۔ ترمذی: ١٣٢۔ نسائی: ٥٣٥٥۔ ابوداود: ٢٤٦٩۔ ابن ماجه: ٣٦٥٣۔ احمد ٢٥٧٤٦۔ مالك: ٦٩٣۔ دارمی: ١٠٥٨۔ یہ تین صاع والی مسلم (۳۱۹) میں ہے۔

(٣٦٢) نسائی (٢٣٩) صحیح ہے۔ البانی (٢٣٣) بخاری (٧٣٣٩) مسلم (٣٢١) ترمذی (١٧٥٥) ابوداود (٢٣٨) ابن ماجه (٦٠٤) احمد: ٢٥٧٥٦۔ مالك: ١٠١۔ دارمی: ٧٥٠.

(٣٦٣) مسلم: ٣٢٣۔ بخاری: ٢٥٣۔ احمد: ٣٤٥٥.

(٣٦٤) نسائی (٢٤٠) ابن ماجه (٣٧٨) صحیح ہے۔ البانی (٢٣٤)

(٣٦٥) بخاری: ١٩٣۔ نسائی: ٧١۔ ابوداود: ٧٩۔ ابن ماجه: ٣٨١۔ احمد: ٦٢٤٧۔ مالك: ٤٦.

مفردات: ...... يَتَوَضَّأُوْنَ تفعل سے مضارع معلوم جمع مذکر غائب، وضو کرتے تھے۔

شرح: ......١۔ حدیث ٣٥٥ میں جو آیا ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے ملا جو نبی ﷺ کا صحابی تھا، اگر چہ ان کے نام کا علم نہیں ہو سکا چونکہ صحابی تھے اور صحابی ثقہ ہوتے ہیں، اس حدیث پر تنقید درست نہیں، یہ صحیح ہے۔

٢۔ نمبر ٣٦٤ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی برتن میں گندھے ہوئے آٹے کے نشانات ہوں تو مضر نہیں اس پانی سے وضو یا غسل ہو جاتا ہے۔

٣۔ نمبر ٣٦٥ حدیث میں جو آیا ہے، مرد اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔ اس سے غیر مرد یا غیر عورتیں مراد نہیں، میاں بیوی یا ذی محرم عورتیں مراد ہیں۔

٤۔ علاوہ ازیں تمام احادیث آپس میں متعارض نظر آتی ہیں کہ کہیں عورت اور مرد کا ایک برتن سے وضو کرنا یا غسل کرنا جائز قرار پاتا ہے اور کسی سے ناجائز قرار پاتا ہے، تو اس میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ ان میں مطابقت یہ ہے کہ جو ایک دوسرے کے باقی ماندہ پانی سے وضو یا غسل کی ممانعت ہے، وہ تنزیہہ اور احتیاط کے لیے ہے، حرام کے طور پر نہیں اور جن احادیث سے وضو یا غسل کی اجازت ہے ان کا مقصد یہی ہے کہ ممانعت احتیاطی ہے، وگرنہ ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کی اجازت ہے اور استعمال شدہ پانی پاک ہے، پلید نہیں۔ اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

٣٦٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَأَلَنِيْ النَّبِيُّ ﷺ مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ فَقُلْتُ: نَبِيْذٌ فَقَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ مِنْهُ. (رواه الترمذی ٨٨)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنوں کی رات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے برتن میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی: نبیذ ہے۔ فرمایا: کھجور پاک ہیں اور پانی پاک کرنے والا ہے پس آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

٣٦٧ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِدَلْوٍ فَمَضْمَضَ مِنْهُ فَمَجَّ فِيْهِ مِسْكاً أَوْ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ وَاسْتَنْثَرَ خَارِجاً مِنَ الدَّلْوِ. (رواه ابن ماجة ٦٥٩)

عبد الجبار بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس برتن لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ میں پانی ڈالا اور اسی میں کلی کا پانی ڈالا جو کستوری کی مانند تھا اور کستوری سے زیادہ پاکیزہ تھا اور ناک کے پانی کو ڈول سے باہر پھینکا۔

---

(٣٦٦) ترمذی: ٨٨۔ ابوداود: ٨٤۔ ابن ماجہ: ٣٨٤۔ احمد: ٤٢٨٤۔ ضعیف ہے۔ البانی: ١٤٢.

(٣٦٧) ابن ماجہ: ٦٥٩۔ ضعیف ہے۔ البانی: ١٤٢.

٣٦٨۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايُنَجِّسُ الْمَآءَ شَيْءٌ إِلَّا مَا غَيَّرَ رِيْحَهُ أَوْطَعْمَهُ. (رواه الطبرانی فی الکبیر٧٥٠٣/والاوسط)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی مگر وہ چیز جو اس کی بو اور ذائقہ تبدیل کر دے۔''

٣٦٩۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ إِلَّا مَا غَلَبَ عَلَى رِيْحِهِ وَطَعْمِهِ وَلَوْنِهِ.
(إبن ماجة ٥٢١ . بضعف)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی مگر وہ چیز جو غالب آجائے اس کی بو، ذائقہ اور رنگ پر۔''

٣٧٠۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ جَرٍّ جَدِيْدٍ مُخَمَّرٍ أَحَبُّ اِلَيْكَ أَمْ مِنَ الْمُطَاهِرِ؟ قَالَ: لَا بَلْ مِنَ الْمُطَاهِرِ، إِنَّ دِيْنَ اللّٰهِ يُسْرٌ اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَآءُ. قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْعَثُ إِلَى الْمُطَاهِرِ فَيُؤْتَى بِالْمَآءِ فَيَشْرَبُهُ يَرْجُوْ بَرَكَةَ أَيْدِي الْمُسْلِمِيْنَ
(رواه الطبرانی فی الأوسط)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم نئی ڈھانپی گئی مشک سے وضو کریں تو آپ ﷺ کو زیادہ پسند ہے یا وہ جس سے طہارت کی گئی ہو؟
فرمایا: بلکہ وہ جس سے طہارت کی جاتی ہے۔ اللہ کا دین آسان ہے۔ آپ ﷺ پیغام ارسال کرتے تھے طہارت کرانے والے کی طرف اور پانی لایا جاتا اور آپ ﷺ پیتے اور مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کی امید رکھتے تھے۔ (الاوسط)

مفردات: ...... جَرٌّ مٹکا۔ مُخَمَّر جگہ کا نام ہے۔ اَلْمطَاهِر بھی جگہ ہے۔ اَلْحَنِيْفِيَّةُ یکطرفہ۔ اَلسَّمَحَآءُ آسان۔ يَرْجُوْ مضارع معلوم واحد مذکر، امید رکھتے تھے۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا پینے یا غسل کرنے یا وضو کرنے کے لیے پانی ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ کوشش ہونی چاہیے کہ پانی بابرکت ہاتھوں یعنی نیک اور ستھرے لوگوں سے حاصل کیا جائے اور عمدہ برتنوں میں اسے محفوظ کیا جائے اور استعمال کیا جائے۔

---

(٣٦٨) اس میں رشدین بن سعد ضعیف ہے، طبرانی کبیر: ٧٥٠٣۔ طبرانی اوسط ہیثمی: ١٠٦٨۔ ویسے اس حدیث کے مفہوم پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔

(٣٦٩) ابن ماجہ: ٥٢١۔ ضعیف ہے البانی: ١١٧.

(٣٧٠) طبرانی اوسط، رجالہ موثوقون، عبدالعزیز بن ابی رواد مرجئہ فرقہ جو تقدیر آگے پیچھے ہونے کا قائل ہے۔ ادھر منسوب ہے تاہم روایت میں ثقہ ہے۔ ہیثمی: ١٠٧١.

٣٧١۔ عَـنْ عَـائِشَةَ قَالَتْ: أَسْخَنْتُ مَآءً فِيْ الشَّـمْـسِ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ لِيَتَوَضَّأَ بِهِ فَـقَـالَ لَا تَـفْـعَـلِيْ يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهُ يُوْرِثُ الْبَيَاضَ . (رواه الطبراني في الأوسط بضعف)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دھوپ میں پانی گرم کیا اور پھر میں نے نبی ﷺ کو پیش کیا تا کہ آپ ﷺ وضو کریں پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! ایسا نہ کیا کر اس سے مرض پیدا ہوتی ہے۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

٣٧٢۔ عَـنْ سَـلَـمَةَ بْـنِ الْأَكْوَعِ: أَنَّـهُ كَانَ يُسْخَنُ لَهُ الْمَآءُ فَيَتَوَضَّأُ . (للكبير: ٦٢١٩)

سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا جاتا پھر اس سے وہ وضو کرتے تھے۔ (الکبیر)

٣٧٣ــ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِ سِوَاكِهِ . (رواه البزار ٢٧٤/والأعمش لم يسمع من أنس)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مسواک سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے۔'' (البزار، اعمش نے انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا)

اَلنَّجَاسَاتُ

نجاستوں کا بیان

٣٧٤ــ عَـنْ عَـمَّـارِبْـنِ يَاسِرٍ قَالَ: رَآنِيْ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَأَنَـا أَسْـقِيْ رِجْلَيْنِ مِنْ رَكْـوَـةٍ بَيْـنَ يَـدَيَّ، فَتَـنَـخَّمْتُ فَأَصَابَتْ نُـخَـامَتِيْ ثَوْبِيْ، فَأَقْبَلْتُ اَغْسِلُ ثَوْبِيْ مِنَ الـرَّكْـوَةِ الَّتِيْ بَيْنَ يَدَيَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا عَـمَّـارُ، مَـا نُـخَـامَتِـيْ وَدَمُوْعُ عَيْنَيْكَ إِلَّا بِـمَـنْـزِلَةِ الْـمَـآءِ الَّـذِيْ فِيْ رَكْوَتِكَ، إِنَّمَا تَـغْـسَـلُ ثَـوْبَكَ مِنَ الْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَالْمَنِيِّ مِنَ الْمَآءِ الْأَعْظَمِ وَالدَّمِ وَالْقَيْءِ . (للكبير والأوسط والموصلي والبزار بضعف)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ میرے سامنے جو برتن رکھا تھا اس سے میں اپنے پاؤں تر کر رہا ہوں، پھر میں نے اپنے منہ یا ناک کی بلغم نکالی اور میری بلغم میرے کپڑے پر جا پڑی تو میرے سامنے جو برتن تھا اسی سے میں نے اپنا کپڑا دھونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمار! تیری بلغم اور تیری آنکھوں کے آنسو اس پانی جیسے ہی ہیں جو تیرے برتن میں ہے۔ تو صرف بول براز اور منی کو زیادہ پانی سے دھویا کر اور خون اور قے کو بھی۔'' (الکبیر، الاوسط، الموصلی، اور البزار بسند ضعیف)

---

(٣٧١) طبراني اوسط، اس میں محمد بن مروان سدی اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ هيثمي : ١٠٧٢.
(٣٧٢) طبراني كبير : ٦٢١٩۔ طبرانی کے شیخ محمد بن یونس کو میں نہیں جانتا۔ هيثمي : ١٠٧٣.
(٣٧٣) بزار: ٢٧٤۔ اعمش نے حضرت انس سے نہیں سنا۔ هيثمي : ١٠٨٣.
(٣٧٤) طبراني كبير، طبراني اوسط، ابو يعلى موصلى، بزار ضعیف ہے۔ سند کمزور ہے۔

٣٧٥۔ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ: أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ (رواه البخارى ٢٢٣)

ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ بچہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کو گود میں لیا اور اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر کپڑا اتر کر دیا اور دھویا نہیں۔

مفردات: ...... أُمّ قيس بنت محصن اسدیہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں، کہتے ہیں اصل نام ان کا آمنہ ہے، مشہور صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (تقریب) اَنَّهَا یہ ام قیس۔ اَتَتْ واحد مؤنث غائب، باء کی وجہ سے متعدی ہے، لے آئی۔ لَهَا اس ام قیس کے لیے۔ حَجْرِهٖ گود میں۔ فَبَالَ ماضی واحد مذکر غائب، پیشاب کیا۔ فَنَضَحَهٗ ماضی واحد مذکر غائب، اس کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

٣٧٦۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: أُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ. (رواه البخارى ٢٢٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بچہ لایا گیا تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔

مفردات: ...... أُتِىَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، یاء نے متعدی بنا دیا، لایا گیا۔ فَأَتْبَعَهٗ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، پیشاب کی جانب لوٹتی ہے، اس کے پیچھے لگایا۔

٣٧٧۔ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ الْحُسَيْنُ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِى حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: الْبَسْ ثَوْباً وَأَعْطِنِىْ إِزَارَكَ حَتّٰى أَغْسِلَهُ قَالَ: إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الأُنْثٰى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ. (رواه أبوداود ٣٧٥)

لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا: حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر بول کر دیا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کوئی کپڑا پہن لیں اور اپنی ازار مجھے دیں تا کہ میں اس کو دھو دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لڑکیوں کے بول کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے بول کو چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے۔“ (ابوداؤد)

مفردات: ...... لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ رضی اللہ عنہا ام فضل کنیت تھی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔

---

(٣٧٥) بخاری: ٣٢٣۔ مسلم: ٢١١٤۔ ترمذی: ٧١۔ نسائی: ٣٠٢۔ ابوداود: ٣٨٧٧۔ ابن ماجہ: ٣٤٦٨۔ احمد: ٢٦٤٥٦۔ مالك: ١٥٣۔ دارمی: ٧٤١.

(٣٧٦) بخاری: ٢٢٢۔ مسلم: ٢٨٦۔ نسائی: ٣٠٣۔ ابوداود: ٥١٠٦۔ ابن ماجہ: ٥٣٠۔ احمد: ٢٥٢٤٠۔ مالك: ١٤٢.

(٣٧٧) ابوداود: ٣٧٥۔ ابن ماجہ: ٥٢٢۔ البانی حسن صحیح ہے (٣٦١)

اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہا (تقریب)

اِلْبَسْ ، عَلِمَ سے امر واحد مذکر غائب، پہن لو۔ وَاَعْطِنِیْ افعال سے امر، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے، اور مجھے دو۔ اِزَارَكَ اپنا تہبند۔

٣٧٨۔ وفی روایة عَنْ عَلِیٍّ: یُنْضَحُ مَالَمْ یَطْعَمْ . (رواه أبوداود، ٣٧٧)

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے: ''چھڑکاؤ کیا جاتا ہے جب تک بچہ کھانا نہ کھاتا ہو۔''

مفردات: ...... لَمْ یَطْعَمْ نفی جحد واحد مذکر غائب، نہیں کھایا۔

٣٧٩۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاقِدٌ فِیْ بَعْضِ بُیُوْتِهٖ عَلٰی قَفَاهُ إِذَ جَآءَ الْحَسَنُ یَدْرُجُ حَتّٰی قَعَدَ عَلٰی صَدْرِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ بَالَ عَلٰی صَدْرِهٖ، فَجِئْتُ أُمِیْطُهٗ عَنْهُ، فَانْتَبَهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: وَیْحَكَ یَا أَنَسُ، دَعْ اِبْنِیْ وَثَمْرَةَ فُؤَادِیْ، فَإِنَّهٗ مَنْ آذٰی هٰذَا فَقَدْ آذَانِیْ، وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰهَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَآءٍ فَصَبَّهٗ عَلَی الْبَوْلِ صَبًّا، فَقَالَ: یُصَبُّ عَلٰی بَوْلِ الْغُلَامِ، وَیُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِیَةِ . (رواه الطبرانی فی الکبیر٢٦٢٧، بضعف)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ حسن رضی اللہ عنہ آئے اور چڑھتے چڑھتے نبی کریم ﷺ کے سینے مبارک پر جا بیٹھے اور پھر آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں آیا اور اس کو اتارنے لگا تو آپ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! تیرا بھلا ہو۔ میرے بیٹے اور میرے دل کے پھل کو چھوڑ دے۔ جس نے اس کو ایذا پہنچائی تو اس نے مجھے ایذ پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی پھر پانی منگوا کر اچھی طرح بول پر بہا دیا پھر فرمایا: ''لڑکے کے بول پر پانی بہایا جاتا ہے اور لڑکی کے بول کو دھویا جاتا ہے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٣٨٠۔ عَنْ أَبِی الْیَمَانِ الْمِصْرِیِّ قَالَ سَأَلْتُ الشَّافِعِیَّ عَنْ حَدِیْثِ النَّبِیِّ ﷺ یُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ وَیُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِیَةِ وَالْمَاءَ ان جَمِیْعًا وَاحِدٌ قَالَ لِأَنَّ

ابو الیمان المصری رحمہ اللہ نے کہا: میں نے امام الشافعی رحمہ اللہ سے سوال کیا نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے متعلق کہ لڑکے کے بول پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور لڑکی کا بول دھویا جاتا ہے جب کہ پانی دونوں ایک ہی جیسے ہیں۔

---

(٣٧٨) ابوداود: ٣٧٧۔ ترمذی: ٦١٠۔ ابن ماجه: ٥٢٥۔ احمد: ٥٦٤۔ صحیح ہے اور موقوف ہے۔ البانی: ٣٦٣.

(٣٧٩) طبرانی کبیر (٢٦٢٧) اس میں راوی نافع ابوہرمز ہے، اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ هیثمی (١٥٧٠)

(٣٨٠) ابن ماجه: ٥٢٥۔ ترمذی: ٦١٠۔ ابوداود: ٣٧٧۔ احمد: ١١٥٢.

بَـوْلَ الْـغُلَامِ مِـنَ الْـمَـاءِ وَالـطِّيْنِ وَبَوْلُ الْـجَـارِيَةِ مِـنَ الـلَّـحْـمِ وَالدَّمِ ثُمَّ قَالَ لِيْ فَهِـمْـتَ أَوْ قَـالَ لَقِنْتَ قَالَ قُلْتُ لاَ قَالَ إِنَّ الـلّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا خَلَقَ آدَمَ خُلِقَتْ حَوَّاءَ مِنْ ضِـلْعِهِ الْقَصِيْرِ فَصَارَ بَوْلُ الْغُلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالـطِّيْـنِ وَصـارَبَـوْلُ الْجَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ وَالـدَّمِ قَـالَ لِـیْ فَهِـمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِیْ نَفَعَكَ اللّٰهُ بِهِ . (رواه إبن ماجة ٥٢٥)

تو انہوں نے کہا: لڑکے کا بول پانی اور مٹی سے ہے اور لڑکی کا گوشت اور خون سے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سائل کو کہا: کیا تجھے سمجھ آئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں تو امام الشافعی رحمہ اللہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو پھر حوا ان کی چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئیں۔ پس لڑکے کا بول پانی اور گارے سے ہے اور لڑکی کا بول گوشت اور خون سے ہے اور پھر سائل کو کہا: تو سمجھا؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے اس سے نفع دے۔

مفردات: ...... يُرَشُّ ، نَصَر سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب، چھڑکا جاتا ہے۔ فَهِمْتَ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر حاضر، تو سمجھا۔ ضِلْعِهِ اس کی پسلی سے۔ اَلْقَصِيْرِ چھوٹی۔

شـــــرح: ......ان تمام احادیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر بچہ دودھ پیتا ہو اور یہی اس کی غذا ہو، کھانا نہ کھاتا ہو تو وہ پیشاب کر دے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں تو وہ جگہ یا کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔

اگر بچی ہو خواہ اس کی غذا دودھ ہی ہو اس کا پیشاب لگ جائے تو اسے باقاعدہ دھویا جائے، صرف چھینٹے ہی کافی نہیں۔

اگر اس کی دودھ کے علاوہ غذا ہو کھانا وغیرہ کھاتا ہو تو پھر بچی ہو یا بچہ ہو جہاں پیشاب کرے، اسے دھونا جائے گا۔

ایک گروہ بچی یا بچے کے پیشاب میں تفریق نہیں کرتا، یہ موقف غلط ہے کیونکہ احادیث سے فرق ثابت ہوتا ہے۔

علمائے کرام نے بچی یا بچے کے پیشاب کو دھونے میں اور پانی چھڑکنے کے فرق کی وجوہات بیان کی ہیں: (۱) یہ ہے کہ بچوں کو بچیوں کی بہ نسبت زیادہ اٹھایا جاتا ہے، اگر دھونے کی پابندی لگائی جائے تو یہ گراں ہوگی۔

(۲) بچی کا پیشاب پھیلتا نہیں اسے دھونا آسان ہے، جبکہ بچے کا پیشاب پھیلتا ہے، اسے دھونا مشکل ہے۔

(۳) بچی کا پیشاب زیادہ خبیث ہے اور زیادہ بدبودار ہے اور بچے کا پیشاب اتنا نہیں۔

اصل یہ ہے کہ مذکورہ وجوہات ہوں یا نہ ہوں ہمارے لیے یہ فرض ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کریں، وجہ خواہ کچھ بھی ہو بچہ پیشاب کرے تو پانی کے چھینٹے ماریں، بچی کرے تو اسے دھوئیں۔

۳۸۱۔ عَـنْ أَنَـسٍ: بَيْـنَمَا نَحْنُ فِى الْمَسْجِدِ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم مسجد

(۳۸۱) مسلم: ۲۸۵۔ كتاب الطهارة، بخاری: ۶۰۲۵۔ ترمذی: ۱۴۷۔ نسائی: ۳۲۹۔ ابن ماجه: ۵۲۸۔ احمد: ۱۲۹۵۵۔ مالك: ۱۴۴۔ دارمی: ۷۴۰۔

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِذْجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ:مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لاَتَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلاَ الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ أَللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالصَّلاَةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ قَالَ فَأَمَرَ رَجَلاً مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍمِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ(رواه مسلم ٢٨٥ في كتاب الطهارة)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی شخص آیا اور مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کیا: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کہا: ٹھہر جا ٹھہر جا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا پیشاب بند نہ کرو۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس نے پیشاب کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور اس کو فرمایا یہ مساجد بول براز اور گندگی ڈالنے کے لیے نہیں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا تو وہ پانی کا ڈول لایا پس وہ پیشاب پر بہا دیا۔

مفردات: ...... بَيْنَمَا یہ ظرف ہے، ایک دفعہ ہم۔ اَعْرَابِيٌّ دیہات میں رہنے والا ایک قول ہے، ذوخویصرہ تھا، ایک قول ہے، اقرع بن حابس تھا۔ مَهْ مَهْ یہ اسم فعل ہے، رک جا۔ یہ ڈانٹنے کا کلمہ ہے۔ اصل میں مَا هٰذَا تھا۔ تخفیف کے لیے مَـهْ کر دیا اور تاکید کے لیے تکرار سے آتا ہے۔ لَا تُـزْرِمُوْهُ افعال سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر، نہ کاٹو۔ دَعُوْهُ مثال واوی سے، امر حاضر، اس اعرابی کو چھوڑ دو۔ دَعَاهُ آپ ﷺ نے اس اعرابی کو بلایا۔ وَالْقَذِرِ جو چیز طبعًا قابل نفرت ہو۔ هِيَ یہ مساجد۔ فَشَنَّهُ اس پیشاب کی جگہ پر پانی بہا دیا۔ ایک نسخے میں فَسَنَّهُ سین کے ساتھ بھی ہے۔

شرح: ......١۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کے انداز تبلیغ کی جھلک بھی نظر آتی ہے کہ نہایت ہی پر حکمت، پرتحمل اور موثر تھا۔

٢۔ آدمی کا پیشاب نجس اور پلید ہے اور زمین پر جب یہ پیشاب ٹپکے تو وہاں سے مٹی وغیرہ اکھاڑنے کی ضرورت نہیں، اوپر پانی بہا دینا ہی کافی ہے جو اتنا زیادہ ہو کہ پیشاب پر غالب آ جائے، اس سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

٣۔ بعض نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کو نجاست لگ جائے اور وہ ہوا یا دھوپ سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی۔ یہ استدلال غلط ہے، اگر ہوا یا دھوپ کی وجہ سے نجاست کا وجود نہیں رہا تو وہ زمین پاک ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پانی اس لیے بہایا تھا کہ اس سے جلدی طہارت حاصل ہوتی ہے، یہ مطلب نہیں کہ پانی کے سوا طہارت حاصل ہی نہیں ہوتی۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے، بـاب طهور الارض اذا يبست، کہ زمین جب خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

ان کے درمیان مطابقت اس طرح ہے کہ زمین نجس ہو تو اس کی طہارت دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے: (۱) پانی ڈالنے سے۔ (۲) خشک ہونے سے، دیہاتی کے پیشاب کو صاف کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک طریقہ اپنایا ہے، وہ پانی سے صفائی کرنے کا ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۵۵۵)

(۳) اس سے مسجد کے تقدس کی ترغیب بھی ثابت ہوتی ہے کہ نامناسب کاموں سے اسے بچایا جائے، بدبودار، گندی چیزیں، تنکے، تھوک وغیرہ پھینکنا ان سے احتراز کیا جائے۔ بے جا آوازیں بلند نہ کی جائیں، جھگڑا فساد نہ ہوا نہیں خرید وفروخت کا مرکز نہ بنالیا جائے، ان میں امور خیر اور صفائی کے کام سرانجام دیے جائیں۔

۴۔ اس حدیث سے اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے کہ مسجد میں نجاست ہو اس پر پانی ڈالیں تو وہ مزید نجس ہو جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے، بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ پانی بہایا گیا ہو جو نجاست کا وجود ختم کر دے اس سے زمین اور پانی دونوں پاک رہتے ہیں۔

۲۸۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ جَالِسٌ فَصَلَّى فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلاَ تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَداً، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَهْرِيقُوْا عَلَيْهِ سَجْلاًمِنْ مَاءٍ أَوْ دَلْوًا مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. (رواه الترمذی، ۱٤۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعات نماز پڑھی پھر اس نے کہا: اے اللہ! میرے اوپر اور محمد ﷺ پر رحمت نازل کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحمت نہ کر پس آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے وسیع چیز کو ہے۔ پھر اس شخص نے بلا تاخیر مسجد کے ایک طرف پیشاب کرنا شروع کر دیا تو لوگ اس کی طرف تیز رفتار سے جانے لگے نبی ﷺ نے لوگوں کو منع کر دیا اور فرمایا: ''تم آسانی کے لیے بھیجے گئے ہو، تنگی کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ اس پر پانی کا ڈول بہادو۔''

مفردات: ...... اَللّٰھُمَّ یَا اَللّٰہُ سے بنا ہے۔ اے میرے اللہ! اِرْحَمْنِیْ، عَلِمَ سے امر حاضر واحد مذکر نون وقایہ، یاء مفعول بہ ہے، مجھ پر رحم کر۔ فَالْتَفَتَ افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مڑ کر دیکھا۔ تَحَجَّرْتَ تفعل سے ماضی واحد مذکر حاضر، تو نے تنگ کیا، بند کر دیا۔ فَاَسْرَعَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، جلدی سے کہا۔ اَھْرِیْقُوْا افعال سے امر جمع مذکر حاضر ہے، ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا گیا ہے، بہادو۔ سَجْلًا پانی سے بھرا ڈول۔ بُعِثْتُمْ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر، تم بھیجے گئے ہو۔ مُیَسِّرِیْنَ تفعیل سے اسم فاعل، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس حال میں

(۲۸۲) ترمذی: ۱٤۷۔ صحیح ہے۔ البانی: ۱۲٦۔ بخاری: ۲۲۰۔ مسلم: ۲۸٤۔ نسائی: ۳۳۰۔ ابوداود: ۳۸۰۔ ابن ماجہ: ۵۲۹۔ احمد: ۱۱۰۵۵.

کہ آسانی کرنے والے ہو۔ وَلَمْ تُبْعَثُوْا نفی جحد جمع مذکر حاضر، تم نہیں بھیجے گئے۔ مُعَسِّرِيْنَ تفعیل سے اسم فاعل نصبی حالت ہے، تنگی کرنے والے۔

شرح: ......طہارت کے متعلقہ تو بات ہو چکی ہے، اس حدیث میں اضافہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو دعا کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سب کے لیے ہے اسے محدود نہ کیا جائے۔

۳۸۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقَلِ بْنِ مُقَرِّنٍ أَرْسَلَهُ قَالَ: وَفِيْهِ قَالَ يَعْنِي النَّبِيُّ ﷺ خُذُوْا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَأَلْقُوْهُ وَأَهْرِيْقُوْا عَلٰى مَكَانِهِ مَاءً. (رواه أبوداود، ۳۸۰)

عبداللہ بن معقل سے مرسلا مروی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس مٹی پر پیشاب پہنچا ہے اس کو اٹھا دو اور اس کی جگہ پر پانی ڈال دو۔''

مفردات: ...... اَرْسَلَهٗ اسے مرسل بیان کیا ہے، یعنی تابعی سے اوپر راوی گر گیا ہے۔ وَفِيْهِ اس مرسل حدیث میں ہے۔ فَاَلْقُوْهُ افعال سے امر جمع مذکر حاضر، یعنی جس جگہ پر پیشاب ہوا ہے، اس سے مٹی نکالو۔

شرح: ......اس سے وہ حضرات دلیل پکڑتے ہیں جو کہتے ہیں کہ جس جگہ پر بڑا آدمی پیشاب کرے اس جگہ کی مٹی منتقل کرنی چاہیے، اسے اکھاڑا جائے اور پھر پانی ڈالا جائے۔ یہ بات درست نہیں صحیح ترین احادیث میں دو ہی طریقے زمین پر گرنے والے پیشاب کی صفائی کے ہیں۔ (۱) دھوپ سے خشک ہو جائے۔ (۲) پانی بہا دیا جائے جیسا کہ اوپر وضاحت ہوئی ہے۔ زمین کھودنے کا طریقہ صحیح طور پر ثابت نہیں، یہ حدیث مرسل ہے جو کہ حجت نہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں:

اَلْاَحَادِيْثُ الْمَرْفُوْعَةُ الْمُتَّصِلَةُ الصَّحِيْحَةُ خَالِيَّةٌ عَنْ حَفْرِ الْاَرْضِ وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ جَآءَ فِيْهَا ذِكْرُ حَفْرِ الْاَرْضِ فَمِنْهَا مَا هُوَ مَوْصُوْلٌ فَهُوَ ضِعِيْفٌ لَا يَصْلُحُ لِلْاِسْتِدْلَالِ وَمِنْهَا مَا هُوَ مُرْسَلٌ فَهُوَ اَيْضًا ضَعِيْفٌ عِنْدَ مَنْ لَّا يَحْتَجُّ بِا الْمُرْسَلِ. (تحفة الاحوذی: ۱/ ۱۳۹)

''جو احادیث صحیح، مرفوع، متصل ہیں ان میں تو زمین کھودنے کا ذکر نہیں آتا، اور جن احادیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ پیشاب والی جگہ سے مٹی نکالی جائے، ان میں سے بعض تو موصول ہیں مگر ضعیف ہیں۔ استدلال کے قابل نہیں، بعض مرسل ہیں یہ بھی جو مرسل کو حجت نہیں سمجھتا اس کے نزدیک ضعیف ہیں۔''

(۳۸۳) ابوداؤد: ۳۸۰۔ صحیح ہے۔ البانی: ۳۶۷۔ بخاری: ۲۲۰۔ بخاری میں مٹی اکھاڑنے کا ذکر نہیں۔ ترمذی: ۱۴۷۔ نسائی: ۱۲۱۷۔ ابن ماجہ: ۵۲۹۔ احمد: ۱۰۱۵۵۔ ان تمام میں مٹی اکھاڑنے کا ذکر نہیں آیا۔ (شارح)

٣٨٤۔ وَلَهُ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتٰى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادٰى: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلاَ تُشْرِكْ فِيْ رَحْمَتِنَا أَحَدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتَقُوْلُوْنَ هُوَ أَضَلُّ أَمْ بَعِيْرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا: بَلٰى (رواه أبوداود ٤٨٨٥)

اور ان کی روایت میں سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی آیا اور سواری کا اونٹ بٹھا کر اس کا زانوں باندھا اور مسجد میں داخل ہو کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اعرابی اپنی سواری کے پاس گیا، اس کا زانو کھولا، پھر سوار ہوا پھر بلند آواز سے کہا: یا اللہ! میرے اوپر اور محمد (ﷺ) پر رحمت نازل کر اور ہمارے ساتھ اس رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان میں سے کس کو زیادہ گمراہ خیال کرو گے اس کو یا اس کے اونٹ کو؟'' پھر فرمایا: ''کیا تم نے نہیں سنا جو اس نے کہا ہے؟'' تو لوگوں نے عرض کی ہاں۔''

مفردات: ...... فَأَنَاخَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، اونٹ بٹھایا۔ عَقَلَهَا، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، اس اونٹ کا گھٹنا باندھا۔ فَأَطْلَقَهَا افعال ماضی، اسے کھولا۔

٣٨٥ــ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ فَكَشَفَ عَنْ فَرْجِهِ لِيَبُوْلَ فَصَاحَ النَّاسُ بِهِ حَتَّى عَلَا الصَّوْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُتْرُكُوْهُ فَتَرَكُوْهُ فَبَالَ ثُمَّ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذَنُوْبٍ مِّنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَكَانِ. (لمالك ١٤٤)

اور مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے: ایک اعرابی آیا اور مسجد میں داخل ہوا اور اپنا پردے کا مقام ننگا کر کے بول کرنے لگا تو لوگوں نے اس کو آواز دی یہاں تک کہ آوازیں بلند ہوگئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس نے پیشاب کیا، پھر آپ ﷺ نے پانی کے ڈول منگوا کر اس جگہ پر بہا دیئے۔

مفردات: ...... فَصَاحَ ماضی واحد مذکر غائب، چلائے لوگ۔ عَلَا مضارع يَعْلُوْ ہے، آوازیں بلند ہوئیں۔ بِذَنُوْبٍ ڈول جو پانی سے بھرا ہو۔

٣٨٦۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيْلُ ذَيْلِيْ وَأَمْشِي فِيْ

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کو ایک عورت نے کہا: میں اپنا ازار طویل رکھتی ہوں اور ناپاک جگہ پر

(٣٨٤) ابوداؤد: ٤٨٨٥۔ اس کا آخری حصہ یعنی هو اضل الخ اس اضافہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ البانی: ١٠٤١.

(٣٨٥) موطا: ١٤٤۔ اس میں تو مرسل ہے لیکن بخاری: ٢٢١۔ مسلم: ٢٨٤۔ ترمذی: ١٤٧۔ نسائی: ٥٥۔ احمد: ١٢٢٩٨۔ دارمی: ٧٤٠۔ میں متصل ہے۔

(٣٨٦) ابوداؤد: ٣٨٣۔ ترمذی: ١٤٣۔ ابن ماجه: ٥٣١۔ احمد: ٢٦١٤٦۔ مالك: ٤٥۔ دارمی: ٧٤٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ٣٦٩.

الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ . (رواه أبوداود ۳۸۳)

گذرتی ہوں تو ام المومنین نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعد والی زمین اس کو پاک کر دیتی ہے۔“

مفردات: ...... أُطِيْلُ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، لمبا ہے۔ ذَيْلِيْ اپنا دامن۔ اَمْشِيْ مضارع معلوم واحد متکلم، میں چلتی ہوں۔ اَلْقَذِرِ گندی، یا نجس جگہ۔ فَعِلٌ کے وزن پر۔ يُطَهِّرُهُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، اس جگہ کو پاک کرتا ہے۔

شـــرح: ......اس سے ثابت ہوا گندی جگہ سے اگر کپڑا نجاست پر گر پڑے، اس میں عورت کا دامن، موزے، جوتے وغیرہ سب شامل ہیں اور وہ گندگی تر ہو، یا خشک ہو، اس کا وجود ہو یا وجود نہ ہو تو اسے دھونے کی ضرورت نہیں بلکہ بعد والی جگہ پر جو گرد وغبار ہے، یا مٹی ہے اس کو صاف کر دیتی ہے۔

۳۸۷۔ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَتْ: قُلْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لَنَا طَرِيْقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا قَالَ: أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيْقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ: فَهٰذِهِ بِهٰذِهِ .

(رواه أبوداود ۳۸٤)

بنو اشہل کی عورت سے مروی ہے: وہ کہتی ہے: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مسجد کی طرف کا ہمارا راستہ ناپاک ہے جب بارش ہو تو ہم کیا کریں؟ فرمایا: ”اس کے بعد کا راستہ کیا صاف نہیں ہے؟“ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: ”یہ اس کے بدلے ہے۔“

مفردات: ...... اِمْرَأَةٍ ایک انصاریہ عورت، ان کا نام نہیں بتایا گیا، یہ صحابیہ ہیں، ان کے نام کا معلوم نہ ہونا حدیث میں فرق نہیں ڈالتا، یہ حدیث صحیح ہے۔ (عون المعبود: ۱/ ۱۴۷)

مُنْتِنَةٌ افعال سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے، بدبودار، گندہ یا پلید۔ مُطِرْنَا ماضی مجہول جمع متکلم، جب ہم بارش برسائے جائیں۔ مِنْهَا اس رستہ سے۔ فَهٰذِهِ ، بِهٰذِهِ یعنی پلید راستے کو صاف رستہ پاک بنا دیتا ہے۔ مسئلہ کی وضاحت اوپر والی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۸۸۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذٰى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُوْرٌ . (رواه أبوداود ، ۳۸۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص ناپاک جگہ پر جوتے پہن کر چلے تو مٹی جوتے کو پاک کر دیتی ہے۔“

مفردات: ...... وَطِئَ ، عَلِمَ سے ماضی معلوم واحد مذکر، غائب، روزے۔ لَهٗ اس اذٰی یا گندگی کے لیے۔

---

(۳۸۷) ابوداؤد: ۳۸٤۔ احمد: ۲٦۹۰٤۔ صحیح ہے۔البانی: ۳۷۰.

(۳۸۸) ابوداؤد (۳۸۵) صحیح ہے۔البانی (۳۷۱)

طَھُوْرٌ پاک کر دیتا ہے۔

٣٨٩۔ وفي رواية: إِذَا وَطِىءَ الأَذَى فَطَهُوْرُهُمَاالتُّرَابُ . (رواه أبوداود ٣٨٥)

اور ایک روایت میں ہے: ''اگر کوئی شخص موزے پہن کر ناپاک جگہ پر چلے تو موزوں کے لیے مٹی پاک کرنے والی ہے۔''

مفردات: ...... بِخُفَّيْهِ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے، یہ تثنیہ ہے، اپنے موزوں کے ساتھ۔ فَطَهُوْرُ پاکیزگی۔ هُمَا ان دونوں موزوں کی۔

٣٩٠۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِذَا مَرَّ ثَوْبُكَ أَوْوَطِئْتَ قَذِراً رُطَباً فَاغْسِلْهُ، وَإِنْ كَانَ يَابِساً فَلاَ عَلَيْكَ . (لرزين)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کپڑا ناپاک گارے پر پڑے یا تو ناپاک راستے پر چلے تو اپنے اس کپڑے اور جوتے وغیرہ کو دھو کر پاک کر دے اور گندگی خشک ہو تو تیرے اوپر کوئی حرج نہیں۔

شرح: ......حدیث نمبر ٣٨٨ اور ٣٨٩ دلالت کرتی ہیں کہ جب نجاست جوتے یا موزوں کو لگ جائے تو انہیں زمین پر ملنے یا زمین سے صاف کرنے سے ان کی پاکیزگی ثابت ہو جاتی ہے۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

یہ گندگی تر ہو یا خشک ہو، جسم رکھتی ہو یا جسم نہ رکھتی ہو، جیسا کہ پاخانہ ہے یا پیشاب ہے زمین پر ملنے سے صاف ہو جاتی ہے۔ (مرعاۃ: ١/٥٦٤)

اس کی تائید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی کرتی ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوتوں سمیت نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے جوتے اتار دیئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتار دیئے۔ آپ نے فرمایا: میرے جوتوں میں تو گندگی تھی میں نے اس لیے اتارے تم نے کیوں اتارے؟ تو انہوں نے کہا کہ جب تک آپ نے نہ اتارے ہم نے بھی جوتے نہ اتارے، جب آپ نے اتار دیئے ہم نے آپ کی اتباع میں جوتے اتار دیئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد کی جانب آئے تو دیکھ لے اگر جوتے میں گندگی لگی ہو تو اسے صاف کرے اور ان میں نماز پڑھ لے۔'' (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل: ١/١٠٢)

اس سے ان لوگوں کی بات کی تردید ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نجاست جب وجود والی ہو اور خشک ہو جائے تو وہ زمین پر ملنے سے صاف نہیں ہوتی، اسے دھونا چاہیے اور ان کی تردید بھی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نجاست کا وجود نہ ہو تو پھر ملنے سے پاک نہیں ہوتی، دھونے سے ہوتی ہے۔

---

(٣٨٩) ابوداؤد (٥٨٥) صحیح ہے۔ البانی (٣٧٢)
(٣٩٠) رزین، اس کی سند کیسی ہے، شارح کو علم نہیں، صحیح احادیث میں یہ تفریق نہیں مل سکی۔

لیکن درج شدہ احادیث صحیحہ ان دونوں موقف کے خلاف یہ ثابت کر رہی ہیں جوتے یا موزے کو اگر نجاست لگ جائے، وہ گاڑھی ہو یا پتلی ہو، تر ہو یا خشک ہو تو زمین پر ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

باقی رہی بات حدیث نمبر ۳۹۰ والی روایت میں نجاست کے تر ہونے یا خشک ہونے کی صورت میں صاف کرنے کی تفریق کا معاملہ یہ ایک قول ہے، صحیح احادیث کے مقابلہ میں اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا، جبکہ اس کی سند کا بھی علم نہیں کیسی ہے۔

۳۹۱۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِي ثَوْبِهِ . (رواہ البخاری ۲۲۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں خود رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے جنابت (منی) دھوتی تھی پھر آپ ﷺ نماز کے لیے جاتے اور پانی کا نشان کپڑے پر نمایاں ہوتا تھا۔

مفردات: ...... بُقَعَ اس کا واحد بُقْعَةٌ ہے، دو رنگوں کے اختلاف کو کہتے ہیں، یعنی کپڑا خشک ہوتا، اتنی جگہ تر ہوتی جہاں سے منی دھوئی ہوتی۔

۳۹۲۔ وفی رواية: أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فِيْ ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيْهِ . (رواہ مسلم، ۲۸۹)

اور ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ منی کو دھویا کرتے تھے اور پھر نماز کی طرف اسی کپڑے میں تشریف لے جاتے اور میں دھونے کی جگہ میں دھلائی کا اثر دیکھتی تھی۔

مفردات: ...... اَنْظُرُ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر متکلم، میں دیکھ رہی ہوتی۔ اَثَرَ اس کی جمع اٰثَارٌ ہے، نشانات۔ اَلْغَسْلِ دھونے۔

۳۹۳۔ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدِ: أَنَّ رَجُلاً نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرْكاً فَيُصَلِّيْ فِيْهِ . (رواہ مسلم ۲۸۸)

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان تھا۔ اس نے صبح کو اپنے کپڑے دھوئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا تیرے لیے یہ کافی تھا کہ تو متاثرہ جگہ دھو دیتا اور اگر وہ چیز نظر نہ آتی تھی تو اس کے آس پاس پانی چھڑک دیتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے میں نے اچھی طرح منی کو کھرچ دیا اور

(۳۹۱) بخاری: ۲۲۹۔ مسلم: ۲۹۰۔ ترمذی: ۱۱۷۔ نسائی: ۳۰۱۔ ابوداؤد: ۳۷۳۔ ابن ماجہ: ۵۳۹۔ احمد: ۲۵۸۶۳.

(۳۹۲) مسلم: ۲۸۹۔ بقیہ تخریج نمبر ۳۹۱ والی ہے۔

(۳۹۳) مسلم (۲۸۸) بخاری (۲۲۹) ترمذی (۱۱۷) نسائی (۳۰۱) ابوداؤد (۳۷۳) ابن ماجہ (۵۳۹) احمد (۲۵۸۶۳)

آپ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

مفردات: ...... فَاَصْبَحَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ہوگیا۔ یُجْرِئُكَ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، تجھے کافی ہے۔ رَأَيْتَــهٗ ماضی واحد مذکر حاضر ضمیر مفعول بہ ہے، منی کی طرف لوٹتی ہے، تو نے اسے دیکھا تھا، مَـكَانَهٗ اس منی کی جگہ لَمْ تَرَ نفی جحد واحد مذکر مخاطب، نہ دیکھا تو نے۔ نَضَحْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، تو پانی چھڑک دیتا۔ رَأَيْتُنِيْ ماضی واحد متکلم، نون وقایہ یا مفعول بہ، میں نے خود کو دیکھا۔ اَفْـرُكُهٗ، نَصَر سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں منی کومل دیتی کہ اس کا وجود ختم ہو جاتا۔

٣٩٤۔ ولـه أَيْـضًـا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِهَابٍ الْـخَـوْلَانِـيِّ قَـالَ: كُنْتُ نَازِلاً عَلٰى عَائِشَةَ فَـاحْتَـلَمْتُ فِيْ ثَوْبِي فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَرَأَتْنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ إِلَيَّ عَـائِشَةُ فَـقَـالَ: مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ بِثَـوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ: رَأَيْتُ مَا يَرٰى النَّائِمُ فِيْ مَـنَـامِهِ قَالَتْ: هَلْ رَأَيْتَ فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتُ: لَا قَالَتْ: فَلَوْرَأَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّـي لَاحُـكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَابِساً بِظُفُرِيْ . (رواه مسلم ٢٩٠)

''اسی کی روایت میں عبداللہ بن شہاب خولانی سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرا۔ مجھے اپنے کپڑے میں احتلام ہوا تو میں نے کپڑے کو پانی میں ڈال کر دھویا پس ام المومنین کی ایک خادمہ نے دیکھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ تجھے اپنے کپڑوں کے ساتھ یہ معاملہ کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے وہ دیکھا جو سویا ہوا انسان دیکھتا ہے۔ تو انہوں نے کہا: کیا تو نے کپڑوں میں کچھ دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا: اگر تو کچھ دیکھے تو اس کو دھودے۔ میں نے آپ ﷺ کے کپڑے سے خشک منی اپنے ناخن سے کھرچی ہے۔

مفردات: ...... فَـاحْتَلَمْتُ افتعال سے ماضی معلوم، واحد مذکر متکلم، میں احتلام والا ہوگیا۔ ثَوْبَيَّ یہ تثنیہ ہے، اپنے دو کپڑوں میں۔ فَغَمَسْتُهُمَا، ضَرَبَ سے ماضی واحد متکلم، میں نے ان دونوں کپڑوں کو پانی میں ڈبو دیا۔ فَـرَأَتْنِيْ واحد مؤنث غائب، مجھے دیکھا۔ فَـأَخْبَرَتْهَا افعال سے ماضی واحد مؤنث، اس لونڈی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی۔ لَاحُكُّهٗ، نَصَر سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں کھرچتی۔ يَابِسًا یہ تمیز کی بنا پر منصوب ہے، یا حال ہے، خشک ہوتا۔ بِظُفُرِيْ اپنے ناخن کے ساتھ۔

٣٩٥۔ عَـنْ هَــمَّـامِ بْـنِ الْـحَارِثِ أَنَّهٗ كَانَ

ہمام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے

(٣٩٤) مسلم: ٢٩٠۔ بخاری: ٢٢٩۔ ترمذی: ١١٧۔ نسائی: ٣٠١۔ ابوداؤد: ٣٧٣۔ ابن ماجہ: ٥٣٩۔ احمد: ٢٥٨٦٣.
(٣٩٥) ابوداؤد: ٣٧١۔ صحیح ہے۔ البانی: ٣٥٧.

عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاحْتَلَمَ بِنَحْوِهِ (رواه أبو داود ۳۷۱)

مہمان تھے اور احتلام ہوا پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۳۹٦۔ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: ضَافَ عَائِشَةَ ضَيْفٌ فَأَمَرَتْ لَهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَنَامَ فِيْهَا فَاحْتَلَمَ فَاسْتَحْيَا أَنْ يُرْسِلَ بِهَا وَبِهَا أَثَرُ الْإِحْتِلَامِ فَغَمَسَهَا فِي الْمَاءِ ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا فَقَالَتْ: عَائِشَةُ: لِمَ أَفْسَدَ عَلَيْنَا ثَوْبَنَا إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْهِ أَنْ يَفْرُكَهُ بِأَصَابِعِهِ وَرُبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِأَصَابِعِيْ. (رواه الترمذي ١١٦)

ہمام بن حارث کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہمان آیا تو انہوں نے مہمان کو زرد رنگ کا لحاف دینے کا حکم دیا اور وہ اس میں سویا اور اس کو احتلام ہوا پس حیاء کی وجہ سے احتلام کے اثر سمیت لحاف واپس کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ پانی میں ڈال کر پھر واپس کیا تو ام المومنین نے کہا اس مرد نے ہمارا کپڑا کس لیے خراب کر دیا اسے اتنا ہی کافی تھا کہ ناخن سے اس جگہ کو کھرچ دیتا میں خیال کرتی ہوں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے اپنی انگلیوں سے رگڑ کر منی کو صاف کیا ہے۔

مفردات: ...... ضَافَ ماضی واحد مذکر، مہمان ہوا۔ بِمِلْحَفَةٍ لحاف۔ فَاسْتَحْيَا استفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، شرم کی۔ لِمَ کیوں۔ يَكْفِيْهِ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، اسے کافی تھا۔ بِأَصَابِعِيْ میری انگلیاں۔

۳۹۷۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ: أَنَّ عُمَرَ احْتَلَمَ وَقَدْ كَادَ أَنْ يُصْبِحَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَ الرَّكْبِ مَاءً فَرَكِبَ حَتّٰى جَاءَ الْمَاءَ فَجَعَلَ يَغْسِلُ مَا رَأَى مِنْ ذٰلِكَ الْإِحْتِلَامِ حَتَّى أَسْفَرَ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: أَصْبَحْتَ وَمَعَنَا ثِيَابٌ فَدَعْ ثَوْبَكَ يُغْسَلُ فَقَالَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ: وَاعَجَباً لَّكَ يَا عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ لَئِنْ كُنْتَ تَجِدُ ثِيَاباً أَفَكُلُّ النَّاسِ يَجِدُ ثِيَابًا وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتُهَا

یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب راوی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو احتلام ہوا اور قافلے میں پانی نہیں تھا پس سوار ہو کر چل دیئے اور جب پانی پر پہنچے تو احتلام کا اثر کپڑے سے دھو کر صاف کر دیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہمارے پاس دوسرے کپڑے موجود ہیں۔ یہ کپڑا چھوڑ دو تا کہ دھو دیا جائے۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن العاص تیرے اوپر تعجب ہے۔ اگر تجھے کپڑے میسر ہیں تو کیا سب لوگوں کو اسی طرح میسر ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر میں ایسا کرتا تو ایک طریقہ قائم ہو جاتا ہے۔ بلکہ میں تو جو مجھے نظر آئے گا اس کو دھو دوں گا، جو میں نے

(٣٩٦) ترمذي: ١١٦۔ صحیح ہے۔ البانی (١٠١) بقیہ ۹۱۹۱ والی حدیث کی تخریج ہے۔
(٣٩٧) مالك: ١١٦.

لَـكَانَتْ سُنَّةً بَلْ أَغْسِلُ مَارَأَيْتُ وَأَنْضِحُ مَا لَمْ أَرَ. (رواه مالك، ١١٦) نہ دیکھا اس پر پانی چھڑک دونگا۔'' (الموطا)

مفردات: ...... اَسْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب، خوب سفیدی کی۔ فَدَعْ امر ہے، چھوڑ دے۔ وَاعَجَبًا یہ منادیٰ کے طور پر منصوب ہے، تعجب ہے، یہ اظہار درد کے لیے ہے۔ كُنْتَ واحد مذکر مخاطب، تو۔ لَمْ اَرَ نفی جحد واحد متکلم، میں نے نہیں دیکھا۔

۳۹۸۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمَنِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْمُخَاطِ فَأَمِطْهُ عَنْكَ وَلَوْبِإِذْخِرَةٍ. (رواه الترمذي ١١٦) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ منی بلغم کے حکم میں ہے پس اس کو اپنے سے دور کرے خواہ گھاس کے ساتھ سہی۔ (ترمذی تعلیقاً)

مفردات: ...... اَلْمُخَاطِ بلغم۔ فَاَمِطْهُ افعال سے امر واحد ضمیر مفعول بہ، اسے دور کر۔ بِاِذْخِرَةٍ ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہے۔

شرح: ......منی پاک ہے یا پلید ہے، اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی رائے ہے کہ منی پلید ہے۔

علمائے کرام کی کثیر تعداد منی کے پاک ہونے کی قائل ہے، علی، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، عائشہ رضی اللہ عنہم شافعی اور دیگر اصحاب الحدیث کا یہ موقف ہے کہ یہ پاک ہے، جو اسے نجس قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اسے دھونے کا حکم آیا ہے اور جو اسے پاک قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اسے کھرچنے کا ذکر بھی آیا ہے اگر یہ پلید ہوتی تو صرف کھرچنے کی اجازت نہ آتی بلکہ اسے دھونے کا حکم آتا۔

راقم کا خیال ہے، دونوں طرف دلائل طاقتور ہیں، فیصلہ بہت مشکل ہے، لیکن علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَالصَّوَابُ اَنَّ الْمِنِيَّ نَجَسٌ ''درست یہ ہے کہ منی پلید ہے۔'' (تحفۃ الاحوذی:۱/۱۱۴)

علامہ عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

منی پلید ہے لیکن ان احادیث میں اسے صاف کرنے کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں جو سب جائز ہیں، دھو کر، کھرچ کر، یا مل کر صاف ہوسکتی ہے۔ (مرعاۃ:۱/ ۵۵۸)

۳۹۹۔ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ سیدہ اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی

---

(۳۹۹) ترمذی: ۱۱۷۔ صحیح ہے۔(۱۰۲) بخاری: ۲۲۹۔ مسلم: ۲۸۹۔ نسائی: ۲۹۵۔ ابوداود: ۳۷۳۔ ابن ماجه: ٥٣٦۔ احمد: ٢٤٧٦٥.

(٤٠٠) بخاری: ۲۲۷۔ مسلم: ۲۹۱۔ ترمذی: ۱۳۸۔ نسائی: ۲۹۳۔ ابوداؤد: ۳۶۱۔ ابن ماجه: ۶۲۹۔ احمد: ٢٦٤٤١۔ مالك: ١٣٦۔ دارمی: ١٠١٦.

النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُهُ وَتُصَلِّي فِيهِ. (رواه البخاري ٢٢٧)

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ہم میں سے کسی عورت کو جب حیض آئے اور کپڑے کے ساتھ لگے تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو رگڑ دے پھر کھرچ کر پانی کے ساتھ صاف کرے اور پھر اس پر پانی ڈالے پھر اس میں نماز پڑھے۔''

مفردات: ...... اِمْرَأَةٌ عورت۔ یہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہی تھیں، اپنا نام انہوں نے پوشیدہ رکھا ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۳۳۱) تَحُتُّهُ مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، اسے کھرچے کہ اس خون کا وجود نہ رہے۔ تَقْرُصُهُ، نَصَرَ سے واحد مونث غائب، پانی لگا کر انگلیوں کے کنارے سے خون کی جگہ ملے تا کہ کپڑے کے اندر سے اس خون کے ذرات خارج ہوں۔ تَنْضَحُهُ، مَنَعَ سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، پانی کے چھینٹے مارے۔

٤٠٠۔ وفي رواية: فَإِنَّ رَأَتْ فِيهِ دَماً فَلْتَقْرُصْهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ وَلْتَنْضَحْ مَالَمْ تَرَوَ لْتُصَلِّ فِيْهِ. (رواه أبوداود ٣٦٠)

ایک روایت ہے: ''اگر کپڑے میں خون دیکھے تو پانی ڈال کر اس کو رگڑ کر صاف کر دے اور جس جگہ کچھ نظر نہ آتا ہو وہاں چھینٹے مارے اور اس میں نماز پڑھ لے۔''

مفردات: ...... رَأَتْ واحد مؤنث ماضی غائب، وہ عورت دیکھے فِيْهِ اس کپڑے میں۔

٤٠١۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تُصَلِّي فِيْهِ. (رواه البخاري، ٣٠٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا تو وہ اپنے کپڑے سے حیض کے بعد خون کھرچ دیتی، پھر دھوتی اور پھر سارے کپڑے پر پانی ڈالتی اور پھر اس میں نماز پڑھتی تھی۔ (بخاری)

مفردات: ...... تَقْتَرِصُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، پانی سے مل کر صاف کرے۔ سَائِرِهِ سارے پر۔

٤٠٢۔ وَعَنْ عَائِشَةَ: مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيْهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا. (رواه البخاري٣١٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ہم میں سے بعض خواتین کا ایک ہی لباس ہوتا تھا اور اسی میں اس کو حیض آتا اور کپڑے کو خون لگتا تو وہ تھوک لگا کر ناخن سے کھرچتی تھی۔

---

(٤٠٠) ابوداؤد: ٣٦٠۔ حسن صحیح ہے۔ (٣٤٦) بخاری: ٣٠٧۔ مسلم: ٢٩١۔ ترمذی: ١٣٨۔ آگے نمبر ۳۹۹ والی تخریج۔

(٤٠١) بخاری: ٣٠٨۔ ابوداود: ٣٦١۔ ابن ماجه: ٦٣٠.

(٤٠٢) بخاری: ٣١٢۔ ابوداود: ٣٦٤۔ دارمی: ١٠٠٩.

مفردات: ...... اَصَابَہٗ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، اس کپڑے کو لگ جائے۔ قَالَتْ واحد مؤنث غائب، کرتی۔ بِرِیْقِھَا اپنے تھوک کے ساتھ۔ فَقَصَعَتْہٗ واحد مؤنث غائب، اس خون کو کھرچتی۔ ایک نسخے میں مَصَعَتْہٗ ہے معنی ایک ہی ہے۔

٤٠٣۔ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ الْحَائِضِ يُصِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمُ قَالَتْ: تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرْهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ. (لأبی داود ٣٥٧)

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حائضہ کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو دھوئے اور اگر اس کا اثر نہ جائے تو زردی (ورس بوٹی یا زعفران) وغیرہ لے کر اس کو تبدیل کر دے۔

مفردات: ...... فَلْتُغَيِّرْہٗ تفعیل سے واحد مؤنث غائب، چاہیے وہ عورت تبدیل کرے۔ صُفْرَةٍ زردی، مراد زعفران، یا ورس بوٹی ہے۔

٤٠٤۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا طَامِثٌ أَوْ حَائِضٌ فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ. (رواه النسائی ٢٨٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی چادر میں رات بسر کرتے تھے مجھے حیض آتا اور آپ ﷺ کے بدن مبارک سے لگ جاتا تو صرف اس جگہ کو دھوتے اور اس میں نماز پڑھتے تھے۔

مفردات: ...... نَبِيْتُ مضارع معلوم جمع متکلم، ہم رات گزارتے۔ اَلشِّعَارُ وہ لباس جو جسم کے ساتھ ملا ہو۔ طَامِثٌ حیض جو بن پر ہوتا۔ وَلَمْ يَعْدُہٗ نفی جحد واحد مذکر غائب، اس سے آگے نہ دھوتے۔ فِيْهِ اس کپڑے میں۔

٤٠٥ ـــ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ: أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ قَالَ: حُكِّيهِ بِضِلَعٍ وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ. (رواه النساء ٢٩٢،)

ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں سوال کیا جو کپڑے کو لگتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو ٹیڑھی چیز کے ساتھ کھرچ کر پانی اور بیر کے پتوں سے دھودے۔''

مفردات: ...... حُكِّيْهِ امر واحد مونث، تو اسے کھرچ۔ بِضِلَعٍ لکڑی کے ساتھ۔ وَاغْسِلِيْهِ امر واحد مؤنث

---

(٤٠٣) ابوداود: ٣٥٧.

(٤٠٤) نسائی: ٢٨٤۔ ابوداود: ٢٦٩۔ دارمی: ٩٩٥ صحیح ہے۔البانی: ٢٧٣.

(٤٠٥) نسائی: ٢٩٢۔ ابوداود: ٢٦٣۔ ابن ماجه: ٦٢٨۔ احمد: ٢٦٤٦١۔ دارمی: ١٠١٩۔ صحیح ہے۔البانی: ٢٨١.

تو اسے دھو۔ سِدْرٍ بیری کے پتے۔

شـــرح: ......ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض کا خون ناپاک ہے، اور تھوڑا لگا ہو یا زیادہ لگا ہوا سے صاف کرنا ضروری ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ تھوڑی مقدار تقریباً ایک درہم کے برابر لگا ہو تو معاف ہے، اسے صاف کرنے کی ضرورت نہیں یہ احادیث اس کی تردید کرتی ہیں، تھوڑا ہو یا زیادہ ہوا سے صاف کرنا ہے۔

۲۔ یہ ثابت ہوا کہ خون حیض لگ جائے تو اسے نہایت ہی گہرے انداز سے صاف کیا جائے، ہاتھ کو پانی لگا کر ملا جائے، پانی چھڑکا جائے، کسی سخت چیز سے اسے کھرچا جائے تا کہ خون کے اثرات کپڑے سے نکل جائیں، تاہم کسی کاٹ دار چیز سے خون کے اثرات دور کرنے کی ضرورت نہیں۔

۳۔خون حیض کو صاف کرنے کے لیے مٹی وغیرہ کفایت نہیں کرتی، اسے دور کرنے کے لیے پانی ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دیگر مائع چیزیں بھی اس نجاست کو دور نہیں کرسکتیں۔ فقط پانی ہی سے یہ پاک ہوتی ہے۔

خون حیض کو ناخن سے کھرچنا یا تھوک لگا کر صاف کرنا، یا ملنا وغیرہ کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان سے ہی یہ خون حیض صاف کیا تھا، پانی کے استعمال کی نفی نہیں ہوئی۔ ان کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال ہوتا تھا تا کہ اچھی طرح کپڑے سے اس کے اثرات زائل ہوں۔

٤٠٦۔ عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ: إِذَاشَـرِبَ الْـكَـلْـبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْـهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ. (رواه النسائی ٦٣)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا پی جائے تو وہ اس کو سات بار دھوئے۔''

مفردات: ...... فَلْيَغْسِلْهُ امر غائب واحد مذکر، اسے دھونا چاہیے۔

٤٠٧۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ طَهُـوْرُ إِنَـاءِ أَحَـدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْـكَـلْـبُ أَنْ يَغْسِلَـهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلاَهُنَّ بِالتُّرَابِ. (رواه مسلم ٢٧٩، كتاب الطهارة)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتاب جب برتن میں منہ مار جائے تو اسے سات مرتبہ دھوو۔ پہلی بار مٹی کے ساتھ۔''

مـفـردات: ...... وَلَغَ یہ وَهَـبَ يَهَبُ کے وزن پر ہے، زبان برتن میں داخل کرے پانی پیئے یا خالی زبان لگائے۔ اُوْلاهُنَّ ان سات مرتبہ میں سے۔ طهور اناء احدكم مبتداء ہے، ان يغسله اس کی خبر ہے۔

(٤٠٦) نسائی: ٦٣۔ صحیح ہے۔البانی: ٦٢۔ بخاری: ١٧٢۔ مسلم: ٢٧٩۔ ترمذی: ٩١۔ ابوداؤد: ٧٣۔ ابن ماجه: ٣٦٤۔ احمد: ١٠٢١٧۔ مالك: ٦٧.

(٤٠٧) مسلم: ٢٧٩۔ كتاب الطهارة، بقیہ تخریج نمبر ۴۰۶ والی ہے۔

٤٠٨۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الإِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ السَّابِعَةُ بِالتُّرَابِ. (رواه أبوداود: ٧٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتا جب برتن میں منہ مار جائے تو اسے سات بار دھوؤ، ساتویں مرتبہ مٹی کے ساتھ۔"

٤٠٩۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: يَغْسِلُ الْإِنَاءَ إِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُوْلَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ وَإِذَا وَلَغَتْ فِيْهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً (رواه الترمذى ٩١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات مرتبہ دھوئے پہلی بار یا آخری بار مٹی کے ساتھ دھوئے۔ اور جب اس سے بلی پی جائے تو ایک بار دھوئے۔"

مفردات: ...... يُغْسَلُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، دھویا جائے۔ اَلْهِرَّةُ بلی۔

٤١٠۔ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ وَعَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ (رواه مسلم ٢٨٠)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آٹھویں مرتبہ (مٹی سے مانجو)۔"

مفردات: ...... وَ عَفِّرُوْهُ تفعیل سے امر حاضر، جمع مذکر، مانجو اسے۔ الثامِنَةَ آٹھویں مرتبہ۔

شــرح: ......١۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے وہ پلید ہو جاتا ہے، اسے دھونا ضروری ہے۔

٢۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتا اپنی دبر چاٹتا ہے، جس کے ذریعے اس کے منہ میں زہریلے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، جب وہ کسی برتن میں منہ ڈالتا ہے تو وہ جراثیم برتن میں داخل ہو جاتے ہیں، انہیں دھوئے بغیر وہ برتن استعمال کیا جائے تو وہ جراثیم انسانی جسم میں چلے جاتے ہیں، جس سے معدے میں سوراخ ہو جاتے ہیں، پھیپھڑے وغیرہ کو نقصان بھی ہوتا ہے، کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں، اس لیے برتن کو دھونے کا حکم ہے۔

٣۔ یہ وجہ ہو یا نہ ہو ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم کتاب وسنت کی رو سے جو کتے کے منہ ڈالنے سے ہمیں برتن دھونے کا حکم ملا ہے اس پر عمل کریں۔ جو چیز برتن میں ہو اسے گرا دیا جائے۔ (مرعاة: ١/٥٥٣)

٤۔ ایک مکتب فکر کا خیال ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے تین مرتبہ دھویا جائے اور وہ مٹی سے مانجنا ضروری قرار نہیں دیتے۔ لیکن یہ احادیث اس موقف کی تردید کرتی ہیں کہ مٹی سے مانجا بھی جائے اور اس کے علاوہ سات

(٤٠٨) ابوداود: ٧٣۔ صحیح ہے۔ البانی: ٦٦۔ یہ لفظ کہ ساتویں مرتبہ مٹی لگائیں یہ بات شاذ ہے۔ درست وہی ہے جو اوپر ہے کہ پہلی مرتبہ مٹی لگائی جائے۔ بقیہ تخریج اوپر بیان کردہ ہے۔

(٤٠٩) ترمذی: ٩١۔ صحیح ہے۔ البانی: ٧٩۔ بقیہ تخریج نمبر ٤٠٦ والی ہے۔

(٤١٠) مسلم: ٢٨٠۔ ترمذی: ١٤٨٩۔ نسائی: ٤٢٨٨۔ ابوداؤد: ٢٨٤٥۔ ابن ماجہ: ٣٢٠٥۔ احمد: ٢٠٠٥٣۔ دارمی ٢٠٠٨.

مرتبہ دھویا بھی جائے۔

اب یہ وضاحت باقی ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے یہ تو ثابت ہوا اور مٹی سے مانجنا بھی ثابت ہے مگر روایات مختلف ہیں ایک میں آتا ہے کہ ان سات مرتبہ میں پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئیں، ایک میں آتا ہے کہ ساتویں مرتبہ مٹی سے دھوئیں، ایک میں آتا ہے کہ پہلی مرتبہ یا آخری مرتبہ مٹی سے مانجیں۔ ایک میں آتا ہے، سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجو۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان میں سے سب سے زیادہ راجح اور زیادہ محفوظ یہ لفظ ہے کہ ان سات مرتبہ میں سے پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئیں اور ایک مرتبہ مٹی سے مانج کر اس برتن کو پانی سے دھوئیں اس کے علاوہ سات مرتبہ پانی سے مزید دھوئیں یہ کل آٹھ مرتبہ ہوا۔ یہ صحیح ترین طریقہ ہے، تمام احادیث کا یہی نتیجہ ہے۔ (مرعاۃ:۱/۵۵۲)

٤١١۔ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. (رواه البخاری ١٧٤)

حمزہ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی میں کتے آتے جاتے اور پیشاب کرتے تھے صحابہ اس پر پانی نہ چھڑکتے تھے۔

مفردات: ...... كَانَتْ واحد مؤنث غائب، فعل ناقص، تھے۔ اَلْكِلَابُ اس کا واحد اَلْكَلْبُ ہے، کتے۔ یہ فعل ناقص کا اسم ہے۔ تُقْبِلُ افعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب آتے۔ وَتُدْبِرُ افعال سے واحد مؤنث غائب مضارع معلوم جاتے۔ یہ عطف سے محل نصب پر ہیں، کیونکہ یہ فعل ناقص کی خبر ہیں۔ اَلْمَسْجِدِ اس میں الف لام عہدی ہے، مراد مسجد نبوی ﷺ ہے۔ يَرُشُّوْنَ مضارع معلوم جمع مذکر غائب، چھڑکتے نہ تھے۔ مِنْ ذٰلِكَ پیشاب کرنے یا آنے جانے سے۔

٤١٢۔ ولأبي داود نحوه وفيه كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ. (رواه أبوداود، ٣٨٢)

ابوداؤد میں اسی طرح ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: مسجد میں کتے آتے جاتے تھے اور پیشاب کرتے تھے۔

مفردات: ...... تَبُوْلُ مضارع معلوم، واحد مؤنث غائب، پیشاب کرتے۔

شرح: ......۱۔ یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ کتے مسجد سے گزر جائیں تو مسجدوں کو دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ حدیث میں پانی کے چھینٹے مارنے کی نفی ہے تو دھونا تو بہت دور کی بات ہے، ہاں کوئی ظاہری نجاست

(٤١١) بخاری: ١٧٤۔ مسلم: ٢٢٤٤۔ ابوداؤد: ٢٥٥٠۔ احمد: ١٠٣٧٣۔ مالك: ١٧٢٩.
(٤١٢) ابوداؤد: ٣٨٢۔ صحیح ہے۔ البانی: ٣٦٨۔ بخاری: ١٧٤۔ احمد: ٥٣٦٦.

لگی ہو مثلاً ان کے وجود پر پاخانہ وغیرہ کا وجود ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ کتے کے آنے یا پیشاب کرنے سے مسجد دھونے کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ زمین دھوپ یا ہوا کی وجہ سے خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، نجاست کے اثرات اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو یہ لفظ آتا ہے کہ کتے پیشاب بھی کرتے تھے، یہ محفوظ نہیں، یہ بات درست نہیں۔ علامہ عبیداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَالظَّاهِرُ اَنَّ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ مَحْفُوْظَةٌ ''یہ بات بالکل عیاں ہے کہ یہ لفظ محفوظ ہے۔'' (مرعاة: ۱/۵۷۳)

پھر اس کی غلط تاویل کی جاتی ہے کہ اگر یہ ثابت ہیں تو کتے اپنی جگہ پر باہر پیشاب کرتے تھے پھر آتے تھے، لیکن یہ تاویل بھی حدیث سے ٹکراتی ہے، حدیث میں تو صاف آتا ہے کہ مسجد میں پیشاب کر دیتے تھے۔ ان تاویل سازوں سے کہا جا سکتا ہے کہ پھر یوں کہو کہ کتے بہت سمجھدار تھے، پیشاب باہر کرتے پھر استنجاء کرتے پھر مسجد میں آتے، بات سیدھی سادی ہے اگر کوئی پیشاب وغیرہ کرتے بھی تو وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جاتا تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ آخر میں ضروری ہے کہ اس حدیث سے یہ ذہن میں کھٹکا پیدا ہوتا ہے کہ شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لاپروائی رکھتے تھے کہ مسجد میں کتوں کا عام آنا جانا تھا، یہ بات نہیں، ایسا کبھی ہوتا تھا، کیونکہ اس وقت مسجد نبوی پر دروازہ نہ ہوتا تھا، جو ان کے آنے کو روکے، اگر دروازہ ہو بھی تو کبھی کبھار کسی طرح آ ہی جاتے ہیں، یہ نہیں کہ کتے مسجد میں تانتا ہی باندھے رکھتے تھے۔ (خطابی، بحوالہ مرعاة: ۱/۵۷۳)

٤١٣۔ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ: فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَتْ: فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِيْنَ يَابْنَتَ أَخِيْ فَقُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ أَوْ الطَّوَّافَاتِ. (رواه الترمذی ۹۲)

کبشہ بنت کعب بن مالک سے روایت ہے، وہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، وہ کہتی ہیں کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو میں نے ان کو وضو کے لیے پانی ڈال کر دیا۔ بلی آئی اور اس میں پینے لگی تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن بلی کے آگے جھکا دیا اور بلی نے پانی پیا۔ انہوں نے دیکھا کہ میں بغور ان کی طرف دیکھ رہی ہوں تو انہوں نے کہا: میرے چچا زاد بھائی کی بیٹی! کیا تجھے تعجب آ رہا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''یہ ناپاک نہیں ہے یقیناً یہ تمہارے پاس آنے جانے والوں اور آنے جانے والی چیزوں میں سے ہے۔'' (موطا اور اصحاب سنن)

مفردات: ...... كَبْشَةَ بنت کعب بن مالک، ثابت ہے کہ یہ صحابیہ تھیں۔ (۶/۸۶۰ لسان المیزان) یہ عبداللہ

(٤١٣) ترمذی: ۹۲۔ نسائی: ٦٨۔ ابوداؤد: ٧٥۔ ابن ماجہ: ٣٦٧۔ احمد: ٢٢١٣٠۔ مالك: ٤٤۔ دارمی: ٧٣٦۔ صحیح ہے۔ البانی: ٨٠.

بن ابی قتادہ تابعی کی اہلیہ تھیں۔ رضی اللہ عنہا عَلَيْهَا اس کبشہ کے پاس آئے، یہ چونکہ بہو تھیں۔ فَسَكَبْتُ ماضی واحد متکلم، میں نے ڈالا ایک صورت واحد مؤنث بھی ہوسکتی ہے۔ اس کبشہ نے پانی ڈالا۔ وَضُوْءً ا وضو کا پانی۔ اَصْغٰی افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مائل کر دیا۔ لَهَا اس بلی کے لیے۔ فَرَاٰنِیْ ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ، یا مفعول بہ، پس مجھے دیکھا، ابوقتادہ لے۔ اَنْظُرُ مضارع معلوم واحد متکلم، میں دیکھتا ہوں، یہ حال بنتا ہے۔ اَتَعْجَبِيْنَ ہمزہ استفہام ہے، مضارع معلوم واحد مؤنث حاضر کیا تو تعجب کرتی ہے۔ يَا ابْنَةَ اَخِيْ اے میرے بھائی کی بیٹی، یہ محاورتاً کہا ہے۔ نَعَمْ ہاں میں تعجب کرتی ہوں۔ اِنَّهَا یہ بلی۔ بِنَجَسٍ مشائخ نے زیادہ تر بِنَجِسٍ جیم کے کسرہ کے ساتھ قرار دیا ہے۔ تاء نہیں آئی یہاں هِرَّةٌ کی جگہ سِنَّوْرٌ (بلی) کا لفظ ہے جس میں تاء کی ضرورت نہیں۔ (نووی شرح مسلم) اِنَّهَا یہ بلی۔ یہ علت بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔ اَلطَّوَّافِيْنَ او الطَّوَّفَاتِ نر اور مادہ دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اور واؤ نون سے جمع آئی ہے جو کہ ذوی العقول کے لیے آتی ہے جبکہ یہ غیر ذوی العقول ہیں۔ دراصل ان بلیوں اور بلوں کو بھی ان خادموں اور انسانوں کے قائمقام قرار دے دیا ہے اس لیے ذوی العقول والی جمع ہے، یہ ان کے پاک ہونے کی وجہ ہے کہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

٤١٤ ــ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ، وَقَالَتْ: وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا. (رواه أبوداود ٧٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مثل اس کے مروی ہے اور وہ یہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرتے دیکھا ہے۔

مفردات: ...... بِفَضْلِهَا اس بلی کے باقی بچے پانی سے۔

٤١٥ ــ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ بِهِ الْهِرُّ فَيُصْغِيْ لَهُ الْإِنَاءَ فَيَشْرَبُ مِنْهُ فَيَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهِ. (للأوسط وللبزار)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی کریم ﷺ کے پاس سے بلی گذرتی تو آپ ﷺ اس کی طرف برتن جھکا دیتے تھے وہ اس سے پانی پیتی اور پھر آپ ﷺ اسی سے وضو کرتے تھے۔

مفردات: ...... يَمُرُّ مضارع واحد مذکر غائب، گزرتا ہے۔ اَلْهِرُّ بلا۔

شرح: ......ان احادیث میں یہ واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ بلی کا وجود پاک ہے، اس کا جوٹھا بھی پاک ہے، اس کے جوٹھے سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اسے پینا بھی جائز ہے، اور ایک جگہ اوپر گزرا ہے کہ بلی منہ ڈالے تو برتن ایک دفعہ دھوؤ۔ یہ پلید ہونے کی وجہ سے نہیں یہ تو طبیعت کا شک دور کرنے کی وجہ سے کہا گیا ہے، بلی کے برتن میں منہ ڈالنے سے برتن پلید نہیں ہوتا، صفائی کے لیے دھونا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ بلی کا جوٹھا مکروہ

(٤١٤) ابوداؤد: ٧٦۔ ابن ماجہ: ٣٦٨۔ صحیح ہے۔ البانی: ٦٩.

(٤١٥) طبرانی اوسط، بزار، رجالہ موثقون اصغاء الاناء لها کے الفاظ چھوڑ کر ابوداؤد نے بھی بیان کی ہے۔ هيثمی: ١٠٨٥.

ہے، اُن کا موقف بالکل غلط ہے، یہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے۔

٤١٦۔ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَارَّةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمَنٍ فَقَالَ: أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمَنَكُمْ. (رواه البخاری ٢٣٥)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی میں گرے پڑے چوہے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو۔ بقیہ اپنا گھی کھاؤ۔''

مفردات: ...... سُئِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، سوال کیا گیا۔ سوال خود سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ہی کیا تھا۔ فَأْرَةٍ چوہیا۔ سَقَطَتْ واحد مؤنث ماضی، گر پڑے۔ سَمَنٍ گھی۔ اَلْقُوْهَا افعال سے امر حاضر جمع مذکر ضمیر مفعول بہٖ ہے، چوہیا کی جانب لوٹتی ہے، اس کو پھینک دو۔ وَمَا اور جو حَوْلَهَا اس چوہیا کے گرنے کے اردگرد ہے۔ فَاطْرَحُوْهُ امر جمع مذکر حاضر، وہ گھی بھی پھینک دو۔ وَكُلُوْا امر حاضر جمع مذکر، کھاؤ۔

٤١٧۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَقَعَتِ الفَأْرَةُ فِي السَّمَنِ فَإِنْ كَانَ جَامِداً فَأَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَإِنْ كَانَ مَائِعاً فَلاَ تَقْرَبُوْهُ (لأبی داود، ٣٨٤٢)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر گھی جامد ہو تو اس کو اور اس کے اردگرد کو پھینک دو اور اگر پگھلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔''

مفردات: ...... جَامِدًا جما ہوا۔ مَائِعًا پگھلا ہوا۔ مَلَا تَقْرَبُوْهُ نہی جمع مذکر مذکر، اس کے قریب نہ جاؤ۔

٤١٨۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: الفَارَّةُ تَقَعَ فِي الإِدَامِ، فَقَالَ: أَلْقِهَا عَنْكَ، ثُمْ أَغْرِفْ بِكَفَّيْكَ ثَلاَثَ غُرَفَاتٍ، ثم كُلْهُ. (للكبير بضعف)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ چوہا شوربے میں گر جاتا ہے۔ فرمایا: ''اس کو نکال دو اور تین چلو آس پاس سے نکال کر بقیہ کو کھا لو۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٤١٩۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَفَعَهُ: فَإِنْ كَانَ مَائِعًا؟ قَالَ: اِنْتَفِعُوْا بِهٖ. (لأوسط)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے: اگر مائع ہو تو اس سے کوئی فائدہ اٹھاؤ۔''

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گھی ہو یا اس طرح کی کوئی بھی چیز ہو اس میں چوہیا گر جائے، زندہ ہو یا مر جائے تو اسے اس چیز سے باہر پھینک دیا جائے اور اندازے سے جہاں وہ چوہیا گری ہے وہاں سے وہ چیز بھی پھینک دی

(٤١٦) بخاری: ٢٣٥۔ ترمذی: ١٧٩٨۔ نسائی: ٤٢٦٠۔ ابوداؤد: ٣٨٤٢۔ احمد: ٢٦٣٠٧۔ مالك: ١٨١٥۔ دارمی ٢٠٨٥.

(٤١٧) ابوداؤد: ٣٨٤٢۔ بقیہ اوپر والی تخریج شاذ ہے۔ البانی: ٨٢٧.

(٤١٨) طبرانی اوسط، اس میں مسلمہ بن علی خشنی ہے، جو کہ سخت ضعیف ہے۔

(٤١٩) طبرانی اوسط، اس میں عبدالجبار بن عمر ہے، محمد بن سعد نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن محدثین کی جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ هیثمی: ١٥٩٢.

جائے۔ باقیماندہ استعمال کر لی جائے، وہ پاک ہے۔

اور یہ جو آیا ہے کہ اس چیز سے تین چلو بھر لیے جائیں باقی استعمال کر لی جائے یہ قول ضعیف ہے، قابل حجت نہیں۔

نیز جامد یا غیر جامد کا جو فرق کیا گیا ہے، وہ مرفوع نہیں یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (فتح الباری: ۹/ ۶۶۹)

اس لیے جامد یا غیر جامد میں فرق ضروری نہیں اگر کوئی وضاحت کے طور پر صحابی رضی اللہ عنہ کی بات پر عمل کرنا ہے تو اس کی ہم تردید نہیں کرتے کیونکہ صحابی کی وضاحت ہے، ہم سے بہتر تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جامد چیز یا غیر جامد میں چوہیا گرے اسے نکال کر اور ارد گرد سے کچھ پھینک کر دوسری چیز استعمال کرنا جائز ثابت ہوتی ہے یہی حجت ہے۔

ہاں چوہیا کے گرنے سے اس چیز کا رنگ، بو، ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہو۔ اگر یہ تبدیل ہوا ہوگا تو پھر وہ چیز استعمال کرنا جائز نہیں۔

٤٢٠ عَنْ أَنَسٍ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ عَجِيْنٍ وَقَعَ فِيْهِ قَطَرَاتٌ مِنْ دَمٍ؟ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِهِ. (للأوسط بلين)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گوندھے ہوئے آٹے میں خون کے قطرے پڑنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔

٤٢١ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَنَحَّ حَتّٰى أُرِيْكَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتّٰى تَوَارَتْ إِلَى الإِبْطِ ثُمَّ مَضٰى فَصَلّٰى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. (رواه أبوداود ١٨٥)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑکے کے قریب سے گذرے جب کہ وہ بکری کی کھال اُتار رہا تھا اور اچھی طرح اُتارنا نہیں جانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پیچھے ہو جاتا کہ میں تجھے طریقہ بتاؤں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی کھال اور گوشت کے درمیان ہاتھ ڈالا اور گوشت اور کھال جدا کرتے گئے یہاں تک کہ ہاتھ مبارک بغل تک چھپ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ لوگوں کو نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔ (ابوداود)

مفردات: ...... يَسْلُخُ ، نَصَر سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ تَنَحَّ ، تفعّل سے امر حاضر ہے۔ واحد مذکر، ادھر ہٹو۔ أُرِيكَ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم ضمیر مخاطب مفعول بہ ہے۔

---

(٤٢٠) طبرانی اوسط، اس میں سوید بن عبدالعزیز کو دحیم نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن محدثین کی دوسری جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، تو یہ روایت حجت نہ ہوئی۔

(٤٢١) ابوداود: ١٨٥۔ ابن ماجہ: ٣١٧٩۔ صحیح ہے۔ البانی: ١٧٠.

میں تجھے سکھاؤں۔ فَاَدْخَلَ افعال سے ماضی واحد غائب، داخل کیا نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ۔ فَدَحَسَ ماضی واحد مذکر غائب، ہاتھ چمڑے کے اندر گھس گیا۔ تَـوَارَتْ تفاعل سے ماضی واحد مؤنث غائب، چھپ گیا۔ اَلْاِبِـطِ اس کی جمع اٰبَاطٌ ہے، بغل تک۔ مَضٰی اس کا مضارع یَمْضِیْ ہے، واحد مذکر غائب، پھر گزر گئے۔

شــــرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ حلال جانور کے گوشت پوست کو جو کہ کچے ہوں پختہ نہ بھی ہوں، ہاتھ لگ جائے نہ تو وضوٹوٹتا ہے، نہ ہاتھ دھونا ضروری ہے، یہ پاک ہے، پلید نہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نہایت ہی سادہ طبیعت اور منکسر المزاج تھے غلاموں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

٤٢٢۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَـقُوْلُ: إِذَادُبِغَ الإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ. (رواه مسلم ٣٦٦، كتاب الحيض)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’جب کچا چمڑا دباغت کیا جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔‘‘

مفردات: ...... دُبِغَ، نَصَرَ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، رنگا جائے۔ اَلْاِهَابُ وہ چمڑا جو ابھی نہ رنگا گیا ہو۔ طَهُرَ ماضی واحد مذکر غائب، پاک ہوا۔

٤٢٣۔ عَنْ يَزِيْدِبْنْ أَبِيْ حَبِيْبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَـدَّثَـهُ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَئِيَّ فَرْوًافَمِسِسْتُهُ فَقَالَ: مَالَكَ تَمَسُّهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْـدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قُلْتُ: إِنَّا نَكُوْنُ بِـالْـمَغْرِبِ وَمَعَنا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوْسُ نُؤْتَىٰ بِـالْكَبْـشِ قَـدْ ذَبَـحُوْهُ وَنَحْنُ لاَنَـأْكُلُ ذَبَـائِـحَهُـمْ وَيَـأْتُـونَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُوْنَ فِيْهِ الْـوَدَكَ فَـقَـالَ ابْنُ عَبَّاسٍرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَـدْسَـأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَـنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: دِبَاغُهُ طَهُوْرُهُ.

(رواه مسلم ٣٦٦. كتاب الحيض)

یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ ابو الخیر نے اس سے بیان کیا کہ میں نے علی بن وعلہ سبئی کو پوستین پہنے دیکھا تو اس کو ہاتھ لگایا: اس نے کہا تجھے کیا خیال ہے کہ تو نے اس کو ہاتھ لگایا ہے؟ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ہم مغرب میں رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ اقوام بربر اور مجوس رہتے ہیں اور وہ ذبح کیا ہوا بکرا لاتے ہیں اور ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ اور وہ مشکیزے لاتے ہیں اور اس میں چربی ڈالتے ہیں۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: ’’چمڑے کی دباغت اس کو پاک کردیتی ہے۔‘‘

---

(٤٢٢) مسلم: ٣٦٦۔ كتاب الحيض ترمذی: ١٧٢٨۔ نسائی: ٤٢٤٢۔ ابوداؤد: ٤١٢٣۔ ابن ماجہ: ٣٦٠٩۔ احمد: ٣١٨٨۔ مالک: ١٠٧٩۔ دارمی: ١٩٨٦۔

(٤٢٣) مسلم: ٣٦٦۔ كتاب الحيض بقیہ تخریج نمبر ۴۲۲ والی ہے۔

مفردات: ...... فَوْرًا چمڑا۔ فَـمَسِسْتُهٗ ، عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں نے اسے چھوا۔ اَلْبَرْبَرُ ایک قوم ہے۔ وَالْـمُجُوْسُ آتش پرست قوم۔ نُـوْتٰـى ، اَتٰـى ، يَاْتِىْ سے مضارع مجہول جمع متکلم، ہم لائے جاتے ہیں۔ بِـالْـكَبْشِ اس کی جمع اَكْبَاشٌ ہے، مینڈھا۔ ذَبَـائِـحَهُمْ اس کا واحد ذَبِيْحَةٌ ہے، ذبح کیے ہوئے جانور۔ وَيَـاْتُـوْنَا مضارع معلوم جمع مذکر، یہ ہمارے پاس آتے ہیں۔ يـا السِّـقَآءِ اس کی جمع اَسْقِيَةٌ ہے، مشک یا پانی پینے کا برتن۔ اَلْوَدَكَ چربی۔

٤٢٤۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّـمَـا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْطَهُرَ . (رواه النسائى ٤٢٤١)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر کچا چمڑہ جب پکایا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔''

مفردات: ...... اَيُّمَا جونسا۔

٤٢٥۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰـهِ ﷺ مَـرَّبِشَـاةٍ مَيْتَةٍفَقَالَ: هَلَّا اسْتَـمْتَـعْتُـمْ بِـإِهَـابِهَا قَالُوْا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ: إِنَّمَاحَرُمَ أَكْلُهَا . (رواه البخارى ٥٥٣١)

سیدنا ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مری پڑی بکری کے پاس سے گذر ہوا تو فرمایا: تم نے اس کی کچی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا؟ لوگوں نے عرض کی یہ مردار ہے۔ فرمایا: ''حرام تو اس کا کھانا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مفردات: ...... هَلَّا یہ کلمہ تحضیص ہے، ترغیب کے لیے آتا ہے، کیوں نہیں۔ اِسْتَمْتَعْتُمْ استفعال سے ماضی جمع مذکر غائب، تم نے فائدہ اٹھایا۔ إِنَّهَا یہ بکری۔ حَرُمَ ماضی واحد مذکر غائب، ایک نسخہ میں مجہول بھی ہے، حرام ہے۔

٤٢٦۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ يَقُوْلُ: مَاتَتْ شَاةٌ فَـقَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لأَهْـلِهَـا:أَلَا نَزَعْتُمْ جِـلْدَهَا ثُمَّ دَبَغْتُمُوْهُ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ . (رواه الترمذى ١٧٢٧،)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بکری مر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: ''تم نے اس کی کھال کیوں نہیں اتاری؟ تم اسے دباغت دے کر استعمال کر لیتے۔''

---

(٤٢٤) نسائى : ٤٢٤١۔ صحیح ہے۔ البانى : ٣٩٥٥۔ بقیہ اوپر والی ہی تخریج ہے۔

(٤٢٥) بخارى: ٥٥٣١۔ مسلم: ٣٦٣۔ ترمذى: ١٧٢٧۔ نسائى : ٤٢٣٥۔ ابوداؤد: ٤١١٠۔ ابن ماجه: ٣٦١٠۔ احمد: ١٨٩٨۔ مالك: ١٠٧٨۔ دارمى: ١٩٨٨.

(٤٢٦) ترمذى: ١٧٢٧۔ صحیح ہے۔ البانى: ١٤١١۔ بخارى: ١٤٩٢۔ مسلم: ٣٦٣۔ نسائى : ٤٢٤٢۔ ابوداؤد: ٤١٢٣۔ ابن ماجه: ٣٩٠٩۔ احمد: ٣٥١١۔ مالك: ١٠٧٩۔ دارمى : ١٩٨٨.

مفردات: ...... اَلَا کیوں نہیں۔ نَزَعْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، تم نے اتارا۔ دَبَغْتُمُوْهُ ماضی جمع مذکر حاضر ضمیر جلد کی جانب لوٹتی ہے، تم اسے رنگ لیتے۔

٤٢٧۔ وَمِثْلَهُ: عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَمْ يَذْكُرْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ فَقَالَ: أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا. ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرِ الدِّبَاغَ. (رواه أبوداود ٤١٢٠)

ابوداؤد میں اس کے مثل ہے اور اس میں یہ بھی مذکورہ ہے کہ زہری نے دباغت کی قید ذکر نہیں کی بلکہ جس حالت میں بھی ہو چمڑے سے فائدہ اُٹھایا جائے جب وہ دباغت کیا جائے۔

٤٢٨۔ ت عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ. (رواه أبوداود، ٤١٢٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ کھال سے فائدہ اٹھایا جائے جب وہ دباغت کیا جائے۔

٤٢٩۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ؟ فَقَالَ: دِبَاغُهَا ذَكَاتُهَا (رواه النسائی (٤٢٤٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے مردار کی کھال کے بارہ میں سوال کیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔''

مفردات: ...... ذَكَاتُهَا اس کا پاک کرنا ہے، یعنی رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

٤٣٠۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلٰى جُهَيْنَةَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ أَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ (لأبی داود ٤١٢٨)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے قبیلہ جہینہ کی طرف چٹھی ارسال فرمائی کہ مردار کی کھال اور پٹھوں سے فائدہ نہ اُٹھاؤ۔

مفردات: ...... لَا تَنْتَفِعُوْا افتعال نہی جمع مذکر حاضر، نفع نہ اٹھاؤ۔ وَلَا عَصَبٍ حیوان کے جوڑوں کیلیے پٹھے۔

٤٣١۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِشَهْرَيْنِ. (رواه الترمذی ١٧٢٩)

عبداللہ بن عکیم کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خط ہمارے پاس آپ کی وفات سے دو ماہ پہلے پہنچا۔

---

(٤٢٧) ابوداؤد: ٤١٢٠۔ صحیح ہے۔البانی: ٣٤٧٠۔ بخاری: ٥٥٣٢۔ مسلم: ٣٦٦۔ نسائی: ٤٣٤٢۔ ترمذی: ١٧٢٧۔ ابن ماجه: ٩٣٦١٠۔ احمد: ٢٦٣١٢۔ مالك: ١٠٧٩۔ دارمی: ١٩٨٨.

(٤٢٨) ابوداؤد: ٤١٢٤۔ ضعیف ہے۔نسائی: ٤٢٥٢۔ ابن ماجه: ٣٦١٢۔ احمد: ٢٤٦٨٨۔ مالك: ١٠٨٠۔ دارمی: ١٩٨٧.

(٤٣٠) ابواداؤد: ٤١٢٨۔ ترمذی: ١٧٢٩۔ ابن ماجه: ٣٦١٣۔ احمد: ١٨٣٠٨۔ نسائی: ٤٢٤٩۔ صحیح ہے۔(٣٤٧٦)

(٤٣١) ترمذی: ١٧٢٩۔ ابوداؤد: ٤١٢٧۔ ابن ماجه: ٣٦١٣۔ صحیح ہے۔البانی: ١٤١٣.

شرح: ......ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر وہ مردہ جانور جس کا گوشت کھانا حلال ہے، اس کا چمڑا رنگ لینے سے پاک ہو جاتا ہے، اور وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کا چمڑا بھی رنگنے کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ البتہ خنزیر اور کتے کا چمڑا رنگنے سے بھی پاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں جانور نجس ہیں۔

اور جب حلال جانور خود ذبح کیا ہو اس کا چمڑا رنگنے سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں پاک ہے۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مردار کا چمڑا رنگنے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یعنی اس کی تجارت کرنا یا اسے استعمال کرنا رنگنے کے بعد جائز ہے، اس سے پہلے جائز نہیں۔

۳۔ مردار کھانا حرام ہے۔ اس کا چمڑا رنگنے کے بعد اس کی مشک سے وضو کرنے اور اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ اور یہ جو روایت مذکور ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ یا دو ماہ پہلے مردار کے چمڑے سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت کر دی تھی۔

یہ روایت مضطرب ہے، اور مرسل ہے کیونکہ عبداللہ بن عکیم نے نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنا اور نہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی نے عبداللہ بن عکیم سے سنا ہے۔

اگر بالفرض اس کی سند کی اس کمزوری کو صرف نظر بھی کر دیں تو ممانعت جو وارد ہوئی ہے۔ اس میں رنگنے سے پہلے چمڑے سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت ہے۔ فائدہ تب اٹھانا ہے جب چمڑا رنگا جائے اس وضاحت سے ٹکراؤ ختم ہو جاتا ہے، اور مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ مردار کا چمڑا رنگنے سے پہلے استعمال نہ کیا جائے، رنگنے کے بعد استعمال کیا جائے۔ (عون المعبود: ۱/۱۱۴)

مسئلہ: وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے، مردار ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت کھانا تو حرام ہے لیکن اس کے بال، دانت اور سینگ وغیرہ پلید نہیں ہوتے، ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور ہاتھی دانت کی تجارت بھی جائز ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۵۶۲)

٤٣٢۔ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ (لابی داود ٤١٣٢)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداود)

مفردات: ...... جُلُوْدِ اس کا واحد جِلْدٌ ہے، چمڑے۔ اَلسِّبَاعِ اس کا واحد سَبُعٌ ہے، درندے۔

شرح: ......درندوں کے چمڑے کا استعمال اس لیے منع ہے کہ اس میں فضول خرچی، عیش پسندی، خود پسندی ہے

(٤٣٢) ابوداؤد: ٤١٣٢۔ ترمذی: ١٧٧١۔ نسائی: ٤٢٥٣۔ احمد: ٢٠١٨٩۔ دارمی: ١٩٨٣۔ صحیح، البانی: ٣٤٨٠.

اور متکبروں کی عادت جھلکتی ہے۔

٤٣٣۔ عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرَادَ أَنْ يَنْهَى عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ لَهُ أُبَيٌّ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْ ذٰلِكَ فَأَضْرَبَ عَنْ ذٰلِكَ عُمَرُ وَأَرَادَ أَنْ يَنْهٰى عَنْ حُلَلِ الْحِبَرَةِ لأَنَّهَا تُصْبَغُ بِالْبَوْلِ فَقَالَ لَهُ أُبِيْ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ قَدْ لَبِسَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ وَلَبِسْنَاهُنَّ فِيْ عَهْدِهِ. (رواه أحمد ٢٠٧٧٦، والحسن لم يسمع من عمرو لا أبى)

حسن سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کرنے کا ارادہ کیا تو اُبی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ آپ یہ نہیں کر سکتے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے یمنی چادروں کا لباس پہننا ممنوع قرار دینا چاہا اس لیے کہ ان کو پیشاب کے ساتھ رنگین بنایا جاتا ہے تو اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یمنی چادر زیب تن فرمائی ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پہنی ہے۔
(حسن بصری رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے سماعت کی ہے نہ اُبی رضی اللہ عنہ سے۔)"

٤٣٤۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَهِّرُوْا أَفْنِيَتَكُمْ، فَإِنَّ الْيَهُوْدَ لَا تُطَهِّرُ أَفْنِيَتَهَا. (رواه الطبرانى فى الأوسط)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے صحن صاف رکھا کرو یہودی لوگ اپنے صحن صاف نہیں رکھتے ہیں۔" (الاوسط)

٤٣٥۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالَ لَهٗ يَعْفُوْرُ، فَعَرَقْتُ فَأَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَغْتَسِلَ (للكبير ١٢٦٤٨ بلين)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور ردیف ایک گدھے پر سوار تھا جس کو یعفور کہتے تھے۔ مجھے پسینہ آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (الکبیر بسند ضعف)

٤٣٦۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر

---

(٤٣٣) احمد: ٢٠٧٧٦۔
(٤٣٤) طبرانی اوسط طبرانی کے شیخ ثقہ نہیں باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔
(٤٣٥) طبرانی کبیر: ١٢٦٤٨۔ ضحاک راوی کو احمد یحییٰ ابوزرعہ نے تو ثقہ کہا ہے، ان کے علاوہ دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے گدھے پر سواری کی، قرآن پاک میں بھی ہے: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً. (النحل: ٨) "اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم اس پر سوار ہو اور یہ زینت ہیں۔ اس سے ثابت ہوا گدھے کی سواری سے غسل والی بات درست نہیں۔
(٤٣٦) ابن ماجه: ٦٥٨۔ احمد: ٩٤٨٧۔ صحیح ہے۔ البانی: ٥٣٦۔

وَلُعَابُهُ يَسِيلُ عَلَيْهِ. (رواه إبن ماجة ٦٥٨) اٹھایا ہوا تھا اور حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گر رہا تھا۔"

مفردات: ...... عَاتِقِهِ اپنے کندھے پر وَلُعَابُهُ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب۔ يَسِيلُ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بہہ رہے تھے۔ عَلَيْهِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ انسان کا لعاب یا کسی بھی حلال جانور کا لعاب پلید نہیں، اسے دھونے کی ضرورت نہیں۔ اگر صفائی کے لیے دھوئے تو کوئی حرج نہیں، تاہم وہ پاک ہے پلید نہیں۔ (۲) بچے کو کندھے پر بٹھانا، اسے اٹھانا اور پیار کرنا یہ بھی سنت ہے۔

قَضَاءُ الْحَاجَةِ

رفع حاجت کا بیان

٤٣٧۔ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ ﷺ إِذَاأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا. (رواه أبوداود، ٣)

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنا چاہا تو دیوار کے نیچے ایک گڑھے پر گئے اور پیشاب کیا اور پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو وہ اس کے لیے نرم جگہ تلاش کر لیا کرے۔" (ابوداؤد)

مفردات: ...... دَمِثًا نرم زمین جس میں پیشاب جذب ہو جائے۔ أَصْلِ بنیاد۔ جِدَارٍ دیوار۔ فَلْيَرْتَدْ افتعال سے امر غائب، چاہیے کہ وہ تلاش کرے۔

شرح: ......اس حدیث میں راوی مجہول ہے، ضعیف ہے۔ پیشاب کے دوران کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی چھینٹیں نہ پڑیں، ان سے احتیاط کی جائے۔ نرم جگہ تلاش کرنے سے بچاؤ ممکن ہے۔

اگر یہ روایت ضعیف ہے۔ علامہ عظیم آباد فرماتے ہیں:

((لٰكِنْ لَا يَضُرُّ فَإِنَّ اَحَادِيْثَ الْاَمْرِ بِالتَّنَزُّهِ عَنِ الْبَوْلِ تُفِيْدُ ذٰلِكَ)) (عون المعبود: ١/٥)

"لیکن یہ ضعف نقصان رساں نہیں کیونکہ پیشاب سے پرہیز کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث اس احتیاط کا فائدہ دیتی ہیں۔"

٤٣٨۔ عَنِ الْمُغِيْرَةَبْنِ شُعْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ. (رواه أبوداود: ١)

"مغیرہ رضی اللہ عنہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حاجت رفع کرنے کے لیے جاتے تو دور چلے جاتے تھے۔" (ترمذی)

---

(٤٣٧) ابوداؤد: ٣۔ احمد: ١٩٠٤٣۔ ضعیف ہے۔ البانی: ١.

(٤٣٨) ابوداود: ١۔ ترمذی: ٢٠۔ نسائی: ١٧۔ ابن ماجه: ٣٣١۔ دارمی: ٦٦٠۔ حسن صحیح ہے۔ البانی: ١.

مفردات: ...... اَلْمَذْهَبَ یہ مصدر میمی، جانا، مراد قضائے حاجت کے لیے جانا۔ اَبْعَدَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، اتنے زیادہ چلتے کہ آبادی سے دور ویرانے میں چلے جاتے۔

٤٣٩ ـ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَـا إِذَا أَرَادَ البَرَازَ انْطَلَقَ حَتَّى لاَيَرَاهُ أَحَدٌ . (رواه أبوداود، ٢ ،)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حاجت رفع کرنے جاتے تو دور جاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو کوئی نہ دیکھ رہا ہوتا تھا۔''

مفردات: ...... اَلْبَرَازَ باء کے نیچے کسرہ بھی آتا ہے، مفاعلہ سے مصدر ہے، وہ کھلی فضا جس میں درخت نہ ہوں، مراد قضائے حاجت ہے۔ اِنْطَلَقَ انفعال سے ماضی واحد مذکر غائب چلے گئے۔ لا یَرَاهُ مضارع منفی واحد مذکر غائب، آپ ﷺ کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔

شرح: ......ان احادیث میں قضائے حاجت کے آداب بیان ہوئے ہیں کہ جس جگہ لوگ موجود ہوں اور تو قضائے حاجت پیش آجائے تو لوگوں کی نظروں سے دور جانا چاہیے، اصل مقصد ہے کہ قضائے حاجت کے وقت پردہ ہو، خواہ وہ دور جا کر ہو، عمارتوں کا ہو، لیٹرین کا ہو، پردہ لگا کر ہو، گہرا گھڑا ہو، اس میں بیٹھے ہوں جہاں نظر نہ آئیں، یعنی شرمگاہ کے لیے جس صورت بھی پردہ ہو قضائے حاجت کے لیے وہ ہونا چاہیے۔

٤٤٠ ـ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اتَّقُوْا اللَّعَّانَیْنِ قَالُوْا: وَمَا اللَّعَّانَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: الَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِی طَرِیْقِ النَّاسِ، أَوْ فِی ظِلِّهِمْ . (رواه مسلم ٢٦٩ ، فی كتاب الطهارة)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم دو لعنت کرنے والی چیزوں سے بچو۔'' کہا گیا دو لعنت کرنے والی اشیائی کون سی ہیں؟ فرمایا: ''وہ جو حاجت رفع کرے لوگوں کے راستے میں یا ان کے سائے میں۔''

مفردات: ...... اِتَّقُوْا افتعال سے امر جمع مذکر حاضر، بچو۔ اَللَّعَّابَیْنِ یہ مفعول بہ ہے، تثنیہ ہے، دو لعنت کرنے والے یعنی وہ دو چیزیں جن کی وجہ سے لوگ لعنت کرتے ہیں۔ یَتَخَلّٰی تفعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، قضائے حاجت کرتا ہے۔

٤٤١ ـ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اتَّقُوْا الْمَلاَعِنَ الثَّلاَثَةَ: الْبَرَازَ فِی الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِیْقِ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لعنت کے تین امور سے بچو! پانی کے گھاٹ پر، راستے میں اور سائے میں حاجت رفع کرنے سے۔''

(٤٣٩) ابوداؤد: ٢۔ ابن ماجه: ٣٣٥۔ دارمی: ١٧۔ صحیح ہے۔البانی: ٢.
(٤٤٠) مسلم: ٢٦٩۔ کتاب الطهارة، ابوداود: ٢٥۔ احمد: ٨٦٣٦.
(٤٤١) ابوداؤد: ٢٦۔ ابن ماجه: ٣٢٨۔ حسن ہے۔البانی: ٢١.

وَالظِّلِّ . (رواه أبو داود ٢٦)

مفردات: ...... اَلْمَلَاعِنَ اس کا واحد مَلْعَنٌ ہے، یہ مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے یعنی لعنت کا باعث بننے والی چیزوں سے بچو۔ یا یہ ظرف مکان ہے۔ تو مطلب ہے کہ لعنت کا سبب بننے والی جگہوں سے بچو۔ اَلْمَوَارِدَ اس کا واحد اَلْمَوْرِدُ ہے، پانی کی گھاٹ، چشمہ یا نہر وغیرہ۔ قَارِعَةِ یہ اسم فاعل ہے، کھٹکنے والا، یعنی وہ رستہ جہاں لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔

٤٤٢۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ آذَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ . (رواه الطبراني في الكبير)

سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مسلمانوں کے راستے میں اذیت پھیلائی اس پر ان کی لعنت پڑے گی۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... آذَى افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، اذیت دی۔ طُرُقِهِمْ اس کا واحد طَرِيْقٌ ہے، رستے۔ وَجَبَتْ واحد مؤنث غائب لازمی ہے۔

شرح: ......۱۔ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ، ابوسریحہ ان کی کنیت ہے، صحابی ہیں۔ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ طبرانی والی حدیث میں لوگوں کی راہ گزر اور چالو راستے میں کسی بھی اذیت رسانی کو لازمی لعنت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ یہ اذیت رستہ تنگ کرنے، پریشان کرنے اور غلاظت پھیلانے سمیت ہر چیز کو شامل ہے۔

۳۔ ان احادیث مبارکہ میں اس شخص پر نبی اکرم ﷺ نے سخت برہمی کا اظہار فرمایا ہے، لعنتی قرار دیا ہے کہ وہ بدنصیب اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا، اور گالیاں کھا جائے گا جو یہ بیہودہ حرکت کرے گا، کہ لوگ جس راستے سے گزرتے ہیں جو کہ شارع عام ہے، اس پر پاخانہ یا پیشاب کرتا ہے، یا جہاں وہ پانی پیتے ہیں اس کے قریب غلاظت نکال جاتا ہے، یا درخت ہو جس کے سائے میں لوگ دوپہر کے وقت آرام کرتے تھے، یہ قریب گندگی کر جاتا ہے اس سے لوگ سفر کی سہولتوں سے محروم ہوتے ہیں، اس لیے اسے بہت سخت ناپسندیدہ اور مبغوض عمل قرار دیا گیا ہے۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: البتہ اگر یہ مقامات استعمال میں نہیں اور لوگ سائے کے نیچے آرام نہیں کرتے جیسا کہ جنگل میں درخت ہوتے ہیں تو پھر مجبوراً قضائے حاجت ہو جائے تو گنجائش ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگل میں ایک کھجور کے درخت کے جھنڈ کے نیچے قضائے حاجت بیٹھے تھے۔ (مسند احمد) میں ہے: اَوْ ظِلٌّ يُسْتَظَلُّ بِهٖ ''وہ سایہ جسے استعمال کیا جاتا ہو۔'' ظاہر ہے جو استعمال نہ ہو اس کے نیچے حاجت میں کوئی حرج نہیں۔ (مرعاۃ: ۱/ ۴۱۵)

(٤٤٢) طبراني كبير، اسناده حسن، هيثمي: ١٠٠١.

ثابت ہوا کہ لوگوں کے عام راستہ، ان کے سائے کی جگہ اور پانی کی گھاٹ کے قریب قضائے حاجت کرنا یا پیشاب کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے بدبو پیدا ہوتی ہے، اور مسلمانوں کو اذیت ہوتی ہے۔

٤٤٣۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَرْجِسَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى أَنَّ يُبَالَ فِيْ الجُحْرِ، قَالُوْا لِقَتَادَةَ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ قَالَ كَأَنَ يُقَالَ إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ (رواه ابوداود ٢٩)

سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لوگوں نے قتادہ رحمہ اللہ سے سوال کیا: سوراخ (بل) میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے تو انہوں نے کہا: کہتے ہیں وہ جنوں کے مسکن اور ٹھکانے ہیں۔

مفردات: ...... اَنْ يُّبَالَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، ان نے نصب دیا ہے، یہ کہ پیشاب کیا جائے۔ اَلْجُحْرِ سوراخ جس میں کیڑے مکوڑے رہتے ہیں۔ مَا موصولہ ہے، مبتداء ہے، اس کی خبر مقدار ہے جو کہ لِمَاذَا ہے، کیوں مکروہ ہے۔ يُكْرَهُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، ناپسند کیا گیا ہے۔ اِنَّهَا یہ سوراخ۔ اصل جُحْرَةٌ ہے، اس کے پیش نظر ضمیر مؤنث ہے، مَسَاكِنُ اس کا واحد مَسْكَنٌ ہے، سکون کی جگہ رہائش گاہیں۔

شرح: ......١۔ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ، عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ یہ مزینہ قبیلہ کے تھے، بنومخزوم کے حلیف تھے، صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہائش پذیر تھے۔ (تقریب)

٢۔ بل میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس حدیث میں وارد ہوئی ہے، اس کی ایک وجہ تو یہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے کہ جنوں کی رہائش گاہیں ہوتی ہیں، سرکش جنوں سے اس طرح نقصان پہنچ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ وجہ بھی ہے کہ یہ کیڑے مکوڑوں، بچھوؤں اور سانپوں اور زہریلے حشرات الارض کی پناہ گاہیں بھی ہیں، اس سے تکلیف ہوسکتی ہے، اس لیے بل میں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے، واہ ہماری شریعت کس قدر باریک بین اور خیرخواہ ہے۔

٤٤٤۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَيَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ. (رواه النسائی ٣٦)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی اپنے غسل خانے میں پیشاب نہ کرے عام طور اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔'' (ترمذی ونسائی)

---

(٤٤٣) ابوداود: ٢٩۔ احمد: ٢٠٢٥١۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٨. بتایا گیا ہے کہ قتادہ نے عبداللہ سے سماع حدیث نہیں کیا جبکہ علی بن مدینی اور ابوزرعہ نے سماع ثابت کیا ہے، اور ابوحاتم بھی کہتے ہیں کہ قتادہ حضرت انس اور عبداللہ بن سرجس سے ملے ہیں، ابن خزیمہ اور ابن سکن نے اسے صحیح قرار دیا ہے، حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ: ١/ ٤٢٥) ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح والوں کی رائے درست ہے۔

(٤٤٤) نسائی: ٣٦۔ عامة الوسواس کے الفاظ نسائی میں نہیں، صحیح ہے۔ البانی: ٣٥۔ بخاری: ٤٨٤٢۔ ترمذی: ٢١۔ ابوداؤد: ٢٨۔ ابن ماجه: ٣٠٤.

مفردات: ...... لَا يَبُوْلَنَّ نہی واحد مذکر غائب، بانون تاکید ثقیلہ، ہرگز نہ پیشاب کرے۔ مُسْتَحَمِّہٖ وہ جگہ جہاں غسل کیا جائے۔ عَـامَّةَ اکثر۔ اَلْـوَسْوَاسِ یہ واؤ کے کسرہ کے ساتھ بھی ہے، اس صورت میں مصدر ہے، اور فتحہ کے ساتھ بھی آتا ہے اس صورت میں اسم ہے، وسوسہ ہوتا ہے۔ مِنْهُ یہ پیشاب کرنے سے۔

٤٤٥۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُـمَّ يَـغْتَسِلُ فِيْهِ . قَالَ أَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ . (رواه أبوداود ٢٧)

اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ لفظ زائد کیا ہے۔ پھر اس میں غسل کرے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا پھر اس میں وضو کرے۔

٤٤٦۔ قَـالَ أَبُـوْعَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مَاجَةَ سَمِعْتُ مُـحَـمَّـدَبْـنَ يَـزِيْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ مُـحَـمَّـدٍ الـطَّـنَافِسِيَّ يَقُوْلُ: إِنَّمَا هٰذَا فِي الْحَفِيْرَةِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلاَ فَمُغْتَسَلاَتُهُمُ الْجِصُّ وَالـصَّـارُوْجُ وَالْـقِيْرُ فَإِذَا بَالَ فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ الْمَاءَ لاَ بَأْسَ بِهِ . (رواه إبن ماجة ٣٠٤)

امام ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ نے اس پر مزید اضافہ کر کے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن یزید سے فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے علی بن محمد طنافسی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ یہ حکم کچے غسل خانوں کا ہے مگر اب تو چونا اور سیمنٹ اور قلعی سے غسل خانے بنائے جاتے ہیں پس اگر پیشاب کر کے اس پر پانی بہا دیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔''

مفردات: ...... اَلْحَفِيْرَةِ گڑھا۔ فَمُغْتَسَلَا تُهُمْ ان کے غسل خانے۔ الجَصُّ چونا، اَلصَّارُوْجُ قلعی۔ وَالْقِيْرُ تارکول۔ فَأَرْسَلَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، اس پر چھوڑ دے، یا بہا دے۔

شرح: ......ان احادیث کا مفاد یہ ہے کہ غسل خانے میں پیشاب نہ کیا جائے، آج کل جو اٹیچ باتھ ہوتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان میں فلش کا الگ انتظام ہوتا ہے، وہاں پیشاب جائز ہے، کیونکہ اس سے وسوسہ پیدا نہیں ہوتا اور غسل خانہ علیحدہ ہوتا ہے، وسوسہ اندازی یوں ہوتی ہے کہ حمام میں نہائیں اور وہیں پیشاب کیا ہو تو دل میں خیال آتا ہے کہ کہیں پیشاب کی چھینٹ نہ پڑ گئی ہو، اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب نہ کیا جائے۔

باقی رہا یہ اختلاف کہ کچی جگہ ہو وہاں گڑھے سے پڑے ہوں تو وہاں ممانعت ہے، جہاں، چونے گچ ہو، پلستر ہو، یا چپس وغیرہ پڑی ہو تو وہاں پیشاب کر سکتا ہے اور اوپر پانی بہا دے۔

یہ اختلاف قابل غور نہیں، حدیث کا تقاضا یہی ہے کہ زمین ٹھوس ہو یا غیر ٹھوس ہو۔ غسل خانے میں پیشاب سے احتراز کیا جائے، وجہ یہ ہے کہ ٹھوس یا غیر ٹھوس زمین پر پیشاب کرنے سے وسوسہ ضرور باقی رہتا ہے۔ لہٰذا غسل خانہ میں

(٤٤٥) ابوداؤد: ٢٧۔ صحیح، البانی: ٢٢۔ بقیہ نمبر۴۴۴ والی تخریج۔

(٤٤٦) ابن ماجه: ٣٠٤۔ بقیہ نمبر۴۴۴ والی تخریج۔

پیشاب کرنا منع ہے، حدیث کے دلائل اور عقل وفکر کا یہی مطالبہ ہے۔

٤٤٧۔ عَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَدَحٌ مِنْ عِيْدَانٍ يَبُوْلُ فِيْهِ وَيَضَعُهُ تَحْتَ السَّرِيْرِ . (رواه النساء: ٣٢)

سیدہ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا لکڑی کا پیالہ تھا اس میں آپ ﷺ پیشاب کرتے تھے اور رات کو اس کو چارپائی کے نیچے رکھتے تھے۔

مفردات: ...... قَدَحٌ اس کی جمع اَقْدَاحٌ ہے، پیالہ۔ عَيْدَان عین پر فتحہ ہے، اس کا واحد عَيْدَانَةٌ ہے، کھجور کی ٹہنی سے پیالہ تیار کیا ہوا۔ سَرِيْرِہ اس کی جمع سُرُرٌ ہے، چارپائی، ضمیر رسول اکرم ﷺ کی جانب لوٹتی ہے، فِيْهِ اس پیالہ میں۔

٤٤٨۔ عَنْ بَكْرِبْنِ مَاعِزٍقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:لَايُنْقَعُ بَوْلٌ فِيْ طَسْتٍ فِيْ الْبَيْتِ فَإِنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ بَوْلٌ مُنْقَعٌ . (رواه الطبرانی فی الأوسط ،)

”عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تشتری میں پیشاب کر کے گھر میں نہ رکھا جائے۔ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں بول براز رکھا ہو۔“ (الاوسط)

مفردات: ...... لَا يُنْقَعُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب، دیر تک رہنے کی وجہ سے رنگ بدل جانا، یعنی دیر تک نہ رکھا جائے۔ طَسْتٍ تھال۔ فِيْهِ جس گھر میں۔

شرح: ......۱۔ اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا ان کے والد کا نام عبداللہ بن بجاد تیمی ہے، صحابیہ ہیں، ان کی والدہ رقیقہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ ایک امیمہ ثقفیہ تھیں، وہ اور ہیں وہ تابعیہ ہیں۔ (تقریب)

۲۔ عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ صغیر صحابی ہیں، حضرت ابن زبیر کے دور میں کوفہ کے گورنر تھے۔ (تقریب)

۳۔ پہلی حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ رات کسی برتن میں پیشاب کیا ہو تو اسے گھر میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن دوسری حدیث کا مفہوم اس کے برعکس ہے کہ برتن میں پیشاب رکھنے کی ممانعت ہے، دونوں کا ٹکراؤ اس طرح دور ہوگا کہ اجازت کی یہ صورت ہے کہ ضرورت کے تحت برتن میں پیشاب کیا ہو تو اسے کچھ دیر کے لیے جیسا کہ مذکور ہے رات بھر کے لیے گھر میں رکھ سکتے ہیں۔

اور ممانعت کی صورت یہ ہے کہ پیشاب برتن میں اتنی زیادہ دیر نہ پڑا رہے کہ اس کا رنگ بدل جائے۔

ممانعت کی ایک اور وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ برتن میں گھر میں پیشاب کریں اور باہر پھینک دیں یہ جائز ہے، لیکن گھر

---

(٤٤٧) نسائی: ٣٢۔ ابوداود: ٢٤۔ حسن، صحیح ہے۔ البانی: ٣٢.

(٤٤٨) طبرانی اوسط، سند حسن ہے۔ هیثمی: ٩٩٩.

میں بغیر برتن ایک جگہ پر کثرت سے پیشاب کرنا یہ گندگی کا باعث ہے، اس لیے اسی سے منع کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ لیٹرین وغیرہ مراد نہیں وہ تو گھروں میں بنائی ہی پیشاب وغیرہ کے لیے ہوتی ہے اور وہ صاف ہوتی رہتی ہیں، وہ اس ممانعت میں شامل نہیں۔

٤٤٩۔ عَنْ أَبِی أَیُّوْبَ الأَنْصَارِیِّ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ:إِذَا أَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا. قَالَ أَبُوْ أَیُّوْبَ: فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی. (رواه البخاری ٣٩٤)

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم بول براز کرنے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کیا کرو اور نہ پیٹھ مگر شرقاً غرباً پھر جاؤ۔'' انہوں نے کہا کہ جب ہم شام گئے تو ہم نے بیت الخلاء دیکھے جو قبلہ کے رخ پر بنائے گئے تھے پس ہم دوسری جانب پھر کر پیشاب وغیرہ کرتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے۔''

مفردات: ...... اَتَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، جب تم آ ؤ۔ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا استعمال سے نہی جمع مذکر حاضر، منہ نہ کرو۔ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا استفعال سے نہی جمع مذکر حاضر، ادھر پیٹھ نہ کرو۔ شَرِّقُوْا تفعیل سے جمع مذکر حاضر امر، مشرق کی جانب اختیار کرو۔ غَرِّبُوْا تفعیل سے امر حاضر جمع مذکر، مغرب کی جانب اختیار کرو۔ مَرَاحِیْضَ اس کا واحد مِرْحَاضٌ ہے، حاجت گاہ۔ بُنِیَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بنائی گئیں۔ فَنَنْحَرِفُ انفعال سے مضارع معلوم جمع متکلم، ہم فارغ ہوکر واپس آتے۔

٤٥٠۔ عن أَبِی أَیُّوْبَ الأَنْصَارِیِّ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِمِصْرَ یَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِیْ کَیْفَ أَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْکَرَابِیْسِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاذَهَبَ أَحَدُکُمْ الْغَائِطَ أَوِالْبَوْلَ فَلاَ یَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلاَ یَسْتَدْبِرَهَا بِفَرْجِهِ. (رواه مالك ٤٥٣)

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے یہ بات مصر میں کہی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں پوشیدہ خانوں کو کیسے استعمال کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص حاجت رفع کرنے جائے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ۔''

مفردات: ...... مَا اَدْرِیْ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں نہیں جانتا۔ اَصْنَعُ مضارع واحد متکلم، میں کروں۔ اَلْکَرَابِیْسَ اس کا واحد اَلْکِرْبَاسُ ہے، لیٹرین۔

(٤٤٩) بخاری: ٣٩٤۔ مسلم: ٢٦٤۔ نسائی: ٢٢۔ ابوداود: ٩۔ ابن ماجه: ٣١٨۔ احمد: ٦٥۔ ٢٣.

(٤٥٠) مالك: ٤٥٣۔ بخاری: ١٤٤۔ مسلم: ٢٦٤۔ نسائی: ٢٢۔ ابوداود: ٩۔ ابن ماجه: ٣١٨۔ احمد: ٢٣٠٦٥۔ دارمی: ٦٦٥.

٤٥١ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزَلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ ، الحديث مطولا . (رواه أبوداود ٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لیے بمنزل باپ کے ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ جب تم میں سے کوئی شخص حاجت رفع کرنے جائے۔'' (طویل حدیث تا آخر)

مفردات: ...... أُعَلِّمُكُمْ تفعیل سے مضارع معلوم واحد متکلم، ضمیر مفعول بہ، میں تمہیں سکھاتا ہوں۔

انتباہ: ...... اس کی تکمیل یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کو آئے تو نہ تو قبلہ کی جانب منہ کرے اور نہ ہی پشت کرے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور استنجا تین پتھروں سے کرے اور لید یا گوبر اور بوسیدہ ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو۔

٤٥٢ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَمْ يَسْتَدْبِرْهَا فِي الْغَائِطِ ، كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ ، وَمُحِيَ عَنْهُ سَيِّئَةٌ . (رواه الطبراني في الأوسط)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ''جو شخص بوقت بول و براز نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔'' (الاوسط)

مفردات: ...... مُحِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، مٹا دی جاتی ہے۔

٤٥٣ـ عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُوْلُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هٰذَا قَالَ: بَلٰى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ . (رواه أبوداود، ١١)

مروان الاصفر نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنا اونٹ قبلہ کی طرف بٹھایا اور پھر اس کی طرف پیشاب کرنے لگے۔ میں نے کہا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ انہوں نے کہا ممانعت تو صحرا کے لیے کی گئی ہے، اور اگر تیرے اور قبلے کے درمیان کسی چیز کا پردہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

مفردات: ...... أَنَاخَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، سواری کو بٹھایا۔ رَاحِلَتَهُ سواری۔ مُسْتَقْبِلَ استفعال سے اسم فاعل، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس حال میں کہ منہ۔ اِلَيْهَا اس سواری کی طرف۔ يَسْتُرُكَ ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، تجھے پردہ کرے۔

---

(٤٥١) ابوداؤد: ٨۔ حسن ہے۔ البانی: ٦۔ بخاری: ٣٨٦٠۔ نسائی: ٤٠۔ ابن ماجه: ٣١٣۔ احمد: ٧٣٢١۔ دارمی: ٦٧٤.

(٤٥٢) طبرانی اوسط، رجاله رجال الصحيح، مگر شیخ طبرانی اور اس کا شیخ دونوں ثقہ ہیں۔ ہیثمی: ١٠١٤.

(٤٥٣) ابوداود: ١١۔ حسن ہے۔ البانی: ٨.

٤٥٤ ـ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: اِرْتَقَيْتُ فَـوْقَ ظَهْـرِ بَيْـتِ حَـفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ . (رواه البخاری ١٤٨)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اپنے کام کے لیے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ کو شام کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ پھیر کر حاجت کرتے دیکھا۔

مفردات:...... اِرْتَقَيْتُ افتعال سے ماضی واحد متکلم، میں چڑھا۔

٤٥٥ ـ عَـنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَوْمٌ يَكْرَهُوْنَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوْا بِفُرُوْجِهِمُ الْـقِبْـلَةَ . فَـقَـالَ: أُرَاهُمْ قَدْ فَعَلُوْهَا اسْتَقْبِلُوْا بِمَقْعَدَتَيِ الْقِبْلَةِ . (رواه إبن ماجة ٣٢٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگ قبلہ کی طرف منہ کرنا مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا گمان ہے وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تم دونوں شرمگاہوں کو قبلہ کی طرف کر سکتے ہو۔''

شرح: ......ان تمام احادیث کی وضاحت یہ ہے کہ قضائے حاجت کے لیے قبلہ کی جانب نہ تو منہ کیا جائے اور نہ ہی پیٹھ کی جائے۔ لیکن اگر اس مقام پر ہوں جہاں مشرق کی جانب کریں یا مغرب کی جانب منہ کریں نہ تو قبلہ کی جانب منہ ہو اور نہ ہی پیٹھ ہو تو پھر مشرق اور مغرب کی جانب منہ کر لیں، اگر پیٹھ یا منہ قبلہ کی جانب آتا ہو تو پھر شمال یا جنوب کی جانب کیا جائے۔

ایک تعارض: بعض روایات میں صحراء اور عمارتوں کا فرق آیا ہے کہ صحراء میں قبلہ رخ نہ ہوا جائے، عمارتوں میں جائز ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صحراء میں بھی اور غیر صحراء میں بھی قبلہ رخ ہونا جائز ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ یہ قول غلط ہے۔

(اس کا حل) ان میں سے صحیح ترین بات یہی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت مطلق طور پر قبلہ کی جانب منہ کرنا، یا پیٹھ کرنا منع ہے، صحراء ہو یا عمارتیں ہوں۔

ایک رسول اکرم ﷺ کا عمل ہوتا ہے، ایک آپ کا قول ہے، ان میں تکراؤ ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے۔ علامہ عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

اَلْاِحْتِرَازُ عَنِ الْاِسْتِقْبَالِ وَالْاِسْتِدْبَارِ فِيْ الْبُيُوْتِ اَحْوَطُ وُجُوْبًا . (مرعاة: ١/٤١١)

''گھروں میں بھی قضائے حاجت کے لیے قبلہ کی جانب منہ کرنا، یا پیٹھ کرنا احتیاطاً واجب ہے کہ منہ یا پیٹھ قبلہ

---

(٤٥٤) بخاری: ١٤٨ـ مسلم: ٢٦٦ـ نسائی: ٢٣ـ ابوداود: ١٢ـ ابن ماجه: ٣٢٢ـ احمد: ٥٦٨٢ـ مالك: ٤٥٥ـ دارمی: ٦٦٧.
(٤٥٥) ابن ماجه: ٣٢٤ـ احمد: ٢٥٣٧١ـ ضعیف ہے۔ البانی: ٦٨.

رخ نہ کی جائے۔"

۲۔بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آیا اور چھت پر چڑھا، بعض میں نبی ﷺ کے گھر کا ذکر ہے،بعض میں آتا ہے، میں اپنے گھر میں آیا اور چھت پر چڑھا۔

تو ان میں مطابقت یہ ہے کہ اصل ملکیت نبی ﷺ کی تھی، بیوی کی حیثیت سے گھر کی نسبت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جانب کی اور بہن کے گھر کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا گھر کہہ رہے ہیں، اصل میں یہ گھر نبی ﷺ کا تھا جس پر آپ کو قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

۳۔ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء منع ہے، اور لید اور گوبر اور ہڈی سے استنجاء منع ہے، اس سے ایک تو صفائی حاصل نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تین پتھروں سے کم سے استنجاء نہ کیا جائے۔جن احادیث میں تین سے کم پتھروں سے استنجا کرنے کا آتا ہے، وہ ضعیف ہیں۔ (مرعاۃ: ۱/۴۱۳)

٤٥٦ ـ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ: كَانَ أَبُوْ مُوْسٰى يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَبُوْلُ فِيْ قَارُوْرَةٍ وَيَقُوْلُ: إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ جِلْدَأَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيْضِ . فَقَالَ حُذَيْفَةُ: لَوَدِدْتُ أَنَّ صَاحِبَكُمْ لاَ يُشَدِّدُ هَذَا التَّشْدِيْدِ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَتَمَا شٰى فَأَتٰى سُبَاطَةَ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتّٰى فَرَغَ . (رواه مسلم ٢٧٣ . كتاب الطهارة)

ابووائل سے روایت ہے کہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پیشاب کے بارے میں تشدد کرتے تھے اور وہ ایک بوتل میں پیشاب کرتے تھے اور کہتے تھے بنو اسرائیل کی کھال کو اگر پیشاب لگ جاتا تو اس کو قینچی سے کاٹتے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تو یہ پسند ہے کہ یہ تمہارا رفیق اس قدر تشدد نہ کرتا تو بہتر ہوتا۔ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلتے دیکھا ہے کہ ہم چلتے جا رہے تھے پھر آپ ﷺ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر گئے جو دیوار کی اوٹ میں تھا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے جیسے تم کھڑے ہوتے ہو اور میں آپ سے فاصلے پر جا کھڑا ہوا تو آپ نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں قریب آ کر آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پیچھے کھڑا ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ فارغ ہو گئے۔

مفردات:...... يُشَدِّدُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، سختی کرتے، اسے بہت سخت حکم قرار دیتے۔

---

(٤٥٦) مسلم: ٢٧٣ـ كتاب الطهارة ـ بخاری: ٢٤٧١ـ ترمذی: ٩٤ـ نسائی: ٢٨ـ ابوداود: ٢٣ـ ابن ماجه: ٥٤٣ـ احمد: ٢٢٩٠٦ـ دارمی: ٦٦٨.

قَارُوْرَةٍ بوتل۔ قَرَضَهٗ ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر کپڑے کی جانب لوٹتی ہے، مفعول بہ ہے۔ اسے کاٹتے، اَلْمَقَارِيْضُ اس کا واحد مِقْرَاضٌ ہے، قینچی۔ صَاحِبُكُمْ مراد، حضرت ابوموسیٰ ہیں۔ فَتَمَاشٰی تفاعل سے مضارع معلوم جمع متکلم، ہم چل رہے تھے۔ سُبَاطَةٌ کوڑا کرکٹ کی جگہ۔ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ افتعال سے ماضی واحد متکلم میں دور چلا گیا آپ ﷺ سے۔ فَاَشَارَ اِفعال سے ماضی واحد مذکر غائب اشارہ کیا آپ نے۔ اِلَيَّ ضمیر مجرور ہے، میری طرف۔ عَقِبِهٖ ایڑی کے قریب۔ فَرَغَ ماضی واحد مذکر غائب، آپ فارغ ہوئے۔

٤٥٧۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ: رَآنِيْ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا عُمَرُ لاَ تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کھڑا ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کے پیشاب نہ کیا کرو، چنانچہ میں نے اس کے بعد کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔“

٤٥٨۔ وله قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا بُلْتُ قَائِمًا مُنْذُ أَسْلَمْتُ. (هما للترمذى ١٢)

اور ترمذی کی ایک روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جب سے مسلمان ہوا ہوں میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔“

٤٥٩۔ وَلَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ تَبُوْلَ وَأَنْتَ قَائِمٌ.

اور ترمذی کی روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: گناہ کی بات ہے کہ تو کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

مفردات:...... اَلْجَفَاءُ ظلم ہے۔

٤٦٠۔ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلاَتُصَدِّقُوْهُ، مَا كَانَ يَبُوْلُ إِلَّا قَاعِدًا. (للترمذى ١٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو شخص تم سے بیان کرے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔“

٤٦١۔ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنِ قَالَ: بَيْنَا سَعْدٌ يَبُوْلُ قَائِمًا، إِذْ اتَّكَأَ فَمَا، قَتَلَتْهُ الْجِنُّ. فَقَالُوْا: نَحْنُ قَتَلْنَا سَيِّدَ آلِ خَزْرَجَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَمَيْنَاهُ بِسَهْمٍ فَلَمْ نُخْطِئْ فُؤَادَهٗ. (للكبير وابن سيرين لم يدرك سعد).

ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے۔ جنات نے ان کو قتل کیا تو جنات نے کہا ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے۔ ہم نے تیر مارا اور وہ اس کے دل پر لگنے سے خطا نہ گیا۔

---

(٤٥٧) نسائی: ٢٩۔ ابن ماجہ: ٣٠٧۔ ضعیف ہے۔ البانی: ٢۔ ترمذی: ١٢.

(٤٥٨) ترمذی: ١٢.

(٤٥٩) ترمذی: ١٢.

(٤٦٠) ترمذی: ١٢۔ نسائی: ٢٩۔ ابن ماجہ: ٧۔ ٣۔ صحیح هے۔ البانی: ١١.

(٤٦١) طبرانی کبیر: یہ ضعیف ہے، ابن سیرین نے سعد بن عبادہ سے ملاقات نہیں کی ان سے نہیں ملے، انقطاع ہے۔ هیثمی: ١٠١٧.

شرح: ......ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں پیشاب کھڑا ہو کر کرنے کی ممانعت آئی ہے، وہ یا تو موقوف ہیں، یا ضعیف ہیں۔

صحیح ترین بات یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے بسند صحیح غیر منسوخ طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔

۲۔ یہ جو آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کیا تھا۔

یہ ان کا قول ہے نبی اکرم ﷺ تک سند ثابت نہیں، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۴۳۱)

۳۔ باقی اب ٹکراؤ ہے کہ صحیح حدیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہوتا ہے، اور صحیح حدیث سے ہی ممانعت ثابت ہے۔

تو اس کا حل یہ ہے کہ ایک تو مطابقت یوں ہوگی کہ جو ممانعت کا ثبوت ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، یہ درست ہے کیونکہ گھر میں آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا، گھر سے باہر کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا جائے، اسے ہی عادت بنایا جائے۔ مگر کھڑے ہو کر کا جواز ہے اور اسے اجازت تصور کیا جائے عادت نہ بنایا جائے۔

۴۔ اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا کہ آپ کے پاؤں کی موچ وغیرہ یا گھٹنے میں تکلیف تھی، یہ احتمالات سب کمزور ہیں، بے ثبوت ہیں، کھڑے ہو کر پیشاب آپ نے جواز کے لیے کیا تھا۔

٤٦٢ ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: أَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيْثًا لاَ أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ . قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِيْ حَدِيْثِهِ: يَعْنِيْ حَائِطَ نَخْلٍ (رواه مسلم، ٣٤٢، كتاب الحيض)

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور پھر مجھ سے مخفی بات کی جو میں کبھی کسی انسان کو نہیں بتاؤں گا اور عبد اللہ وہی کچھ پسند کرتے تھے جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے پردے کا کام لیا تھا خواہ کوئی ٹیلہ ہوتا یا کھجور کا باغ ہوتا۔

مفردات: ...... اَرْدَفَنِيْ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے۔ مجھے پیچھے سوار کیا۔ فَاَسَرَّ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پوشیدہ رکھا۔ اِلَيَّ ضمیر مجرور واحد متکلم، میری طرف۔ بِہٖ وہ بات نہ بتاؤں گا۔

(٤٦٢) مسلم، كتاب الحيض: ٣٤٢۔ ابو داود: ٢٥٤٩۔ ابن ماجه: ٣٤٠۔ احمد: ١٧٤٧۔ دارمی: ٧٥٥.

اَحَبَّ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب پسند کرتے تھے۔ مَـا اسم موصول جو اِسْتَتَـرَ استفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پردہ کیا۔ ھَدَفٌ بلند زمین یا حَائِشٌ کھجور کی دیوار۔

٤٦٣ ــ عَـنْ عَبْـدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: اِنْـطَـلَـقْـتُ اَنَـا وَعَـمْرُوبْنُ الْعَـاصِ إِلٰى النَّبِيِّ ﷺ فَـخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَـتَرَ بِهَا ثُـمَّ بَـالَ فَـقُلْنَا انْظُرُوْا إِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَ ذٰلِكَ فَقَالَ:أَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا لَقِيَ صَـاحِـبَ بَـنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانُوْا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوْا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ (رواه أبوداود ٢٢)

سیدنا عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عمرو بن عاص نبی ﷺ کی طرف آئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے پاس موٹی سی چیز تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پردہ کر کے اس کی طرف پیشاب کیا تو ہم نے کہا: ان کو دیکھو تو اس طرح پیشاب کرتے ہیں جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہماری گفتگو سنی اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ بنو اسرائیل کے رفیق کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ بنو اسرائیل میں سے کسی کو اگر پیشاب لگ جاتا تو اس جگہ کو وہ کاٹ دیتے تھے پس ان کے رفیق نے ان کو منع کیا تو اس کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

مفردات: ...... دَرَقَةٌ ڈھال۔ فَنَهَاهُمْ پس۔ نَهَا ماضی واحد مذکر غائب، منع کیا اس نے۔ ضمیر مفعول بہ ہے، انہیں۔ فَعُذِّبَ تفعیل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، عذاب دیا گیا۔

٤٦٤۔ قَـالَ أَبُـوْدَاوُد: قَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ أَبِيْ وَائِـلٍ عَـنْ أَبِـيْ مُـوسٰى فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ. (رواه أبوداود، ٢٢)

ایک اور روایت میں ہے: ''ان کی کھال کو۔''

٤٦٥۔ وَقَـالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْ مُـوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَـالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ (رواه أبوداود، ٢٢)

دوسری روایت میں ہے: ''ان کے جسم کو۔''

شرح: ......١۔ اس میں جو آیا ہے کہ جہاں جسم پر پیشاب جائے اسے کاٹتے تھے، یہ ضعیف بات ہے اور غلط ہے، چمڑہ وغیرہ یا لباس کاٹنے والی بات درست ہے۔

---

(٤٦٣) ابوداود: ٢٢۔ نسائی: ٣٠۔ صحیح البانی: ١٦.

(٤٦٤) ابوداود: ٢٢۔ موقوف، صحیح۔ البانی: ١٧.

(٤٦٥) ابوداود: ٢٢ منکر ہے۔

۲۔ ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت ایسا پردہ ہونا چاہیے جہاں سے آدمی کا وجود لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے، نظر نہ آئے، یہ بہت ہی پختہ حکم ہے۔

۳۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زجر وتوبیخ کی ہے اور بنو اسرائیل نے جو اس حکم کی نافرمانی کی تھی اور اس کی وجہ سے جو وہ عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ تاریخ اس اعتراض کرنے والے کے سامنے رکھی تھی کہ انہوں نے اپنے دین کے ایک نیک حکم کی مخالفت کی تو عذاب میں مبتلا ہوئے اور تم بھی وہی طریقہ اپنانا چاہتے ہو، لہٰذا پیشاب کی نجاست سے مکمل طور پر احتراز کرو کہیں پہلی امتوں کی مانند گرفتارِ عذاب نہ ہو جانا۔ اور میں اس وجہ سے چھپ چھپ کر پیشاب کرتا ہوں اور تم مجھے عورتوں کی مانند پیشاب بیٹھنے کا طعنہ دیتے ہو، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

٤٦٦ ـ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لاَ یَخْرُجِ الرَّجُلاَنِ یَضْرِبَانِ الْغَائِطَ کَاشِفَیْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا یَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِكَ . (رواه أبوداود ١٥)

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے فرماتے سنا ہے کہ دو مرد نہ نکلیں پاخانہ کرنے کے لیے اس حال میں کہ دونوں نے ستر ننگے کیے ہوں اور باتیں کر رہے ہوں کیونکہ اللہ ایسی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔“

٤٦٧ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لاَ یَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتّٰی یَدْنُوَ مِنَ الأَرْضِ . قَالَ أَبُوْدَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ ضَعِیْفٌ . (رواه أبوداود ١٤)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حاجت رفع کرنا چاہتے تو اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے یہاں تک کہ زمین کے قریب ہو جاتے۔“

مفردات: ...... حَتّٰی یَدْنُوَ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ان پوشیدہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہاں تک کہ قریب ہو جائے۔

شرح: ......اس میں قضائے حاجت کا ادب سکھایا گیا ہے کہ شرمگاہ سے کپڑا بوقت ضرورت اٹھانا ہے، تاکہ ستر کی حفاظت ہو اور کپڑا نجاست سے بھی محفوظ رہے۔

---

(٤٦٦) ابوداود: ١٥ـ احمد: ١٠٩١٧ـ ضعیف، البانی: ٧٤.

(٤٦٧) ابوداود: ١٤ـ ضعیف۔ اس میں جہالت ہے، حسین بن عبیداللہ عجلی ایک سند میں آتا ہے، کان یضع الحدیث، ہیثمی: ١/ ٤٢٠ـ اخرجه الترمذی: ١٤ـ دارمی: ٦٦٦ لیکن البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ صحیح: ١١ـ

صحراء ہو یا گھر ہو یا حاجت گاہ ہو سب کا یہی حکم ہے کیونکہ بلا ضرورت ستر اٹھانے کی ممانعت ہے، ہمہ وقت اس ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شریعت فضولیات سے کس قدر اجتناب کی تلقین کرتی ہے۔

٤٦٨ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لاَ فَلاَ حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لاَّ فَلاَ حَرَجَ وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ وَمَا لاَكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لاَّ فَلاَحَرَجَ وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيْبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِبَنِيْ آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلاَ حَرَجَ. (رواه أبوداود ٣٥)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو سرمہ لگائے تو طاق بار لگائے جس نے ایسا کیا تو بہتر ہے اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں ہے جس نے خوشبو لگائی تو وہ طاق بار لگائے یہ بہتر ہے اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں ہے جس نے کچھ کھایا اور دانتوں میں سے کوئی چیز نکالی تو اس کو پھینک دے اور جو زبان کے ساتھ نکالی تو اس کو اندر اتار لے جس نے ایسا کیا تو بہتر ہے اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں (جو پیشاب وغیرہ) کرنے کے لیے جائے وہ چھپ کر بیٹھے اگر کوئی پردہ نہ ملے تو ریت کا ٹیلہ جمع کر کے اس کی طرف پیٹھ کر لے کیونکہ شیطان بنو آدم کی پشت سے کھیلتا ہے جس نے کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہ کیا اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔''

مفردات: ...... اكْتَحَلَ افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، سرمہ ڈالا اس نے فَلْيُوْتِرْ افعال سے امر غائب واحد مذکر، وتر کرے، طاق رکھے۔ اِسْتَجْمَرَ استفعال سے ماضی وحد مذکر غائب، استنجاء کرے۔ تَخَلَّلَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، دانتوں کے درمیان رہ جانے والی چیز۔ لاَكَ ماضی واحد مذکر غائب، منہ میں گھومنے والی چیز۔ فَلْيَبْتَلِعْ افتعال سے امر غائب واحد مذکر، نگل جانا چاہیے۔ كَثِيْبًا ڈھیر۔ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ استفعال سے امر غائب، پیچھے کر لے اسے۔ بِمَقَاعِدِ اس کا واحد مَقْعَدٌ بیٹھنے کی جگہ۔

شرح: ......١۔ اس حدیث میں طاق تعداد میں سرمہ پہننے کا حکم ہے۔ تین سلائیں ایک آنکھ میں اور تین ہی دوسری میں۔ لیکن یہ ضروری نہیں جو کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے، جو نہیں کرتا گناہ نہیں۔ شمائل ترمذی میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سرمہ دانی رکھی ہوئی تھی جس سے سرمہ لے کر آپ اپنی ایک آنکھ میں تین مرتبہ اور دوسری آنکھ میں بھی تین مرتبہ سرمہ ڈالتے تھے۔

(٤٦٨) ابوداود: ٣٥ـ بخاری: ١٦٢ـ مسلم: ٢٣٧ـ نسائی: ٨٨ـ ابن ماجه: ٤٠٩ـ احمد: ٢٧٢٨٢ـ مالك: ٣٤ـ دارمی: ٦٦٢.

۲۔ اس میں طاقت پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجاء کا حکم ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ کم از کم تین ڈھیلے ہوں، اس سے زیادہ جتنے بھی ہوں طاق ہوں۔

۳۔ ہدایت یہ ہے کہ آدمی کھانا کھا رہا ہو تو دانتوں میں اس میں سے کچھ اگر پھنس جائے تو اسے دانت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے کیونکہ اس سے اس میں تغیر آ جاتا ہے اور یہ گندہ ہو جاتا ہے۔ جو طبیعت اور صحت کے لیے ناگوار ہے۔ البتہ اگر زبان کے ساتھ خود بخود اسی وقت نکل کر منہ میں آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے ناخوشگواری پیدا نہیں ہوتی۔

۴۔ قضائے حاجت کا ادب سکھایا گیا ہے کہ پردہ کیا جائے خواہ مٹی یا ریت اکٹھی کر کے اس کا پردہ بنا لیا جائے، وگرنہ شیطان شرانگیزی کرتا ہے اگر پردہ کر لیا جائے تو پھر شیطان سے حفاظت رہتی ہے، یہ تمام امور بہتر ہیں ان پر عمل سے ثواب ہوگا انہیں چھوڑنے سے گناہ نہیں۔

٤٦٩ ــ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْهَبُ لِحَاجَةٍ إِلَى الْمُغَمَّسَ. قَالَ نَافِعٌ: نَحْوَ الْمِيْلَيْنِ مِنْ مَكَّةَ. (رواه أبويعلى والكبير)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ مقام مغمس تک مرفع حاجت کے لیے دور جاتے تھے۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں مکہ مکرمہ سے مقام مغمس دو میل کے فاصلے پر ہے۔" (الموصلی)

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ قضائے حاجت کے لیے دور جانا مسنون ہے، یہ تب ہے جب کھلی فضا ہو، اگر لوگوں کی موجودگی میں ہو حاجت گاہ بنی ہو، پردہ لٹکایا ہو یا گڑھا وغیرہ ہو تو پھر اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں۔

٤٧٠ ــ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَبَوَّأُ لِبَوْلِهِ، كَمَا يَتَبَوَّأُ لِمَنْزِلِهِ. (للأوسط وفيه يحى بن عبيد بن وحى عن أبيه)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح جگہ تلاش کرتے تھے بول براز کے لیے جیسے ٹھہرنے کے لیے جگہ دیکھتے تھے۔" (الاوسط)

٤٧١۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ مُدْلَجٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: عَلَّمَنَا النَّبِيُّ ﷺ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ كَالْمُسْتَهْزِئِ: أَمَا عَلَّمَكُمْ كَيْفَ تَخْرَؤُوْنَ؟ قَالَ بَلٰى، وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ، لَقَدْ أَمَرَنَا أَنْ نَتَوَكَّأَ عَلَى

بنو مدلج کے ایک آدمی سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک بن جعشم رسول اکرم ﷺ کے پاس سے آئے اور وہ کہتے ہیں کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس طرح اور اس طرح طریقہ تعلیم کیا ہے۔ پس ایک مرد نے مذاق میں کہا: تجھے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ تو بول براز کیسے کرے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں قسم اس ذات

(٤٦٩) ابو يعلى طبرانى كبير و رجاله ثقات من اهل الصحيح.

(٤٧٠) طبرانى اوسط، اس میں یحییٰ بن عبید بن وحی عن ابیہ ہے، یہ مجہول ہے۔

الْيُسْرَىٰ، وَأَنْ نَنْصِبَ الْيُمْنٰى. (للكبير، ٦٦٠٥)

کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم بائیں پاؤں پر بوجھ ڈال کر دائیں پاؤں کو کھڑا کریں۔

٤٧٢ـ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِتَّقُوْا الْبَوْلَ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ فِي الْقَبْرِ. (رواه الطبراني فی الكبير،٧٦٠٥)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیشاب سے بچو قبر میں سب سے پہلے حساب اسی کا لیا جاتا ہے۔(الکبیر)

مفردات:...... يُحَاسَبُ مفاعلہ سے مضارع مجہول، حساب کیا جائے گا۔

شــرح:......اس کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جس میں نبی ﷺ نے دو قبر والوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا، اس وجہ سے ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔(بخاری، کتاب الطهارة، جنائز وغيره مسلم، كتاب الطهارة)

٤٧٣ـ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ:أَهْرَقْتُ الْمَآءَ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ أَبُوْلُ. (للكبير بضعف)

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں پانی بہاتا ہوں بلکہ یہ کہے کہ میں پیشاب کرتا ہوں۔'' (الکبیر سند ضعیف ہے)

٤٧٤ــ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَادَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ. (رواه الترمذی، ١٧٤٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلا جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔

٤٧٥ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَادَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ. (أبوداود ١٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی رکھ دیتے تھے۔

---

(٤٧١) طبرانی کبیر: ٦٦٠٥ رجل لم یسم.

انتباہ: لیکن اس سے پہلے صحیح سند سے حضرت سلمان سے حدیث گزر چکی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔لیکن قضائے حاجت کے وقت بائیں پاؤں پر ٹیک لگانے کا ذکر اس میں نہیں۔

(٤٧٢) طبرانی کبیر: ٧٦٠٥ـ ورجاله موثوقون هيثمي: ١٠٣٤.

(٤٧٣) طبرانی کبیر، يضعف، وفيه عنبسه بن عبدالرحمن عنبسه وقد اجمعوا على صنعه.

(٤٧٤) ترمذی: ١٧٤٦ـ نسائی: ٥٢١٣ـ ابوداود: ١٩ـ ابن ماجه: ٣٠٣ـ ضعيف، البانی: ٢٩٢.

(٤٧٥) ابوداود: ١٩ بقیہ اوپر والی، منکر ہے۔البانی: ٥.

٤٧٦۔ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِبْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَادَخَلَ الْخَلاءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ والْخَبَائِثِ، ''یا اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان سے اور خبیث اشیاء سے۔

٤٧٧۔ وَقَالَ سَعِيْدُبْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعُزِيْزِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ . (رواه البخاري ،١٤٢)

اور ایک روایت میں ہے: جب داخل ہونے کا ارداہ کرتے تھے۔

٤٧٨۔ وَفِيْ أُخْرٰى: إِذَا دَخَلَ الْكَنِيْفَ . (رواه مسلم ٣٧٥ ، كتاب الحيض)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب حاجت رفع کرنے کی جگہ جاتے۔

مفردات:...... اَلْكَنِيْفِ حاجت گاہ۔ اس کی جمع كُنُفٌ ہے۔

٤٧٩۔ عَنْ زَيْدِبْنِ أَرْقَمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلاءَ فَلْيَقُلْ أَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ. (لأبى داود ، ٦)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی بیت الخلاء جائے تو وہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آیا ہوں مذکر اور مونث شیاطین کے شر سے۔''

مفردات: ...... اَلْحُشُوْشَ اس کا واحد حَشٌّ ہے، اصل میں گھنی کھجوروں کے درخت کو کہتے ہیں کیونکہ قضائے حاجت میں اس سے پردہ کا کام لیتے تھے، مراد حاجت گاہیں ہیں۔ مُحْتَضَرَةٌ افتعال سے اسم مفعول، مونث ہے، جن حاضر ہوتے ہیں۔

شرح:...... قضائے حاجت کے لیے جو بھی جگہ ہو اس میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تیاری ہو جائے تو یہ دعا پڑھی جائے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار بندگی ہے۔ خُبُث خبیث کی جمع ہے، موذی جنوں کو کہتے ہیں۔ اَلْخَبَائِث، خَبِيثَةٌ کی جمع ہے۔ اس سے مؤنث جن مراد ہیں۔ یہ مقام چونکہ ذکر الٰہی سے خالی ہوتا ہے، اتنی دیر آدمی ذکر الٰہی سے محروم رہتا ہے، اس لیے ان جنوں اور جنیوں کی شرانگیزی سے اللہ تعالیٰ سے پناہ پہلے ہی طلب کر لی جاتی ہے تاکہ ان شریروں سے حفاظت رہے۔

٤٨٠۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب

(٤٧٦) مسلم: ٣٧٥۔ ترمذی: ٦۔ نسائی: ١٩۔ ابوداود: ٤۔ ابن ماجہ: ٢٩٦۔ احمد: ١٣٥٨٧۔ دارمی: ٦٦٩.
(٤٧٧) بخاری: ١٤٢.
(٤٧٨) مسلم: ٣٧٥۔ کتاب الحیض، بخاری: ٦٣٢٢ بقیہ تخریج نمبر ٤٧٦ والی ہے۔
(٤٧٩) ابوداود: ٦۔ ابن ماجہ: ٢٩٦۔ احمد: ١٨٨٤٤۔ صحیح البانی: ٤.
(٤٨٠) ترمذی: ٧۔ ابوداود: ٣٠۔ ابن ماجہ: ٣٠٠۔ صحیح، البانی: ٤.

النَّبِيُّ ﷺ إِذَاخَرَجَ مِنَ الخَلاءِ قَالَ: غُفْرَانَكَ . (رواه الترمذيى ، ٧ ،)

بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے تھے: غفرانك ، ''اے اللہ! تیری مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

مفردات: ...... غُفْرَانَكَ یہ مفعول بہ یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں، یا مجھے معاف کر دے۔

٤٨١۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَاخَرَجَ مِنَ الْخَلاءَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِالَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّى الأَذٰى وَعَافَانِيْ . (رواه إبن ماجة ، ٣٠١)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ، ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے ایذا رساں چیز دور کر دی اور مجھے عافیت بخشی۔''

٤٨٢۔ وَفِي رِوَايَةٍ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَخْرَجَ عَنِّي أَذَاهُ، وَأَبْقٰى فِيْ مَنْفَعَتَهُ . (لرزين)

اور ایک روایت میں ہے اللہ کا شکر کہ خوراک کی اذایت مجھ سے دور کر دی اور اس کا نفع باقی رکھا۔ (رزین)

شرح: ...... بیت الخلاء سے باہر آنے کا ادب بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کی جائے، کہا جائے اے میرے رب! مجھے ایسی مغفرت عنایت فرما دے جو تیری جناب کے لائق ہے میں اگر چہ اس کا مستحق نہ بھی ہوں پھر اپنے فضل سے مغفرت عطا کر دے۔

انسان چونکہ قضائے حاجت سے فراغت تک ذکر الٰہی سے محروم رہتا ہے، اس تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نجاست اگر پیٹ میں ہی رک جائے تو یہ ہلاکت کا باعث ہے، اس کا نکلنا ایک عظیم نعمت ہے اس کے بغیر صحت نہیں رہتی تو اس کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے مغفرت طلب کی جاتی ہے کہ پروردگار اگر اس نعمت کے شکریے میں کمی رہ جائے تو مجھے معاف کر دینا۔

انتباہ: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قضائے حاجت سے فارغ ہو کر جو دعائیں آتی ہیں، ان میں صرف یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ثابت ہے۔ دوسری ثابت نہیں۔ (مرعاۃ: ١/ ٤٢٩)

٤٨٣۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: سَتْرُمَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِيْ آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلاءَ أَنْ يَقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ . (رواه الترمذي، ٦٠٦)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنات کی آنکھوں کے درمیان اور تمہارے پردے کے مقام کے درمیان جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو پردہ یہ ہے کہ وہ کہے ''بسم اللہ''۔'' (ترمذی)

(٤٨١) ابن ماجه: ٣٠١۔ ضعيف، الباني: ٦٠.
(٤٨٢) رزين.
(٤٨٣) ترمذي: ٦٠٦۔ ابن ماجه (٢٩٧۔ صحيح الباني: ٤٩٦.

مفردات:...... سَقْرٌ پردہ، یہ مصدر ہے۔ مَا بَیْنَ اَعْیُنِ الْجِنِّ ماصولہ ہے۔ عَیْنٌ کی اَعْیَنٌ ہے۔ ستر مبتداء ہے، یہ سارا جملہ آگے خبر ہے معنی ہوا جوجنوں کی آنکھوں کے درمیان پردہ ہے۔ عَوْرَاتِ اس کا واحد عَـوْرَةٌ ہے، شرم کی چیز۔

شرح:...... اِذَا دَخَلَ اَحَدُهُمْ الْخَلَاءَ جب ان میں سے کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو، پہلا حصہ مبتداء وخبر جو ہے، یہ اس کی ظرف ہے، جو قید بن کر بیان ہوئی ہے۔

یعنی قضائے حاجت کے وقت جب آدمی ضروری ستر کھولے تو اس کے لیے بسم اللہ کہنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ کا نام آدم کی اولاد کے لیے ایک مہر کی حیثیت رکھتا ہے، جسے شیطان توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لیے اپنے تحفظ کے لیے اسے ضرور پڑھے۔

۲۔ بہتر تو یہی ہے کہ بسم اللہ کے الفاظ پر اکتفا کیا جائے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۴۲۸)

۳۔ اعتراض ہوسکتا ہے پہلے اس بیت الخلاء میں داخل ہونے والی دعاء کے ساتھ اعوذ باللہ آیا ہے، یہاں بسم اللہ ہے، کیا پڑھا جائے؟

اس کا حل یہ ہے کہ دونوں میں سے جو چاہے پڑھ لے جائز ہے، کیونکہ دونوں سنت سے ثابت ہیں۔

اور سب سے بہتر یہ ہے کہ بیت الخلاء میں جانے والی دعایوں پڑھی جائے سب احادیث پر عمل ہوجاتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (فتح الباری، اسنادہ علی شرط مسلم)

الاستنجاء

استنجا کا بیان

٤٨٤۔ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهُ: قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِّنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ. (لمسلم، ٢٦٢، فی كتاب الطهارة)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ تمہارے نبی ﷺ نے تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیدی ہے یہاں تک کہ حاجت رفع کرنا بھی بتایا ہے۔ تو انہوں نے کہا ہاں بات اسی طرح ہے، آپ ﷺ نے ہمیں بول و براز کے وقت منہ قبلہ کی طرف کرنے سے بھی منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے بھی منع کیا ہے، تین پتھروں سے کم استعمال کرنے کی ممانعت بھی کی ہے اور مینگنی اور ہڈی استعمال کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

مفردات: ...... اَلْخِرَاءَةَ پاخانہ۔ اَجَلْ ہاں۔ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ استفعال سے جمع متکلم، مضارع معلوم۔ اَنْ

(٤٨٤) مسلم: ٢٦٢۔ كتاب الطهارة، ترمذی: ١٦۔ نسائی: ٤١۔ ابوداود: ٧۔ ابن ماجه: ٣١٦۔ احمد: ٢٣٢٠٧.

نے نصب دیا ہے، ہم استنجاء کریں۔ بِرَجِيْعٍ لید۔ بِعَظْمٍ ہڈی۔

٤٨٥ ـــ وَفِـيْ رِوَايَةٍ أَنَّ الْقَـائِلَ لَـهُ ذَلِكَ الْمُشْرِكُوْنَ . (لمسلم، ٢٦٢ كتاب الطهارة)
ایک روایت میں ہے کہ یہ قائل مشرک تھا۔

مفردات: ...... لَهُ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہنے والے۔

شـــرح: ......۱۔اس سے ثابت ہوا کہ مشرک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کا تیر برسا رہے تھے لیکن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسے سنجیدہ ماحول دے دیا کہ یہ مزاح کی بات نہیں بلکہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن ادب سکھایا ہے، اس سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی زیرکی اور دانائی کی جھلک نمایاں ہے۔

۲۔اس میں ایک ادب یہ بتایا گیا ہے کہ صحراء ہو یا عمارتیں ہوں پیشاب یا پاخانہ کے وقت نہ تو منہ قبلہ رخ کیا جائے اور نہ پیٹھ ہی کی جائے۔

۳۔دایاں ہاتھ اچھے کاموں کے استعمال کے لیے ہے، اس لیے اس کے ساتھ استنجاء نہ کیا جائے، چھوٹا استنجاء ہو یا بڑا ہو، استنجاء بائیں ہاتھ سے کیا جائے۔

۴۔اور نہ تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء کیا جائے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو استنجاء کرے وہ وتر (طاق) کرے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک ڈھیلے سے بھی استنجاء ہوتا ہے، اس کا مطلب ہے کم از کم تین ہو اور اس سے زیادہ بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر تعداد طاق رہے۔

۵۔لید، گوبر یا ہڈی سے بھی استنجاء کرنا منع ہے، ایک تو ان سے صحیح صفائی حاصل نہیں ہوتی اور پھر جو لید ہے اس سے جنوں کے جانوروں کا کھانا بنتا ہے اور ہڈی جنوں کی خوراک ہے۔انہیں گندگی میں ملوث کرنا مناسب نہیں۔

٤٨٦۔ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِبْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَـنِ الـنَّبِيِّ ﷺ قَـالَ: إِذَا بَـالَ أَحَـدُكُمْ فَلاَ يَـاخُـذَنَّ ذَكَـرَهُ بِيَمِيْنِهِ وَلاَ يَسْتَنْجِيْ بِيَمِيْنِهِ وَلاَ يَتَنَفَّسْ فِي الإِنَاءِ (للبخاری ، ١٥٤)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ اس سے استنجا کرے اور برتن میں سانس بھی نہ لے۔'' (بخاری)

مفردات: ...... فَلَا يَاْخُذَنَّ ، نَصَر سے مضارع معلوم، با نون تاکید ثقیلہ واحد مذکر غائب، ہرگز نہ پکڑے۔ وَلَا يَتَـنَفَّـسْ تفعل سے نہی واحد مذکر غائب سانس نہ لے، ایک نسخہ میں مضارع منفی بھی ہے، اس صورت میں مستقل جملہ ہوگا۔ نہی ہو تو پہلے جملہ پر عطف ہے۔

---

(٤٨٥) مذکورہ بالا۔

(٤٨٦) بخاری: ١٥٤۔ مسلم: ٢٦٧۔ ترمذی: ١٥۔ نسائی: ٤٧۔ ابوداود: ٣١۔ ابن ماجہ: ٣١٠۔ احمد: ٢٢١٤١۔ دارمی: ٦٧٣.

شـــرح: ......ا۔ پیشاب کی حالت میں دائیں ہاتھ کے ساتھ ذکر کو چھونے سے منع کر دیا گیا ہے۔ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثابت ہوا پیشاب کی حالت میں دائیں ہاتھ سے ذکر کو چھونا منع ہے، اس کے علاوہ ضرورت کے وقت دایاں ہاتھ لگانا جائز ہے۔(فتح الباری:۱/۲۵۴)

۲۔اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے پر بھی پابندی ہے، وجہ یہ ہے کہ دایاں ہاتھ کھانے کے لیے ہے اگر اس سے استنجاء کیا جائے تو پھر کھاتے وقت یاد آنے پر طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: اس سے یہ مسئلہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ جس ہاتھ میں اللہ کے نام والی کندہ شدہ انگوٹھی ہے اس سے استنجا کرنا بالاولیٰ منع ہے، کیونکہ یہ دائیں ہاتھ سے زیادہ مقدس ہے اس کا حل یہ ہے ک ہانگوٹھی اتار کر بیت الخلاء میں جایا جائے۔

۳۔ برتن میں سانس لینے کی ممانعت اس لیے ہے کہ باقیماندہ کوئی اور بھی پی سکتا ہے اس طرح دوسرا بدمزہ ہوگا اور ویسے بھی پانی میں غلاظت گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

٤٨٧۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى . (رواه أبوداود ٣٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ طہارت اور کھانے پینے کے لیے مخصوص تھا اور بایاں ہاتھ بیت الخلاء اور ہر غیر طاہر چیز کے لیے۔(ابوداؤد)

مفردات: ...... لِخَلَائِهِ اصل میں قضائے حاجت کو کہتے ہیں، یہاں مراد استنجاء کرنا ہے، یعنی استنجاء کرنے کے لیے تھا۔ اَذًی نجاست وغیرہ کی صفائی کے لیے۔

شـــرح: ......دائیں جانب اور دائیں ہاتھ کو یہ شرف حاصل ہے کہ لباس پہننے، موزے پہننے، مسجد میں داخل ہونے، مسواک کرنے، سرمہ ڈالنے، ناخن تراشنے، لبیں کاٹنے، بالوں میں کنگھی کرنے، زیر بغل بال اتارنے، سر مونڈنے، نماز سے سلام پھیرنے، طہارت کے اعضاء دھونے، بیت الخلاء سے نکلنے، کھانے، پینے، مصافحہ کرنے، حجر اسود کو چومنے وغیرہ ہر اچھے عمل میں دایاں ہاتھ یا جانب کو مقدم رکھا جائے۔

بیت الخلاء سے نکلنے، مسجد سے نکلنے، تھوک گرانے، لباس اتارنے، موزے وغیرہ اتارنے میں بایاں ہاتھ یا جانب استعمال کیے جائیں۔(عون المعبود:۱/۱۳)

٤٨٨۔ عَنْ عُثْمَانَ: مَامَسِسْتُ ذَكَرِيْ بِيَمِيْنِيْ مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے دائیں ہاتھ سے رسول ﷺ کی بیعت کی ہے اس ہاتھ سے میں نے اپنے

(٤٨٧) ابوداؤد: ٣٣۔ احمد: ٢٤٧٩٣۔ صحيح البانی: ٢٦.

(٤٨٨) رزين.

وَأَسْلَمْتُ . فَسَّرَ بِأَنَّهٗ لَمْ يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهٖ . (لرزين)

ذکر کو نہیں مس کیا اور پھر اس کی تفسیر کی کہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا نہیں کیا (رزین)

٤٨٩ـ عَنْ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ أَنَا وَغُلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ . (رواه البخاري ، ١٥١)

ابومیمونہ سے مروی ہے اس نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے جب رسول اللہ ﷺ حاجت رفع کرنے جاتے تو میں اور ہمارا ایک دوسرا لڑکا آپ ﷺ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر جاتے۔

مفردات: ...... تَبِعْتُهٗ ، عَلِمَ سے ماضی واحد مذکر غائب، میں آپ ﷺ کے پیچھے جانا۔ وَغَلَامٌ چھوٹے بچے کو بھی کہتے ہیں اور بڑا ہوا سے بھی کہتے ہیں۔ اِدَاوَةٌ چمڑے کا لوٹا تھا۔

٤٩٠ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ أَتَيْتُهٗ بِمَاءٍ فِيْ تَوْرٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى . قَالَ أَبُوْدَاوُد: فِي حَدِيْثِ وَكِيْعٍ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ بِإِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ . (رواه أبوداود ، ٤٥)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء جاتے تو میں دو برتنوں میں پانی لاتا تو ایک سے آپ استنجا کرتے۔ وکیع کی حدیث میں ہے: پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑتے تھے اور پھر میں دوسرے برتن میں پانی لاتا تو اس سے وضو کرتے۔

مفردات: ...... تَوْرٍ پیتل یا پتھر کا برتن، تاء پر زبر ہے۔ رَكْوَةٍ چمڑے کا برتن۔

شرح: ......۱۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ چھوٹے بچے سے خدمت لینا جائز ہے۔

۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ صرف پانی سے بھی استنجاء کیا کرتے تھے، دیگر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی آپ فقط پتھر سے ہی استنجا کیا کرتے۔ زیادہ تر آپ پہلے پتھر اور بعد میں پانی استعمال کرتے تھے۔ (مرعاة: ۱/ ۴۱۷)

۳۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پیتل کے برتن میں سے وضو کرنا جائز ہے۔

۴۔ صحابی رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے اور برتن لایا تو آپ نے اس سے وضو کیا۔ اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ استنجاء سے باقی بچا ہوا پانی جو ہے اس سے وضو جائز نہیں یا جس برتن سے استنجاء کیا ہے اس میں سے وضو کرنا جائز نہیں۔ یہ مفہوم اخذ کرنا درست نہیں۔ استنجاء سے باقیماندہ پانی سے وضو بھی جائز ہے اس برتن سے وضو بھی جائز ہے، صحابی رضی اللہ عنہ دوسرا برتن اس لیے لائے تھے کہ اتفاق ایسا ہوا کہ اس میں پانی نہیں رہا تھا یا پانی کم پڑ گیا تھا، اس لیے وہ پانی اور

(٤٨٩) بخاري: ١٥١ـ مسلم: ٢٧١ـ نسائي: ٤٥ـ ابوداود: ٤٣ـ احمد: ١٣٦١٢ـ دارمي: ٦٧٦.

(٤٩٠) ابوداود: ٤٥ـ دارمي: ٦٧٨ـ حسن، البانی: ٣٥.

لائے تھے۔(عون المعبود:۱/۱۶)

٤٩١۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: جَاءَ نِي جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ إِذَاتَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحَ. (رواه الترمذی، ٥٠)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: یا محمد (ﷺ)! جب تو وضو کرے تو پانی چھڑک دیا کر۔(ترمذی)

٤٩٢۔ عَنْ سُفْيَانَ بْنَ الْحَكَمِ الثَّقَفِيّ أَوِالْحَكَمِ بْنِ سُفْيَان الثَّقَفِيّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِذَابَالَ يَتَوضَّأُ وَيَنْتَضِحُ . (رواه أبوداود، ١٦٦)

سفیان بن حکم رضی اللہ عنہ یا حکم بن سفیان نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب پیشاب کرتے اور وضو کرتے تو پانی چھڑکتے تھے۔(ابوداؤد)

مفردات:...... يَنْتَضِحُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، پانی چھڑکتے۔

٤٩٣۔ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَقَالَ بِهَا كَذَا. وَوَصَفَ شُعْبَةُ نَضَحَ بِهِ فَرْجَهُ. (رواه النسائی ، ١٣٤)

حکم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تو لپ میں پانی لے کر اس طرح کرتے۔شعبہ نے اس کی تفسیر کی کہ اپنے مخفی مقام پر چھڑک دیتے تھے۔

مفردات:...... حَفْنَةً چلو۔

٤٩٤۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَتَوَضَّأَ بِالْمَاءِ لِمَا تَحْتَ إِزَارِهِ. (رواه مالك ٣٧)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا جب وضو کرتے تو ازار کے نیچے پانی ڈالتے۔

مفردات: ...... يَتَوَضَّأُ تفعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، وضو کرتے، یہاں مراد استنجا ہے۔اِزارِہٖ اپنے تہبند، استنجاء کی جگہ مراد ہے۔

شرح:......۱۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی بات سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو پانی سے استنجاء کرنا ناپسند تصور کرتے ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے۔(زرقانی:۱/ ۴۸)

۲۔اور تمام احادیث کا خلاصہ یہی ہے کہ وضو سے فراغت کے بعد معمولی سا پانی لے کر شرمگاہ پر چھینٹے مارے

---

(٤٩١) ترمذی: ٥٠۔ ابن ماجه: ٤٦٤۔ ضعیف، البانی: ٦.

(٤٩٢) ابوداود: ١٦٦۔ ابن ماجه: ٤٦٣۔ صحیح، البانی: ١٥٢.

(٤٩٣) نسائی: ١٣٤۔ ابوداود: ١٦٨۔ ابن ماجه: ٤٦١۔ احمد: ٢٢٩٥٩.

(٤٩٤) موطا، كتاب الطهارة، باب العمل فی الوضوء: ٣٧۔ صحیح.

جائیں تاکہ وسوسہ وغیرہ ختم ہو جائے۔

علامہ عبیداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ٹھنڈے پانی سے چھینٹے مارنے کی وجہ سے پیشاب اترنا رک جاتا ہے، اس لیے بھی وضو کے بعد آپ نے ایسا کرنے کی امت کو تعلیم دی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۴۳۳)

٤٩٥ ـ عَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَتْ: بَـالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ فَـقَـامَ عُـمَـرُ خَلْفَهُ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ فَـقَـالَ: مَـا هٰـذَا يَـا عُمَرُ فَقَـالَ: هٰذَا مَـاءٌ تَتَـوَضَّـأُ بِـهِ قَـالَ: مَـا أُمِـرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا تو عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے کوزے میں پانی لے کر کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: پانی ہے آپ ﷺ کے وضو کرنے کے لیے۔ فرمایا: مجھے تو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب میں پیشاب کروں تو وضو کیا کروں اور اگر میں ایسا کروں تو یہ سنت بن جائے گا۔'' (ابوداؤد)

٤٩٦ ـ عَـنْ أَنَـسٍ: أَنَّ النَّبِـيَّ ﷺ قَـالَ لأَهْلِ قُبَـاءَ: إِنَّ الـلّٰـهَ قَدْ أَحْسَنَ الثَّنَاءَ عَلَيْكُمْ فِي الـطُّهُـوْرِ ، فَـمَـا ذَاكَ؟ قَـالُوْا: نَجْمَعُ فِيْ الْإِسْتِنْجَاءِ بَيْنَ الْأَحْجَارِ وَالْمَآءِ . (لرزين)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اہل قبا کو فرمایا: طہارت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری خوبی بیان فرمائی ہے تو تمہاری طہارت کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا ہم استنجا میں پانی اور پتھر کا استعمال کرتے ہیں۔ (رزین)

٤٩٧ ـ عَـنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ قَالُوْا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا نَعْلَمُ شَيْئًا إِلاَّ أَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيْرَانٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَكَانُوْا يَغْسِلُوْنَ أَدْبَارَهُمْ مِـنَ الْـغَـائِـطِ فَغَسَلْنَا كَمَا غَسَلُوْا . (رواه أحمد، ١٥٠٥٩، والطبراني بلين)

عویم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم تو کچھ نہیں جانتے البتہ یہ کہ ہمارے چند ہمسائے یہودی اپنی دبر پانی سے دھوتے ہیں جب قضائے حاجت کرتے تھے پس ہم نے بھی دھونا شروع کر دیا جیسے وہ دھوتے تھے۔

٤٩٨ ـ عَـنْ مُـحَـمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ قَـالَ: قَـالُـوْا أَيُّ أَهْلِ قُبَـاءَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِإِنَّا نَجِدُهُ مَكْتُوْباً عَلَيْنَا فِى التَّوْرَاةِ الْإِسْتِنْجَاءُ

محمد بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ اہل قباء نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے پاس تورات میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے لیے لکھا ہوا ہے۔

---

(٤٩٥) ابوداود: ٤٢ ـ احمد: ٢٤١٢٢ ـ ضعيف، البانى: ١٠.

(٤٩٦) رزين، دیگر روایات بھی آتی ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ (مرعاة: ١/ ٤٣٥)

(٤٩٧) احمد: ١٥٠٥٩ ـ طبرانى فى الثلاثة اس میں شرحبیل بن سعد ضعیف ہے۔ هيثمى (١٠٥٤)

(٤٩٨) احمد: ٢٣٣٢١ ـ انقطاع ہے، محمد نے عن ابیہ نہیں کہا، اور شہر بن حوشب بھی ہے جو کہ مدلس ہے۔

بِالْمَاءِ. (رواه أحمد، ٢٣٣٢١)

٤٩٩۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ. (رواه أبوداود، ٤٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کے لیے جائے تو تین پتھر لیتا جائے اور ان کے ساتھ طہارت کرے تو یہ اس کے لیے کفایت کرتے ہیں۔'' (ابوداؤد، نسائی)

مفردات: ...... یَسْتَطِیْبُ استفعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، استنجاء کرے۔ بِهِنَّ ان پتھروں کے ساتھ۔ فَإِنَّهَا یہ پتھر۔ تُجْزِئُ افعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، کفایت کرتے ہیں۔ عَنْهُ استنجاء سے یا پانی سے۔

شرح: ......۱۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ استنجاء کے لیے کم از کم تین پتھروں یا ڈھیلوں کا استعمال ضروری ہے۔

۲۔ اگرچہ پانی سے استنجاء نہ بھی کیا جائے پتھروں سے کیا جائے اور ان سے پاخانہ یا پیشاب کے اثرات ختم ہو جائیں تو یہ صفائی کے لیے کافی ہیں۔ علامہ ڈیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اِنَّ الْاِسْتِنْجَآءَ بِالْحِجَارَةِ يَجْزِيْ وَاِنْ لَّمْ يُسْتَنْعَ بِالْمَآءِ اِذَا اَنْقٰى اَثَرَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ. (عون المعبود: ١/ ١٥)

''اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کا قول ہے کہ پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنا کفایت کر جاتا ہے اگرچہ پانی کے ساتھ استنجاء نہ بھی کیا جائے، شرط یہ ہے کہ قضائے حاجت اور پیشاب کے اثرات صاف ہو جائیں۔''

٥٠٠۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْإِسْتِطَابَةِ، فَقَالَ: أَوَلَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ، حَجَرَانِ لِلصَّفْحَتَيْنِ، وَحَجَرٌ لِلْمَسْرُبَةِ. (للكبير، ٥٦٩٧)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے استنجا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی آدمی کو تین پتھر نہیں میسر آتے دو پتھر مقعد کے دو اطراف کے لیے اور ایک سوراخ کے لیے۔'' (الکبیر)

٥٠١۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ

(٤٩٩) ابوداود: ٤٠۔ دارمی: ٦٧٠۔ حسن البانی: ٣١.

(٥٠٠) طبرانی کبیر: ٥٦٩٧۔ وفیه عتیق بن یعقوب زهری، انه حفظ الموطا فی حیاة مالك هیثمی: ١٠٤٨۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ التلخیص الحبیر: ١/ ١١١.

(٥٠١) بخاری: ١٥٦۔ ترمذی: ١٧۔ نسائی: ٤٢۔ ابن ماجه: ٣١٤۔ احمد: ٤٤٢١.

حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: هٰذَا رِكْسٌ . (للبخاری ١٥٦، والترمذی والنسائی قائلا الرکس طعام الجن)

میں تین پتھر لاؤں۔ مجھے دو پتھر ہاتھ آئے اور تیسرا تلاش کرنے پر میسر نہ آیا تو میں ایک لید اٹھا لایا۔ آپ ﷺ نے دونوں پتھر لے لیے اور لید پھینک دی اور ساتھ ہی فرمایا: ''یہ ناپاک ہے۔'' اور یہ جنات کی خوراک ہے۔

مفردات: ...... اٰتِيَهٗ اَتٰى يَاْتِي سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں لے کر آؤں، مفعول بہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی جانب لوٹتی ہے۔ بِهَا وہ تین پتھر۔ رِكْسٌ پلید ہے۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈھیلے کم از کم تین استعمال کیے جائیں اور لید یا گوبر سے استنجاء نہ کیا جائے۔ جو لید آپ نے پھینک دی تھی وہ گدھے کی تھی۔ (ابن خزیمہ)

بعض لوگوں نے استنجاء کے لیے تین ڈھیلوں کے پابند نہ ہونے کا استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جب وہ لید پھینک دی تو باقی دو پتھر رہ گئے تھے اس لیے تین کا ہونا ضروری نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مسند احمد میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ اِئْتِنِيْ بِحَجَرٍ اس لید کی جگہ میرے لیے پتھر لے کر آؤ، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے تین پتھر مکمل کروائے تھے۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۵۷)

۵۰۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ . (رواہ الترمذی ۱۸)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لید کے ساتھ استنجا نہ کرو اور نہ ہڈی کے ساتھ، یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔''

مفردات: ...... لَا تَسْتَنْجُوْا استفعال سے نہی حاضر جمع مذکر، استنجاء نہ کرو۔ بِالرَّوْثِ لید، یا گوبر۔ بِالْعِظَامِ، عَظْمٌ کی جمع ہے، ہڈیاں۔ فَاِنَّهَا یہ ضمیر عظام اور روث کی طرف لوٹتی ہے۔ زَادُ خوراک۔

شرح: ......اس سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ گوبر جنوں کے جانوروں کی خوراک ہے، اور ہڈیاں جنوں کی خوراک ہے، اس لیے ان کے ساتھ استنجاء نہ کیا جائے وہاں یہ بھی پتہ چلا کہ جن کھاتے بھی ہیں اور ان میں سے مسلمان بھی ہیں۔

۵۰۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی:

(۵۰۲) ترمذی: ۱۸۔ مسلم: ۴۵۰۔ احمد: ۴۲۶۸۔ صحیح، البانی: ۱۷۔

(۵۰۳) ابوداؤد: ۳۹۔ مسلم: ۴۵۰۔ ترمذی: ۱۸۔ صحیح، البانی: ۳۰۔

يَا مُحَمَّدُ انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَّسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ أَوْرَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا، قَالَ: فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ. (رواه أبوداود، ٣٩)

یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کو منع فرمائیں ہڈی، لید اور کوئلہ کے ساتھ استنجا کرنے سے۔ اللہ نے ان اشیاء میں ہمارے لیے رزق رکھا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

مفردات: ...... وَفْدُ جو گروہ جمع ہو کر آئے، اس کی جمع وُفُوْدٌ ہے، یہ ہجرت سے پہلے آئے تھے، نصیبین مقام کے رہنے والے تھے۔ اِنْـهَ نَهٰـى يَنْهٰى سے امر واحد مذکر حاضر ہے، منع کر دو۔ حُمَمَةً حاء پر ضمہ اور دونوں میم پر فتح ہے، جلی ہوئی لکڑی، یعنی کوئلہ۔

٥٠٤۔ عَنْ أَنَسٍ، رَفَعَهُ: إِنَّ وَفْدًا مِنْ نَصِيْبِيْنَ سَأَلُوْنِيْ الزَّادَ فَلَاتَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ، وَلَا رَوْثَةٍ فَإِنَّهَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمُ الْجِنُّ، فَقَالُوْا: وَمَا يُغْنِيْ ذٰلِكَ عَنْهُمْ؟ قَالَ: لَايَمُرُّوْنَ بِعَظْمٍ إِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهِ عَرَقَةً، وَلَا يَمُرُّوْنَ بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهَا طَعْمًا. (لرزين)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) نصیبین کے جنات کے وفد نے مجھ سے زادراہ طلب کیا ہے لہٰذا تم ہڈی اور لید کے ساتھ استنجا نہ کیا کرو وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اس سے ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ''وہ جس ہڈی کے پاس سے گذرتے ہیں اس پر وہ گوشت کا ٹکڑا پاتے ہیں اور جب وہ لید کے پاس سے گذرتے ہیں اس پر وہ خوراک پاتے ہیں۔''

٥٠٥ ـــ قَالَ رُوَيْفِعٌ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا أَوِاسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ أَوْعَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ مِنْهُ بَرْىءٌ. (رواه أبوداود، ٣٦)

رویفع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: میرے بعد شاید تجھے زندگی لمبی ملے فرمایا لوگوں کو خبر دے دو کہ جس نے داڑھی کو گرہ لگائی یا گلے میں حلقہ ڈالا یا چوپائے کی لید سے یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔''

مفردات: ...... سَتَطُوْلُ سین مستقبل کے لیے ہے، مضارع معلوم واحد مذکر، دراز ہوگی۔ فَاَخْبِرْ افعال سے امر حاضر، بتا دینا۔ تَقَلَّدَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، لٹکائی۔ وَتَرًا تندی دھاگا۔

شرح: ......١۔ ان کا نام ونسب یہ ہے، رُوَیفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ انصاری مدنی رضی اللہ عنہ صحابی

(٥٠٤) رزین.

(٥٠٥) ابوداود: ٣٦۔ نسائی: ٥٠٦٧۔ احمد: ١٦٥٥٢۔ صحیح، البانی: ٢٧.

ہیں۔ مصر میں رہائش پذیر تھے۔ ۴۶ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طرابلس پر امیر مقرر کیا، انہوں نے افریقہ میں جہاد کیا، رقہ میں ۵۶ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب)

۲۔ یہ واقعتاً دراز عمر ہوئے تھے، یہ افریقہ میں فوت ہونے والوں میں سے آخری صحابی ہیں۔

۳۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم درازی عمر سے نوازے جاؤ گے تو تم دیکھو گے لوگ علانیہ نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں تو انہیں بتانا کہ فلاں فلاں کام نافرمانی ہے، اس سے بچو۔

۴۔ اس حدیث میں پہلی مذکور بات یہ ہے کہ داڑھی گھنی کرنے کے لیے یا تکبر سے داڑھی کو گرہیں باندھ لیتے تھے۔ اسے برا کام قرار دے کر اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ آج کل لوگ داڑھی لپیٹ لپیٹ کر ہاتھوں میں گچھا سا بنا کر اکٹھی کرتے رہتے ہیں اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

۵۔ پہلے لوگ کمان کی تندی لے کر گھوڑے وغیرہ سواریوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔ یا پھر اس تندی سے گھنٹی باندھتے تھے، اس طرح جانور کے تیز رفتار چلنے کی صورت میں اس کا گلا گھٹنے کا خطرہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تندی باندھنے سے روکا ہے، اس کے علاوہ یہ تندی لے کر اپنے بچوں، گھوڑوں کے گلوں میں تعویذ ڈالتے تھے اور ان کا ذہن یہ تھا اس طرح نظر بد نہیں لگتی اور آفات سے یہ تندی بچاتی ہے اس وجہ سے منع کیا گیا ہے۔ بچانے والا تو اللہ ہے، یہ تندی کیا کرے گی۔ آخر میں لید اور ہڈی سے استنجاء کی ممانعت ہے، یہ تفصیلاً اوپر گزر چکا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ جاہلی کام کرنے والے سے اعلان براءت کر دیا ہے۔

٥٠٦۔ عَنْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ أَنَّهُ بَالَ فَمَسَحَ ذَكَرَهُ بِالتُّرَابِ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا فَقَالَ: هٰكَذَا عُلِّمْنَا. (رواه الطبراني فی الأوسط بضعف)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیشاب کیا اور اپنے ذکر کو مٹی سے صاف کیا پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ہمیں اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔ (اوسط بسند ضعیف)

٥٠٧۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ . قَالَ زَكَرِيَّاءُ قَالَ مَصْعَبٌ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس امور فطرت سے ہیں موچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے پوروں کو دھونا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف کے بال منڈوانا، اور استنجا کرنا۔ مصعب بن شیبہ نے کہا میں دسواں کام بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہوگا۔ وکیع رحمہ اللہ نے کہا

(٥٠٦) طبرانی اوسط، اس میں روح بن جناح راوی ہے، جو ضعیف ہے۔ ہیثمی: ١٠٥٢.

(٥٠٧) مسلم: ٢٦١۔ کتاب الطهارة، ترمذی: ٢٧٥٧۔ نسائی: ٥٠٤٢۔ ابوداود: ٥٣۔ ابن ماجه: ٢٩٣۔ احمد: ٢٤٥٣٩.

أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ . زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيْعٌ انْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِيْ الإِسْتِنْجَاءَ . (رواه مسلم ٢٦١، في كتاب الطهارة)

انتقاص الماء سے مراد استنجا ہے۔''

مفردات: ...... عَشْرٌ دس خصائل، یہ مبتداء ہے۔ مِنْ الْفِطْرَةِ یہ خبر ہے یعنی فطرت سے ہیں، یعنی پرانا طریقہ ہے، انبیائے کرام نے انہیں اختیار کر رکھا تھا۔ قَصُّ کاٹنا۔ الشَّارِبِ اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بال۔ اِعْفَاءُ افعال سے مصدر ہے۔ اَللِّحْيَةِ داڑھی، یعنی وہ بال جو رخساروں اور ٹھوڑی پر ہوتے ہیں۔ اِسْتِنْشَاقُ استفعال سے مصدر ہے، ناک میں پانی داخل کرنا۔ اَلْبَرَاجِمِ اس کا واحد بُرْجُمَةٌ ہے، انگلیوں کے جوڑ۔ نَتَفِ اکھاڑنا۔ اَلْعَانَةِ زیر ناف۔

شرح: ......۱۔لبیں بالکل مونڈنا بھی جائز ہے، اور کاٹنا بھی جائز ہے کہ منہ میں نہ آئیں اوپر والا ہونٹ نظر آئے۔

۲۔بعض نے کہا ہے کہ داڑھی طول وعرض سے کاٹ کر اس کی خراش تراش کر سکتے ہیں لیکن نبی ﷺ کا فرمان اس کے برعکس ہے کہ داڑھی پوری رکھی جائے اور اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

۳۔مسواک وہ لکڑی ہے جسے دانتوں پر پھیرا جائے، یہ ہر لکڑی سے جائز ہے مگر جھاؤ کی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (التلخیص: ۱/ ۲٦)

یہ تمام اوقات میں کی جاسکتی ہے لیکن وضو اور نماز سے پہلے اس کی بہت تاکید ہے مسواک والی نماز کو بغیر مسواک والی نماز پر ستر گنا افضل قرار دیا گیا ہے۔ (احمد)

۴۔ ناک میں میل کچیل پھنس جاتی ہے، اس لیے اچھی طرح اسے پانی سے صاف کیا جائے اور پھر جھاڑا جائے، خصوصاً وضو کے وقت یا نیند سے بیدار ہو کر، ناک میں پانی ڈالا جائے۔

۵۔اگر ناخن زیادہ بڑے ہوں تو طہارت میں انگلیوں تک پانی پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے اور میل کچیل بھی جمع ہو جاتی ہے جس سے کراہت آتی ہے، اس لیے بڑھے ہوئے ناخن کاٹنے کا حکم ہے۔

٦۔انگلیوں کے جوڑوں میں میل بیٹھ جاتی ہے اس لیے انہیں خصوصی دھونے کی ترغیب ہے۔

۷۔بغلوں میں مکروہ بخارات اٹھتے ہیں اس لیے زیر بغل بالوں کو مونڈنے کا حکم ہے اصل تو یہی ہے کہ ان بالوں کو اکھاڑ دیا جائے۔ اگر تکلیف ہو پھر تنگی نہ اختیار کی جائے انہیں مونڈھ دیا جائے یا پاؤڈر کے ذریعے زائل کر دیا جائے مقصد تو صفائی ہے جیسے بھی ممکن ہو۔

۸۔زیر ناف بالوں میں قبل و دبر پر آنے والے بال ہیں اور ان کے اردگرد والے بال بھی مونڈھے جاسکتے ہیں یہ استرے، پاؤڈر یا کریم وغیرہ سے کسی بھی طرح صاف کیے جاسکتے ہیں اور مرد و زن دونوں جس چیز کے ذریعے چاہیں

صاف کر سکتے ہیں یہ جومشہور ہے کہ عورت لوہا استعمال نہیں کرسکتی یہ بے اصل بات ہے جس چیز کے ساتھ چاہیں صفائی کر سکتے ہیں۔

۹۔ استنجاء کا ذکر ہے، تفصیل اوپر آ چکی ہے۔

۱۰۔ مصعب بن شیبہ راوی کہتے ہیں، یہ مذکورہ نو اشیاء ہیں، دسویں میں بھول گیا ہوں۔ پھر یاد آیا تو بتایا، وہ کلی کرنا ہے۔

بعض روایات میں پانچ چیزوں کوفطرت میں سے قرار دیا گیا ہے، یہاں دس ہیں تو اس میں تعارض نہیں پہلے آپ کو پانچ کا علم تھا بعد میں دس کا علم ہوا جیسے آپ کوعلم ہوا ویسا ہی بتاتے گئے۔ (مرعاۃ:۱/۴۴۳)

فَضْلُ الْوُضُوْءِ

وضو کی فضیلت کا بیان

۵۰۸۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:أَلاَأَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوْاللّٰهُ بِهِ الْخَطَا يَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَاإِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. (رواه مسلم، ۲۵۱ فی کتاب الطهارة)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر دوں اس چیز کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دے اور درجات بلند کر دے؟ لوگوں نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: ناپسند کرتے ہوئے مکمل وضو کرنا، مساجد کی طرف بکثرت قدم بقدم چلنا، نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا پس یہ ہے سرحد مضبوط کرنا، تین بار فرمایا۔

مفردات: ...... أَ ہمزہ استفہام ہے، لَا نفی ہے تو اَلا یہ تنبیہ کے لیے ہے۔ أَدُلُّكُمْ، نَصَر سے مضارع معلوم واحد متکلم ضمیر مفعول بہ ہے، میں تمہیں بتاؤں گا۔ عَلٰی مَا وہ چیز۔ یَمْحُوْ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، مٹاتا ہے۔ اِسْبَاغٌ افعال سے مصدر ہے پورا اور کامل وضو کرنا۔ اَلْمَكَارِهِ اس کا واحد مَكْرَهٌ ہے، مشقت۔ اَلْخُطَا اس کا واحد خُطْوَةٌ ہے۔ دوقدموں کے درمیان فاصلہ، مراد قدم ہیں۔

اَلرِّبَاطُ اس کا اصل معنی ہے دشمن کے خلاف سرحد کی حفاظت کے لیے وہاں بیٹھے رہنا۔

شرح:......۱۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المآئدة: ٦)

(۵۰۸)مسلم: ۲۵۱۔ کتاب الطهارة، ترمذی: ۵۱۔ نسائی: ۱۴۳۔ احمد: ۹۳۶۱۔ مالکج: ۳۸۶.

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہوں تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔''

درج ذیل احادیث میں اسی حکم ربانی کی تفصیلات ہیں۔

۲۔ وضو واؤ پر فتح ہو تو اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے۔ وُضُوْء واؤ پر ضمہ ہو تو وضو کے فعل کو کہتے ہیں، آدمی آداب وضو اور اس کے مسنون طریقے برقرار رکھتے ہوئے جو وضو کا عمل کرتا ہے، اسے وضو کہتے ہیں۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے سوالیہ انداز سے مسئلہ سمجھایا ہے، کیونکہ اس طرح بات بہت جلد دل میں اترتی ہے۔

۴۔ جو گناہ کراماً کاتبین نے لکھے ہوتے ہیں اور حقوق العباد نہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں مٹا دیتا ہے۔ حقوق العباد تو تب ہی معاف ہوتے ہیں اگر حق والا معاف کرے حقوق اللہ اور صغیرہ گناہ وضو سے معاف ہو جاتے ہیں کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور اس وضو سے جنت میں اور دنیا میں بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ مشقتوں پر وضو کی صورت یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، جسمانی تکلیف ہو پھر بھی وضو کیا، دنیاوی امور سے مشغولیت ہٹا کر یہ کارِ خیر کیا، پانی نہ ملنے کی صورت میں اسے تلاش کیا۔

۶۔ درجات کی بلندی کے لیے ایک یہ نیک کام کہ وضو پورا کیا جائے، (۲) مساجد کی جانب زیادہ قدم اٹھائے جائیں وہ یا تو گھر سے دور والی مسجد میں جانا ہے، یا بار بار جانا بھی ہوسکتا ہے، اور قدموں کو چھوٹا چھوٹا کر کے مسجد کی جانب چلنا ہے۔ (۳) مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا، گھر میں مصروفیت کے باوجود یا کاروبار میں مگن رہنے کے باوجود نماز کی تیاری رکھنا اور اس کا اہتمام کرنا اور نماز سے دلی وابستگی رکھنا، یہ کام کرنے سے جس طرح اسلام کی خاطر سرحدوں کے تحفظ کے لیے گھوڑے باندھنے کا ثواب ہے ان سے وہ ثواب حاصل ہوتا ہے، جو ایک مجاہد گھڑ سوار کو ہوتا ہے جو ہمہ وقت اسلام کی سربلندی کے لیے کمر بستہ ہے، اسے اس کی اہمیت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے تکرار سے رباط قرار دیا ہے اور انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو، اور آپس میں صبر کی تلقین کرو اور سرحدوں پر گھوڑے باندھو۔''

اس کی ایک تفسیر یہی ہے کہ مسجدوں میں نمازوں کا انتظار کرو۔ سرحدوں پر گھوڑے باندھنے سے اسلام کو دشمنوں سے بچانا ہوتا ہے، یہ مذکورہ بالا کام سرانجام دینے سے بھی شیطانی راہوں کو روکا جاتا ہے، نفس کو شہوات سے قابو میں رکھا جاتا ہے، اس لیے ان کاموں کو رباط قرار دیا گیا ہے۔

۵۰۹۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ — سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۵۰۹) مسلم: ۲٤٤۔ كتاب الطهارة، ترمذی: ۲۔ احمد: ۷۹٦۰۔ مالك: ٦۳۔ دارمی: ۷۱۸.

قَـالَ: إِذَا تَـوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْ مِنُ فَـغَسَـلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَـظَـرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَـاءِ فَـإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَـطِيْـئَةٍ كَـانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِـرِ قَـطْرِالْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُـلُّ خَـطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِـرِ قَـطْـرِالْـمَـاءِ حَتّٰـى يَـخْـرُجَ نَقِيًّا مِنَ الـذُّنُـوْبِ . (رواه مسـلـم ٢٤٤ ، كتـاب الطهارة)

فرمایا: ''جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے وہ گناہ جو آنکھوں سے دیکھنے سے کیے تھے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو خارج ہو جاتے ہیں اس کے ہاتھ کے تمام گناہ جو ہاتھ سے پکڑ کر کیے جاتے تھے پانی کے ساتھ یا آخری قطرے کے ساتھ۔ اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جن کی طرف پاؤں سے چل کر گیا تھا پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بالکل گناہوں سے صاف ہوکر نکل جاتا ہے۔''

مفردات: ...... اَلْمُسْلِمُ ، اَوِ الْمُؤْمِنَ یہ مترادف المعنی ہیں، مگر یہاں راوی کو شک ہے، اس لیے اس نے دونوں لفظ بیان کر دیئے۔ اِلَيْهَا ضمیر خطیئہ کی جانب ہے، اس نے خطا کو دیکھا۔ مَعَ الْمَآء اَوْ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ یہاں بھی راوی کو شک ہے۔ اس سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا، بلکہ اس کے تحفظ کا پتہ چلتا ہے، یعنی ادھر پانی کا قطرہ جدا ہوتا ہے تو ادھر گناہ مٹتے ہیں۔ بَـطَشَتْهَا ، ضَرَبَ سے ماضی معلوم واحد مؤنث غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، جو خطیئہ (گناہ) کی جانب لوٹتی ہے، پکڑا اس گناہ کو۔ مَشَتْهَـا ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مؤنث غائب ہے، ضمیر مفعول بہ ہے، خطیئہ کی جانب لوٹتی ہے، اس گناہ کی طرف ٹانگ اٹھی ہے اور چلی ہے۔ نَـقِیًّـا ، نَـقِيَ يَنْقٰى سے اسم صفت ہے، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، صاف ہوکر۔

شرح: ...... آنکھ سے غلط کام دیکھنا، حرام چیزوں پر نظر ڈالنا اور ہاتھ سے غیر محرم کو چھونا، یا گناہ کی چیز تحریر کرنا اور پاؤں سے کسی گناہ کے کام کے لیے قصداً چل کر جانا۔ الغرض تمام اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہ وضو کے قطرات گرنے سے گر جاتے ہیں۔ علامہ عبیداللہ ؒ رحمانی فرماتے ہیں:

جَمِيْعُ الذُّنُوْبِ مِنَ الصَّغَائِرِ (مرعاة: ١/ ٣٦٩)

''صغیرہ تمام گناہ گرتے ہیں، کبیرہ تو توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔''

٥١٠۔ عَـنْ عُـقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَـايَةُ الإِبِـلِ فَـجَـاءَ تْ نَـوْبَتِيْ فَرَوَّحْتُهَا

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے ذمہ اونٹ چرانا تھا۔ جب میری چرانے کی نوبت آئی تو میں چرا کے

(٥١٠) مسلم: ٢٣٤۔ كتاب الطهارة، ترمذی: ٥٥۔ نسائی: ١٥١۔ ابوداؤد: ٩٠٦۔ ابن ماجه: ١٧٧٠۔ احمد: ١٦٩٩٥.

بِعَشِي فَأَدْرَكْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ فَقُلْتُ: مَا أَجْوَدَ هٰذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُوْلُ: الَّتِيْ قَبْلَهَا أَجْوَدَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ:إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْفَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ . (رواه مسلم ٢٣٤ ، كتاب الطهارة .)

شام کو واپس لایا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرتے پایا۔ میں آپ ﷺ کے ارشاد میں سے یہ سن پایا: جب کوئی مسلمان اچھی طرح وضو بنائے اور پھر نماز کے لیے کھڑا ہو کر دو رکعت ادا کرے اپنے دل اور منہ سے نماز پر متوجہ رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا یہ تو بہت عمدہ عمل ہے۔ میرے آگے جو آدمی تھا اس نے کہا: جو اس سے پہلے بیان فرمایا ہے وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے تو ابھی ابھی آیا ہے۔ آپ ﷺ نے پہلے فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو بنائے اور مکمل وضو بنائے اور پھر وہ کہے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں وہ جس سے چاہے داخل ہو گا۔'' (مسلم، ونسائی)

مفردات: ...... رِعَايَةُ اونٹ چرانا۔ نَوْبَتِيْ میری باری۔ فَرَوَّحْتُهَا تفعیل سے ماضی واحد مذکر متکلم، میں ان اونٹوں کو دوپہر کے بعد واپس لایا۔ مُقْبِلًا افعال سے اسم فاعل ہے، حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، پوری توجہ کے ساتھ۔ عَلَيْهِمَا ان دونوں رکعات پر۔ مَا أَجْوَدَ فعل تعجب ہے، کتنا عمدہ ہے۔

شرح: ......اس حدیث میں اچھا وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اگر وضو کے بعد کسی نماز کا وقت ہو وہ پڑھ لی جائے تو بھی یہی ثواب ہے۔ اگر کسی نماز کا وقت نہیں تو وضو کی دو رکعات پڑھی جائیں تو یہ ثواب حاصل ہو گا۔

اور اچھے وضو سے مراد یہ ہے کہ اعضائے وضو خشک نہ رہ جائیں اور سنت کے مطابق اس کے تمام طریقے استعمال کیے جائیں۔

دل اور چہرے کے ساتھ نماز پڑھے، یعنی دل غافل نہ ہو، اور چہرہ ادھر ادھر نہ جھانکے، مقصد ہے کہ مکمل خشوع اور

خضوع سے پڑھے، خشوع کا تعلق دل سے ہے اور خضوع کا تعلق اعضاء سے ہے۔

اور باقی جو خوشخبری ہے، اچھا وضو کرنے کے بعد جنت کی بشارت کی، اصل تو جنت میں ایمان کے ساتھ جانا ہے، ایمان ہوگا تو جنت میں داخلہ ہے، اگر ایمان نہیں تو جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ مراد ہے ایمان ہو اور مسنون وضو کرے اور نماز پڑھے یکسوئی کے ساتھ تو پھر حسن خاتمہ کی علامت ہے، یہ اول دفعہ ہی بغیر رکاوٹ جنت میں داخل ہوگا۔

۲۔ اس میں وضو کے بعد کی دعا بیان کی گئی ہے، اور اس کا ثواب بتایا گیا ہے وضو کے بعد اس دعا میں اشارہ ہے کہ یہ وضو کا عمل خالص اللہ کے لیے ہے، جس طرح ظاہری گندگی سے وضو کے ذریعے طہارت ہوتی ہے، اسی طرح شرک اور ریاکاری سے دل صاف ہو جاتا ہے۔

۳۔ جنت کے آٹھوں دروازے اس عمل کی تعظیم کے پیش نظر کھولے جائیں گے، وگرنہ داخلہ تو ایک ہی سے ہوگا، اس سے مقصد لوگوں کے سامنے اس عمل کے کرنے والے کی شرافت بیان کرنا ہے۔ جو نیکی انسان زیادہ کرے گا اسی دروازے سے اس کا جنت میں داخلہ ہوگا۔ ہر دروازہ سے اجازت اس آؤ بھگت کے لیے ہے۔

اس حدیث میں جنت کے دروازوں کی تعداد کا تعین بھی ثابت ہوا کہ وہ آٹھ ہیں۔

۵۱۱۔ ولأبی داود فَقُلْتُ: بَخٍ بَخٍ مَا أَجْوَدَ هٰـذَا وَقَـالَ عند قوله فیحسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلٰی السَّمَاءِ. (رواه أبوداود ١٦٩)

ابوداؤد کی روایت میں ہے: میں نے کہا بس بس۔ یہ تو کتنا بہتر عمل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے۔

مفردات: ...... بَخٍ بَخٍ خاء پر جزم سے بھی پڑھتے ہیں، خاء پر تشدید بھی دیتے ہیں، کسی چیز کی تعریف کرتے ہوئے، کسی چیز کی پسندیدگی پر کہا جاتا ہے۔ واہ واہ کے معنی میں ہے۔

شـــرح: ......اس میں وضو کے بعد نگاہ آسمان کی جانب اٹھا کر دعا کرنے کا ذکر ہے۔ مگر یہ صحیح طریقہ سے ثابت نہیں۔ صرف دعا ہی پڑھی جائے نظر یا ساتھ انگلی کا اشارہ ثابت نہیں۔

۵۱۲۔ زاد التـرمـذی بـعـد عَبْدُهُ وَرَسُوْلُـهُ الـلّٰهُـمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. (رواه الترمذی ١٦٩)

اور ترمذی نے مزید یہ نقل کیا ہے کہ کہے: ’’اللہ کر دے مجھے توبہ کرنے والوں سے اور کر دے مجھے طہارت کرنے والوں سے۔‘‘

---

(٥١١) ابوداود: ١٦٩۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، مگر علامہ شمس الحق رحمہ اللہ نے کہا: وفی اسناده رجل مجهول عون المعبود: ١/ ٦٦۔ اس کی سند میں مجہول راوی ہے، اس نظر اٹھانے والے اضافہ کے بغیر یہ دعا والی حدیث کو مسلم: ٢٣٤۔ نسائی: ١٥١۔ احمد: ١٦٩٤٢۔ دارمی: ٧١٦۔ نے بھی بیان کیا ہے۔

(٥١٢) ترمذی: ٥٥۔ نسائی: ١٤٨۔ ابن ماجه: ٤٧٠. محدثین میں سے بعض نے اس کی صحت پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مضطرب ہے۔ (مرعاة: ۱/۳۷۳) لیکن البانی رحمہ اللہ نے کہا، صحیح ہے: ۴۸۔

مفردات:...... اجْعَلْنِیْ فعل امر واحد مذکر حاضر نون وقایہ، یاء مفعول بہ، مجھے کر دے۔

شرح:......یعنی مذکورہ بالا وضو کے بعد والی دعا پڑھنے کے بعد اسے بھی پڑھیں۔ یہ اس آیۂ مبارکہ کی تعبیر ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرة: ٢٢٢)

''یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔''

توبہ سے باطن کی طہارت گناہوں کے دور ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور وضو سے ظاہر کی طہارت حاصل ہوتی ہے، یہ دونوں ظاہری اور باطنی پلیدگی قرب الٰہی میں رکاوٹ ہیں، اس لیے یہ دعا مناسبت رکھتی ہے کہ اے میرے اللہ تیرے قرب میں رکاوٹ بننے والی میل کچیل سے مجھے پاک کر دے تاکہ میں تیرا قرب حاصل کر سکوں۔

٥١٣۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ. (رواه مسلم ٢٤٥/ كتاب الطهارة)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کی تمام خطائیں اس کے بدن سے خارج ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی خارج ہو جاتی ہیں۔''

٥١٤۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُ تَوَضَّا فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوْضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً. (رواه مسلم: ٢٢٩ / فى كتاب الطهارة)

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے جیسا میں نے یہ وضو کیا ہے اور پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کی نماز اور اس کا مسجد جانا اس کی زائد عبادت ہوگی۔''

مفردات:...... نَافِلَةً یہ کان کی خبر ہے، زائد ہے، اضافہ ہے۔

شرح: ......اس حدیث میں وضو کا یہ ثواب بیان ہوا ہے کہ وضو سے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور نماز پڑھنے کے لیے چلنا اور پھر نماز پڑھنا اس کے علاوہ ثواب ہے، وہ درجات کی بلندی کا باعث ہوں گے، گناہ تو پہلے معاف ہو جاتے ہیں۔

لیکن یہ شرط ہے کہ نماز پوری توجہ سے پڑھی جائے اور وضو نبی اکرم ﷺ کی مانند ہو۔ جس کی وضاحت اس

---

(٥١٣) مسلم: ٢٤٥۔ كتاب الطهارة، احمد: ٤٧٤.

(٥١٤) مسلم: ٢٢٩۔ كتاب الطهارة، بخارى: ١٦٠۔ نسائى: ٨٤۔ ابوداود: ١٠٦۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ احمد: ٤٠٢۔ مالك: ٦١۔ دارمى: ٦٩٣.

حدیث کے ایک حصہ میں بیان ہوئی ہے کہ ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے، کلی کرے، ناک جھاڑے، تین مرتبہ چہرہ دھوئے، کہنیوں سمیت بازو دھوئے۔ سر کا مسح کرے جہاں سے شروع کیا وہیں پر ہاتھ پھر لوٹائے، پھر ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے، اس طرح تسلی بخش وضو کرے تو حدیث میں مذکور اعزاز ملے گا۔

٥١٥۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ ضَحِكَ بَعْدَ الْوُضُوْءِ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَمَّا أَضْحَكَنِيْ فَقَالُوْا: مِمَّ ضَحِكْتَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَا بِمَاءٍ قَرِيْبًا مِنْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ فَتَوَضَّأَ كَمَا تَوَضَّأْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُوْنِي مَا أَضْحَكَنِيْ فَقَالُوْا: مَا أَضْحَكَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا دَعَا بِوَضُوْءٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ. (رواه أحمد ٤١٧)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وضو کے بعد ہنس دیئے اور پھر اپنے رفقاء کو کہا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ تو لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کیوں ہنسے۔ انہوں کہا: میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا جیسا میں نے وضو کیا ہے اور آپ ﷺ ہنسے اور فرمایا: تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا: جب بندہ وضو کا پانی منگواتا ہے اس بعد ذکر کیا مثل حدیث سابقہ کے۔

مفردات: ...... اَلْبُقْعَةِ زمین کا ٹکڑا۔

شرح: ...... یعنی جو رقم (۵۱۴) میں ثواب بیان ہوا ہے، وہ ثواب بیان کیا۔

٥١٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَتَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيْهِ فَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتّٰى

سیدنا عبد اللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب مومن بندہ وضو کرتا ہے اور منہ میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے منہ کے تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں۔ اور جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک کے تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں اور جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کے اطراف سے نکل جاتے ہیں۔ جب ہاتھ دھوتا ہے تو تمام خطائیں اس کے دونوں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو

(٥١٥) احمد: ٤١٧۔ و ابویعلیٰ ورجاله ثقات، فی الصحیح باختصار، هیثمی: ١١٣٣.

(٥١٦) نسائی: ١٠٣۔ ابن ماجه: ٢٨٢۔ احمد: ١٨٥٨٩۔ مالك: ٦٢۔ صحیح، البانی: ١٠٠.

تَـخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْـخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَـارِرِجْـلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلاتُهُ نَافِلَةً لَهُ (رواه النسائی ۱۰۳)

دو کانوں سے ہر گناہ نکل جاتا ہے۔ جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے یہاں تک کہ دو پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے گناہ خارج ہو جاتے ہیں اور پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز پڑھنا زائد عمل قرار پاتا ہے۔''

مفردات: ...... فِيْهِ جری حالت ہے، منہ سے۔ اِسْتَنْشَرَ استفعال سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، جھاڑا اس نے۔ اَشْفَارِ اس کا واحد شُفْرٌ ہے، پلکوں کی وہ جگہ جہاں بال اگتے ہیں۔

۵۱۷۔ عَـنِ ابْنِ عُمَرَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَـنْ تَوَضَّأَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَـهُ بِهِ عَشَرَ حَسَنَاتٍ . (رواه الترمذی ۵۹)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو پر وضو کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔'' (ترمذی)

۵۱۸ عَـنْ أَبِـىْ سَـعِيْـدٍ ، رَفَـعَهُ: مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ . كُتِبَ فِىْ رَقٍّ ثُمَّ طُبِعَ بِطَابِعٍ ثُـمَّ رُفِـعَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَلَمْ يُكْسَرْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (لرزین)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور کہا: پاک ہے تو اللہ اور تیری حمد و ثنا ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف تائب ہوتا ہوں۔ تو ان کلمات کو ایک کتاب میں لکھا جاتا اور اس پر مہر ثبت کی جاتی ہے اور پھر عرش کے نیچے اٹھا کر رکھدی جاتی ہے اور اس مہر کو تا قیامت توڑا نہیں جاتا۔''
(رزین)

۵۱۹۔ عَـنْ أَبِـىْ سَـعِيْـدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُـوْلُ اللّٰـهِ ﷺ: مَـنْ قَـرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ كَـانَـتْ لَـهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَقَامِهِ إِلٰى مَـكَّةَ وَمَـنْ قَـرَأَ عَشْرَآيَاتٍ مِنْ آخِرِهَا ، ثُمَّ خَـرَجَ الـدَّجَّـالُ لَـمْ يَـضُرَّهُ ، وَمَنْ تَوَضَّأَ فَـقَـالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُـمَّ وَبِحَمْدِكَ ، لاَ إِلٰهَ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورت الکہف پڑھی اس کے لیے قیامت کے دن تک نور پھیلا ہوگا اور جس نے اس کی آخری دس آیات تلاوت کیں اور دجال خارج ہوا تو اس کو اس کے فتنے کا کوئی خطرہ نہ ہوگا اور جس نے وضو کرنے کے بعد کہا: پاک ہے تو اے اللہ! اور تیری تعریف ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے

---

(۵۱۷) ترمذی: ۵۹۔ ابوداود: ٦٢۔ ابن ماجه: ۵۱۲۔ ضعیف، البانی: ۱۱.

(۵۱۸) رزین.

(۵۱۹) طبرانی اوسط: ۱۴۷۸.

إِلَّا أَنْتَ ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ كُتِبَ فِيْ رَقٍّ ، ثُمَّ جُعِلَ فِيْ طَابِعٍ ، فَلَمْ يُكْسَرْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رواه الطبرانی فی الأوسط ١٤٧٨)

لائق نہیں تو ہی معبود ہے تجھ سے مغفرت طلب کرتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں تو یہ کلمات ایک کتاب میں لکھ کر اس پر مہر لگائی جاتی ہے اور پھر اس کو قیامت سے پہلے نہیں کھولا جاتا۔''

٥٢٠ـ وَقَالَ النَّسَائِيُّ: فِيْ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ بَعْدَ إِخْرَاجِهِ: إِنَّ رَفْعَهُ خَطَأٌ ، وَالصَّوَابُ أَنَّهُ مَوْقُوْفٌ ، ثُمَّ رَوَاهُ مِنْ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ مَوْ قُوْفًا .

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب الیوم والیلۃ'' میں اس حدیث کی تخریج کرنے کے بعد کہا ہے اس کو مرفوع کرنا غلطی ہے درست یہ ہے کہ موقوف ہے۔ پھر انہوں نے اس کو روایت کیا ہے ثوری اور غندر سے وہ شعبہ سے موقوف نقل کرتے ہیں۔''

٥٢١ـ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَمَسَحَ عَلٰى رَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ ثُمَّ قَامَ إِلٰى الصَّلَاةِ الْمَفْرُوْضَةِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَا مَشَتْ إِلَيْهِ رِجْلُهُ وَقَبَضَتْ عَلَيْهِ يَدَاهُ وَسَمِعَتْ إِلَيْهِ أُذُنَاهُ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ عَيْنَاهُ وَحَدَّثَ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ سُوْءٍ . (رواه أحمد ٢١٧٦٩)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جس نے مکمل وضو کیا، پھر فرض نماز کے لیے اٹھ کر چلا تو بخشا جاتا ہے اس کے لیے ہر وہ گناہ جس کی طرف اس کے پاؤں چلے، جس کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا، جس کو اس کے کانوں نے سنا اور جس کو اس کی آنکھوں نے دیکھا اور جو اس کے نفس نے بدی کا خیال کیا۔''

٥٢٢ـ وفي رواية: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا أُمَامَةَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَ فَصَلَّى تَكُوْنُ لَهُ نَافِلَةً قَالَ: لَا إِنَّمَا النَّافِلَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ كَيْفَ تَكُوْنُ لَهُ نَافِلَةً وَهُوَ يَسْعٰى فِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَا يَا تَكُوْنَ لَهُ فَضِيْلَةً وَأَجْرًا . (رواه أحمد ٢١٦٩٢)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کہا گیا: اے ابوامامہ! یہ بھی بتاؤ کہ اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی تو یہ اس کے لیے زائد اور نفل ہو گی؟ انہوں نے کہا نہیں: نفل تو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں۔ دوسرے کے لیے نفل و زائد کیسے ممکن ہیں جب وہ گناہوں میں ڈور رہا ہے اس کے لیے تو فضیلت اور اجر ہے۔

---

(٥٢٠) نسائي في اليوم والليلة، صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، مرفوع غلط ہے۔

(٥٢١) احمد: ٢١٧٦٩ـ ونحوه طبراني كبير، وفيه ابو مسلم اس کے حالات کا پتہ نہیں۔ هيثمي: ١١٢٥ .

(٥٢٢) احمد: ٢١٦٩٢ـ ورواه الطبراني ورجاله موثقون، هيثمي: ١١٣١ .

انتباہ: اوپر صحیح احادیث میں ان احادیث کا مفہوم گزر چکا ہے۔

٥٢٣ـ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي يَقُوْمُ أَحَدُهُمَا مِنَ اللَّيْلِ فَيُعَالِجُ نَفْسَهُ إِلَى الطَّهُوْرِ وَعَلَيْهِ عُقَدٌ فَيَتَوَضَّأُفَإِذَا وَضَّا يَدَيْهِ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا وَضَّأَ وَجْهَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَامَسَحَ رَأْسَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا وَضَّأَ رِجْلَيْهِ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ لِلَّذِيْنَ وَرَاءَ الْحِجَابِانْظُرُوْا إِلَى عَبْدِيْ هٰذَا يُعَالِجُ نَفْسَهُ مَا سَأَلَنِيْ عَبْدِيْ هٰذَا فَهُوَ لَهُ. (لأحمد ١٧٠٠٤، والكبير)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ''دومرد میری امت میں سے ہیں ایک ان میں سے رات کو اٹھتا ہے اور اپنے نفس کا مقابلہ کرتا ہے اور وضو بناتا ہے۔ اس پر گرہ ہوتی ہیں۔ جب وضو کرتے وقت ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کی گرہ کھل جاتی ہے۔ جب منہ دھویا تو منہ کی گرہ کھل جاتی ہے۔ جب سر کا مسح کیا تو اس کی گرہ کھل جاتی ہے اور جب پاؤں دھوئے تو آخری گرہ کھل جاتی ہے۔ پس رب تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو! اپنے نفس کا خود مقابلہ کرتا ہے۔ میرا بندہ جو کچھ طلب کرے گا وہ کچھ اسی کا ہے۔'' (یہ دونوں روایات مسند احمد اور الکبیر کی ہیں)

صِفَةُ الْوُضُوْءِ

وضو کا طریقہ

٥٢٤ـ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: أَتَانَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلَّى فَدَعَا بِطَهُوْرٍ فَقُلْنَا: مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُوْرِ وَقَدْ صَلَّى مَا يُرِيْدُ إِلَّالِيُعَلِّمَنَا فَأُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَمِيْنِهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثَاً ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَاً فَمَضْمَضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِيْ يَأْخُذُ فِيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَاً ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى

''علی رضی اللہ عنہ: عبد خیر نے کہا: ہمارے پاس علی رضی اللہ عنہ آئے وہ نماز پڑھ چکے تھے اور انہوں نے وضو کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا اب پانی کا کیا کریں گے نماز تو پڑھ چکے ہیں جوان کو پڑھنا تھی مگر وہ ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہوں گے۔ ایک برتن لایا گیا اور اس میں پانی تھا اور ایک تشتری بھی لائی گئی تو برتن سے دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر منہ اور ناک میں تین بار اسی ہاتھ سے پانی ڈالا جس میں پانی لیا تھا مضمضہ کیا اور ناک صاف کیا۔ پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا۔

---

(٥٢٣) احمد: ١٧٠٠٤ـ طبراني كبير، وله سندان عندهما رجاله احدهما ثقات، هيثمي: ١١٣٥.

انتباہ: اگرچہ حدیث قابل تسلی طریقہ سے ثابت نہیں ہوسکی، مگر اس کے مفہوم کی احادیث اوپر گزر چکی ہیں، ان میں اعضاء کے عقدہ (گرہیں) کھلنے کا مطلب یہی ہے کہ شیطان کے اثرات سے یہ اعضائے وضو محفوظ رہتے ہیں اور ان کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور دعاء قبول ہوتی ہے یہ اوپر صحیح احادیث سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ اس حدیث کے مطلب کی وہ احادیث تائید کرتی ہیں۔

(٥٢٤) ترمذي: ٤٨ـ نسائي: ١١٥ـ احمد: ١٣٨٣ـ دارمي: ٧٠١ـ صحيح الباني: ١٠٢.

ثَلاثـاً وَغَسَـلَ يَـدَهُ الشِّمَالَ ثَلاثًاً ثُمَّ جَعَلَ يَـدَيْـهِ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُـمَّ غَسَـلَ رِجْـلَـهُ الْيُـمْنٰى ثَلاثًاً وَرِجْلَـهُ الشِّـمَـالَ ثَلاثَـاً ثُـمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّعْلَمَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ هٰذَا .

پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور سر کا مسح ایک ہی بار کیا۔ پھر دایاں پاؤں تین بار دھویا اور بایاں پاؤں تین بار دھویا۔ پھر کہا: جس کو رسول اللہ ﷺ کا وضو جاننا پسند ہو تو وہ یہ وضو ہے۔

مفردات: ...... اَتَانَا ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہمارے پاس آئے۔ مَا يُرِيْدُ افعال سے مضارع منفی معلوم واحد مذکر غائب، نہیں ارادہ کیا۔ فَـأُتِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب لایا گیا۔ سَـرَّهٗ، نَصَر سے ماضی واحد مذکر جسے اچھی لگے، ضمیع مفعول بہ لفظ مَنْ کی جانب لوٹتی ہے۔

شرح: ......١۔ اس حدیث میں مسنون وضو کا مکمل طریقہ مذکور ہے۔

٢۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احکام دین کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تھے، اور وضو کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی معمولی فریضہ نہ تھا۔ بلکہ اسے عبادت میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

٣۔ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل میں لا کر حدیث کو محفوظ رکھتے تھے، یہ وہ طریقہ ہے جس سے حدیث ہمیشہ یاد ہو جاتی ہے، بھولتی نہیں۔

٥٢٥۔ ومـن روايـاتـه: فَـأَخَذَ الْإِنَـاءَ بِيَدِهِ الْيُـمْـنٰـى فَـأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلاثًاً بِنَحْوِهِ .

ان ہی کی روایت میں ہے: پس دائیں ہاتھ سے برتن پکڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور ہتھیلیاں تین بار دھوئیں۔ (اس کی مثل)

مفردات: ...... فَأَفْرَغَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ڈالا۔

شرح: ......اس میں مسنون وضو میں یہ اضافہ ہے کہ وضو کا آغاز دائیں ہاتھ سے کیا جائے۔

٥٢٦۔ وَمِنْهَا: ثُمَّ تَمَضْمَضَ مَعَ الْاِسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ بِنَحْوِهِ . (لأبي داود ، ١١١)

ان روایات میں یہ بھی ہے: پھر منہ اور ناک کے لیے ایک ہی بار لیا گیا پانی ڈالا۔

مفردات: ...... الاِسْتِنْشَاقِ استفعال سے مصدر ہے، ناک میں پانی داخل کرنا۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ کلی سے پانی بچا کر ناک میں داخل کیا جاتا تھا یعنی ایک ہی ہتھیلی سے کلی اور ناک میں پانی داخل کیا جائے۔

---

(٥٢٥) صحيح البانی: ١٠٣.

(٥٢٦) ابوداؤد: ١١١۔ ترمذی: ٤٨۔ نسائی: ١١٥۔ احمد: ١٣٨٣۔ دارمی: ٧٠١۔ صحیح، البانی: ١٠٤.

ابو داؤد، کتاب الطہارہ، باب فی الفرق بین المضمضۃ والاستنشاق میں حدیث آتی ہے، جس سے کلی کے لیے علیحدہ اور ناک کے لیے علیحدہ پانی لینے کا ذکر ہے مگر یہ حجت کے قابل نہیں ضعیف ہے۔ لیکن علامہ شمس الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَحْصَلُ الْكَلَامِ اِنَّ الْوَصْلَ وَالْفَصْلَ كِلاهُمَا ثَابِتٌ لٰكِنْ اَحَادِيْثُ الْوَصْلِ قَوِيّةٌ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ. (عون المعبود: ١/ ٥٣)

''حاصل گفتگو یہ ہے کہ کلی اور ناک میں ایک ہی ہاتھ سے بغیر نیا پانی لیے ملانا اور دونوں ناک اور کلی کے لیے علیحدہ پانی لینا دونوں طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن ملا کر یعنی ایک ہی پانی سے بغیر نیا پانی لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی داخل کرنے والی احادیث سند کے لحاظ سے قوی ہیں۔ فاصلہ والی ثابت تو ہیں لیکن ان کی بہ نسبت کم قوت رکھتی ہے۔''

یعنی نیا پانی لینا یا اسی پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی داخل کرنا دونوں طرح جائز ہے۔ زیادہ مضبوط موقف دونوں کو ملانے کا ہی ہے، تاہم اگر کوئی علیحدہ پانی لیتا ہے تو جائز کام کرتا ہے غلط نہیں کرتا۔

٥٢٧۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ عَلِيٌّ يَعْنِيْ ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَقَدْ أَهْرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الإِنَاءِ جَمِيْعًا فَأَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أَلْقَمَ إِبْهَامَيْهِ مَا أَقْبَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الثَّانِيَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنٰى قَبْضَةً مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهَا عَلٰى نَاصِيَتِهِ فَتَرَكَهَا تَسْتَنُّ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلاثًا ثَلاثًا ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَظُهُوْرَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيْعًا فَأَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى رِجْلِهِ وَفِيْهَا النَّعْلُ (فَفَتَلَهَا) بِهَا ثُمَّ الأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ: فِي نَعْلَيْنِ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ

ان میں سے ایک یہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ہاں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پہلے ہی باوضو تھے۔ پھر پانی طلب کیا مثل اس کے۔ اور اس میں ہے کہ پھر مضمضہ کیا اور ناک صاف کیا پھر دونوں ہاتھ ملا کر برتن میں داخل کیے اور ان میں پانی لیا اور منہ پر ڈالا پھر اپنے انگوٹھے اپنے کانوں پر اور اگلے حصے پر پھیر دیے۔ پھر دوسری اور پھر تیسری بار بھی ایسا ہی کیا، پھر تھوڑا سا پانی لے کر اپنی پیشانی پر بہا کر چھوڑ دیا اور چہرے پر بہتا چلا گیا۔ پھر دونوں کلائیاں دھوئیں کہنیوں سمیت تین بار پھر سر کا اور کانوں کی پشت کا مسح کیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ ملا کر کانوں میں ڈالے اور پانی لے کر نعلین پہنے ہوئے پاؤں کو بھی اسی طرح دھویا۔ میں نے کہا: کیا نعلین میں دھوئے ہیں تو انہوں نے کہا: نعلین میں۔ تین بار کہا۔

(٥٢٧) ابوداؤد: ١١٧۔ ترمذی: ٤٨۔ نسائی: ١١٥۔ احمد: ١٣٨٣۔ دارمی: ٧٠١۔ حسن، البانی: ١٠٨.

قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ
قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ: وَفِيْ النَّعْلَيْنِ .
(رواه أبوداود ، ١١٧)

مفردات: ...... عَلَیَّ ضمیر متکلم مجرور یاءِ مشدد، میرے پاس داخل ہوئے۔ اِھْرَاقَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، یہ اصل میں اَرَاقَ تھا۔ اس میں ھاء کا اضافہ کر دیا گیا ہے، پانی بہایا، مراد ہے پیشاب کیا۔ بِـوَضُـوْءِ واؤ پر فتحہ ہے، وضو کا پانی۔ حَفْنَةً اس کی جمع حَـفْنَاتٌ ہے، چلو بھر کر، یا لپ۔ اَلْقَمَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، لقمہ بنایا۔ اِبْهَـامَيْهِ اپنے دونوں انگوٹھوں کے ساتھ۔ یعنی دونوں کانوں میں انگوٹھوں کو لقمہ کی مانند بنا لیا۔ کانوں کو انگوٹھے سے پکڑا اور دھویا۔ الثَّانِيَةَ و الثَّالِثَةَ یہ محذوف فعل کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی وہ چلو پہلی دفعہ کے بعد دوسری دفعہ مارا، پھر تیسری دفعہ مارا۔ اتنی مرتبہ بھی کانوں میں انگلیاں پھیریں۔ قَبْضَةً مٹھی بھر پانی، یہ مفعول بہ ہے۔ فَـصَبَّهَا فاء پس ماضی واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ وہ مٹھی بھر پانی ڈالا۔ فَتَـرَكَهَـا پس، ماضی واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، وہ مٹھی بھر پانی چھوڑ دیا۔ تَسْتَنَّ افتعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، وہ بہتا ہے۔ فَتَـلَهَا یہ ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب ہے، ضمیر رِجْلٌ (پاؤں) کی جانب لوٹتی ہے، اسے ملا، اس کا اصل معنی ہوتا ہے۔ مڑوڑا۔ اَلْاُخْرٰی دوسرا پاؤں بھی۔

شرح: ......١۔ اس حدیث میں بھی مسنون وضو کا مکمل طریقہ ہے۔
٢۔ ثابت ہوا کہ وضو کرتے ہوئے چہرے پر زور سے پانی مارنا جائز ہے۔
٣۔ چہرے کے ساتھ ہی کانوں کا اگلا حصہ چہرے کو دھوتے ہوئے دھویا جائے۔
٤۔ چہرہ دھونے کے بعد جتنی دفعہ چہرہ دھویا جائے اتنی دفعہ ہی پیشانی پر پانی مارنا مستحب ہے۔
٥۔ اس حدیث کے آخر سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ پاؤں جوتے سمیت مل کر دھوئے تھے اور بعض نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ پاؤں پر مسح کیا تھا، دھویا نہ تھا۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ مسح کا لفظ صرف چیز پر ہاتھ پھیرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور دھونے کے معنی میں بھی آتا ہے، یہاں لفظ فَتَـلَهَا آیا ہے، جس کا معنی دھونا ہے، کیونکہ بعض نسخوں میں غَسَـلَهَا پاؤں دھونے کے لفظ ہیں، ثابت ہوا دھونا مراد ہے۔ (عون المعبود: ١/٤٤) باقی رہی بات جوتے سمیت پاؤں دھونا یہ کیسے ممکن ہے، تو یہ ممکن ہے کہ جوتا چپل نما ہو اور ہاتھ سے مل کر پاؤں دھو لیے جائیں۔

٥٢٨ ــ عَـنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ قَالَ: دَعَانِيْ أَبِـيْ عَـلِـيٌّ بِوَضُوْءٍ فَقَرَّبْتُهُ لَـهُ فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَـفَّيْـهِ ثَلَاثَ مَـرَّاتٍ قَبْـلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا فِيْ

سدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مثل اس کے اور اس میں یہ بھی ہے کہ پھر کھڑے ہو کر وضو کا بقیہ پانی پی لیا تو مجھے کہا: تعجب نہ کر میں نے تیرے باپ محمد ﷺ کو ایسا ہی کرتے

(٥٢٨) نسائی: ٩٥۔ ترمذی: ٤٨۔ ابوداؤد: ١١٧۔ احمد: ١٣٨٣۔ دارمی: ٧٠١۔ صحیح، البانی: ٩٣.

وَضُوْئِهِ ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلاثًا وَاسْتَنْثَرَ ثَلاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلاثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلاثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ثُمَّ قَامَ قَائِماً فَقَالَ: نَاوِلْنِيْ فَنَاوَلْتُهُ الْإِنَاءَ الَّذِيْ فِيْهِ فَضْلُ وَضُوْئِهِ فَشَرِبَ مِنْ فَضْلِ ضُوْئِهِ قَائِمًا فَعَجِبْتُ فَلَمَّا رَآنِيْ قَالَ: لَا تَعْجَبْ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَبَاكَ النَّبِيَّ ﷺ يَصْنَعُ مِثْلَ مَا رَأَيْتَنِيْ صَنَعْتُ يَقُوْلُ لِوُضُوْئِهِ هٰذَا وَشُرْبِ فَضْلِ وَضُوْئِهِ قَائِمًا. (رواه النسائی ٩٥)

دیکھا ہے جیسا تو نے مجھے کرتے دیکھا۔‘‘

مفردات:...... فَقَرَّبْتُهُ تفعیل سے ماضی واحد متکلم، ضمیر مفعول بہ، جو وضو کے پانی کی جانب لوٹتی ہے، میں نے وہ وضو کا پانی قریب کیا۔ قَائِمًا یہ حال ہے، اس حال میں کہ کھڑے ہوئے۔ نَاوِلْنِيْ مفاعلہ سے امر واحد مذکر حاضر نون وقایہ یاء مفعول بہ ہے۔ مجھے پکڑاؤ۔ فَعَجِبْتُ، عَلِمَ سے ماضی واحد متکلم، میں نے تعجب کیا۔ وَشُرْبِ پیتے، یہ لِوُضُوْئِهٖ پر عطف ہے، اس لیے مجرور ہے، یعنی وضو کے بارے میں کہا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں کہا۔

شرح:......۱۔ اس حدیث میں بھی مسنون وضو کا بیان ہے۔

۲۔ مزید یہ بیان ہوا ہے کہ وضو کرنے کے بعد اگر برتن میں بچا پانی ہو تو اسے پینا مستحب ہے۔

۳۔ عادت چونکہ بیٹھ کر پانی پینے کی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کھڑے ہو کر پانی پیا تو بیٹے نے تعجب کیا، انہیں یہ بتا کر ان کا تعجب دور کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے کیا تھا، اس لیے میں نے بھی کھڑے ہو کر پانی پیا ہے۔

اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت ہے، وہ تنزیہی طور پر (احتیاطی) ہے، اور یہ حدیث کھڑے ہو کر پانی پینا جائز قرار دے رہی ہے تو اس سے جواز ملتا ہے، عادت بیٹھ کر ہی پینے کی ہو۔ بوقت ضرورت کھڑے ہو کر پینے کی اجازت ہے۔ (تعلیقات سلفیہ: ۱/ ۱۵، حاشیہ: ۲۱)

٥٢٩ــ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ

عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ انہوں نے برتن سے اپنے

(٥٢٩) بخاری: ١٩١ـ مسلم: ٢٣٥ـ ترمذی: ٣٢ـ نسائی: ٩٨ـ ابوداؤد: ١٨٨ـ ابن ماجه: ٤٣٤ـ احمد: ١٦٠٢٤ـ مالك: ٣٢ـ دارمی: ٦٩٤.

الْإِنَـاءِ عَـلَـى يَـدَيْـهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَـضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاثًا. (رواه البخاري ١٩١)

ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دھویا، پھر منہ میں اور ناک میں ایک چلو سے تین بار پانی ڈالا۔“

مفردات:...... كَفَّةٍ ایک ہتھیلی۔

٥٣٠۔ عَـنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ: أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَابِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلاثَ مِـرَارٍ فَـغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْإِنَـاءِ فَـمَـضْـمَـضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَـهُ ثَلاثَـاًوَيَـدَيْـهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلاثَ مِـرَارٍ ثُـمَّ مَسَـحَ بِـرَأْسِـهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْـهِ ثَلاثَ مِـرَارٍ إِلَـى الْـكَـعْبَيْنِ ثُمَّ قَـالَ: قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَـنْ تَـوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰـذَا ثُـمَّ صَـلَّـى رَكْعَتَيْنِ لاَ يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (للبخاری ١٦٠)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے برتن منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا اور منہ اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرے کو تین بار دھویا اور ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھویا اور پھر کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اس وضو کی مثل وضو کیا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا جیسا میں نے کیا ہے اور پھر دو رکعات نماز پڑھی اور دل میں باتیں نہ کیں تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“ (بخاری ومسلم)

٥٣١۔ عَـنْ شَـقِيْـقِ بْـنِ سَـلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْـمَـانَ بْنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلاثًا ثَلاثًا وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلاثًا. (رواه أبوداود ١١٠)

ابوداؤد کی روایت میں ہے انھوں نے کہ سر کا مسح تین بار کیا۔

شرح: ...... سر کا مسح ایک مرتبہ ہی ہے، تین مرتبہ مسح کرنے والی روایات اس کے مقابل نہیں آ سکتیں لہٰذا سر کا مسح ایک مرتبہ ہی ہے۔ (عون المعبود: ١/ ٤١)

اگر تین مرتبہ مسح کرنے والی حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب ہے، شروع سے سر سے ہاتھ گدی تک لے گئے، اور پھر گدی سے جہاں شروع کیا تھا وہاں لے گئے اور بال خراب ہو جاتے تھے، انہیں درست کرتے تو انہیں تین مرتبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بار ہی مسح بنتا ہے۔

---

(٥٣٠) بخاری: ١٦٠۔ مسلم: ٢٢٩۔ نسائی: ٨٤۔ ابوداؤد: ١١٠۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ احمد: ٥٥٤۔ دارمی: ٦٩٣.

(٥٣١) ابوداؤد: ١١٠۔ حسن، صحيح، البانی: ١٠١۔ بخاری: ١٦٠۔ مسلم: ٢٣٠۔ نسائی: ١١٦۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ احمد: ٤٩١۔ مالك: ٦١۔ دارمی: ٦٩٣.

٥٣٢۔ سُئِلَ ابْنُ أَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَقَالَ: رَأَیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأُتِیَ بِمِیْضَأَةٍ فَأَصْغَاهَا عَلٰی یَدِهِ الْیُمْنٰی ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِی الْمَاءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلاثًا وَاسْتَنْثَرَ ثَلاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ الْیُمْنٰی ثَلاثًا وَغَسَلَ یَدَهُ الْیُسْرٰی ثَلاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ یَدَهُ فَأَخَذَ مَاءً فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَیْهِ فَغَسَلُ بُطُوْنَهُمَا وَظُهُوْرَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً.

ابن ابی ملیکہ سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے کہا میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے وضو کا برتن منگوایا اور پانی کو اپنے دائیں ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو پانی میں داخل کیا، تین بار کلی کی اور تین بار ناک صاف کیا اور اس میں ہے کہ سر اور کانوں کا مسح کیا، کانوں کے اندر اور باہر سے ایک بار دھوئے۔

مفردات: ...... أُتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، لایا گیا۔ بِمِیْضَأَةٍ وہ برتن جس میں وضو کا پانی سما جائے۔ فَأَصْغَاهَا افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، برتن کی جانب لوٹتی ہے، اسے انڈیلا، مائل کیا۔

٥٣٣۔ عَنْ أَبِیْ عَلْقَمَةَ: أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی ثُمَّ غَسَلَهُمَا إِلٰی الْکُوْعَیْنِ. (رواه أبوداود ١٠٨)

دوسری ایک روایت میں ہے: دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر ان دونوں کو ہاتھوں کے بند (گٹ) تک دھویا۔

مفردات:...... اَلْکُوْعَیْنِ ہاتھ کے جوڑ، مراد گٹ یعنی گٹوں تک ہاتھ دھوتے۔

٥٣٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدِبْنِ عَاصِمٍ الْأَنْصَارِیِّ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَفِیْهِ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِیَدَیْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰی ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰی قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ. (رواه البخاری ١٨٥)

عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مثل اس کے اور اس میں یہ بھی ہے کہ سر کا مسح کیا اور آگے سے دونوں ہاتھوں کو لے گئے اور پیچھے سے لوٹا کر لے آئے۔ سر کے اگلے حصے سے مسح کرنے کی ابتداء کی اور پھر ان دونوں کو گردن تک لے گئے پھر واپس کر کے وہاں لے آئے جہاں سے ابتدا کی تھی۔

(٥٣٢) ابوداؤد: ١٠٨۔ حسن، صحیح، البانی: ٩٩، ١٠٠۔ بخاری: ١٦٠۔ مسلم: ٢٣٠۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ نسائی: ١١٦۔ احمد: ٤٩١۔ مالك: ٦١۔ دارمی: ٦٩٣.

(٥٣٣) ابوداؤد: ١٠٨۔ حسن، صحیح، الباني: ٩٩، ١٠٠۔ بخاری: ١٦٠۔ مسلم: ٢٣٠۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ نسائی: ١١٦۔ احمد: ٤٩١۔ مالك: ٦١۔ دارمی: ٦٩٣.

(٥٣٤) بخاری: ١٨٥۔ مسلم: ٢٣٥۔ ترمذی: ٣٢۔ نسائی: ٩٨۔ ابوداؤد: ١١٨۔ ابن ماجه: ٤٣٤۔ احمد: ١٦٠٢٤۔ مالك: ٣٢۔ دارمی: ٦٩٤.

مفردات: ...... فَاَقْبَلَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، آگے سے شروع کیا۔ بِهِمَا ان دونوں ہاتھوں کو۔ وَاَدْبَرَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پیچھے گدی کی طرف لے جانا۔ قَضَاهُ اپنی گدی۔

شرح: ...... ا۔ دونوں ہاتھوں کے ساتھ مسح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا، بعض حصے کا نہیں کیا تھا۔ اس لیے سارے سر کا مسح کرنا ہوگا۔

اور اس میں سر کے مسح کا طریقہ بیان ہوا ہے کہ سر کے اگلے حصے سے شروع کیا جائے اور ہاتھوں کو گدی تک لے جائیں پھر جہاں سے شروع کیا تھا اسی جگہ ہاتھوں کو واپس لے آئیں۔

۲۔ پاؤں کو مطلق دھونے کا آیا ہے، علامہ عبیداللہ رحمہ اللہ بخاری کے حوالے سے اضافہ کرتے ہیں کہ پاؤں ٹخنوں سمیت دھوتے ہیں۔ (مرعاة: ۱/ ۴۵۵)

۵۳۵۔ وفی رواية: تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ . (رواه النسائی ۹۷)

اور ایک روایت میں ہے کہ وضو کیا دو دو بار۔

مفردات: ...... مَرَّتَيْنِ اس کا واحد مَرَّةٌ ہے، یہ تثنیہ ہے، دو مرتبہ۔

شرح: ...... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو کے اعضاء دو دو مرتبہ بھی دھوئے جا سکتے ہیں یہ جائز ہے۔

۵۳۶۔ وفی أخرى: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاثًا . (رواه مسلم ۲۳۵ . فی كتاب الطهارة)

اور ایک روایت میں ہے کہ منہ اور ناک میں ایک ہتھیلی سے پانی ڈالا گیا اور تین بار ایسا کیا۔

۵۳۷۔ وفی أخرى: أَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَا غَبَرَ مِنْ فَضْلِ يَدَيْهِ .

ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں پر باقی ماندہ تری کے ساتھ سر کا مسح کیا۔

مفردات: ...... غَبَرَ جو باقی بچا۔

۵۳۸۔ وفی أخرى: بِمَاءٍ غَيْرَ فَضْلِ يَدَيْهِ . (للترمذی ۳۵/ وقال وهذا أصح)

اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں پر باقی ماندہ پانی کے علاوہ پانی لے کر اس کے ساتھ سر کا مسح کیا۔" (امام ترمذی

---

(۵۳۵) نسائی: ۹۷۔ صحیح، البانی: ۹۵۔ بخاری: ۱۹۹۔ مسلم: ۲۳۶۔ ترمذی: ۴۷۔ ابوداؤد: ۱۲۰۔ ابن ماجه: ٤٣٤۔ احمد: ١٦٠١٧۔ مالك: ٣٢۔ دارمی: ٦٩٤.

(۵۳٦) مسلم: ۲۳۵۔ کتاب الطهارة، بخاری: ۱۹۹۔ نسائی: ۹۸۔ ترمذی: ۳۵۔ ابوداؤد: ۱۲۰۔ ابن ماجه: ٤٣٤۔ احمد: ١٦٠٣٧۔ مالك: ٣٢۔ دارمی: ٧٠٩.

(۵۳۷) مسلم، کتاب الطهارة: ۲۳۵.

(۵۳۸) ترمذی: ۳۵۔ وقال هذا اصح، صحیح، البانی: ۳۲۔ بخاری: ۱۹۹۔ مسلم: ٢٣٦۔ نسائی: ۹۸۔ ابوداؤد: ۱۲۰۔ ابن ماجه: ٤٣٤۔ احمد: ١٦٠٣٧۔ مالك: ٣٢۔ دارمی: ٧٠٩.

نے کہا یہ اصح روایت ہے)

مفردات: ...... غَيْرِ فَضْلِ یہ مضاف الیہ ہے، فضل آگے مضاف ہے، مطلب ہے اپنے ہاتھوں کے بقیہ پانی سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ نیا پانی لیا تھا۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سر کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جائے، علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كِلَا الْاَمْرَيْنِ جَائِزَانِ وَاِنْ شَآءَ اَخَذَ لِرَاْسِهٖ مَآءً اَجدِيْرًا وَاِنْ شَآءَ مَسَحَهٗ بِفَضْلِ مَآءٍ يَكُوْنُ فِيْ يَدِهٖ)) (مرعاة: ۱/ ۴۷۸)

''دونوں کام جائز ہیں، اگر چاہے تو سر کے مسح کے لیے نیا پانی لے اور اگر چاہے تو ہاتھوں میں بچے ہوئے پانی سے سر کا مسح کرے۔''

۵۳۹۔ وفي أخرى: فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاثاً وَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأسِهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ. (رواه الترمذي ۴۷)

دوسری ایک روایت ہے کہ منہ تین بار دھویا ہاتھ دو دو بار اور پاؤں بھی دو دو بار دھوئے اور سر کا مسح بھی دو بار کیا۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کچھ اعضاء تین مرتبہ کچھ دو مرتبہ ہر طرح اعضائے وضو دھونا جائز ہے۔

۵۴۰۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ وَظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا زَادَ هِشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِيْ صِمَاخِ أُذُنَيْهِ. (رواه أبوداود ۱۲۲)

مقدام بن معدی کرب کی روایت میں مثل اس کے ہے اور اس میں یہ بھی ہے راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا مسح کیا دونوں کانوں کے ظاہر کا اور اندرونی حصے کا اور اپنی انگلی دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالی۔

مفردات: ...... صِمَاخِ کانوں کے سوراخ جو دماغ تک جاتے ہیں۔

شرح: ......اس میں کانوں میں انگلیوں کو پھیرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ انگوٹھے اوپر پھیرے جائیں اور انگلیاں کانوں میں جو گڑھے ہیں، ان میں پھیری جائیں اس طرح مکمل کانوں کا مسح ہو جاتا ہے۔

۵۴۱۔ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ سَالِمِ بْنِ سَبَلَانَ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعْجِبُ بِأَمَانَتِهِ وَتَسْتَأْجِرُهُ فَأَرَتْنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ

ابوعبداللہ سالم بن سبلان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دکھایا کہ نبی کریم ﷺ کیسے وضو کرتے تھے اس روایت میں ہے کہ ام المومنین نے

(۵۳۹) ترمذی: ۴۷۔ صحیح الاسناد، اس میں پاؤں دھونے کے بارے میں جو مرتین کا لفظ ہے یہ شاذ ہے۔البانی: ۴۳۔ اس کے علاوہ اوپر ۵۳۸ والی تخریج ہے۔

(۵۴۰) ابوداؤد: ۱۲۲۔ ابن ماجہ: ۴۴۲۔ احمد: ۱۶۷۳۷۔ صحیح، البانی: ۱۱۴.

(۵۴۱) نسائی: ۱۰۰۔ صحیح الاسناد، البانی: ۹۷.

لِلّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ فَتَمَضْمَضَتْ وَاسْتَنْثَرَتْ ثَلاثاً وَغَسَلَتْ وَجْهَهَا ثَلاثًا ثُمَّ غَسَلَتْ يَدَهَا الْيُمْنَى ثَلاثاً وَالْيُسْرٰى ثَلاثاً وَوَضَعَتْ يَدَهَا فِي مَقْدَّمِ رَأْسِهَا ثُمَّ مَسَحَتْ رَأْسَهَا مَسْحَةً وَاحِدَةً إِلٰى مُؤَخِّرِهِ ثُمَّ أَمَرَّتْ يَدَهَا بِأُذُنَيْهَا ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْخَدَّيْنِ قَالَ سَالِمٌ كُنْتُ آتِيْهَا مَكَاتَبًا مَا تَخْتَفِيْ مِنِّي فَتَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيَّ وَتَتَحَدَّثُ مَعِيَ حَتّٰى جِئْتُهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقُلْتُ اُدْعِيْ لِيْ بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ أَعْتَقَنِيَ اللّٰهُ قَالَتْ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَأَرْخَتِ الْحِجَابَ دُوْنِي فَلَمْ أَرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (رواه النسائی ١٠٠)

ایک ہی بار سر کا مسح کیا اور صرف پیچھے کو ہاتھ لے گئیں اور پھر دونوں ہاتھ اپنے دو کانوں پر پھیر دیئے، پھر دو رخساروں پر پھیر دیئے۔ سالم ؒ کہتے ہیں میں ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا جب تک میں مکاتب تھا تو ام المومنین میرے سامنے بیٹھی ہوتی تھیں اور مجھ سے بات چیت کرتی تھیں۔ پھر ایک دن میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: میرے لیے برکت کی دعا کیجیے تو انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے برکت کر دے اور انہوں نے اسی وقت میرے سامنے پردہ لٹکا دیا اور اس دن کے بعد ام المومنین کو میں نے نہیں دیکھا۔

مفردات: ...... تَسْتَعْجِبُ استفعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، پسند کرتی تھی۔ وَتَسْتَأْجِرُهٗ استفعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، اجرت پر رکھتی تھیں۔ فَأَرَتْنِيْ افعال سے واحد مؤنث ماضی غائب نون وقایہ یاءمفعول بہ، مجھے دکھایا۔ اَمَرَّتْ افعال سے واحد مؤنث غائب، گزارا۔ مُکَاتَبًا مفاعلہ سے اسم مفعول، قسط سے آزاد ہونے والا غلام۔ تَخْتَفِيْ افتعال سے واحد مؤنث غائب، مضارع معلوم مخفی نہ ہوتی تھیں۔ وَأَرْخَتِ افعال سے ماضی واحد مؤنث غائب، لٹکا دیا۔

شرح: ......١۔ اس میں مکمل وضو کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

٢۔ قسط سے آزاد ہونے والا غلام (مکاتب) جب تک اس پر ایک قسط بھی باقی ہے، وہ غلام ہے اور اگر غلام تمام قسطیں ادا کر دیتا ہے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے، غلام سے پردہ نہیں، آزاد ہو جائے تو پھر اس سے پردہ ہے۔

٣۔ نیک انسان سے دعائے برکت کرانی چاہیے۔

٤۔ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ شریعت کی سخت پابند تھیں۔

٥٤٢۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ — عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا

(٥٤٢) نسائی: ١٤٠۔ ابوداود: ١٣٥۔ ابن ماجہ: ٤٢٢۔ حسن، صحیح، البانی: ١٣٦.

جَدِّهٖ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوْءِ فَأَرَاهُ الْوُضُوْءَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰی هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ . (رواه النسائی ۱٤٠)

سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر نبی کریم ﷺ سے وضو کا مسئلہ پوچھا پس آپ ﷺ نے اس کو تین تین بار اعضاء کو دھو کر دکھایا اور پھر فرمایا وضو اس طرح ہے جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے غلط کیا، زیادتی کی اور ظلم کیا۔'' (ابوداؤد اور نسائی نے الفاظ موخر الذکر کے ہیں)

مفردات: ...... فَـاَرَاهُ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، اعرابی کی طرف لوٹتی ہے، اسے نبی ﷺ نے وضو دکھایا۔ اَسَاءَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، آداب شرع کی رعایت نہ رکھی برا کیا۔ تَعَدّٰی تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، حد سے تجاوز کیا۔ ظَلَمَ ، ضَرب سے ماضی واحد مذکر غائب، تین سے زیادہ کر کے خود پر ظلم کیا کہ جان کو تھکا دیا۔

شرح: ......۱۔ یہ اعرابی سائل کی حیثیت سے آیا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے وضو کی کیفیت پوچھتا ہے، چونکہ کسی چیز کی زبانی تعلیم کی بہ نسبت فعلی اور عملی طور پر تعلیم و تربیت کرنا زیادہ مؤثر ہے اس لیے آپ ﷺ نے اسے عملاً وضو دکھانا چاہا تا کہ مؤثر ہو۔

۲۔ یہاں جو وضو کرنے کا ذکر کرتے ہوئے تین تین مرتبہ اعضاء دھونے کا آیا ہے، یہاں سے سر کا مسح تین مرتبہ کرنے کا نہ سمجھ لیا جائے، سر کا مسح ایک ہی مرتبہ۔

۳۔ وضو کے شرع نے جو آداب بتائے ہیں، ان کا خیال نہ رکھنا گویا کامل شریعت کو نقص والی قرار دینا ہے، اسے اساء (برا) قرار دیا گیا ہے۔

کسی چیز کو تکمیل کی حد قرار دیا جائے اس سے آگے گزرنے کو تـعدّی کہتے ہیں۔ تین سے زیادہ بار اعضاء دھونے کو آگے تجاوز کرنے والا قرار دیا ہے کیونکہ یہ وضو کی مقررہ باری کی حد سے آگے گزر گیا ہے۔

پانی ضائع کرنے اور تین بار سے تجاوز کر کے حصول ثواب سے زائد کام کیا ہے، اس لیے اسے ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے، البتہ اعضائے وضو زیادہ دھونے یعنی پاؤں یا بازو اوپر تک دھو لیں یہ جائز ہے، تعداد تین سے اضافہ منع ہے۔ ان کلمات کے اظہار سے سخت قسم کا انکار کیا گیا ہے اور ڈانٹ دی گئی ہے کہ تین بار سے تجاوز کرنے والا سخت برا کام کرتا ہے۔ (مرعا: ۱/ ۴۸۱)

٥٤٣ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِیُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً . (رواه البخاری ١٥٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام اعضاء کو ایک ایک بار دھو کر وضو کیا اور اس پر زیادہ نہ

(٥٤٣) بخاری: ١٥٧ـ ترمذی: ٤٢ـ نسائی: ١٠٢ـ ابوداؤد: ١٣٨ـ ابن ماجه: ٤٣٩ـ احمد: ٣٤٤٠ـ دارمی: ٦٩٧.

کیا۔''(بخاری)

مفردات:...... تَوَضَّأَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، وضو کیا۔ مَرَّۃً مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کے ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ بھی دھویا ہے، اگر یہ خشک نہ رہیں تو ایک مرتبہ بھی دھونا جائز ہے۔

٥٤٤۔ عَنْ عَطاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ لَنَاابْنُ عَبَّاسٍ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ فَأَغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ أَخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَأُذُنَيْهِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةًأُخْرَى مِنَ الْمَاءِ فَرَّشَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى وَفِيْهَا النَّعْلُ ثُمَّ مَسَحَهَا بِيَدَيْهِ يَدٍ فَوْقَ الْقَدَمِ وَيَدٍ تَحْتَ النَّعْلِ ثُمَّ صَنَعَ بِالْيُسْرَى مِثْلَ ذٰلِكَ . (رواه أبوداود، ١٣٧)

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ وضو کیسے کیا کرتے تھے؟ پھر انہوں نے ایک برتن مین پانی طلب کیا اور دائیں ہاتھ میں پانی لے کر منہ اور ناک میں ڈالا، پھر دونوں ہاتھ ملا کر پانی لیا اور چہرہ دھویا، پھر پانی لے کر دایاں ہاتھ دھویا پھر پانی لیا اور اس کے ساتھ بایاں ہاتھ دھویا پھر مٹھی برابر پانی لے کر ہاتھ پر چھڑک دیا اور اس کے ساتھ سر اور کانوں کا مسح کیا، پھر ایک ہاتھ سے پانی لے کر دائیں پاؤں پر ڈالا اور دو ہاتھوں سے مل دیا ایک ہاتھ پاؤں پر اور دوسرا ہاتھ اس کے نیچے تھا پھر دوسرے پاؤں کو بھی اسی طرح دھویا۔''

مفردات: ...... أَ ہمزہ استفہام۔ تُحِبُّوْنَ افعال سے مضارع معلوم جمع مذکر حاضر، کیا تم پسند کرتے ہو۔ اَنْ ناصبہ ہے یہ کہ أُرِيكُمْ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، ضمیر مفعول بہ ہے، میں تمہیں دکھاؤں۔ فِيْهِ اس برتن میں۔ فَاغْتَرَفَ افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، چلو بھرے۔ غَرْفَةً غین کے فتحہ کے ساتھ، معنی مصدر کا ہے، لپ بھرنا۔ أُخْرٰى دوسری لپ بھری۔ بِهَا اس چلو کے ساتھ۔ فَرَشٌ ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب، پانی ڈالا، چھڑکا۔

(٥٤٤) ابوداؤد: ١٣٧۔ بخاری: ١٥٧۔ ترمذی: ٤٢۔ نسائی: ١٠٢۔ ابن ماجہ: ٤٣٩۔ احمد: ٢٤١٢۔ دارمی: ٦٩٧. ابوداوٗد والی حسن ہے۔لیکن مسح القدم شاذ، البانی: ١٢٥.

شـــرح: ......۱۔ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اعضائے وضو ایک ایک مرتبہ دھونے فرض ہیں اور تین مرتبہ دھونے سنت ہیں اور بعض احادیث صحیحہ سے دو دو مرتبہ دھونا بھی ثابت ہے اور کچھ اعضاء ایک مرتبہ کچھ اعضاء دو مرتبہ اور کچھ اعضاء تین مرتبہ دھونا یہ سب جائز ہے۔ (عون المعبود: ۱/۵۲)

۲۔ اور اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ اپنے دائیں پاؤں پر پانی چھڑکا، اس سے مراد دھونا ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو یہ قدم کا مسح کرنے والے الفاظ شاذ ہیں تو صحیح نہیں۔ کہ اتنا پانی پاؤں دائیں اور پھر بائیں پر چھڑکا کہ وہ بہنے لگا اور اس میں پاؤں دھونے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر اور دوسرا ہاتھ پاؤں کے نیچے پھیر کر انہیں دھویا جائے۔

٥٤٥۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاتِيْنَا فَحَدَّثَتْنَا أَنَّهُ قَالَ اسْكُبِي لِي وَضُوءًا فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ فِيْهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلاثاً وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلاثاً وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلاثاً ثَلاثاً وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمَقْدَمِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُوْرِهِمَا وَبُطُوْنِهِمَا وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلاثاً ثَلاثاً.

(رواه أبوداود ، ١٢٦)

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کیا: پس ہاتھوں کو تین بار دھویا، منہ تین بار دھویا، منہ اور ناک میں ایک ایک بار پانی ڈالا اور ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح دوبار کیا۔ سر کے پچھلے حصے سے شروع کیا پھر اس اگلے حصے سے شروع کیا۔ دونوں کانوں کا مسح کیا ظاہر کا اندر کا اور پاؤں کو تین بار دھویا۔

مفردات: ...... فَحَدَّثَتْنَا تفعیل سے ماضی واحد مؤنث غائب، ربیع نے ہم سے یہ حدیث بیان کی۔ اَنَّہٗ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی جانب ہے۔ اُسْكُبِيْ، نَصَرَ سے امر واحد مؤنث حاضر، تو پانی ڈال۔ وَضُوْءً وضو کا پانی۔ فَذَكَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، ربیع نے ذکر کیا۔ وُضُوْءَ آپ کا وضو کرنا۔ فِيْهِ اس وضو کے بارے میں کہا۔ وَضَّأَ تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، دھویا۔

شرح: ......اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ نے سر کا مسح پچھلی جانب سے شروع کیا تھا، یہ راوی سے تحریف ہوئی ہے، اصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے مسح سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا اور پیچھے لے گئے اور پھر جہاں سے شروع کیا تھا، اسی جگہ پر لوٹایا یا اگلے حصہ سر سے شروع کیا اور آخر تک لے گئے، یہ پچھلی جانب سے مسح شروع کرنے کا ثبوت درست نہیں۔ (عون المعبود: ۱/ ۴۸)

---

(٥٤٥) ابوداؤد: ١٢٦۔ ترمذی: ٣٤۔ ابن ماجه: ٤٤١۔ احمد: ٢٦٤٧٥۔ دارمی: ٦٩٠۔ حسن، البانی: ١١٧.

٥٤٦ـ عَـنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُـلَّـهُ مِـنْ قَـرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ لِمُنْصَبِ الشَّـعْرِ لاَيُحَرِّكُ الشَّعَرَ عَنْ هَيْئَتِهِ . (رواه أبو داود ،١٢٨)

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاں وضو کیا: سارے سر کا مسح کیا بالوں کے اوپر ہر طرف سے اس انداز سے مسح کیا کہ بال اپنی حالت پر رہے بالوں کو حرکت نہیں دی۔‘‘

مفردات: ...... قَرْنِ بالوں کے گچھے کو کہتے ہیں، سر کی کسی جانب بھی بال ہوں انہیں قَرْن کہتے ہیں۔ نَاحِيَةٍ ہر جانب۔ لِمُنْصَبِّ انفعال سے اسم مفعول ہے، گرنے کی جگہ۔ یعنی سر کا نچلا حصہ هَيْئَتِهِ اس کی حالت۔

شرح: ......اس حدیث میں دلالت ہے کہ سر کا مسح سر کے اگلے حصے سے شروع کیا جائے اور اسے پیچھے لے جائیں اور سر کی ہر جانب سے بالوں پر مسح کیا جائے مگر بال اپنی حالت سے تبدیل نہ ہوں، ان میں حرکت نہ ہو۔ یعنی پورے سر کا مسح کیا جائے۔

٥٤٧ـ وفـي أخرى: مَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا اَقْبَـلَ مِـنْـهُ وَمَـا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً . (رواه الترمذى ٣٤)

اور دوسری روایت میں ہے: سر کا مسح کیا اس کے اگلے حصے اور اس کے پچھلے حصے کا، دونوں کنپٹیوں کا، دونوں کانوں کا ایک ایک بار۔‘‘

مفردات: ...... مَا اَقْبَلَ مِنْهُ جو اس سر کے آگے والا حصہ ہے۔ وَمَا اَدْبَرَ اور جو پیچھے والا ہے، یہ پہلے جو آیا ہے کہ سر کا مسح کیا اس کی تفسیر ہے یعنی سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا اور آخر تک لے گئے، اور پھر پچھلے حصے سے ہاتھ اگلے حصے تک لے آئے۔ صُـدْغَيْـهِ یہ تثنیہ ہے نون اضافت کی وجہ سے گرا ہے، یہ آنکھ اور کان کے درمیان والی جگہ ہے۔ کنپٹی یعنی اس پر لٹکے ہوئے بالوں پر بھی مسح کیا۔ مَـرَّةً وَّاحِدَةً یہ پہلے سارے جملہ کی قید ہے یہ آگے پیچھے یا کنپٹی وغیرہ کے بالوں پر مسح اگرچہ دیکھنے میں دو مرتبہ لگتا ہے، مگر یہ ایک مسح ہے۔

شرح: ...... یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کنپٹی اور کان کا مسح سر کے مسح کے ساتھ ایک ہی مرتبہ کرنا چاہیے، یہ طریقہ مسنون اور جائز ہے۔

باقی رہا دو مرتبہ تین مرتبہ سر کا مسح کرنے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں ان میں تنقید ہے، سنداً درست نہیں، صحیح احادیث صرف ایک مرتبہ ہی مسح کرنے پر دلالت کرتی ہیں یا پھر ہاتھوں کو پھیرنے کو ایک ایک دفعہ قرار دیا گیا ہے مگر مسح ایک ہی مرتبہ ہے۔ (تحفة الاحوذی: ١/ ٤٦)

---

(٥٤٦) ابوداؤد: ١٢٨ـ ترمذی: ٣٤ـ ابن ماجه: ٤٤١ـ احمد: ٢٦٤٧٥ـ دارمی: ٦٩٠ـ حسن، البانی: ١١٨.

(٥٤٧) ترمذی: ٣٤ـ ابوداؤد: ١٢٩ـ ابن ماجه: ٤٤١ـ احمد: ٢٦٤٧٥ـ حسن الاسناد، البانی: ٣١.

٥٤٨۔ وفی أخری:أَنَّـهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرَ فَضْلِ يَدَيْهِ . (رواه الترمذی ٣٥)

ایک روایت میں ہے: سر کا مسح ہاتھوں پر باقی ماندہ پانی سے کیا۔

مفردات: ...... غَيْرِ ہاتھوں میں بچا تھا، اس کے علاوہ یعنی نیا پانی لیا، اس کی وضاحت حدیث نمبر ۵۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٥٤٩ ـ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً حَتَّى بَلَغَ الْقَذَالَ وَهُوَ أَوَّلُ الْقَفَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ مَسَحَ رَأْسَهُ مِنْ مَقْدَمِهِ إِلٰى مُؤَخَّرِهِ حَتَّى أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ أُذُنَيْهِ قَالَ مُسَدَّدٌ فَحَدَّثْتُ بِهِ يَحْيٰى فَأَنْكَرَهُ . (رواه أبوداود ١٣٢)

طلحہ بن مصرف کے دادا سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سر کے اگلے حصے سے ابتدا کر کے پچھلے حصہ کی طرف مسح کرتے دیکھا ہے یہاں تک کہ ہر دو ہاتھوں کو دو کانوں کے نیچے سے نکالا۔ مسدد نے کہا کہ میں نے یہ حدیث یحییٰ سے بیان کی تو انہوں نے اس کو منکر کہا۔

٥٥٠ ـ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاثاً وَيَدَيْهِ ثَلاثاً وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَقَالَ الأُذُنَانُ مِنَ الرَّأْسِ قَالَ أَبُوْعِيْسَى قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ لاَ أَدْرِيْ هٰذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ مِنْ قَوْلِ أَبِيْ أُمَامَةَ . (رواه الترمذی، ٣٧)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں۔ حماد نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

مفردات: ...... لَا اَدْرِیْ مضارع معلوم واحد متکلم، میں نہیں جانتا۔ هٰذَا یہ اشارہ ہے، الاذنان من الراس کی طرف کہ کان سر میں سے ہیں۔

شرح: ......۱۔ یہ قول کہ کان بھی سر میں سے ہیں، بہت سارے ائمہ کا موقف ہے ان میں سے ابو حاتم، ابوزرعہ، دارقطنی، بیہقی بھی ہیں کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ مَرْفُوْعٌ لَيْسَ بِمُدْرَجٍ وَالْحَدِيْثُ حَسَنٌ اَوْ صِحِيْحٌ . (التلخیص: ١/ ٢٣)

(٥٤٨) ترمذی: ٣٥ـ صحیح، البانی: ٣٢ـ بخاری: ١٩٩ـ مسلم: ٢٣٦ـ نسائی: ٩٨ـ ابوداؤد: ١٢٠ـ ابن ماجه: ٤٣٤ـ احمد: ١٦٠٣٧ـ مالك: ٣٢ـ دارمی: ٧٠٩.

(٥٤٩) ابوداؤد: ١٣٢ـ ضعیف، البانی: ١٩ـ احمد: ١٥٥٢١.

(٥٥٠) ترمذی: ٣٧ـ ابن ماجه: ٤٤٤ـ البانی صحیح: ٣٤.

''ظاہر ہے کہ یہ الفاظ مرفوع نبی ﷺ سے ثابت ہیں کسی راوی سے مدرج نہیں اور حدیث حسن یا صحیح ہے۔''

اسی طرح علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے بھی مرفوع ہی کہا ہے۔ (نصب الرایہ: ۱/ ۲۰)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کانوں کا مسح سر والے پانی سے کیا جائے چہرے والے پانی سے نہ کیا جائے، البتہ جب چہرہ دھوئیں تو کانوں کو ساتھ دھولیں۔ پھر یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ سر کے بعد کانوں پر جب مسح کریں اس کے لیے وہی پانی کافی ہے یا کہ نیا لیا جائے۔ تو ہم یہ پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ افضل یہی ہے کہ سر والے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کیا جائے اگر نیا لیا جاتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔

۵۵۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ عَلَى قَدَمِهِ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِرْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوْءَكَ. (رواه أبوداود ۱۷۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے وضو کیا اور ناخن برابر جگہ دو قدموں پر خشک چھوڑ دی تھی تو اس کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا کر اچھی طرح اپنا وضو کر۔'' (ابوداؤد)

مفردات:...... اَلظُّفْرِ اس کی جمع اَظْفَارٌ ہے، اور جمع الجمع اَظَافِیْرُ ہے۔ ناخن لَهٗ اس اعرابی سے کہا۔ اِرْجِعْ، ضَرَبَ سے امر واحد مذکر، لوٹ جا۔ فَاَحْسِنْ افعال سے امر حاضر، اچھا کر۔ وُضُوْءَكَ اپنا وضو۔

۵۵۲ت عَنْ جَابِرٍ بِنَحْوِهِ. (رواه مسلم۲۴۳ / فی کتاب الطهارة)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل مروی ہے۔

۵۵۳۔ عَنْ خَالِدٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى رَجُلاً يُصَلِّ وَفِيْ ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدْرُ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعِيْدَ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ (رواه أبوداود ۱۷۵)

خالد بن معدان سے مروی ہے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا جس کے پاؤں پر درہم برابر جگہ خشک تھی جس کو پانی نہیں پہنچا تھا پس آپ ﷺ نے اس کو وضو اور نماز کا اعادہ کرنے کا حکم دیا۔

مفردات: ...... ظَهْرِ اوپر والا حصہ۔ نُعْمَةٌ ایک ٹکڑا، مراد ہے، پاؤں کے ایک حصہ پر خشکی تھی، اس کی تفسیر یہ ہے۔ لَمْ يُصِبْهَا افعال سے نفی جحد واحد مذکر ہے۔ ضمیر مفعول بہٖ ہے، جو قدم کی جانب لوٹتی ہے، اسے پانی نہ لگا تھا۔ فَاَمَرَهٗ اس آدمی کو حکم دیا۔ اَنْ یُّعِیْدَ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب اَنْ نے نصب دیا ہے، یہ کہ وہ لوٹائے۔

---

(۵۵۱) ابوداؤد: ۱۷۳۔ احمد: ۱۲۰۷۸۔ صحیح، البانی: ۱۵۸.

(۵۵۲) مسلم: ۲۴۳۔ کتاب الطهارة، ابوداؤد: ۱۷۳۔ ابن ماجه: ٦٦٦۔ احمد: ١٥٤.

(۵۵۳) ابوداود: ۱۷۵۔ احمد: ۱۵۰٦۹۔ صحیح، البانی: ١٦١.

شرح: ......۱۔ رقم ۵۵۲۔ جو مسلم کے حوالہ سے اشارہ دیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰى. (مسلم، كتاب الطهاره، باب استيعاب جمع اجزاء محل الطهارة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک آدمی نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ایک ناخن کے برابر جگہ چھوڑ دی، یعنی خشک رہ گئی اسے نبی اکرم ﷺ نے دیکھا اور کہا: واپس لوٹ جا اور اپنا وضو اچھا کر، چنانچہ وہ لوٹا، وضو درست کیا اور پھر نماز پڑھی۔

۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ وضو کے اعضاء میں سے کوئی جگہ علم نہ ہونے کی وجہ سے بھی دھونے سے رہ جائے یا خشک رہ جائے تو وہ وضو درست نہیں دوبارہ وضو کیا جائے کیونکہ ایک روایت میں ہے۔ ثُمَّ تَوَضَّأَ (مسند احمد)

۳۔ انجان اور جاہل کو نرمی سے تعلیم دی جائے، سختی سے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۴۔ پاؤں میں موزے یا جرابیں ہوں تو مسح ٹھیک ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو اصل بات یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھوئے جائیں مسح نہ کیا جائے۔

٥٥٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلٰى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. (رواه البخاري، ٦٠)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سفر میں ہم لوگوں سے پیچھے چلے آتے تھے جب آپ ﷺ ہم تک پہنچ آئے تو نماز کا وقت قریب آ چکا تھا اور ہم لوگوں نے پاؤں پر تر ہاتھ سے مسح کرنا شروع کر دیا، پس آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو گا'' دو یا تین بار فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

مفردات: ...... تَخَلَّفَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، پیچھے رہ گئے۔ سَفْرَةٍ ایک سفر میں۔ سَافَرْنَاهَا مفاعلہ سے ماضی جمع متکلم، ضمیر سفرۃ کی جانب لوٹتی ہے، ہم نے سفر کیا۔ فَأَدْرَكَنَا افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ضمیر جمع متکلم، ہم نے پا لیا۔ أَرْهَقَتْنَا افعال سے واحد مؤنث غائب ضمیر متکلم مفعول بہ ہے، ڈھانپ لیا یعنی نماز کا وقت تھا جس سے ہم نے جلدی کی۔ فَنَادٰى مفاعلہ سے ماضی واحد مذکر غائب پکارا۔ آپ ﷺ نے وَيْلٌ یہ تہدید ہے، ہلاکت ہے۔

(٥٥٤) بخاری: ٦٠۔ مسلم: ٢٤١۔ نسائی: ١١١۔ ابوداؤد: ٩٧۔ احمد: ٧٠٦٣.

٥٥٥۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَوْمًا يَتَوَضَّؤُنَ فَرَأَى أَعْقَابَهُمْ تَلُوْحُ فَقَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ . (روا النسائی، ۱۱۱)

''اور ابو داؤد ونسائی میں اس حدیث کے آخر میں ہے: ''اچھی طرح وضو کرو۔''

مفردات: ...... تَلُوْحُ ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، خشک ہونے کی وجہ سے چمک رہی ہیں۔ اَسْبِغُوْا افعال سے امر جمع حاضر، پورا کرو۔

٥٥٦۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ:قَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ وَبُطُوْنِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ . (رواه الترمذی ،٤١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایڑیوں اور پاؤں کے تلووں کے لیے آگ کا عذاب ہوگا۔''

مفردات: ...... رُوِیَ ، ضَرَبَ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، مروی ہے۔ وَبُطُوْنِ اس کا واحد بَطْنٌ ہے، قدموں کے اندر کے حصے۔

شرح: ......ان احادیث کے مجموعہ سے درج ذیل باتوں کا پتہ چلتا ہے۔

ا۔ بلا وجہ چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں نہ ہی یہ عمل بہتر ہے، بلکہ فضول ہے البتہ بوقت ضرورت علم کی بات بتاتے ہوئے، یا جمعہ پڑھاتے اور مجمع زیادہ ہو اور وعظ ونصیحت کرتے ہوئے بلند آواز سے پکارنا جائز ہے۔

۲۔ ان احادیث میں ان لوگوں کی تردید ہے جو قرآن پاک کی آیت سے جر (زیر) والی قراء وَاَرْجُلِكُمْ کہ اپنے پاؤں پر مسح کرو، سے استدلال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پاؤں پر مسح کیا جائے دھو یا نہ جائے۔

یہ دلیل پکڑنا غلط ہے کیونکہ یہ حدیث اور تواتر کی حد تک پہنچنے والی دیگر احادیث جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے پاؤں دھونے فرض ہیں، کیونکہ پاؤں کی معمولی جگہ خشک رہ جائے تو اسے آگ کی ڈانٹ دی گئی ہے، اس سے اس کی سنگینی کا علم ہوتا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۵۰)

٥٥٧۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ فَرَأَى لُمْعَةً لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَقَالَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت سے غسل کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک جگہ چمکتی دیکھی

(٥٥٥) نسائی: ۱۱۱۔ صحیح، البانی: ۱۰۸۔ بخاری: ۱۶۳۔ مسلم: ۲۴۱۔ ابوداؤد: ۹۷۔ ابن ماجہ: ۴۵۱۔ احمد: ۷۰۶۳۔ دارمی: ۷۰۶.

(٥٥٦) ترمذی: ٤١۔ اس کے متعلق البانی خاموش رہے ہیں، مگر صحیح الترغیب والترھیب: ٢١٦ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ بخاری: ١٦٥۔ مسلم: ٢٤٢۔ نسائی: ١١٠۔ ابن ماجہ: ٧٤٥٣۔ احمد: ١٠٠٨١۔ دارمی: ٧٠٧.

(٥٥٧) ابن ماجہ: ٦٦٣۔ احمد: ٢١٨١۔ ضعیف، البانی: ١٤٤۔

انتباہ: صحیح حدیث میں وضاحت او پر گزر چکی ہے کہ پاؤں خشک رہ جائیں تو وضو دوبارہ کیا جائے وہی پانی مل دینا کافی نہیں۔

بِـجُمَّتِهِ فَبَلَّهَا عَلَيْهَا قَالَ إِسْحٰقُ فِيْ حَدِيْثِهِ فَعَصَرَ شَعْرَهُ عَلَيْهَا. (ابن ماجة ، ٦٦٣)

جس کو پانی نہیں پہنچا تھا پس آپ ﷺ نے اپنی زلف مبارک کے بال نچوڑ کر اس جگہ کو تر کر دیا۔''

٥٥٨- أَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِيَّ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلٰى الْعِمَامَةِ فَقَالَ لاَ حَتّٰى يُمْسَحَ الشَّعْرُ بِالْمَاءِ. (رواه مالك.)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے عمامہ پر مسح کرنے کا پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جائز نہیں جب تک بالوں پر پانی سے مسح نہ کیا جائے۔ (موطا)

٥٥٩- عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَّةً فَاَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ. (لأبى دواد، ١٤٦)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، ان کو سردی لگی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ پٹیوں اور موزوں پر مسح کریں۔

مفردات:...... سَرِيَّةً اس کی جمع سَرَایا ہے، لشکر کے ایک حصہ کو کہتے ہیں جو پانچ افراد سے لے کر چار سو افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ اَلْبَرْدُ راء پر جزم ہے، ٹھنڈک پہنچی۔ الْعَصَائِبِ ہر وہ چیز جو بل دے کر سر پر باندھی ہو، مراد یہاں پگڑیاں ہیں۔ اَلتَّسَاخِيْنِ ہر وہ چیز جو پاؤں پر لپیٹی ہو۔ موزے یا جرابیں، یہاں موزے مراد ہیں۔

٥٦٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ. (رواه أبوداود ١٤٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے وقت دیکھا آپ ﷺ پر خوشبو لگائی پگڑی تھی آپ ﷺ نے پگڑی کے نیچے ہاتھ داخل کر کے سر کے اگلے حصے پر مسح کیا اور پگڑی کو نہیں کھولا۔

شرح:...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فعل سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ بالوں پر پہلے ضرور ہاتھ پھیرا جائے، پھر پگڑی پر مسح کیا جائے۔

مگر یہ ان کا اپنا فعل ہے، اصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے تین طرح پر سر کا مسح ثابت ہے (١) صرف سر پر (٢) صرف پگڑی پر۔ (٣) کچھ سر کے اگلے حصہ پر اور دوسرا پگڑی پر۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک ہی طریقہ اختیار کر لیا ہے، مگر اتباع کے لائق پیغمبر ﷺ کا ہی طرز عمل ہے۔

---

(٥٥٨) موطا: ٦٧۔ مع شرح زرقانی ماجاء فی المسح با الراس والاذنين.

(٥٥٩) ابوداؤد: ١٤٦۔ احمد: ٢١٨٧٨۔ صحيح، البانی: ١٢٣.

(٥٦٠) ابوداؤد: ١٤٧۔ ابن ماجه: ٥٦٤۔ ضعيف، البانی: ٢٥.

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ پگڑی پر مسح نہ کرنے کے قائلین کے تمام اعتراضات کا رد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فَقَدْ ثَبَتَ الْمَسَحُ عَلَى الرَّأْسِ فَقَطْ وَعَلَى الْعِمَامَةِ فَقَطْ وَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعِمَامَةِ وَالْكُلُّ صَحِيحٌ ثَابِتٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَوْجُوْدٌ فِيْ كُتُبِ الْائِمَّةِ الصِحَاحِ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُبَيِّنٌ لِّاَمْرِ اللّٰهِ فَقَصْرُ الْاِجْزَاءِ عَلٰى بَعْضِ مَا وَرَدَ لِغَيْرِ مُوْجَبٍ لَيْسَ مِنْ دَاْبِ الْمُنْصِفِيْنَ. (مرعا: ١/ ٤٦٧)

”صرف سر پر، صرف پگڑی پر اور کچھ سر کے اگلے حصہ اور دوسرا پگڑی پر تینوں طرح سر کا مسح کرنا صحیح اور رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے، صحیح کتابوں کے مؤلف بھی انہیں اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور نبی اکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے لیے مفسرین کر آئے ہیں بغیر کسی وجہ سے ایک حصہ آپ کے فرمان پر ہی اکتفا کرنا کسی منصف مزاج کے لائق نہیں کہ ایک طریق پر مسح کرتا رہے بلکہ تینوں طرح مسح کرے یہی سنت طریقہ ہے۔“

٥٦١ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. (رواه الترمذى ٤٣ .)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو دو دو بار کیا۔

٥٦٢ـ وَلَهُ، عَنْ جَابِرٍ: تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا (للترمذى، ٤٣)

ترمذی رحمہ اللہ نے جابر سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار وضو کیا۔

٥٦٣ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ (للبخارى ١٥٨)

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ ﷺ نے دو دو بار وضو کیا۔

٥٦٤ـ عَنْ عُثْمَانَ رَفَعَهُ: تَوَضَّا ثَلَاثًا ثَلَاثًا. وَقَالَ: هٰذَا وُضُوْئِيْ وَوُضُوْءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ، وَوُضُوْءُ إِبْرَاهِيْمَ. (رواه رزين)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا: ”یہ میرا وضو ہے اور میرے سے پہلے کے تمام انبیاء کا وضو ہے اور ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے۔“

٥٦٥ـ وَعَنْ نَمْرَانَ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ:

” نمران بن جاریہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

(٥٦١) ترمذی: ٤٣ـ ابوداؤد: ١٣٦ـ حسن، صحیح البانی: ٤٠.

(٥٦٢) ترمذی: ٤٣ـ اس میں مرة مرة کا اضافہ بخاری: ۱۵۷ میں ہے۔

(٥٦٣) بخاری: ١٥٨ـ احمد: ١٦٠١٧ـ دارمی: ٦٩٤ـ اس میں نور علی نور کے الفاظ بھی ہیں مگر یہ بخاری اور نسائی میں الفاظ نہیں ہیں۔

(٥٦٤) رزین.

انتباہ: پہلے اس مسئلہ کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اعضائے وضو دو دو تین تین یا ایک ایک مرتبہ دھونا ہر طرح ثابت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُذُوا لِلرَّأْسِ مَآءً جَدِيْدًا . (رواه الطبراني في الكبير بلين)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سر کے مسح کے لیے نیا پانی کرو۔'' (الکبیر)

٥٦٦۔ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ بِالْمَاءِ عَلٰى رِجْلَيْهِ . (رواه الطبراني في الأسط)

عباد بن تمیم اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو کیا اور پانی ڈال کر پاؤں پر ہاتھ پھیرا۔ (الاوسط)

٥٦٧۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ قَالَ: نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْحِ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْغُسْلِ فَغَسَلْنَا . (رواه الطبراني في الكبير بضعف)

عبد اللہ بن بدر رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن نازل ہوا مسح کرنے کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دھونے کا حکم دیا تو ہم نے دھویا۔ (الکبیر بسند ضعیف)

٥٦٨۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: رَجَعَ قَوْلُهُ إِلٰى غُسْلِ الْقَدَمَيْنِ فِيْ قَوْلِهِ: وَأَرْجُلَكُمْ إِلٰى الْكَعْبَيْنِ . (رواه الطبراني في الكبير، ٩٢١٠)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کا فرمان: ''اور پاؤں کو ٹخنوں تک۔'' یہ پاؤں دھونے کی طرف لوٹ آیا ہے۔'' (الکبیر)

(اَلتَّخْلِيْلُ وَالسِّوَاكُ وَغَسْلُ الْيَدَيْنِ)

خلال کرنے، مسواک کرنے اور ہاتھوں کو دھونے کا بیان

٥٦٩۔ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبٍ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ قِيْلَ وَمَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ قَالَ فِي الْوُضُوْءِ وَالطَّعَامِ .

(رواه أحمد ٢٣٠١٦، والكبير /٤٠٦١ بضعف)

ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت خلال کرنے والے بہت اچھے ہیں۔''

٥٧٠۔ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنْ أُمَّتِيْ قَالُوْا: وَمَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟

سیدنا ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! خلال کیا ہے؟ فرمایا وضو میں خلال کرنا تو منہ میں اور ناک میں پانی ڈالنا اور کھانے کا خلال کھانا کھانے

---

(٥٦٥) طبرانی کبیر وفیه دهشم بن قران ابن ہبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے، اور محدثین کی جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(٥٦٦) طبرانی اوسط رجاله الرجال الصحیح طبرانی کا شیخ ثقہ نہیں۔

(٥٦٧) طبرانی کبیر عبداللہ بن بدر تابعی ہیں، اس میں محمد بن جابر ضعیف ہے۔

(٥٦٨) طبرانی کبیر، ٩٢١٠۔ اور قتادہ نے ابن مسعود سے روایت نہیں سنی۔ هیثمی : ١١٩٤.

(٥٦٩) احمد: ٢٣٠١٦۔ طبرانی کبیر وفی اسناده واصل بن السائب یہ ضعیف ہے یہ الفاظ احمد کے ہیں، واخرجه ابن ماجه ٤٣٣.

(٥٧٠) طبرانی کبیر: ٤٠٦١۔ احمد، وفی اسنادهما واصل الرقاشی وهو ضعیف، هیثمی: ١١٩٩.

قَالَ:اَلْمُتَخَلِّلُوْنَ بِالْوُضُوْءِ وَالْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنَ الطَّعَامِ أَمَّا تَخْلِيْلُ الْوُضُوْءِ فَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَبَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَأَمَّا تَخْلِيْلُ الطَّعَامِ فَمِنَ الطَّعَامِ . إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَشَدَّ عَلَى الْمَلَكَيْنِ مِنْ أَنْ يَرَيَا بَيْنَ أَسْنَانِ صَاحِبِهِمَا طَعَامًا وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ (رواه الطبرانی فی الکبیر ٤٠٦١)

کے بعد ہے۔ فرشتوں پر اس سے زیادہ سخت اذیت کوئی نہیں ہے کہ وہ اپنے متعلقہ ساتھی کے دانتوں میں نماز پڑھتے وقت کھانے کے ریزے دیکھیں۔“

٥٧١۔ عَنْ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَلَّلَ لَحْيَتَهُ بِفَضْلِ وُضُوْئِهِ وَمَسَحَ رَأْسَهُ بِفَضْلِ ذِرَاعَيْهِ. (رواه الطبرانی فی الکبیر بلین)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور داڑھی کا خلال کیا وضو کے بقیہ پانی سے اور سر کا مسح کیا بازوؤں کے بقیہ پانی سے۔“(الکبیر بسند ضعیف)

٥٧٢۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ. (للترمذی، ٣١)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

مفردات: ...... يُخَلِّلُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، انگلیاں داڑھی کے درمیان پھیرنا۔ لِحْيَتِهٖ داڑھی، اس کی جمع لُحی ہے۔

٥٧٣۔ عَنْ أَنَسٍ يَعْنِي ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لَحْيَتَهُ وَقَالَ هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ .

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب وضو کرتے تو ہتھیلی میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے داخل کر کے داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے تھے: ”میرے رب تعالیٰ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔“

مفردات: ...... حَنَكِهٖ اس کی جمع اَحْنَاكٌ ہے، ٹھوڑی کے نیچے والا حصہ۔

٥٧٤۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ أُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَآءٌ فَأَكْفَأَ

سیدنا ابووائل رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ داڑھی کا خلال منہ دھونے کے وقت میں

(٥٧١) طبرانی کبیر اس میں تمام بن نجیح ہے، یحییٰ بن معین نے صرف اسے ثقہ کہا ہے۔ بخاری اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ هیثمی: ١٢٠٥.

(٥٧٢) ترمذی: ٣١۔ ابن ماجه: ٤٣٠۔ صحیح، البانی: ٢٨.

(٥٧٣) ابوداؤد: ١٤٥۔ ابن ماجه: ٤٣١۔ صحیح، البانی: ١٣٢.

(٥٧٤) بزار: ٢٦٨۔ طبرانی کبیر وفيه سعيد بن عبدالجبار، قال النسائی ليس بالقوی وذكره ابن حبان فی الثقات وفی سند البزار والطبرانی محمد بن حجر وهو ضعيف۔

عَلٰی يَمِيْنِهٖ ثَلَاثًا ثُمَّ غَمَسَ يَمِيْنَهٗ فِی الْإِنَآءِ فَاَفَاضَ بِهَا عَلَى الْيُسْرٰی ثُلَاثًا ثُمَّ غَمَسَ الْيُمْنٰی فَحَفَنَ حَفْنَةً مِنْ مَآءٍ فَتَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ كَفَّيْهِ فِی الْإِنَآءِ فَحَمَلَ بِهِمَا مَاءً فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ خَلَّلَ لِحْيَتَهٗ، وَمَسَحَ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ وَأَدْخَلَ خِنْصَرَهٗ فِیْ دَاخِلِ أُذُنَيْهِ لِيَبْلُغَ الْمَآءُ ثُمَّ مَسَحَ رَقَبَتَهٗ وَبَاطِنَ لِحْيَتِهٖ مِنْ فَضْلِ مَآءِ الْوَجْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَهُ الْيُمْنٰی ثَلَاثًا حَتّٰی جَاوَزَ الْمِرْفَقَ، وَغَسَلَ الْيُسْرٰی مِثْلَ ذٰلِكَ بِالْيُمْنٰی حَتّٰی جَاوَزَ الْمِرْفَقَ ثُمَّ مَسَحَ عَلٰی رَأْسِهٖ ثَلَاثًا وَمَسَحَ ظَاهِرَ أُذُنَيْهِ وَمَسَحَ رَقَبَتَهٗ وَبَاطِنَ لِحْيَتِهٖ بِفَضْلِ مَآءِ الرَّأْسِ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰی ثَلَاثًا وَخَلَّلَ أَصَابِعَهَا، وَجَاوَزَ بِالْمَآءِ الْكَعْبَ، وَرَفَعَ فِی السَّاقِ الْمَآءَ ثُمَّ فَعَلَ فِی الْيُسْرٰی مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَخَذَ حَفْنَةً مِنَ الْمَآءِ بِيَدِهِ الْيُمْنٰی فَوَضَعَهٗ عَلٰی رَأْسِهٖ، حَتّٰی تَحَدَّرَ مِنْ جَوَانِبِ مِنْ جَوَانِبِ رَأْسِهٖ وَقَالَ: هٰذَا تَمَامُ الْوُضُوْءِ

(للبزار، ٢٦٨، والكبير بضعف)

کیا ہے اور کانوں کے اندرونی حصے کا، گردن کا اور داڑھی کے اندر کا مسح کیا سر کے باقی پانی سے۔ دونوں بازو کو کہنیوں سے اوپر تک دھویا، پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا اور ٹخنوں سے اوپر پنڈلی تک بڑھایا، پھر دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور اپنے سر پر رکھ دیا یہاں تک کہ پانی سر کے اطراف سے گرنے لگا اور فرمایا: ''مکمل وضو یہ ہے۔''

٥٧٥۔ عَنْ وَاثِلَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ لَمْ يُخَلِّلْ أَصَابِعَهٗ بِالْمَآءِ خَلَّلَهَا اللّٰهُ بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (للكبير، ٣٤٠٠ بضعف)

سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو پانی کے ساتھ اپنی انگلیوں میں خلال نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ آگ سے قیامت کے دن خلال کر دے گا۔''

(٥٧٥) طبرانی کبیر: ٣٤٠٠۔ اس میں علاء ہیں کثیر لیثی هو مجمع علی ضعيفه.

٥٧٦ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتَنْتَهِكُنَّ الْأَصَابِعَ بِالطُّهُوْرِ، أَوْ لَتَنْتَهِكَنَّهَا النَّارِ . (رواه الطبرانی فی الأوسط، ۹۲۱۱)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انگلیاں وضو کے وقت کھولی جائیں یا پھر آگ ان کو کھول دے گی۔'' (الاوسط)

مفردات:...... لَتَنْتَهِكَنَّ لام تاکید ہے، نون ثقیلہ افتعال سے مضارع معلوم واحد مؤنث غائب، یعنی حلال کرو۔

٥٧٧ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ . (رواه الترمذی، ۳۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو وضو کرے تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کر۔'' (ترمذی)

مفردات:...... فَخَلِّلْ تفعل سے امر حاضر ہے، خلال کر۔

شرح:...... ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی اور پاؤں کا خلال ضروری ہے۔

وہ اس طرح کہ داڑھی کے بالوں کے درمیان انگلیاں پھیری جائیں اور ٹھوڑی کے نیچے پانی ڈالا جائے اور خلال کیا جائے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال یہ ہے کہ سب سے چھوٹی انگلی پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پھیری جائے۔ (ترمذی)

بعض احادیث میں امر کا صیغہ آیا ہے، جو خلال کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے، بعض حضرات نے اس خلال کو غیر مشروع قرار دیا ہے یہ احادیث ان کے نظریہ کی تردید کے لیے کافی ہیں۔ باقاعدہ پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیاں داڑھی کا خلال کرنا مسنون ومشروع ہے۔ (مرعاة: ۱/۴۷۳)

٥٧٨ـ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطِ ابْنِ صَبْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَخْبِرْنِىْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَبَالِغْ فِى الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا . (رواه النسائی ۸۷)

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیجیے۔ فرمایا مکمل وضو کر انگلیوں کے درمیان خلال کر اور ناک میں پانی ڈالنے میں خوب مبالغہ کر مگر جب تو روزے سے ہو تو احتیاط کرنا۔''

مفردات:...... وَبَالِغْ مفاعلہ سے امر حاضر ہے واحد مذکر، مبالغہ کر یعنی اچھی طرح پانی پہنچاؤ۔

شرح:...... ۱۔ اس میں وضو کے مقامات میں خوب دھونے کا حکم ہے اور وضو کا ہر عضو دھوتے ہوئے حق ادا کر دو، اچھی طرح انہیں ملو۔

---

(٥٧٦) طبرانی اوسط: ٩٢١١۔ ووقفه فی الکبیر علی ابن مسعود، واسناده حسن، ہیثمی: ١٢١٠.

(٥٧٧) ترمذی: ٣٩۔ ابن ماجه: ٤٤٧۔ حسن صحیح، البانی: ٣٦.

(٥٧٨) نسائی: ٨٧۔ ترمذی: ٧٨٨۔ ابوداؤد: ٢٣٦٦۔ ابن ماجه: ٤٤٨۔ احمد: ١٧٣٩٠۔ دارمی: ٧٠٥۔ صحیح، البانی: ٨٥.

۲۔اس میں دلیل ہے کہ ناک میں پانی داخل کرنا اور کلی کرنا واجب ہے۔

ناک میں پانی خوب گہرائی سے داخل کیا جائے مگر روزے کی حالت میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے کہ پانی حلق میں اتر جائے۔

۳۔سائل نے وضو کے متعلق پوچھا تھا،مگر نبی اکرم ﷺ نے یہ دو باتیں ہی جواب میں بتائی ہیں، وجہ یہ ہے کہ دیگر اعضائے وضو کا سائل کو علم تھا۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اسی پر اکتفا کیا۔(مرعاۃ:۱/۲/۴۷۲)

۵۷۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ . (رواه البخاري ، ٧٢٤٠)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر میری امت کے لیے مشکل نہ ہوتا تو میں ان کو مسواک کا حکم دیتا۔''

مفردات: ...... اَشُقَّ ، نَصَر سے مضارع معلوم واحد متکلم میں مشقت نہ سمجھتا با السِّوَاكِ یہ مسواک کرنے کے عمل پر بھی بولا جاتا ہے اور اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ مسواک کی جائے۔

۵۸۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ . (رواه البخاري، ٨٨٧)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر میری امت کے لیے مشکل نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

۵۸۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ لاَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ بِوُضُوْءٍ أَوْ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ سِوَاكٌ . (رواه أحمد ، ٧٤٦١)

احمد کی روایت میں ہے کہ وضو کا اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۵۸۲۔ كَانَ زَيْدُبْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوَاتِ

زید بن خالد رضی اللہ عنہ نمازوں کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے اور

(٥٧٩) بخاری: ٧٢٤٠۔ مسلم: ٢٥٢۔ ترمذی: ٢٢۔ نسائی: ٧۔ ابوداؤد: ٤٦۔ ابن ماجه: ٢٨٧۔ احمد: ١٠٤٨٧۔ مالك: ١٤٨۔ دارمی: ٦٨٣.

(٥٨٠) بخاری: ٨٨٧۔ بقیہ ۵۷۹ والی تخریج ہے۔

(٥٨١) احمد: ٧٤٦١۔ طبرانی کبیر اس میں محمد بن عمرو بن علقمه یه ثقه اور حسن الحدیث هے، بخاری: ٧٤٩٤۔ مسلم: ٧٥٨۔ ترمذی: ٢٢۔ نسائی: ٥٣٤۔ ابوداؤد: ٤٧٣٣۔ ابن ماجه: ١٧٦١۔ مالك: ٤٩٦۔ دارمی: ١٧٢٠.

(٥٨٢) ترمذی: ٢٣۔ ابوداؤد: ٤٧۔ صحیح، البانی: ٢٢.

فِیْ الْمَسْجِدِ وَسِوَاکُهُ عَلٰی أُذُنِهٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْکَاتِبِ لَایَقُوْمُ إِلَی الصَّلَاةِ إِلَّا أُسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّهُ إِلٰی مَوْضِعِهٖ. (للترمذی،۲۳)

ان کا مسواک ان کے کان پر رکھا ہوتا تھا جہاں کاتب اپنا قلم رکھتا ہے وہ جب بھی نماز کے لیے اٹھتے تو مسواک کرتے اور پھر مسواک اس کی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔

مفردات: ...... اِسْتَنَّ افتعال ماضی واحد مذکر غائب، مسواک کرتے۔ رَدَّهُ، نَصَرَ سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مسواک کی طرف لوٹتی ہے، اس مسواک کو کان کی اسی جگہ پر لوٹا دیتے۔

۵۸۳۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ لَا یَرْقُدُ مِنْ لَیْلٍ وَلَا نَهَارٍ فَیَسْتَیْقِظُ إِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ أَنْ یَتَوَضَّأَ. (رواه أبوداود، ۵۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات یا دن جس وقت بھی سوتے تھے تو بیدار ہو کر وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

مفردات: ...... لَا یَرْقُدُ مضارع منفی واحد مذکر غائب، سوتے نہ تھے۔ فَیَسْتَیْقِظُ استفعال سے مضارع معلوم واحد مزکر غائب بیدار ہوتے۔ تَسَوَّكَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، مسواک کرتے۔

۵۸۴۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَیْحٍ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِأَیِّ شَیْءٍ کَانَ یَبْدَأُ النَّبِیُّ ﷺ إِذَادَخَلَ بَیْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ (رواه مسلم، ۲۵۳ / فی کتاب الطهارة)

شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسواک کرتے تھے۔

مفردات:...... بِاَیِّ شَیْءٍ کونسی چیز ہے؟ یَبْدَءُ مضارع معلوم واحد مذکر غائب مہموز اللام، آغاز کرتے۔

۵۸۵۔ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ. (رواه النسائی،۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک منہ کے لیے طہارت اور رب کریم کی رضا کا ذریعہ ہے۔''

مفردات:...... مَطْهَرَةٌ یہ مصدر میمی ہے، پاکیزگی۔ مَرْضَاةٌ یہ عَلِمَ سے مصدر میمی ہے۔ رضا مندی۔

۵۸۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لَلرَّبِّ وَمَجْلَاةٌ لِلْبَصَرِ. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک منہ کی طہارت اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے اور آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔''

(۵۸۳) ابوداؤد: ۵۷۔ اس میں ولا نہار کے الفاظ کے علاوہ یہ حسن ہے۔البانی: ۵۱۔ مسلم: ۲۵۳.
(۵۸۴) مسلم: ۲۵۳۔ کتاب الطهارة، نسائی: ۸۔ ابوداود: ۵۱۔ ابن ماجه: ۲۹۰۔ احمد: ۲۵۴۶۶.
(۵۸۵) نسائی: ۵۔ احمد: ۲۵۴۸۳۔ دارمی: ۶۸۴۔ صحیح، البانی: ۵.
(۵۸۶) طبرانی کبیر، اس میں بحر بن کنیز سقاء ہے اس کے ضعف پر اجماع ہے۔هیثمی: ۱۱۱۵

٥٨٧ ـ عَـنْ أَبِـىْ بُـرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسَوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُوْلُ أُعْ أُعْ وَالسِّـوَاكُ فِيْ فِيْهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ . (رواه البخاری ، ٢٤٤)

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ مسواک کرتے اور اع اع کہہ رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھا۔ لگتا تھا آپ ﷺ قے کر رہے ہیں۔

مفردات: ...... أُعْ أُعْ جو گلے سے آواز نکلتی ہے۔ فِىْ فِيْـهِ جری حالت ہے، آپ ﷺ کے منہ میں تھی۔ يَتَهَوَّعُ تفعل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے، قے آنے کی مانند آواز نکالتے تھے۔

٥٨٨ ـ قَـالَ دَخَـلْـتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَسْتَـاكُ وَقَـدْ وَضَـعَ السِّـوَاكَ عَلٰى طَرَفِ لِسَانِهِ .

''ابوداؤد کی روایت میں ہے: جب میں آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ مسواک کر رہے تھے۔ مسواک کو زبان کے کنارے پر رکھا تھا۔

مفردات: ...... يَسْتَاكُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، مسواک کر رہے تھے۔ طَرَفِ کنارہ۔

٥٨٩ ـ عَـنْ أَبِـىْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَسْتَنُّ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ عَأْعَأْ . (رواه النسائی : ٣)

نسائی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عاعا کر رہے تھے۔

مفردات: ...... عَأْعَأْ مسواک زبان پر رکھیں اور اسے استعمال کرنے سے پیدا ہونے والی آواز۔

٥٩٠ ـ عَـنْ أَنَـسٍ رضی اللہ عنہ قَـالَ قَـالَ رَسُوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ أَكْثَـرْتُ عَـلَيْـكُـمْ فِي السِّوَاكِ . (للبخاری ، ٨٨٨)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے مسواک کی تمہیں بکثرت تاکید کی ہے۔'' (بخاری و نسائی)

مفردات: ...... أَكْثَرْتُ افعال سے ماضی واحد متکلم، میں نے بہت زیادہ مبالغہ سے مسواک کرنے کا کہا ہے۔

٥٩١ ـ عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَـالَ قَالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ قَـدْ أَكْثَـرْتُ عَـلَيْـكُمْ فِى السِّوَاكِ . (رواه النسائی:٦)

نسائی کی دوسری روایت ہے: ''تم نے مسواک کے متعلق مجھ سے بکثرت سوال کیا ہے۔''

---

(٥٨٧) بخاری: ٢٤٤ ـ مسلم: ٢٥٤ ـ نسائی: ٣ ـ ابوداود: ٤٩.
(٥٨٨) صحیح، البانی: ٣٩ ـ بخاری: ٢٤٤ ـ مسلم: ٢٥٤ ـ نسائی: ٣ ـ احمد: ١٩٢٢٨.
(٥٨٩) نسائی: ٣ ـ صحیح، البانی: ٣ ـ بقیہ تخریج نمبر ٥٨٨ والی ہے۔
(٥٩٠) بخاری: ٨٨٨ ـ نسائی: ٦ ـ احمد: ١٣١٨٦ ـ دارمی: ٦٨١.
(٥٩١) نسائی: ٦ ـ صحیح، البانی ـ بخاری: ٨٨٨ ـ احمد: ١٢٠٥٠ ـ دارمی: ٦٨١.

٥٩٢۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ فِيْ فَضْلِ السِّوَاكِ أَنْ كَبِّرْ أَعْطِ السِّوَاكَ أَكْبَرَهُمَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ. (رواه أبوداود ، ٥٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ مسواک کر رہے تھے اور آپ ﷺ کے پاس دو مرد موجود تھے۔ ایک عمر میں دوسرے سے بڑا تھا پس آپ ﷺ پر مسواک کی فضیلت کی وحی نازل ہوئی کہ مسواک بڑے کو دو۔ وہ کہتی ہیں: آپ ﷺ مسواک کرتے اور دھونے کے لیے مجھے دیتے تو میں پہلے خود مسواک کرتی اور پھر دھوتی اور پھر اٹھا کر آپ ﷺ کو دیدیتی تھی۔'' (ابوداؤد)

مفردات:...... فَأُوْحِيَ افعال سے ماضی مجہول، وحی کی گئی۔ اِلَيْهِ آپ ﷺ کی طرف۔ كَبِّرْ تفعیل سے امر حاضر واحد مذکر، یعنی مسواک دینے میں بڑے کو مقدم رکھو۔ یہ اوحی کا نائب فاعل ہے۔ اَعْطِ افعال سے امر واحد مذکر حاضر، دو۔ یہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، یہ بھی نبی ﷺ کا قول ہے۔ (عون المعبود: ١/ ١٩)

٥٩٣۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فَضْلُ الصَّلَاةِ بِالسِّوَاكِ عَلَى الصَّلَاةِ بِغَيْرِ سِوَاكٍ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا (لأحمد ٢٥٨٠٨ ، ولأبي يعلى والبزار)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسواک کے ساتھ ایک نماز پڑھنا بغیر مسواک کے ستر نمازوں کے برابر ہے۔'' (احمد، موصلی، براز)

مفردات:...... ضِعْفًا ستر گنا۔

٥٩٤۔ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ بِالسِّوَاكِ وَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَسَوَّكَ ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ ، قَامَ الْمَلَكُ خَلْفَهُ ، فَيَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِهِ ، فَيَدْنُوْ مِنْهُ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، حَتَّى يَضَعَ فَاهُ عَلَى فِيْهِ ، فَمَا يَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا صَارَ فِيْ جَوْفِ الْمَلَكِ فَطَهِّرُوْا أَفْوَاهَكُمْ لِلْقُرْآنِ . (للبزار)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ مسواک کرتا ہے اور پھر نماز کر لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ کے پیچھے کھڑا ہو کر قریب سے اس کی نماز کی قراءت سنتا ہے (یا اس کی مثل کلمہ ارشاد فرمایا) اور قریب آ کر اس کے منہ کے اوپر فرشتہ اپنا منہ رکھ دیتا ہے تو جو کلمات قرآن مجید کے اس کے منہ سے خارج ہوتے ہیں وہ فرشتے کے منہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پس تم اپنے منہ قرآن کے لیے پاک رکھو۔'' (بزار)

---

(٥٩٢) ابوداود: ٥٠۔ صحيح البانی، ٤٠.

(٥٩٣) احمد: ٢٥٨٠٨۔ ابو يعلى، بزار، وقد صححه الحاكم، هيثمی: ٢٥٥٤.

(٥٩٤) بزار، ورجاله ثقات، البزار، هيثمی: ٢٥٦٤.

مفردات: ...... فَيَسْتَمِعُ افتعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، غور سے سنتا ہے۔ فَيَدْنُوْا ، نَصَرَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، وہ قریب ہوتا ہے۔ مِنْهُ اس بندے کے۔ فَاهُ یہ نصبی حالت ہے، اپنا منہ۔ عَلٰى فِيْهِ یہ جر کی حالت ہے، اس بندے کے منہ پر۔ فَمَا نہیں۔ فَطَهِّرُوْا تفعیل سے امر حاضر ہے، جمع مذکر، پاک کرو۔ اَفْوَاهَكُمْ ، فَمٌ کی جمع ہے، اپنے مونہوں کو۔

٥٩٥ـ عَنْ عَائِشَةَ . قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، اَلرَّجُلُ يَذْهَبُ فُوْهُ يَسْتَاكُ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: كَيْفَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: يُدْخِلُ اِصْبَعَهُ فِيْ فِيْهِ فَيَدْلُكُهُ . (للأوسط بضعف)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر کسی انسان کے منہ میں دانت ہی نہ ہوں تو مسواک کیسے کرے؟ فرمایا: ''منہ میں انگلی ڈال کر اس کو رگڑ دے۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

٥٩٦ـ عَنْ مَعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: نِعْمَ السِّوَاكُ الزَّيْتُوْنُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ ، تُطَيِّبُ الْفَمَ ، وَتَذْهَبُ بِالْحَفْرِ ، وَهُوَ سِوَاكِيْ وَسِوَاكُ الْاَنْبِيَآءِ قَبْلِيْ (للأوسط وفيه معلل ابن محمد)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''عمدہ مسواک زیتون کے بابرکت درخت کا ہے۔ وہ منہ کو پاک کرتا ہے اور دانتوں کی زردی کو دور کرتا ہے میرا یہی مسواک ہے اور یہ مجھ سے پہلے کے انبیاء کا مسواک ہے۔'' (الاوسط، اور اس میں معلل بن محمد راوی ہے)

٥٩٧ـ عَنْ أَبِيْ خَيْرَةَ الصَّبَاحِيِّ قَالَ: كُنْتُ فِيْ الْوَفْدِ الَّذِيْنَ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَزَوَّدَنَا الْأَرَاكَ نَسْتَاكُ بِهٖ ، فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، عِنْدَنَا الْجَرِيْدُ ، وَلٰكِنَّا نَقْبَلُ كَرَامَتَكَ وَعَطِيَّتَكَ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ الْقَيْسِ . (للكبير مطولا)

ابوخیرہ الصباحی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وفد میں شامل تھا جو نبی ﷺ کے پاس آیا تھا پس آپ ﷺ نے ہمیں پیلو کے درخت کے مسواک دیئے تا کہ ہم مسواک کریں۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے پاس کھجور کی ٹہنی موجود ہے مگر آپ ﷺ کا اکرام اور عطیہ برکت کے لیے قبول کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! عبدالقیس خاندان کی مغفرت کر دے۔'' (یہ الکبیر کی طویل روایت سے ہے)

مفردات: ...... اَلْوَفْدُ خاص لوگ جو دوسری جگہ نمائندہ بن کر گئے ہوں۔ اَتَوْا ماضی جمع مذکر غائب، وہ آئے۔ فَزَوَّدَنَا تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ ہے، ہمیں تحفہ دیا۔ اَلْاَرَاكَ جھاؤ کا درخت ہے۔ بِهٖ

(٥٩٥) طبرانی اوسط اس میں عیسیٰ بن عبداللہ انصاری ضعیف ہے۔ هيثمي : ٢٥٧٤.

(٥٩٦) طبرانی اوس، اس میں معلل بن محمد ہے، اس کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا یہ کون ہے؟ هيثمي : ٢٥٧٦.

(٥٩٧) طبرانی كبير، واسناد حسن: ٢٥٧٥.

اس لکڑی کے ساتھ۔ اَلْجَرِیْدُ کھجور کی شاخ۔ کَرَامَتَكَ جوعزت وکرامت دی۔

۵۹۸۔ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَسَوَّكُوْا فَإِنَّ السِّوَاكَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ مَا جَاءَ نِیْ جِبْرِیْلُ إِلَّا أَوْصَانِیْ بِالسِّوَاكِ حَتَّی لَقَدْ خَشِیْتُ أَنْ یُفْرَضَ عَلٰی وَعَلٰی أُمَّتِیْ وَلَوْ لَا أَنِّی أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ وَإِنِّی لَأَسْتَاكُ حَتّٰی لَقَدْ خَشِیْتُ أَنْ أُحْفِیَ مَقَادِمَ فَمِیْ. (رواه ابن ماجة، ٢٨٩، بضعف)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک کیا کرو وہ منہ کو پاک کرنے والا اور رب تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے اور میرے پاس جب بھی جبریل علیہ السلام تشریف لائے مجھے مسواک کی تلقین کرتے رہے۔ مجھے خوف پیدا ہونے لگا کہ میرے اوپر اور میری امت پر فرض ہی کر دیا جائے گا اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ میں اپنی امت پر زیادہ مشقت ڈال دونگا تو میں ان پر مسواک فرض ہی کر دیتا اور میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خوف پیدا ہوتا ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ کھود ڈالوں گا۔'' (قزوینی بسند ضعیف)

شرح: ...... ان تمام احادیث سے مسواک کے فضائل اور مسواک کرنے کا طریقہ اور طہارت و پاکیزگی میں اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور اس کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ﷺ مسواک بطور تحفہ وفد کو دے رہے ہیں۔ اور صحابی رضی اللہ عنہ یاد دہانی کے لیے اپنے کان پر رکھتے ہیں، مسواک کرنے کی مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں

١۔ ویسے تو کسی بھی درخت سے مسواک کرنا جائز ہے اور احادیث میں مذکور ثواب حاصل ہوتا ہے۔

مگر نبی ﷺ سے جھاؤ کے درخت کی مسواک کرنا پسندیدہ طور پر ثابت ہے جیسا کہ اوپر حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے وفد کو اسی درخت کی مسواک کا تحفہ دیا تھا۔

٢۔ مسواک کرنے کا طریقہ جو صحیح ترین احادیث سے ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دانتوں کی نچلی طرف سے اوپر کی جانب کی جائے یا دانتوں پر لمبائی کے طور پر مسواک پھیری جائے۔

٣۔ آج کل جو برش وغیرہ ہیں، ان میں احتیاط یہ مدنظر رکھیں کہ اگر بالوں والے ہوں تو کسی حرام جانور کے نہ ہوں۔ اگر حلال جانور کے ہوں یا پلاسٹک وغیرہ حلال چیز سے ہوں تو ان کو دانتوں پر پھیریں یا پیسٹ لگائیں تو ثواب مسواک والا ہی ہوگا۔ مگر تجربہ سے ثابت ہے اصل صفائی مسواک ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

٤۔ مسواک وضو کے وقت علیحدہ اور نماز سے پہلے علیحدہ کرنا ان احادیث سے ثابت ہے اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کے وقت مسواک کی خصوصی تلقین ہوئی ہے کیونکہ ان اوقات میں فرشتوں کا قرب ہوتا ہے اور قرب الٰہی ہوتا ہے۔ بندے کو درس دیا گیا ہے کہ وہ کامل نظافت اور طہارت سے یہ قرب حاصل کرے اور یہ مسواک بلغم وغیرہ ختم کرتی ہے،

(٥٩٨) ابن ماجه: ٢٨٩ـ احمد: ٢١٧٦٦ـ ضعيف، البانی: ٥٨.

تلاوت میں مزید فصاحت پیدا کرنے کے لیے اس وقت مسواک کی ترغیب ہے اور فرشتے بالکل قریب آنے میں دقت محسوس نہیں کرتے۔

اور یہی صفائی ہے جو مسواک کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے کہ مسواک والی نماز دوسری سے ستر گناہ ثواب میں بڑھ جاتی ہے۔

۵۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسواک کا اہتمام ہمہ وقت کیا جائے نماز یا غیر نماز وضو یا وضو کے علاوہ بھی اور چلتے پھرتے اور بیٹھے ہر وقت کی جا سکتی ہے اور یہ ایک فطرتی عمل ہے انبیائے کرام علیہم السلام اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سب مسواک کرتے رہے ہیں۔

۶۔ دوسرے کی استعمال شدہ مسواک بھی کی جا سکتی ہے۔ (ابوداؤد، وسکت عنہ المنذری، مرعاۃ: ۱/ ۴۴۷)

۷۔ روزے کی حالت میں بھی مسواک کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (۱/ ۳، کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی السواک بالعشی للصائم)

۵۹۹۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَیْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلاَ یَغْمِسْ یَدَهُ فِی الْإِنَاءِ حَتَّى یَغْسِلَهَا ثَلاثاً فَإِنَّهُ لاَ یَدْرِیْ أَیْنَ بَاتَتْ یَدُهُ. (لمسلم ۲۷۸، کتاب الطهارة)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ تین بار اس کو دھو لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کہاں رہا ہے۔“ (صحاح ستہ)

مفردات: ...... فَلَا یَغْمِسْ، ضَرَبَ سے، نہی واحد مذکر غائب، برتن میں ہاتھ نہ ڈال۔ فَإِنَّهُ یقیناً وہ آدمی۔ لَا یَدْرِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ نہیں جانتا۔ أَیْنَ کہاں۔ بَاتَتْ ماضی واحد مونث غائب، رات گزاری۔

۶۰۰۔ وفی روایة: فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لاَ یَدْرِیْ أَیْنَ بَاتَتْ یَدُهُ أَوْ أَیْنَ كَانَتْ تَطُوْفُ یَدُهُ (رواه أبوداود، ۱۰۵)

”ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے: ”وہ نہیں جانتا کہ وہ رات بھر کہاں رہا یا اس کا ہاتھ کہاں پھرتا رہا ہے۔“

مفردات: ...... تَطُوْفُ مضارع معلوم واحد مؤنث، گردش کرتا ہے۔

شرح: ...... ۱۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نجاست اور پلیدی کو تین بار دھویا جائے یہ حکم جس نجاست کے بارے وہم سا ہوا سے دھونے کا ہے، ظاہر ہے جو نجاست وجود رکھے اسے تو بالاولیٰ تین مرتبہ دھونا ہے۔

---

(۵۹۸) مسلم: ۲۷۸۔ کتاب الطهارة، بخاری: ۱۶۲۔ ترمذی: ۲۴۔ نسائی: ۴۴۱۔ ابوداود: ۱۰۵۔ ابن ماجه: ۳۹۳۔ احمد: ۱۰۲۱۱۔ مالك: ۴۰۔ دارمی: ۷۶۶.

(۶۰۰) ابوداود: ۱۰۵۔ صحیح، البانی: ۹۶۔ بقیہ نمبر ۵۹۹ والی تخریج ہے۔

۲۔عبادات اور دیگر معاملات میں احتیاط سے کام لینا مستحب ہے۔البتہ احتیاط سے کام لیتے ہوئے وسوسہ سے بھی بچنا چاہیے، زیادہ وہم کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ برتن میں بغیر دھونے کے ہاتھ نہ ڈالنے کا حکم اس کے لیے ہے جو رات سو کر اٹھتا ہے، دن والا اس کا پابند نہیں رات سوتے وقت میل کچیل، یا کسی بھی گندی جگہ پر ہاتھ لگ سکتا ہے۔اس لیے پہلے ہاتھوں کو باہر دھویا جائے پھر برتن میں ڈالا جائے تا کہ پانی گندہ ہونے سے محفوظ رہے۔یاد رہے کہ یہ حکم احتیاط اور صفائی کے لیے ہے اگر کوئی بغیر دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال دیتا ہے، اس نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کی ہے۔مگر پانی پلید نہ ہوگا۔

(اَلْإِسْتِنْشَاقُ وَالْإِسْتِنْثَارُ وَالْإِسْبَاغُ وَغَيْرُهَا)

ناک میں پانی ڈالنے، ناک جھاڑنے اور وضو کی تکمیل کرنے کا بیان

۶۰۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ . (رواه البخاری، ۱۶۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو وضو کرے تو ناک جھاڑے اور جو خوشبو لگائے تو طاق بار لگائے۔''

مفردات: ...... فَلْيَسْتَنْثِرْ استفعال سے امر غائب واحد مذکر، وضو کرنے والا جو پانی ناک میں جذب کرتا ہے، اسے باہر پھینکنے کے لیے جھاڑنا۔ اسْتَجْمَرَ استفعال سے ماضی واحد مذکر غائب جو استنجاء کے لیے پتھر استعمال کرے۔ فَلْيُوْتِرْ افعال سے امر غائب واحد مذکر اسے وتر کرے یعنی طاقت استعمال کرے۔

(۶۰۲) عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ . (رواه مسلم ، ۲۳۷)

ہمام بن منبہ نے بیان کیا کہ یہ وہ روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو ناک کے ہر دو سوراخوں میں پانی پہنچائے پھر ناک جھاڑ دے۔''

مفردات: ...... فَلْيَسْتَنْشِقْ استفعال سے امر غائب واحد مذکر، ناک میں پانی جذب کرنا۔ بِمَنْخِرَيْهِ اس میں تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گرا ہے، ناک کے دونوں نتھنے۔

۶۰۳۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۶۰۱) بخاری: ۱۶۱۔ مسلم: ۲۳۷۔ نسائی: ۸۸۔ ابوداود: ۳۵۔ ابن ماجه: ۴۰۹۔ احمد: ۹۶۵۳۔ مالك: ۳۳۔ دارمی: ۷۰۳.

(۶۰۲) مسلم: ۲۳۷۔ بخاری: ۱۶۲۔ نسائی: ۸۸۔ ابوداود: ۱۴۰۔ ابن ماجه: ۴۰۹۔ احمد: ۱۰۳۴۰۔ مالك: ۳۴۔ دارمی: ۷۰۳.

قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهِ . (رواه النسائى، ٩٠)

فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اور ناک جھاڑے اس لیے کہ شیطان رات کو اس کی ناک پر رہتا ہے۔''

مفردات: ...... خَيْشُوْمِهِ اس کی جمع خَيَاشِيْم ہے، ناک کا بانسہ۔ يَبِيْتُ ، بَاتَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، رات گزارتا ہے۔

٦٠٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَسْتَنْثِرُوْا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ أَوْثَلاثاً (رواه أبوداود، ١٤١)

ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''مبالغہ کر کے دو یا تین بار ناک میں پانی ڈال کر جھاڑ دیا کرو۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... بَالِغَتَيْنِ یہ اسم فاعل تثنیہ مؤنث ہے، یہ مرتین کی صفت ہے، یعنی دو مرتبہ پوری طرح جھاڑو۔

شرح: ......۱۔ ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب سو کر اٹھیں تو وضو سے پہلے تین مرتبہ ناک جھاڑا جائے یہ بہت ضروری ہے کیونکہ شیطان ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے، وہ کیسے گزارتا ہے اس پر ایمان لانا ہے اس کی کیفیت اللہ جانتا ہے۔ اس شیطان کے اثرات بدول تک جا سکتے ہیں کیونکہ بانسے سے دل میں اثر پہنچانے کے لیے سوراخ ہوتا ہے۔ اس لیے ناک جھاڑنے کی تاکید ہے کہ اس کے برے اثرات اور آلودگی سے دل محفوظ رہ جائے۔

۲۔ استنجاء طاق کیا جائے جو کہ کم از کم تین پتھر ہیں۔ زیادہ بھی ہوں تو طاق رہیں، جفت نہ ہوں۔

۳۔ ناک میں پانی ڈالیں تو اسے جھاڑیں وضو کرتے ہوئے اس کا خاص خیال رکھیں، البتہ روزہ ہو تو پھر پانی ناک میں مبالغہ سے داخل نہ کریں اس کے علاوہ مبالغہ سے پانی داخل کریں اور اسے خوب جھاڑیں۔

یہ اوپر وضاحت گزر چکی ہے کہ اعضائے وضو ایک ایک مرتبہ یا دو دو مرتبہ یا تین تین مرتبہ ہر طرح دھونا جائز ہے، اسی طرح ناک جھاڑنا بھی ہر طرح جائز ہے۔

٦٠٥۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ أُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت قیامت کے دن سفید اعضاء والی کہلائے گی پس جو تم میں سے

---

(٦٠٣) نسائی: ٩٠۔ صحیح، البانی: ٨٨۔ بخاری: ٣٢٩٥۔ مسلم: ٢٣٨۔ احمد: ٨٤٠٨.

(٦٠٤) ابوداود: ١٤١۔ ابن ماجه: ٤٠٨۔ صحیح البانی: ١٢٨.

(٦٠٥) بخاری: ١٣٦۔ مسلم: ٢٤٦۔ ابن ماجه: ٤٣٠٦۔ احمد: ١٠٣٩٩۔ مالك: ٦٠.

الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ . (رواه البخاری، ١٣٦)

اپنے اعضاء کی سفیدی زیادہ کر سکے تو ضرور ایسا کرے۔'' (بخاری ومسلم)

مفردات: ...... أُمَّتِيْ میری امت، مراد امت کے مسلمان لوگ ہیں۔ يَدْعَوْنَ ، نَصَر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب، پکارے جائیں گے۔ غُرًّا اس کا واحد اَغَرَّ ہے۔ یہ مفعول ہونے یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اصل میں یہ گھوڑے کی پیشانی میں جو سفیدی ہوتی ہے اسے کہتے ہیں۔ اس کا استعمال جمال اور خوبصورتی میں بھی ہوتا ہے۔ وہ نور جو روزِ قیامت آپ ﷺ کی امت کے لوگوں کی پیشانیوں میں نظر آئے گا یعنی جب انہیں پکارا جا رہا ہوگا تو ان کی حالت یہ ہوگی کہ چہرے پرنور نکل رہا ہوگا۔

مُحَجَّلِيْنَ یہ تفعیل سے اسم مفعول ہے، یہ بھی حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، گھوڑے کے تین پاؤں سفید ہوں تو اسے کہتے ہیں۔ مراد وہی نور ہے۔ اَنْ يُّطِيْلَ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب اَنْ ناصبہ ہے، یہ کہ لمبا کرے۔

٦٠٦۔ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمَرِ قَالَ رَاَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيْلَهُ . (لمسلم، ٢٤٦/كتاب الطهارة)

نعیم بن مجمر نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ وضو کر رہے تھے، انہوں نے منہ دھویا اور پوری طرح پانی لگایا پھر دایاں ہاتھ دھویا یہاں تک کہ موٹے بازو کے نصف تک پانی پہنچا دیا پھر بایاں بازو دھویا تو پھر بھی موٹے بازو کے نصف تک پانی پہنچا دیا اور پھر بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی تک پانی پہنچایا اور پھر بایاں پاؤں دھویا تو پنڈلی تک پانی لگایا۔ پھر انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ تم بروزِ قیامت سفید اعضاء والے ہو گے مکمل وضو کے سبب پس تم میں سے جس کو طاقت ہو اپنی سفیدی اور چمک زیادہ کرے۔''

مفردات: ...... اَشْرَعَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، شروع ہو گئے۔ اِسْبَاغ افعال سے مصدر ہے، پورا پورا کیا۔

٦٠٧۔ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا

اور دوسری روایت ہے کہ مذکورہ راوی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو

(٦٠٦) مسلم: ٢٤٦۔ كتاب الطهارة، بخاری: ١٣٦۔ نسائی: ١٥٠۔ ابن ماجه: ٤٣٠٦۔ احمد: ١٠٣٩٩۔ دارمی: ٦٠.

(٦٠٧) مسلم: ٢٤٦۔ كتاب الطهارة، بخاری: ١٣٦۔ نسائی: ١٥٠۔ ابن ماجه: ٤٣٠٦۔ احمد: ١٠٣٩٩۔ دارمی: ٦٠.

هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ بِنَحْوِهِ. (رواه مسلم، ٢٤٦ كتاب الطهارة)

وضو کرتے دیکھا کہ انہوں نے چہرہ اور دو ہاتھ دھوئے، قریب تھا کہ شانے تک پانی پہنچ جائے۔ پھر انہوں نے دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک پانی پنڈلی تک اونچا کر دیا۔

٦٠٨۔ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى تَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوْءُ فَقَالَ يَا بَنِي فَرُّوْخَ أَنْتُمْ هَا هُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَا هُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوْءَ سَمِعْتُ خَلِيْلِي ﷺ يَقُوْلُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ. (لمسلم: ٣٥٠، وللنسائي مثله دون: يابني فروخ)

ابو حازم سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پس پشت کھڑا تھا اور وہ نماز کا وضو کر رہے تھے پس وہ دھونا طویل کر کے ہاتھ بغل تک لے گئے تو میں نے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ کیسا وضو ہے؟ انہوں نے کہا اے بنوفروخ! تم یہاں موجود ہو اگر مجھے تمہاری موجودگی کا علم ہوتا تو میں ایسا وضو نہ کرتا۔ میں نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کا وضو پہنچا ہوگا۔'' (اور نسائی میں لفظ یا بنوفروخ کے علاوہ مثل اس کے ہے)

مفردات: ...... يَا بَنِي فَرُّوْخَ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، یہ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ ابو حازم بھی ان میں سے تھے، انہیں اس طرح کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہر بات عوام میں درست نہیں ہوتی فتنہ کا ڈر ہے۔ صاحب علم تو مناسب طریقہ سے ایک عمل کرتے ہیں عوام کی نظر وہاں تک نہیں جاتی۔ (شرح نووی: ۱/ ۱۲۷)

شرح: ......۱۔ ان احادیث میں دلیل موجود ہے کہ چہرے کی سفیدی اور پاؤں کی سفیدی میں طوالت جائز ہے، ہاتھوں میں کندھوں تک لے جائیں پاؤں میں گھٹنوں تک اور چہرے میں گردن کے دونوں کناروں تک دھونا جائز ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو پہلی امتوں میں تھا۔ مگر اس کے آثار سے سفیدی کا حاصل ہونا یہ خصوصیت صرف اس امت کو حاصل ہے۔

۲۔ جو یہ کہا گیا ہے کہ مومن کا زیور وضو تک ہے اس کا مطلب ہے کہ وضو سے سفیدی حاصل ہوگی جو نور بن جائے گی جو زیور کی مانند حسن و جمال پیدا کرے گی۔

۳۔ اس میں وضو پورا پورا کرنے کی بھی ترغیب ہے کہ اعضاء خشک نہ رہیں۔

باقی رہی بات حدیث میں گزرا ہے کہ جو اعضائے وضو تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے اس نے ظلم کیا۔

(٦٠٨) مسلم: ٢٥٠۔ نسائی: ١٤٩۔ اس میں یا نبی فروخ کے لفظ نہیں۔ احمد: ٨٦٢٣.

تو یہ اس کے خلاف نہیں یہاں پورے پورے اعضاء دھونے اور ان کی مقدار بڑھانے کی ترغیب ہے، دھونے کی تعداد میں اضافے کی اجازت نہیں، سفیدی کی طوالت میں اضافہ مستحب ہے، یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

٦٠٩ ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَاللّٰهِ مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَیْءٍ دُوْنَ النَّاسِ إِلَّا بِثَلاثَةِ أَشْيَاءٍ أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَلاَ نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ وَلاَ نُنْزِيَ الْحُمُرَ عَلٰى الْخَيْلِ (رواه النسائی ، ١٤١)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اللہ کی! رسول ﷺ نے ہم اہل بیت کو لوگوں سے جدا کر کے کسی چیز میں مخصوص نہیں فرمایا مگر ان تین امور میں۔ آپ ﷺ نے ہمیں مکمل وضو کا حکم دیا ہے، صدقہ کھانے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ کہ ہم گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں۔ (نسائی)

مفردات: ...... مَا نہیں۔ خَصَّنَا ماضی واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہمیں خاص نہیں کیا۔ فَاِنَّهٗ بے شک آپ ﷺ نے۔ اَنْ یہ ناصبہ ہے، یہ کہ۔ نُسْبِغَ افعال سے مضارع معلوم جمع متکلم، پورا پورا کریں۔ وَلَا نُنْزِیَ افعال سے جمع متکلم مضارع منفی معلوم، ہم جفتی کے لیے نہ چھوڑیں۔ اَلْحُمُرُ گدھے۔

شرح: ......لوگوں میں مشہور تھا کہ نبی ﷺ نے اہل بیت کو خاص علم بتایا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مشہور عام جھوٹ کی تردید فرما رہے ہیں، کوئی خاص علم نہیں۔ البتہ یہ تین چیزیں خاص ہوسکتی ہیں۔ وہ بھی خاص نہیں کہ دوسروں کو نہ بتائی ہوں۔ دوسروں کو بھی بتائی ہیں۔ ہمیں زیادہ تاکید سے بتائی ہیں کیونکہ ہمیں یہ خصوصیت حاصل ہے۔

(۱) صدقہ نہ کھائیں، یہ آپ نے سب کو بتا رکھا تھا کہ یہ آل محمد ﷺ پر جائز نہیں۔ مگر یہ تاکید اہل بیت کو کر دی کہ تمہارے لیے خاص حکم ہے کہ تم پر صدقہ وزکوۃ کھانا حلال نہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے احتیاط کے پیش نظر کہا تھا کہ خچر کی نسل حاصل کرنے کے لیے گدھے کو گھوڑی پر جفتی کے لیے نہ چھوڑنا، یہ سب کے لیے تھا۔ مگر اہل بیت کو اس کی خصوصی تاکید کر دی۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، خچر حرام نہیں کہ اسے تیار نہ کیا جائے بس اس کی نسل کو دوگلے پن سے بچانا مقصد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خچر پر سواری کی اور قرآن پاک نے اسے اللہ کی قدرت کی تعریف کے تحت بیان کیا ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو اسے بطور جمال پیش نہ کیا جاتا۔ (تعلیقات نسائی: ١/ ٢٠، کتاب الطهارة باب الامر باسباغ الوضو ٨ ـ ٩)

(۳) وضو پورا پورا کرنے میں بھی یہی صورت ہے کہ سب کو تاکید ہے کہ وضو پورا کریں جگہ خشک نہ رہے مگر اہل بیت کو خاص طور پر کہا گیا ہے کہ وضو کے اعضا کا خاص خیال رکھیں کوئی عضو دھونے سے ادھورا نہ رہ جائے۔

---

(٦٠٩) نسائی: ١٤١ـ ترمذی: ١٧٠١ـ ابوداود: ٨٠٨ـ ابن ماجه: ٤٢٦ـ احمد: ٢٥٩٩ـ دارمی: ٧٠٠ـ صحيح، البانی: ١٣٧.

٦١٠ ـ عَـنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ إِلَـی النَّبِیِّ ﷺ فَـقَـالَ: مَا اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّی حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَآءٍ فَغَسَلَ یَـدَیْـهِ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ وَمَضْمَضَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا، وَیَدَیْهِ ثَلَاثًا، مَسَحَ بِرَأْسِهٖ، وَغَسَلَ رِجْـلَیْـهِ ثَلَاثًاثَلَاثًا، ثُمَّ نَضَحَ تَحْتَ ثَوْبِهٖ، فَـقَـالَ: هَـٰذَا اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ. (لأبی یعلی والبزار، ٦٥٨٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: مکمل وضو کیسا ہے؟ پس آپ ﷺ اس وقت خاموش رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا اور آپ ﷺ نے پانی طلب کیا، دونوں ہاتھ دھوئے، ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑا، منہ میں پانی ڈالا، منہ تین بار دھویا اور دونوں بازو تین تین بار دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے پھر اندر کے نیچے پانی چھڑکا اور فرمایا: ''یہ مکمل وضو ہے۔ (الموصلی اور بزار نے نقل کیا۔)

٦١١ ـ عَـنْ مَعَاوِیَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِیُّ ﷺ وَاحِدَةً وَاحِدَةً فَقَالَ: هَذَا وُضُوْءٌ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ الصَّلَاةَ إِلَّا بِهٖ، ثُمَّ تَـوَضَّـأَ ثِـنْتَیْنِ ثِنْتَیْنِ، فَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هَذَا ضَـاعَفَ الـلّٰـهُ أَجْرَهٗ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًـا فَـقَـالَ: هَـٰذَا اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ. وَهَذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ خَلِیْلِ اللّٰهِ إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ.
(رواه الطبرانی فی الأوسط بلین)

معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا۔ پس فرمایا: ''یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول ہی نہیں کرتا۔'' پھر دوسرے موقع پر دو دو بار وضو کیا اور فرمایا: ''جس نے اس طرح وضو کیا اللہ تعالیٰ اس کا اجر دو بار دوگنا کرے گا۔'' پھر تین تین بار وضو کیا اور فرمایا: ''یہ ہے مکمل وضو اور یہ میرا وضو ہے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا وضو ہے۔'' (الاوسط کمزور سند کے ساتھ طویل روایت ہے)

٦١٢ ـ عَـنْ أَنَسٍ یَقُوْلُ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَغْسِلُ أَوْ كَـانَ یَـغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَی خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَیَتَوَضَّأُبِالْمُدِّ. (رواه البخاری، ٢٠١)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ ایک صاع سے پانچ سیر پانی کے ساتھ غسل کرتے تھے اور آپ ﷺ وضو ایک سیر پانی سے کرتے تھے۔

مفردات: ...... بِـالصَّاعِ واحد اس کی جمع اَصْعٌ ہے، یہ ایک برتن ہے جس میں پانچ رطل پانی آ جاتا ہے۔ (۲کلو۱۰۰گرام) کا ہوتا ہے۔ اَمْدَادٍ اس کا واحد مُدٌّ ہے، یہ صاع کا چوتھا حصہ ہے۔ تقریباً آدھا کلو۔

---

(٦١٠) ابو یعلیٰ بزار: ٦٥٨٩۔ ابومعشر راوی اس میں آیا ہے، فضائل یا رقت آمیز واقعات اور مغازی میں اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، احکام میں نہیں، اس کے بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ھیثمی: ١٢٢١.

(٦١١) طبرانی اوسط، اس میں عبدالرحیم بن زید متروک ہے اور اس کا باپ بھی مختلف فیہ ہے۔

(٦١٢) بخاری: ٢٠١۔ مسلم: ٣٢٥۔ نسائی: ٣٤٥۔ ابوداود: ٩٥۔ احمد: ١٣٥٨٨۔ دارمی: ٦٨٩.

٦١٣۔ أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِمَكُوْكٍ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسَةِ مَكَاكِيَّ . (رواه النسائی، ٢٢٩)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانچ پیالوں سے غسل کرتے اور ایک پیالہ سے وضو کرتے تھے۔

مفردات: ...... مَكُّوْكٍ اس کی جمع مَكَاكِيّ یہ بھی مد ہی جتنا ہوتا ہے۔

٦١٤۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يُجْزِئُ فِي الْوُضُوْءِ رِطْلاَنِ مِنْ مَاءٍ (رواه الترمذی، ٦٠٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کے لیے دو رطل پانی کفایت کرتا ہے۔''

مفردات: ...... يُجْزِئُ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، کفایت کرتا ہے۔ رِطْلاَنِ اس کا واحد رِطْلٌ ہے۔ یہ بھی تقریباً ساڑھے سات چھٹانک ہے، دو رطل تقریباً چودہ، پندرہ چھٹانک پانی ہوا۔

٦١٥۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِإِنَاءٍ يَسَعُ رِطْلَيْنِ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ . (رواه أبوداود، ٩٥)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک برتن سے وضو کرتے جس میں دو رطل پانی سماتا تھا اور ایک پیمانے کے ساتھ غسل کرتے۔

مفردات: ...... يَسَعُ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، سما جاتا ہے، پورا آتا ہے۔

٦١٦۔ عَنْ أُمِّ عَمَّارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَأُتِيَ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ قَدْرَ ثُلُثَي الْمُدِّ (رواه النسائی، ٧٤)

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا مد کی دو تہائی پانی سے۔

مفردات: ...... فَأُتِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، لایا گیا۔ قَدْرَ یہ مصدر ہے، مفعول مطلق ہے اس لیے منصوب ہے، اندازہ۔ ثُلُثَي نون اضافت کی وجہ سے گرا ہے، دو تہائی۔ یہ تقریباً تین چھٹانک بنتا ہے۔

٦١٧۔ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِبْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كَانَ رُسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِيْنَا فِيْ مَنْزِلِنَا

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لاتے اور ہمارے وضو کا برتن لیتے مد تیسرا حصہ یا چوتھا

---

(٦١٣) نسائی: ٢٢٩۔ بخاری: ٢٠١۔ مسلم: ٣٢٥۔ ترمذی: ٦٠٩۔ ابوداود: ٩٥۔ احمد: ١٣٦٧٩۔ دارمی: ٦٨٩.

(٦١٤) ترمذی: ٦٠٩۔ ابوداود: ٩٥۔ احمد: ١٢٤٢٨۔ صحیح ٤٩٩.

(٦١٥) ابوداود: ٩٥۔ یہ تو ضعیف ہے۔ البانی: ١٧۔ مگر یہ بخاری: ٢٠١۔ مسلم: ٣٢٥۔ ترمذی: ٦٠٩۔ نسائی: ٣٤٥۔ احمد: ١٣٦٧٩ دارمی: ٦٨٩ میں بھی آتی ہے۔

(٦١٦) نسائی: ٧٤۔ ابوداود: ٩٤۔ صحیح، البانی: ٧٢.

(٦١٧) دارمی: ٦٩٠۔ ابوداود: ١٢٦۔ ابن ماجہ: ٤١٨۔ احمد: ٢٦٤٧٥.

فَـأخَـذَ مِيْـضَـأَةً لَنَا تَكُوْنُ مُدًّا وَثُلُثَ مُدًّ أَوْ رُبُعَ مُدٍّ فَأَسْكَبَ عَلَيْهِ فَيَتَوَضَّأُ ثَلاثَاً ثَلاثَاً.

حصہ ہوگا اور میں آپ ﷺ پر پانی ڈالتی اور آپ ﷺ تین تین بار وضو کرتے تھے۔ (دارمی)

(رواه الدارمي، ٦٩٠)

مفردات: ...... يَأْتِيْنَا مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ضمیر جمع متکلم مفعول بہ ہمارے پاس آتے۔ فَأخُذُ یہ مضارع معلوم واحد متکلم، میں پکڑتا ہوں۔ مِيْضَأَةً یہ اسم ظرف ہے، وضو کا برتن۔ فَأَسْكُبُ مضارع معلوم واحد متکلم، میں ڈالتی۔

٦١٨۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْـنِ زَيْدٍ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِيْ تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ. (رواه أبوداود، ١٠٠)

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے پس ہم نے ایک تانبے کے برتن میں آپ ﷺ کے لیے پانی نکالا تو آپ ﷺ نے وضو کیا۔ (ابوداؤد)

مفردات:...... فَـأَخْـرَجْنَا ماضی جمع متکلم، ہم نے نکالا۔ تَوْرٍ پتھر کا بنا ہوا برتن جو ہنڈیا کے برابر ہوتا ہے، تھال۔ صُفْرٍ پیتل۔

شرح: ......ان احادیث میں وضو اور غسل کے لیے پانی کی مقدار بیان ہوئی ہے ان میں انداز بتایا گیا ہے کوئی ایک وزن مراد نہیں۔

(۱) وضو میں استعمال ہونے والے پانی کی مقدار میں مختلف احادیث آئی ہیں۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ بہت عمدہ فیصلہ دیتے ہیں، وضو کے اعضاء دھونے میں ایک مد (صاع کا چوتھا حصہ جو کہ تقریباً آدھا کلو ہے) پانی ہو یا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو، وضو کے پانی کی مقدار کافی ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ اعضائے وضو دھل جائیں۔ اگر اس مقدار سے زیادہ ہو، تب بھی ٹھیک ہے، کم پانی ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ اسراف کی حد تک پانی ضائع نہ ہو۔

(۲) اسی طرح غسل میں ایک صاع ہو یا کم یا اس سے زیادہ ہو، اعتبار ہوگا کہ بدن دھل جائے، یہ نہ ہو کہ نہانے کے اعضاء تر نہ ہوں اور نہ ہی اسراف سے پانی بہایا گیا ہو۔ (مرعاۃ:۱/ ۵۰۱)

(۳) ان احادیث میں فضول پانی گرانے سے احتیاط کی دلیل ہے کہ وضو کرتے ہوئے یا نہاتے ہوئے پانی ضائع نہ کیا جائے۔

٦١٩۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هٰذَا

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے جب وہ وضو کر

(٦١٨) ابوداود: ١٠٠ـ صحيح، البانی: ٩١ـ بخاری: ١٩٧ـ ابن ماجه: ٤٧١ـ دارمی: ٦٩٤.

(٦١٩) ابن ماجه: ٤٢٥ـ احمد: ٧٠٢٥ـ ضعيف، البانی: ٩٦.

السَّـرَفُ فَـقَـالَ أَفِـي الْوُضُوْءِ إِسْرَافٌ قَالَ نَـعَـمْ وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ . (رواه ابن ماجة ٤٢٥)

رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اسراف کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں خواہ تو جاری نہر سے وضو کرتا ہو۔''

٦٢٠۔ عَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَـتْ كَـانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِـرْقَةٌ يَـنْشِفُ بِهَـا بَعْدَ الْوُضُوْءِ (رواه الترمذی، ٣٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک کپڑا تھا جس کے ساتھ وضو کے بعد اعضاء خشک کرتے تھے۔ (ترمذی)

٦٢١۔ عَــنْ مُــعَــاذِبْــنِ جَبَـلٍ قَـالَ رَأَيْـتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَـوَضَّـأَ مَسَـحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ (رواه الترمذی، ٥٤)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو کے بعد اپنے کپڑے کے کنارے کے ساتھ چہرہ صاف (خشک) کیا۔

٦٢٢۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَـةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ صَلاَـةَ لِـمَنْ لاَ وُضُوْءَ لَـهُ وَلاَ وُضُـوْءَ لِـمَـنْ لَـمْ يَـذْكُـرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ . (رواه أبوداود، ١٠١)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہ ہو اور اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتدا نہ کی ہو۔'' (ابوداؤد)

مفردات:...... لَا صَلَاةَ نہیں نماز، یہ لائے نفی جنس کے لیے ہے کمال کی نفی کے لیے نہیں۔

شـرح:......ا۔ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا (یا صرف بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے) یہ وضو کے لیے شرط ہے اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا۔

دوسری دعا وضو سے پہلے پڑھنے کی بسم اللہ والحمد للہ بھی ثابت ہے، آگے آ رہی ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَنَّ التَّسْمِيَّةَ رُكْنٌ اَوْ شَرْطٌ (حجۃ اللہ البالغہ) ''بسم اللہ پڑھنا وضو میں رکن یا شرط ہے۔''

ثابت ہوا اسے نفی کمال پر قیاس کرنا یا مجاز مراد لینا یہ سب غلط ہے، بسم اللہ کے بغیر وضو ہی نہیں ہوتا۔

٦٢٣۔ وَعَـنْـهُ رَفَـعَــهُ: مَنْ ذَكَرَ اللّٰـهَ أَوَّلَ وَضُوْئِهِ طَهَرَ جَسَدُهُ كُلُّهُ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ لَمْ يُطَهَّرْ مِنْهُ إِلَّا مَوَاضِعُ الْوُضُوْءِ . (لرزين)

ان ہی سے مرفوع روایت ہے: جس نے وضو کی ابتداء میں اللہ کو یاد کیا اس کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا تو صرف وضو کے اعضاء ہی پاک ہوتے ہیں۔''

(٦٢٠) ترمذی: ٥٣۔ ضعيف الاسناد، البانی: ٧ .

(٦٢١) ترمذی: ٥٤۔ ضعيف الاسناد، البانی: ٨.

(٦٢٢) ابوداود: ١٠١۔ ابن ماجه: ٣٩٩۔ صحيح، البانی: ٩٢.

(٦٢٣) رزین، دار قطنی اور بیہقی نے بھی اسے بیان کیا ہے، اس میں ابوبکر داھری، عبداللہ بن حکم متروک ہے، وضع کی طرف منسوب ہے۔ ضعيف جدًا.

٦٢٤ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ یَتَوَضَّأُ، فَسَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ. (لرزین)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ وضو کر رہے تھے پس میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا: اے اللہ! میرے گناہ معاف کر میرے گھروں میں وسعت کر اور میرے رزق میں برکت ڈال۔

مفردات: ...... وَوَسِّعْ تفعیل سے امر حاضر واحد مذکر، کشادہ کر دے۔ وَبَارِكْ مفاعلہ سے امر واحد مذکر حاضر، برکت کر دے۔

شرح: ......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب میں نے آپ ﷺ سے یہ دعا سنی تو میں نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس دعا میں کونسی چیز باقی رہ گئی ہے یعنی گناہ کی بخشش سے دنیا وآخرت کی بھلائی آ گئی اور برکت ملی اور گھر کشادہ ہو تو آسودگی ملی اور رزق میں برکت ہوئی تو سکون وقرار ملا۔ اس لیے فرمایا کوئی بھی دنیا وآخرت کی خیر ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ حاصل کیا ہے کہ یہ دعا وضو سے فراغت کے بعد پڑھی جائے مگر ابن سُنی رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ دعا وضو کے دوران کی جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا فیصلہ بہت درست ہے کہ دونوں جگہ پر یہ دعا پڑھی جا سکتی ہے۔ یاد رہے کہ اس کے علاوہ ہر عضو وضو دھوتے ہوئے کوئی دعا ثابت نہیں۔ (فقہ السنہ سید سابق: ۱/۴۴)

٦٢٥۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ، إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ: بِاسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَسْتَرِیْحُ، تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰی تَحْدُثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ. (رواه الطبرانی فی الصغیر)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوہریرہ! جب تو وضو کرے تو کہا کر: بسم اللہ والحمد للہ تو تیرے کرام کاتبین فرشتے تیری نیکیاں لکھنے سے اس وقت تک فارغ نہیں ہونگے جب تک تیرا یہ وضو ٹوٹ نہیں جاتا۔'' (الصغیر)

مفردات: ...... حَفَظَتَكَ اس کا واحد حَافِظٌ ہے، تیرے نگران فرشتے۔ لَا تَسْتَرِیْحُ استفعال سے مضارع منفی، واحد مؤنث غائب، آرام نہیں کرتے یعنی لکھتے رہتے ہیں، تھکتے نہیں۔ تُحْدِثَ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر حاضر تو بے وضو ہو جائے۔

شرح: ......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی بھی جائز ہے، صرف بسم اللہ الرحمٰن

---

(٦٢٤) رزین، رواه النسائی باب ما یقول بعد الفراغ من الوضو و ابن السنی، باب ما یقول بین طهرانی وضوئه باسناد صحیح (فقه السنه)

(٦٢٥) طبرانی صغیر واسناده حسن، هیثمی: ١١١٢.

الرحیم بھی جائز ہے۔ اس کے پڑھنے سے بے وضو ہونے تک فرشتے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور حمد بیان ہوئی ہے۔

٦٢٦ـ عَنْ أَبِي الْجُنُوْنِ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يَسْتَقِيْ مَآءً لِوُضُوْئِهٖ فَبَادَرْتُهٗ أَسْتَقِيْ لَهٗ فَقَالَ: مَهْ يَا اَبَا الْجُنُوْنِ . فَإِنِّيْ رَأَيْتُ عُمَرَ يَسْتَقِيْ مَآءً لِوُضُوْئِهٖ ، فَبَادَرْتُهٗ أَسْتَقِيْ لَهٗ فَقَالَ: مَهْ يَا اَبَا الْحَسَنِ ، فَإِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَقِيْ مَآءً لِوُضُوْئِهٖ ، فَبَادَرْتُهٗ أَسْتَقِيْ لَهٗ ، فَقَالَ ، مَهْ يَا عُمَرُ ، فَإِنِّيْ أَكْرَهُ يَشْرُكُنِيْ فِيْ طُهُوْرِيْ أَحَدٌ . (لابي يعلى ، ٢٣١/ والبزار بضعف أبي الجنون)

ابو جنون نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو وضو کا پانی ڈالتے دیکھا، تو میں جلدی کر کے پانی ڈالنے کے لیے بڑھا: پس علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو جنون ٹھہر جاؤ۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو وضو کا پانی ڈالتے دیکھا تو میں آگے بڑھا تا کہ پانی ڈالوں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابوالحسن رضی اللہ عنہ ٹھہر جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کا پانی لیتے دیکھا تو میں آگے بڑھا تا کہ میں پانی ڈالوں پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ٹھہر جاؤ! میں نا پسند کرتا ہوں کہ مجھے وضو کرانے میں دوسرا انسان شامل ہو۔'' (موصلی و بزار ابوجنون ضعیف)

٦٢٧ـ عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى عَنِ الْوَسْخِ الَّذِيْ يَكُوْنُ فِي الْأَظْفَارِ . فَقَالَ: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ . (للكبير بضعف : ٦٢٨)

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا حتیٰ کہ اس میل کے بارے میں جو ناخنوں کے درمیان ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شک والی چیز کو چھوڑ دو اور یقین والی کو اختیار کرو۔''

٦٢٨ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ لِلصَّلَاةِ ، فَلَا يُشَبِّكْ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ . (للأوسط وفي عتيق بن يعقوب : ٨٤٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی وضو کر چکا ہو تو وہ اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے۔'' (الاوسط، اس کا راوی عتیق بن یعقوب ہے)

٦٢٩ـ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ: أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ يَأْخُذُ الْمِسْكَ فَيَدِيْفُهٗ فِيْ يَدِهٖ ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهٖ لِحْيَتَهٗ . (رواه الطبرني

یزید بن ابی عبید نے کہا: جب سلمہ بن اکواع رضی اللہ عنہ وضو کرتے تو تھوڑی سی کستوری لے کر ہاتھ میں مسل کر اپنی داڑھی میں لگاتے تھے۔ (الکبیر)

(٦٢٦) ابو یعلیٰ: ٢٣١۔ بزار۔ اس میں ابوالجنوب راوی ضعیف ہے۔ هيثمي: ١٤٧.

(٦٢٧) طبرانی کبیر، اس میں طلحہ بن زید الرقی ہے۔ مجمع علی ضعفه، هيثمي: ١٢٢٦.

(٦٢٨) طبرانی اوسط: ٨٤٠۔ وفيه عتيق بن يعقوب ولم ارمن ذكره وبقية رحاله رجاله الصحيح هيثمي: ١٢٣٢.

(٦٢٩) طبرانی کبیر: ٦٢٢٠۔ والاوسط ورجاله رجال الصحيح.

فی الکبیر، ٦٢٢٠)

مفردات:...... اَلْمِسْكَ کستوری۔ فَيُدِيْفُهٗ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ملنا۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ وضو کے طریقوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وضو سے فارغ ہو کر داڑھی وغیرہ میں خوشبو لگائی جائے، یہ سنت ہے کہ نماز سے پہلے عطریات لگائی جائیں کیونکہ لوگوں اور فرشتوں نے حاضر ہونا ہوتا ہے۔

٦٣٠۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ شِبْيِبًا اَبَا رَوْحٍ مِنْ ذِي الْكَلَاعِ عَنْ رَجُلٍ أَنَّهُ صَـلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الـصُّبْـحَ فَقَرَأَ بِالرُّوْمِ فَتَـرَدَّدَ فِـى آيَةٍفَـلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّهُ يَلْبِسُ عَـلَيْنَا الْقُرْآنَ أَنَّ اَقْوَامًا مِنْكُمْ يُصَلُّوْنَ مَعَنَا لاَ يُحْسِنُوْنَ الْوُضُوْءَ فَمَنْ شَهِدَ الصَّلاَةَ مَعَنَا فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ. (رواه أحمد: ١٥٣١٢)

عبد الملک بن عمیر نے کہا میں نے سنا ہے: شبیب بن ابوروح سے جو ذی الکلاع قبیلے سے ہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ ﷺ نے سورت الروم تلاوت کی تو آپ ﷺ کو قراءت میں تردد ہوا۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا: ہم پر قرآن بھلایا گیا ہے: کچھ لوگ جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اچھی طرح وضو نہیں کرتے۔ پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھے تو وہ اچھی طرح وضو کرے۔'' (احمد)

مفردات:...... عَنْ رَجُلٍ ایک آدمی سے صحابی رضی اللہ عنہ کے نام کا علم نہ ہونا حدیث میں نقص پیدا نہیں کرتا۔ فَتَرَدَّدَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، تردد میں پڑ گئے، شک کا شکار ہوئے۔ يَلْبِسُ عَلَيْنَا مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ہمارے اوپر قراءت کو خلط ملط کرتے ہیں۔ لا يُحْسِنُوْنَ افعال سے مضارع معلوم منفی، جمع مذکر غائب، اچھا نہیں کرتے۔

شرح:......١۔ اس حدیث سے نمازِ فجر میں سورت الروم پڑھنے کی مشروعیت کی دلیل ہے۔

٢۔ اس میں یہ تاکید ہے کہ وضو پورا پورا کیا جائے اس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔

٣۔ یہ ثابت ہوا کہ صحبت اور ہمنشینی تاثیر رکھتی ہے کہ اکمل لوگ اتنے باصفا ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھی کی روحانی کوتاہی بھی ان کی چمک میں اثر دکھاتی ہے اور داغ لگاتی ہے۔

٦٣١۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَـوَضَّـأُ عِـنْـدَ كُلِّ صَلاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَـصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ . (رواه البخاری ن، ٢١٤)

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے تھے۔ کہا گیا: اے انس! تم صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر ایک کو سابقہ وضو ہی کفایت ہوتا تھا جب تک بے وضو نہ ہوتا۔

---

(٦٣٠) احمد: ١٥٣١٢۔ نسائی: ٩٤٧۔ ورجاله رجال الصحيح، هيثمی: ١٢٤١.

(٦٣١) بخاری: ٢١٤۔ ترمذی: ٦٠۔ نسائی: ١٣٢۔ ابوداود: ١٧١۔ ابن ماجه: ٥٠٩۔ احمد: ١٣٣٢٣۔ دارمی: ٧٢٠.

مفردات: ...... يُجْزِئُ افعال مضارع معلوم واحد مذکر غائب، کفایت کرتا ہے۔ اَحَدَنَا ہمارا ایک۔ یہ مفعول بہ ہے مَا جب تک۔ لَمْ يُحْدِثْ نفی جحد واحد مذکر غائب، بے وضو نہ ہو۔

٦٣٢۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمَدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ . (رواه مسلم، ٢٧٧، / فی کتاب الطهارة)

بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی فتح کے دن کئی نمازیں ایک وضو سے ادا کیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ﷺ نے آج وہ عمل کیا جو پہلے آپ ﷺ نہیں کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔''

مفردات: ...... صَنَعْتَ ماضی سے واحد مذکر حاضر، آپ نے کیا۔ عَمَدًا حال یا تمیز کی بنا پر منصوب ہے، مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے مقدم رکھا ہے۔

شرح: ...... پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب تک وضو ٹوٹا نہیں تھا۔ اس وقت تک وضو نیا نہیں کرتے تھے۔

دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک وضو سے کئی نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

ان دونوں میں مطابقت یہ ہے کہ پہلے آپ افضل تصور کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا تھے کہ وضو ہو یا نہ ہو پھر بھی نیا وضو کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے غور فرمایا کہ اس طرح میری امت پر مشقت آئے گی تو ان کی آسانی کے لیے اس پر عمل شروع کر دیا کہ اگر وضو برقرار ہوتا تو زیادہ نمازیں پڑھ لیتے تھے۔ اگر نہ ہوتا تو پھر کرتے تھے وگرنہ آپ کے لیے نیا وضو کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔

۲۔ اس سے ثابت ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا سنت ہے۔

٦٣٣۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَذَكَرَتْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّ التَّيَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُهُوْرِهِ وَنَعْلِهِ وَتَرَجُّلِهِ . (رواه النسائی: ۱۱۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حسب طاقت دائیں طرف سے ابتدا کرنا پسند کرتے تھے اپنے تمام امور میں۔ طہارت کرنے، کنگھی کرنے اور جوتا پہننے میں۔

(٦٣٢) مسلم: ٢٧٧۔ كتاب الطهارة، ترمذی: ٦١۔ نسائی: ١٣٣۔ ابوداود: ١٧٢۔ ابن ماجه: ٥١٠۔ احمد: ٢٢٥٢٠۔ دارمی: ٦٥٩.

(٦٣٣) نسائی: ١١٢۔ صحيح، البانی: ١٠٩۔ بخاری: ٥٩٢٦۔ مسلم: ٢٦٨۔ ترمذی: ٦٠٨۔ ابوداود: ٤١٤٠۔ ابن ماجه: ٤٠١۔ احمد: ٢٥٢٣٥.

مفردات: ...... يُحِبُّ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر حاضر، پسند کرتے ہیں۔ اَلتَّيَامُنُ تفاعل سے مصدر ہے، دائیں جانب۔ مَا اسْتَطَاعَ استفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، جب تک طاقت ہوتی۔ طُهُوْرِهٖ پاکیزگی اختیار کرنے میں، مراد وضو ہے۔ وَنَعْلِهٖ جوتا پہننے میں۔ وَتَرَجُّلِهٖ تفعل سے، بالوں میں کنگھی کرنے میں۔

شرح: ......ان تینوں کے بارے میں اہتمام کی وجہ سے دائیں جانب کے استعمال کرنے کا آیا ہے کیونکہ طہارت عبادات کی کنجی ہے اس لیے اس کا ذکر کیا، انسان کا تعلق یا اوپر والی جہت سے ہے، یا نیچے والی جہت سے ہے یا اطراف سے ہے، اس میں ہر ایک کی طہارت اور صفائی کا ذکر آ جاتا ہے۔

جو چیز بھی تکریم اور زینت سے تعلق رکھتی ہے اسے دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے، جو ان کے برعکس ہیں ان میں بائیں جانب مستحب ہے۔

نَوَاقِضُ الطَّهَارَةِ

نواقضِ وضو کا بیان

٦٣٤ـ عَـنْ عَلِيِ بْنِ طَلْقٍ قَالَ أَتَى أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ فَـقَـالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلُ مِـنَّـا يَـكُوْنُ فِي الْفَلاَةِ فَتَكُوْنُ مِنْهُ الرُّوَيْحَةُ وَيَـكُوْنُ فِي الْمَاءِ قِلَّةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَافَسَاأَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلاَتَأْتُوْا النِّسَاءَ فِي أَعْـجَازِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ .

(رواه الترمذی،١١٦٤)

سیدنا علی بن طلق رضی اللہ عنہ نے کہا ایک اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص صحراء میں ہو اور ہوا خارج ہو اور پانی کی قلت ہو۔ تو پس آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی شخص منہ سے قے کرے تو وضو کرے اور عورتوں سے دبر میں جماع نہ کرو اللہ تعالیٰ حق کی بات سے نہیں شرماتا۔‘‘ (ترمذی وابوداؤد)

٦٣٥ـ عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ لاَ وُضُـوْءَ إِلَّا مِـنْ صَـوْتٍ أَوْ رِيْحٍ .

(رواه الترمذی ٧٤)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں لازم آتا وضو مگر آواز سے یا ہوا خارج ہونے سے۔‘‘

٦٣٦ـ عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ أللّٰهِ ﷺ قَـالَ إِذَا كَـانَ أَحَـدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ

ایک روایت میں ہے: ’’جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہو اور اس کو اپنی سرین کے درمیان ہوا محسوس ہو تو وہ مسجد سے

(٦٣٤) ترمذی: ١١٦٤ـ ابوداودپ ١٠٠٥ـ دارمی: ١١٤ـ ضعیف، البانی: ٢٠١.

(٦٣٥) ترمذی: ٧٤ـ صحیح، البانی: ٦٤ـ مسلم: ٣٦٢ـ ابوداود: ١٧٧ـ ابن ماجه: ٥١٥ـ احمد: ٩٧٤٣ـ دارمی: ٧٢١.

(٦٣٦) ترمذی: ٧٥ـ مسلم: ٣٦٢ـ ابوداود: ١٧٧ـ ابن ماجه: ٥١٥ـ احمد: ٩٧٤٣ـ دارمی: ٧٢١.

رِیْحًا بَیْنَ أَلْیَتَیْہِ فَلاَ یَخْرُجُ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا أَوْیَجِدَرِیْحًا . (رواہ الترمذی:٧٥)

خارج نہ ہو یہاں تک کہ آواز سنے یا وہ بد بو پائے۔''

مفردات: ...... فَوَجَدَ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب، وہ پائے۔ اَلْیَتَیْہِ یہ تثنیہ ہے، اس کا واحد اَلْیَۃٌ ہے، چوتڑ۔ فَلَا یَخْرُجُ نہی واحد مذکر غائب، نہ نکلے یعنی مسجد میں بیٹھا ہو تو وضو کے لیے باہر نہ جائے۔ اس زمانہ میں مسجد میں وضو کا انتظام نہیں ہوتا تھا، باہر جانا پڑتا تھا۔ رِیْحًا یعنی نکلنے والی ہوا کی بو پائے۔

٦٣٧۔ قَالَ أَبُوْھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِنَّ أَحَدَکُمْ إِذَا کَانَ فِی الصَّلاَۃِ جَائَہُ الشَّیْطَانُ فَأَبَسَ بِہِ کَمَا یَأْبَسُ الرَّجُلُ بِدَابَّتِہِ فَإِذَا سَکَنَ لَہُ أَضْرَطَ بَیْنَ أَلْیَتَیْہِ لِیَفْتِنَہُ عَنْ صَلاَتِہِ فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُکُمْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلاَ یَنْصَرِفَ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتاً أَوْ یَجِدَ رِیْحًا . (رواہ أحمد:٨١٦٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو شیطان آ کر اس کو مانوس کرتا ہے جیسے ایک آدمی اپنے چوپائے کو مانوس کرتا ہے جب انسان اس کے ساتھ تسکین پکڑتا ہے تو اس کی سرین کے درمیان گوز مارتا ہے تا کہ اس کو نماز سے فتنے میں ڈال دے پس اگر کوئی شخص یہ چیز محسوس کرے تو وہ نماز ترک نہ کرے یہاں تک کہ آوازیں سنے یا وہ ریح محسوس کرے۔''

مفردات: ...... فَ پس۔ أَبَسَ، ضَرَبَ سے ہے، اسے تابع کرتا ہے۔ سَکَنَ لَہٗ، نَصَرَ سے اس شیطان کے لیے خاموش ہوگیا، یعنی شیطان اس شرارت سے باز آئے گا تو پھر دوسری شروع کر دیتا ہے۔ اَضْرَطَ افعال سے ماضی معلوم واحد مذکر غائب، گوز کرنے کا وہم ڈالتا ہے، اس کے اندر بناوٹی گوز کرنے اور ہوا مارنے کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ لِیَفْتِنَہٗ، ضَرَبَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، لام کَیْ نے نصب دیا ہے۔ تا کہ فتنہ میں ڈالے۔

٦٣٨۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ:فَإِذَا سَکَنَ لَہٗ زَنَقَہٗ أَوْ أَلْجَمَہٗ قَالَ أَبُوْھُرَیْرَۃَ فَأَنْتُمْ تَرَوْنَ ذٰلِكَ أَمَّا الْمَزْنُوْقُ فَتَرَاہُ مَائِلاً کَذَا لاَ یَذْکُرُاللّٰہَ وَأَمَّا الْمَلْجُوْمُ فَفَاتِحٌ فَاہُ لاَ یَذْکُرُاللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ . (رواہ أحمد ٨١٧٠)

اور ایک روایت میں ہے کہ بندہ جب شیطان کے ساتھ لگ کر تسکین پاتا ہے تو وہ اس کو تنگ باندھتا اور لگام ڈالتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دیکھ سکتے ہو جس کو تنگ ڈالتا ہے وہ آدمی ایک جانب کو مائل ہو جاتا ہے اور جس کو لگام ڈالتا ہے تو تم اس کا منہ کھلا ہوا دیکھ سکتے ہو وہ اللہ کو یاد نہیں کر رہا ہوتا۔

مفردات: ...... زَنَقَ، نَصَرَ اور ضَرَبَ دونوں بابوں سے آتا ہے، گھوڑے کے جبڑے کے نیچے بند باندھنا۔ مَزْنُوْقَ اسی سے اسم مفعول ہے۔ اَلْجَمَہٗ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، لگام ڈالی اس نے۔ فَتَرَاہُ،

---

(٦٣٧) احمد: ٨١٦٩۔ عند ابی باختصار: ١٧٧۔ رجال احمد رجال الصحیح، ھیثمی: ١٢٤٦۔ مسلم: ٣٦٢۔ ترمذی: ٤٧.
(٦٣٨) احمد: ٨١٧۔ دوسری ٦٣٨ والی تخریج ہے۔

رُؤْيَة سے مضارع معلوم واحد مذکر حاضر ہے تو اسے دیکھتا ہے۔ مَـــائِلًا ، مَيْلَان سے اسم فاعل ہے، مفعول بہ ہے منصوب۔ ایک طرف مائل ہونا۔ فَفَاتِحٌ ، فَتَح سے اسم فاعل واحد مذکر ہے، کھولنے والا۔ فَاهُ منہ اپنا۔

٦٣٩۔ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: إِنَّ الشَّيْـطَـانَ يَـأْتِيْ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَيَأْخُذُ شَـعْـرَـةً مِـنْ دُبُـرِهِ فَيَـرىٰ أَنَّـهُ قَدْ أَحْدَثَ، فَلَايَـنْـصَـرِفْ حَتّـى يَسْـمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا. (للكبير بلين)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تمہارے کسی فرد کے پاس نماز پڑھتے وقت آتا ہے اور اس کے دبر سے، کوئی بال پکڑتا ہے تو آدمی سمجھتا ہے وہ بے وضو ہو چکا ہے پس جب یہ کیفیت ہو تو نماز سے نہ پھر یہاں تک کہ آواز سنے یا ہوا خارج ہوتے پائے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٦٤٠۔ عَـنْ عَبْـدِالـلّٰـهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: إِنَّ الشَّيْـطَـانَ لَيَـلْـطِفُ بِـالرَّجُلِ فِيْ صَلَاتِـهِ لِيَـقْـطَـعَ عَلَيْهِ صَلَاتَهِ، فَإِذَا أَعْيَاهُ نَفَخَ فِيْ دُبُـرِهِ فَـإِذَا أَحَـسَّ أَحَـدُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءً بِنَحْوِهِ. (رواه الطبراين فى الكبير: ٩٢٣١)

ایک روایت میں ہے: شیطان آدمی کے ساتھ نماز میں نرمی سے پیش آتا ہے تا کہ وہ اس کی نماز توڑ دے جب اس کو تھکا دیتا ہے تو اس کی دبر میں پھونک مارتا ہے: تم میں سے جب کوئی اس کی یہ حرکت محسوس کرے تو......سابقہ حدیث کی طرح۔''

مفردات: ...... لَيُلَطِّفُ تفعیل سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، حیلہ سازی کرتا ہے۔ اَعْيَاهُ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، تھکا دیا۔ یعنی انسان، شیطان کا حیلہ نہیں چلنے دیتا اس سے بے بس کر دیتا ہے۔ اَحَسَّـــــن افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، محسوس کرے۔ بَـنَحْوِهِ یعنی حدیث ٦٣٩ والی مانند ہے کہ جب تک یقین نہ ہو وضو کے لیے نہ جائے۔

٦٤١۔ عَـنْ عَبَّـادِبْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِرَجُلِ الَّذِيْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّـهُ يَـجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلُ أَوْ لَا يَـنْـصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتاً أَوْ يَجِدَ رِيْحاً. (رواه البخارى ١٣٧)

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ نماز میں اس کو تخیلات پیدا ہوتے ہیں کہ کچھ چیز (خارج ہوئی ہے) فرمایا: ''نماز سے منہ پھیرتے ہیں تک کہ آواز سنیں یا بدبو محسوس کرے۔''

مفردات: ...... اَنَّهُ ضمیر شان ہے، شان یہ ہے کہ شَكَا ، نَصَر سے ماضی واحد مذکر غائب، شکایت کی ایک

---

(٦٣٩) طبرانی کبیر، اس میں حجاج بن ارطاۃ ثقہ تو ہے مگر یہاں تدلیس کی ہے، استاد سے حدیث سننے کی صراحت نہیں کی۔

(٦٤٠) طبرانی کبیر: ٩٢٣١ و رجاله موثقون، هيثمى: ١٢٥٢.

(٦٤١) بخاری: ١٣٧۔ مسلم: ٣٦١۔ نسائی: ١٦٠۔ ابوداود: ١٧٦۔ ابن ماجہ: ٥١٣۔ احمد: ١٦٠٠٧.

نسخے میں ماضی مجہول سے ہے، شکایت کی گئی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آدمی شکایت کرنے والے خود راوی تھے۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۳۷) یُخَیَّلُ اِلَیْهِ تفعیل سے مضارع مجہول، اس کا مجرد خیال ہے، گمان کرتا ہے۔ الشَّیْئَ چیز پاتا ہے، مراد ہے خارج ہونے والی چیز محسوس کرتا ہے۔ لَا یَنْفَتِلْ افتعال سے نہی غائب واحد مذکر، نہ پھرے۔

٦٤٢ ۔ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدَ شَيْئاً بَيْنَ أَلْيَتَيْهِ ، فَلا يَخْرُجْ حَتَّى يَسْمَعَ فَشِيْشَهَا اَوْ طَنِيْنَهَا . (لرزين)

رزین کی روایت میں ہے: ''جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو اور اپنی سرین کے درمیان اس کو کچھ محسوس ہو تو وہ مسجد سے خارج نہ ہو یہاں تک کہ اس کی آواز نہ سنے۔''

مفردات: ...... فَشِيْشَهَا آواز۔

٦٤٣ ۔ عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ عُمَرَ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَخَرَجَ مِنْ إِنْسَانٍ شَيْءٌ ، فَقَالَ: عَزَمْتُ عَلٰى صَاحِبِ هَذَا إِلَّا تَوَضَّأَ وَأَعَادَ الصَّلاَةَ . فَقَالَ جَرِيْرٌ لَوْ تَعْزِمُ عَلٰى كُلِّ مَنْ سَمِعَهَا أَنْ يَتَوَضَّأَ وَيُعِيْدَ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ:نَعِمَّا قُلْتُ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا . فَأَمَرَهُمْ بِذٰلِكَ (رواه الطبراني في الكبير)

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کسی انسان سے کچھ خارج ہوا پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حکم دیتا ہوں کہ وہ وضو کرے اور نماز کا اعادہ کرے۔ جریر نے کہا تم یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ ہر آدمی جس نے آواز سنی ہے وہ وضو کرے اور نماز کا اعادہ کرے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بات تو یہ ہے جو تو نے کہی ہے، جزاک اللہ، چنانچہ انہوں نے آواز سننے والے سب کو حکم دیا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں۔'' (الکبیر)

مفردات: ...... عَزَمْتُ واحد متکلم ماضی، میں نے پختہ ارادہ کیا ہے، عزم کیا ہے۔ نِعِمَّا یہ اصل میں نِعِمْ مَا تھا میم کو میم میں مدغم کیا۔ نِعِمَّا یعنی اچھی چیز ہے جو بات تم کے کی ہے۔ (تفسیر نسفی: ۱/ ۳۹۶ حاشیہ خازن)

شرح: ......ان احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ مرد ہو یا عورت ہو، ہوا خارج ہونے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نماز میں ہو یا نماز کی حالت سے باہر ہو اگر نماز کے دوران ٹوٹ جائے تو اسے وہیں نماز چھوڑ کر وضو کرنا چاہیے اور نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔

۲۔ اگر جماعت ہو رہی ہو جس کا وضو ٹوٹے وہی وضو لوٹانے کا پابند ہے، دوسرے نہیں اور اگر امام کا وضو ٹوٹا ہے تو وہی نماز لوٹانے کا پابند ہے۔ دوسرے نمازی نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا تھا، یہ احتیاطی کہہ سکتے ہیں، وگرنہ جس کا وضو ٹوٹا ہو خواہ مقتدی ہو یا امام ہو وہی وضو کا پابند ہے، دوسرا نہیں۔

---

(٦٤٢) رزين.

(٦٤٣) طبراني كبير ورجاله رجال الصحيح، هيثمي : ١٢٥٧ .

۳۔ ہوا چونکہ دبر (پیٹھ) سے خارج ہوتی ہے، طہارت زائل ہو جاتی ہے اور تقرب الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس مناسبت کی وجہ سے اس سے بھی غلیظ اور گندہ کام جو ہے اسے بھی ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ بیویوں سے ناجائز جگہ پر جماع نہ کرو، یہ بدترین اور قبیح حرکت ہے۔

۴۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شریعت کا معاملہ جو یقین پر مبنی ہو وہ شک سے خراب نہیں ہوتا۔ یقین کے مطابق عمل کیا جائے۔

۵۔ ان احادیث میں شک کی بنا پر وضوٹوٹنے کی نفی ہے، مقصد ہے کہ انسان کو وضوٹوٹنے کا پختہ یقین ہو، یہ جو کہا ہے کہ بو ہو یا آواز، اس سے مراد ہے کہ وضوٹوٹنے کا پورا یقین ہو، جس طرح بھی ہو کیونکہ اگر آواز سننے پر ہی وضوٹوٹنا موقوف کریں تو پھر جو بہرا ہے وہ تو آواز نہیں سنتا۔ اسی طرح اگر سونگھنے پر ہی وضوٹوٹنے کا انحصار کریں تو بھی جس کی سونگھنے کی قوت میں خرابی ہو، اسے تو پھر پتہ ہی نہیں چل سکتا۔

اس بنا پر احادیث کا لب لباب یہی ہے کہ وضوٹوٹنے کا یقین ہو تب دوبارہ وضو کرنا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر یقین پر بنیاد رکھتے ہوئے نماز پوری کی جائے۔ یہ شک ڈالنا شیطانی اثر ہے، وہ بندے کو اپنے رب کی عبادت میں بے قرار کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اس سے متاثر نہ ہوں، یقین کے تیر سے شیطان کو گھائل کریں اور اپنے رب سے تعلق وابستہ رکھیں۔

٦٤٤ـ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلاً أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَسَأَلَ فَقَالَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ (رواه البخاري، ٢٦٩)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے میں بھی مجھے شرم آتی تھی اس لیے کہ آپ ﷺ کی بیٹی میرے عقد میں تھی۔ پس میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ سے پوچھے۔ انہوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔'' (صحاح الستہ)

مفردات: ...... مَذَّاءً یہ ضَرَبَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے، مذی والا آدمی، یہ وہ مادہ ہے جو شہوت کے وقت ذکر کے سوراخ پر آجاتا ہے اور لیس دار ہوتا ہے۔ رَجُلًا ایک آدمی کو حکم دیا۔ اس سے مراد حضرت مقداد ہیں۔ لِمَكَانَ ابْنَتِهِ کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ذَكَرَكَ اپنا ذکر دھولے۔ یہاں وضو کا حکم پہلے آیا ہے اور ذکر دھونے کا ذِکر بعد میں ہے۔ یہاں واؤ ترتیب کے لیے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ پہلے ذَکر دھوئے پھر وضو کرے۔ (فتح الباری: ۱/۳۷۹)

(٦٤٤) بخاری: ٢٦٩ـ مسلم: ٣٠٣ـ ترمذی: ١١٤ـ نسائی: ٤٣٩ـ ابوداود: ٢٠٧ـ احمد: ١٨٤١٣ـ مالك: ٨٦.

٦٤٥۔ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ لِمِقْدَادٍ وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا قَالَ فَسَأَلَهُ الْمِقْدَادُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيَغْسِلَ ذَكَرَهُ وَأُنْثَيَيْهِ . (رواه أبوداود ، ٢٠٧)

ابوداؤد کی روایت میں ہے: ''وہ اپنے ذکر اور دونوں فوطوں کو دھوئے۔''

مفردات: ...... وَذَكَرَ ماضی واحد مذکر غائب، عروہ نے ذکر کیا۔ هٰذَا اوپر والی حدیث کی مانند وَأُنْثَيَيْهِ نون اضافت کی وجہ سے گرا ہے۔ مراد خصیتین ہیں انہیں بھی دھوئیں۔

٦٤٦۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ مَذَاكِيْرَهُ (رواه النسائی ١٥٣)

اور نسائی کی روایت ہے: ''وہ اپنے مذاکیر دھوئے۔''

مفردات: ...... مَذَاكِيْرَهُ اس کا واحد ذَكَرٌ ہے، جمع بول کر مراد واحد لیا ہے، یا پھر خصیتین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

٦٤٧۔ وَفِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِيْهِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَا يُصِيْبُ ثَوْبِيْ مِنْهُ قَالَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهِ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرٰى أَنَّهُ أَصَابَ مِنْهُ . (رواه الترمذی ، ٢١١)

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل روایت ہے اور اس میں ہے: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا کرے جس کے کپڑے کو لگی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چلو پانی کا لے اور جہاں لگی ہوئی دیکھے تو وہاں پانی چھڑک دے۔''

مفردات: ...... وَفِيْهِ اس حدیث میں ہے، بِمَا جو۔ يُصِيْبُ افعال سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، جو لگ جائے۔ مِنْهُ اس مذی سے بِهِ اس پانی کے ساتھ۔ مِنْهُ اس کپڑے سے۔

٦٤٨۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَمَّا يُوْجِبُ الْغُسْلَ وَعَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ ذَاكَ الْمَذِيُّ وَكُلُّ فَحْلٍ يَمْذِيْ فَتَغْسِلُ مِنْ ذٰلِكَ فَرْجَكَ وَأُنْثَيَيْكَ وَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ . (رواه أبوداود، ٢١١)

سیدنا عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے غسل کرنے کے اسباب بھی رسول اللہ ﷺ سے پوچھے اور اس پانی کا بھی پوچھا جو بعد از پانی خارج ہوتا ہے: فرمایا: ''وہ مذی ہے اور ہر مرد کو مذی آتی ہے پس اس سے اپنا ذکر اور دونوں فوتے دھودے اور وضو کر جیسا نماز کا وضو کیا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد)

---

(٦٤٥) ابوداود: ٢٠٧۔ صحیح، البانی: ١٩٢۔ بخاری: ٢٦٩۔ مسلم: ٣٠٣۔ ترمذی: ١١٤۔ نسائی: ٤٤٠۔ احمد: ٢٣٣١٣۔ ابن ماجه: ٥٠٤۔ مالك: ٨٦.

(٦٤٧) ترمذی: ١١٥۔ حسن، البانی: ١٠٠۔ ابوداود: ٢١٠۔ ابن ماجه: ٥٠٦۔ احمد: ١٥٥٤٣۔ دارمی: ٧٢٣.

(٦٤٨) ابوداود: ٢١١۔ صحیح، البانی: ١٩٦۔ ترمذی: ١٣٣۔ ابن ماجه: ٦٥١۔ احمد: ٢١٩٩٩.

مفردات: ...... عَمَّا اس کے متعلق جو۔ وَعَنِ الْمَآءِ یَکُوْنُ بَعْدَ الْمَآءِ یہاں یہ مراد نہیں کہ منی کے بعد جو مذی آتی ہے، یہاں مراد ہے مذی کے بعد پھر مذی آجائے اور یہ بھی مراد نہیں کہ پیشاب کے فوراً بعد جو پانی آئے۔ یہ مراد ہے کہ مذی کے بعد مذی آئے، کیونکہ یہ بار بار آتی ہے۔ (عون: ۱/ ۸۵) ذَاكَ مراد شرمگاہ سے خارج ہونے والا پانی، مذی سے فَحْلٍ حیوان میں سے ہر نر کو کہتے ہیں، تو ہر نر کو مذی آتی ہے۔ فَتَغْسِلَ افتعال سے مضارع معلوم، واحد مذکر مخاطب، تو غسل کرے۔

شــــرح: ......۱۔ جماع کے تذکرہ سے یا بیوی سے بوس و کنار کے موقع پر سفید پانی جو لیس دار ہوتا ہے ذکر سے خارج ہونے والے قطرات مذی ہیں۔

۲۔ مذی کے مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا، دوسری میں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے تیسری میں ہے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا۔

اصل یہ ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور سوال کے یہی محرک تھے۔ اس لیے اس کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہوئی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، انہوں نے ابھی نہ پوچھا تھا کہ حضرات مقداد نے پوچھ لیا، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ مذی کے حکم کے متعلق سوال حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے ہی کیا تھا۔ حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما وہاں موجود تھے۔ ان کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/۳۸۴)

۳۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مذی کے خارج ہونے کی صورت میں یہ کپڑے کو جہاں لگے اسے دھویا جائے اور مکمل طور پر بمع خصیتین ذکر دھویا جائے اور مذی وضو کو توڑنے والی ہے مگر اس کے خارج ہونے سے غسل واجب نہیں۔

۴۔ یہ بھی ثابت ہوا حیا والی جگہ پر اس کے پورے تقاضے مدنظر رکھے جائیں۔ مسئلہ ضرور دریافت کیا جائے مگر احسن انداز میں دریافت کیا جائے شریعت میں شرم نہیں، کا مقولہ ہر جگہ چسپاں نہیں ہوتا۔

٦٤٩۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَآءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَأَفْطَرَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْءَهُ (للترمذی ۸۷)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ معدان نے کہا: پھر میں مسجد دمشق میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا تو اس نے کہا وہ درست کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا پانی ڈال کر دیا تھا۔

(٦٤٩) ترمذی: ٨٧۔ ابوداود: ٢٣٨١۔ احمد: ٢٦٩٨٩۔ دارمی: ١٧٢٨۔ صحیح، البانی: ٧٦.

مفردات: ...... قَـاءَ، ضَرَب سے ماضی واحد مذکر غائب، قے کی۔ فَتَـوَضَّأَ تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب، وضو کیا۔ اس میں فاء تعقیب کے لیے ہے سبب کے لیے نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ قے آئے تو وضو ٹوٹ گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو کیا تھا کہ منہ صاف ہو جائے۔ فَلَقِیْتُ، عَلِمَ سے واحد متکلم، معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں، میں ملا۔ ذٰلِكَ یہ بات کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا نبی ﷺ نے قے کی اور وضو کیا، اس کا ذکر کیا۔ لَہٗ ثوبان نے کہا۔ صَـدَقَ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ صَبَبْـتُ یہ نَـصَـرَ سے ماضی واحد متکلم، میں نے ڈالا۔ لَـہٗ آپ ﷺ کے لیے۔ وَضُوْءَہٗ وضو کا پانی۔

شرح: ......۱۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابودرداء نے جو لفظ بیان کیے ہیں، وہ ہیں قَـاءَ فَـاَفْطَرَ قے کی اور روزہ افطار کرلیا۔ وضو کے باب میں یہ لفظ تو نہیں آئے مگر ترمذی کتاب الصیام میں یہ لفظ بھی آتے ہیں، ان کا مطلب ہے کہ قے کی اور لاغری محسوس کی اس وجہ سے روزہ افطار کرلیا، بذات خود قے روزہ توڑنے والی چیز نہیں۔

۲۔ یاد رہے کہ قے وضو توڑنے والی چیز نہیں ویسے صفائی کے پیش نظر آپ نے وضو کیا تھا۔ قے سے وضو ٹوٹ جانے کے لیے ابن ماجہ کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جسے قے، نکسیر وغیرہ پھوٹے تو وہ وضو کرے مگر یہ ضعیف ہے، اس میں اسماعیل بن عیاش راوی ہے جو کہ ابن جریج حجازی سے بیان کرتا ہے، جب یہ حجاز والوں سے بیان کرے تو یہ ضعیف ہوتا ہے اور یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے بھی غیر معتبر ہے، ثابت ہوا قے وضو توڑنے والی چیزوں میں سے نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۸۹،۹۰)

۳۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيْ نَـقْـضِ الْـوُضُوْءِ وَعَدْمِ نَقْضِهِ بِالدَّمِ وَالْقَيْءِ وَالضِّحْكِ فِيْ الصَّلَاةِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ. (نصب الرايه: ١/ ٤٢)

''خون، قے، اور نماز میں ہنسی آنے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں۔''

٦٥٠۔ عَـنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُـمَـرَبْنَ الْخَطَّابِ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ طُعِنَ فِيْهَا فَـاَيْـقَـظَ عُمَرَ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ وَلاَ حَظَّ فِي الإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلاَةَ فَصَلَّى عُمَرُ وَجُرِحَ يَثْعَبُ دَمًا. (رواه مالك: ٨٤)

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس رات عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جس کی فجر کو ان کو زخمی کیا گیا: پس فجر کی نماز کے لیے ان کو بیدار کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ''اٹھنا لازم ہے'' اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے جس نے نماز ترک کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس حال میں نماز پڑھی کہ ان کے زخم سے خون بہتا تھا'' (مالک)

(٦٥٠) موطا: ٨٤۔ العمل فيمن غلبه الدم من جرح اور رعاف)

مفردات: ...... عَنْ اَبِیْهِ عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، جو کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ (شرح زرقانی: ۸۳/۱) اَخْبَرَہٗ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب ضمیر مفعول بہ ہے، یعنی مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عروہ کو بتایا۔ اَنَّہٗ مسور داخل ہوئے۔ طُعِنَ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، زخمی ہوئے۔ فِیْهَا اس رات میں، یہ المناک واقع صبح کی نماز میں ہوا تھا، ثابت ہوا صبح کی نماز کا وقت رات ہی میں شامل ہے۔ (شرح باجی) فَاَیْقَظَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، اس نے بیدار کیا۔ وَلَا نفی جنس کے لیے ہے اور نہیں۔ حَظَّ نصیب۔ یَثْعَبُ مضارع معلوم واحد مذکر غائب، بہتا ہے۔ دَمًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔

٦٥١۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِىْ فِى غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَحَلَفَ أَنْ لَّا أَنْتَهِىْ حَتَّى أُهْرِيْقَ دَمًا فِى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَخَرَجَ يَتْبَعُ أَثَرَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْزِلاً فَقَالَ مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ كُوْنَا بِفَمِ الشَّعْبِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلٰى فَمِّ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّ وَأَتٰى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرِفَ أَنَّهُ رَبِيْئَةٌ لِلْقَوْمِ فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيْهِ فَنَزَعَهُ حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ فَلَمَّا عَرِفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوْا بِهِ هَرَبَ وَلَمَّا رَأَ الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ أَلَا أَنْبَهْتَنِىْ أَوَّلَ مَا رَمٰى قَالَ كُنْتُ فِى سُوْرَةٍ أَقْرَؤُهَا فَلَمْ أُحِبُّ أَنْ أَقْطَعَهَا. (رواه أبوداود، ١٩٨)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: ہم لوگ جنگ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک مشرک عورت کو پا لیا۔ پس اس کافر نے قسم کھائی کہ وہ اصحاب محمد ﷺ کا خون بہائے بغیر نہیں لوٹے گا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ جب آپ ﷺ ایک منزل پر اترے تو فرمایا: کون مرد ہمارا پہرہ دے گا؟ پس ایک مہاجر اور ایک انصاری دو مرد تیار ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں گھاٹی کے منہ پر ٹھہرنا۔ جب وہ دو مرد گھاٹی کے منہ پر گئے تو مہاجر سو رہا اور انصاری نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وہ مرد آیا اس نے آدمی کھڑا دیکھا تو اس نے جان لیا کہ یہ قوم کا پہرے دار ہے۔ اس نے تیر مار کر اس میں پیوست کر دیا۔ اس نے تین تیر مارے اور انصاری تیر نکالتا رہا اور رکوع وسجود سے فارغ ہو کر اپنے ساتھی کو بیدار کیا۔ جب اس نے جان لیا کہ مسلمان باخبر ہو چکے ہیں تو وہ بھاگ نکلا۔ مہاجر نے انصاری سے خون بہتا دیکھ کر کہا سبحان اللہ! تو نے پہلے تیر کے ساتھ ہی مجھے بیدار کیا ہوتا۔ اس نے کہا: میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کو ترک کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔ (ابوداود)

(٦٥١) ابوداود: ١٩٨۔ احمد: ١٤٤٥١۔ حسن، البانی ١٨٢۔

مفردات:...... ذَاتِ الـرِّقَاعِ راء کے نیچے زیر ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاؤں زخمی ہوئے تھے انہوں نے ان پر کپڑے لپیٹے تھے، اس لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا کہ پاؤں پر کپڑے باندھ کر اس میں شرکت ہوئی۔ یہ ۴ ہجری میں ہوا تھا۔ (عون المعبود: ۱/ ۷۷) فَاَصَابَ افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، پہنچا۔ یعنی ایک مسلمان کے ہاتھوں مشرک کی بیوی قتل ہوگئی۔ فَحَلَفَ ، ضَرَبَ سے ماضی واحد مذکر غائب، اس مشرک نے قسم کھائی۔ اَنْتَهِـيَ افتعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، میں باز نہ آؤں گا۔ اُهْرِيْقَ افعال سے مضارع معلوم واحد متکلم، اصل میں اُرِيْقِ تھا۔ هاء اس میں زائدہ ہے، حتیٰ کہ میں خون بہا دوں۔ فَخَرَجَ وہ مشرک نکلا۔ يَتْبَعُ ، عَلِمَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، پیچھے لگ گیا۔ اَثَرَ اس کی جمع اٰثَارٌ ہیں، نشانات قدم۔ يَكْلَؤُنَا ، مَنَعَ سے مضارع معلوم واحد مذکر غائب، ضمیر جمع متکلم مفعول بہٖ ہے، ہماری حفاظت کرے۔ فَـانْتَـدَبَ افتعال سے ماضی واحد مذکر غائب، قبول کیا۔ وہ آدمی مہاجروں میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں اور انصار میں سے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے۔ (دلائل النبوة) كُـوْنَا امر تثنیہ مذکر حاضر، ہو جاؤ۔ بِفَمِ دھانے پر۔ الشِّعْبِ گھاٹی۔ رَاٰى اس مشرک نے دیکھا۔ شَخْصَهٗ مراد ہے وجود، انصاری کا وجود دیکھا تو وہ مشرک پہچان گیا۔ اَنَّهٗ یہ انصاری رَبِيْئَةً اس کی جمع رَبَايَا ہے۔ یعنی لوگوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ فَنَزَعَهٗ اس انصاری نے وہ تیر نکال لیا۔ رَمَاهُ ماضی واحد مذکر غائب ہے، اس مشرک نے انصاری پر تین تیر پھینکے اس کے باوجود وہ انصاری سیدھا کھڑا رہا۔ بعد میں رکوع کیا۔ اِنْتَبَـهَ افتعال سے مذکر غائب، انہوں نے جان لیا ہے۔ اَنْبَهْتَنِيْ افعال سے ماضی معلوم واحد مذکر حاضر، نون وقایہ، یاء مفعول بہٖ ہے۔ تو نے مجھ کو بیدار نہ کیا۔ سُوْرَةِ یہ سورت کہف تھی۔ (عون المعبود: ۱/ ۷۸)

شرح: ......۱۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ والا واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوران نماز ہی، ابولولو کے خنجر سے گھائل ہو گئے تھے اور ان پر غشی طاری تھی، انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انصار رضی اللہ عنہم نے گھر پہنچایا۔ انہیں ہوش میں لانے کے لیے بہت آوازیں دیتے رہے مگر وہ ہوش میں نہ آ رہے تھے، حتیٰ کہ نماز کا کہا تو ہوش میں آئے، نماز سے اتنا پیار تھا۔ پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ کہا گیا: ہاں تو پھر نماز پڑھنے لگے نماز پڑھ رہے ہیں جبکہ خون جسم سے رس رہا تھا۔ (شرح زرقانی: ۱/ ۸۳)

۲۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قبل اور دبر کے علاوہ اگر جسم سے خون بہتا ہے، تو نماز ہو جاتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ دلیل نہیں بنتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ مگر یہ بات درست نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع تھی۔ (علامہ عینی شرح ہدایہ)

علامہ شمس الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ حدیث دو باتوں پر بالکل واضح دلیل ہے:

(۱) سبیلین (ذکر اور دبر) کے علاوہ خون کا نکلنا طہارت کو خراب نہیں کرتا، وہ خون بہا ہو یا نہ بہا ہو، وہیں جم گیا ہو

دونوں صورتوں میں طہارت باقی رہتی ہے۔

(۲) یہ ثابت ہوا کہ زخموں سے بہنے والا خون پاک ہے، زخمیوں کو اس سے چھوٹ دی گئی ہے کہ ان کے جسم اس سے پلید نہیں ہوتے۔ (عون المعبود:۱/ ۷۸)

٦٥٢ـ عَـنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَبَّـلَ امْرَاَةً مِنْ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عُرْوَةُ مَـنْ هِـیَ إِلَّا أَنْتِ فَضَحِكَتْ . (رواه أبوداود، ۱۷۹)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج میں سے ایک کا بوسہ لیا پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے وضو نہ کیا۔ عروہ نے کہا: میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو کہا وہ ام المومنین آپ ہی تو ہیں۔ تو ام المومنین ہنس دیں۔ (اصحاب سنن)

مفردات: ...... قَبَّلَ تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، بوسہ دیا۔

٦٥٣ـ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ قُبْلَـةُ الـرَّجُـلِ امْـرَأَتَهُ وَجَسُّهَا بِيَدِهِ مِنَ الْـمُلامَسَةِ فَـمَـنْ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ أَوْجَسَّهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ . (رواه مالك ۹۷)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے مرد کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور ہاتھ سے دبانا بھی لمس ہی ہے پس جس نے عورت کا بوسہ لیا یا ہاتھ سے چھوا اس پر وضو لازم ہے۔ (الموطا)

مفردات: ...... قُبْلَةُ بوسہ۔ وَجَسُّهَا یہ مصدر ہے، ضمیر عورت کی جانب لوٹتی ہے، اسے ٹٹولنا۔ اَلْمُلَامَسَةِ مفاعلہ سے مصدر ہے، چھونا۔

شرح: ......ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْلَا مَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (النسآء: ٤٣) ''یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو۔'' اس میں چھونے کے بارے میں دو اقوال وارد ہیں: (ا) چھونے سے مراد بیویوں کو ہاتھ لگانا ہے۔ (۲) چھونے سے مراد جماع ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَوْلَـى الْقَوْلَيْنِ فِیْ ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ...... الْجِمَاعُ دُوْنَ غَيْرِهِ لِصِحَةِ الْخَبَرِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَآئِهِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ)) (تفسير: ١/ ٥٠٣)

ان دو اقوال میں درست ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ بیویوں کو چھونے سے مراد ان سے جماع کرنا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا تھا۔''

---

(٦٥٢) ابوداود: ١٩٨ـ ترمذی: ٨٦ـ نسائی: ١٧٠ـ ابن ماجه: ٥٠٢، احمد: ٢٥٢٣٨ـ صحيح، البانی: ١٦٥.

(٦٥٣) مؤطا: ٩٧ـ باب الوضو من قبلة الرجل امرأته مع زرقانی: ٨٩/١.

۲۔اس وضاحت سے جو بظاہر دونوں روایات میں ٹکراؤ نظر آتا تھا کہ ایک روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ بیوی کو چھونے سے وضو نہیں اور دوسری سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضو ہے۔

جس میں آتا ہے بیوی کو چھونے سے وضو کرنا ہے، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں، جبکہ بیوی کو چھونے سے وضو نہ کرنے کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع ثابت ہے، یہی درست بات ہے کہ بیوی کو چھونے سے یا وضو کے بعد اسے بوسہ دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ احتیاط یا استحباب کے طور پر کر لے تو ٹھیک ہے۔

۳۔بعض راویوں کا خیال ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی تو ان سے جس نے کہا تھا، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا تھا وہ آپ ہی ہیں، یہ عروہ مزنی تھے۔

یہ بات درست نہیں، عروہ مزنی اتنی جسارت نہیں کر سکتے۔ یہ بات کہنے والے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی تھے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ (عون المعبود:۱/۷۰)

٦٥٤۔ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَرَى فِيْ رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْكَ. (رواه النسائى، ١٦٥)

قیس بن طلق سے روایت ہے، وہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد آیا جو دیہاتی معلوم ہوتا تھا پس اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مرد وضو کے بعد اپنے ذکر کو ہاتھ لگائے تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ”وہ تیرے بدن کے گوشت ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔“

مفردات: ...... بَضْعَةٌ باء کو کسرہ بھی دیتے ہیں اور فتحہ بھی ہے، گوشت کا ٹکڑا۔ مُضْغَةٌ کا بھی ٹکڑا ہی معنیٰ ہے۔

٦٥٥۔ قَالَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ أَخْبَرَتْنِيْ بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ. (رواه مالك ٨١)

مروان بن حکم نے کہا کہ مجھے بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اپنے ذکر کو ہاتھ لگائے وہ وضو کرنے سے پہلے نماز نہ پڑھے۔“ (موطا اور اصحاب سنن)

٦٥٦۔ للأوسط والكبير بَعْدُ ذَكَرَهُ أَوْأُنْثَيَيْهِ، أَوْ رَفْغَيْهِ. (رواه الطبرانى فى الكبير)

الاوسط اور الکبیر میں ذکر دھونے کے بیان کے بعد دوفوتے اور اس کے دواطراف کو دھونے کا مزید حکم دیا گیا ہے۔

(٦٥٤) نسائى: ١٦٥۔ ترمذى: ٨٥۔ ابوداؤد: ١٨٢۔ ابن ماجه: ٤٨٣۔ احمد: ١٥٨٥٥۔ صحيح، البانى: ١٥٩.
(٦٥٥) مؤطا: ٨١۔ ترمذى: ٨٢۔ نسائى: ١٦٤۔ ابوداود: ١٨١۔ ابن ماجه: ٤٧٩۔ احمد: ٢٦٧٤٩۔ دارمى: ٧٢٥.
(٦٥٦) طبرانى كبير اور اوسط، هيثمى: ١٢٧٢۔ ورجاله رجال الصحيح.

مفردات: ...... اُنْثَيَهِ خصیتین۔

٦٥٧۔ عَـنْ عَـمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَـدِّهِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَسَّ ذَكَـرَهُ فَـلْيَتَـوَضَّأْ وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مَسَّتْ فَرْجَهَا فَلْتَتَوَضَّأْ. (لأحمد ٧٠٣٦ بعنعنة بقية بن الوليد)

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس کے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مرد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے وضو کرے اور جو عورت اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے وہ وضو کرے۔'' (احمد نے بقیہ بن ولید کی عنعنہ روایت نقل کی ہے)

٦٥٨ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَـنِ الْـمَرْأَةِ تُدْخِلُ يَـدَهَـا فِـىْ فَرْجِهَا فَقَالَ: عَلَيْهَا الْوُضُوْءُ . (رواه الطبرانی فی الأوسط بلين)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو عورت اپنا ہاتھ اپنی اندام نہانی میں داخل کر دے وہ کیا کرے؟ فرمایا: ''اس پر وضو واجب ہے۔''

٦٥٩ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرٍوأَنَّ بُسْرَةَ بِنْتَ صَـفْـوَانَ بْـنِ نَـوْفَلٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْـمَـرْأَةِ تَـضْرِبُ بِيَدِهَا ، فَتُصِيْبُ فَرْجَهَا فَقَالَ: تَوَضَّأْ . (رواه الطبرانی فی الكبير)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بسرہ رضی اللہ عنہا بنت صفوان بن نوفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس کا ہاتھ اس کی شرمگاہ پر پہنچ جائے تو وہ کیا کرے؟ فرمایا: ''وضو کرے۔''

شرح: ...... ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آدمی اپنے ذکر کو چھوئے جبکہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو یا صرف ہاتھ خصیتین کو بھی لگ جائے یا عورت کا شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ ایک حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مطابقت یوں ہے کہ ایک قول ہے کہ طلق والی حدیث جس میں ہاتھ لگنے سے وضو نہ ٹوٹنے کا آتا ہے وہ منسوخ ہے، اب عمل اس حدیث پر ہوگا جس میں وضو ٹوٹنے کا آتا ہے، یہ امام محی السنۃ، ابن حبان، طبرانی، ابن عربی اور حازمی کا قول ہے۔

دوسرا قول ہے کہ وہ اسے منسوخ قرار نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں آتا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ بھی حسن درجہ کی ہے اور جس میں آتا ہے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ لہٰذا عمل اس پر ہوگا کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، جس میں نہ ٹوٹنے کا آتا ہے وہ اس کے مقابلے کی نہیں کہ اس پر عمل

---

(٦٥٧) ٧٠٣٦۔ بقیہ مدلس ہے، اس نے عن سے بیان کی ہے جو ضعیف کی علامت ہے۔

(٦٥٨) طبرانی اوسط۔ اس میں سلیمان بن داؤد شاذ کونی ہے، یہ ضعیف ہے۔ ھیثمی : ١٢٦٧.

(٦٥٩) طبرانی کبیر۔ اس میں عبداللہ بن مؤمل راوی ہے۔ ابن حبان نے تو اسے ثقہ قرار دیا ہے مگر احمد اور یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ھیثمی : ١٢٧١.

کیا جائے۔

۳۔ جب یہ واضح ہو چکا کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، تو اب ہم ان اعتراضات کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں جو اس موقف پر کیے جاتے ہیں۔

(۱) اعتراض یہ ہے کہ جس حدیث میں شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضوٹوٹنے کا آتا ہے، اس میں مروان ہے، جس پر تہمت ہے کہ اس کی حدیث درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام غلط ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے صحیح بخاری میں روایت بیان کی ہے۔

(۲) اعتراض یہ ہے کہ بسرہ والی حدیث جس میں آتا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضوٹوٹ جاتا ہے، یہ مضطرب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی اضطراب نہیں، یہ صحیح ہے۔

(۳) اعتراض یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے جو حجت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو خبر واحد قابل حجت ہے، نیز یہ مشہور حدیث ہے، خبر واحد نہیں۔

(۴) اعتراض یہ ہے کہ یہ معاملہ تو مردوں کے متعلقہ ہے، یہ ایک عورت خاص کیوں بیان کر رہی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صرف یہی عورت ہی بیان نہیں کر رہی بلکہ مردوں نے بھی بیان کی ہے۔ (مرعاۃ: ۱/ ۳۹۸ تا ۳۹۹)

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسی چیز کے حائل جب شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔

٦٦٠۔ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَنَامُ جَالِسًا ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ. (رواه مالك ٤٢)

امام مالک رحمہ اللہ نافع سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیٹھنے کی حالت میں سو جاتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کیا کرتے تھے۔

٦٦١۔ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ. (رواه أبوداود ٢٠٣)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آنکھیں دبر کے حلقے کی سری ہیں پس جو سو جائے وہ وضو کرے۔'' (ابوداؤد)

مفردات: ...... وِكَاءٌ جس کے ساتھ مشک کا منہ باندھا جائے، تسمہ۔ اَلسَّهِ اصل میں سَتَهٌ تھا تاء کو حذف کر دیا۔ سرین، سرین کا تسمہ۔

٦٦٢۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ حَتَّى غَطَّ أَوْ نَفَخَ ثُمَّ قَامَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدے کی حالت میں سوئے ہوئے دیکھا

(٦٦٠) موطا: ٤٢.
(٦٦١) ابوداود: ٢٠٣۔ ابن ماجه: ٤٧٧۔ احمد: ٨٨٩۔ حسن، البانی: ١٨٨.
(٦٦٢) ترمذی: ٧٧۔ احمد: ٢٣١٣۔ ضعیف، البانی: ١٢.

يُصَلِّي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّكَ قَدْ نِمْتَ قَالَ إِنَّ الْوُضُوْءَ لَا يَجِبُ إِلَّا عَلٰى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ. (رواه الترمذى ٧٧)

یہاں تک کہ سانس لینے اور پھونکنے کی آواز بھی ظاہر تھی پھر سجدے سے کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ تو سو گئے تھے۔ فرمایا: وضو تب ہی واجب ہوتا ہے جب انسان لیٹ کر سوئے۔ جب انسان لیٹتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔'' (ترمذی)

مفردات:...... غَطَّ خراٹے لیے۔ اِسْتَرْخَتْ ڈھیلے پڑ گئے۔ مَفَاصِلُهُ جوڑ۔

٦٦٣۔ عَنْ اَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وُضُوْءُ النَّوْمِ أَنْ تَمَسَّ الْمَآءَ، ثُمَّ تَمْسَحُ بِتِلْكَ الْمَسْحَةِ وَجْهَكَ وَيَدَيْكَ وَرَجْلَيْكَ كَمَسْحَةِ التَّيَمُّمِ. (للكبير ٣٥٨٤/ بضعف)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیند کا وضو یہ ہے کہ پانی لگا کر اس سے تو اپنے چہرے، دو ہاتھوں اور دو پاؤں پر تیمّم کے مسح کی مانند مسح کر دے۔'' (اس کو الکبیر نے ضعیف سند سے نقل کیا ہے)

شرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نیند کم ہو یا زیادہ ہو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲) ثابت ہوا نیند مطلق طور پر وضو نہیں توڑتی۔ (۳) تھوڑی نیند اور زیادہ نیند میں فرق ہے۔ تھوڑی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، زیادہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔

زیادہ اور تھوڑی نیند کی نشانی یہ ہے کہ جس میں احساس اور شعور باقی ہو، عقل کام کرے۔ اور زیادہ نیند یہ ہے کہ جس میں عقل و شعور اور احساس باقی نہ رہے۔

(۳) اس بارے میں فیصلہ کن تحقیق علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ نے پیش کی ہے، فرماتے ہیں: وہ نیند جو مستغرق ہو یعنی جس میں ادراک اور احساس نہ رہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ نیند لیٹ کر ہو، چت لیٹ کر ہو، ٹیک لگائے ہو یا بغیر ٹیک لگائے ہو اور جو نیند مستغرق نہیں، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (مرعاۃ: ۱/ ۳۹۶)

ثابت ہوا کہ نیند بذات خود وضو توڑنے والی چیز نہیں، اگر احساس باقی ہو نیند آ بھی جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر نیند کا سخت غلبہ ہوا احساس ختم ہو چکا ہو تو وضو ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو، احتیاطاً وضو کر لیا جائے کیونکہ اس حالت میں وضو ٹوٹنے کا امکان ہوتا ہے اس لیے نیا وضو کر لیا جائے۔

٦٦٤۔ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ: مَاشَانُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ نماز کسوف پڑھ رہی تھیں، پس میں نے کہا: لوگوں کا کیا حال ہے پس اس نے آسمان کی طرف

(٦٦٣) طبرانی کبیر: ٣٥٨٤۔ اس میں علاء بن کثیر لیثی ہے اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ هيثمى: ١٢٩٢.

قُـلْـتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأسِهَا أَىْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّـى تَـجَلاَّنِـىْ الْـغَشْىُ ، قَالَ عُرْوَةُ: وَلَمْ تَتَوَضَّأ(رواه البخاری ٧٦)

اشارہ کیا اچانک لوگ قیام میں تھے، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا جی ہاں اور وہ حدیث کہتی ہیں میں نے قیام کیا: یہاں تک کہ مجھے غشی آ گئی۔ عروہ نے کہا بعد غشی انہوں نے وضو نہیں کیا۔

مفردات:...... تَجَلاَّنِىْ مجھے ڈھانپ لیا۔

٦٦٥۔ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ فِىْ حَدِيْثِ وَفَاتِهِ ﷺ أَنَّـهُ أَغْتَسَـلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِىَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَـاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا قَالَ ضَعُوْا لِـىْ مَـاءً فِـى الْـمِـخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ الحديث(رواه مسلم ٤١٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بیان میں ذکر کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے غسل کیا اور اٹھنا چاہا تو آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھی؟ ہم نے کہا: نہیں۔ فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو! تو ہم نے رکھ دیا پھر آپ ﷺ نے غسل کیا۔

مفردات:...... لِيَنُوْءَ تاکہ اٹھیں۔ فِى الْمِخْضَبِ ٹپ۔

شرح:......حدیث٦٦٤ کی تکمیل یہ ہے کہ جب مجھے غشی نے ڈھانپ لیا تو میں نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا: میں نے اس مقام پر جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ اور مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ تم قبروں میں آزمائے جاتے ہو۔ مؤمن اور یقین رکھنے والا کہے گا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں، وہ ہمارے پاس ظاہر دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہیں، ہم نے آپ کی اتباع کی ہے، اس سے کہا جائے گا۔ سو جاؤ تم نیک ہو۔ منافق یا شک کرنے والا جواب دے گا مجھے کوئی پتہ نہیں نبی کون ہے، دین کیا ہے، قرآن کیا ہے، اسے سزا ملے گی۔

اور حدیث نمبر٦٦٥ کی تکمیل یہ ہے کہ جب آپ ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ بتایا گیا نہیں لوگ آپ محترم کا انتظار کر رہے ہیں، اور مسجد میں بیٹھے ہیں اور نماز عشاء آپ کی امامت میں ادا کرنے کی امید رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے عمر! آپ نماز پڑھائیں، میں برداشت نہیں رکھ سکوں گا، ان دنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔

ایک دن رسول اکرم ﷺ نے خود کو ہلکا پایا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز ظہر پڑھا رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے آ جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ

(٦٦٤) بخاری: ٨٦۔ مسلم: ٩٠٥۔ نسائی: ٢٠٦٢۔ ابن ماجه: ١٢٦٥۔ احمد: ٢٦٤٥٥٢۔ مؤطا: ٤٤٧۔

(٦٦٥) مسلم: ٤١٨۔ بخاری: ٧١٢۔ ترمذی: ٣٦٧٢۔ نسائی: ٨٣٤۔ ابن ماجه: ١٦١٨۔ احمد: ٢٥٦٠٦۔ موطا: ٤١٤۔

بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور لوگ پیچھے کھڑے ہی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔

۲۔ ایک غشی ہوتی ہے جو مکمل طور پر چھا جاتی ہے اور ایک ہوتی ہے معمولی کچھ حواس قائم رہتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ یوں باب بندی کرتے ہیں: باب من لم یتوضا الا من الغشی المثقل اس باب میں یہ بیان ہوگا کہ بھاری غشی چھا جانے سے وضو ٹوٹتا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

اس میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارتاً ان لوگوں کی تردید کی ہے جو مطلقاً خواہ زیادہ ہو خواہ تھوڑی ہو ہر غشی آنے سے وضو لازم قرار دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، بھاری غشی ہو تو تب وضو ٹوٹتا ہے وگرنہ نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری مع فتح: ۱/ ۲۸۸، کتاب الوضوء)

۳۔ یہ ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوسکتی ہے، اس سے عظمت وعصمت نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ بھی بیماری ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

٦٦٦۔ أَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ: إِنَّمَا أَتَوَضَّأُ مِنْ أَثْوَارِ أَقِطٍ أَكَلْتُهَا لأَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تَوَضَّئُوْا مِمَّا مَسَتِ النَّارُ. (رواه مسلم ٣٥٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے وقت کہا: میں پنیر کے بڑے ٹکرے کھانے کی وجہ سے وضو کرتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کیا کرو۔''

مفردات:...... اثوار اس کا واحد ثَوْرٌ ہے، ٹکڑے۔ اَقِطِ پنیر۔

٦٦٧۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَوَضَّأُ مِنْ طَعَامٍ أَجِدُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَلاَ لاً لأَنَّ النَّارَ مَسَّتْهُ فَجَمَعَ أَبُوْهُرَيْرَةَ حَصًى فَقَالَ أَشْهَدُ عَدَدَ هٰذَا الْحَصَى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَوَضَّئُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. (رواه النسائی: ١٧٤)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ رزق جس کو میں اللہ کی کتاب میں حلال پاتا ہوں اس کے کھانے سے تو اس وجہ سے وضو کرتا ہے کہ اس کو آگ نے چھوا ہے؟ پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ سنگترے جمع کیے اور کہا: میں ان کی تعداد برابر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس چیز کو آگ چھوئے اس سے وضو کرو۔''

٦٦٨۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الْحَمِيْمِ فَقَالَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوہریرہ! کیا ہم تیل سے وضو کیا کریں؟ کیا ہم گرم پانی سے وضو کیا کریں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(٦٦٦) مسلم: ٣٥٢۔ ترمذی: ٧٩۔ نسائی: ١٧٥۔ ابوداؤد: ١٩٤۔ ابن ماجہ: ٤٨٥۔ احمد: ١٥٩١٣.

(٦٦٧) نسائی: ١٧٤۔ صحیح، البانی: ١٦٨۔ مسلم: ٣٥٢۔ ترمذی: ٧٩۔ بقیہ تخریج اوپر والی ہے۔

(٦٦٨) ترمذی: ٧٩۔ حسن، البانی: ٦٨۔ بقیہ اوپر والی تخریج ہے۔

أَبُـوْ هُـرَيْـرَةَ يا ابْنَ أَخِيْ إِذَا سَمِعْتَ حَدِيْثًا عَـنْ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ فَلاَ تَضْرِبْ لَـهُ مَثْلاً . (رواه أبوداود ١٩٤)

نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! جب تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنو تو اس کے لیے مثالیں بیان نہ کیا کرو۔"

٦٦٩ـ عَـنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلّٰـى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ اَلْوُضُوْءُ مِمَّا اَنْضَجَتِ النَّارُ . (رواه ابو داود: ١٩٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آگ جس چیز کو پکائے اس سے وضو لازم آتا ہے۔"

٦٧٠ـ عَـنْ أَبِـیْ أَيُّـوْبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَوَضَّئُوْا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ . (للنسائی ١٧٦)

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وضو کرو اس چیز سے جس کو آگ نے متغیر کیا ہو۔"

٦٧١ـ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ الـلّٰهِ ﷺ أَكَـلَ كَتِفَ شَـاةٍ ثُـمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . (رواه البخاری ٢٠٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ کھایا اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٦٧٢ـ ولـمسـلـم: لَـمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَـسَّ مَاءً . (رواه مسلم ٣٥٤)

مسلم کی روایت میں ہے: نہ وضو کیا نہ پانی کو ہاتھ لگایا۔

٦٧٣ـ لأبـی داود: ثُـمَّ مَسَـحَ يَـدَهُ بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى . (لأبی داود ١٨٩)

ابوداؤد کی روایت میں ہے: آپ ﷺ کے نیچے جو کپڑا وغیرہ تھا اس کے ساتھ ہاتھ کو صاف کیا اور اُٹھ کر نماز پڑھی۔

٦٧٤ـ عَـنْ جَـعْـفَــرِبْـنِ عَـمْـروبْنِ أُمَيَّةَ الـضَّـمْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِیَّ ﷺ احْتَزَّ مِـنْ كَتِفِ شَـاةٍ فَـأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ مَضٰى إِلَى الصَّلاَةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . (للترمذی ١٨٣٦)

سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے بکری کا شانہ کاٹ کر کھایا پھر نماز کی طرف گئے اور وضو نہ کیا۔

---

(٦٦٩) ابوداود: ١٩٤ـ صحیح، البانی: ١٧٨ـ مسلم: ٣٥٢ـ بقیہ اوپر والی تخریج ہے۔

(٦٧٠) نسائی: ١٧٦ـ صحیح الاسناد، البانی: ١٧٠.

(٦٧١) بخاری: ٢٠٧ـ بقیہ اوپر والی تخریج ہے۔

(٦٧٢) مسلم: ٣٥٤ـ بخاری: ٥٤٠٥ـ نسائی: ١٨٤ـ ابوداود: ١٨٧ـ ابن ماجہ: ١٤٨٨ـ احمد: ٣٤٥٣ـ موطا: ٥٠.

(٦٧٣) ابوداود: ١٨٩ـ صحیح، البانی: ١٧٤ـ بقیہ وہی تخری ہے جو اوپر ہے۔

مفردات:...... احْتَزَّ کاٹا۔

٦٧٥۔ عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ آخِرَ الأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. (رواه النسائی ١٨٥)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ کی چھوئی ہوئی چیز سے وضو نہ کرنا ہے۔

٦٧٦۔ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلّٰى ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. (رواه البخاری ٢٠٩)

سیدنا سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے اور جب خیبر کے قریب مقام صہباء میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور کھانا طلب کیا تو صرف ستو پیش کیے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو تر کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے ستو کھائے اور ہم نے بھی کھائے۔ پھر آپ ﷺ نماز مغرب کی طرف اٹھے اور کلی کی تو ہم نے بھی کلی کی اور آپ ﷺ نے وضو نہیں کیا۔

٦٧٧۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: هَلْ كُنْتُمْ تَتَوَضَّئُوْنَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ؟ قَالَ: نَعَمْ إِذَا أَكَلَ أَحَدُنَا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ غَسَلَ يَدَيْهِ وَفَاهُ، فَكُنَّا نَعُدُّ هَذَا وُضُوْءًا. (رواه البزار بعضف)

''عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رحمہ اللہ نے کہا: میں نے معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا جس چیز کو آگ متغیر کر دے تم اس کے کھانے سے وضو کیا کرتے تھے: انہوں نے کہا: ہاں جب ہم میں سے کوئی شخص آگ کی چھوئی ہوئی چیز کھاتا تو وہ دو ہاتھ اور منہ کو دھوتا تھا اور اسی کو ہم وضو کرنا شمار کرتے تھے۔

٦٧٨۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَأَنْ أَتَوَضَّأَ مِنَ الْكَلِمَةِ الْخَبِيْثَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَوَضَّأَ مِنَ الطَّعَامِ الطَّيِّبِ. (رواه الطبرنی فی الکبیر.)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بدی کی بات سے وضو کروں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں پاکیزہ کھانا کھانے سے وضو کروں۔'' (الکبیر)

---

(٦٧٤) ترمذی: ١٨٣٦۔ صحیح، البانی: ١٤٩٨۔ بخاری: ٢٠٨۔ مسلم: ٣٥٥۔ ابن ماجہ: ٤٩٠۔ احمد: ٢١٩٧٨۔ دارمی: ٧٢٧.

(٦٧٥) نسائی: ١٨٥۔ صحیح، البانی: ١٧٩۔ بخاری: ٥٤٥٧۔ ابوداود: ١٩٢.

(٦٧٦) بخاری: ٢٠٩۔ مسلم: ٩٣٨۔ نسائی: ١٨٦۔ ابن ماجہ: ٤٩٢۔ احمد: ١٥٥٦۔ موطا: ٥١.

(٦٧٧) بزار۔ اس میں حسن بن یحییٰ خشنی ضعیف ہے۔

(٦٧٨) طبرانی کبیر ورجاله موثقون.

٦٧٩۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَرِبَ لَبَناً فَلَمْ يُمَضْمِضْ وَ لَمْ يَتَوَضَّأْ. (رواہ أبوداود ١٩٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا، آپ ﷺ نے نہ تو کلی کی اور نہ وضو کیا۔ (الکبیر)

٦٨٠۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ مِنْ دَسَمِهِ. (للبزار بضعف ٦٨٧)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دودھ پیا اور اس کی چکناہٹ کی وجہ سے کلی کی۔

٦٨١۔ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَأَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلاَ تَوَضَّأْ قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الإِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الإِبِلِ قَالَ أُصَلِّي فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أُصَلِّي فِي مَبَارِكِ الإِبِلِ قَالَ لاَ. (رواہ مسلم ٣٦٠)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا میں بکری کے گوشت سے وضو کروں؟ فرمایا: تو چاہے تو وضو کر اور چاہے تو نہ کر۔ عرض کیا: اونٹ کے گوشت سے وضو کروں؟ فرمایا: ''ہاں تو اونٹ کے گوشت سے وضو کر۔'' اس نے کہا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھوں؟ فرمایا: ''ہاں۔'' اس نے عرض کیا: کیا میں اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ میں نماز پڑھوں؟ فرمایا: ''نہیں۔'' (مسلم)

مفردات:...... مَبَارِكِ اونٹوں کا باڑا۔

٦٨٢۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنْ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تَوَضَّئُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْإِبِلِ وَلاَ تَتَوَضَّئُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ وَتَوَضَّئُوْا مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ وَلاَ تَوَضَّئُوْا مِنْ أَلْبَانِ الْغَنَمِ وَصَلُّوْا فِيْ مُرَاحِ الْغَنَمِ وَلاَ تُصَلُّوْا فِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ. (رواہ إبن ماجة: ٤٩٧)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: وضو کرو! اونٹ کے گوشت سے اور وضو نہ کرو بکریوں کے گوشت سے اور بکریوں کے دودھ سے وضو نہ کرو اور اونٹ کے دودھ سے وضو کرو اور نماز بکریوں کے باڑے میں پڑھو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔''

شرح:...... ا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اس لیے نہیں کہ وہاں نجاست ہے، اس لیے کہ یہاں نقصان کا ڈر ہے البتہ بکریوں کے باڑے میں نماز جائز ہے۔

---

(٦٧٩) ابوداود: ١٩٧۔ حسن، البانی: ١٨١.

(٦٨٠) بزار۔ اس میں ایوب بن سیار ضعیف ہے۔ هیثمی: ١٣١١.

(٦٨١) مسلم: ٣٦٠۔ ابن ماجه: ٤٩٥۔ احمد: ٢٠٥٣٩.

(٦٨٢) ابن ماجه: ٤٩٧۔ ضعیف، البانی: ١١٠.

۲۔اونٹ کا گوشت کچا کھائیں یا پکا کر کھائیں اس کے بعد وضو کیا جائے۔ یہ ایک تعبدی کا حکم ہے، وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔

۳۔آگ سے پکی ہوئی چیز کھائیں تو صفائی کے لیے کلی کر لیں یا ہاتھ صاف کر لیں تو گنجائش ہے، باقاعدہ وضو کی ضرورت نہیں، پہلے وضو تھا مگر رسول اکرم ﷺ کا اٹل حکم اور مضبوط طریقہ یہی ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اسی پر آپ ﷺ کا عمل ہے، کچی چیز کھانے سے تو بالا ولی وضو نہیں۔

٦٨٣۔ ابـن مسـعـود قال: كُنَّا لاَ نَتَوَضَّأُ مِنْ مَـوْطِـئٍ وَلاَ نَـكُفُّ شَعْرًا وَلاَ ثَوْباً. (رواه أبوداود، ٢٠٤)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم گندگی کو روندنے سے صرف وضو کرتے تھے اور ہم (نماز میں) بالوں اور کپڑوں کو نہیں لپیٹتے تھے۔

مفردات:...... مَوْطِئٍ روندنا۔ وَلَا نَكُفُّ نہ سمیٹیں۔

شرح:......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر نجاست تر ہو اسے روندا ہو تو جس چیز سے روندھا ہو اسے دھو لیا جائے۔ نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑا بھی لگ جائے تو اسے دھو لیا جائے وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

یہی اگر نجاست خشک ہو وہ روندی جائے تو پھر نہ تو پاؤں یا جوتا اور نہ کپڑا دھونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وضو کرنے کی ضرورت ہے پہلا وضو ہی درست ہے۔ (عون المعبود: ۱/۸۳)

٦٨٤۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلاً إِزَارَهُ إِذْقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ ثُمَّ قَالَ اذْهَـبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ لَـهُ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُـمَّ سَـكَـتَ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ. (رواه أبوداو د ٦٣٨)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا: اتفاقاً ایک مرد نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے ازار لٹکائی ہوئی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ جا کر وضو کرے تو وہ گیا اور وضو کر کے آیا۔ دوسرے ایک آدمی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ازار لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو اپنی ازار لٹکائے نماز پڑھتا ہو۔''

مفردات:...... مُسبِلٌ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تہبند یا شلوار ٹخنوں کے نیچے رکھنے سے وضو دوبارہ کیا جائے۔ یہ کوئی وضو توڑنے والی چیز تو نہیں اس میں راز یہ تھا کہ وہ آدمی اس بارے میں سوچ بچار کرے کیونکہ اس نے ایک ناپسندیدہ کام کیا

---

(٦٨٣) ابوداود: ٢٠٤۔ ابن ماجه: ١٠٤١۔ صحيح، الباني: ١٨٩.

(٦٨٤) ابوداود: ٦٣٨۔ ضعيف، الباني: ١٢٤. لیکن عون المعبود میں علامہ شمس الحق رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس آدمی کو اپنے ظاہر کو وضو کے ذریعہ صاف کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کا باطن بھی تکبر وغیرہ اور گناہ کی نجاست سے صاف ہو جائے کیونکہ ظاہر، باطن کی صفائی کا باعث بنتا ہے۔ (عون المعبود: ۱/۲۴۳)

ثابت ہوا جس نے قصداً تہبند وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکایا ہو وہ وضو لوٹائے بلا قصد ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

٦٨٥ ـ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: اَلْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ . وَالصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ . (للكبير: ٩٢٣٨)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وضو ہر اس چیز سے واجب ہوتا ہے جو خارج ہو اور اس چیز سے وضو واجب نہیں ہوتا جو اندر داخل ہو اور روزہ ٹوٹتا ہے اس چیز سے جو اندر داخل ہو اور اس چیز سے نہیں ٹوٹتا جو خارج ہو۔ (الکبیر)

شرح: ......یعنی شرمگاہ قبل یا دُبر سے کوئی چیز نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور روزہ کی حالت میں قے وغیرہ خود بخود آ جائے۔ یا حاجت یا ہوا خارج ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، ناک یا منہ کے ذریعے یا جسم کے کسی حصے کے ذریعے کوئی طاقت والی چیز داخل کی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

٦٨٦ ـ عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحَصِيْبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَسَّ صَنَمًا فَلْيَتَوَضَّأْ (رواه البزار بضعف، ١٢٧٣)

سیدنا ابو بریدہ بن حصیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بت کو ہاتھ لگایا تو وہ وضو کرے۔'' (بزار)

٦٨٧ ـ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: اِسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ جِبْرِيْلَ فَنَاوَلَهٗ يَدَهٗ، فَأَبَى أَنْ يَتَنَاوَلَهَا، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِمَآءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ نَاوَلَهٗ يَدُهٗ فَتَنَاوَلَهَا . فَقَالَ: يَا جِبْرِيْلُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْخُذَ بِيَدِيْ؟ قَالَ: إِنَّكَ أَخَذْتَ بِيَدِ يَهُوْدِيٍّ، فَكَرِهْتُ أَنْ تَمَسَّ يَدِيْ يَدًا مَسَّهَا كَافِرٌ . (رواه الطبراني فى الاوسط بضعف)

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کا استقبال کیا اور ان سے ہاتھ ملایا تو جبریل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ ملانے سے انکار کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور فرمایا: ''اے جبریل! تجھے کس نے میرا ہاتھ پکڑنے سے منع کیا تھا؟ انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ نے یہودی کا ہاتھ پکڑا تھا پس میں نے ناپسند کیا کہ میں اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لوں جس کو کافر نے چھوا ہو۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

٦٨٨ ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: كُنَّا

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اپنا ہاتھ دھوتے تھے

---

(٦٨٥) طبراني كبير: ٩٢٣٨ـ ورجاله موثقون هيثمي: ١٢٥٣.

(٦٨٦) بزار: ١٢٧٣ـ اس میں صالح بن حبان ضعیف ہے۔هيثمي: ١٢٧٣.

(٦٨٧) طبراني اوسط، اس میں عمر بن ریاح کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔

(٦٨٨) طبراني كبير او اوسط: ١٠٢٠٢ـ اس میں جابر جعفی ہے۔ اسے صرف شعبہ اور ثوری نے ثقہ کہا ہے دوسرے سب لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ هيثمي: ١٢٧٥ـ

نَتَوَضَّأَ مِنَ الْأَبْرَصِ إِذَا مَسِسْنَاهُ. (رواه الطبراني في الكبير ١٠٢٠٢، والأوسط بلين)

جب برص والے کو ہاتھ لگاتے تھے۔'' (الکبیر اور الاوسط سند ضعیف ہے)

٦٨٩- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَعُفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ، ثُمَّ لِيُعِدْ وُضُوْءَهُ وَلْيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهُ. (رواه الطبراني في الكبير بضعف، ١١٣٧٤)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نکسیر آئے نماز کی حالت میں تو وہ واپس لوٹ جائے اور خون دھوئے پھر وضو کا اعادہ کر کے ابتداء سے اپنی نماز پڑھے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٦٩٠- وَعَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ كَانَ يَرْعُفُ فَيَخْرُجُ فَيَغْسِلُ الدَّمَ عَنْهُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَبْنِي عَلَى مَاقَدْ صَلَّى. (رواه مالك ٨١)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے کہ ان کو نماز میں نکسیر آئی تو وہ نکل کر جاتے، خون دھوتے پھر لوٹ کر آتے اور جو نماز پڑھ چکے ہوتے اس پر بنا کرتے تھے۔''

مفردات: ...... يَرْعُفُ نکسیر۔

٦٩١- عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا رَعَفَ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ. (رواه مالك: ٧٩)

نافع رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل بیان کیا کہ جب ان کو نکسیر آتی تو لوٹ کر جاتے، وضو کرتے پھر لوٹ کر آئے اور بنا کرتے اور اس اثنا میں کلام نہیں کرتے تھے۔''

مفردات: ...... فَبَنٰى پس اس طرح نماز کی بنیاد رکھی۔

شرح: ...... ہماری معلومات کے مطابق نکسیر سے وضو ٹوٹنے کے متعلق صحیح سند سے نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔ مگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نکسیر سے وضو ٹوٹنے کا ذکر آتا ہے اور بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نکسیر سے وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ان اقوال میں حجت نہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کا موقف بہت واضح ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ فرماتے ہیں: براءت اصلیہ ۔ یعنی شریعت کی خاموشی کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی خون (بمع نکسیر) اور قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی اسے وضو توڑنے والا قرار دیتا ہے تو دلیل کی ضرورت ہے وہ موجود نہیں۔ لہٰذا نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (نیل الاوطار: ۱/۲۲۴)

---

(٦٨٩) طبرانی کبیر: ١١٣٧٤۔ اس میں محمد بن مسلمہ ہے، ضعیف ہے۔ هيثمي: ١٢٧٦.

(٦٩٠) مؤطا: ٨١۔ باب ماجاء في الرعاف.

(٦٩١) مؤطا: ٧٩۔ باب ماجاء في الرعاف.

٦٩٢۔ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ: إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدّٰی فِیْ حُفْرَةٍ کَانَتْ فِی الْمَسْجِدِ، وَکَانَ فِیْ بَصَرِهٖ ضَرَرٌ، فَضَحِكَ کَثِیْرٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهُمْ فِی الصَّلاَةِ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ضَحِكَ أَنْ یُعِیْدَ الْوُضُوْءَ وَیُعِیْدَ الصَّلاَةَ. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اس اثنا میں ایک مرد جس کی آنکھوں میں تکلیف تھی مسجد میں داخل ہوا اور مسجد میں گڑھا تھا اس میں گر گیا تو بہت سے لوگ ہنس پڑے جب کہ وہ نماز میں تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جو لوگ نماز میں ہنسے ہیں وہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں۔ (الکبیر)

٦٩٣۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یَضْحَكُ فِی الصَّلاَةِ، قَالَ: یُعِیْدُ الصَّلاَةَ، وَلَا یُعِیْدُ الْوُضُوْءَ. (رواه الموصلی.)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب کوئی شخص نماز میں ہنس دے تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز کا اعادہ کرے اور وضو دوبارہ نہ کرے۔ (الموصلی)

شــــرح: ......ا۔ بات یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے مقدس ترین افراد جن کی ادائیں قرآن بن جاتی تھیں، اتنی سنجیدگی کے پیکر، کائنات کے رب کے سامنے عجز و نیاز کے لیے کھڑے ہوں اور ایک معذور آدمی کے گڑھے میں گرنے کی وجہ سے ہنسنے لگیں عقل و فکر کا کوئی زاویہ اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۲۔ ہنسنے سے وضو کے ٹوٹنے کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے بہت ساری روایات بیان کی ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی صحیح نہیں قرار دیا، سب ضعیف ہیں اور سخت ضعیف ہیں، حجت کے قابل نہیں۔ (نصب الرایہ: ١/ ٤٧ تا ١/ ٥٤)

حدیث نمبر۲۲ سے لے کر آخر تک تقریباً تیرہ چودہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ البتہ یہ درست ہے کہ اگر کوئی نماز میں ہنستا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے۔ وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کام نماز کے منافی ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ دورانِ نماز ہنسنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

٦٩٤۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُکُمْ فِی صَلاَتِهِ فَلْیَأْخُذْ بِأَنْفِهٖ ثُمَّ لِیَنْصَرِفْ (رواه أبوداود، ١١١٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نماز میں بے وضو ہو جائے تو وہ لوٹ جائے اور اگر وہ جماعت میں ہو تو اپنی ناک پکڑ کر واپس لوٹے۔'' (ابوداؤد)

---

(٦٩٢) طبرانی کبیر، اس میں محمد بن عبدالملک دقیقی ہے، اس کے حالات کا علم نہیں۔ هیثمی: ١٢٧٨۔

(٦٩٣) موصلی، والطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح.

(٦٩٤) ابوداود: ١١١٤۔ ابن ماجه: ١٢٢٢۔ صحیح، البانی: ٩٨٥.

٦٩٥ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَحْدَثَ يَعْنِيْ الرَّجُلُ وَقَدْ جَلَسَ فِيْ آخِرِ صَلاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلاتُهُ. (للترمذی ٤٠٨/ وقال: ليس بقوی الإ سناد مضطرب)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص بے وضو ہو جائے جب کہ وہ نماز کے آخری قعدہ میں بیٹھ چکا تھا اور صرف سلام پھیرنا باقی تھا تو اس کی نماز جائز ہے۔'' (ترمذی نے روایت کی اور کہا: اس کی سند قوی نہیں اور اس میں اضطراب ہے)

شرح: ......١۔ یہ بات وضاحت طلب ہے کہ جس کا دورانِ نماز وضوٹوٹتا ہے، وہ نماز وہیں سے شروع کرے جہاں سے وہ بے وضو ہوا ہے، یا نئے سرے سے نماز پڑھے۔

ایک گروہ علماء کا خیال ہے کہ یہ وضو کے بعد جہاں سے اس نے نماز چھوڑی تھی، وہاں سے شروع کرے گا۔

ان کی دلیل یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جسے قے آئے یا نکسیر پھوٹے، کچا کھانا اگلے یا مذی آئے وہ واپس جائے، وضو کرے اور اپنی پہلی نماز پر بنیاد رکھے۔ (ابن ماجہ)

علمائے کرام کے جس گروہ کا خیال ہے کہ نماز میں وضوٹوٹ جائے تو آدمی وضو کرے اور نماز نئے سرے سے پڑھے، ان کی دلیل حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی نماز میں بے وضو ہو جائے تو وہ وضو کرے اور نماز لوٹائے۔'' (ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فیمن یحدث فی الصلاۃ)

جن علمائے کرام کا یہ موقف ہے کہ نماز کے دوران وضوٹوٹ جائے تو وضو کریں اور اس پہلی بنیاد پر ہی نماز پوری کریں۔ یہ کمزور ہے، اس حدیث کو جو ابن ماجہ کے حوالہ سے ان کی دلیل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دی ہے، جبکہ نئے سرے سے نماز لوٹانے والی دلیل صحیح ہے۔ (عون المعبود: ١/٣٨٤،٨٣)

ثابت ہوا کہ دوران نماز وضوٹوٹ جائے تو وضو کر کے نماز نئے سرے سے لوٹائی جائے گی۔

٢۔ جو یہ آیا ہے کہ تشہد کے بعد بے وضو ہو تو نماز جائز ہے۔ یہ درست نہیں، بلکہ نماز نئے سرے سے ہی دہرانا ہوگی، کیونکہ نماز میں داخل ہونے کا طریقہ تکبیر تحریمہ ہے اور اس سے فراغت کا طریقہ السلام علیکم ہے، یہ حدیث اس لیے حجت نہیں کہ یہ ضعیف ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی کئی سندیں ہیں، یہ ضعف دور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا جواب علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ دیتے ہیں:

ہم یہ مانتے ہیں کہ حدیث کی متعدد سندیں ضعیف حدیث کو حسن درجہ تک پہنچاتی ہیں، یہ تب ہے جبکہ وہ سندیں مختلف ہوں۔ وَلَمْ يَكُنْ مَدَارُ كُلِّهَا عَلٰى ضعيف لَا يُحْتَجُّ بِهٖ۔

(٦٩٤) ترمذی: ٤٠٨ـ مضطرب، ابوداود: ٦١٧ـ ضعیف، البانی: ٦٣.

ان تمام سندوں کا دارو مدار ایسے ضعیف راوی پر نہ ہو جو قابل حجت ہی نہ ہو، راوی قابل حجت ہو تو تب تقویت ہوتی ہے۔ یہاں تو سب سندوں کا دارومدار ہی عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی پر ہے، جو قابل حجت نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۳۱۵)

جب یہ روایت قابل حجت نہ ہوئی تو ثابت ہوا کہ دوران نماز وضوٹوٹ جائے خواہ تشہد میں ہی تو نیا وضو کیا جائے اور نماز دہرائی جائے۔

اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

٦٩٦۔ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّي فَقَضٰى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى . (رواه البخاري ٣٦٣)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے مغیرہ! برتن اٹھا لو! تو میں نے برتن اٹھایا۔ آپ ﷺ اتنے دور چلے گئے کہ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے آپ ﷺ نے حاجت رفع کی اور جب وضو کرنے لگے تو آپ ﷺ نے شامی جبہ پہنا تھا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ نکالنا چاہا تو جبہ کی آستین تنگ تھی اس لیے اس کے نیچے سے ہاتھ نکالے۔ میں نے پانی بہایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا جیسا نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور اپنے موزوں پر بھی مسح کیا۔''

مفردات:...... تَوَارٰی چھپ گئے۔ كُمِّهَا اس کی آستین سے۔

٦٩٧۔ وفي رواية: ثُمَّ أَهْوَيْتُ لأَنْزَعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّيْ أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا . (رواه البخاري ٥٧٩٩)

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: میں نیچے کو لپکا تا کہ ان کے دو موزے اتار دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دے میں نے یہ طہارت کے ساتھ پہنی ہیں پس آپ ﷺ نے دو موزوں پر مسح کر دیا۔'' (بخاری و مسلم)

٦٩٨۔ زاد أحمد بَعْدَ طَاهِرَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ

امام احمد نے اس کے آخر میں یہ کلمہ اضافہ کیا ہے: ''اور پہنے

(٦٩٦) بخاری: ٣٦٣۔ مسلم: ٢٧٤۔ ترمذی: ١٠٠۔ نسائی: ٨٢۔ ابوداود: ١٥١۔ ابن ماجه: ٥٥٠۔ احمد: ١٧٧٥٥۔ مؤطا ٧٣۔ دارمی: ٧١٣.

(٦٩٧) بخاری: ٥٧٩٩۔ بقیہ اوپر والی تخریج ہے۔

(٦٩٨) احمد: ١٧٦٧٥۔ ورجاله رجال الصحيح۔ بخاری: ٥٧٩٩۔ مسلم: ٢٧٤۔ ترمذی: ١٧٦٨۔ نسائی: ١٢٥۔ ابوداود: ١٥۔ ابن ماجه: ١٢٣٦۔ موطا: ٧٣۔ دارمی: ١٣٣٥.

أَمْشِ حَافِيًا بَعْدُ. (لأحمد ١٧٦٧٥)

کے بعد میں ننگے پاؤں نہیں چلا ہوں۔"

مفردات:...... حَافِيًا ننگے پاؤں۔

٦٩٩۔ عَنِ ابْنِ الْمُغِيْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلٰى عَمَامَتِهِ. (رواه مسلم ٢٧٤)

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے موزوں پر اپنے سر کے اگلے حصے پر اور اپنی پگڑی پر مسح کیا۔"

٧٠٠۔ وفي أخرى: تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعَمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ. (رواه ٢٧٤)

اور ایک اور روایت میں ہے: پس وضو کیا اور پیشانی پر، پگڑی پر موزوں پر مسح کیا۔

٧٠١۔ لأبي داود: فَضَاقَتْ فَادَّرَعَهُمَا ادِّرَاعًا ثُمَّ أَهْوَيْتُ إِلَى الْخُفَّيْنِ لأَنْزَعَهُمَا فَقَالَ لِي: دَعِ الْخُفَّيْنِ فَإِنِّي أَدْخَلْتُ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ بِنَحْوِهِ (رواه أبوداود ١٥١)

ابوداؤد کی روایت میں ہے: جبہ کی آستین تنگ تھیں تو آپ ﷺ نے جبے کے نیچے سے اپنے بازو نکالے۔ پھر میں موزوں کی طرف نیچے لپکا تا کہ ان کو اتاردوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "موزے رہنے دے میں نے پاؤں جب موزوں میں داخل کیے تھے تو وہ باطہارت تھے۔"

مفردات:...... اِدِّرَاعًا بازو نیچے سے باہر نکالے۔

٧٠٢۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَسِيْتَ قَالَ: بَلْ أَنْتَ نَسِيْتَ بِهٰذَا أَمَرَنِيْ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ. (رواه أبوداود ١٥٦)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ فرمایا: "بلکہ تو ہی بھولا ہے۔ میرے رب کریم نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔"

٧٠٣۔ وفيه: ثُمَّ صَلّٰى بِنَا. (رواه مسلم ٢٧٤)

اور اس میں یہ بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

٧٠٤۔ وفي أخرى: وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ لَحِقْنَا النَّاسَ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ يَؤُمُّهُمْ وَقَدْ صَلّٰى

ایک روایت میں ہے: پھر آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ جب ہم لوٹ کر آئے تو لوگوں نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے پیش امام بنایا ہوا تھا اور وہ فجر کی ایک رکعت پڑھا

---

(٦٩٩) مسلم: ٢٧٤۔ بقیہ تخریج وہی ہے جو ٦٩٦ میں ہے۔
(٧٠٠) مسلم: ٢٧٤.
(٧٠١) ابوداود: ١٥١۔ صحيح، البانی: ١٣٧.
(٧٠٢) ١٥٦۔ ضعيف: ٢٧.
(٧٠٣) احمد: ١٧٦٩٩.
(٧٠٤) احمد: ١٧٦٩٩.

رَكْعَةً فَذَهَبْتُ لأُوْذِنَهُ فَنهَانِيْ فَصَلَّيْنَا الَّتِيْ أَدْرَكْنَا وَقَضَيْنَا الَّتِي سَبَقَنَا بِهَا. (رواه أحمد ١٧٦٩٩)

چکے تھے۔ میں آگے بڑھا تا کہ ان کو خبر دوں تو آپ ﷺ نے مجھے منع کر دیا، پس ہم نے نماز پڑھی جس کو پایا اور قضاء کی جو ہم سے پہلے پڑھی جا چکی تھی۔

مفردات:...... سُبِقْنَا جو نماز گزر چکی تھی۔

٧٠٥۔ عَنْ بِلالٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ (رواه مسلم ٢٧٥)

سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر اور سر کے رومال پر مسح کیا ہے۔

مفردات:...... او الْخِمَار پگڑی۔

٧٠٦۔ لابی داود: يَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمُوْقَيْهِ (رواه أبوداود ، ١٥٣)

ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ وضو کرتے تو اپنے عمامے اور اپنے موٹے موزوں پر مسح کرتے تھے۔

مفردات:...... مُوْقَيْهِ موزوں کے اوپر پہنتے ہیں۔

٧٠٧۔ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ أَخِيْ قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعَمَامَةِ فَقَالَ أَمِسَّ الشَّعَرَ الْمَاءَ . (رواه الترمذی١٠٢)

ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! یہ سنت ہے اور میں نے پگڑی پر مسح کرنے کا پوچھا تو انہوں نے کہا: سر کے بالوں پر ہاتھ پھیر۔

٧٠٨۔ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيْرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيْلَ تَفْعَلُ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيْرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ . (رواه مسلم ، ٢٧٢)

ہمام سے روایت ہے اس نے کہا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا تو ان کو کہا گیا: کیا تو ایسا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور موزوں پر بھی مسح کیا۔ اعمش کہتے ہیں: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اس حدیث کو بہت پسند کرتے تھے اس لیے کہ جریر رضی اللہ عنہ سورت المائدہ کے نزول کے بعد ایمان لائے تھے۔

---

(٧٠٥) مسلم: ٢٧٥۔ ترمذی: ١٠١۔ نسائی: ١٠٦۔ ابن ماجہ: ٥٦١۔ احمد: ٢٣٣٩٨.

(٧٠٦) ابوداود: ١٥٣۔ صحیح، البانی: ١٣٩۔ مسلم: ٢٧٥۔ ترمذی: ١٠١۔ نسائی: ١٠٦.

(٧٠٧) ترمذی: ١٠٢۔ صحیح الاسناد، البانی: ٨٩.

(٧٠٨) مسلم: ٢٧٢۔ بخاری: ٣٨٧۔ ترمذی: ٦١١۔ نسائی: ١١٨۔ ابوداود: ١٥٤۔ ابن ماجہ: ٥٤٣۔ احمد: ١٨٧٣٦.

٧٠٩۔ وَفِيْهِ قَالُوْا إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْـمَـائِـدَـةِ قَـالَ: مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ . (رواه أبوداود ، ١٥٤)

اس میں یہ بھی بیان ہے کہ لوگوں نے جریر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ حکم المائدہ کے نزول سے پہلے تھا۔ تو جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو مائدہ کے نزول کے بعد ہی ایمان لایا ہوں۔

٧١٠۔ عَنِ الْـمُغِيْرَةِ بْـنِ شُـعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ الـنَّبِـيُّ ﷺ وَمَسَـحَ عَـلَـى الْـجَـوْرَبَيْـنِ وَالنَّعْلَيْنِ . (رواه الترمذی ٩٩)

وَقَـالَ: كَـانَ ابْـنُ مَهْدِيّ لاَ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْـحَـدِيْـثِ: لِأَنَّ الْـمَـعْرُوْفِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ: مَسَـحَ عَـلَى الْخُفَّيْنِ . قَالَ وَرُوِيَ هَذَا عَنْ أَبِـىْ مُـوْسٰـى الْأَشْعَرِيّ عَنِ النَّبِيّ ﷺ أَنَّهُ مَسَـحَ عَـلَى الْجَوْرَبَيْنِ . وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيّ . قَالَ: وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنَ عَلِيٌّ وَأَبُوْمَسْعُوْدٍ وَالْبَرَآءُ وَأَنَسٌ وَابُوْ أُمَامَةَ وَسَهْـلُ بْـنُ سَـعْـدٍ وَعَـمْـرُوبْنُ حُرَيْثٍ . (روی ذلك عن عمر وابن عباس)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جرابوں پر اور نعلین پر مسح کیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن مہدی اس روایت کو بیان نہیں کرتے تھے اس لیے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے معروف روایت تو یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے مسح کیا موزوں پر اور کہا کہ یہ تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسح کیا جرابوں پر اور یہ روایت نہ تو متصل ہے اور نہ قوی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جرابوں پر مسح کیا ہے علی رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود، براء، انس، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم نے اور یہی منقول ہے عمر بن خطاب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔''

٧١١۔ عَـنْ أَوْسِ بْـنِ أَبِىْ أَوْسِ الثَّقَفِيّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَـوَضَّـأَ وَمَسَحَ عَلَى نَعْلَيْهِ وَقَـدَمَيْـهِ وَقَالَ: عَبَّادٌ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتٰـى كُـظَـامَةَ قَوْمٍ يَعْنِى الْمِيْضَاةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَـدَّدٌ اَلْـمِيْضَاةَ وَالْكُظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَافَتوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ . (رواه أبوداود: ١٦٠)

مفردات:...... كُظَامَةَ وضو کی جگہ۔

اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر پاؤں سمیت مسح کیا اور عباد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی پانی کی نالی یعنی وضو کے آلے کے پاس گئے مسدد راوی نے میضاۃ اور کظامۃ کے الفاظ ذکر نہیں کیے اور وضو کیا اور اپنے دو جوتوں اور دو پاؤں پر مسح کیا۔'' (ابوداؤد)

---

(٧٠٩) ابوداود: ١٥٤۔ حسن، البانی: ١٤٠۔ ترمذی: ٩٣۔ احمد: ١٨٦٨٧۔

(٧١٠) ترمذی: ٩٩۔ ابوداود: ١٥٩۔ ابن ماجه: ٥٥٩۔ صحیح، البانی: ٨٦۔

(٧١١) ابوداود: ١٦٠۔ احمد: ١٥٧٤٨۔ صحیح، البانی: ١٤٥۔ (٧١٢) ترمذی: ٩٧۔ البانی، ضعیف: ١٤۔

٧١٢۔ عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ. (رواه الترمذی٩٧)

''مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ موزے کے اوپر اور نیچے مسح کرتے تھے۔''

٧١٣۔ عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ عَلَى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ. (رواه أبوداود ١٦١)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ موزوں کی پشت پر مسح کرتے تھے۔

٧١٤۔ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ لَوْكَانَ الدِيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلَ الْخُفِّ اَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلاَهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ. (رواه أبوداود ١٦٢)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر دین رائے پر موقوف ہوتا تو موزے کا نیچے کا حصہ اوپر کے حصے سے مسح کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں کے اوپر کی طرف مسح کرتے دیکھا ہے۔''(ابوداؤد)

٧١٥۔ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْماً وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ. (رواه مسلم ،٢٧٦)

شریح بن ہانی نے کہا میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے موزوں پر مسح کرنے کا سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے، چنانچہ ہم لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تین دن رات مسافر کے لیے اور ایک دن رات مقیم کے لیے مسح کرتے رہنے کی مدت مقرر کی ہے۔

٧١٦۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ. (رواه الترمذی: ٩٦)

سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو اپنے موزے تین دن رات تک نہ اتاریں مگر جنابت سے اتاریں۔ اور بول و براز اور نیند سے نہ اتاریں۔

---

(٧١٣) ابوداود: ١٦١۔ حسن، صحیح، البانی: ١٤٦.

(٧١٤) ابوداود: ١٦٢۔ احمد: ١٠١٦۔ دارمی: ٧١٥۔ صحیح، البانی: ١٤٧.

(٧١٥) مسلم: ٢٧٦۔ نسائی: ١٢٩۔ ابن ماجه: ٥٥٢۔ احمد: ٢٤٢٧٥۔ دارمی: ٧١٤.

(٧١٦) ترمذی: ٩٦۔ نسائی: ١٥٩۔ ابوداود: ٤٠٢٣۔ ابن ماجه: ٤٧٨۔ احمد: ١٧٦٢٨۔ حسن، البانی: ٨٤.

۷۱۷۔ عَنْ أَبِيّ بْنِ عَمَّارَةَ قَالَ يَحْيٰى بْنُ أَيُّوبَ وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِلْقِبْلَتَيْنِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَوْماً قَالَ يَوماً قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَثَلاثَةً قَالَ نَعَمْ وَمَاشِئْتَ. (رواه أبوداود ۱۵۸)

ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یحییٰ بن ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے دوقبلوں کی طرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں موزوں پر مسح کروں؟ فرمایا: ہاں عرض کی: ایک دن تک؟ فرمایا: اور دو دن بھی عرض کی تین ایام تک؟ فرمایا: ''ہاں اور جس قدر تو چاہے۔''

۷۱۸۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: حَتّٰى بَلَغَ سَبْعًا قَالَ ﷺ: نَعَمْ مَا بَدَالَكَ. وَلَيْسَ بِالْقَوِيّ لِأَبِيْ دَاوٗدَ وَالْقَزْوِيْنِيْ بِإِسْنَادٍحَسَنٍ. (رواه أبوداود، ۱۵۸)

اور ایک روایت میں ہے: یہاں تک کہ سات ایام تک وہ سوال کرتا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جو تیرے خیال میں آئے۔'' (ابوداؤد کی یہ روایت قوی نہیں ہے اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا حسن سند سے)

۷۱۹۔ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ: آخِرُغَزْوَةٍغَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَمَرَنَا أَنْ نَمْسَحَ عَلٰى خِفَافِنَا لِلْمُسَافِرِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا، وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ مَا لَمْ يَخْلَعْ. (للكبير بلين)

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آخری غزوہ جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انجام دیا اس میں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں مسافر تین دن رات اور مقیم ایک دن رات تک جب تک نہ نکالا جائے۔'' (الکبیر ضعیف سند سے)

۷۲۰۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمَّا رَمَاهُ ابْنُ قَمْئَةَ يَوْمَ أُحُدٍ، رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ حَلَّ عَنْ عِصَابَتِهٖ. وَمَسَحَ عَلَيْهَا بِالْوُضُوْءِ. (الكبير بضعف، ۷۵۹۷)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ جب رسول اللہ کو ابن قمئہ نے تیر مارا تھا آپ ﷺ جب وضو کرتے تو پٹی پر سے پردہ دور کر کے وضو کے ساتھ پٹی پر بھی مسح کرتے تھے۔ (الکبیر بسند ضعیف)

شرح: ......ا۔ ان احادیث میں وہ شرعی دلائل بیان ہوئے جو موزوں اور جرابوں اور پگڑی پر مسح کے متعلق ہیں۔ موزہ چمڑا سے تیار ہوتا ہے، اور جوتا نما ہوتا ہے، ٹخنوں کو بھی ڈھانپ لیتا ہے۔

جراب وہ لفافہ ہے جو بالوں یا اون وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے اور پاؤں میں پہنتے ہیں، باریک ہو یا موٹی ہو، سردی

(۷۱۷) ابوداود: ۱۵۸۔ ابن ماجه: ۵۵۷۔ ضعيف البانی: ۲۸.
(۷۱۸) ابوداود: ۱۵۸۔ ابن ماجه: ۵۵۷۔ ضعيف، البانی: ۲۹.
(۷۱۹) طبرانی کبیر، اس میں عمر بن ردیح ہے، اسے ابوحاتم نے ضعیف قرار دیا ہے، ابن معین نے اسے صالح الحدیث کہا ہے۔ هيثمی: ۱۳۹۵.
(۷۲۰) طبرانی کبیر: ۷۵۹۷۔ اس میں حفص بن عمر عدنی ہے یہ ضعیف ہے۔ هيثمی: ۱۴۳۰.

سے بچاؤ کے لیے پہنی جاتی ہے۔ مسح کا مطلب ہے، تر ہاتھ کسی عضو پر پھیرنا۔

۲۔موزوں پر مسح کرنا مسنون ہے، اس پر ایک دلیل یہ ہے، سورت مائدہ میں آیت نمبر۶ میں درج وَاَرْجُلَكُمْ زبر والی قراءت کی صورت میں موزوں پر مسح منسوخ ثابت کرتے ہیں، نسخ والی بات درست نہیں۔ کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے مسح کیا تھا۔ یہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو موزوں پر مسح منسوخ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مائدہ والی آیت غزوہ مریسیع میں اتری ہے، اس نے مسح منسوخ کر دیا ہے، یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ غزوہ تبوک میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے مسح کیا ہے، غزوۂ تبوک، غزوۂ مریسیع کے بعد واقع ہوا ہے، منسوخ والی بات کسی لحاظ سے درست نہیں، موزوں پر مسح محکم ہے اور باقی ہے، منسوخ نہیں۔

۳۔ جب موزے وضو کرنے کے بعد پہنے ہوں تو جو شخص مقیم ہے سفر پر نہیں تو اسے ایک دن اور رات مسح کرنے کی اجازت ہے۔ اگر مسافر ہے تو تین دن اور تین راتیں مسح کرنے کی اجازت ہے۔ زیادہ تر علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ جب وضو کر کے موزے پہنے ہوں تو جب یہ وضو ٹوٹے گا تو اس وقت سے مسح کی مدت شروع ہوگی۔ مثلاً کوئی شخص دس بجے وضو کرتا ہے اور اس کا وضو ایک دو بجے ٹوٹتا ہے تو اس وقت سے مدت کا آغاز ہوگا۔

اگر کسی کو زیادہ باریکی کا حساب نہ آتا ہو تو بس یہ اندازہ کر لے جب اس نے باوضو ہو کر موزے پہنے تھے اس وقت سے لے کر ایک دن اور ایک رات کب ہوتا ہے یہ مدت مسح ہوگی۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ وضو کے بعد جب موزے پہن لیں تو قضائے حاجت یا نیند کے بعد وضو کریں تو موزے اتارنے کی ضرورت نہیں، ان پر مسح کر لیں۔ ہاں حالت جنابت ہو جائے تو پھر موزے اتارنے پڑیں گے۔

۴۔مسح موزوں کے اوپر کی جانب ہے نیچے نہیں۔ جن روایات میں اوپر نیچے مسح کرنے کا آتا ہے وہ ضعیف ہیں۔ یا اقوال ہیں، نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ پاؤں کے اوپر ہی مسح کرنا بطور سنت ثابت ہے۔

۵۔ یہاں مؤلف رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پیش کیا ہے۔

راقم کے خیال میں اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ صحیح اور حسن احادیث سے جرابوں پر مسح نبی ﷺ سے ثابت ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ہی حدیث آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (ترمذی، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی مع شرح تحفہ: ۱/ ۱۰۰ تا ۱۰۴)

ان احادیث پر تنقید ہے، مگر علامہ جمال الدین دمشقی رحمہ اللہ نے "المسح علی الجوربین" میں جس کی تقدیم علامہ البانی رحمہ اللہ نے لکھی ہے ان دونوں ماہرین فن نے ان احادیث کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔ جن محدثین نے تنقید کی ہے، ان کے موقف کو غلط قرار دیا ہے۔ راقم نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، جو چھپ چکا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔ صحیح ترین

بات یہی ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہے اور جس طرح موزوں سے پاؤں گرم ہوتے ہیں، اسی طرح جرابوں سے بھی ہوتے ہیں، مشقت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہو۔ اور جو یہ آتا ہے کہ جوتوں پر بھی مسح کیا، اس کا مطلب ہے کہ اصل مسح تو جرابوں پر تھا جوتوں پر ویسے ہی ہاتھ پھیر دیا، یہ بطور مسح نہ تھا۔ (مرعاة:۱/۵۸۲)

۶۔ پگڑی پر مسح جائز ہے، پگڑی پر مسح کے بارے میں تمام احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ صرف سر کا مسح بھی جائز ہے۔ کچھ سر کے حصہ پر مسح کیا جائے اور باقی پگڑی پر کیا جائے۔ یا صرف پگڑی پر مسح کیا جائے، یاد رہے کہ ٹوپی کا حکم بھی پگڑی کی مانند ہے۔

اَلتَّيَمُّمُ
تیمّم کا بیان

۷۲۱۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَآءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا أَلَا تَرَىٰ مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُوْبَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئے اور جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں تھے کہ میرا گلے کا ہار ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ لوگ نہ تو پانی کے گھاٹ پر تھے اور نہ ان کے پاس پانی موجود تھا۔ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا تو نے دیکھا عائشہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں سمیت روکا ہوا ہے اور وہ پانی کے گھاٹ پر بھی نہیں ہیں اور ان کے ساتھ پانی بھی نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میری ران پر سر مبارک رکھا تھا اور آپ ﷺ سوئے پڑے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے رسول اللہ ﷺ لوگوں سمیت روک رکھا ہے نہ وہ گھاٹ پر ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ عائشہ نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سرزنش کی جو اللہ نے چاہا انہوں نے مجھے کہا اور میرے پہلو میں ہاتھ سے ٹھہوکے مارنے لگے۔ حرکت کرنے سے میں باز رہی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر آرام فرما تھے پس آپ ﷺ فجر تک بغیر پانی کے سوئے رہے اور اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت

فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ أُسَيْدُبْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَاآلَ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ. (رواه البخاری، ٣٣٤)

نازل فرمادی اور لوگوں نے تیمّم کیا۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر! تمہاری پہلی برکت ہی نہیں ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ پھر ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار ہوئی تھی اور اس کے نیچے سے ہمیں ہار مل گیا۔

٧٢٢۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِيْ بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ وَفِيْهَا أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ فَلَكَزَنِيْ لَكْزَةً شَدِيْدَةً وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِيْ قِلَادَةٍ فَبِي الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ أَوْجَعَنِيْ. (رواه البخاری: ٤٦٠٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا جب کہ ہم مدینہ میں داخل ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے شدید تھپڑ رسید کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے لوگوں کو تو نے موت کے منہ میں روکا ہوا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دردناک سزا دی۔

مفردات:...... فَلَكَزَنِيْ مجھے مکا مارا۔

٧٢٣۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهُ اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِه فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُالتَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌقَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكَ مِنْهُ مَخْرَجاً وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بَرَكَةً. (رواه البخاری، ٣٧٧٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے گلے کا ہار مستعار لیا تھا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش میں اپنے اصحاب روانہ کیے، ان کو نماز کا وقت آیا تو بغیر وضو انہوں نے نماز ادا کی اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے تو اس بات کی آپ ﷺ سے شکایت کی پس آیت تیمّم نازل ہوئی تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہا! اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس سے نکلنے کی سبیل بنا دیتا ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت کا سامان ہوتا ہے۔

٧٢٤۔ عَنْ عَمَّارٍ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِأُوْلَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةَ

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فوج کے پہلے حصہ کے ساتھ رات کے آخری حصے میں آرام کرنے کے لیے

(٧٢١) بخاری: ٣٣٤۔ مسلم: ٣٦٧۔ نسائی: ٣٢٣۔ ابوداود: ٣١٧۔ ابن ماجہ: ٥٦٨۔ احمد: ٢٥٨٠٩۔ موطا: ١٢٢۔ دارمی: ٧٤٦.
(٧٢٢) بخاری: ٤٦٠٨۔ مسلم: ٣٦٧۔ نسائی: ٣٢٣۔ ابوداود: ٣١٧۔ ابن ماجہ: ٥٦٨۔ احمد: ٢٥٨٠٩۔ موطا: ١٢٢۔ دارمی: ٧٤٦۔
(٧٢٣) بخاری: ٣٧٧٣۔ مسلم: ٣٦٧۔ نسائی: ٣٢٣۔ ابوداود: ٣١٧۔ ابن ماجہ: ٥٦٨۔ احمد: ٢٥٨٠٩۔ موطا: ١٢٢۔ دارمی: ٧٤٦۔
(٧٢٤) نسائی: ٣١٤۔ ابوداود: ٣٢٠۔ صحیح، البانی: ٣٠٣.

زَوْجَتُهُ فَانْقَطَعَ عِقْدُهَا مِنْ جَزْعِ ظِفَارِ فَحُبِسَ النَّاسُ ابْتِغَاءَ عَقْدِهَا ذٰلِكَ حَتَّى أَضَاءَ الْفَجْرُ وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رُخْصَةَ التَّيَمُّمِ بِالصَّعِيْدِ قَالَ فَقَامَ الْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَضَرَبُوْا بِأَيْدِيهِمُ الْأَرْضَ ثُمَّ رَفَعُوْا أَيْدِهِمْ وَلَمْ يَنْفُضُوْا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَمَسَحُوْا بِأَيْدِيْهِمْ كُلِّهاْ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَ مِنْ بُطُوْنِ أَيْدِيْهِمْ . (رواه النسائی: ٣١٤)

پڑاؤ ڈالا۔ آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کا گلے کا ہار گر گیا جسے موتیوں سے بنایا گیا تھا تو لوگ اس کی تلاش میں ٹھہر گئے یہاں تک کہ صبح روشن ہوگئی اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا: تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے اور ان کے پاس پانی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طہارت کے لیے پاک مٹی سے تیمّم کرنے کا حکم دے کر تخفیف کر دی۔ مسلمان بھی اٹھے اور اللہ کا رسول بھی اور زمین پر ہاتھ مارے اور ہاتھ اٹھائے اور کوئی مٹی نہیں اٹھائی پس اپنے چہروں پر مسح کیا اور ہاتھ پر شانوں تک اور نیچے سے بغلوں تک بھی مسح کیا۔

مفردات: ...... جَزْعِ موتی، ظفار یمن میں ایک شہر ہے۔

٧٢٥۔ وَفِيْ رَوَايَة: فَضَرَبُوْا بِأَكُفِّهِمْ الصَّعِيْدَ ثُمَّ مَسَحُوا وُجُوْهَهُمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِأَكُفِّهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَحُوْا بِأَيْدِيْهِمْ كُلِّهَا إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ مِنْ بُطُونِ أَيْدِيْهِمْ . (رواه ابو داود: ٣١٨)

ایک روایت میں ہے: لوگوں نے ہتھیلیاں مٹی پر مار کر ایک ہی بار چہروں کا مسح کیا اور دوبارہ ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور سارے ہاتھوں کو شانوں اور بغلوں تک اوپر اور نیچے سے مسح کیا۔

٧٢٦۔ وَفِيْ أُخْرٰى نَحْوَهٗ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَنَاكِبَ وَالْآبَاطَ . قَالَ ابْنُ اللَّيْثِ إِلٰى مَا فَوْقَ الْمِرْفَقَيْنِ . (رواه أبوداود ، ٣١٨)

اور دوسری روایت میں مثل اس کے ہے اس میں راوی نے اور شانوں اور بغلوں کا ذکر نہیں اور ابن لیث رحمہ اللہ نے کہا کیا کہنیوں سے اوپر تک مسح کیا۔''

٧٢٧۔ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبِيْ مُوْسٰى الأَشْعَرِيّ فَقَالَ لَهُ أَبُوْمُوْسٰى لَوْ أَنَّ رَجُلاً أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ

شقیق رحمہ اللہ نے کہا: میں عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابوموسی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا پس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ بتاؤ کہ ایک آدمی جنابت سے ہو اور پانی اس کو ایک ماہ تک میسر نہ آئے تو

(٧٢٥) ابوداود: ٣١٨۔ صحيح، البانی: ٣١٠۔ بخاری: ٣٣٨۔ مسلم: ٣٦٨۔ ترمذی: ١٤٤۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابن ماجه: ٥٦٩۔ احمد: ١٨٤٠٨.

(٧٢٦) ابوداود: ٣١٨۔ ضعیف ہے۔البانی: ٦٧.

(٧٢٧) بخاری: ٣٤٧۔ مسلم: ٣٦٨۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابوداود: ٣٢٢۔ ابن ماجه: ٥٦٩۔ احمد: ١٨٤٥٣۔ دارمی: ٧٤٥.

الْـمَاءَ شَهْرًا أَمَّا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي فَكَيْفَ تَـصْـنَعُوْنَ بِهَا الآية فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَـجِـدُوْا مَـاءً فَتَيَـمَّـمُـوْا صَعِيْدًا طَيِّبًافَقَالَ عَبْـدُالـلّٰهِ لَوْرَخَّصَ لَهُمْ فِيْ هٰذَا لَأَوْشَكُوْا إِذَابَـرَدَ عَـلَيْهِـمُ الْـمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوْا الصَّعِيْدَ قُـلْـتُ وإِنَّـمَا كَرِهْتُمْ هٰذَالِذَاقَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُـوْ مُـوْسٰـى أَلَـمْ تَسْـمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَـعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِـيْ حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَـلَـمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَـمَرَّغُ اَلدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّـمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِـكَـفِّـهِ ضَرْبَةً عَلَى الأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهاَ ثُمَّ مَسَـحَ بِهِمَا ظَهْرَكَفِّهِ بِشِمَالِهِ أَوْظَهْرَشِمَالِهِ بِـكَـفِّـهِ ثُـمَّ مَسَـحَ بِهِمَـا وَجْهَـهُ. (رواه البخاري، ٣٤٧)

وہ نماز کا کیا کرے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تیمّم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی میسر نہ آئے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے جو سورت المائدہ میں ہے: ''تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر لوگوں کو یہ رخصت ہاتھ آ جائے تو قریب ہے کہ ان کو پانی ٹھنڈا محسوس ہو تو وہ مٹی سے تیمّم ہی کریں گے۔ میں نے کہا: یقیناً تم صرف اس وجہ سے تیمّم کرنا مکروہ قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے عمار کے قول پر غور نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے کام کے لیے روانہ کیا تھا، مجھے جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا تو میں نے سارے بدن پر مٹی لگا دی جیسے چوپایا مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتا ہے اور پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا آپ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ صرف ایسا کرتا اور آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دائیں پر مارا اور پھر اس کو جھاڑ دیا اور بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا یا دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا اور پھر اس کے ساتھ اپنے چہرے کا مسح کیا۔'' (بخاری، مسلم)

٧٢٨۔ وَلِـمُسْـلِـمٍ: إِنَّـمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَقُوْلَ بِيَـدَيْكَ هٰـكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِـدَةً ثُـمَّ مَسَـحَ الشِّـمَـالَ عَـلَـى الْيَمِيْنِ وَظَـاهِرِكَفَّيْهِ وَوَجْهِهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَوَلَمْ تَرَعُمَرُ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ. (رواه مسلم ٣٦٨)

مسلم کی ایک روایت میں ہے: تیرے لیے یہ کافی تھا کہ تو ہاتھ سے اس طرح کر دیتا پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر مسح کیا بائیں ہاتھ سے دائیں پر اور دو ہاتھوں کی پشت پر اور چہرے پر۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ عمار رضی اللہ عنہ کی بات پر قانع نہیں ہوئے۔

٧٢٩۔ وفـي رواية: فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَدَعْنَا

ایک روایت میں ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: عمار رضی اللہ عنہ کا قول

(٧٢٨) مسلم: ٣٦٨۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابوداود: ٣٢٢۔ ابن ماجہ: ٥٦٩۔ احمد: ١٨٤٥٣۔ دارمی: ٧٤٥.

(٧٢٩) بخاری: ٣٤٦۔ مسلم: ٣٦٨۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابوداود: ٣٢٢۔ ابن ماجہ: ٥٦٩۔ احمد: ١٨٤٥٣۔ دارمی: ٧٤٥.

مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الآيَة فَمَا دَرَىٰ، عَبْدُاللّٰهِ مَايَقُوْلُ. (رواه البخاری: ٣٤٦)

بھی ہم چھوڑتے ہیں مگر تم اس آیت کریمہ کا کیا جواب دو گے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ (بخاری)

٧٣٠۔ وَفِيْ أُخْرىٰ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَقُوْلَ هٰكَذَا، وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ فَنَفَضَ يَدَيْهِ، فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. (رواه مسلم ٣٦٨)

اور ایک روایت میں ہے: تیرے لیے یہ کافی تھا کہ اس طرح کرتا اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور دونوں کو جھاڑ دیا اور دونوں کا مسح کیا پھر مسح کیا چہرے کا اور ہر دو ہتھیلیوں کا۔" (مسلم)

٧٣١۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلاً أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً فَقَالَ لاَ تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارُ أَمَاتَذْكُرُ يَا أَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخُ ثُمَّ تَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ فَقَالَ عُمَرُ أَتَّقِ اللّٰهَ يَا عَمَّارُ قَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أُحَدِّثْ بِهِ، فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيْكَ مَا تَوَلَّيْتَ. (رواه مسلم، ٣٦٨)

سعید بن عبدالرحمٰن اپنے باپ عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت کرتے ہے کہ ایک شخص عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا: میں جنابت سے ہوتا ہوں تو پانی میسر نہیں آتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نماز نہ پڑھ۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! یاد کیجیے جب میں اور آپ ایک فوج میں تھے اور ہمیں جنابت ہوئی اور آپ نے تو نماز نہیں پڑھی اور میں نے خاک میں لت پت ہو کر نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے اتنا ہی کافی تھا کہ تو ہاتھ زمین پر مارتا پھر پھونک دیتا، پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کر دیتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمار اللہ سے ڈر عمار رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تجھے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف تو پھرا ہے۔

مفردات:...... فَتَمَعَّكْتُ میں جانور کی مانند لیٹا۔

٧٣٢۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ أَمَّا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: ہم کسی جگہ میں ایک ماہ یا دو ماہ تک ٹھہرتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو نماز نہیں پڑھتا

---

(٧٣٠) مسلم: ٣٦٨۔ بخاری: ٣٤٧۔ ترمذی: ١٤٤۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابوداود: ٣٢٨۔ ابن ماجه: ٥٧١۔ احمد: ١٩٠٤٨۔ دارمی: ٧٤٥.

(٧٣١) مسلم: ٣٦٨۔ ترمذی: ١٤٤۔ نسائی: ٣٢٠۔ ابوداود: ٣٢٨۔ ابن ماجه: ٥٧١۔ احمد: ١٩٠٤٨۔ دارمی: ٧٤٥.

(٧٣٢) ابوداود: ٣٢٢۔ البانی، صحیح: ٣١٣.

(٧٣٣) ابوداود: ٣٢٢۔ صحیح، البانی: ٣١٤۔ ذراعین اور مرفقین بازو اور کہنیوں تک یہ الفاظ درست نہیں، دوسری حدیث درست ہے۔

أُصَلِّي حَتَّى أَجِدَ الْمَاءَ. (رواه أبوداود: ٣٢٢)

جب تک مجھے پانی میسر نہ آئے۔

٧٣٣ـ وفي أخرى: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الأَرْضَ ثُمَّ ضَرَبَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الأُخْرَى ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذِّرَاعَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ (رواه أبوداود، ٣٢٢)

دوسری روایت میں ہے: تیرے لیے اس قدر ہی کافی تھا آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا پھر چہرے اور دو بازوؤں پر مسح کیا بازو کے نصف تک اور کہنیوں تک مسح نہیں پہنچایا۔''

٧٣٤ـ وفي أخرى: ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ أَوْ إِلَى الذِّرَاعَيْنِ. قَالَ شُعْبَةُ كَانَ سَلَمَةُ يَقُوْلُ الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهِ وَالذِّرَاعَيْنِ فَقَالَ لَهُ مَنْصُوْرٌ ذَاتَ يَوْمٍ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِإِنَّهُ لاَ يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ. (رواه أبو داود: ٤٢٢)

دوسری روایت میں ہے: پھر ہاتھوں پر پھونک ماری اور اس کے ساتھ چہرے پر اور بازوؤں پر کہنیوں تک۔ مسح کیا یا بازوؤں تک شعبہ نے کہا: سلمہ کہتے تھے ہتھیلیوں کا، چہرے کا اور بازوؤں کا مسح کیا۔ پس منصور نے کہا: دیکھ تو تو کیا کہتا ہے؟ تیرے علاوہ بازوؤں کا ذکر کوئی نہیں کرتا۔

٧٣٥ـ نحوه وفيه. فَشَكَّ سَلَمَةُ فَقَالَ لاَأَدْرِيْ ذَكَرَ الذِّرَاعَيْنِ أَمْ لاَ. (للنسائي ٣١٩)

نسائی کی روایت اس کی مثل ہے اور اس میں ہے: پس سلمہ کو شک پڑ گیا اور اس نے کہا میں نہیں جانتا کہ راوی نے بازوؤں کا ذکر کیا ہے یا نہیں کیا۔

٧٣٦ـ عَنْ عَائِشَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّيَمُّمِ: ضَرْبَتَانِ: ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ. (رواه البزار بضعف)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوع بیان کرتی ہیں: ''تیمّم میں دو ضربات ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک۔'' (بزار بسند ضعیف)

٧٣٧ـ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً مُعْتَزِلاً لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلاَنُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَصَابَتْنِي

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو علیحدہ بیٹھا دیکھا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی! فرمایا: اے فلاں شخص! تجھے کس نے منع کیا کہ تو نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی:

---

(٧٣٤) ابوداؤد: ٣٢٢ـ صحیح، البانی: ٣١٦. (٧٣٥) نسائی: ٣١٩ـ صحیح: ٣٠١.

(٧٣٦) بزار۔ اس میں حریش بن ضریت اسے ابوحاتم، ابوزرعہ اور بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ھیثمی: ١٤١٨.

(٧٣٧) بخاری: ٣٧٨ـ مسلم: ٦٨٢ـ ابوداود: ٤٤٣ـ احمد: ١٩٤٦٢.

جَنَابَةٌ وَلاَ مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ . (للبخاری ٣٤٨)

یارسول اللہ! مجھے جنابت ہوئی ہے اور پانی نہیں ہے۔ فرمایا: ''تو مٹی سے طہارت کر، وہ تیرے لیے کفایت کرتی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

٧٣٨۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَبْدُفِيهَا فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ أَبُوْذَرٍّ فَسَكَتُّ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَاذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءٍ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيْهِ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلاً فَقَالَ: الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِيْنَ فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ . (رواه أبوداود، ٣٣٢)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس مال غنیمت آیا اور جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! ان کو چرایا کر، چنانچہ میں مقام ربذہ تک چراتا چلا گیا اور اس عرصہ میں مجھے جنابت ہوئی تو میں پانچ یا چھ ایام ٹھہرا رہا اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوذر ہے؟'' میں خاموش رہا۔ فرمایا: تیری ماں تجھے روئے اے ابوذر تیرے لیے مصیبت ہے۔ پس ایک سیاہ رنگ کی عورت کو بلایا تو وہ ایک برتن اٹھا لائی جس میں پانی تھا اور اس عورت نے میرے لیے کپڑے کا پردہ لگایا، میں نے غسل کیا تو گویا میں نے اپنے اوپر سے پہاڑ اتار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے خواہ وہ دس سال بھی اسی سے طہارت کرتا رہے اور جب تجھے پانی میسر آ جائے تو اپنی کھال پر پانی لگا۔ اس میں خیر ہے۔'' (ابوداود)

مفردات: ...... بِعُسٍّ بہت بڑا پیالہ۔

(٧٣٩) وفي رواية: قَالَ أَبُوْذَرٍّ فَقُلْتُ نَعَمْ هَلَكْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَمَا أَهْلَكَكَ قُلْتُ إِنِّي كُنْتُ أَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِيَ أَهْلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طُهُوْرٍ فَأَمَرَ بِمَاءٍ، بِنَحْوِهِ . (لأبی داود ٣٣٣،

اور ایک روایت میں ہے: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کی: ہاں! اے اللہ کے رسول! میں تو ہلاک ہوا۔ فرمایا: کس چیز نے تجھے ہلاک کیا؟ میں نے عرض کی: میں پانی سے دور تھا اور میرے ساتھ میری بیوی موجود تھی اور مجھے جنابت ہوتی تھی اور میں بلاوضو نماز پڑھتا تھا تو آپ ﷺ نے میرے لیے

(٧٣٨) ابوداود: ٣٣٢۔ صحيح، البانی: ٣٢١۔ ترمذی: ١٢٤۔ نسائی: ٣٢٢۔ احمد: ٢١٠٥٨.
(٧٣٩) ابوداود: ٣٣٣۔ صحيح، البانی: ٣٢٢۔ (٧٤٠) ترمذی: ١٤٥۔ ضعيف، لاسناد، البانی: ٢١.

وللترمذی وللنسائی مختصرا .)

پانی لانے کا حکم دیا۔" مثل اس کے(ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے اورنسائی نے مختصر کر کے بیان کیا ہے)

٧٤٠۔ عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَـقَـالَ إِنَّ الـلّٰـهَ قَـالَ فِـيْ كِتَابِهٖ حِيْنَ ذَكَرَ الْـوُضُـوْءَ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْـمَـرَافِـقِ وَقَـالَ فِـي التَّيَمُّمِ فَامْسَحُوْا بِوُجُـوْهِـكُـمْ وَأَيْـدِيْـكُـمْ وَقَـالَ وَالسَّـارِقُ وَالسَّـارِقَةُ فَـاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا فَكَانَتِ السُّنَّةُ فِـي الْقَطْعِ الْكَفَّيْنِ إِنَّمَا هُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ يَعْنِي التَّيَمُّمَ . (رواه الترمذی ١٤٥)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے تیمّم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جب وضو کا ذکر کیا تو یہ فرمایا: "پس تم دھوؤ اپنے چہرے اور دو ہاتھوں کو کہنیوں تک۔" اور تیمّم کا ذکر کیا تو فرمایا: "تم مسح کرو اپنے منہ اور ہاتھوں کا۔" اور فرمایا: چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹو! اور ہاتھ کاٹنے میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کی حد تک ہی کاٹا جاتا ہے پس اس میں بھی صرف منہ اور دو ہتھیلیوں کا مسح ہے۔ یعنی تیمّم میں۔ (ترمذی)

٧٤١۔ عَـنِ الْـحَـكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ: عَنْ عَمِّهٖ قَـالَ: قُـلْـتُ يَـا رَسُـوْلَ الـلّٰهِ ، إِنِّيْ أَغِيْبُ الشَّهْـرَ عَـنِ الْـمَاءِ ، وَمَعِيَ أَهْلِيْ فَأُصِيْبُ مِـنْهُـمْ ، قَـالَ: نَعَمْ قُلْتَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّـيْ أَغِيْـبُ أَشْهُـرًا قَـالَ: وَإِنْ غِبْتَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ(رواه الطبرانی فی الکبیر)

حکیم بن معاویہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک مہینے تک پانی سے دور رہتا ہوں اور میرے ساتھ میری اہلیہ موجود ہوتی ہے تو کیا میں اس سے جماع کر سکتا ہوں فرمایا: ہاں۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ماہ تک پانی سے غائب رہتا ہوں: فرمایا: "خواہ تو تیس سال تک بھی غائب رہے۔" (الکبیر)

٧٤٢۔ عَـنْ طَـارِقٍ أَنَّ رَجُلاً أَجْـنَـبَ فَلَمْ يُـصَلِّ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَـذَكَرَ ذٰلِكَ لَـهُ فَقَالَ أَصَبْـتُ فَـأَجْنَبَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى فَـأَتَـاهُ فَـقَـالَ نَـحْـوَ مَـا قَـالَ لِلآخَرِ يَعْنِيْ أَصَبْتَ . (رواه النسائی ، ٣٢٤)

طارق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد جنابت سے تھا، چنانچہ اس نے نماز نہ پڑھی۔ اس نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے درست کیا، پھر ایک مرد کو جنابت لاحق ہوئی اور اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: "تو نے ٹھیک کیا۔" (النسائی)

٧٤٣۔ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَصَابَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے

---

(٧٤١) طبرانی کبیر، اسناده حسن، هیثمی : ١٤٢١ . (٧٤٢) نسائی : ٣٢٤۔ صحیح الاسناد، البانی : ٣١٣۔ احمد : ١٨٣٥٣ .
(٧٤٣) ابوداود : ٣٣٧۔ حسن، البانی : ٣٢٦۔ انما کان یکفیه یہ الفاظ دارمی : ٧٥٢ میں ہیں، ابوداؤد میں نہیں۔

رَجُلاً جَرْحٌ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ احْتَلَمَ فَأُمِرَ بِالْإِغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ . (رواه ابوداود ٣٣٧)

عہد مبارک میں ایک مرد کو زخم آیا اور پھر اس کو احتلام ہوا تو اس کو غسل کا حکم دیا گیا، اس نے غسل کیا اور وہ فوت ہوگیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں نے غلط فتویٰ دیکر اس کو قتل کردیا، انہیں اللہ ہلاک کردے کیا، علمی حاجت کا علاج سوال کرنا نہیں ہے؟'' (ابوداؤد)

مفردات:...... اَلْعِيّ جہالت۔

٧٤٤۔ وَفِیْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ: ثُمَّ أَحْتَلَمَ فَسَأَلَ مِنْ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالسُّنَّةِ هَلْ لَهٗ رُخْصَةٌ فِیْ التَّيَمُّمِ؟ فَقَالُوْا لَهٗ: لَا . فَأَغْتَسَلَ فَمَاتَ، بِنَحْوِهٖ. وَفِيْهِ: إِنَّمَا يَكْفِيْهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَأَنْ يُعَصِّبَ عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحُ عَلَيْهَا، وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ. (لرزين)

رزین کی روایت میں ہے: پھر اس زخمی مرد کو احتلام ہوا تو اس سوال کیا اس شخص سے جس کو سنت کا علم نہیں تھا کہ آیا اس کو تیمّم کی اجازت ہے یا نہیں؟ تو لوگوں نے کہہ دیا کہ نہیں اجازت، پس اس نے غسل کیا اور فوت ہوگیا اور مثل اس کے ایک روایت ہے جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے تیمّم کرنا کافی تھا اور یہ بھی کرسکتا تھا کہ وہ زخم پر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرتا اور بقیہ سارے بدن کا غسل کرتا۔''

٧٤٥۔ قَالَ عَطَاءٌ وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْغَسَلَ جَسَدَهٗ وَتَرَكَ رَأْسَهٗ حَيْثُ أَصَابَهُ الْجِرَاحُ . (رواه إبن ماجة ٥٧٢ بلين)

عطا نے کہا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے بدن کا غسل کرتا اور سر کو چھوڑ دیتا جہاں پر زخم آیا تھا۔''

٧٤٦۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ احْتَلَمْتُ فِی لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِیْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ إِنِ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِیْ الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ يَا عَمْرُوصَلَّيْتُ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: غزوہ ذات السلاسل میں مجھے سرد رات کو احتلام آیا تو مجھے خوف پیدا ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہوجاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمّم کیا اور اپنی فوج کو صبح کی نماز پڑھادی تو لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے عمرو! تو نے اپنے رفقاء کو جنابت کی حالت میں نماز

(٧٤٤) رزین۔ (٧٤٥) ابن ماجه: ٥٧٢۔ حسن، الباني: ٤٦٤۔ ابوداود: ٣٣٧۔ احمد: ٣٠٤٨۔ دارمي: ٧٥٢.
(٧٤٦) ابوداود: ٣٣٤۔ صحيح، الباني: ٣٢٣۔ بخاری نے معلق بيان كيا۔ احمد: ١٧٣٥٦.

مَنَعَنِيْ مِنَ الْاَغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَلاَ تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًافَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا (رواه أبوداود ٣٣٤)

پڑھادی ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو غسل نہ کرنے کا سبب عرض کیا اور کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے کہ تم اپنی جان کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربان ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ ہنس دیے اور کچھ بھی نہ کہا۔

٧٤٧۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَغَسَلَ مَغَابِنَهٗ وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ، فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّيَمُّمَ. (لأبي داود ٣٣٤)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے پردے کے مقام دھوئے اور نماز کے لیے وضو جیسا وضو کیا اور پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور مثل حدیث سابق بیان کیا اور تیمّم کا ذکر نہیں کیا۔

مفردات:...... مَغابِن: بغلیں وغیرہ جو بھی میل کچیل والے مقامات ہیں۔

٨٤٨۔ وَرُوِيَتْ هَذِهِ الْقِصَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيْهِ: فَتَيَمَّمَ. (لأبي داود ٣٣٤)

یہ قصہ امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے وہ حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں ہے کہ تیمّم بھی کیا۔ (ابوداؤد)

٧٤٩۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلاَنِ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلاَةَ وَالْوُضُوْءَ لَمْ يُعِدِ الْآخَرُ ثُمَّ أَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِيْ لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلاَتُكَ وَقَالَ لِلَّذِيْ تَوَضَّأَوَأَعَادَ لَكَ الْأَجْرُمَرَّتَيْنِ. (رواه أبوداود، ٣٣٨)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو مرد سفر پر گئے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ ان کے پاس پانی نہیں تھا لہٰذا دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کر کے نماز پڑھی، پھر وقت کے اندر ہی پانی میسر آ گیا تو ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا اور دوسرے نے نماز کا اعادہ نہ کیا، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ ﷺ سے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو فرمایا جس نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا: تو نے سنت کو پا لیا۔ تیری نماز جائز ہے۔ اور جس نے وضو کر کے اعادہ کیا تھا اس کو آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرے لیے دوگنا اجر ہے۔" (ابوداؤد اور نسائی)

٧٥٠۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَقْبَلَ مِنْ أَرْضِهٖ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی زمین سے واپس آئے جو مقام جرف

---

(٧٤٧) ابوداود: ٣٣٤۔ صحیح، البانی: ٣٢٤۔ احمد: ١٧٣٥٦۔

(٧٤٨) ابوداود: ٣٣٤۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس پر حکم لگانے سے خاموش رہے ہیں۔

(٧٤٩) ابوداود: ٣٣٨۔ صحیح، البانی: ٣٢٧۔ دارمی: ٧٤٤۔ (٧٥٠) رزین۔ موطا ومالك: ١٢٣۔

بِـالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ، فَتَيَمَّمَ وَصَلّٰى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَلَمْ يُعِدْ. (لرزين ولمالك نحوه)

میں تھی جب مربد النعم کے مقام پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا، پس تیمّم کر کے نماز پڑھی اور پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور تاحال سورج بلند تھا اور انہوں نے نماز کا اعادہ نہیں کیا۔'' (رزین، مالک کی روایت بھی مثل اس کے ہے)

٧٥١۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ فَيُهْرِيْقُ الْمَاءَ فَيَتَمَسَّحُ بِالتُّرَابِ فَـأَقُـوْلُ يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْـمَاءَ مِنْكَ قَـرِيْـبٌ فَيَـقُـوْلُ مَـايُدْرِيْنِي لَعَلِّي لَا أَبْلُغُهُ (لاحمد ٢٦٠٩، والكبير)

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے پیشاب کیا اور مٹی سے مسح کیا تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پانی تو آپ ﷺ کے قریب ہے فرمایا: ''میں یہ نہیں جانتا کہ میں اس کو پہنچتا ہوں یا نہیں۔'' (احمد اور الکبیر)

٧٥٢۔ عَـنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا وَاقَـعَ بَـعْـضَ أَهْـلِـهٖ، فَكَسَلَ أَنْ يَقُوْمَ، ضَـرَبَ يَـدَهٗ عَـلَـى الْـحَائِطِ فَتَيَمَّمَ (رواه الطبراني في الأوسط بضعف، ٦٤٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی کسی بیوی سے ہم بستر ہوتے اور غسل کرنے میں سستی کرتے تو اپنا ہاتھ دیوار پر مارتے اور تیمّم کرتے تھے۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

٧٥٣۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُصَلِّيَ الـرَّجُـلُ بِـالتَّيَـمُّـمِ إِلَّا صَلَاةً وَاحِدَةً، ثُمَّ يَتَيَمَّمُ لِلْأُخْرٰى. (رواه الطبراني في الكبير بضعف)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ انسان ایک تیمّم سے ایک ہی نماز پڑھے اور دوسری کے لیے دوبارہ نیا تیمّم کرے۔ (الکبیر ضعیف سند کے ساتھ)

٧٥٤۔ قَـالَ أَبُـو الْـجُهَيْـمِ الأَنْصَارِيّ أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِـنْ نَـحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَـلَّـمَ عَـلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ. (رواه البخاري، ٣٣٧)

سیدنا ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جمل کے کنویں سے واپس آئے تو ایک آدمی نے آپ ﷺ کو سلام پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پاس آئے، پس اس پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر مسح کیا اور اس کو جواب دیا۔

شرح: ......ا۔لغت میں تیمّم قصد اور ارادے کو کہتے ہیں، شریعت کی رو سے تیمّم کا مطلب ہے کہ نماز یا کسی بھی

---

(٧٥١) احمد: ٢٦٠٩۔ طبرانی کبیر۔ اس حدیث میں ابن لھیعہ راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ ہیثمی: ١٤٢٢.

(٧٥٢) طبرانی اوسط: ٦٤٩۔ اس میں بقیہ بن ولید راوی مدلس ہے، یہ ضعیف ہوئی۔ ہیثمی: ١٤٢٧.

(٧٥٣) طبرانی کبیر۔ اس میں حسن بن عمارہ ہے جسے شعبہ، سفیان اور احمد بن حنبل نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(٧٥٤) بخاری: ٣٣٧۔ مسلم: ٣٦٩۔ نسائی: ٣١١۔ ابوداود: ٣٢٩۔ احمد: ١٧٠٩٠.

عبادت کے لیے چہرے اور ہاتھوں پر پاکیزہ مٹی کا ہاتھ پھیرنا۔قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے:

﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡلٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّ لٰكِنۡ يُّرِيۡدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ﴾ (المآئدة: ٦)

''اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہے، تم پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمّم کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں کرتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے۔''

تیمّم کرنا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے خصوصیت بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آسانی پیدا کرتا ہے۔ انسان کے بس سے جو کام باہر ہے، اللہ تعالیٰ انسان کے دل کو مطمئن کرنے کے لیے ایسی سہولت بتاتے ہیں کہ وہ کام بھی ہو جائے اور دلی جذبات یہ محسوس کریں کہ ہم نے ذمہ داری ادا کر دی ہے اس لیے حالت مرض میں اور سفر میں جب پانی میسر نہ آئے تو وضو اور غسل ساقط کر دیا ہے اور نہ ہی یہ طریقہ بتایا ہے، جو مانوس نہ ہو کہ انسان ساری مٹی میں لیٹ جائے، بلکہ نہایت ہی معقول انداز سے ہاتھوں اور چہرے پر مٹی پر ہاتھ مار کر مسح کرنے کا حکم دیا۔

بعض عقلیت پسند یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تیمّم کرنے سے نقصان ہوتا ہے کیونکہ مٹی میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں، اس طرح نقصان ہوسکتا ہے۔ یہ بات عقل سے بھی گری ہوئی ہے، ایک تو یہ کہ مٹی زہریلے جراثیم مارنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شریعت نے پاکیزہ اور صاف مٹی لینے کا کہا ہے، وہ بھی ایک خاص مقدار میں ہے اور اس میں پھونک مارنا ہے، اس طرح یہ خطرہ نہیں رہتا جو یہ عقل کے نام پر ڈالا جا رہا ہے۔

۲۔ ان احادیث میں تیمّم کی ابتداء کی تاریخ کا علم بھی ہوا ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے فرض ہوا تھا، اس کی تاریخ ان کی عظمت سے وابستہ ہوگئی ہے۔

۳۔ جس طرح مٹی سے تیمّم کرنے کا آیا ہے، اسی طرح ریت سے تیمّم کرنا بھی جائز ہے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۵۱)

ان کے علاوہ اجزائے زمین مثلاً پتھر، سرمہ، چونا، قلعی، نمک وغیرہ ان سے تیمّم جائز نہیں۔

۴۔ صحیح بات یہی ہے کہ تیمّم وضو کا قائمقام ہے، جس طرح وضو کے ساتھ اگر وہ نہ ٹوٹے ایک سے زیادہ نمازیں پڑھنا جائز ہے، اسی طرح تیمّم کے ساتھ بھی جائز ہے۔ یہ کہنا کہ ایک تیمّم سے ایک ہی نماز جائز ہے غلط قول ہے۔

۵۔ جتنی روایات میں یہ آتا ہے کہ تیمّم کہنیوں تک اور بغلوں تک ہے اور کئی دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے، یہ سب ضعیف ہیں یا اقوال ہیں۔ ان میں سے صحیح ترین روایات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی تفسیر بیان کی ہے۔ تیمّم کا طریقہ ہے کہ ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ ماریں، پھر ان میں پھونک ماریں اور چہرے پر ہاتھ

پھیریں اور گٹوں تک ہاتھوں پر ہاتھ پھیریں۔ اس طرح خواہ آدمی بے وضو ہو یا حالت جنابت میں ہو پاک ہو جاتا ہے۔

٦۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں زخم ہو وہاں پٹی وغیرہ باندھ لیں اور جہاں تک وضو یا طہارت کے لیے پانی کی ضرورت ہے، اسے استعمال کر لیں اور جہاں پانی استعمال کرنے سے نقصان ہوتا ہو وہاں صرف ہاتھ پھیر لیں یہی کافی ہے، اسے دھو کر جسمانی نقصان نہ کریں۔

٧۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ حد امکان تک جب پانی نہ ہو تو تاخیر نہیں کرنی چاہیے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی جائے، انتظار کی ضرورت نہیں اور جو تیمّم کے ساتھ نماز پڑھتا ہے بعد میں نماز کے وقت میں ہی اسے پانی میسر آ جاتا ہے تو وہ نماز نہ لوٹائے تو اس نے سنت پر عمل کیا ہے، اگر لوٹاتا ہے تو دہرا اجر پاتا ہے۔ ایک دفعہ مٹی سے تیمّم کی سنت پر عمل کرنے اور دوسرا پانی سے وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کا اجر حاصل کرتا ہے۔

غُسْلُ الْجَنَابَةِ ...... غسل جنابت کا بیان

٧٥٥۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَـنْ أَبِیْهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ الاثْنَیْنِ إِلٰی قُبَاءَ حَتّٰی إِذَا کُنَّا فِیْ بَنِیْ سَالِمٍ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی بَابِ عِتْبَانَ فَصَرَخَ بِـهِ فَـخَـرَجَ یَـجُرُّ إِزَارَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ أَعْـجَـلْـنَـا الـرَّجُـلَ فَقَالَ عِتْبَانُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَرَأَیْـتَ الـرَّجُلَ یُعْجَلُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَلَـمْ یُـمْـنِ مَـاذَا عَلَیْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ . (رواہ مسلم٣٤٣)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سوموار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محلّہ قبا گیا، جب بنو سالم کے ہاں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان کو آواز دی تو وہ تیزی سے اپنی ازار کھینچتے باہر نکلے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے تو آدمی پر جلدی کر دی۔ عتبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ بتائیں کہ اگر مرد جلدی سے اپنی بیوی پر سے اتر آئے اور منی خارج نہ ہو تو اس پر کیا لازم ہے؟ فرمایا: پانی سے غسل واجب ہوتا ہے۔

مفردات: ...... قُحِطتَّ آدمی جماع کرے مگر انزال نہ ہوا ہو۔

٧٥٦۔ عَـنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لِرَجُلٍ مِـنَ الأَنْـصَارِ: إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ قُحِطْتَ فَلاَ غُسْـلَ عَـلَیْكَ فَـعَـلَیْكَ الْـوُضُوْءُ . (رواہ البخاری ١٨٠)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری مرد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو جلدی کر جائے یا تو منی خارج کرنے سے خشک رہے تو تیرے اوپر غسل لازم نہیں ہے تیرے اوپر وضو لازم ہے۔“

(٧٥٥) مسلم: ٣٤٣۔ ابوداود: ٢١٧۔ احمد: ١١٤٨٤

(٧٥٦) بخاری: ١٨٠۔ مسلم: ٣٤٥۔ ابن ماجه: ٦٠٦۔ احمد: ١١٤٨٤.

مفردات:...... قُحِطتَّ آدمی جماع کرے مگر انزال نہ ہوا ہو۔

٧٥٧۔ وَلأَبِـيْ دَاوُدَ: إِنَّمَـا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ (رواه أبوداود ٢١٤)

اور ابوداؤد کی روایت ہے: ''غسل کا پانی واجب ہے پانی سے۔''

٧٥٨۔ عَـنْ أُبَـيِّ بْـنِ كَـعْـبٍ قَالَ إِنَّماَ كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِيْ أَوَّلِ الإِسْلاَمِ ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا . (رواه الترمذی ١١٠)

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: خروج منی کے بغیر وجوب غسل کی رخصت ابتدا اسلام میں تھی پھر اس سے منع کر دیا گیا۔

٧٥٩۔ زاد أبـوداود لـقلة الثيـاب . (رواه أبوداود ، ٢١٤)

ابوداؤد نے یہ زائد کلمہ روایت کیا ہے: کپڑوں کی قلت کی وجہ سے۔

٧٦٠۔ عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْإِحْتِلاَمِ . (رواه الترمذی ١١٢)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: غسل کے وجوب کے لیے خروج منی کی شرط احتلام سے متعلق ہے۔

٧٦١۔ عَـائِشَةَ قَـالَ أَبُـوْمُوْسٰى: اخْتَلَفَ فِي ذٰلِكَ رَهْطٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ فَقَالَ الأَنْصَارِيُّوْنَ لاَ يَجِبُ الْغُسْلُ إِلاَّ مِنَ الدَّفْقِ أَوْ مِـنَ الْـمَـاءِ وَقَـالَ الْـمُهَـاجِرُوْنَ بَلْ إِذَا خَـالَـطَ فَـقَـدْ وَجَـبَ الْغُسْلُ قَـالَ قَـالَ أَبُـوْمُـوْسٰـى فَأَنَا أَشْفِيْكُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَا ذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأُذِنَ لِى فَقُلْتُ لَهَا يَا أَمَّاهُ أَوْيَا أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنِّى أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَكِ عَـنْ شَـيْءٍ وَإِنِّـى أَسْتَحْيِيْكِ فَقَـالَـتْ لا تَسْتَـحْـيِ أَنْ تَسْـأَلَنِىْ عَمَّا كُنْتَ سَائِلاً عَنْهُ أُمَّكَ الَّتِـىْ وَلَدَتْكَ فَإِنَّمَا أَنَا أُمُّكَ قُلْتُ فَمَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے باہم یہ تذکرہ کیا کہ غسل کس چیز واجب ہوتا ہے تو ان میں اختلاف پیدا ہوا، پس انصاری صحابہ نے کہا کہ حرکت اور منی خارج ہونے کے بغیر غسل لازم نہیں ہوتا۔ مہاجرین نے کہا بلکہ جب شرم گاہیں ملیں تو غسل لازم ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا تمہارے لیے اس اختلاف سے نکلنے کا تریاق میں لاتا ہوں۔ میں اٹھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اجازت طلب کی اور مجھے دی گئی۔ میں نے ان کو کہا: اے امی جان! میں آپ سے مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اور شرماتا بھی ہوں تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: ایسی بات پوچھنے سے شرم نہ کر جو تو اپنی اس ماں سے پوچھ سکتا ہو

---

(٧٥٧) ابوداؤد: ٢١٤۔ صحیح، البانی: ١٩٨۔ ابوداود: ٢١٥۔ ابن ماجه: ٦٠٩۔ احمد: ٢٠٦٠١.

(٧٥٨) ترمذی: ١١٠۔ صحیح، البانی: ٩٦۔ ابوداود: ٢١٥۔ ابن ماجه: ٦٠٩۔ احمد: ٢٠٦٠١.

(٧٥٩) ابوداود: ٢١٤۔ صحیح، البانی: ١٩٨۔ ترمذی: ١١٠۔ ابن ماجه: ٦٠٩۔ احمد: ٢٠٥٩٣۔ دارمی: ٧٨٥٦.

(٧٦٠) ترمذی: ١٢۔ ضعیف الاسناد، موقوف البانی: ١٦۔ موقوف صحیح ہے، فی الاحتلام لفظ درست نہیں۔

(٧٦١) مسلم: ٣٤٩۔ ترمذی: ١٠٨۔ ابن ماجه: ٦٠٨۔ احمد: ٢٥٧٥٥۔ موطا: ١٠٦

يُـوْجَبُ الْغُسْلُ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَـلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَـعِ وَمَـسَّ الْـخِتَانُ الْخَتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ . (رواه مسلم، ٣٤٩)

جس نے تجھے جنم دیا ہے۔ بلاشبہ میں بھی تیری ماں ہوں۔ میں نے کہا: غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: تو باخبر کے پاس پہنچا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "جب مرد عورت کے چار اعضاء کے درمیان بیٹھ جائے شرمگاہ دوسری شرمگاہ سے مس کر دے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔"

٧٦٢۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ إِنَّ رَجُلاً سَـأَلَ رَسُـوْلَ اللّٰـهِ ﷺ عَـنِ الرَّجُلِ يُـجَامِعُ أَهْلَهُ ثُمَّ يُكْسِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَـائِشَةُ جَـالِسَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي لَأَفْـعَـلُ ذٰلِكَ أَنَـا وَهَذِهِ ثُمَّ نَغْتَسِلُ . (رواه مسلم ٣٥٠)

اور ایک روایت ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا جو اپنی عورت سے جماع کرے اور جماع پر قادر نہ ہو سکے تو کیا ان دونوں پر غسل لازم ہوتا ہے؟ اس وقت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اور یہ عائشہ ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر ہم غسل کرتے ہیں۔" (مسلم)

٧٦٣۔ عَـنْ عَـائِشَةَ قَالَتْ إِذَا جَوَّزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى الأَشْـعَـرِيُّ لاَ أَسْـأَلُ عَنْ هٰذَا أَحَدًا بَعْدَكَ أَبَدًا . (رواه مالك ١٠٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جب حشفہ گذر جائے حشفے سے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ پس ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ سے پوچھنے کے بعد میں دوسرے کسی انسان سے نہیں پوچھوں گا۔"

٧٦٤۔ زاد الترمذی قَـالَـتْ: فَعَلْتُـهُ أَنَـا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاغْتَسَلْنَا . (للترمذی ١٠٨)

امام ترمذی نے مزید الفاظ نقل کیے ہیں: ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اور رسول ﷺ نے ایسا کیا تھا اور پھر ہم نے غسل کیا۔

٧٦٥۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ: فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْـغُسْـلُ وَفِـيْ حَـدِيْـثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ (رواه مسلم، ٣٤٨)

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مطر والی حدیث میں مروی ہے: اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔

مفردات:...... وَفِيْ حَدِيْثِ مَطَرٍ مطر راوی کی حدیث میں ہے۔

---

(٧٦٣) موطا: ١٠٦۔ مسلم: ٣٤٩۔ ترمذی: ١٠٨۔ ابن ماجه: ٦٠٨۔ احمد: ٢٥٧٥٥۔

(٧٦٢) مسلم: ٣٥٠۔ ترمذی: ١٠٨۔ ابن ماجه: ٦٠٨۔ احمد: ٢٥٧٥٥۔ موطا: ١٠٦

(٧٦٤) مسلم: ٣٥٠۔ ترمذی: ١٠٨۔ صحيح، البانی: ٩٤۔ ابن ماجه: ٦٠٨۔ احمد: ٢٥٧٥٧۔ موطا: ١٠٥

(٧٦٥) مسلم: ٣٤٨۔ بخاری: ٢٩١۔ نسائی: ١٩٢۔ ابوداود: ٢١٦۔ ابن ماجه: ٦١٠۔ احمد: ١٠٣٦٥۔ دارمی: ٧٦١.

٧٦٦۔ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَتَوَارَتِ الْحَشْفَةُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (رواه إبن ماجة ٦١١)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے مرفوع روایت کرتے ہیں: ''جب دو شرمگاہ آپس میں ٹکرا جائیں اور حشفہ (ذکر کا سر) داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

٧٦٧۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلاَ يَذْكُرُ اِحْتِلاَماً قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى اَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَجِدْ بَلَلاً قَالَ لاَ غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ تَرَى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ . (رواه الترمذى ، ١١٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس مرد کے بارے میں پوچھا گیا جو تری دیکھتا ہے اور احتلام اس کو یاد نہیں ہے تو فرمایا وہ غسل کرے۔ اور اس مرد کے متعلق پوچھا گیا جس نے احتلام کا خواب دیکھا ہے تری نہیں ہے۔ فرمایا: اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورت یہ دیکھے تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں عورتیں مردوں جیسی ہیں۔''

مفردات: ...... شَقَائِقُ مثل۔

٧٦٨۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِيْ طَلْحَةَ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبِمَ يُشْبِهُ الْوَلَدُ . (رواه البخارى ، ٣٣٢٨)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوطلحہ کی بیوی ام سلیم نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا تو کیا عورت پر غسل واجب ہوتا جب اس کو احتلام آئے؟ فرمایا: ہاں جب پانی (منی) دیکھے۔ پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے! فرمایا: تیرے ہاتھوں پر مٹی پڑے، عورت کا بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟

٧٦٩۔ ومن رواياته قَالَتْ: فَضَحْتِ النِّسَآءَ . (رواه مسلم ٣١٣)

اس کی روایت میں ہے: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو کہا: تو نے عورتوں کو شرمندہ کر دیا۔

---

(٧٦٦) ابن ماجه: ٦١١۔ صحيح، البانى: ٤٩٥۔ احمد: ٦٦٣٢.

(٧٦٧) ترمذى: ١١٣۔ صحيح، البانى: ٩٨۔ ابوداود: ٢٣٧۔ ابن ماجه: ٦١٢۔ احمد: ٢٥٦٦٣۔ دارمى: ٧٦٥.

(٧٦٨) بخارى: ٣٣٢٨۔ مسلم: ٣١٣۔ ترمذى: ١٢٢۔ نسائى: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ احمد: ٢٦٥٧٣۔ مؤطا: ١١٨.

(٧٦٩) مسلم: ٣١٣۔ بخارى: ١٣٠۔ ترمذى: ١٢٢۔ نسائى: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ مالك: ١١٨.

٧٧٠۔ ومنه: فَغَطَّتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ. (رواه البخاری ١٣٠)

ایک روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے منہ پر پردہ ڈال کر کہا............

٧٧١۔ ومنها: فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ. لِلشَّيْخَيْنِ وَلِلْبَاقِي نَحْوُهُ. (للبخاری: ٣٣٢٨)

ان روایات میں سے یہ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ (بخاری، مسلم اور دیگر ائمہ نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے)

٧٧٢۔ وَصَحَّ أَيْضًا عَنْ عَائِشَةَ بَدَلَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَنَّهَا قَالَتْ أُفٍّ لَكِ أَتَرَى الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ (رواه مسلم ٣١٣)

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بجائے یہ واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور اس میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ام سلیم رضی اللہ عنہا تیرے اوپر افسوس ہے کیا کوئی عورت بھی یہ دیکھتی ہے؟

٧٧٣۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ إِذَا احْتَلَمَتْ وَأَبْصَرَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكَ وَأُلَّتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعِيْهَا وَهَلْ يَكُوْنُ الشَّبْهُ إِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِكَ إِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهَ الْوَلَدُ أَخْوَالَهُ وَإِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَائَهَا أَشْبَهَ أَعْمَامَهُ. (لمسلم، ٣١٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ عورت کو احتلام ہو اور پانی دیکھے تو وہ بھی غسل کرے؟ فرمایا: ہاں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دے۔ بچے کی ماں سے مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی غالب آ جائے تو بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوتا ہے۔''

٧٧٤۔ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبْهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ. (رواه مسلم ٣١١)

سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں مشابہت کہاں سے آتی ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد رنگ ہوتا ہے پس جو اوپر آ گیا وہ پہل کر گیا بچہ اسی سے مشابہ ہوگا۔''

---

(٧٧٠) بخاری: ١٣٠۔ مسلم: ٣١٣۔ ترمذی: ١٢٢۔ نسائی: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ مالك: ١١٨.

(٧٧١) بخاری: ٣٣٢٨.

(٧٧٢) مسلم: ٣١٣۔ بخاری: ١٣٠۔ ترمذی: ١٢٢۔ نسائی: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ مالك: ١١٨.

(٧٧٣) مسلم: ٣١٤۔ بخاری: ١٣٠۔ ترمذی: ١٢٢۔ نسائی: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ مالك: ١١٨۔ دارمی: ٧٦٣.

(٧٧٤) مسلم: ٣١٣۔ بخاری: ١٣٠۔ ترمذی: ١٢٢۔ نسائی: ١٩٧۔ ابن ماجه: ٦٠٠۔ مالك: ١١٨۔ دارمی: ٧٦٣.

٧٧٥ عَـنْ أَنَـسٍ فَـأَيُّهُـمَـا سَبَقَ كَانَ الشَّبَهُ (رواه النسائی ٢٠٠)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو پہل کر گیا مشابہت اسی سے ہوتی ہے۔

٧٧٦۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَـحْـتَ كُلِّ شَـعْـرَةٍ جَـنَـابَةٌ فَـاغْسِلُوْا الشَّعْرَ وَأَنْقُوْا الْبَشَرَ . (رواه الترمذی ١٠٦)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے پس بالوں کو دھوؤ اور کھال کو صاف کرو۔'' (ترمذی)

٧٧٧۔ عَـنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ: مَـنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَـغْسِـلْهَـا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَـلِـيٌّ فَـمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ ثَلاثاً وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهُ . (رواه أبو داود، ٢٤٩)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بال برابر جگہ جنابت میں نہ دھوئی تو اس کو آگ کا ایسا ایسا عذاب ہوگا۔'' علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہی وجہ ہے میں اپنے سر پر (موڈنے میں) سختی کرتا ہوں تین بار کہا اور وہ اپنے سر کے بال مونڈ دیتے تھے۔'' (ابوداؤد)

٧٧٨۔ عَـنْ ثَـوْبَـانَ أَنَّهُمُ اسْتَفْتَوُا النَّبِيَّ ﷺ عَـنْ ذٰلِكَ فَـقَـالَ أَمَّـا الرَّجُلُ فَلْيَنْشُرْ رَأْسَهُ فَـلْيَـغْسِـلْـهُ حَتَّـى يَبْلُغَ أُصُوْلَ الشَّعْرِ وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَلاَ عَلَيْهَا أَنْ لاَ تَنْقُضَهُ لِتَغْرِفَ عَلَى رَأْسِهَـا ثَلاَثَ غَـرَفَـاتٍ بِكَفَّيْهَـا . (رواه أبو داود ٢٥٥)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے جنابت کے غسل کا مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مرد اپنے سر کے بال کھول کر سر کو دھوئے یہاں تک کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو عورت پر سر کے بال کھولنا واجب نہیں ہے وہ اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالے۔'' (ابوداؤد)

٧٧٩۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَـالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا غْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَـدَيْـهِ ثُـمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلاَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْـمَـاءَ فَيُـدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي أُصُوْلِ الشَّعْرِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غسل جنابت کی ابتدا کرتے تو دونوں ہاتھ دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے پردے کے مقام کو دھوتے۔ پھر نماز کے وضو کی مثل وضو کرتے تھے۔ پھر پانی لے کر سر کے بالوں کی جڑوں میں انگلیاں ڈالتے، جب آپ ﷺ کو

(٧٧٥) نسائی: ٢٠۔ صحیح، البانی: ١٩٤۔ مسلم: ٣١١۔ ابن ماجه: ٦٠١۔ احمد: ١٣٥٩٨۔ دارمی: ٧٦٤.

(٧٧٦) ترمذی: ١٠٦۔ ضعیف، البانی: ١٥۔ ابوداود: ٢٤٨۔ ابن ماجه: ٥٩٧.

(٧٧٧) ابوداود: ٢٤٩۔ ضعیف، البانی: ٤٧۔ ابن ماجه: ٥٩٩۔ احمد: ١١٢٤۔ دارمی: ٧٥١.

(٧٧٨) ابوداود: ٢٥٥۔ صحیح، البانی: ٢٣٠.

(٧٧٩) مسلم: ٣١٦۔ بخاری: ٣٠١۔ ترمذی: ١٧٥٥۔ نسائی: ٤٢٤۔ ابوداؤد: ٢٤٣۔ ابن ماجه: ٦٠٤۔ احمد: ٢٥٦٠٩۔ مؤطا: ١٠١۔ دارمی: ٧٥٠.

حَتَّـى إِذَا رَأَى أَنْ قَـدِ اسْتَبْـرَأَ حَـفَـنَ عَلَى رَأْسِـهِ ثَلاثَ حَـفَنَاتٍ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ (رواه مسلم: ٣١٦)

یقین ہو جاتا کہ بالوں کی جڑیں تر کر چکے ہیں تو دونوں ہاتھوں سے تین بار سر پر پانی ڈالتے اور پھر سارے جسم اطہر پر پانی بہاتے اور آخر میں پاؤں دھوتے ﷺ۔

مفردات:...... اِسْتَبْرَءَ اچھی طرح تر ہو گئے۔

٧٨٠۔ عَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَـتْ دَعَـا بِشَـيْءٍ نَـحْوَالْحِلابِ فَأَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الأَيْـمَـنِ ثُمَّ الأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى وَسَطِ رَأْسِهِ. (رواه البخاري، ٢٥٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دودھ جیسی چیز آپ ﷺ نے منگوا کر اپنے ہاتھ میں لے کر سر کے دائیں نصف حصے پر اور پھر بائیں حصے پر ڈال کر پھر اپنے ہاتھوں میں لے کر دونوں سے اس طرح سر پر ڈال دی۔

٧٨١۔ عَـنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَـالَـتْ: بَـدَأَ بِكَفَّيْهِ فَـغَسَـلَهُـمَا ثُمَّ غَسَلَ مَرَافِقَهُ وَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ فَإِذَا أَنْقَاهُمَا أَهْوَى بِهِمَا إِلَى حَائِطٍ ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوْءَ . (رواه أبوداود: ٢٤٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھوں سے ابتداء کی پس ان دونوں کو دھویا پھر پر دے کے دو مقام دھوئے اور ان پر پانی بہایا، جب ان کو صاف کر دیا تو پھر دونوں ہاتھ دیوار پر رگڑ دیئے پھر وضو سے ابتدا کی۔

٧٨٢۔ قَـالَـتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَئِنْ شِـئْتُـمْ لأُرِيَـنَّكُمْ أَثَرَ يَدِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْـحَـائِـطِ حَيْـثُ كَـانَ يَـغْتَسِـلُ مِـنَ الْجَنَابَةِ. (رواه أبوداود، ٢٤٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کا اثر دیوار میں دکھاؤں جب آپ ﷺ جنابت کا غسل کرتے تھے۔

٧٨٣۔ قَـالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ يَفِيضُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلاثَ مَـرَّاتٍ وَنَـحْـنُ نُفِيْضُ عَلَى رُؤُسِنَا خَمْسًا مِنْ أَجْلِ الضُّفُرِ. (رواه أبوداود ٢٤١)

ان کی روایات میں ہے کہ پھر آپ ﷺ اپنے سر مبارک پر تین بار پانی ڈالتے تھے اور ہم اپنے سر پر گوندھے ہوئے بالوں کی وجہ سے پانچ بار پانی ڈالتی تھیں۔

مفردات:...... اَلضُّفُر گندھے ہوئے بال۔

---

(٧٨٠) بخری: ٢٥٨۔ مسلم: ٣١٨۔ نسائی: ٤٢٤۔ ابوداؤد: ٢٤٠.

(٧٨١) ابوداؤد: ٢٤٣۔ صحيح، البانی: ٢٢٣۔ بخاری: ٢٥٨۔ مسلم: ٣١٨۔ ترمذی: ١٠٤۔ نسائی: ٤٢٤۔ ابن ماجه: ٥٧٤۔ احمد: ٢٥٦٠٩۔ مؤطا: ١٠٠۔ دارمی: ٧٤٨.

(٧٨٢) ابوداؤد: ٢٤٤۔ البانی، ضعيف: ٤٣۔ بخاری: ٢٥٨۔ مسلم: ٣١٨۔ ترمذی: ١٠٤۔ نسائی: ٤٢٤۔ ابن ماجه: ٥٧٤۔ احمد: ٢٥٦٠٩۔ مؤطا: ١٠٠۔ دارمی: ٧٤٨.

(٧٨٣) ضعيف جدًا: ٤٢ بقیہ اوپر والی تخریج۔

٧٨٤۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَصُبُّ عَلَى يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الإِنَاءَ حَتَّى إِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فِي الإِنَاءِ ثُمَّ صَبَّ بِالْيُمْنٰى وَغَسَلَ فَرْجَهُ بِالْيُسْرٰى حَتَّى إِذَا فَرَغَ صَبَّ بِالْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلاثًا ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ مَلأَ كَفَّيْهِ ثَلاثًا. (رواه النسائی ٢٤٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک یہ روایت بھی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے پانی ڈال کر دھوتے، جب دونوں ہاتھ ڈالتے تو دایاں ہاتھ برتن میں ڈالتے تھے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے استنجا کرتے۔ استنجا سے فارغ ہوتے تو دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ کو دھوتے اور تین تین بار منہ میں اور ناک میں پانی ڈالتے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر سر مبارک پر ڈالتے تھے۔''

٧٨٥۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يُفْرِغُ عَلَى يَدَيْهِ ثَلاثًا ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ. (رواه النسائی ٢٤٤)

ان ہی کی روایات میں ہے کہ دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے، پھر دونوں ہاتھ بھر کر تین بار سر پر ڈالتے تھے۔

٧٨٦۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ فَتَحَ عَيْنَيْهِ وَأَدْخَلَ أَصْبَعَهُ فِي سُرَّتِهِ (رواه الطبرانی فی الكبير)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ غسل کرتے تو آنکھوں کو کھول دیتے اور ناف میں انگلی ڈالتے تھے۔

٧٨٧۔ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ (رواه البخاری: ٢٨١)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پردہ کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہاتھ دھوئے اور پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے شرمگاہ دھوئی اور جہاں کوئی چیز لگی تھی اس کو صاف کیا، پھر ہاتھ کو دیوار پر یا زمین پر رگڑ دیا پھر نماز کے وضو جیسا وضو دو قدموں کے سوا کیا، پھر سارے بدن پر پانی ڈالا، پھر اس جگہ سے دور جا کر دونوں قدموں کو دھویا۔

---

(٧٨٤) نسائی: ٢٤٣۔ صحیح: ٢٣٧۔ بخاری: ٢٧٣۔ مسلم: ٣١٩۔ ترمذی: ١٠٤۔ ابوداؤد: ٢٤٣۔ ابن ماجه: ٥٧٤۔ احمد: ٢٥٦٠٩۔ مؤطا: ١٠١۔ دارمی: ٧٤٨.

(٧٨٥) نسائی: ٢٤٤۔ صحیح الاسناد: ٢٣٨۔

(٧٨٦) طبرانی كبير ورجاله رجال الصحيح، هيثمی: ١٤٧٦.

(٧٨٧) بخاری: ٢٨١۔ مسلم: ٣١٧۔ ترمذی: ١٠٣۔ نسائی: ٤١٩۔ ابوداؤد: ٢٤٥۔ ابن ماجه: ٥٧٣۔ احمد: ٢٦٣٠٢۔ دارمی: ٧٤٧.

۷۸۸۔ وفی رواية: فَنَاوَلْتُهُ ثَوْباً فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ . (رواه الخاری، ۲۷٦)

ان ہی کی روایات میں سے ہے پھر میں نے ایک کپڑا دیا پس آپ ﷺ نے وہ نہیں لیا اور دونوں ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (مسلم وبخاری)

۷۸۹۔ وَفِی أُخْرٰی لِمُسْلِمٍ فَنَاوَلْتُهُ الْمِنْدِيْلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَآءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ: كَانُوْا لَا يَرَوْنَ بِالْمِنْدِيْلِ بِأْسًا وَلٰكِنْ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ الْعَادَةَ نَحْوَذَلِكَ (لأبی داود ۲٤٥)

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے: میں نے آپ ﷺ کو تولیہ (رومال) پیش کیا تو آپ ﷺ نے نہیں لیا اور اپنے بدن سے پانی ہاتھوں کے ساتھ صاف کیا۔

۷۹۰۔ وَلَهُ عَنْ عُمَرَ نَحْوَهُ، وَفِيْهِ: حَتَّى إِذَا بَلَغَ رَأْسَهُ لَمْ يَمْسَحْ وَأَفْرَغَ عَلَيْهِ الْمَاءَ (رواه النسائی ٤۲۲)

اور ان ہی کی روایت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے، اس میں یہ ہے کہ وضو کرتے ہوئے جب سر کی نوبت آئی تو اس پر مسح نہ کیا اور اس پر پانی ڈال دیا۔

۷۹۱۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّی أمْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَرَأْسِیْ فَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لاَ إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَحْثِیْ عَلَى رَأْسِكِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تَفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْنَ . (رواه مسلم ۳۳۰)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں کہ میرے سر کے بالوں کی چٹیا موٹی ہیں تو کیا غسل اور جنابت کے لیے میں ان کو کھولا کروں؟ فرمایا: نہیں تیرے لیے سر میں تین چلو پانی ڈالنا کافی ہے پھر تو سارے بدن پر پانی ڈال تو پاک ہو جائے گی۔'' (مسلم)

۷۹۲ وَفِی رِوَايَةٍ: أَغْمِزِیْ قُرُوْنَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ . (رواه أبوداود ، ۲٥۱)

اور ایک روایت میں ہے: اپنی چٹیا ہر بار جب تو پانی ڈالے دبا دیا کر۔

مفردات:...... اِغْمِزِیْ ہر پانی کی لپ ڈالنے پر اچھی طرح نچوڑ دو۔

---

(۷۸۸) بخاری: ۲۷٦۔ مسلم: ۳۱۷۔ ترمذی: ۱۰۳۔ نسائی: ٤۱۹۔ ابوداؤد: ۲٤٥۔ ابن ماجہ: ٥۷۳۔ احمد: ۲٦۳۰۲۔ دارمی: ۷٤۷.

(۷۸۹) ابوداؤد: ۲٤٥۔ صحیح البانی: ۲۲٤۔ مسلم: ۳۱۷۔ ترمذی: ۱۰۳۔ نسائی: ۲٥۳۔ ابن ماجہ: ٥۷۳۔ دارمی: ۷۱۲.

(۷۹۰) نسائی: ٤۲۲۔ صحیح الاسناد: ٤۰۹ .

(۷۹۱) مسلم: ۳۳۰۔ ترمذی: ۱۰٥۔ نسائی: ۲٤۱۔ ابوداؤد: ۲٥۱۔ ابن ماجہ: ٦۰۳۔ احمد: ۲٦۱۳۸۔ دارمی: ۱۱٥۷.

(۷۹۲) ابوداؤد: ۲٥۱۔ حسن، البانی: ۲۲۷.

۷۹۳۔ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ بَلَغَ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوْسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو وهٰذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُسَهُنَّ أَفَلاَ يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوْسُهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَلاَ أَزِيْدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِيْ ثَلاَثَ إِفْرَاغَاتٍ . (رواه مسلم ٤٩٨)

عبید بن عمیر سے روایت ہے اس نے کہا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے سر کھول کر غسل کیا کریں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا: ابن عمرو پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو غسل کے وقت سر کھولنے کا حکم دے رہا ہے۔ وہ ان کو حکم کیوں نہیں دیتا کہ عورت سر ہی منڈوا دیں۔ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے پس اس سے زیادہ میں کچھ نہ کرتی تھی کہ تین بار پانی ڈالتی اپنے سر پر۔(مسلم)

۷۹٤۔ أَبُوْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِيْ جَابِرُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْخُذُ ثَلاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيْضُهَا عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يَفِيْضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا . (رواه البخاري: ٢٥٦)

ابوجعفر نے کہا: مجھے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس تیرے چچا کا بیٹا آیا تھا، حسن بن محمد حنیفہ مراد ہیں تو اس نے کہا: غسل جنابت کیسے کیا جاتا ہے؟ تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تین چلو لے کر سر پر ڈالتے اور پھر سارے بدن پر پانی بہا دیتے تھے تو حسن بن محمد رحمہ اللہ نے کہا: میں تو کثیر بالوں والا آدمی ہوں۔ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ بالوں والے تھے۔

۷۹٥۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ لِسَائِلِهِ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ أَوْفٰى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرٌ مِنْكَ . (رواه البخاري ٢٥٢)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے غسل کی کیفیت پوچھنے والے کو کہا: پانی کا ایک صاع تیرے لیے کفایت کرتا ہے تو سائل نے کہا: مجھے تو پورا نہ ہوگا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس قدر پانی کفایت کرتا تھا اس عظیم نبی ﷺ کو جو تجھ سے زیادہ کثیر بالوں والے تھے اور وہ تجھ سے بہتر تھے۔

---

(۷۹۳) مسلم: ٤٩٨۔ بخاری: ٢٥٠۔ نسائی: ٤١٦۔ ابن ماجہ: ٦٠٤۔ احمد: ٢٧٦٥٩۔ دارمی: ٧٥٠۔

(۷۹٤) بخاری: ٢٥٦۔ مسلم: ٣٢٩۔ نسائی: ٢٣٠۔ ابوداؤد: ٩٣۔ ابن ماجہ: ٥٧٧۔ احمد: ١٤٦٣۔

(۷۹٥) بخاری: ٢٥٢۔ مسلم: ٣٢٩۔ نسائی: ٢٣٠۔ ابوداؤد: ٩٣۔ ابن ماجہ: ٥٧٧۔ احمد: ١٤٦٣۔

٧٩٦ـ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوْفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ. (رواه مسلم ٣٠٩)

قتادہ رحمہ اللہ راوی ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ تمام ازواج مطہرات کے پاس جاتے اور پھر ایک ہی غسل کرتے تھے۔

٧٩٧ـ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهِ وَعِنْدَ هٰذِهِ قَالَ قُلْتُ لَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَلاَ تَجْعَلُهُ غُسْلاً وَاحِدًا قَالَ هٰذَا أَزْكٰى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ (رواه أبوداود، ، ٢١٩)

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ ایک دن سب ازواج مطہرات کے پاس گئے، ایک کے پاس بھی غسل کرتے اور دوسری کے پاس بھی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ایک بار ہی غسل کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا: ”یہ زیادہ طہارت زیادہ پاکیزگی اور زیادہ نظافت کا باعث ہے۔“ (ابوداؤد)

٧٩٨ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ حَدِيْثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا. (رواه مسلم: ٣٠٨)

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنی اہل کے پاس جائے اور اس کا دوبارہ جانے کا ارادہ ہو تو ہر دو بار کے درمیان اچھی طرح وضو کیا کرے۔ (مسلم)

٧٩٩ـ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لاَ يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ. (رواه الترمذي: ١٠٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ غسل کرنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

٨٠٠ـ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِيْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ. قَالَ سُفْيَانُ اَلْفَرْقُ ثَلاَثَةُ أَصُعٍ (رواه النسائي ٢٢٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں غسل کرتی اور نبی کریم ﷺ بھی غسل کرتے ایک ہی برتن سے، وہ ایک بڑا پیالہ تھا جس کو فرق (ٹب) کہا جاتا تھا۔“ (سفیان نے کہا) فرق میں تین صاع سماتے ہیں)

---

(٧٩٦) مسلم: ٣٠٩ـ بخاری: ٥٢١٥ـ ترمذی: ١٤٠ـ نسائی: ٣١٩٨ـ ابوداؤد: ٢١٨ـ ابن ماجه: ٥٨٩ـ احمد: ١٣٢٣٦ـ دارمی: ٧٥٤.

(٧٩٧) ابوداؤد: ٢١٩ـ حسن، البانی: ٢٠٣ـ ابن ماجه: ٥٩٠.

(٧٩٨) مسلم: ٣٠٨ـ ترمذی: ١٤١ـ نسائی: ٢٦٢ـ ابوداؤد: ٢٢٠ـ ابن ماجه: ٥٨٧ـ احمد: ١٠٨٤٣.

(٧٩٩) ترمذی: ١٠٧ـ صحیح، البانی: ٨٣ـ نسائی: ٤٣٠ـ ابوداؤد: ٢٥٠ـ ابن ماجه: ٥٧٩.

(٨٠٠) نسائی: ٢٢٨ـ صحیح، البانی: ٢٢٥ـ بخاری: ٧٣٣٩ـ مسلم: ٣١٩ـ ترمذی: ١٧٥٥ـ ابوداؤد: ٢٣٨ـ ابن ماجه: ٦٠٤ـ احمد: ٢٥٧٥٦ـ مؤطا: ١٠١ـ دارمی: ٧٥٠.

٨٠١۔ عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوْهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَاَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاَغْتَسَلَتْ وَبَیْنَنَا وَبَیْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلٰی رَأْسِهَا ثَلَاثاً قَالَ وَکَانَ أَزْوَاجُ النَّبِیِّ ﷺ یَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوْسِهِنَّ حَتّٰی تَکُوْنَ کَالْوَفْرَةِ . (رواه مسلم، ٣٢٠)

ابوسلمہ نے کہا: ان میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک رضاعی بھائی ان کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے نبی کریم ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا، پس انہوں نے صاع کے برابر ایک برتن طلب کیا اور اس سے غسل کیا۔ ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا اور انہوں نے تین بار سر پر پانی ڈالا۔ وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سر کے بال کاٹتی تھیں یہاں تک کہ کانوں کی لو تک رہ جاتے۔

مفردات:...... اَلْوَفْرَة جو بال کانوں کے قریب ہوں۔

٨٠٢۔ عَنْ هِشَّامِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ . (رواه أبوداود، ٩٨)

ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اور نبی کریم ﷺ پیتل کے برتن سے غسل کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

مفردات:...... شَبَهٍ پیتل۔

٨٠٣۔ عَنْ أُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ: أَنَّ جَدَّتَهَا أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ دَفَعَتْ إِلَیْهَا مِخْضَبًا مِنْ صُفْرٍ، قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَغْتَسِلُ فِیْهِ، وَکَانَ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ أَوْ اَقَلَّ . (رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه أم کلثوم)

ام کلثوم بنت زمعہ سے مروی ہے کہ اس کی دادی ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک ٹب پیتل کا دیا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ اس سے غسل کرتے تھے اور وہ ایک صاع کے برابر یا اس سے کچھ کم تھا۔" (الکبیر اور اس سند میں ام کلثوم ہیں)

٨٠٤۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ . یَکْفِیْ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ سِتَّةُ أَمْدَادٍ . (للبزار بلین ٣١٥)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "غسل کے لیے چھ سیر کفایت کرتا ہے۔" (بزار بسند ضعیف)

---

(٨٠١) مسلم: ٣٢٠۔ بخاری: ٢٥١۔ نسائی: ٢٢٧۔ ابن ماجه: ٦٠٤۔ احمد: ٢٥٦٠٩.

(٨٠٢) ابوداؤد: ٩٨۔ صحیح، البانی: ٨٩۔ بخاری: ٣٠١۔ مسلم: ٣٣١۔ ترمذی: ١٧٥٥۔ نسائی: ٤١٦۔ ابن ماجه: ٦٠٤۔ احمد: ٢٧٦٥٩۔ مؤطا: ١٠١۔ دارمی: ٧٥٠.

(٨٠٣) طبرانی کبیر، اس میں ام کلثوم مجہول ہے۔ هیثمی: ١١٠٧.

(٨٠٤) مسند بزار۔ اس میں یزید بن عبدالملک نوفلی ہے، اسے سب محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، صرف ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

٨٠٥ ــ عَـنْ يَعْلٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَىْ رَجُلاً يَغْتَسِلُ بِالْبَرَّازِ فَصَعِدَ الْمُنْبَرَ فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْـنٰـى عَـلَيْـهِ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَلِيْمٌ حَيِـىٌّ سِتِّيْـرٌ يُـحِـبُّ الْـحَيَـاءَ وَالسَّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَـتِرْ . (رواہ النسائی : ٤٠٦)

سیدنا یعلیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بلا پردہ غسل کرتے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بڑا حیا دار ہے پردہ کرنے والا ہے پس جو تم میں سے غسل کرے تو پردہ کیا کرے۔'' (نسائی)

٨٠٦ ــ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ (لاَ يَغْتَسِلَنَّ أَحَدُكُمْ بِأَرْضٍ فَلاَةٍ وَلاَ فَوْقَ سَطْحٍ لاَ يُوَارِيْهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَـرٰى فَـإِنَّـهُ يُـرَى . (رواہ إبـن مـاجة ٦١٥بلين)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے اوپر پردہ کرنے کے بغیر نہ تو کھلی زمین میں غسل کرے اور نہ چھت پر غسل کرے اگر وہ کسی کو نہیں دیکھ رہا تو کوئی اس کو ضرور دیکھ رہا ہے۔'' (قزوینی بسند ضعیف)

٨٠٧ ــ أَبُوْ السَّمْحِ قَالَ كُنْتُ أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّغْتَسِلَ قَالَ وَلِّنِىْ قَـفَـاكَ فَـأُوَلِّيْـهِ قَـفَـاىَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ . (رواہ النسائی ٢٢٤)

ابو سمح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس آپ ﷺ جب غسل کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ''تو میری طرف سے منہ پھیر دے۔'' پس میں منہ پھیر دیتا اور میں پس پشت آپ ﷺ کا پردہ کرتا تھا۔ (نسائی)

٨٠٨۔ عَـنْ أُمِّ هَـانِـئٍ قَـالَـتْ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَـوْمَ الْفَتْحِ بِأَعْلٰى مَكَّةَ فَأَتَيْتُهُ فَجَاءَ أَبُوْ ذَرٍّ بِجَفْنَةٍ فِيْهَا مَاءٌ قَالَتْ إِنِّى لَأَرٰى فِيْهَا أَثَـرَالْـعَـجِيْـنِ قَـالَـتْ فَسَتَـرَهُ يَعْنِى أَبَا ذَرٍّ فَاغْتَسَلَ (لأحمد ٢٥٦٥٢)

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ فتح کے دن مکہ کے محلّہ عالیہ میں ٹھہرے تھے۔ میں ان کے پاس گئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ ایک بڑی صحنک لائے جس میں پانی تھا اور اس برتن کے ساتھ گوندھے ہوئے آٹے کا اثر بھی میں نے دیکھا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پردہ کیا اور آپ ﷺ نے غسل کیا۔

٨٠٩ ــ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نمازیں پچاس تھیں۔ غسل

---

(٨٠٥) نسائی: ٤٠٦۔ صحیح، البانی: ٣٩٣۔ ابوداؤد: ٤٠١٢۔ احمد: ١٧٥٠٧.

(٨٠٦) ابن ماجه: ٦١٥۔ ضعیف جدًا، البانی: ١٣٥.

(٨٠٧) نسائی: ٢٢٤۔ صحیح البانی: ٢١٨۔ ابوداؤد: ٣٧٦۔ ابن ماجه: ٦١٣.

(٨٠٨) احمد: ٢٥٦٥٢۔ ورجاله رجال الصحیح۔ هیثمی: ١٤٥٧.

(٨٠٩) ابوداؤد: ٢٤٧۔ ضعیف، البانی: ٤٥۔ احمد: ٥٨٥.

الصَّلاةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مِرَارٍ وَغُسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مِرَارٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلاةُ خَمْسًا وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغُسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً. (رواه ابوداود: ٢٤٧)

جنابت سات بار کرنے کا حکم تھا، کپڑے سے پیشاب وغیرہ دھونے کا بھی سات بار حکم تھا پس رسول اللہ ﷺ بار بار دعا کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ کر دی گئیں۔ غسل جنابت ایک بار اور بول وغیرہ سے کپڑا دھونا ایک بار فرض کیا گیا۔'' (ابوداؤد)

٨١٠۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ جَاءَ فَاسْتَدْفَأَبِيْ فَضَمَمْتُهُ إِلَيَّ وَلَمْ أَغْتَسِلْ . (رواه الترمذی ١٢٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کے بعد گرمائش حاصل کرنے کی خاطر میرے ساتھ لیٹتے تو میں آپ ﷺ کو اپنے ساتھ ضم کر دیتی اور ابھی میں نے غسل نہیں کیا ہوتا تھا۔ (ترمذی)

٨١١۔ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِئُ بِذٰلِكَ وَلاَ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ . (رواه أبوداود ٢٥٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطمی بوٹی کے ساتھ سر دھوتے جب کہ آپ ﷺ جنابت سے ہوتے اور اسی دھونے پر کفایت کرتے اور مزید پانی اس کے اوپر سے نہیں ڈالتے تھے۔

٨١٢۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضِّمَادُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحِلاَّتٌ وَمُحْرِمَاتٌ . (رواه أبوداود، ٢٥٤)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ ہم نے ضماد لگایا ہوتا اور ہم غسل کرتی تھیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحالت غیر احرام یا بحالت احرام ہوتی تھیں۔

٨١٣۔ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلاَءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ أَوْ قَالَ يَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ (رواه أبوداود ٢٢٩)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر آتے اور ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت بھی کھاتے اور آپ ﷺ کو کوئی چیز بھی جنابت کے علاوہ قرآن پڑھنے سے نہیں روکتی تھی۔

---

(٨١٠) ترمذی: ١٢٣۔ ضعيف، البانی: ١٧۔ ابن ماجه: ٥٨٠.

(٨١١) ابوداؤد: ٢٥٦۔ ضعيف، البانی: ٤٨.

(٨١٢) ابوداؤد: ٢٥٤۔ البانی، صحيح: ٢٢٩۔ احمد: ٢٣٩٨١.

(٨١٣) ابوداود: ٢٢٩۔ ضعيف، البانی: ٣٩۔ ترمذی: ١٤٦۔ نسائی: ٢٦٦۔ ابن ماجه: ٥٩٤۔ احمد: ١١٢٦.

٨١٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَمْ يَرَ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْساً. (لرزين)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (رزین)

٨١٥۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ. (رواه الطبرانی فی الكبير والصغير.)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ (الکبیر اور الصغیر)

٨١٦۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ. (رواه البخاری، ٢٨٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت سے ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو اپنے پردے کے مقام کو دھوتے اور نماز کے وضو کی مثل وضو کرتے۔

٨١٧۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ. (رواه مسلم، ٣٠٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب آپ ﷺ جنابت سے ہوتے اور کھانے کا یا سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کے وضو جیسا وضو کرتے تھے۔

٨١٨۔ ومنها سألها عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الأَمْرِ سَعَةً. (رواه مسلم ٣٠٧)

ان روایات میں سے کہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: آپ ﷺ سونے سے پہلے کیا غسل کرتے تھے یا آپ ﷺ غسل کرنے سے پہلے سوتے تھے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ ہر ایک طریقہ ہوتا تھا جب آپ ﷺ جماع کرتے تو کبھی غسل کرتے اور پھر سوتے تھے اور کبھی وضو کرتے اور سو جاتے۔ راوی نے کہا میں نے کہا سب تعریفیں اس ذات حق کے لیے ہیں جس نے دین کا معاملہ آسان رکھا ہے۔

٨١٩۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يَمَسُّ مَاءً.

اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں سو جاتے اور پانی کو ہاتھ تک بھی نہ لگاتے۔

---

(٨١٤) زرين.

(٨١٥) طبرانی كبير و صغير ورجاله موثقون، هيثمی: ١٥١٢.

(٨١٦) بخاری: ٢٨٨۔ مسلم: ٣٠٥۔ نسائی: ٢٥٨۔ ابوداؤد: ٢٢٤۔ ابن ماجه: ٥٩٣۔ احمد: ٢٥٨٥۔ دارمی: ٧٥٧.

(٨١٧) مسلم: ٣٠٥۔ نسائی: ٢٥٨۔ ابوداؤد: ٢٢٤۔ ابن ماجه: ٥٩٣۔ احمد: ٢٥٨٥۔ دارمی: ٧٥٧.

(٨١٨) مسلم: ٣٠٧۔ ترمذی: ٢٢٩٤۔ نسائی: ٢٢٢۔ ابوداؤد: ١٤٣٧۔ احمد: ٢٤٨١٦.

(رواه الترمذی ، ۱۱۸)

۸۲۰۔ عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَـنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاأَرَادَ أَنْ يَـأْكُلَ أَوْيَشْرَبَ قَالَتْ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ . (للنساء ۲۵۷)

اور یہ روایت بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کھانے یا پینے کا ارادہ کرتے تو دونوں ہاتھ دھوتے اور پھر کھاتے یا پیتے تھے۔

۸۲۱۔ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّـنَـامَ أَوْ يَـطْـعَـمَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ وَجْهَـهُ وَيَدَيْهِ إِلٰى الْمِرْفَقَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ طَعِمَ أَوْ نَامَ . (رواه مالك ۱۱۱)

نافع روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب ارادہ کرتے سونے کا یا کھانے کا اور جنابت کی حالت میں ہوتے تو اپنا چہرہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوتے اور سر پر مسح کرتے پھر کھاتے یا سوتے۔'' (امام مالک)

۸۲۲۔ عَـنْ أَبِـیْ هُـرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِـیْ طَـرِيْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَأَنَا جُـنُـبٌ فَـاخْتَنَسْتُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِـئْتُ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَاأَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ إِنِّـی كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لاَ يَنْجُسُ (رواه أبوداود ۲۳۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے کسی راستے پر رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی اور میں بحالت جنابت تھا پس میں کھسک گیا اور غسل کیا پھر میں آیا پس آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! تو کہاں تھا؟ ان نے عرض کی: میں جنبی تھا اور میں نے بغیر طہارت آپ ﷺ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ پاک ہے اور مسلمان نجس نہیں ہوتا ہے۔

مفردات:...... فَاخْتَنَسْتُ میں چپکے سے کھسک گیا۔

۸۲۳۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ وَعُدِلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور صفیں سیدھی ہو گئیں پس رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے اور جب آپ ﷺ مصلیٰ پر کھڑے ہو چکے تو

(۸۱۹) ترمذی: ۱۱۸۔ صحیح، البانی: ۱۰۳۔ ابوداؤد: ۲۸۸۔ ابن ماجہ: ۵۸۳۔ احمد: ۲٤۸٤۹.

(۸۲۰) نسائی: ۲۵۷۔ صحیح، البانی: ۲۵۱۔ بخاری: ۲۸۸۔ مسلم: ۳۰۵۔ ابوداؤد: ۲۲٤۔ ابن ماجہ: ۵۸٤۔ احمد: ۲۵۸۵۱۔ دارمی: ۷۵۷.

(۸۲۱) مؤطا: ۱۱۱.

(۸۲۲) ابوداؤد: ۲۳۱۔ صحیح، البانی: ۲۱۲۔ بخاری: ۲۸۵۔ مسلم: ۳۷۱۔ ترمذی: ۱۲۱۔ نسائی: ۲٦۹۔ ابن ماجہ: ۵۳٤۔ احمد: ۹۷۳۵.

(۸۲۳) بخاری: ۲۷۵۔ مسلم: ٦۰۵۔ نسائی: ۸۰۹۔ ابوداؤد: ۲۳۵۔ احمد: ۱۰۳٤۱.

فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَاوَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. (رواه البخاری ٢٧٥)

آپ ﷺ کو یاد آیا کہ آپ بحالت جنابت ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسی طرح اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ پھر آپ ﷺ واپس گئے، غسل کیا اور پھر ہماری طرف تشریف لائے اور آپ ﷺ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

٨٢٤ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ وَانْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ. (رواه أبوداود ٢٣٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اور ہم لوگ آپ کی تکبیر کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ ﷺ واپس چلے گئے۔

٨٢٥ ـ وَفِيْ أُخْرٰی: ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ أَوْ مَأَ إِلَى الْقَوْمِ أَنِ اِجْلِسُوْا فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ. (لأبی داود ٢٣٣) (وَكَذَا لِمَالِكَ وَالنَّسَائِيّ أَنَّهُ كَبَّرَ)

اوران کی دوسری روایت میں ہے: پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اسکے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ اور آپ ﷺ گئے اور غسل کیا۔" (اسی طرح مالک اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی)

٨٢٦ ـ وَلِأَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ نَحوَهُ فِيْهِ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا. (لأبی داود، ٢٣٣)

امام ابوداؤد نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مثل اس کے روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو فرمایا: "یقیناً میں بشر ہوں اور میں جنابت سے تھا۔"

٨٢٧ ـ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ صَلّٰى بِالنَّاسِ الصُّبْحَ ثُمَّ غَدَا إِلٰى أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَوَجَدَفِيْ ثَوْبِهِ احْتِلَامًا فَقَالَ إِنَّا لَمَّا أَصَبْنَا الْوَدَكَ لَأَنْتِ الْعُرُوْقُ (رواه مالك:١١٥)

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور پھر مقام جرف میں اپنی زمین میں چلے گئے اور اپنے کپڑے میں احتلام کا اثر دیکھا تو کہا: جب ہم گوشت کھاتے ہیں تو میری رگیں نرم ہو جاتی ہیں۔"

---

(٨٢٤) ابوداؤد: ٢٣٣ـ صحیح البانی: ٢١٣ـ بخاری: ٦٤٠ـ مسلم: ٦٠٥ـ نسائی: ٨٠٩ـ احمد: ١٩٩٤٦.

(٨٢٥) ابوداؤد: ٢٣٣ـ صحیح البانی: ٢١٣ـ بخاری: ٦٤٠ـ مسلم: ٦٠٥ـ نسائی: ٨٠٩ـ احمد: ١٩٩٤٦.

(٨٢٦) ابوداؤد: ٢٣٣ـ صحیح، البانی: ٢١٤ـ بخاری: ٦٤٠ـ مسلم: ٦٠٥ـ نسائی: ٨٠٩ـ احمد: ١٩٩٤٦.

(٨٢٧) مؤطا: ١١٥ـ

مفردات:...... اَلْوَدْكُ چربی۔

٨٢٨۔ وفي رواية: فَقَالَ لَقَدِ ابْتُلِيْتُ بِالْاِحْتِلَامِ مُنْذُ وُلِّيْتُ أَمْرَ النَّاسِ فَاغْتَسَلَ وَغَسَلَ مَا رَأَى فِيْ ثَوْبِهِ مِنَ الْاِحْتِلَامِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ أَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ . (رواه مالك١١٤)

ایک روایت میں ہے: کہا میں احتلام میں مبتلا ہو گیا ہوں جب سے میں لوگوں کا حاکم بنایا گیا ہوں اور غسل بھی کیا اور لباس میں احتلام کا جو اثر دیکھا تھا اس کو بھی دھویا، پھر سورج طلوع ہونے کے بعد نماز پڑھی۔ (مالک)

٨٢٩۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَغْتَسِلَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَعِنْدَ الْعَتَمَةِ. (رواه الطبراني في الكبير وفيه رائطة أم ولد أنس)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نصف النہار اور عشاء کے وقت غسل کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔'' (الکبیر اور اس کی سند میں انس کی ام ولدہ رائطہ ہیں)

٨٣٠۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَجُلًا جَآءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَيُخْطِىءُ بَعْضَ جَسَدِهِ الْمَاءُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ ذٰلِكَ الْمَكَانَ ثُمَّ يُصَلِّيْ (رواه الطبراني في الكبير.)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے غسل جنابت کیا اور اس کے جسم کے بعض حصے کو پانی نہ پہنچا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس جگہ کو دھوئے اور پھر نماز ادا کرے۔'' (الکبیر)

٨٣١ــــ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُمْرٍو قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ، ثُمَّ ظَهَرَمِنْ ذَكَرِهٖ شَيْءٌ فَلْيَتَوَضَّأْ. (رواه الطبراني في الكبير بضعف ٣١٨٥)

سیدنا حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے اور پھر اس کے ذکر سے کوئی چیز نکل کر ظاہر ہو تو وہ وضو کرے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

٨٣٢۔ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ. (رواه النسائي ٢٦١)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا جنبی یا کتا موجود ہو۔''

---

(٨٢٨) مؤطا: ١١٤.

(٨٢٩) طبراني كبير۔ رائطہ جو کہ انس کی ام ولد ہے غیر معروف ہے۔ هيثمي: ١٤٦٣.

(٨٣٠) طبراني كبير ورجاله موثقون۔ هيثمي: ١٤٨٠.

(٨٣١) طبراني كبير: ٣١٨٥۔ اس میں بقیہ بن ولید ہے جو کہ مدلس ہے۔

(٨٣٢) نسائي: ٢٦١۔ ضعيف، الباني: ٨۔ ابوداؤد: ٤١٥٣۔ ابن ماجه: ٣٦٥٠۔ احمد: ١٢٧٣۔ دارمي: ٢٦٦٣۔

شرح: ......١۔ پہلے حکم تھا کہ جب آدمی بیوی سے جماع کرے انزال نہ ہوا ہوتو غسل فرض نہیں ہوتا تھا۔مگر اب یہ منسوخ ہو چکا ہے،آدمی جب بیوی سے دخول کرے،انزال ہوا ہو یا نہ ہو،غسل واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہی ذہن میں آتا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ ان کے نزدیک مطلب ہے کہ ایک آدمی کو بغیر جماع اگر احتلام ہوا ہے تو تب بھی غسل واجب ہے،نہیں ہوا تو واجب نہیں یہ ان کا قول ہے اور یہ مسئلہ ٹھیک ہے کہ احتلام ہوگا تو غسل ہے وگرنہ نہیں۔مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ یہ حکم بہرصورت منسوخ ہو چکا ہے کہ بیوی سے جماع سے اگر انزال نہ ہوا ہوتو غسل واجب نہ تھا۔اب یہ منسوخ ہو چکا ہے اور یہ حکم ہے کہ بیوی سے دخول کے بعد انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو غسل واجب ہے۔

٢۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ احتلام کی صورت عورتوں کو بھی پیش آتی ہے مگر بہت کم آتی ہے،اس لیے صحابیہ رضی اللہ عنہا حیران ہوئی تھیں۔اگر خواب میں عورت دیکھے کہ اس کا خاوند اس سے جماع کر رہا ہے مگر احتلام نہیں ہوا تو اس عورت پر غسل واجب نہیں اگر احتلام ہوگیا ہے تو پھر اس پر غسل واجب ہے۔یہی صورت حال اگر ایک آدمی کو پیش آتی ہے کہ خواب میں اسے ایسی چیز نظر نہیں آئی جس سے احتلام کا امکان ہو مگر تراوٹ موجود ہے تو یہ غسل کرے گا۔

اور اگر ایک آدمی تراوٹ نہیں پاتا۔مگر اسے خواب میں احتلام نظر آیا ہے تو اس پر غسل نہیں۔

باقی رہی بات کہ عورت اور مرد دونوں کو انزال ہوتا ہے،تب ہی بچہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ بچے کی پیدائش دونوں کے آب جوہر کی آمیزش سے ہوتی ہے اور آدمی یا عورت کے پانی کے غلبہ سے جو مشابہت کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد بچے کے مزاج اور لڑکی یا لڑکا ہونے میں اس کی مشابہت ہے جس کا آب جوہر سبقت لے جاتا ہے،اسی کی مشابہت ہو جاتی ہے۔مرد کا آب جوہر سبقت لے جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کا سبقت لے جائے تو لڑکی ہوتی ہے۔اور جس کے آب جوہر کا غلبہ یا کثرت ہو تو لڑکی یا لڑکے کی شکل اس کے مطابق ہوتی ہے۔مرد کے آب جوہر کا غلبہ یا کثرت ہو تو شکل اس کے مطابق ہوتی ہے،خواہ لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو۔اور اگر عورت کے آب جوہر کا غلبہ یا کثرت ہو تو خواہ لڑکا ہو شکل ماں پر ہوتی ہے۔(مرعاة:١/٤٩٤)

٣۔غسل جنابت کے لیے تقریباً اڑھائی کلو کے قریب پانی استعمال کرنے کی ترغیب ہے۔یعنی پانی زیادہ ضائع نہ کیا جائے کم از کم استعمال کیا جائے۔

اور میاں بیوی ایک برتن سے اکٹھے غسل جنابت کر سکتے ہیں۔

غسل کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ استنجاء کیا جائے پھر مٹی یا صابن سے ہاتھ صاف کیے جائیں پھر نماز والا وضو کیا جائے اور پھر تین بار انگلیاں گزار کر سر کے بالوں کا خلال کیا جائے۔پھر تین چلو پانی ڈالا جائے۔اس کے بعد غسل کیا جائے اور بعد میں باہر آ کر پاؤں دھو لیے جائیں اگر شرمگاہ پر ہاتھ لگ جائے تو غسل درست ہے وضو نیا کر لیا جائے ورنہ اسی غسل

والے وضو سے نماز پڑھی جا سکتی ہے نئے وضو کی ضرورت نہیں۔

جنابت کے غسل میں عورت اپنے گندھے ہوئے بال نہ بھی کھولے تو کوئی حرج نہیں انہیں تر ضرور کرے۔

۴۔ حالت جنابت میں عام ذکر جائز ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت کی ممانعت ہے۔

بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ ہو تو وضو کرنا بہتر ہے، ضروری نہیں، اگر حالت جنابت میں کچھ کھانا پینا ہو تو بہتر ہے وضو کرے وگرنہ صرف ہاتھ دھو لے تو کافی ہے نہ بھی دھوئے تو جائز ہے۔ جلدی ہی غسل جنابت ہو درست ہے وگرنہ نماز فجر سے پہلے ضروری ہے، کیونکہ اس حالت میں فرشتے قریب نہیں آتے۔

اور غسل جنابت یاد نہ رہے تو جب بھی یاد آئے اسی وقت غسل کر لے اور حالت جنابت میں غلطی سے جماعت کروا دی ہو تو اپنی نماز امام دہرا لے یا اکیلا ہو تو غسل کے بعد دہرا لے لوگوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں، ان کی نماز درست ہے۔

اَلْحَمَّامُ وَغُسْلُ الْإِسْلَامِ وَالْحَائِضِ

حمام، غسل الاسلام اور حیض کا بیان

۸۳۳۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ فِي المَيَازِرِ. (رواہ الترمذی ۲۸۰۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد و خواتین سب کو حمام میں داخل ہونے سے منع کیا، پھر بعد میں مردوں کو ازار پہنے ہوئے داخل ہونے کی اجازت دیدی۔

مفردات: ...... اَلْمَيَازِر اس کا واحد مِئْزَرٌ تہبند۔

۸۳٤۔ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ مِمَّنْ أَنْتُنَّ قُلْنَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَتْ لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُوْرَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ نَعَمْ قَالَتْ أَمَّا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَامِنِ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ تَعَالَى مِنْ حِجَابٍ (رواہ أبوداود، ٤٠١٠)

ابوالملیح کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شام کی عورتیں آئیں تو انہوں نے کہا: کیا تم اس علاقے کی خواتین ہو جہاں کی عورتیں حمام میں داخل ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: جو عورت اپنے خاوند کے گھر کے سوا کسی جگہ اپنا لباس اتارتی ہے تو وہ اپنے اور رب تعالیٰ کے درمیان سے پردہ چاک کر دیتی ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی)

---

(۸۳۳) ترمذی: ۲۸۰۲۔ ابوداؤد: ٤۰۰۹۔ ابن ماجہ: ۳۷٤۹۔ ضعیف، البانی: ۵۳۰.

(۸۳٤) ابوداؤد: ٤۰۱۰۔ ترمذی: ۲۸۰۳۔ ابن ماجہ: ۳۷۵۰۔ احمد: ۲۵۷۷۲۔ دارمی: ۲٦۵۱۔ صحیح، البانی: ۳۳۸٦.

مفردات:...... اَلْکُوْرَۃِ علاقہ شہر۔

٨٣٥۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ إِنَّہَا سَتُفْتَحُ لَکُمْ أَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِیْہَا بُیُوْتاً یُقَالُ لَہَا الْحَمَّامَاتُ فَلاَ یَدْخُلْنَہَا الرِّجَالُ إِلَّا بِالأُزُرِ وَامْنَعُوْہَا النِّسَاءَ إِلَّا مَرِیْضَةً أَوْ نُفَسَاءَ . (رواہ أبوداود ٤٠١١)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لیے عجمی علاقے فتح کیے جائیں گے اور تم وہاں کچھ تعمیرات پاؤ گے جن کو حمامات کہا جاتا ہوگا۔ پس ہرگز ان میں ازار کے بغیر مرد داخل نہ ہوں اور عورتوں کو حالت مرض یا زچگی کے علاوہ داخل ہونے کی ممانعت کردو۔'' (ابوداؤد)

٨٣٦۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَلْیَوْمِ الآخِرِ فَلاَ یَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَیْرِ إِزَارٍ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلاَ یُدْخِلْ حَلِیْلَتَہُ الْحَمَّامَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلاَ یَجْلِسَ عَلَی مَائِدَۃٍ یُدَارُ عَلَیْہَا بِالْخَمْرِ . (رواہ الترمذی ،٢٨٠١)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ازار کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بلا عذر اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو وہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چلتا ہو۔'' (ترمذی اور نسائی)

٨٣٧۔ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: خَرَجْتُ مِنَ الْحَمَّامِ فَلَقِیَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مِنْ أَیْنَ یَا أُمَّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ مِنَ الْحَمَّامِ فَقَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہِ مَا مِنِ امْرَأَۃٍ تَضَعُ ثِیَابَہَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ أَحَدٍ مِّنْ أُمَّہَاتِہَا إِلَّا وَہِیَ ہَاتِکَۃٌ کُلَّ سَتْرٍ بَیْنَہَا وَبَیْنَ الرَّحْمٰنِ . (رواہ أحمد ٢٦٤٩٨ ، وللکبیر)

سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حمام سے نکلی کر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام درداء! تو کہاں سے آرہی ہے؟ میں نے عرض کی کہ حمام سے نکل کر آرہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو عورت اپنی ماؤں کے علاوہ کسی اور کے گھر میں لباس اتارتی ہے تو وہ اپنے اور رحمٰن کے درمیان کے تمام پردے چاک کردیتی ہے۔'' (احمد اور الکبیر)

---

(٨٣٥) ابوداؤد: ٤٠١١۔ ابن ماجہ: ٣٧٤٨۔ ضعیف، البانی: ٨٦٦.

(٨٣٦) ترمذی: ٢٨٠١۔ احمد: ١٤٢٤١۔ دارمی: ٢٠٩٢۔ حسن، البانی: ٢٢٤٦.

(٨٣٧) احمد: ٢٦٥٩٨۔ طبرانی کبیر ورجالہ رجال الصحیح، ہیثمی: ١٥١٧.

٨٣٨ ــ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ صُنِعَتْ لَهُ النَّوْرَةُ وَدَخَلَ الْحَمَّامَاتِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ، فَلَمَّا دَخَلَهٗ وَجَدَ حَرَّهٗ وَغَمَّهٗ قَالَ: أَوْهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ أَوْهٗ أَوْهٗ قَبْلَ أَنْ لَايَنْفَعَ أُوْهٗ. أُوْهٗ أُوْهٗ. (رواه الطبرانی فی الکبیر بضعف)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جس کے لیے نورہ اور حمام تیار کیا گیا وہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہیں جب وہ اس میں داخل ہوئے اور اس کی حرارت اور بھاپ دیکھی تو کہا: ہائے! اللہ کا عذاب ہائے ہائے! پہلے اس سے کہ ہائے ہائے کہنا کوئی فائدہ نہ دے۔'' (الکبیر سند ضعیف)

٨٣٩ ــ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: أَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ فَيُنَوِّرُهٗ صَاحِبُ الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ حَقْوَهٗ قَالَ لِصَاحِبِ الْحَمَّامِ: أُخْرُجْ. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوتے تو حمام کا مالک ان کو نورہ لگاتا اور جب ازار کے کمر بند تک پہنچتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما حمام کے مالک کو کہتے: اب تو حمام سے باہر نکل جا۔

٨٤٠ ــ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِیَّ يَقُوْلُ: اَلْفَخِذُ فِی الْمَسْجِدِ عَوْرَةٌ وَفِی الْحَمَّامِ لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ. (رواه الطبرانی فی الکبیر)

ولید بن مسلم نے کہا: میں نے اوزاعی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ ران مسجد میں پردے کے مقام میں داخل ہے اور حمام میں جا کر پردے میں داخل نہیں ہے۔

شــرح: ......ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا حمام میں نہانا منع ہے اگر مرد نہائیں تو تہبند وغیرہ باندھ کر نہائیں۔

یہ ان حماموں کی بابت حکم ہے جہاں مرد اور عورتیں مل جل کر نہائیں۔ اگر عورتوں کے لیے علیحدہ غسل خانے ہوں اور فاصلے پر مردوں کے علیحدہ ہوں اور پردے کا انتظام ہو تو پھر عورتوں کے نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ ممانعت کی اصل وجہ شرمگاہ کا کھلنا ہے اگر اس کا پردہ ہو تو پھر کوئی ممانعت نہیں۔

آج کل جو پارک وغیرہ تیار کیے گئے ہیں اور مرد وخواتین وہاں جاتے ہیں، حدیث ان کی اجازت نہیں دیتی اگرچہ ان میں مردوں کے نہانے کا الگ انتظام ہوتا ہے اور عورتوں کا الگ ہوتا ہے پھر بھی نظر آنے کا کافی اندیشہ ہوتا ہے اور پھر اس میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے جو کہ بہت خطرناک ہے۔

---

(٨٣٨) طبرانی کبیر و الاوسط، وفیه اسمٰعیل بن عبدالرحمن اودی وهو ضعیف، هیثمی: ١٥٢٦.

(٨٣٩) طبرانی کبیر ورجاله رجال الصحیح، هیثمی: ١٥٢٩.

(٨٤٠) طبرانی کبیر، هیثمی: ١٥٣١.

۲۔ مسلمان اپنے دستر خوان پر شراب نہیں رکھتا بلکہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اسے پیتا نہیں۔ اگر مسلمان ہو دستر خوان پر شراب اور جام وسبو گردش کر رہے ہوں تو پھر ایمان پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

شراب اور ان حماموں میں جہاں پردہ نہیں ان دونوں کی ممانعت کا اکٹھا بیان اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں کام شرم وحیاء کے خلاف ہیں۔

۳۔ اور جو یہ بیان ہوا ہے کہ ماں کے گھر کے علاوہ کپڑے اتارنے والی اپنی خود پردہ دری کرتی ہے۔

اس میں بھی یہی شرمگاہ کھولنے کی بات ہے وگرنہ خاوند کے لیے اس کی اجازت ہے۔ دوران راہ یا کسی کے گھر مہمان جائیں تو کبھی نہانا پڑتا ہے یا ضرورت انسانی پیش آ جاتی ہے، لباس اتارنا پڑتا ہے اگر یہ پردہ میں ہو تو کوئی گناہ نہیں۔ مذمت اس بات کی ہے جو بلا ضرورت شرمگاہ کھولی جائے۔

٨٤١ــــ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيْدُ الإِسْلَامَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ . (رواه أبوداود ٣٥٥)

سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا ارادہ اسلام لانے کا تھا، پس آپ ﷺ نے مجھے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کرنے کا حکم دیا۔

٨٤٢ــــ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ قَدْأَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُوْلُ احْلِقْ .

عثیم بن کلیب اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں اسلام لے آیا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے اوپر سے کفر کے بال اتار دے فرمایا مونڈ دے۔"

٨٤٣ـ قَالَ وَأَخْبَرَنِيْ آخَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِآخَرَ مَعَهُ: أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ هُمَا (لأبی داود ٣٥٦)

اس نے کہا: مجھے خبر دی ایک دوسرے مرد نے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھی کو فرمایا: "اپنے اوپر سے کفر کے بال اتار دے اور ختنہ بھی کر۔" (ابوداؤد)

٨٤٤ــــ عَنْ قَتَادَةَ أَبِيْ هِشَامٍ قَالَ: أَنَّهُ ﷺ يَأْمُرُ مَنْ أَسْلَمَ أَنْ يَخْتَتِنَ ، وَإِنْ كَانَ ابْنَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً . (رواه الطبرانی فی الكبير ١٩/١٤)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر اس شخص کو حکم دیتے جو نیا مسلمان ہوتا تھا کہ وہ اپنا ختنہ کرائے خواہ وہ اسی (٨٠) سال کا ہوتا۔"

---

(٨٤١) ابوداؤد: ٣٥٥ـ ترمذی: ٦٠٥ـ احمد: ٢٠٠٨٨ـ صحیح، البانی: ٣٤٢.

(٨٤٢) احمد: ١٥٠٠٦ـ حسن، البانی: ٣٤٣ـ ابوداؤد: ٣٥٦.

(٨٤٣) ابوداؤد: ٣٥٦ـ حسن، البانی: ٣٤٣.

(٨٤٤) طبرانی کبیر: ١٤/١٩ ورجاله ثقات، هيثمی: ١٥٦٣.

شرح:......۱۔ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو آدمی ملت کفر وشرک چھوڑ کر ملت اسلام میں داخل ہو تو اسے غسل کرنا چاہیے اور جس پانی سے اسے غسل دیا جائے اس میں بیری کے پتے ڈال دیئے جائیں تاکہ کفر کی نجاست سے اچھی طرح نظافت وطہارت حاصل ہو، میل کچیل دور ہو جائے، گندی بو کا ازالہ ہو اور جسم پاکیزہ اور عمدہ ہو جائے، کفر وشرک کی موت سے نکل کر اسلامی زندگی کا تصور باقی رہے۔

۲۔کفر کی حالت میں جس طرح کے بھی بال رکھے ہوئے تھے انہیں صاف کروا دے اور حلق کروائے، اس کے بعد اسلامی بال جیسے چاہے رکھے مگر ایک دفعہ تبدیلی کا احساس بیدار کرتے ہوئے ضرور حلق کروائے۔

۳۔اسلام چونکہ ایک فطرتی دین ہے اور ختنہ کروانا بھی فطرتی کاموں میں سے ہے، اس لیے کسی بھی عمر میں ہو غیر مسلم جب مسلمان ہو، وہ ختنہ کروائے۔

٨٤٥۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً (مِنَ الأَنْصَارِ)سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مِّنْ مَسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُقَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْ فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبِعِيْ بِهَا أَثَرَالدَّمِ. (رواه البخاري: ٣١٤)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک انصاری عورت نے نبی کریم ﷺ سے غسل حیض کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کو غسل کرنے کا طریقہ بتایا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اون کا یا روئی کا ٹکڑا کستوری لگا کر ساتھ رکھ اور اس سے طہارت کر اس نے کہا میں اس سے کیسے طہارت کروں؟ فرمایا تو اس سے طہارت کر اس نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: سبحان اللہ تو طہارت کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی جانب کھینچا اور کہا: جہاں جہاں خون کا اثر ہو وہاں اس کو استعمال کر۔

٨٤٦۔ وفي رواة: خُذِيْ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِيْ ثَلاَثاً ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ تَوَضَّئِيْ بِهَا فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِدُ النَّبِيُّ ﷺ (رواه البخاري ٣١٥)

اور ایک روایت میں ہے: روئی کا ٹکڑا کستوری لگا کر اس سے تین بار پاکی کر پھر آپ ﷺ کو حیا مانع آیا اور دوسری جانب منہ پھیر دیا تو میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ کر جو آپ ﷺ بتانا چاہتے تھے وہ اس کو بتایا۔

---

(٨٤٥) بخاري: ٣١٤۔ مسلم: ٣٣٢۔ نسائي: ٤٢٧۔ ابوداود: ٣١٣۔ ابن ماجه: ٦٤٢۔ احمد: ٢٥٠٢٤۔ دارمي: ٧٧٣.

(٨٤٦) بخاري: ٤١٥۔ مسلم: ٣٣٢۔ نسائي: ٤٢٧۔ ابوداود: ٣١٣۔ ابن ماجه: ٦٤٢۔ احمد: ٢٥٠٢٤۔ دارمي: ٧٧٣.

(٨٤٧) مسلم: ٣٣٢۔ بخاري: ٧٣٥٧۔

٨٤٧۔ قَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ . (رواه مسلم، ٣٣٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بہترین خواتین انصاری کی عورتیں تھیں، ان کو دین سمجھنے سے حیا مانع نہ ہوتا تھا۔

٨٤٨۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ أَسْمَاءُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ قَالَ تَأْخُذُ سِدْرَهَا وَمَا ئَهَا فَتَوَضَّأُ ثُمَّ تَغْسِلُ رَأْسَهَا وَتَدْلُكُهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْمَاءُ أُصُوْلَ شَعْرِهَا ثُمَّ تَفِيْضُ عَلَى جَسَدِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ فُرْصَتَهَا فَتَطَهَّرُ بِهَا . نَحْوَهُ . (رواه أبوداود، ٣١٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ہم میں سے جب کوئی عورت حیض سے پاک ہوتو وہ طہارت کیسے کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے تیار کردہ بیری کے پتے اور پانی لے کر وضو کرے پھر دھوئے اور مل کر دھوئے یہاں تک کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہائے اور پھر روئی کا ٹکڑا اس سے طہارت کرلے۔''

٨٤٩۔ عَنْ أُمَيَّةَ بِنْتِ أَبِيْ الصَّلْتِ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِيْ غَفَّارٍ قَدْ سَمَّا هَا لِيْ قَالَتْ أَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى حَقِيْبَةِ رَحْلِهِ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الصُّبْحِ فَأَنَاخَ وَنَزَلَ عَنْ حَقِيْبَةِ رَحْلِهِ فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِنِّيْ فَكَانَتْ أَوَّلُ حَيْضَةٍ حِضْتُهَا قَالَتْ فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بِيْ وَرَأَى الدَّمَ قَالَ مَالَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَأَصْلِحِيْ مِنْ نَفْسِكِ ثُمَّ خُذِيْ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ فَاطْرَحِيْ فِيْهِ مِلْحاً ثُمَّ اغْسِلِيْ مَا أَصَابَ الْحَقِيْبَةَ مِنَ الدَّمِ ثُمَّ عُوْدِيْ لِمَرْكَبِكِ قَالَتْ فَلَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْفَيْءِ قَالَتْ

امیہ بنت ابی صلت نے بنوغفار کی عورت سے روایت کی اور اس نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے سامان پر بٹھایا۔ اس نے کہا: بخدا رسول اللہ ﷺ فجر کے وقت ہی اترے اور اونٹ بٹھایا اور میں سواری کے سامان کے اوپر سے اتری تو اس پر میرا خون لگا تھا اور یہ پہلا حیض تھا جو مجھے شروع ہوا تھا۔ تو میں ناقہ سے چمٹ گئی اور مجھے حیا آیا: جب رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی اور خون بھی دیکھا تو فرمایا: تجھے کیا ہوا شاید تجھے حیض آیا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: تو اپنی جان درست کر اور برتن میں پانی لے کر اس میں نمک ملا اور سامان پر جو خون لگا ہے وہ بھی دھو اور اپنی سواری پر لوٹ کر بیٹھ۔ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو مالِ فئے میں سے ہمیں بھی عنایت کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ عورت جب بھی حیض سے پاک ہوتی

(٨٤٨) ابوداؤد: ٣١٤۔ حسن، صبحيح: ٣٠٦.

(٨٤٩) ابوداؤد: ٣١٣۔ احمد: ٢٦٥٩٥۔ ضعيف، البانی: ٦٦.

وَكَانَتْ لاَ تَطَّهَّرُ مِنْ حَيْضَةٍ إِلَّا جَعَلَتْ فِيْ طَهُوْرِهَا مِلْحاً وَأَوْصَتْ بِهِ أَنْ يَّجْعَلَ فِي غُسْلِهَا حِيْنَ مَاتَتْ. (رواه أبو داود:٣١٣)

اپنے طہارت کے پانی میں نمک ملاتی تھی اور اس نے وصیت کی کہ جب وہ فوت ہو تو اس کے غسل میں نمک ملایا جائے۔ (ابوداؤد)

شرح:......ان احادیث میں (۸۴۹) والی حدیث تو ضعیف ہے، اس پر تبصرے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ انصار کی عورتوں کی تعریف بیان ہوئی ہے کہ وہ دین کی بات سمجھنے میں شرماتی نہ تھیں، اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جس سے بہت ساری دینی معلومات حاصل ہوتی ہیں، شرم وحیاء وہ برے کاموں سے رکھتی تھیں، اچھے کاموں میں نہیں۔

۳۔ جب حیض ختم ہو جائے تو عورت غسل کرے۔ پانی میں بیری کے پتے ڈالے اور نماز والا سنوار کر وضو کرے، پھر اپنے سر پر پانی ڈالے، بالوں کی مینڈھیاں کھول لے نہ بھی کھولے تو پابندی نہیں علامہ عبیداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حیض والی عورت کے بالوں کو کھولنے کے متعلق روایات ضعیف ہیں۔ (مرعاۃ: ۱/ ۴۹۸)

مگر پانی کے ساتھ بالوں کو ملے تا کہ جڑوں تک بال تر ہو جائیں اور پھر اپنے اوپر پانی بہائے، اس سے فراغت کے بعد ایک روٹی کا ٹکڑا لے اور شرمگاہ کے نیچے جہاں خون گرتا رہا ہے، اس جگہ پر رکھے تا کہ کسی قسم کی بو باقی نہ رہے۔

۴۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ تعجب کے وقت یا مسرت کے وقت سبحان اللہ کہا جائے، تالیاں نہ بجائی جائیں جیسا کہ آج کل محفلوں میں عادت بن چکی ہے۔

اَلْحَيْضُ
حیض کا بیان

۸۵۰۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ الْيَهُوْدَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ الْمَرْأَةُ أَخْرَجُوْهَا مِنَ الْبَيْتِ وَلَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهَا فِي الْبَيْتِ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ سُبْحَانَهُ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِيْ الْمَحِيْضِ إِلَى أٰخِرِ الآيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ وَاصْنَعُوْا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قوم یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو نہ تو اس کے ساتھ وہ کھاتے پیتے اور نہ اس کے ساتھ ان گھروں میں یکجا رہتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی تجھ سے سوال کرتے ہیں حیض کے بارے میں۔ کہہ دیجیے وہ بیماری ہے پس تم حیض کی مدت میں عورتوں سے علیحدہ رہو...... پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جماع کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو۔ یہود کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ (نبی ﷺ)

(۸۵۰) ابوداؤد: ۲۵۸۔ صحیح، البانی: ۲۳۱۔ مسلم: ۳۰۲۔ ترمذی: ۲۹۷۷۔ نسائی: ۳۶۹۔ ابن ماجہ: ٦٤٤۔ احمد: ١٣١٦٤۔ دارمی: ١٠٥.

كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْيَهُوْدَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيْضِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا وَفِي رِوَايَةٍ وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا (رواه أبو داود ۸۵۸)

ہمارے کسی طریقے کو باقی رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔ پس اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آئے اور ہر دو نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہود ایسا ایسا کہتے ہیں۔ تو کیا ہم عورتوں سے جماع بھی کیا کریں؟ پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس متغیر ہوگیا اور ہمیں گمان ہوا کہ آپ ﷺ ان دو صحابہ رضی اللہ عنہم پر ناراض ہو گئے ہیں۔
وہ دونوں اٹھ کر چل دیئے اور آگے سے ان کے راستے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ کا تحفہ آ رہا تھا پس آپ ﷺ نے ان کے پیچھے قاصد روانہ کیا اور ان کو دودھ پلایا تو ان کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ان پر ناراض نہیں ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کے علاوہ کسی نے وہ دودھ نہیں پیا۔

۸۵۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ . (رواه الترمذی ۱۳۵)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص حائضہ سے جماع کرے اس کی شرمگاہ میں یا عورت کی دبر میں فعل بد کرے یا وہ کاہن (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس جائے تو اس نے کفر کیا اس دین کے ساتھ جو اللہ نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔“ (ترمذی)

۸۵۲۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُبَاشِرُهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يُمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ . (رواه البخاری ۳۰۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم ازواج مطہرات میں سے جب کوئی حیض سے ہوتی اور رسول اللہ ﷺ اس سے شغل کرنا چاہتے تو اس کو حکم دیتے کہ وہ اپنی حیض کی ازار کے اوپر دوسری ازار باندھ دے پھر اس سے مباشرت اور شغل کرتے اور تم لوگوں میں کون ہے جو اپنی جان پر قابو رکھ سکتا ہو؟ جیسا رسول اللہ ﷺ اپنے آپ پر قابو رکھ سکتے تھے؟

(۸۵۱) ترمذی: ۱۳۵۔ صحیح البانی: ۱۱٦۔ ابوداؤد: ۳۹۰٤۔ ابن ماجه: ٦۳۹۔ احمد: ۹۸۱۱۔ دارمی: ۱۱۳٦۔
(۸۵۲) بخاری: ۳۰۲۔ مسلم: ۳۲۱۔ ترمذی: ۲٤٦۸۔ نسائی: ۵۳۵۵۔ ابوداؤد: ۲٤٦۹۔ ابن ماجه: ۳٦۵۳۔ احمد: ۲۵۳۰۷۔ مالك: ٦۹۳۔ دارمی: ۱۰۵۸۔

٨٥٣۔ عن عائشة رضي الله عنها قَالَتْ أَنْ تَتَّزِرَ بِإِزَارٍ وَاسِعٍ ثُمَّ يَلْتَزِمُ صَدْرَهَا وَثَدْيَيْهَا . (رواه النسائی ٣٧٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے کہ وہ بڑی وسیع ازار پہن لے، پھر آپ ان کے سینے اور چھاتی سے اپنے جسم کو لگا لیتے تھے۔

٨٥٤ ـــ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ يَبْلُغُ أَنْصَافَ الْفَخِذَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ مُحْتَجِزَةً بِهِ (رواه النسائی ٢٨٧)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی سے مباشرت (شغل) کرتے جب کہ وہ حیض سے ہوتی اس کی ازار رانوں سے نیچے زانوؤں تک باندھی ہوتی جو پردہ بنتی۔

٨٥٥۔ عَنْ مُعَاذٍ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَحِلُّ لِيْ مِنْ اِمْرَأَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: مَا فَوْقَ الْإِزَارِ، وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ . (لرزین)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے میری بیوی سے کیا کچھ جائز ہے جب کہ وہ حائضہ ہو؟ فرمایا: ''ازار کے اوپر سے اور اس سے بھی بچنا افضل ہے۔'' (رزین)

٨٥٦۔ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا أَلْقٰى عَلٰى فَرْجِهَا ثَوْبًا . (رواہ أبوداود: ٢٧٢)

عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ بیوی سے مباشرت کا ارادہ کرتے تو اس کے ستر کے مقام پر کپڑا بطور پردہ ڈال دیتے تھے۔

٨٥٧ ـــ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَّقِيْ سُوْرَةَ الدَّمِ ثَلَاثًا ثُمَّ يُبَاشِرُ بَعْدَ ذٰلِكَ . (رواه الطبرانی فی الأوسط)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون کے مقام سے بچنے کے لیے تین پردے کر کے اس کے بعد مباشرت کرتے۔

٨٥٨۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ . (رواہ أبوداود: ٢٦٦)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی مرد بحالت حیض اپنی بیوی سے جماع کرے تو وہ نصف دینار صدقہ دیدے۔''

(٨٥٣) بخاری: ٣٠٢، مسلم: ٢٩٣.
(٨٥٤) بخاری: ٣٠٣، مسلم: ٢٩٤.
(٨٥٥) رزین.
(٨٥٦) قال الالبانی : صحیح.
(٨٥٧) طبرانی اوسط، وفیه سعید بن بشیر، شعبہ نے ثقہ کہا ہے ان سے حجت پکڑنے میں اختلاف ہے۔ هیثمی : ١٥٥٣.
(٨٥٨) ابوداؤد: ٢٦٦۔ ضعیف، البانی : ٥٠۔ ترمذی: ١٣٧۔ نسائی: ٣٧٠۔ ابن ماجه : ٦٥٠۔ احمد: ٣٤٦٣۔ دارمی: ١١٠٩.

٨٥٩ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا كَانَ دَماً أَحْمَرَ فَدِيْنَارٌ وَإِذَا كَانَ دَماً أَصْفَرَ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ . (رواه الترمذى ١٣٧)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر شروع حیض میں جماع کیا جب کہ خون سرخ تھا تو ایک دینار ہے اور خون منقطع ہونے کے قریب جماع کیا جب خون زرد تھا تو نصف دینار لازم ہے۔'' (ترمذی)

٨٦٠ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الَّذِيْ يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ يَتَصَدَّقُ بِدِيْنَارٍ أَوْ نِصْفِ دِيْنَارٍ قَالَ وَهٰذَا أَصَحُّ . (رواه أبوداود ٢٦٤)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جو اپنی حائضہ عورت سے جماع کرے وہ صدقہ دے ایک دینار یا نصف دینار'' اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کہا یہ صحیح روایت ہے۔

٨٦١ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ إِذَا أَصَابَهَا فِيْ أَوَّلِ الدَّمِ فَدِيْنَارٌ وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ . (رواه أبوداود ٢٦٥)

اور ان کی ایک روایت میں ہے: ''خون کے دوران جماع کیا تو دینار ہے اور خون کے منقطع ہونے کے وقت کیا تو نصف دینار ہے۔''

٨٦٢ ـ وَفِيْ أُخْرٰى أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمْسِ دِيْنَارٍ .

اور ایک روایت ہے کہ وہ پچاس دینار صدقہ دے۔

٨٦٣ ـ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ لِعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ امْرَأَةٌ تَكْرَهُ الْجِمَاعَ فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَهَا أَعْتَلَّتْ عَلَيْهِ بِالْحَيْضِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَإِذَا هِيَ صَادِقَةٌ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمُسَيْ دِيْنَارٍ . (رواه الدارمى ١١١٠ بإرسال .)

عبدالحمید بن زید بن خطاب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھی جو جماع کو ناپسند کرتی تھی۔ جب اس کے پاس عمر رضی اللہ عنہ جاتے تو وہ حیض کا بہانا بنا دیتی۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے جماع کر ہی دیا اور وہ سچ کہتی تھی یعنی حائض تھی پس عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو پانچ دینار صدقہ دینے کا حکم دیا۔ (یہ دارمی کی مرسل روایت ہے)

٨٦٤ ـ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا

---

(٨٥٩) ترمذی: ١٣٧ ـ الصحيح بهذا الثقيل عنه موقوف: ١١٨.

(٨٦٠) ابوداؤد: ٢١٦٩ ـ ابن ماجه: ٦٥٠ ـ احمد: ٣٤٦٣ ـ دارمی: ١١٠٥.

(٨٦١) ابوداؤد: ٢٦٥ ـ صحيح، موقوف: ٣٣٨ ـ

(٨٦٢) ابوداؤد: ٢١٦٩ ـ ابن ماجه: ٦٥٠ ـ احمد: ٣٤٦٣ ـ دارمی: ١١٠٥.

(٨٦٣) دارمی: ١١١٠ ـ مرسل ضعیف ہے۔

(٨٦٤) مسلم: ٢٩٧ ـ بخاری: ٢٠٢٩ ـ ترمذی: ٨٠٤ ـ نسائی: ٣٨٩ ـ ابوداؤد: ٢٤٦٩ ـ ابن ماجه: ١٧٧٨ ـ احمد: ٢٧٦٥٩ ـ مالك: ٦٩٣ ـ دارمی: ١٠٦٩.

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ . (رواه مسلم: ٢٩٧)

سر مبارک میں دھویا کرتی تھی جب کہ میں حائضہ ہوتی۔

٨٦٥۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ بدل أَغْسِلُ . (رواه البخاری ٢٩٥)

اور ایک روایت میں اَغْسِلُ کی بجائے اُرَجِّلُ (میں کنگھی کرتی) کا لفظ ہے۔

٨٦٦۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِيْ وَأَنَا حَائِضٌ (رواه البخاری ٧٥٤٩)

اور ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور آپ ﷺ کا سرمبارک میری گود میں ہوتا اور میں حائض ہوتی تھی۔

٨٦٧۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاوِلِيْنِيْ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ قُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ . (رواه مسلم ، ٢٩٨)

ان میں سے ایک یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: مسجد سے چھوٹی چٹائی اٹھا کر دیدے تو میں نے کہا میں حیض سے ہوں۔ فرمایا: ''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

٨٦٨۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةَ نَاوِلِيْنِيْ الثَّوْبَ فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ فَنَاوَلَتْهُ . (رواه مسلم ٢٩٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے کپڑا پکڑا دے تو میں نے عرض کی میں تو حائضہ۔ فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے، چنانچہ میں نے کپڑا آپ ﷺ کو پکڑا دیا۔

٨٦٩۔ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ إِحْدَانَا فَيَتْلُوْا الْقُرْآنَ وَهِيَ حَائِضٌ وَتَقُوْمُ إِحْدَانَا بِالْخُمْرَةِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَتَبْسُطُهَا وَهِيَ حَائِضٌ . (رواه النسائی ٢٧٣)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کسی ایک کی گود میں سرمبارک رکھ کر قرآن پڑھتے تھے اور وہ اس وقت حیض سے ہوتی تھی۔ اور ہم میں سے کوئی آپ ﷺ کی چٹائی مسجد میں ڈال دیتی جبکہ وہ حیض سے ہوتی۔'' (نسائی)

---

(٨٦٥) بخاری: ٢٩٥۔ مسلم: ٣٢١۔ ترمذی: ٢٤٦٨۔ نسائی: ٥٣٥٥۔ ابوداؤد: ٧٧۔ ابن ماجه: ٣٦٥٣۔ احمد: ٢٥٢٠٧۔ مالك: ٦٩٣۔ دارمی: ١٠٥٨.

(٨٦٦) بخاری: ٧٥٤٩۔ مسلم: ٣٠١۔ نسائی: ٣٨١۔ ابوداؤد: ٢٦٠۔ ابن ماجه: ٦٣٤۔ احمد: ٢٥٦٨٩.

(٨٦٧) مسلم: ٢٩٨۔ ترمذی: ١٣٤۔ نسائی: ٣٨٤۔ ابوداؤد: ٢٦١۔ ابن ماجه: ٦٣٢۔ احمد: ٢٥٥٥٣۔ دارمی: ١٠٧١.

(٨٦٨) مسلم: ٢٩٩۔ نسائی: ٣٨٣۔ احمد: ٩٢٤٩.

(٨٦٩) نسائی: ٢٧٣۔ حسن، البانی: ٢٦٣۔ احمد: ٢٦٢٦٨.

٨٧٠ ــ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: أَقَـلُّ الْحَیْضِ ثَلاثٌ ، وَأَکْثَرُہٗ عَشْرٌ (للکبیر ٧٥٨٦ ، والأوسط وفیه عبد الملك الکوفی عن العلاء بن کثیر .)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اقل حیض تین ایام ہے اور اکثر مدت حیض دس دن ہے۔'' (الکبیر والاوسط اور اس سند میں عبدالملک کوفی ہیں جو العلاء بن کثیر سے روایت کرتے ہیں)

٨٧١ ــ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْـحَـائِـضُ تَـنْظُرُ مَا بَیْنَهَا وَبَیْنَ عَشْـرٍ ، فَـإِنْ رَأَتِ الطُّهْرَ فَهِیَ طَاهِرٌ ، وَإِنْ جَـاوَزَتِ الْـعَشْـرَ فَهِیَ مُسْتَحَاضَةٌ تَغْتَسِلُ وَتُـصَـلِّـیْ ، فَـإِنْ غَلَبَهَـا الدَّمُ اِحْتَشَـتْ وَاسْتَثْـفَرَتْ وَتَوَضَّأَتْ لِکُلِّ صَلاةٍ وَتَنْتَظِرُ الـنُّـفَسَاءُ مَا بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْأَرْبَعِیْنَ فَإِنْ رَأَتِ الـطُّهْـرَ قَبْـلُ فَهِـیَ طَـاهِرٌ ، وَإِنْ جَاوَزَتِ الْأَرْبَـعِیْـنَ فَهِـیَ بِـمَـنْزِلَةِ الْمُسْتَحَاضَةِ . (رواه الطبرانی فی الأوسط)

سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حائضہ عورت انتظار کرے حیض کی ابتدا سے چالیس ایام تک، اگر اس سے پہلے خون رک جائے تو وہ پاک ہوگئی اور اگر چالیس ایام سے خون متجاوز ہو جائے تو وہ مستحاضہ ہے اور نفساء (زچگی والی) بچے کی پیدائش سے چالیس ایام تک انتظار کرے، اگر اس سے پہلے طہارت دیکھے تو وہ پاک ہوگئی ہے اور اگر چالیس ایام سے خون متجاوز ہو جائے تو وہ مستحاضہ ہے۔''

٨٧٢ـ عَـنْ أُمِّ سَـلَـمَةَ قَـالَـتْ بَیْـنَا أَنَا مَعَ الـنَّبِیِّ ﷺ مُـضْـطَـجِـعَةٌ فِـی خَمِیْصَةٍ إِذْ حِـضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِیَابَ حَیْضَتِیْ فَـلَبِسْتُهَـا قَـالَ أَنَـفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِیْ فَـاضْـطَـجَـعْـتُ مَعَهُ فِی الْخَمِیْلَةِ . (رواه البخاری ،٢٩٨)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روئی دار چادر میں لیٹی تھی اور مجھے حیض شروع ہوا تو میں نے بستر سے نکل کر حیض کا لباس پہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے حیض شروع ہوا؟ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ پس آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں لحاف میں آپ ﷺ کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔

٨٧٣ـ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَفَعَتْهُ بِنَحْوِهٖ وَفِیْهِ أَنَّهٗ ﷺ أوجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ ادْنِیْ مِنِّی فَقُلْتُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جو مذکورہ حدیث کی مثل ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سردی لگی

(٨٧٠) طبرانی کبیر و الاوسط۔ وفیه عبدالملك الکوفی عن العلاء بن کثیر یہ پتہ نہیں کون ہے۔ ہیثمی : ١٥٣٥ .

(٨٧١) طبرانی اوسط، وفیه عمرو بن حصین وهو ضعیف۔ ہیثمی: ١٥٣٦ .

(٨٧٢) بخاری: ٢٩٨۔ مسلم: ٢٩٦۔ نسائی: ٣٧١۔ ابن ماجه: ٦٣٧۔ احمد: ٢٦٢٠٣۔ دارمی: ١٠٤٥ .

إِنِّی حَائِضٌ فَقَالَ وَإِن اكْشِفِی عَنْ فَخِذَيْكِ فَكَشَفْتُ فَخِذَیَّ فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَى فَخِذِیْ وَحَنَيْتُ عَلَيْهِ حَتَّى دَفِئَ وَنَامَ. (لأبی داود ٢٧٠)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب آؤ، تو میں نے عرض کی میں حائضہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ران کھول دے تو میں نے کھول دیئے پس آپ ﷺ نے اپنا رخسار اور سینہ میری ران پر رکھا اور میں آپ ﷺ پر مائل ہوئی تو آپ ﷺ گرم ہوکر سو گئے۔''

٨٧٤ ـــ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيْرِ فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتَّى نَطْهُرَ. (رواه أبوداود ٢٧١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: مجھے جب حیض آتا تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر چلی جاتی پس ہم رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ جاتے تانکہ ہم طہارت حاصل کر لیتے۔

٨٧٥ ـــ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها سَأَلْتُهَا هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا وَهِیَ طَامِثٌ قَالَتْ نَعَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنِی فَآكُلُ مَعَهُ وَأَنَا عَارِكٌ وَكَانَ يَأْخُذُ الْعَرْقَ فَيُقْسِمُ عَلَى فِيْهِ فَأَعْتَرِقُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ فَيَأْخُذُهُ فَيَعْتَرِقُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِیْ مِنَ الْعِرْقِ وَيَدْعُوْبِالشَّرَابِ فَيُقْسِمُ عَلَى فِيْهِ قَبْلَ أَنْ يَّشْرَبَ مِنْهُ فَآخُذُهُ فَأَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ أَضَعُهُ فَيَأْخُذُهُ فَيَشْرَبُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِیْ مِنَ الْقَدَحِ. (رواه النسائی٢٧٩)

ان ہی سے مروی ہے جب شریح بن ھانی نے ان سے سوال کیا کہ کیا عورت اپنے خاوند کے ساتھ کھا پی سکتی ہے جب وہ حیض سے ہو؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں مجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے تھے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتی جب کہ میں حائضہ ہوتی تھی پس ہڈی کے پر سے آپ ﷺ گوشت کھاتے اور وہی ہڈی پھر میں لے کر میں اپنا حصہ کھاتی۔ پیالے میں آپ ﷺ وہاں ہی منہ رکھ کر نوش فرماتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا۔

٨٧٦ ـ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِیْ الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِی

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: حائض کا کیا حال ہے کہ وہ روزے کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں

---

(٨٧٣) ابوداؤد: ٢٧٠ـ ضعیف البانی: ٥٢ـ بخاری: ٣٠٢ـ مسلم: ٢٩٣ـ ترمذی: ١٣٢ـ نسائی: ٣٧٥ـ ابن ماجه: ٦٣٦ـ احمد: ٢٥٤٤٩ـ مالك: ١٢٨ـ دارمی: ١٠٤٧.

(٨٧٤) ابوداؤد: ٢٧١ـ ضعیف، البانی: ٥٣.

(٨٧٥) نسائی: ٢٧٩ـ صحیح الاسناد، البانی: ٢٦٨ـ مسلم: ٣٠٠ـ ابوداود: ٢٥٩ـ ابن ماجه: ٦٤٣ـ احمد: ٢٥٠٦٦.

(٨٧٦) مسلم: ٣٣٥ـ بخاری: ٣٢١ـ ترمذی: ٧٨٧ـ نسائی: ٢٣١٨ـ ابوداؤد: ٢٦٢ـ ابن ماجه: ٦٣١ـ احمد: ٢٥٤٢٠ـ دارمی: ٩٨٨.

الـصَّلاَـةَ فَقَالَتْ أَحَرُوْرِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِـحَـرُوْرِيَّةٍ وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُـؤْ مَـرُ بِـقَـضَـاءِ الصَّوْمِ وَلا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلاَةِ . (رواه مسلم ٣٣٥)

کرتی تو ام المؤمنین نے کہا: کیا تو حروری عورت ہے؟ میں نے کہا: میں حروری عورت نہیں ہوں لیکن صرف مسئلہ پوچھ رہی ہوں۔ انہوں نے کہا: ہمیں حیض آ تا تھا پس ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

٨٧٧ ـ عَنْ مُسَّةَ قَالَتْ حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلَـى أُمِّ سَـلَـمَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْ مِنِيْنَ إِنَّ سَـمُـرَـةَ بْـنَ جُـنْدُبٍ يَأْ مُرُ النِّسَاء يَقْضِيْنَ صَلاَـةَ الْـمَحِيْضِ فَقَالَتْ لاَ يَقْضِيْنَ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مِنْ نِساءِ النَّبِيِّ ﷺ تقْعُدُ فِي النِّفَاسِ أَرْبَـعِيْـنَ لَيْـلَةً لاَ يَأْ مُرُهَا النَّبِيُّ ﷺ بِـقَضَاءِ صَلاَةِ النِّفَاسِ (رواه أبوداود، ٣١٢)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام مسہ رحمہ اللہ نے کہا: سمرہ بن جندب خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ایام حیض کی نمازیں قضا کریں تو انہوں نے کہا: قضا نہیں کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیوی چالیس ایام تک بحالت نفاس رہتی اور نماز نہ پڑھتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مدت نفاس کی نمازیں قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔''

٨٧٨ ـ عَـنْ مَـالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَـالَـتْ فِـى الْمَرْأَةِ الْحَامِلِ تَرَى الدَّمَ أَنَّهُ تَدَعُ الصَّلاَةَ . (لمالك)

امام مالک کو یہ خبر پہنچی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حامل عورت جب خون دیکھے تو نماز ترک کردے۔

٨٧٩ ـ عَـنْ عَائِشَةَ الْمَرْأَةُ الْحُبْلٰى إِذَا رَأَتِ الـدَّمَ أَنَّهَـا لاَ تُـصَـلِّي حَتَّى تَطْهُرَ . (رواه الدارمى: ٩٢٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حاملہ عورت جب خون دیکھے تو وہ نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ پاک ہوجائے۔

٨٨٠ ـ عَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَـتْ إِنَّ الْحُبْلٰى لاَ تَـحِيْـضُ فَـإِذَارَأَتِ الدَّمَ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ (رواه الدارمى ، ٩٤٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ اگر وہ خون دیکھے تو غسل کر کے نماز ادا کرے۔ (الدارمی)

٨٨١ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لاَتَـقْـرَأُ الْـحَـائِـضُ وَلاَ الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیض اور جنبی قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔'' (ترمذی)

---

(٨٧٧) ابوداؤد: ٣١٢ـ حسن، البانى: ٣٠٥ـ ترمذى: ١٣٩ـ ابن ماجه: ٦٤٨ـ احمد: ٢٦٠٩٨ـ دارمى: ٩٥٥.

(٨٧٩) مالك، مؤطا: ١٠٠. (٨٧٩) دارمى: ٩٢٤.

(٨٨٠) دارمى: ٩٤٥.

(٨٨١) ترمذى: ١٣١ـ منكر البانى: ١٨ـ ابن ماجه: ٥٩٦.

الْقُرْآن . (رواه الترمذی ١٣١)

شــــرح: ......١۔حیض کا معنی بہنا ہوتا ہے،شرعاً اس کا مفہوم یہ ہے کہ بلوغت کے بعد مقررہ اوقات میں جو خون عورت کے رحم سے بہتا ہے، اسے حیض کہتے ہیں، ان احادیث میں اس کے احکام بیان ہوئے ہیں۔

٢۔آیۂ مبارکہ:

﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرة: ٢٢٢)

''یہ آپ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے یہ گندگی ہے، حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، اور ان کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ پاکیزگی حاصل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

یہ احادیث اس آیۂ مبارکہ کی مکمل تفسیر ہیں۔

٣۔ یہودیوں نے بہت زیادہ تکلف سے کام لیا تھا، وہ حیض کے دنوں میں عورت سے کسی قسم کا میل ملاپ نہ رکھتے تھے، نہ کھاتے نہ پیتے نہ ہاتھ لگاتے۔

نبی اکرم ﷺ نے نہایت متوازن طریقہ کار بتایا ہے، جو کہ پاکیزہ بھی ہے، اس حال میں صرف عورت سے جماع نہیں کرنا، اس کے سوا ہر چیز کی اجازت ہے۔ کھانے، پینے اور شرمگاہ پر پردہ ڈال کر اس کے علاوہ خاوند پورے عورت کے جسم کے ساتھ جسم ملا کر فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ خود پر ضبط ہو۔ اس میں حیض کا آغاز درمیان یا آخر کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ بیوی نے جس برتن میں پانی پیا ہو اور بوٹی وغیرہ کھائی ہو، برتن کے یا اس کی کھائی ہوئی چیز کو وہاں سے کھا سکتا ہے جہاں سے بیوی نے کھایا پیا ہے۔

(١) نبی اکرم ﷺ نے جو بھی یہودیوں کے اسلام سے ٹکرانے والے نظریات تھے، وہ ختم کر دیئے ہیں اور ہمیں ان کی مخالفت کرنی چاہیے۔

(٢) بڑا آدمی چھوٹے پر غصہ ہو تو بڑے کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے چھوٹا آگے پیچھے ہو جائے لیکن اگر بڑا روکے تو پھر رک جائے۔

٤۔ جو کاہن، نجومی اور یہ دعویٰ کرنے والے کہ میں آئندہ باتیں بتاتا ہوں، جن میرے تابع ہیں، میں چرائی گئی چیز بتا دیتا ہوں، گم شدہ چیز پکڑوا دیتا ہوں۔ ایسے آدمی کی تصدیق کرنے والا یا اس کے پاس اس نظریہ کے تحت جانے والا۔

یا بیوی کی دبر زنی کرنے والا خواہ حالت حیض میں ہو یا غیر حالت حیض میں ہو۔ اور حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے والا یہ تینوں آدمی کتاب وسنت کے مطابق کفر کے مرتکب ہیں۔ لہٰذا سخت وعید ہے ان نافرمانیوں سے اجتناب کریں۔

۵۔ اگر کوئی حالت حیض میں بیوی سے جماع کرلے تو جو یہ آیا ہے کہ دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے یہ روایت درست نہیں اس لیے دینار کا پانچواں حصہ دینا ثابت نہیں۔

اور جن روایات میں دینار یا آدھا دینار صدقہ کا آتا ہے کہ اس میں بھی ایک حدیث ضعیف ہے لیکن اس کے علاوہ صحیح مرفوع روایات ہیں، جن میں دینار یا نصف دینار صدقہ کرنے کا آتا ہے۔

اب باقی رہی، تقسیم والی بات کہ اگر حیض کا آغاز ہو، اس وقت جماع کیا ہے تو دینار ہے اور اگر درمیان یا آخر ہے یا خون میں وہ سرخی نہیں رہی تو نصف دینار ہے۔

یہ تقسیم مرفوع ثابت نہیں راویوں کی تفسیر اور وضاحت ہے، صحیح ترین بات یہی ہے کہ یہ کوئی تفریق نہیں کہ حالت حیض کا آغاز ہو تو دینار اور درمیان ہو تو نصف دینار ہے، کسی بھی وقت دوران حیض یا آخر میں یا آغاز میں جب بھی کسی نے جماع کیا ہے، تو اس کا صدقہ ایک دینار ہے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نصف دینار ہے، دونوں میں سے جتنا ممکن ہو اس کے برابر صدقہ نکالے اور اللہ سے مغفرت بھی طلب کرے کیونکہ اس نے کبیرہ گناہ کیا ہے اسی موقف کو علامہ عبیداللہ رحمانی نے (مرعاۃ: ۱/۶۱۴) میں ترجیح دی ہے۔

یاد رہے کہ دینار تین ماشہ کے قریب سونے کے وزن کا ہے۔ اس سے اندازہ لگالیں یا پھر کویتی دینار بھی دے دیں تو گزارہ ہو جاتا ہے۔

۶۔ ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حیض والی عورت کے ساتھ جسم لگ جائے اگر خون لگے تو دھونا ہے وگرنہ آدمی پاک ہے، حیض والی عورت خود باہر ہی ہو اور مسجد وغیرہ سے مصلیٰ پکڑ سکتی ہے، ہاتھ پلید نہیں ہوتے۔

خاوند کا سر دھوسکتی ہے، اسے کنگھی کرسکتی ہے اور حیض والی عورت نے آدھا کپڑا اوڑھ رکھا ہو اور آدمی نے اوڑھ رکھا ہو اور آدمی نماز پڑھے تو درست ہے۔

حیض والی عورت کی گود میں خاوند سر رکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرسکتا ہے، حیض والی عورت قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے۔

۷۔ حیض کے دنوں کی مقدار میں روایات درست نہیں، کسی صحیح حدیث سے ان کی مقدار متعین نہیں یہ عورت کی عادت پر منحصر ہے، دنوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

۸۔ حیض کا آنا نماز پر پابندی لگاتا ہے اور اس کا ختم ہونے پر غسل کے بعد نماز کی اجازت ہے، اور حیض کے ایام

گزارنے والی عورت صرف روزوں کی قضا دے گی، نماز کی قضا نہیں دے گی۔

٨٨٢ـ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ اسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَهَا، تَغْتَسِلَ فَقَالَ: هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلاَةٍ. (رواه البخاري ٣٢٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سات سال بحالت استحاضہ رہیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں اور فرمایا: یہ رگ کا خون ہے پس وہ ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

٨٨٣ـ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتَّى تَعْلُوْحُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ. (رواه مسلم، ٣٣٤)

اور ایک روایت ہے: وہ اپنی بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ایک بڑے ٹب میں غسل کرتیں اور خون پانی پر غالب آ جاتا تھا۔

٨٨٤ـــ قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرِابْنُ شِهَابٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَأُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ. (رواه مسلم ٣٣٤)

لیث بن سعد نے کہا: ابن شہاب رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت جحش کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ وہ از خود ہی کرتی تھیں۔

٨٨٥ـــ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ الَّتِيْ كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا أُمْكُثِيْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ أغْتَسِلِيْ فَكَانَتْ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ. (لمسلم ٣٣٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت جحش رضی اللہ عنہا جو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے خون جاری رہنے کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر تیرا حیض تجھے جاری رہتا تھا اس اندازے کے مطابق ٹھہر جایا کر اور پھر غسل کر لے، چنانچہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کیا کرتی تھی۔''

٨٨٦ـــ وَفِيْ أُخْرٰى: ثُمَّ أَغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ فِيْهِ. (رواه مسلم، ٣٣٤)

اور ایک روایت میں یہ کلمات ہیں: پھر تو غسل کر اور نماز پڑھ بقیہ مدت میں۔

(٨٨٢) بخاری: ٣٢٧ـ مسلم: ٣٣٤ـ ترمذی: ١٢٩ـ نسائی: ٣١٠ـ ابوداود: ٢٩١ـ ابن ماجه: ٦٢٦ـ احمد: ٢٥٣٣١ـ دارمی: ٧٨٢.
(٨٨٣) مسلم: ٣٣٤ـ ترمذی: ١٢٩ـ نسائی: ٣١٠ـ ابوداود: ٢٩١ـ ابن ماجه: ٦٢٦ـ احمد: ٢٥٣٣١ـ دارمی: ٧٨٢.
(٨٨٤) مسلم: ٣٣٤ـ ترمذی: ١٢٩ـ نسائی: ٣١٠ـ ابوداود: ٢٩١ـ ابن ماجه: ٦٢٦ـ احمد: ٢٥٣٣١ـ دارمی: ٧٨٢.
(٨٨٥) مسلم: ٣٣٤ـ ترمذی: ١٢٩ـ نسائی: ٣١٠ـ ابوداود: ٢٩١ـ ابن ماجه: ٦٢٦ـ احمد: ٢٥٣٣١ـ دارمی: ٧٨٢.
(٨٨٦) مسلم: ٣٣٤ـ ترمذی: ١٢٩ـ نسائی: ٣١٠ـ ابوداود: ٢٩١ـ ابن ماجه: ٦٢٦ـ احمد: ٢٦٨٩٩ـ دارمی: ٧٨٢.

٨٨٧ ـــ وَفِـيْ أُخْـرٰى زَيْـنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بَـدْلِ أُمِّ حَبِيْبَةَ وَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثُمَّ اغْتَسِـلِيْ ثُمَّ تَوَ ضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَصَلِّيْ. (لأبی داود ٢٩٢)

اور ایک روایت میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بجائے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نماز کے لیے غسل کیا کر۔''

٨٨٨ ـــ وَفِـيْ أُخْرٰى قَالَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِيْ حُبَيْـشٍ اِغْتَسِـلِـيْ ثُـمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَصَلِّيْ (رواه أبوداود، ٢٩٨)

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو فرمایا: ''تو غسل کر کے پھر ہر نماز کے لیے وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر۔''

٨٨٩ ـ قَـالَ مَـكْحُوْلٌ: إِنَّ النِّسَاءَ لَا تَخْفٰى عَـلَيْهِـنَّ الْحَيْضَةُ إِنَّ دَمَهَا أَسْوَدُ غَلِيْظٌ فَإِذَا ذَهَـبَ ذٰلِكَ وَصَـارَتْ صُـفْرَةً رَقِيْقَةً فَإِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ. (رواه أبوداود ٢٨٦)

مکحول رحمہ اللہ نے کہا: عورتوں پر حیض کا خون مخفی نہیں رہتا۔ حیض کا خون سیاہ گاڑھا ہوتا ہے جب اس کی یہ کیفیت جاتی رہے اور خون زرد پتلا ہو تو وہ استحاضہ ہے۔

٨٩٠ ـ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّهَا رَأَتْ زَيْـنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الـرَّحْـمٰـنِ بْـنِ عَـوْفٍ وَكَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّ. (مالك ١٣٩)

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا (ام حبیبہ) جو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں کو دیکھا کہ وہ استحاضہ سے ہوتیں اور وہ غسل کرتی اور نماز پڑھتی تھیں۔''

٨٩١ ـ عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ أَسْتَحَاضُ حَيْـضَةً كَثِيْـرَةً شَدِيْدَةً فَأَتَيْتُ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَسْتَـفْتِيْـهِ وَأُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُهُ فِـيْ بَيْـتِ أُخْتِـيْ بِـنْـتِ جَـحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ إِنِّـي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْـرَةً شَدِيْدَةً فَـمَـا تَـرَى فِيْهَا قَدْ مَنَعَتْنِي

سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے بکثرت اور بشدت حیض آتا تھا: پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسئلہ پوچھنے گئی تو میں نے آپ ﷺ کو اپنی بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود پایا: تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بکثرت شدید نوعیت کا استحاضہ آتا ہے تو آپ ﷺ کا کیا خیال ہے اس نے تو مجھے نماز و روزے سے روک ہی دیا ہے۔

---

(٨٨٧) ابوداؤد: ٢٩٢ـ صحیح، البانی: ٢٧٥ـ صحیح ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش، زینب بنت جحش نہیں۔

(٨٨٨) ابوداؤد: ٢٩٨ـ صحیح، البانی: ٢٨٧ـ نسائی: ٣٥٨ـ ابن ماجہ: ٦٢٠ـ احمد: ٢٧٠٨٤ـ دارمی: ٧٧٩.

(٨٨٩) ابوداؤد: ٢٨٦ـ بخاری: ٣٣١ـ مسلم: ٣٣٣ـ ترمذی: ١٢٥ـ نسائی: ٣٦٧ـ ابن ماجہ: ٦٢٤ـ احمد: ٢٥٧٢٣ـ مالك: ١٣٧.

(٨٩٠) مالك: ١٣٩ـ ابوداؤد: ٢٩٣.

(٨٩١) ابوداؤد: ٢٨٧ـ حسن، البانی: ٢٦٧ـ ترمذی: ١٢٨ـ ابن ماجہ: ٦٢٧ـ احمد: ٢٦٩٢٨.

الصَّلاةَ وَالصَّوْمَ فَقَالَ أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَأتَّخِذِيْ ثَوْباً فَقَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ مِنَ الآخَرِ وَإِنْ قَوَيْتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ قَالَ لَهَا إِنَّمَا هَذِهِ رَكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِيْ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ أغْتَسِلِيْ حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي ثَلاثًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَوْأَرْبَعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُوْمِي فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِيْكِ وَكَذَلِكَ فَا فْعَلِيْ فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيْضُ النِّسَاءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيْقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ وَإِنْ قَوِيْتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِيْ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِيْ الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِيْنَ وَتَجْمَعِيْنَ بَيْنَ الصَّلاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِيْنَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِيْنَ الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِيْنَ وَتَجْمَعِيْنَ بَيْنَ الصَّلاتَيْنِ فَافْعَلِيْ وَتَغْتَسِلِيْنَ مَعَ الْفَجْرِ فَأَفْعَلِيْ وَصُوْمِي إِن قَدَرْتِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهٰذَا أَعْجَبُ الأَمْرَيْنِ إِلَيَّ .

(رواه أبوداود ، ٢٨٧)

فرمایا: تیرے لیے روئی کا ٹکڑا رکھنا مناسب ہے، وہ خون کو جذب کرتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: خون اس سے زیادہ ہے۔ فرمایا: پھر کپڑا باندھا کر۔ انہوں نے کہا وہ اس سے بھی زیادہ ہے، میں تو خون کے فوارے مارتی ہوں۔ فرمایا: میں تجھے دو کاموں کا حکم دونگا ان میں جو تو نے کیا وہ تیرے لیے دوسرے کے قائم مقام اور جائز ہوگا۔ اور اگر تو نے دونوں پر طاقت پائی تو یہ تجھے خود معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: یہ شیطان کا دھکا مارنا ہے۔ پس تو صرف چھ ایام، سات ایام جن کا اللہ کو علم ہے حیض شمار کر پھر تو غسل اور اچھی طہارت کر اور پھر تیئس یا چوبیس ایام رات و دن تک نماز بھی پڑھ اور روزہ بھی رکھ، یہ تیرے لیے جائز ہے اور اسی طرح ہر ماہ کرتی جا۔ جیسے عورتوں کو حیض آتا اور جیسے وہ پاک ہوتی ہیں اور حیض بھی بروقت اور طہر بھی بروقت ہوا کرتا ہے۔ امر ثانی اگر تو کر سکے تو یہ ہے کہ نماز ظہر مؤخر کر اور نماز عصر کو جلدی کر اور غسل کر کے ظہر و عصر کو جمع کر کے پڑھ اور مغرب کو مؤخر کر اور عشاء کو جلدی کر اور غسل کر کے ان کو جمع کر اور فجر کے لیے بھی غسل کر لیا کر۔ اسی طرح کرتی اور روزہ بھی رکھتی چلی جا۔ اگر تیرے لیے یہ آسان ہو تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے ان دو امور میں سے۔'' (ابوداؤد)

٨٩٢ ـ وفي رواية إن هذا أعجَبُ الأَمْرَيْنِ إِلَى قَوْلِ حَمْنَةَ . (رواه أبوداود، ٢٨٧)

ایک روایت میں ہے کہ یہ قول حمنہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ دو میں سے یہ کام مجھے زیادہ پسند ہے۔

(٨٩٢) ابوداؤد: ٢٨٧.

٨٩٣ ـ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِيْ حُبَيْشٍ أُسْتُحِيْضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسَ فِيْ مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوَقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلاً وَاحِدًا وَتَغْتَسِلُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلاً وَاحِدًا وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلاً وَاحِدًا وَتَتَوَضَّأُ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ أَبُوْدَاوُدْ رَوَاهُ مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ . (رواه أبوداود، ٢٩٦)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا اتنے اتنے عرصہ سے بحالت حیض ہے اور وہ نماز نہیں پڑھتی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو شیطان کا فعل ہے، وہ بڑے ٹب میں بیٹھے اور جب پانی پر زردی آ جائے تو ایک غسل کرے اور ظہر اور عصر پڑھے اور مغرب وعشاء کے لیے ایک غسل کرے اور ایک غسل فجر کے لیے کرے اور اس کے درمیان وضو کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ان پر غسل دشوار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

٨٩٤ ـ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَعْنِيْ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالأَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيْبَهَا الَّذِيْ أَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ ثُمَّ لِتُصَلِّي . (رواه النسائي: ٢٠٨)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت بکثرت خون بہاتی تھی پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہینے کے وہ دن رات شمار کرے جن میں اس کو حیض آتا تھا جب کہ اس کی یہ حالت نہیں تھی جواب اس کو آن پہنچی ہے۔
پس وہ اس انداز کے ساتھ مہینے میں اتنے ایام نماز ترک کر دے جب یہ دن گذار دے تو غسل کرے اور کپڑا باندھے اور نماز پڑھے۔'' (نسائی)

٨٩٥ ـ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّ الْقَعْقَاعَ وَزَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ أَرْسَلَاهُ إِلٰى سَعِيْدِ

سمی مولیٰ ابی بکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ قعقاع اور زید بن اسلم نے اس کو سعید بن مسیّب سے یہ پوچھنے کے لیے

---

(٨٩٣) ابوداؤد: ٢٩٦ـ صحيح، البانی: ٢٨٣ـ لم اقف عليه.

(٨٩٤) نسائی: ٢٠٨ـ صحیح البانی: ٢٠٢ـ ابوداؤد: ٢٧٤ـ ابن ماجه: ٦٢٣ـ احمد: ٢٦١٧٦ـ مالك: ١٣٨ـ دارمی: ٧٨٠

(٨٩٥) ابوداؤد: ٣٠١ـ صحیح البانی: ٢٩٢ـ دارمی: ٨٠٨.

بْــنِ الْــمُسَيّــبِ يَسْــأَلُــهُ كَيْفَ تَـغْتَسِـلُ الْـمُسْتَـحَـاضَةُ فَـقَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْـرٍ وَتَتَـوَضَّأُ لِكُلِّ صَلاةٍ فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ . (رواه أبو داود ٣٠١)

روانہ کیا کہ استحاضہ والی عورت غسل کیسے کرے؟ اس نے جواب میں کہا: وہ ظہر کو غسل کرے اور پھر آئندہ ظہر کو غسل کرے اور درمیان کی ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرے۔ اگر خون غالب آئے تو کپڑے کے ساتھ اس کو لپیٹ رکھے۔ (ابوداود)

٨٩٦۔ قَـالَ أَبُـوْدَاوُد قَـالَ مَالِكُ إِنِّي لَأَظُنُّ حَدِيْثَ ابْنِ الْمُسَيّبِ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ إِنَّمَا هُوَ مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْرٍ وَلٰكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيْهِ فَـقَـلَّبَهَـا الـنَّاسُ فَقَالُوْا مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَرَوَاهُ مِسْـوَرُ بْـنُ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوْعٍ قَالَ فِيْهِ مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْـرٍ فَـقَلَّبَهَا النَّاسُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَأَنَّهُ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ وَأَنَسٍ وَعَائِشَةَ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ يَعْنِىْ بِالْمُعْجَمَةِ (رواه أبوداود: ٣٠١)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ ابن مسیّب کا قول ظہر تا ظہر جو مذکور ہے وہ دراصل طہر تا طہر ہے مگر اس میں (راوی کو) وہم ہوا ہے۔ مسور بن عبدالملک نے طہر تا طہر بیان کیا تھا تو لوگوں نے لقمہ دیا کہ ظہر یا ظہر ہے۔ اور یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظہر تا ظہر کے ساتھ ہے۔

٨٩٧۔ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا انْقَضٰى حَيْضُهَا أَغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ اتَّخَذَتْ صُوْفَةً فِيْهَا سَمَنٌ أَوْزَيْتٌ. (رواه أبوداود: ٣٠٢)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مستحاضہ اپنا حیض ختم ہونے پر روزانہ ایک غسل کرے اور اون کا ٹکڑا لے کر اس میں گھی یا زیتون کا تیل لگائے۔

٨٩٨۔ عَـنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اعْتَـكَـفَـتْ مَـعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَمْـرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِـهِ مُسْتَـحَاضَةً فَكَانَتْ تَرٰى الْحُمْرَةَ وَالـصُّـفْـرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي . (رواه البخاري ، ٢٠٣٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ نے اعتکاف کیا جو مستحاضہ تھی اور وہ زرد خون بھی دیکھتی اور نماز بھی پڑھتی۔ بعض اوقات وہ اپنے نیچے تسری رکھتی اور نماز پڑھتی۔ (بخاری)

٨٩٩۔ عَـنْ أَبِيْ الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ أَنَّ اَبَامَا عِزِ

ابو زبیر المکی سے روایت ہے کہ بیشک ابو ماعز اسلمی نے

(٨٩٦) ابوداؤد: ٣٠١۔ صحیح البانی: ٢٩٢۔ دارمی: ٨٠٨.

(٨٩٧) ابوداؤد: ٣٠١۔ ضعیف، البانی: ٦٥.

(٨٩٨) بخاری: ٢٠٣٧۔ ابوداؤد: ٢٤٧٦۔ ابن ماجه: ١٧٨٠۔ احمد: ٢٤٤٧٧۔ دارمی: ٨٧٧.

(٨٩٩) مالك: ٧٢٩.

الأَسْـلَـمِـيَّ عَبْـدَ اللّٰهِ بْنَ سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَـانَ جَـالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَجَاءَتْهُ أَمْـرَأَـةٌ تَسْتَـفْتِيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي أَقْبَلْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَطُوْفَ بِـالْبَيْـتِ حَتَّـى إِذْا كُنْـتُ بِبَـابِ الْـمَسْجِدِ هَـرَقْـتُ الـدِّمَـاءَ فَرَجَعْتُ حَتَّى ذَهَـبَ ذٰلِكَ عَـنِّي ثُمَّ أَقْبَلْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ هَرَقْتُ الدِّمَاءَ فَرَجَعْتُ حَتَّـى ذَهَـبَ ذٰلِكَ عَنِّي ثُمَّ أَقْبَلْتُ حَتَّى إِذَا كُـنْـتُ عِـنْـدَ بَابِ الْمَسْجِدِ هَرَقْتُ الدِّمَاءَ فَـقَـالَ عَبْـدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ إِنَّمَا ذٰلِكَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ اسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ ثُمَّ طُوْفِي . (رواه مالك ، ٧٢٩)

عبداللہ بن سفیان کو خبر دی کہ ایک عورت نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ وہ کعبہ کا طواف کرنے آئی تھی اور جب مسجد کے دروازے پر پہنچی تو خون جاری ہوگیا، میں واپس چلی گئی یہاں تک جب خون بند ہوا تو میں لوٹ کر آئی یہاں تک کہ جب مسجد کے درواز پر پہنچی تو خون پھر جاری ہوگیا تو میں دوبارہ لوٹ گئی اور جب خون بند ہوا تو پھر آئی اور تیسری بار خون پھر جاری ہوگیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شیطان کا ٹھونگ مارنا ہے تو غسل کر پھر اپنے خون پر کپڑا لپیٹ اور طواف کر۔ (مؤطا مالک)

٩٠٠۔ عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَـنِ الْـمُسْتَـحـاَضَةِ قَالَ: تِلْكَ رَكْضَةٌ مِنَ رِكَـاضِ الشَّيْـطَـانِ فِـيْ رِحْمِهَا . (للبزار ٣٣٢/ والكبير والأوسط)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مستحاضہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''شیطان کے دھکوں میں سے ایک دھکا ہے جو وہ عورت کی رحم پر مارتا ہے۔'' (الکبیر،الکبیر الاوسط)

٩٠١ ــ عَـنْ عَـائِشَةَ قَالَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ لاَ يَأْتِيْهَا زَوْجُهَا . (رواه الدارمی ٨٣٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: استحاضہ والی عورت سے اس کا خاوند جماع نہیں کرتا۔ (الدارمی)

٩٠٢۔ عَـنْ إِبْـرَاهِيْـمَ قَـالَ كَـانَ يُقَـالُ الْـمُسْتَـحَـاضَةُ لاَ تُـجَامَعُ وَلاَ تَصُوْمُ وَلاَ تَـمَـسُّ الْـمَـصْـحَفَ إِنَّمَا رُخِّصَ لَهَا فِيْ الـصَّلاَةِ قَالَ يَزِيْدُ يُجَامِعُهَا زَوْجُهَا وَيَحِلُّ

ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا: کہا جاتا تھا کہ مستحاضہ نہ تو جماع کرے نہ روزہ رکھے اور نہ قرآن کو ہاتھ لگائے۔ اس کو صرف نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور یزید نے کہا ہے: اس کا خاوند اس سے جماع کرسکتا ہے اور اس

(٩٠٠) بزار: ٣٣٢۔ طبرانی کبیر اوسط ورجاله موثقون.
(٩٠١) دارمی: ٨٣٠.
(٩٠١) دارمی: ٨٣١.

لَهَا مَا يَحِلُّ لِلطَّاهِرِ . (رواه الدارمی ٨٣١بلين)

عورت کے لیے وہ تمام امور جائز ہیں جو حیض سے پاک عورت کے لیے جائز ہیں۔

٩٠٣۔ سُئِلَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَتُجَامَعُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ الصَّلاَةُ أَعْظَمُ مِنَ الْجِمَاعِ (رواه الدارمی ٨١٨)

سعید ابن جبیر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس سے سوال کیا گیا: کیا مستحاضہ سے جماع جائز ہے؟ تو اس نے کہا نماز جماع سے عظیم ہے۔

٩٠٤۔ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ كَانَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا . (رواه أبوداود ٣٠٩)

عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حیض آتا تھا اور ان کا خاوند ان سے ہمبستر ہوتا تھا۔

٩٠٥۔ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا . (رواه أبوداود، ٣١٠)

سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ مستحاضہ تھیں اور ان کا خاوند ان سے ہمبستری کرتا تھا۔

٩٠٦ ـــ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لاَ نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا . (رواه أبوداود ٣٠٧)

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم خواتین طہر کے بعد میلا کچیلا اور زرد پانی خارج ہونے کی کوئی پروا نہ کرتیں، نہ کسی شمارے میں سمجھتی تھیں۔ (ابوداؤد اور نسائی)

٩٠٧۔ عَنْ مَوْلاَةِ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النِّساءُ يَبْعَثْنَ إِلٰى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالدَّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ وَالصُّفْرَةُ مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ يَسْأَلْنَهَا عَنِ الصَّلاَةِ فَتَقُوْلُ لَهُنَّ لاَ تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ . (رواه مالك ١٣٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ عورت مرجانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خواتین ایک ڈبیا ارسال کرتی تھیں جس میں روئی کا ٹکڑا ہوتا تھا اور اس پر حیض کے خون کا زرد نشان لگا ہوتا تھا۔ عورتیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے نماز کے متعلق سوال کرتی تھیں۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو کہتی تھیں کہ جلدی مت کرو یہاں تک کہ تم خالص سفیدی دیکھو وہ اس سے حیض سے پاک ہونا مراد لیتی تھیں۔

---

(٩٠٣) دارمی: ٨١٨.

(٩٠٤) ابوداؤد: ٣٠٩۔ صحیح البانی: ٣٠٢.

(٩٠٥) ابوداؤد: ٣١٠۔ حسن، البانی: ٣٠٣.

(٩٠٦) ابوداؤد: ٣٠٧۔ صحیح: ٣٠٠۔ بخاری: ٣٢٦۔ نسائی: ٣٩٨۔ ابن ماجہ: ٦٤٧۔ دارمی: ٨٧١.

(٩٠٧) مالك: ١٣٠.

۹۰۸ ــ عَنِ ابْنَةِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ بَلَغَهَا أَنَّ نِسَاءً كُنَّ يَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَكَانَتْ تَعِيْبُ ذٰلِكَ عَلَيْهِنَّ وَتَقُوْلُ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا (رواه مالك ۱۳۱)

''بنت زید بن ثابت رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ اس کو یہ واقعہ موصول ہوا کہ خواتین نصف رات کو چراغ طلب کر کے طہر دیکھتی تھیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس طریقہ کار کو ان کے لیے معیوب قرار دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ عورتیں اس طرح تو نہیں کرتی تھیں۔''

۹۰۹ ــ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِذَا تَطَهَّرَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَحِيْضِ ثُمَّ رَأَتْ بَعْدَ الطُّهْرِ مَا يُرِيْبُهَا فَإِنَّمَا هِيَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فِي الرَّحِمِ فَإِذَا رَأَتْ مِثْلَ الرِّعَافِ أَوْ قَطْرَةِ الدَّمِ أَوْ غُسَالَةَ اللَّحْمِ تَوَضَّأَتْ وُضُوْءَهَا لِلصَّلَاةِ ثُمَّ تُصَلِّي فَإِنْ كَانَ دَمًا عَبِيْطًا الَّذِيْ لَا خَفَاءَ بِهِ فَلْتَدَعِ الصَّلَاةَ . (رواه الدارمي ۸۷۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی عورت حیض سے پاک ہو، پھر اس کو جو کچھ نظر آئے جس پر حیض کا شبہ کیا جاتا ہو تو وہ اس کی رحم میں شیطان کا دھکا اور ٹھونگ مارنا ہے۔ پس جب نکسیر کی مثل دیکھے یا خون کا قطرہ دیکھے یا ایسا پانی دیکھے جیسا خون دھوئے ہوئے پانی کا رنگ ہوتا ہے تو وہ نماز کے لیے وضو کی مثل وضو کرے اور پھر نماز ادا کرے اور اگر خالص خون جس کے خون ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو پھر نماز ترک کر دے۔ (الدارمی)

۹۱۰ ــ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَكُنَّا نَطْلِيْ عَلَى وُجُوْهِنَا الْوَرْسَ تَعْنِي مِنَ الْكَلَفِ . (رواه أبوداود ۳۱۱)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں بچے کی پیدائش کے بعد چالیس ایام یا چالیس رات نفاس کے لیے بیٹھ جاتی تھیں اور ہم اس عہد میں منہ پر نفاس کے دوران گل ورس کا لیپ کرتی تھیں، مراد سیاہی مائل روغن لگانا ہے۔

۹۱۱ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِلنُّفَسَاءِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا إِلَّا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ . (رواه إبن ماجة ٦٤٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نفاس والی عورتوں کے لیے چالیس ایام مقرہ کیے مگر یہ کہ کوئی عورت اس مدت سے پہلے ہی پاک ہو جاتی۔

---

(۹۰۸) مالك: ۱۳۱.

(۹۰۹) دارمی: ۸۷۳.

(۹۱۰) ابوداؤد: ۳۱۱ـ حسن، صحیح البانی: ۳۰٤ـ ترمذی: ۱۳۹ـ ابن ماجه: ٦٤٨ـ احمد: ٢٦٠٩٨ـ دارمی: ۹۵۵.

(۹۱۱) ابن ماجه: ٦٤٩ـ ضعیف جدًا: ۱۳۸.

شــرح: ......ا۔استحاضہ کی تعریف یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے وقت معین کے بغیر بہنے والا خون، یہ رگ ہے جو رحم کے قریب ہے اس سے خون بہتا ہے۔

۲۔استحاضہ کے خون والی عورت کا حکم یہی ہے جو کہ پاکیزہ عورت کا ہے۔تمام عبادات،قرآن پاک کی تلاوت اور جماع میں یہ عورت پاکیزہ عورت کی مانند ہے جو روایات جماع نہ کرنے کی آتی ہیں کمزور ہیں۔

۳۔علامہ عبیداللہ رحمانی ؒ نے استحاضہ والی عورت کی چار اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) وہ استحاضہ والی عورت جسے ابتداء ہی سے خون استحاضہ آنا شروع ہو جائے مگر یہ حیض اور استحاضہ کے خون میں تمیز رکھتی ہو۔

(۲) ابتداء ہی سے استحاضہ شروع ہو مگر استحاضہ اور غیر استحاضہ کے خون میں تمیز نہ کر سکے۔

(۳) وہ استحاضہ والی جسے استحاضہ آنے سے پہلے اپنے ایام حیض کی عادت کا علم ہے مگر خون کی تمیز نہیں کہ حیض کا ہے یا استحاضہ کا ہے۔

(۴) عورت کو ایام حیض کی عادت کا پتہ ہے اور استحاضہ والے اور غیر استحاضہ والے خون میں تمیز بھی کر لیتی ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح:۱/ ۶۱۸)

۴۔ان احادیث سے ثابت ہوا کہ استحاضہ والی عورت جو ہے اس کا حیض آئے، اسے عادت یا صفت سے اس حیض کے خون کا علم ہو کہ یہ حیض کا خون ہے تو اس کے مطابق عمل کرے نماز وغیرہ چھوڑ دے۔

جب حیض کے دنوں یا خون کا اندازہ ہو کہ دن گزر گئے ہیں تو غسل کرے اور سارے امور جاری کر دے اس کے بعد استحاضہ کے خون کا حکم بے وضو والا ہوگا، ایک وضو سے ایک نماز ہی ادا کرے زیادہ نہیں۔ ہر نماز کے لیے وضو کرے خواہ وضو ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو۔

۵۔استحاضہ والی جب اپنے ایام حیض سے فارغ ہو تو غسل کرے یہی ایک غسل ہے، پانچ نمازوں کے لیے تین غسل کرنا یہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کا اپنا پسندیدہ معاملہ تھا۔ نبی ﷺ سے پابندی نہ تھی۔ یا ہم اسے بہتر قرار دے سکتے ہیں، اصل یہی ہے کہ خون حیض کے انقطاع کے بعد غسل ہے، اس کے بعد عورت پاک عورت کے حکم میں ہے، بس لنگوٹ باندھ لے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے۔

۶۔اگر عورت کو حیض کے خون یا غیر حیض کے خون میں تمیز نہ ہو سکے یا اسے دنوں کا تعین نہ ہو سکے کہ حیض کے کتنے دن ہیں تو وہ چھ یا سات دن متعین کرے کہ یہ حیض کے ہیں، باقی استحاضہ ہوگا، اس کے بعد یہ پاکیزہ عورت کے حکم میں ہوگی۔

۷۔جو زردی یا گدلا پن ایام حیض میں نظر آئے، وہ حیض میں سے ہوگا اور جو ایام حیض سے فارغ ہونے کے بعد نظر آئے اس سے کوئی حرج نہیں، عورت وضو کرے نماز پڑھے اور تمام عبادات و معاملات سرانجام دیتی رہے۔

۸۔ بچہ جننے والی عورت کو جو خون آتا ہے، وہ نفاس ہے اور اس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، اس سے پہلے جب بھی خون بند ہو جائے یہ مدت ختم ہو جاتی ہے، عورت غسل کرے اور معمولات شروع کر دے۔ اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا ہے تو یہ استحاضہ کا خون ہے، پھر عورت اس کے مطابق عمل کرے۔

كِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز اور اس کی فضیلت کے بیان

۹۱۲ ــ عَــنْ أَبِــيْ هُــرَيْــرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ الـلّٰهِ ﷺ يَـقُـوْلُ أَرَأَيْتُـمْ لَـوْ أَنَّ نَهراً بِبَابِ أَحَـدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَاتَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْـقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوا لاَ يُبْقِيْ مِنْ دَرَنِهِ شَيْـئًـا قَـالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوْ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا . (للبخاري ٥٢٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: یہ بتاؤ کہ تم میں سے جس کے دروازے کے قریب نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو کیا اس کی میل باقی رہے گی؟ تو لوگوں نے کہا: اس کی میل تو بالکل نہ رہے گی۔ فرمایا: ''پانچ نمازوں کی یہ مثال ہے ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کر دیتا ہے۔''

۹۱۳۔ عَـنْ عَـامِـرِبْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَـنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَجُلاَنِ أَخَوَان فَهَلَكَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ صَاحِبِهِ بِأَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَذُكِرَتْ فَضِيْلَةُ الْأَوَّلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَلَمْ يَـكُـنِ الآخَـرُ مُسْـلِمًا قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ الـلّٰهِ ﷺ وَكَـانَ لاَ بَـأْس بِـهِ فَـقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَـا يُـدْرِيْكُمْ مَا بَلَغَتْ بِهِ صَلاَتُهُ إِنَّـمَـا مَثَـلُ الـصَّلاَةِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ عَذْبٍ بِبَـابِ أَحَـدِكُـمْ يَقْتَحِمُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَمَا تَرَوْنَ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْرُوْنَ مَا بَلَغَتْ بِهِ صَلاَتُهُ . (لمالك)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو مرد آپس میں بھائی تھے، ان میں سے ایک اپنے بھائی سے چالیس ایام پہلے فوت ہوا اور پہلے کے فضائل رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا دوسرا مسلمان نہیں تھا؟ تو لوگوں نے عرض کی وہ بھی مسلمان تھا اور اس میں بھی حرج کی بات کوئی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھیں کیا معلوم! اس کی نماز نے اس کو یہاں پہنچا دیا۔ یقیناً نماز کی مثال یہ ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے خوشگوار پانی کی نہر بہتی ہو پس وہ اس کے اندر دن میں پانچ بار ڈوبی لگائے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کی میل باقی رہے گی؟ تمھیں کیا معلوم اس کی نمازوں نے اس کو کہاں پہنچا دیا ہے۔'' (موطأ)

---

(۹۱۲) بخاری: ۵۲۸۔ مسلم: ٦٦٧۔ ترمذی: ۲۸٦۸۔ نسائی: ٤٦٢۔ ١٤٦٢۔ احمد: ۹۳۹۹۔ دارمی: ۱۱۸۳.

(۹۱۳) مؤطا: ۹۱۔ کتاب قصر الصلاۃ فی السفر۔ زرقانی نے سند پر کلام کیا ہے۔ شرح زرقانی: ۱/ ۳٥٦.

شرح: ......اس میں نبی اکرم ﷺ نے تشبیہ دی ہے کیونکہ یہ جلدی دماغ میں بیٹھ جاتی ہے، نہر میں نہانا ایک محسوس چیز ہے اور ظاہر ہے، سب اس سے آشنا ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے نمازوں کو نہانے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔

آدمی خود، اس کا لباس، جب گندے ہو جاتے ہیں تو پانی انہیں صاف کر دیتا ہے، اسی طرح نمازیں بندے کو گناہوں کی گندگی سے پاک کر دیتی ہیں، جو گناہ بھی ہو وہ گرا دیتی ہیں۔

۲۔ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ صغیرہ گناہ کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو صغیرہ مٹ جاتے ہیں تو نمازیں پھر کن گناہوں کو مٹاتی ہیں۔

اس کا حل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پیش کیا ہے، قرآن پاک میں جو آیا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اگر بچو تو صغیرہ مٹا دیئے جاتے ہیں، یہ تمام عمر کے لیے کہا گیا ہے اور حدیث میں جو نمازوں سے گناہوں کے مٹانے کا آیا ہے وہ اس ایک دن کے لیے ہے کوئی تعارض نہیں۔ ایک اور بات بھی ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب ہوگا ہی تب جب پانچ نمازیں پڑھی جائیں جو پانچ نمازیں ادا نہ کرے گا وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا قرار ہی نہیں پا سکتا کیونکہ نمازیں چھوڑنا بذات خود کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی نمازیں گناہوں کو مٹانے والی ہوئیں۔ بظاہر یہی ہے کہ صغیرہ کبیرہ سب گناہوں کو نماز مٹا دیتی ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/۲)

٩١٤ ، عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا وَاللّٰهِ لَوْلَا آيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَ عُرْوَةُ الآيَةُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ إِلَى قَوْلِهِ اللَّاعِنُوْنَ (رواه مسلم ٢٢٧)

حمران سے روایت ہے اس نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور کہا اللہ کی قسم! تمہارے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا، اللہ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ نہ ہوتی تو میں تم سے اس حدیث کو قطعاً بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے تو اس سے بعد آنے والی نماز تک اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ عروہ نے کہا وہ یہ آیت ہے: ''جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے نازل کی ہے واضح دلائل اور ہدایت میں سے ......سب لعنت کرنے والے۔''

(٩١٤) مسلم: ٢٢٧۔ بخاری: ٦٤٣٣۔ نسائی: ٨٥٦۔ ابوداود: ١١٠۔ ابن ماجه: ٢٨٥۔ احمد: ٥٥٤۔ مالك: ٦١۔ دارمی: ٦٩٣.

٩١٥۔ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ وَهُوَ فِيْ هَذَا الْمَجْلِسِ الْوُضُوْءِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ هَذَا الْوُضُوْءِ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . (للبخاری ، ١٦٤)

''ان کی روایات میں سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا آپ ﷺ نے بہت عمدہ وضو کیا اور پھر فرمایا: جس نے وضو کیا اس وضو کی مانند پھر مسجد گیا اور دو رکعات پڑھیں پھر وہ بیٹھ گیا۔ تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

٩١٦ ـــ عَنْ عُثْمَانَ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ . (رواه مسلم ٢٢٨)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس مسلمان کو فرض نماز کا وقت آن پہنچے اور وہ عمدہ طریقے سے وضو کرے، نماز میں عاجزی اور خوف حق کے ساتھ رکوع ادا کرے تو اس کے سابقہ تمام گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہا ہو اور یہ فضیلت ہر زمانے کے لیے ہے۔''

٩١٧ ـــ وَمِنْهَا: قَالَ مَالِكٌ فِي الْمُرَادِ فِيْ الْآيَةِ: أَرَاهُ يُرِيْدُ هٰذِهِ الآية أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ . (رواه مالك ٦١)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی آیت سے مراد یہ آیت ہے: ''نماز قائم کر دن کے دو اطراف میں اور کچھ حصہ رات میں، بے شک نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی اور یہ یاد رکھنے والوں کے لیے پیغام نصیحت ہے۔''

٩١٨ ـ عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالَى فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوْبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ . (رواه مسلم ، ٢٣١)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے وضو مکمل کیا جیسا اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پس پانچ نمازوں کے درمیان کے لیے یہ کفارہ ہے۔''

٩١٩ ـ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(٩١٥) بخاری: ١٦٤ـ مسلم: ٢٢٦ـ نسائی: ٨٤ـ ابوداؤد: ١٠٦ـ ابن ماجه: ٢٩٥ـ احمد: ٤٠٨ـ دارمی: ٦٩٣.

(٩١٦) مسلم: ٢٢٨ـ نسائی: ٨٥٦ـ احمد: ٥١٨.

(٩١٧) مالك: ٦١ـ بخاری: ١٦٠ـ مسلم: ٢٢٩ـ ابوداؤد: ١٠٦ـ احمد: ٤٨٠ـ دارمی: ٦٩٣.

(٩١٨) مسلم: ٢٣ـ بخاری: ٦٤٣٣ـ نسائی: ٨٥٦ـ ابوداؤد: ١١٠ـ ابن ماجه: ٢٨٥ـ احمد: ٤٢٠ـ مالك: ٦١ـ دارمی: ٦٩٣.

(٩١٩) مسلم: ٢٧٦٥ـ ابوداؤد: ٤٣٨١ـ احمد: ٢١٧٣٨٣.

فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ قُعُودٌ مَعَهُ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ أَعَادَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَبُوْأُمَامَةَ فَاتَّبَعَ الرَّجُلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ انْصَرَفَ وَاتَّبَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْظُرُ مَا يَرُدُّ عَلَى الرَّجُلِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَداً فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ أَبُوْأُمَامَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرَأَيْتَ حِيْنَ خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِكَ أَلَيْسَ قَدْ تَوَضَّأَتَ فَأَحْسَنْتَ الْوُضُوْءِ قَالَ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ شَهِدْتَ الصَّلَاةَ مَعَنَا فَقَالَ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ حَدَّكَ أَوْ قَالَ ذَنْبَكَ . (رواه مسلم ٢٧٦٥)

مسجد میں موجود تھے اور ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس وقت ایک مرد آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں حد شرعی لگنے کا مستحق ہو چکا ہوں پس آپ ﷺ میرے اوپر حد جاری کر دیں رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور اس کو جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنے قول کا پھر اعادہ کیا تو آپ ﷺ پھر بھی خاموش ہو رہے۔ پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور جب نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ چل دیے تو وہ آدمی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ راوی نے کہا: میں بھی ان کے پیچھے گیا تا کہ میں دیکھوں کہ آپ ﷺ اس مرد کو کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: یہ بتا جب تو گھر سے نکلا تھا تو کیا تو نے اچھی طرح وضو کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا: پھر نماز میں ہمارے ساتھ حاضر شامل رہا ہے؟ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہاں ایسا ہی کیا ہے۔ فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے تیری حد معاف کر دی ہے۔ یا فرمایا: ''تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔'' (ابوداؤد اور الفاظ مسلم کے ہیں)

٩٢٠ ـ وَلِلْبُخَارِيِّ نَحْوُهُ: عَنْ أَنَسٍ . (رواه البخاری، ٦٨٢٣)

اور بخاری میں اس کی مثل سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

شرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوا، اچھی طرح وضو کیا جائے اچھی طرح سے مراد ہے کہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے، تو جس نماز میں وضو کیا ہے، اس سے لے کر اس کے بعد والی کے درمیان کا وقفہ جو ہے، اس وضو کی برکت سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوفزدہ رہتے تھے کہ کوئی دین کا مسئلہ دوسروں کو بتانے سے رہ نہ جائے اور عذاب الٰہی نہ گھیر لے۔

۳۔ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ عوام فضائل سے عمل میں سستی نہ پیدا کریں۔ اس لیے نہایت دانائی کے ساتھ احادیث

(٩٢٠) بخاری: ٦٨٢٣ـ مسلم: ٢٧٦٤.

بیان کرتے تھے۔

۴۔ نبی ﷺ نے عمدہ وضو کر کے دکھایا اور لوگوں سے کہا کہ جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے گا اور پھر مسجد میں دو رکعات نماز پڑھے یہ وضو تمام ظاہری گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور یہ نماز ظاہری اور باطنی تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

۵۔ کوئی بھی مسلمان وضو کی سنتیں اور آداب کو ملحوظ رکھتا ہے، پھر اس کے ساتھ دو رکعات نماز ادا کرتا ہے اور مکمل خشوع وخضوع رکھتا ہے، یعنی تواضع، تضرع، دل اور اعضاء سے جھلکتی ہو تو ان دونوں کاموں سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ بغیر کسی متعین وقت کے ہے، ہمیشہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

۶۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر عورت سے بوس وکنار ہو جائے تو اس پر حد نہیں لگے گی، یہ ایسا گناہ ہے جو کہ وضو یا نمازوں وغیرہ کی ادائیگی سے مٹ جاتا ہے، مگر انسان اس مٹ جانے کی نیت سے گناہ نہ کرتا پھرے یہ تو قانون الٰہی سے مذاق ہے۔ حد اسی وقت لگے گی جب اصطلاحی زنا ہوگا۔ اس آدمی کا نام جس سے یہ واقعہ سرزد ہوا ہے، ابو یسر تھا۔ (مرعاۃ: ۳/۲)

۹۲۱ ــ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةِ الْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلاَةِ وَيُصَلِّي فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أُنْظُرُوْا إِلَى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ يُقِيْمُ الصَّلاَةَ يَخَافُ مِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ (رواه النسائی، ٦٦٦)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: تیرا رب تعالیٰ بکریاں چرانے والے کو پسند کرتا ہے جو پہاڑ کی ایک جانب میں نماز کی اذان کہتا اور نماز پڑھتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو! یہ اذان کہتا، نماز کی اقامت کہتا اور نماز پڑھتا اور مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔'' (ابوداؤد اور نسائی)

شرح: ......۱۔ اس حدیث میں رب تعالیٰ کے تعجب کا ذکر ہے، تعجب خفیہ چیز پر ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بھی خفیہ نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے تعجب کا لفظ مناسب نہیں لگتا۔

اس شبے کا حل یہ ہے کہ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ تعجب کریں وہ اس کے نزدیک عظیم چیز ہوتی ہے۔ یا وہ اس پر راضی ہوتے ہیں یا ثواب دیتے ہیں۔ ان میں صحیح ترین بات یہی ہے کہ تعجب کی اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت ہوئی ہے، یہ اسے لاحق ہوتا ہے، ہم اس کی کیفیت سے ناآشنا ہیں جس طرح اس کی شان کے لائق ہے، وہ تعجب کرتا ہے۔

۲۔ جب دین کو خطرہ ہو اس وقت لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا تصور دیا گیا ہے۔ اور تنہا اذان کہنا اور نماز پڑھنا دلالت کرتا ہے، نماز میں فرشتے اور جن آجاتے ہیں، اسے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔

(۹۲۱) نسائی: ٦٦٦۔ صحیح، البانی: ٦٤٢۔ ابوداود: ١٢٠٣۔ احمد: ١٦٩٨٩.

اذان کہنا، نماز پڑھنا، دین کی خاطر عزلت اختیار کرنا، اور فقط اللہ سے ڈرنا ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو دکھاتے ہیں، اتنے خوش ہوتے ہیں۔

۳۔بعض کا خیال ہے کہ اذان جماعت کے لیے خاص ہے، اس حدیث میں ان کے خلاف دلیل ہے کہ اذان ایک مسنون طریقہ ہے اور منفرد کے لیے بھی جائز ہے، چاہے اور کوئی بھی نہ سنتا ہو۔

۴۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اذان گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے اور جنت میں داخلہ بھی اس سے ممکن ہے۔

۹۲۲۔ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ خَيْرَأَعْمَالِكُمُ الصَّلاةُ وَقَالَ الآخَرُ إِنَّ مِنْ خَيْرِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلاةُ وَلَنْ يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ. (لمالك)

رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ثابت قدم رہو تم عبادت کا احاطہ نہیں کر سکتے اور جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں افضل ترین عبادت نماز ہے اور وضو کی حفاظت نہیں کر سکتا مگر مومن۔''

۹۲۳۔ وفی رواية وَاعْلَمُوْا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلاةُ. (رواه الدارمی ٦٥٥)

اور ایک روایت میں ہے: ''جان لو تم تمہارے اعمال میں سے بہتر عمل نماز ہے۔''

شرح: ......۱۔اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو بھی شریعت نے فرائض اور سنن مقرر کیے ہیں انہیں پورا کرو اور اللہ جل وعلا کے جو حقوق ہیں انہیں وفا کرو، اس کی مقرر کردہ حدود اور رضا بالقضا کی رعایت رکھو، ان میں ٹیڑھا پن اختیار نہ کرو بلکہ اس منہج مستقیم پر ڈٹ جاؤ۔ اور اس استقامت کے ثواب کو شمار نہ کرو، نہ اس پر گمان کرو کیونکہ تم بس عمل کرو یہ تمہارے بس میں نہیں کہ اس کا ثواب گن سکو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (النحل: ۱۸)

''اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے۔''

بس سیدھی نیت سے راہِ راست پر گامزن رہو۔

اس حصہ میں یہ آگاہی کی گئی ہے کہ اپنے اعمال پر نہ اتراؤ، نہ ہی صرف ان پر بھروسہ کرو۔ اللہ کی رحمت بھی مدنظر رکھو۔

۲۔اس کے بعد اعمال صالحہ کی تلقین ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق اور اخلاص کے ساتھ اعمال سرانجام دیتے رہو۔

۳۔اس میں نماز کو افضل اور بہتر عمل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں بہت ساری عبادات یکجا ہوتی ہیں قراءت، تسبیح، تکبیر، تہلیل وغیرہ اور اس میں عام انسانی گفتگو پر پابندی، کھانے، پینے پر پابندی ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ

(۹۲۲) مؤطا. اس میں انقطاع ہے مگر نیچے والی میں انقطاع نہیں، صحیح ہے۔

(۹۲۳) دارمی: ٦٥٥۔ ابن ماجه: ۲۷۷۔ احمد: ۲۱۹۲۷۔ صحیح ہے۔

کی قربت کا ذریعہ ہے۔

وضو چونکہ نماز کی شرط ہے، وضو کی حفاظت نماز کی حفاظت ہے۔ وضو اور نماز کی ہمیشگی تب ہی ممکن ہے جب ایمان کامل ہو۔ ناقص ایمان والا دوام نہیں کر سکتا اور نہ منافقت والا اسے مشن بناتا ہے، یہ دوام صرف مومن کامل ہی کر سکتا ہے، وضو اور نماز سے ظاہری و باطنی دونوں طہارتیں حاصل ہوتی ہیں اور طہارت ایمان کا حصہ ہے اس لیے آخر میں اس پر ترغیب دلائی گئی ہے۔

٩٢٤۔ عَنْ يَحْيَ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ قَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّ أَوَّلَ مَا يَنْظُرُ فِيْهِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلَاةُ فَإِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ نُظِرَ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عَمَلِهِ وَإِنْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ لَمْ يُنْظُرْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ . (رواه مالك ٤٢٠)

یحییٰ بن سعید نے کہا: مجھے روایت پہنچی ہے کہ انسان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی اگر وہ قبول ہوگئی تو اس کے دیگر اعمال کو بھی دیکھا جائے گا اور اگر اس کی نماز قبول نہ کی گئی تو پھر دوسرے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا جائے گا۔'' (مالک)

شــــرح: ......ایمان کے بعد سب سے پہلی چیز نماز ہے اور نماز اسلام کا جھنڈا ہے، اس لیے روزِ قیامت انسان سے خواہ آزاد ہو یا غلام ہو، مذکر ہو یا مؤنث ہو انہی پانچ فرض نمازوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ طبرانی اوسط کے حوالہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں جسے ضیاء نے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ درست ہوئی تو اس کے سارے عمل درست ہوں گے، اگر یہ خراب ہوئی تو اس کے سارے عمل خراب ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر انسان کی نماز فرض میں کوئی کوتاہی آئے گی تو رب تعالیٰ فرمائیں گے، دیکھو میرے بندے کی نفلی نماز ہے، جو فرض میں نقص ہوگا فرض اس سے پورا کر دیا جائے گا۔ پھر سارے عمل اسی طرح ہوں گے، ان کے فرائض نوافل سے پورے کیے جائیں گے۔ (شرح مؤطا: ١/ ٣٥٥)

روزِ قیامت کہ جان گدا ز بود
اول پرسش نماز بود

''قیامت کے جان گسل دن میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔''

ایک سوال ہو سکتا ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے خونریزی کا سوال ہوگا۔

---

(٩٢٤) مالك: ٤٢٠۔ دیگر روایات کی تقویت سے صحیح ہے۔

جواب: اس میں تطبیق یہ ہے کہ معاملات میں سب سے پہلے خونریزی کا سوال ہوگا، عبادات میں نماز کا سب سے پہلے سوال ہوگا۔

٩٢٥ ـ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى . (لأبى دواد ، ١٣١٩)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد)

شرح: ...... نبی اکرم ﷺ عبادت گزاروں کے امام تھے، پانچ وقتہ نمازیں اور نوافل کی ادائیگی کمال درجہ کرتے تھے۔ اس کے باوجود کوئی بھی کام کسی لحاظ سے پریشان کن ہوتا تو اس کے لیے خصوصی اوقات میں مثلاً نیم شب کے وقت رب کائنات کی بارگاہ میں نماز کے لیے کمر بستہ ہوجاتے۔

لہٰذا ہمیں تو اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ ہم تو فرائض میں بھی کوتاہی کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ﴾ (البقرة: ١٥٣)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۝﴾ (البقرة: ٤٥)

''اور مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ، بے شک یہ بہت بڑی ہے مگر ڈرنے والوں پر بڑی نہیں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ صبر اور نماز دونوں اللہ کی رحمت سے اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت کا سبب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے بدر کی رات دیکھا کہ ہم سب سوئے ہوئے تھے، صرف رسول اکرم ﷺ بیدار تھے، صبح تک نماز پڑھتے رہے اور دعا ومناجات میں مصروف رہے۔

٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دورانِ سفر اطلاع ملی کہ تمہارے بھائی حضرت قثم وفات پا گئے ہیں، انا للہ پڑھا۔ اور راستے سے علیحدہ ہوگئے اور اونٹنی بٹھائی دو رکعت نماز پڑھی اور سواری پر بیٹھ کر سفر شروع کیا، کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نماز اور صبر سے میری مدد مانگو، میں نے اس لیے یہ کیا ہے۔ (تفسیر: ١/ ٨٧)

٩٢٦ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا . النِّسَاءُ وَا الطِّيْبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ . (رواه النسائى ٣٩٣٩)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے عورتوں کو اور خوشبو کو مرغوب کیا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔'' (النسائی)

---

(٩٢٥) ابوداؤد: ١٣١٩ـ احمد: ٢٢٧٨٨ـ حسن، البانی: ١١٧١.

(٩٢٦) نسائی: ٣١٩٨ـ احمد: ١٣٦٢٣ـ حسن، صحیح البانی: ٣٦٨٠.

شـــرح: ...... نبی اکرم ﷺ کے لیے بیویوں سے خصوصی محبت ڈالے جانے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ بعض باتیں ایسی حیا والی ہوتی ہیں یا آپ کے بعض ایسے حالات تھے جنہیں آپ مردوں سے بیان کرنے میں شرماتے تھے۔ اس لیے بیویوں سے محبت زیادہ ہوئی کہ ان سے کرلیں۔

ایک اور وجہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی مصروفیات عام انسانوں سے کہیں زیادہ تھیں اور خصوصاً پیغام رسالت کی ادائیگی ایک کٹھن مرحلہ تھا، اگر آپ کو ان سے محبت میں اضافہ نہ دیا جاتا تو ان کے حقوق میں نقص ہوسکتا تھا۔ اس طرح ان سے محبت کی وجہ سے ان کے کسی حق میں کمی نہیں آئی، اس طرح آپ کی مشقت برداشت کرنے کے سبب آپ کو اجر بھی عظیم ملا اور اجر کے اضافے کی وجہ یہی بیویوں سے محبت ہی ہوئی۔

۲۔ خوشبو کی پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ فرشتوں سے سرگوشی کرتے تھے اور فرشتے خوشبو کو پسند کرتے ہیں۔

نیز یہ خوشبو سے محبت مزاج میں اعتدال اور پیدائش کے کمال سے پروان چڑھتی ہے، نبی اکرم ﷺ مزاجی طور پر کامل ترین تھے اور پیدائشی طور پر اکمل تھے۔ اس لیے آپ کو خوشبو سے پیار ہونا ایک فطرتی بات تھی۔

۳۔ نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اگرچہ بیویوں سے پیار تھا اور خوشبو من پسند چیز تھی۔ مگر یہ چیزیں آپ کے لیے عبادت میں مانع نہ تھیں۔ آپ اپنے رب تعالیٰ سے مناجات بھر پور انداز پر جاری رکھتے تھے۔ حقیقی سکون آپ کو اسی وقت حاصل ہوتا تھا جب اپنے خالق کے سامنے نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہمیں دنیا کی اچھی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگاؤ پیدا کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

۹۲۷ ـــ عَنْ رَبِيْعَةَبْنِ كَعْبِ الأَسْلَمِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْغَيْرَذٰلِكَ قُلْتُ هُوَذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلَىَّ نَفْسَكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ. (رواہ مسلم ، ٤٨٩)

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رات کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ٹھہرتا تھا اور آپ ﷺ کے وضو کا پانی اور ضرورت کی اشیاء حاضر کرتا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے کچھ مطالبہ کر میں نے عرض کی کہ میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت ومعیت کا سوال کرتا ہوں۔ فرمایا: اس کے علاوہ کچھ مانگ! میں نے کہا: بس یہ ایک ہی مقصد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بکثرت سجدہ کرنے سے اپنی مدد کرتے رہنا۔'' (مسلم وابوداؤد)

---

(۹۲۷) مسلم: ٤٨٩۔ ترمذی: ٣٤١٦۔ نسائی: ١٦١٨۔ ابوداؤد: ١٣٢٠۔ ابن ماجه: ٣٨٧٩۔ احمد: ١٦١٣٨.

شــرح: ......۱۔ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوفراس تھی، جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ۶۳ ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضر وسفر کے خادم تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین تھے۔ آپ خدمت کے صلہ میں کچھ فائدہ پہنچانا چاہتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ضرورت پوری کرانے کا سوال کیا تھا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک کسی بھی لحاظ سے مخدوم آدمی اپنے خادم یا پیروکاروں سے کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے اپنی حاجات کا مطالبہ کرلو۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رفاقت والے مطالبہ کے علاوہ بھی مانگنے کا کہا تو انہوں نے کہا اور کوئی مطالبہ نہیں بس فقط یہی مطالبہ ہے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری رفاقت والی ضرورت کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ تم دنیا میں کثرت سے نوافل ادا کیا کرو تمہیں عقبیٰ میں یہ سعادت ملے گی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ ایک معالج، مریض سے کہتا ہے میں تمہارا علاج کرتا ہوں، ان شاء اللہ شفا یاب ہو جاؤ گے لیکن میری بات پر عمل کر کے اور پرہیز کے ساتھ تم میرا تعاون کرو۔ سجدوں کی کثرت سے شیطان پر غلبہ رہتا ہے اور نفس بھی انسان کا دشمن ہے یہ بھی نوافل کے ذریعے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رفاقت کے حصول میں، اپنے نفس کی اصلاح کے ذریعے کوشش کرو، تمہیں میری رفاقت کا یہ پاکیزہ مقام حاصل ہوگا۔

۵۔ اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ ریزی کا عمل، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب بنانے اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت صرف کثرت سے سجود سے حاصل ہوگی، یہ زبانی محبت کے دعویٰ کرنے سے حاصل نہ ہوگی، جیسا کہ عام لوگ تصور لیے یہ کہتے ہیں۔

باغ جنت میں محمد مسکراتے جائیں گے
پھول رحمت کے گریں گے ہم اٹھاتے جائیں گے

تو بات کسی کی بیعت کرنے سے یا مرید بننے سے حل نہ ہوگی یہ کثرت سے نمازوں کی ادائیگی سے بات بنے گی۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

۹۲۸۔ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے

(۹۲۸) مسلم: ٤٨٨۔ ترمذی: ٣٨٨۔ نسائی: ١١٣٩۔ ابن ماجہ: ١٤٢٣۔ احمد: ٢١٩٣٦.

فَقُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِيَ الْجَنَّةَ أَوْ قَالَ قُلْتُ بِأَحَبِّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ مَا قَالَ لِيْ ثَوْبَانُ (رواه مسلم ، ، ٤٨٨)

ملاقات کی اور میں نے کہا: مجھے وہ عمل بتاؤ کہ وہ عمل کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ یا کہا وہ عمل بتاؤ جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو تو وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے دوبارہ سوال کیا تو وہ خاموش ہی رہے اور میں نے تیسری بار سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو بکثرت سجدے کیے جا پس تو اللہ کے لیے جو بھی سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تیرا درجہ بلند کرے گا اور تیرے گناہ معاف کر دے گا۔ معدان نے کہا پھر میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی اس کے مطابق ہی جواب دیا۔

شرح: ......١۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے تین مرتبہ خاموش رہنے کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ وہ سائل کے جذبے کو ماپنا چاہتے تھے اور اس کی طلب و جستجو کا معیار مقرر کرنا چاہتے تھے کہ اسے کتنا شوق ہے۔

٢۔ اس حدیث میں بھی کثرت سجود کی ترغیب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انتہاء درجہ کی انکساری ہے، بہترین جبین نیاز خاک آلود ہے، تواضع کا آخری درجہ ہے، تکبر کا مینار زمین بوس ہوتا ہے۔

اس شہنشاہ کبریاء کے سامنے جتنی زیادہ پستی کا اظہار بندہ کرتا ہے اتنا ہی بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۝﴾ (القلم:١٩) ''سجدہ ریز ہو جاؤ اور قرب حاصل کرو۔''

اس کی تفسیر میں سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اپنے رب کی بارگاہ میں حالت سجدہ میں رہ کر اور علاوہ ازیں اطاعت کشیوں اور قربتوں کو پاؤ، کیونکہ یہ تمام کام اللہ کی خوشنودی اور تقرب کا باعث ہیں۔ (تیسیر الکریم: ١٢٩٨)

٣۔ ہم یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے چلیں کہ بعض حضرات ان احادیث سے دلیل لیتے ہیں کہ سجدہ طویل قیام سے بھی افضل ہے، اس کے جواب میں علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت ربیعہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما والی احادیث سے یہ دلیل لینا کہ سجدہ، قیام سے افضل ہے، یہ ٹھیک نہیں۔

کیونکہ ان میں سجدہ کی فضیلت ضرور بیان ہوئی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قیام سے بھی افضل ہے۔ (مرعاۃ: ٢/ ٤٥٥)

(٤٥٢/٢) پر رقمطراز ہیں کہ طویل قیام اپنی افضلیت رکھتا ہے اور سجدہ کو صرف دعا کے لحاظ سے افضل قرار دیا جا سکتا ہے۔ (انتہیٰ) یوں مطابقت پیدا ہو جاتی اور الجھن ختم ہو جاتی ہے۔

٩٢٩ ـ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلْمَانَ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَهُ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبِيِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ غَنَائِمَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحاً مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ هٰذَا الْوَادِيِّ قَالَ وَيْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ قَالَ مَازِلْتُ أَبِيْعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ أَوْقِيَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا أُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ. (رواه أبوداود ، ٢٧٨٥)

عبید اللہ بن سلمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا تو انہوں نے اپنی غنیمت نکال کر قابض ہوئے تو ایک مرد آیا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے تو آج اتنا نفع ہوا ہے جو اس پوری وادی کے کسی دوسرے شخص کو نفع نہیں ہوا۔ فرمایا: تیرا بھلا ہو بتا تو تجھے کتنا نفع ہوا؟ اس نے کہا: میں خریدتا اور فروخت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے تین سو اوقیہ نفع میں حاصل ہوئی۔ اس کو نبی ﷺ نے فرمایا کیا تجھے اس سے بہتر نفع حاصل کرنے والے مرد کی تجارت بتاؤں؟ تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''فرض نماز کے علاوہ دو رکعات۔''

٩٣٠ ـ عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ عَلِمَ أَنَّ الصَّلَاةَ حَقٌّ وَاجِبٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ . (لعبد الله بن أحمد ٤٧٥ ، والموصلى والبزار)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جان لیا کہ نماز حق فریضہ ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' (عبداللہ بن احمد، الموصلی، البزار)

شرح:...... انسان اصل میں عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات: ٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اور عبادت میں سب سے زیادہ اہم اور مجموعہ عبادات نماز ہے اور یہ کفر واسلام کا معیار ہے، اس لیے جو اسے واجب جانتا ہے اور اس پر ہمیشگی کرتا ہے اور ایمان کو درست رکھتا ہے، شرک کی آلودگی سے پراگندہ نہیں کرتا اور نہ ہی ایسا جرم کرتا ہے جو اس سے بھی بڑا ہو تو پھر یہ نماز کا عامل شخص جنت میں جائے گا۔ اگر گنہگار رہو گا تو سزا پا کر آخر اس نماز کے حق کی برکت سے جنت میں جائے گا۔

---

(٩٢٩) ابوداؤد: ٢٧٨٥ـ ضعيف، البانى: ٥٩٣.

(٩٣٠) عبدالله ابن احمد: ٤٢٥ـ موصلى ـ بزار ـ ورجاله موثقون، هيثمى: ١٥٩٥.

۹۳۱ ـ عَنْ حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ رُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَوُضُوْئِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ وَعَلِمَ أَنَّهُنَّ حَقٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ أَوْقَالَ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ . (لأحمد ۱۷۸۸۱)

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''جس نے پانچ نمازوں کی حفاظت کی اور ان میں رکوع، سجود اور وقت کا خیال رکھا اور یہ جانتا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا یا فرمایا اس کے لیے جنت واجب ہے یا فرمایا: ''اس کو آگ پر حرام کیا گیا۔'' (احمد، الکبیر)

شرح: ...... پانچ نمازوں کے وضو اچھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی ہوا اعضاء خشک نہ رہیں کامل طور پر نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق وضو کیا ہو۔

۲۔ ان نمازوں کو افضل وقت میں پڑھا جو کہ اول وقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًاo﴾ (النسآء: ۱۰۳)

''بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر لکھی گئی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وفات تک رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی آخر وقت میں نماز نہیں پڑھی، یعنی اول وقت میں ہی پڑھتے رہے۔ (حاکم: ۱/ ۱۹۰، حدیث صحیح)

بروقت اور اول وقت کی پابندی بھی ایک اہم ذمہ داری ہے، اس لیے اس کی قید لگائی گئی ہے۔

۳۔ رکوع اور سجود میں اطمینان رکھا اور پورے پورے ادا کیے اور اعتدال اعضاء کیا کہ ہر عضو اپنی جگہ آجائے پھر دوسرا رکن ادا کیا۔

۴۔ خشوع سے مراد ہے کہ اعضاء میں سکون رکھا، بے کار حرکتوں سے باز رہا، اور دل مکمل طور پر نماز ہی میں لگائے رکھا۔

۵۔ نمازوں کی محافظت یہ ہے کہ وقت پر پڑھیں اور بلا وجہ موخر نہ کیا اور باجماعت پڑھیں، یہ نہیں کوئی چھوڑ دی کوئی پڑھ لی بلکہ پانچ مکمل پڑھیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَo﴾ (المومنون: ۹)

''جو لوگ اپنی نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں۔''

یعنی انہیں ہمیشہ ان کے اوقات میں پڑھتے ہیں، اس کی حدود اور شرائط کا خیال رکھتے ہیں، اس کے ارکان صحیح ادا کرتے ہیں۔

---

(۹۳۱) احمد: ۱۷۸۸۱ـ طبرانی کبیر ورجال احمد، رجال الصحیح، ہیثمی: ۱۵۹۸.

ان کے لیے جو حدیث میں مذکورہ اوصاف کے ساتھ نماز کے محافظ ہیں، جنت میں جانا ان کا حق ہے اور دوزخ کی آگ ان پر حرام ہے، بشرطیکہ ایمان درست ہو اور شرک کی آمیزش سے پاک ہو۔

٩٣٢ ـــ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَكًا يُنَادِيْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ . يَا بَنِيْ آدَمَ قُوْمُوْا إِلٰى نِيْرَانِكُمُ الَّتِيْ أَوْقَدْتُمُوْهَا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَأَطْفِئُوْهَا . (رواه الطبراني في الأوسط والصغير .)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت منادی کرتا ہے۔ اے آدم علیہ السلام کے بیٹو! اپنی آگ کی طرف اٹھو! جو تم نے اپنی جانوں پر جلائی ہے اور اس کو بجھا ڈالو۔'' (الاوسط اور الصغیر)

٩٣٣ ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ لِوَقْتِهَا ، وَأَسْبَغَ لَهَا وُضُوْئَهَا ، وَأَتَمَّ لَهَا قِيَامَهُ وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا ، خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَآءُ مُسْفِرَةٌ تَقُوْلُ: حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ ، وَمَنْ صَلّٰى لِغَيْرِ وَقْتِهَا ، وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوْءَ هَا ، وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهُ ، خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ . حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهَهُ . (رواه الطبراني في الأوسط بضعف)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بروقت نمازیں ادا کیں اور ان کے لیے مکمل وضو کیا، ان کا قیام مکمل کیا، خشوع، رکوع اور سجود ان کا بصورت کامل ادا کیا تو وہ نماز روشن اور سفید ہو کر نکلتی اور کہتی ہے: اللہ تیری ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی ہے۔ جس نے غیر وقت میں ادا کی، نہ تو پوری طرح مکمل وضو کیا، نہ پورا خشوع کیا اور نہ رکوع وسجود پورا کیا تو نماز تاریک اور کالی سیاہ ہو کر نکلتی ہے اور کہتی ہے: تجھے اللہ ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ جاتی ہے جہاں تک اللہ چاہے اور پھر اس کو لپیٹا جاتا ہے جیسے پرانے کپڑے کو لپیٹے ہیں اور پھر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

٩٣٤ ـــ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَأَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ موسم خزاں میں باہر گئے اور درختوں کے پتے گر رہے تھے پس آپ ﷺ نے ایک درخت کی شاخ پکڑا کر ہلائی تو اس کے پتے گرنے لگے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کی:

---

(٩٣٢) طبرانی اوسط صغیر۔ اس میں یحییٰ بن زہیر قرشی متفرد ہے، اس کا کسی نے ذکر نہیں کیا۔ بقیہ راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ہیثمی: ١٦٥٩.
(٩٣٣) طبرانی اوسط، اس میں عباد بن کثیر ہے، وقد اجمعوا علی ضعفہ ہیثمی: ١٦٧٧.
(٩٣٤) احمد: ٢١٠٤٦ ورجاله ثقات۔ ہیثمی: ٣٥٠١.

قَالَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّ الصَّلاَةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا يَتَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رواه أحمد، ٢١٠٤٦)

یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ فرمایا: ''مسلمان بندہ جب نماز ادا کرتا اور اللہ کی خوشنودی اس کی مراد ہوتو اس کے گناہ اس سے اسی طرح گرتے ہیں جیسا اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔'' (احمد)

شــــرح: ...... یہ حدیث نماز کے فضائل اور فوائد پر واضح دلیل ہے، جس میں ایک مثال کے ذریعے نماز سے گناہوں کے گرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے، بشرطیکہ آدمی خالص اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کے تحت نماز پڑھی ہو، ریا کاری اور شہرت مدنظر نہ ہو۔

٩٣٥ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ . (لمسلم ٢٣٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ نمازیں جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہے۔'' (مسلم)

شــــرح: ...... پانچ نمازیں یعنی ایک نماز ادا کی پھر دوسری ادا کی درمیان کے لیے نماز گناہوں کا کفارہ ہے، اسی طرح پانچوں کا اندازہ لگائیں، اسی طرح ایک جمعہ پڑھا اس کے بعد دوسرا جمعہ پڑھا درمیان والے دنوں کے لیے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

اسی طرح ایک رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد جب دوسرا رمضان آئے گا تو یہ درمیان والا وقفہ اس کے لیے پہلا رمضان گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

یہ تمام وقفہ جات تب گناہوں کا کفارہ بنیں گے جب کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا اعلان بھی ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ (النسآء: ٣١)

''اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے، تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے۔''

کبیرہ گناہ کی علامت یہ ہے کہ اس پر حد لگائی جائے یا آخرت میں عذاب کی وعید ہو یا کہا گیا ہو کہ وہ گناہ کرنے سے ایمان نہیں رہتا یا اس پر لعنت کی گئی ہو یا اللہ کے غضب کی ڈانٹ ہو۔

مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور کاموں کی وجہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ نیکیاں کبیرہ گناہوں کو

---

(٩٣٥) مسلم: ٢٣٣۔ ترمذی: ٢١٤۔ ابن ماجه: ١٠٨٦۔ احمد: ١٠١٩٨.

نہیں مٹاتیں، کبیرہ کو توبہ مٹائے گی، یا پھر اللہ کسی پر فضل کر دے تو علیحدہ بات ہے۔

یاد رہے کہ یہ نیکیاں حد اور قصاص اور حقوق العباد کو بھی نہیں مٹاتیں ان نیکیوں کے کمانے والا اگر حد کا مستحق ہے تو لگے گی، قصاص کا سزاوار ہے تو قصاص لیا جائے گا اور حقوق العباد ادا کرے گا تو جان چھوٹے گی یہ نیکیاں اس سے جان نہ چھڑا سکیں گی۔

واہ کتنا ہی عظیم فضل ہے کہ اس پروردگار نے بندوں کو گناہوں سے صاف رکھنے کے لیے کتنی زیادہ مہربانیاں کی ہیں، مگر بندے گناہوں کی دلدل میں پھنستے ہیں۔

٩٣٦ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلاَ يُتْبِعَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِنْ ذِمَّتِهِ . (رواه الترمذى ٢١٦٤)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز فجر ادا کی وہ اللہ کی ذمہ داری اور وعدہ میں آ گیا ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کے متعلق تم سے سوال نہ کرے۔''

شــــرح: ......اس حدیث میں نمازِ صبح کا خصوصی شرف بیان ہوا ہے کہ بندہ یہ ادا کرنے سے اللہ کے خاص عہد وضمانت میں آ جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی امان پاتا ہے۔ ایک امان تو بندے کو کلمہ توحید پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے یہ اس کے علاوہ امان ہے۔

نمازِ فجر کا یہ خاص شرف اس لیے ہے کہ اس کی ادائیگی میں بہت زیادہ کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اسے وہی آدمی ادا کر سکتا ہے جو خلوص کا پیکر ہو اور جس کا ایمان بیدار ہو اسی وجہ سے ایسا مخلص آدمی اللہ تعالیٰ کے ذمہ وعہد میں آ جاتا ہے اور ظاہر ہے اتنے عظیم ذمہ کو توڑنے والا خود کو دوزخ کا ایندھن بنائے گا۔

ہمارے لیے اس میں سخت آگاہی ہے کہ صبح کی نماز نہ چھوڑیں، جو چھوڑے گا اس سے یہ بڑی امان اٹھ جائے گی جو چاہے اسے نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ کی کوئی ذمہ داری نہیں، اس نے تو ذمہ داری نماز صبح ادا کرنے والے کی اٹھائی ہے۔

٩٣٧ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کے بعد تمہارے درمیان رات اور دن کے فرشتے تبدیل ہو کر آتے جاتے رہتے ہیں اور نماز فجر اور نماز عصر کے وقت وہ جمع ہوتے ہیں اور جو تمہارے پاس آئے تھے وہ جب اوپر جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ سب کچھ خود جاننے کے

(٩٣٦) ترمذى: ٢١٦٤ـ صحيح البانى: ١٧٥٧.

(٩٣٧) بخارى: ٥٥٥ـ مسلم: ٦٣٢ـ نسائى: ٤٨٥ـ احمد: ٩٩٣٦ـ مالك: ٤١٣.

عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَا هُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ . (رواه البخاري: ٥٥٥)

باوجود تمہارے بارے میں پوچھتا ہے: تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا کر آئے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم نے جب ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھتے تھے اور ہم جب ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔''

شرح: ......فرشتے باری باری اترتے ہیں یعنی جو نمازِ فجر میں اترتے ہیں وہ نمازِ عصر تک رہتے ہیں اور جو نمازِ عصر میں اترتے ہیں وہ فجر تک رہتے ہیں۔ اس طرح ان کا آنا باری باری بنتا ہے مگر فجر اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں چونکہ کراماً کاتبین تو بندے سے جدا نہیں ہوتے، زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ اترنے والے فرشتے ان کے علاوہ ہیں۔

یہ نمازِ فجر سے ڈیوٹی پر مقرر فرشتے نمازِ عصر کے وقت اوپر چڑھتے ہیں، اسی طرح نمازِ عصر سے مقرر نمازِ فجر کے وقت اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جانتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے کہا تھا کہ یہ انسان زمین میں فساد اور خونریزیاں کرے گا ہم تسبیح و تقدیس کے لیے کافی ہیں۔ (البقرہ: ۳۰)

اللہ انہیں بتانا چاہتے ہیں یہ دیکھ لو وہ تمہاری طرح تسبیح و تقدیس کر رہا ہے جسے تم فسادی قرار دیتے تھے۔

دونوں نمازوں میں فرشتے تب چڑھتے ہیں جب نمازی جمع ہو چکے ہوتے ہیں اور جب آتے ہیں تو اس وقت بھی جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ پاک سے کہتے ہیں کہ ہم گئے تو نماز پڑھتے تھے اور ہم انہیں چھوڑ کر آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کے لیے آنا یہ دراصل نماز ہی کا حصہ تصور کرتے ہیں۔

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عبادات میں سے نماز اعلیٰ ترین عبادت ہے۔

۳۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ فجر اور عصر میں یہ عظمت رونما ہوتی ہے کہ ان میں فرشتوں کے دونوں گروہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دوسری نمازوں میں صرف فرشتوں کا ایک گروہ ہی حاضر ہوتا ہے۔ ان دونوں کا وقت خاص شرف رکھتا ہے، اس لیے ان کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

۹۳۸ ـــ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمَّارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِيْ الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ: آنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: ''وہ آگ میں داخل نہ ہو گا جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی۔'' پس ایک آدمی جو اہل بصرہ میں سے تھا اس نے کہا: یہ حدیث تو نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اور ایک دوسرے آدمی نے کہا: میں گواہی

(٩٣٨) مسلم: ٤٣٦ـ نسائی: ٤٨٧ـ ابوداؤد: ٤٢٧ـ احمد: ١٧٨٣٣.

نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُهُ مِنْهُ ﷺ. (روه مسلم ، ٦٣٤)

دیتا ہوں کہ میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (مسلم ابوداؤد نسائی)

شرح: ......نمازِ فجر اور نمازِ عصر پر ہیشگی کرنے والے کو دوزخ سے بچاؤ کی بشارت دی گئی ہے، ان دونوں نمازوں کو اس شرف سے نوازنے کی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت نیند کی لذت محوخواب رکھتی ہے اس کے لیے اٹھنا دوسری نمازوں کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہے۔

اور نمازِ عصر کا وقت تجارت میں مشغولیت کا وقت ہے، خرید وفروخت کا بازار پوری آب وتاب پر ہوتا ہے، ایسی دنیاوی مصروفیات کی کشاکش سے گزر کر نماز کے لیے آنا کامل ایمان کی علامت ہے، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ بھی تعریف کرتے ہیں:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ﴾ (النور: ٣٧)

''ایسے آدمی بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے سے غافل نہیں کرتے۔''

ایک مسلمان جب ان مشقت اور مصروفیت سے لبریز نمازوں کی نگہبانی کرے گا تو دوسری نمازوں کی بالاولیٰ نگہداشت کرے گا۔

ظاہر ہے ان دونوں نمازوں میں فرشتے لوگوں کے اعمال لے کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اگر یہ عمل ہمیشہ جاری رہے تو دوزخ سے دوری اور جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

(٩٣٩) عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواه البخاری ٥٧٤)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ٹھنڈے وقت کی دونمازیں ادا کیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

شرح: ......دوٹھنڈی نمازوں سے مراد، فجر اور عصر کی نماز ہے کیونکہ صبح کے وقت ہوا ٹھنڈی چلتی ہے اور عصر کے وقت حرارت کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔

ایک تو ان دونوں کو وقت پر پڑھنے سے فضل واجر ملتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ان دونوں نمازوں کی نگہداشت کرے گا جبکہ مصروفیت اور کئی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں تو یہ انسان دوسری نمازوں کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرے گا، جب نمازیں ادا ہوں گی تو ان کا صلہ بتایا گیا ہے کہ یہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔

٩٤٠۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(٩٣٩) بخاری: ٥٧٤۔ مسلم: ٦٣٥۔ احمد: ١٦٢٨٩۔ دارمی: ١٤٢٥.

(٩٤٠) ترمذی: ٥٨٦۔ حسن، البانی: ٤٨٠.

اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَامَّةٍ تَامَّةٍ . (رواه الترمذی ٥٨٦)

جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک ذکر الٰہی میں رہا اور پھر دو رکعات نماز پڑھی تو اس کو حج اور عمرہ کی مثل اجر وثواب دیا جائیگا پورا پورا اور پورا اجر۔'' (ترمذی)

شـــرح: ......کوئی آدمی نماز فجر پڑھتا ہے اور جس جگہ پر مسجد میں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہتا ہے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتا ہے اور آفتاب نمودار ہونے تک مشغول رہتا ہے، اب آفتاب تقریباً ایک نیزہ کے برابر اوپر آجاتا ہے یعنی طلوع سے تقریباً دس پندرہ منٹ بعد دو رکعات نماز ادا کرتا ہے جو کہ اشراق کے نام سے مشہور ہے تو اسے اس اندازہ کے مطابق اجر ملتا ہے جیسا کہ وہ ایک حج اور ایک عمرہ کرے۔

نبی ﷺ نے نہایت ہی تاکید اور پرزور انداز پر فرمایا، پورے پورے حج اور عمرہ کا اجر ہے، اس میں کمی نہیں آتی۔ اللہ اکبر! ساری عمر ساری دنیا سمیٹ لیں اس معمولی سی نیکی کا بدل نہیں ہوسکتی۔

انتباہ: اس حدیث کے انداز بیان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے اگر کوئی اس دوران سو جاتا ہے یا کسی کام کے لیے باہر چلا جاتا ہے یا نماز پڑھنے کی جگہ بدل کر بیٹھتا ہے، وہ اس ثواب کا اہل نہیں۔

راقم کہتا ہے اگر اس حدیث میں مذکور شرائط میں خلل آجاتا ہے، تو پھر بھی اشراق کی دو رکعات ضرور پڑھ لے اگر یہ ثواب نہ بھی ہوگا اشراق پڑھنے کا اجر تو ضرور پائے گا۔ ان شاء اللہ!

٩٤١۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُوْ فِيْهِمَا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (لابی داود، ٩٠٥)

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بہت اچھی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعات نماز پڑھی اور ان کے درمیان بھولا نہ ہو تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' (ابوداؤد)

شـــرح: ......اچھا وضو کرنے سے مراد ہے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اسی طرح مکمل اعضاء تر کرتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسنون وضو لوگوں کو دکھانے کے بعد کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور دو رکعات نماز پڑھی اور ان میں اپنی دنیاوی باتوں میں مصروف نہ رہا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری، کتاب الصیام، باب السواک الرطب والیابس) اس طرح اچھا وضو کیا، پھر دو رکعات نماز ادا کی اس میں حاضر دل رہا، بیدار مغز ہو کر پڑھیں، یہ پتہ ہو کہ میں کس سے سرگوشی کر رہا ہوں، یہ تصور ہو کہ

(٩٤١) ابوداؤد: ٩٠٥۔ احمد: ١٦٦٠٦۔ حسن، البانی: ٨٠٠.

میں رب کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہیں تو یہ تصور ضرور ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ کار خیر گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگر گناہوں کے بدانجام سے آگاہ ہو تو فوراً یہ نیکی کر گزرو۔

٩٤٢ ـ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِيْنَ شُهُوْدُ الْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَهُمَا أَوْ نَحْوَهٰذَا. (رواه مالك ٢٩٤)

ابن مسیّب رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور منافقین کے درمیان امتیاز عشاء اور فجر کی نمازوں میں حاضری سے ہوتا ہے وہ ان اوقات میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔'' (یا اس کی مثل فرمایا)

شرح: ...... یہ روایت منقطع ہے، علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، لیکن اس کا مفہوم صحیح احادیث سے نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ صبح اور عشاء کی نمازوں میں منافق حاضر نہیں ہوتا۔

وجہ یہ ہے کہ منافقوں پر تو نماز ویسے ہی بھاری ہے اور یہ دونوں نمازیں تو خصوصاً مشکل ہیں اس لیے یہ اور بوجھل ہو جاتی ہیں، ان میں حاضر ہونا ان کے لیے وبال جان ہوتا ہے۔ بے نماز مسلمان کے لیے بہت بڑی عبرت ہے۔ (شرح موطا:١/ ٢٦٩)

٩٤٣ ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوْ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ. (رواه البخاري ، ٥٢٧)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کیا ہے؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر۔ میں نے عرض کی پھر کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ماں باپ سے حسن سلوک۔ میں نے کہا: پھر کون سا عمل بہتر ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ انہوں نے کہا: اس قدر تو آپ ﷺ نے بیان کیا اور اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ ﷺ مجھے مزید بتاتے۔

شرح: ......١۔ ایک جگہ ایمان کو افضل قرار دیا گیا ہے اور اس میں نماز کو افضل قرار دیا گیا ہے یہ کوئی ٹکراؤ نہیں، وجہ یہ ہے کہ اس میں سوال بدنی عبادت یا عمل کے متعلق تھا، ایمان قلبی حالت سے وابستہ ہے، اس لیے بدنی اعمال میں نماز کو اول وقت میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا سب سے محبوب عمل ہے۔ علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ لِوَقْتِهَا میں لام کو اول کے معنیٰ میں بیان کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ (الطلاق : ١) ''عورتوں کو ان کی عدت کے اول میں طلاق دو۔'' اسی طرح یہاں ہے۔ (مرعاة:٢/ ٥)

(٩٤٢) مؤطا: ٢٩٠۔ مرسل، كتاب الصلاة، باب ماجاء في العتمه والصبح.

(٩٤٣) بخاری: ٥٢٧۔ مسلم: ٨٥۔ ترمذی: ١٨٩٨۔ نسائی: ٦١١۔ احمد: ٥٣٠١۔ دارمی: ١٢٢٥.

ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں اول وقت نماز کا ذکر ہے اور دیگر احادیث میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کرنے کا حکم ہے جو کہ تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

اس کا حل: یہ ہے کہ عام نمازوں میں اول وقت میں انہیں ادا کرنے کا ذکر آتا ہے اور یہ ایک خاص نماز میں جس میں ذرا تاخیر کی اجازت ہے یا حکم ہے، ان میں ٹکراؤ نہیں۔ ہر نماز اول وقت ادا کی جائے، صرف نمازِ ظہر اتنی مؤخر کی جائے کہ گلیوں میں سایہ آ جائے لوگ آسانی سے آ سکیں، یوں مطابقت ہو جاتی ہے کوئی ٹکراؤ نہیں۔

ایک اعتراض: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیگر احادیث میں بھی کئی اشیاء کو افضل قرار دیا گیا ہے، یہاں نماز کو اول وقت میں پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، یہ تعارض ہے۔

اس کا حل: یہ ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف حالات وظروف کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے مختلف امور خیر کو بہتر قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔

۲۔ نماز کے بعد والدین سے حسن سلوک کرنا، نیکی کرنا، ان کی نافرمانی نہ کرنا اور ان کے حقوق تلف نہ کرنا یہ نیکی کا کام ہے۔

کیونکہ اللہ رب ہے، نماز اس کا حق ہے اور والدین دنیاوی نقطہ نظر سے اللہ کے بعد سب سے پہلے اور بڑے محسن ہیں، اس لیے ان سے نیکی کو دوسرے نمبر پر قرار دیا گیا ہے، انسان کو اسی نیکی کی ترغیب قرآن دلاتا ہے۔

ان کے سامنے پہلو پست رکھو، انہیں مت ڈانٹو! اور اچھی بات کہو، یہ دعا کرو:

﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا٥﴾ (الاسراء: ٢٤)

''اے میرے رب! ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی ہے۔''

۳۔ جہاد کو ان دونوں کارہائے خیر کے بعد اللہ کا پسندیدہ کام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ جہاد اللہ کے دین کی سرفرازی کے لیے مال، جان اور زبان وقف کرنے کا نام ہے کیونکہ نماز اور ماں باپ کی قدر دانی یہ جہاد کو جلاء بخشتے ہیں اس لیے پہلے ان کا ذکر ہے، اس کے بعد جہاد کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بھی اشاعت اسلام کا ایک اہم ستون ہے۔

٩٤٤ ــ عَـنْ سَهْـلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الـصَّلاَةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تَضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ . (لأبی داود ٢٤٩٨)

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز، روزہ اور ذکر کا اجر دوگنا زیادہ ہے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے۔'' (ابوداؤد)

(٩٤٤) ابوداؤد: ٢٤٩٨۔ احمد: ١٥١٨٦۔ ضعیف، البانی: ٥٣٧.

(وَجُوْبُ الصَّلاَةِ: أَدَآءً وَقَضَآءً)

نماز کے وجوب کا اور اس کے ادا کرنے اور قضاء کرنے کا بیان

٩٤٥ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمِ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى عِبَادِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ قَالَ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَى عِبَادِهِ صَلَوَاتٍ خَمْسًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ قَبْلَهُنَّ أَوْ بَعْدَهُنَّ شَيْئًا قَالَ: أَفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَى عِبَادِهِ صَلَوَاتٍ خَمْسًا . فَحَلَفَ الرَّجُلُ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهِ شَيْئًا وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ شَيْئاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ . (رواہ النسائی ٤٥٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں پس اس آدمی نے قسم کھا کر کہا: نہ وہ اس سے زیادہ کرے گا اور نہ کم کرے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے سچ کر دکھایا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔''

شــــرح: ......١۔ یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، ان کے علاوہ نوافل یا سنتیں ہیں۔

٢۔ اس آدمی نے کہا کہ میں ان میں کمی بیشی نہیں کروں گا، یعنی فرائض میں کوتاہی نہیں ہوگی، نوافل پڑھ لوں تو وہ الگ بات ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں اس کا عزم بہت نیک تھا، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اسی عزم پر اگر قائم رہا تو ضرور جنت میں جائے گا، اگر بدل جائے تو علیحدہ بات ہے۔

٣۔ پانچ نمازیں فرض ہیں، ان کی پابندی جنت کی ضمانت ہے، بشرطیکہ ایمان بھی مضبوط ہو اور شرک سے پاک ہو اور حقوق العباد پورے کیے ہوں۔

٩٤٦ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ ثُمَّ نُقِصَتْ حَتَّى جُعِلَتْ خَمْسًا ثُمَّ نُوْدِيَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَإِنَّ لَكَ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِيْنَ . (رواہ الترمذی ٢١٣)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر معراج کی رات پچاس نماز فرض ہوئیں، پھر کم کی گئیں یہاں تک کہ پانچ کر دی گئیں اور پھر آواز دی گئی۔ اے محمد ﷺ! میرے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی پس تیرے لیے ان پانچ کا اجر پچاس کے اجر کے برابر ہی رہے گا۔''

(٩٤٥) نسائی: ٤٥٩۔ احمد: ١٣٤٠٣۔ صحیح، البانی: ٤٤٥.

(٩٤٦) ترمذی: ٢١٣۔ صحیح، البانی: ١٧٦۔ بخاری: ٣٤٩۔ نسائی: ٤٤٨.

شرح: ......۱۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مسلم کی ایک روایت میں ہے: فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً...... الخ ''کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر پچاس نمازیں فرض کیں۔''

بخاری کی ایک روایت میں ہے: فَرَضَ اللّٰـهُ عَلٰى أُمَّتِيْ ''کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔''

اس میں مطابقت یوں ہے کہ آپ بھی چونکہ نمازوں کی فرضیت میں شامل تھے، اس لیے آپ پر نمازوں کی فرضیت امت پر بھی فرضیت میں آ جاتی ہے۔ (تحفۃ:۱/ ۱۸۶)

۲۔ اس حدیث سے پانچوں نمازوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے کرم پر بھی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ پانچ نمازیں شب و روز میں ادا کرے گی اور ثواب پچاس نمازوں کا پائے گی۔ اس امت کے خفتہ نصیبو! اٹھو! رب کے رحم وکرم کا موجزن سمندر تمہیں سیرابی کی صدا دے رہا ہے، اس میں غوطہ زن ہو جاؤ۔

۹٤٧ ـــ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِيْ الْحَضَرِ أَرْبَعاً وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً. (رواه مسلم ، ٦٨٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر فرض کیں چار رکعات مقیم کے لیے اور دو رکعات مسافر کے لیے اور بحالت خوف ایک رکعت ہے۔ (مسلم، ابوداؤد اور نسائی)

۹٤٨ ـــ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَمَّهَا فِي الْحَضَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الأُوْلٰى . (رواه مسلم ٦٨٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کیں تو دو رکعات فرض کیں پھر مقیم کے لیے چار پوری کر دی گئیں اور سفر کی نماز اول فریضہ پر باقی رہنے دی۔

۹٤٩ ـــ وزاد أحمد: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَافَرَ صَلَّى الصَّلَاةَ الأُوْلٰى إِلَّا الْمَغْرِبَ فَإِذَا أَقَامَ زَادَ مَعَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ إِلَّا الْمَغْرِبَ لِأَنَّهَا وَتْرٌ وَالصُّبْحَ

احمد نے زائد بیان کیا ہے: اور رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جاتے تو پہلے فریضے کے مطابق نماز پڑھتے مغرب تین ہی پڑھتے اور جب مقیم ہوتے تو اول فریضے پر دو دو رکعات کا اضافہ کر دیتے البتہ مغرب میں کوئی تبدیلی نہ کرتے اس لیے کہ

(۹٤٧) مسلم: ٦٨٧ـ نسائي: ١٤٤٢ـ ابوداؤد: ١٢٤٧ـ ابن ماجه: ١٠٦٨.

(۹٤٨) مسلم: ٦٨٥ـ بخاري: ٣٥٠ـ نسائي: ٤٥٥ـ ابوداؤد: ١١٩٨ـ احمد: ٢٥٨٠٦ـ مالك: ٣٣٧ـ دارمي: ١٥٠٩.

(۹٤٩) احمد: ٢٥٧٥٠ـ ورجاله ثقات، بخاري: ٣٥٠ـ مسلم: ٦٨٥ـ نسائي: ٤٥٥ـ ابوداؤد: ١١٩٨ـ مالك: ٣٣٧ـ دارمي: ١٥٠٩.

لأَنَّـهُ يُطَـوِّلُ فِيهَـا الْقِرَاءَةَ (رواه أحمد، ٢٥٧٥٠)

وہ طاق (وتر) نماز ہے اور فجر میں بھی اضافہ نہیں کیا اس لیے کہ اس میں قراءت طویل پڑھی جاتی ہے۔''

٩٥٠ ـــ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَفُرِضَتْ أَرْبَعاً وَتُرِكَتْ صَلاَةُ السَّفَرِ عَلَى الأُوْلَى . قَالَ الزُّهْرِيُّ: قُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ، قَالَ: تَأَوَّلَتْ كَمَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ . (رواه البخاری ٣٩٣٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نماز دو رکعات کی صورت میں فرض کی گئی تھی پھر نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی تو چار رکعات نماز فرض کی گئی اور سفر کی نماز اول فریضہ پر ہی چھوڑ گئی۔ زہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کس بنا پر بحالت سفر نماز پوری پڑھتی ہیں؟ اس نے کہا: وہ بھی اسی طرح تاویل کرتی ہیں جیسے عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی ہے۔

٩٥١ـ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَصَلاَّهَا النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ حَتَّى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، وَصَلاَّهَا فِيْ الْمَدِيْنَةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَزِيْدَ فِيْ صَلاَةِ الْحَضَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَتُرِكَتِ الصَّلاَةُ فِيْ السَّفَرِ عَلٰى حَالِهَا . (رواه الطبرانی فی الأوسط بضعف)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز دو دو رکعات فرض کی گئی تھی پس نبی ﷺ نے مکہ میں اسی طرح پڑھی یہاں تک کہ مدینہ میں جب تک اللہ نے چاہا اسی قدر پڑھی۔ پھر اقامت کی نماز میں دو رکعات کا اضافہ کیا گیا اور سفر کی نماز اس کی سابقہ حالت پر رہنے دی۔ (الاوسط بسند ضعیف)

٩٥٢ـ عَنْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلاَةُ الأَضْحٰى رَكْعَتَان وَصَلاَةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَان وَصَلاَةُ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَان وَصَلاَةُ الْجُمْعَةِ رَكْعَتَان تَمَامٌ لَيْسَ بِقَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ ﷺ (رواه النسائی ١٥٦٦)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاشت کی نماز دو رکعات، عید الفطر کی نماز دو رکعات، مسافر کی نماز دو رکعات اور جمعہ کی نماز دو رکعات ہے یہ مکمل ہے قصر نہیں ہے، تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک کا یہ بیان ہے۔

٩٥٣ـ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الصَّلاَةِ فِيْ السَّفَرِ فَقَالَ: رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ كَفَرَ . (رواه الطبرنی فی الکبیر)

مورق رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سفر کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: دو رکعات ہے جس نے اس طریقے کے خلاف کیا اس نے کفر کیا۔ (الکبیر)

---

(٩٥٠) بخاری: ٣٩٣٥ـ مسلم: ٦٨٥ـ نسائی: ٤٥٥ـ ابوداؤد: ١١٩٨ـ احمد: ٢٥٨٠٦ـ مالك: ٣٣٧ـ دارمی: ١٥٠٩.

(٩٥١) طبرانی اوسط، وفیه عمرو بن عبدالغفار وهو متروك۔ هیثمی: ٢٩٤٥.

(٩٥٢) نسائی: ١٥٦٦ـ ابن ماجه: ١٠٦٤ـ صحیح، البانی: ١٤٧٥.

(٩٥٣) طبرانی کبیر۔ رجاله رجال الصحیح، هیثمی: ٢٩٣٦.

شــرح: ......ان تمام احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ نماز قصر دو رکعات ہے، فجر کی نماز بھی دو رکعات ہے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعات ہے کیونکہ یہ دن کی نمازوں کا وتر ہے۔

۲۔ یہ مسئلہ ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنا عزیمت اور فرض ہے یا کہ رخصت ہے۔

صحیح بات یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سفر میں پوری نماز پڑھ لینا یہ دلالت کرتا ہے کہ سفر میں نماز قصر فرض نہیں۔ (بیہقی: ۳/۱۴۳) میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفر میں پوری نماز پڑھی تو حضرت عروہ جو ان کے بھانجے تھے، انہوں نے پوچھا، آپ نماز پوری پڑھ رہی ہیں، قصر پڑھ لیتیں، انہوں نے کہا: بھانجے! پوری پڑھنے میں مجھے کوئی مشقت نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا ان کے نزدیک نمازِ قصر رخصت تھی، تاہم بہتر یہی ہے کہ رخصت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر کوئی پوری پڑھتا ہے تو گنجائش ہے۔

۳۔ ایک اعتراض آتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضر میں نماز چار رکعات فرض کیں اور سفر میں دو دو رکعات فرض کی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نماز دو رکعات فرض کی گئی تھی ہجرت کے بعد چار رکعات فرض کی گئی ہے۔

ان میں ٹکراؤ ہے کہ حضر میں چار رکعات فرض ہوئی اور دوسری روایت میں ہے کہ دو رکعات فرض ہوئی۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق معراج کی رات نمازیں دو دو رکعات فرض ہوئی تھیں۔ صرف مغرب کی نماز فرض ہی تین رکعات ہوئی تھی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق ہجرت کے بعد ان میں اضافہ کر دیا گیا کہ حضر میں دو دو رکعات اور بڑھا دی گئیں صرف صبح کی نماز دو رکعت ہی رہنے دی گئی کیونکہ اس میں قراءت طویل ہوتی ہے اور مغرب بھی تین رکعات ہی رہنے دی گئی کیونکہ یہ دن کی نمازوں کو وتر بناتی ہے۔ اس طرح تمام ٹکراؤ ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ اور ان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رات اور دن میں نمازیں پڑھنا فرض ہے۔

۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو سفر میں قصر کی رخصت کا فائدہ نہ اٹھانے والے کو کفر کی نسبت کی ہے، یہ نعمت کی ناشکری کے معنیٰ میں ہے، یا پھر جو اس رخصت پر یقین نہیں رکھتا قصداً اسے حقیر سمجھ کر ایسا کرتا ہے، اسے کفر والا قرار دیا ہے، اوپر ہم نے بتایا ہے کہ اگر یہ چیزیں نہ ہوں، یہ ارادہ ہو کہ میں پوری اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ مجھے مشقت نہیں اور رخصت اچھی چیز ہے تو پھر کفر نہیں۔

٩٥٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ فِيْمَا عَلَّمَنِيْ

عبد اللہ بن فضالہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تعلیم دی اور جو مجھے تعلیم دی اس

(٩٥٤) ابوداؤد: ٤٢٨۔ احمد: ١٨٥٤٥۔ صحیح، البانی: ٤١٣.

وَحَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ إِنَّ هٰذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرْنِي بِأَمْرٍ جَامِعٍ إِذَا أَنْ فَعَلْتُهُ أَجْزَأَعَنِّي فَقَالَ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ فَقَالَ صَلاةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلاةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا . (رواه أبوداود ٤٢٨)

میں سے یہ بھی ہے: پانچ نمازوں کی حفاظت کر۔ میں نے عرض کی: ان اوقات میں میری مصروفیات زیادہ ہیں اس لیے کوئی جامع امر میرے لیے تجویز فرمائیں جو میں انجام دوں تو میرے لیے جائز ہو۔ فرمایا: دوعصر کا اہتمام کر۔ ہماری زبان کے الفاظ یہ نہیں تھے اس لیے میں نے عرض کی: دوعصر کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز۔'' (ابوداؤد)

شرح: ......۱۔اس حدیث میں آپ ﷺ نمازوں کی حفاظت کا حکم دے رہے ہیں، یہ ان کے فرض ہونے کی دلیل ہے۔

۲۔اس میں ایک الجھن سی آتی ہے کہ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کو جب آپ نے نمازوں کی حفاظت کا کہا تو انہوں نے مصروفیات کا ذکر کیا، اس سے ثابت ہوا کہ مصروفیات کی بنا پر اول وقت کی جگہ غیر اول وقت میں بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے یہ بات نہیں اس میں آپ نماز غیر اول وقت میں پڑھنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ بلکہ یہ ہے کہ دوسری نمازوں کے لیے بات نہیں تھی بات عصر کی تاخیر کی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے انہیں نمازِ عصر اور نمازِ فجر اول وقت میں ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ (عون المعبود:۱/۱۶۳)

٩٥٥ــ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعَ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشَرَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ الْمَضَاجِعِ . (رواه أبوداود:٤٩٥)

عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اس کے باپ سے وہ اس کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: ''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور نماز کے لیے ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہوں اور ان کے لیٹنے کی جگہیں بھی الگ الگ کردو۔'' (ابوداؤد)

٩٥٦ـ عَنْ مُعَاذِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خُبَيْبِ الْجُهَنِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقَالَ لِإِمْرَأَتِهِ مَتَى يُصَلِّي الصَّبِيُّ فَقَالَتْ كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِذَا عَرَفَ يَمِيْنَهُ مِنْ

اور اس کی دوسری روایت معاذ بن عبداللہ بن خبیب جہنی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: جب بچہ دایاں بایاں پہچان جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔

(٩٥٥) ابوداؤد: ٤٩٥۔ احمد: ٦٧١٧۔ حسن، صحيح البانی: ٤٦٦ .

(٩٥٦) ابوداؤد: ٥٩٧۔ ضعيف البانی: ٩٥ .

شَمَالِهِ فَمُرُوْهُ بِالصَّلاَةِ. (رواه أبوداود: ٤٩٧)

٩٥٧ـ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اسَبْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلاَةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرَ. (للترمذى ٤٠٧)

عبدالملک بن ربیع اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات سال کے بچے کو نماز کی تعلیم دیدو اور اس کی وجہ سے اس کو مارو! جب وہ دس سال کا ہو۔''

٩٥٨ـ عَنْ أَبِیْ رَافِعٍ قَالَ: وَجَدْنَا صَحِيْفَةً فِیْ قِرَابِ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ وَفَاتِهِ فِيْهَا مَكْتُوْبٌ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَرِّقُوْا بَيْنَ مَضَاجِعِ الْغِلْمَانِ وَالْجَوَارِیْ وَالْإِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ لِسَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْا أَبْنَاءَ كُمْ عَلَى الصَّلاَةِ كَذَا بَلِّغُوْا سَبْعًا، مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ قَوْمِهٖ أَوْ إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيَ، مَلْعُوْنٌ مَنِ اقْتَطَعَ شَيْئًا مِنْ تُخُوْمِ الْاَرْضِ يَعْنِیْ بِذٰلِكَ طُرُقَ الْمُسْلِمِيْنَ للبزار وفيه غسان بن عبد اللّٰه عن يوسف بن نافع.

ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تلوار کے نیام سے ایک تحریر ہاتھ آئی اور اس میں لکھا تھا: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں اور بہن بھائیوں کے بستر جداجدا کر دو جب وہ سات سال کی عمر کے ہوں اور نماز کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو مارو جب وہ (میرا گمان ہے) نو سال کے ہوں۔ وہ شخص ملعون ہے اور وہ ملعون ہے جو اپنی قوم کے علاوہ کسی قوم کی طرف نسبت کرتا ہو یا غیر موالی کی طرف نسبت کرتا ہو اور ملعون ہے وہ جو خالی زمین یعنی مسلمان کے راستے بند کردے۔'' (البزار اور سند میں غسان بن عبد اللہ ہے جو یوسف بن نافع سے روایت کرتا ہے)

٩٥٩ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عَرَضَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فِی الْقِتَالِ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِیْ وَعَرَضَنِیْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَأَجَازَنِیْ قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں احد کے دن چودہ سال کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت نہ دی اور خندق کے دن پندرہ سال کی عمر میں پیش کیا گیا تو مجھے اجازت دے دی۔ نافع نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا جب وہ خلیفہ تھے اور میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: بڑے اور

---

(٩٥٧) ترمذی: ٤٠٧ـ ابواؤد: ٤٩٤ـ دارمی: ١٤٣١ـ حسن، صحیح: ٣٣٤.

(٩٥٨) بزار، وفيه غسان بن عبيدالله، عن يوسف، عن نافع ولم اجر من ذكرهما۔ هيثمی: ١٦٢٧.

(٩٥٩) مسلم: ١٨٦٨ـ بخاری: ٤٠٩٧ـ ترمذی: ١٧١١ـ نسائی: ٣٤٣١ـ ابوداؤد: ٤٤٠٦ـ ابن ماجه: ٢٥٤٣ـ احمد: ٤٦٤٥.

الْحَدِيْثَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ فَكَتَبَ إِلٰى عُمَّالِهِ أَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ كَانَ ابْنَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَاجْعَلُوْهُ فِي الْعِيَالِ . (لسملم ١٨٦٨)

چھوٹے کے درمیان یہ حد فاصل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ اس کا وظیفہ مقرر کر دو جو پندرہ سال کا ہو اور جو اس سے کم عمر کا ہو اس کو گھر کے افراد میں شمار کرو۔

شرح: ......١۔ بچوں کو بھی نماز کی تاکید سے پتہ چلتا ہے کہ نماز ایک اہم فریضہ ہے۔

٢۔ نماز کے متعلق ورثاء کو خصوصی حکم ہے کہ بچی ہو یا بچہ ہو، سات سال کے ہوں تو انہیں نماز کا کہو، دس برس کے ہوں تو مار کر انہیں نماز پڑھاؤ، لیکن پر تشدد مار نہ ماری جائے، احتیاط سے مارا جائے۔ نماز پڑھانے اور سکھانے کا مطلب ہے کہ انہیں نماز کی شرائط اور ارکان بتائے جائیں اور مکمل نماز کا طریقہ بتایا جائے۔

٣۔ چونکہ شیطان ہمہ وقت حملہ آور ہوتا ہے، اس لیے اس سے بچاؤ کی تدبیر میں یہ حکم جاری کیا گیا ہے کہ بہن، بھائیوں کو، بچوں اور بچیوں کو علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلایا جائے۔ (عون المعبود: ١/ ١٨٥)

٩٦٠۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ . (رواه البخاري ٥٩٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے اسی وقت پڑھے، اس پر اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں ہے۔''

٩٦١ ـــ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْغَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ (لمسلم ٦٨٤)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی انسان نماز کے وقت سو جائے یا غافل رہے تو اس کو پڑھے جب اس کو یاد آئے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔''

٩٦٢ ـــ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْعَرَسْتَ بِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ

سیدنا عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات وقت سفر کر رہے تھے، بعض لوگوں نے عرض کیا: اگر آرام کرنے کے لیے ہمیں ساتھ لے کر آپ ﷺ اترتے ......فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم لوگ نماز سے بے خبر رہو گے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا تم سو جاؤ میں تمہیں

---

(٩٦٠) بخاری: ٥٩٧۔ مسلم: ٦٨٤۔ ترمذی: ١٧٨۔ نسائی: ٦١٤۔ ابوداؤد: ٤٤٢۔ ابن ماجه: ٦٩٦۔ احمد: ١٣٥٩٥.

(٩٦١) مسلم: ٦٨٤۔ ترمذی: ١٧٨۔ نسائی: ٦١٤۔ ابوداؤد: ٤٤٢۔ ابن ماجه: ٦٩٦۔ احمد: ١٣٥٩٥۔. دارمی: ١٢٢٩.

(٩٦٢) بخاری: ٥٩٥۔ مسلم: ٦٨١۔ نسائی: ٨٤٦۔ ابوداؤد: ٤٣٧۔ احمد: ٢٢١٢٥.

إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلالُ أَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بِلالُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلاةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلَّى . (للبخاري ٥٩٥)

بیدار کرونگا۔ بلال رضی اللہ عنہ اپنی پشت کجاوے پر لگا کر بیٹھے تھے کہ ان کی آنکھ غالب آ گئی اور وہ سو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کی شعائیں طلوع ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! وہ بات کہاں ہے جو تو نے کہی تھی؟ انہوں نے عرض کی: آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ہمارے ارواح قبض کیے اور جب اس نے چاہا واپس کیے اے بلال! اٹھ کر نماز کے لیے اذان لوگوں کو سنا دے پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو گیا اور اچھی طرح روشن ہو گیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائی۔

٩٦٣ ـ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمِلْتُ مَعَهُ فَقَالَ انْظُرْ فَقُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ هٰذَانِ رَاكِبَانِ هٰؤُلاءِ ثَلاثَةٌ حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً فَقَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلاتَنَا يَعْنِيْ صَلاةَ الْفَجْرِ فَضُرِبَ عَلَى آذَانِهِمْ فَمَا أَيْقَظَهُمْ إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوْا فَسَارُوْا هُنَيَّةً ثُمَّ نَزَلُوْا فَتَوَضَّئُوْا وَأَذَّنَ بِلالٌ فَصَلُّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلُّوْا الْفَجْرَ وَرَكِبُوْا فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُ لا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقْظَةِ إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلاةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِيْنَ يَذْكُرُهَا وَمِنَ الْغَدِ

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، نیند کے غلبے سے آپ ﷺ بھی مائل ہوئے اور میں بھی جھک گیا پس آپ ﷺ نے فرمایا: آنے والوں کو دیکھ۔ میں نے کہا ایک آیا دو سوار آئے وہ تین پہنچ آئے اور ہماری تعداد سات تک پہنچ گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہماری نماز فجر کی حفاظت کرو۔ تو ان کے کانوں پر پردہ مار دیا گیا اور ان کو صرف سورج کی حرارت نے ہی بیدار کیا۔

پس لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ پھر سواریوں سے اتر کر سب نے وضو کیا، بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پس سب نے فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر فجر کی نماز پڑھی اور سوار ہو کر چل پڑے۔ بعض نے بعض کو کہا: ہم نے نماز میں غلطی کی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجاوز نیند میں نہیں ہے خطا بیداری میں ہوتی ہے۔ پس جب بھی تم میں سے کوئی شخص

(٩٦٣) ابوداؤد: ٤٣٧ـ صحيح، البانى: ٤٢٢ـ بخارى: ٧٤٧١ـ مسلم: ٦٨١ـ ترمذى: ١٧٧ـ نسائى: ٨٤٦ـ ابن ماجه: ٦٩٨ـ احمد: ٢٢١٠٥.

لِلْوَقْتِ (رواه أبو داود ٤٣٧)

نماز بھول جائے تو یاد آنے پر ادا کرے اور اگلی صبح وقت پر بھی۔"

٩٦٤۔ وَمِنْهَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا بِنَحْوِهِ وَفِيهِ فَلَمْ يُوْقِظْنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ وَهِيَ طَالِعَةٌ فَقُمْنَا وَهِلِيْنَ لِصَلاتِنَا فَقَالَ ﷺ رُوَيْدًا رُوَيْدًا لَا بَأْسَ عَلَيْكُمْ حَتَّى إِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ قَالَ ﷺ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَمْ يَرْكَعْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا فَقَامَ مَنْ كَانَ يَرْكَعُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَرْكَعُهُمَا فَرَكَعَهُمَا ثُمَّ أَمَرَ أَنْ يُنَادِيَ فِي الصَّلَاةِ فَنُوْدِيَ بِهَا فَقَامَ فَصَلَّى بِنَا فَلَمْ أَنْصَرَفَ قَالَ أَلَا إِنَّا بِحَمْدِ اللّٰهِ لَمْ نَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلٰكِنْ أَرْوَاحَنَا كَانَتْ بِيَدِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَأَرْسَلَهَا أَنّٰى شَاءَ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِيْ مَعَهَا وَمِنْهَا: أَلَا لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّي الصَّلَاةَ حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى بِنَحْوِهِ. (لأبى داود ٤٣٧)

ان روایات میں سے یہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے مختلف امراء کے تحت فوج کو روانہ کیا مثل حدیث سابق اور اس میں ہے کہ ہمیں سورج کی حرارت کے علاوہ کسی چیز نے بیدار نہیں کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ہم نے نماز کے لیے جلدی کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا: آہستہ آہستہ چلو تم پر کوئی گناہ لازم نہیں آیا۔ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس نے سنت فجر ادا نہیں کیں وہ ادا کرے پس لوگ پہلے سے سنت فجر پڑھا کرتے تھے وہ اٹھے اور جو پہلے پڑھتے ہی نہیں تھے وہ بھی اٹھے اور سب نے ہی سنت فجر ادا کیں آپ ﷺ نے حکم دیا اور اذان کہی گئی اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی جب نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: "آگاہ رہو کہ ہم لوگ اللہ کے فضل سے کسی دنیوی کام میں مشغول ہو کر نماز سے غافل نہیں ہوئے البتہ ہماری ارواح اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں تھیں پس جب چاہا ابدان میں واپس کیا پس جو تم سے کل نماز فجر کے وقت صحت مند ہو تو وہ اس نماز کے ساتھ اس کی مثل مزید نماز ادا کرے۔" اور اس میں ہے: خبردار رہو بحالت نیند تفریط اور حکم عدولی نہیں۔ تفریط تو اس پر ہے جو نماز ادا نہ کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

٩٦٥۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس آئے اور رات کو پہنچے حتی کہ آپ کو نیند آ گئی

(٩٦٤) ابوداؤد: ٤٣٧۔ شاذ، البانی: ٨١.

(٩٦٥) مسلم: ٦٨٠۔ نسائی: ٦٢٣۔ ابوداؤد: ٤٣٥۔ ابن ماجه: ٦٩٧۔ مالك: ٢٥.

أَدْرَكَهُ الْكَرَى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلاَلٍ اكْلأْنَا اللَّيْلَ فَصَلَّى بِلاَلٌ مَا قُدِّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلاَلٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلاَلَ عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلاَ بِلاَلٌ وَلاَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوَّلُهُمْ اسْتِيْقَاظًا فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَيْ بِلاَلُ فَقَالَ بِلاَلُ أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِيْ أَخَذَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنَفْسِكَ قَالَ اقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَرَ بِلاَلاً فَأَقَامَ الصَّلاَةَ فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلاَةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ أَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِيْ قَالَ يُوْنُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهاَ لِلذِّكْرَى (رواه مسلم ٦٨٠)

تو آپ نے آرام کیا اور بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آج رات ہمارا خیال رکھنا، پس بلال نے مقدر نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سو گئے۔ جب فجر قریب ہوگئی بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگائی درحالیکہ متوجہ ہونے والے فجر کی طرف، بلال کی آنکھوں میں نیند غالب آگئی پس رسول اللہ ﷺ اور بلال اور صحابہ میں سے کسی کو جاگ نہ آئی حتی کہ سورج طلوع ہوگیا پس آپ ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے اور گھر آگئے اور فرمایا: اے بلال! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے بھی اسی نے پکڑا جس نے آپ کو پکڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سواریوں کو چلاؤ صحابہ نے سواریوں کو تھوڑا سا چلایا پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب نماز مکمل کی تو فرمایا: جو آدمی نماز بھول جائے وہ اس کو اسی وقت پڑھ لے جب یاد آئے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ''میری یاد کے لیے نماز قائم کر، یونس نے کہا: امام زہری للذکریٰ کی قراءت سے پڑھتے تھے۔ (مسلم)

٩٦٧ ـ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ أَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِيْ قَالَ مَعْمَرٌ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: هٰكَذَا قَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ. (رواه النسائی، ٦٢٠)

ایک دوسری روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ معمر نے کہا میں نے زہری سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بھی پڑھا ہے؟ تو اس نے کہا: ہاں۔

٩٦٨ ـ وَفِيْ أُخْرَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَأْخُذْ

ایک دوسری روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر آدمی

---

(٩٦٧) نسائی: ٦٢٠ ـ البانی، صحیح: ٦٠٤ ـ مسلم: ٦٨٠ ـ ترمذی: ٣١٦٣ ـ ابوداؤد: ٤٣٥ ـ ابن ماجہ: ٦٩٧.

كُـلُّ رَجُـلٍ بِـرَأْسِ رَاحِـلَتِهِ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَـضَـرَنَـا فِيْـه الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِـالْـمَـاءِ فَتَـوَضَّـأَ ثُـمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ يَـعْقُوْبُ ثُـمَّ صَـلَّـى سَـجْـدَتَيْنِثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلاةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ. (لمسلم ، ٦٨٠)

اپنی سواری کا سر پکڑ کر چلنے لگے، اس وادی میں ہمارے ہاں شیطان حاضر ہوا ہے۔ راوی نے کہا: ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی طلب کیا اور وضو کر کے دو رکعات پڑھیں پھر اقامت کہی گئی اور فجر کی نماز پڑھی۔

٩٦٩۔ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ فِى هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَحَوَّلُوْا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِىْ أَصَابَتْكُمْ فِيْهِ الْغَفْلَةُ. (رواه أبوداود: ٤٣٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس مقام سے چلے جاؤ جہاں تمہیں غفلت پیدا ہوئی ہے۔“

٩٧٠۔ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَـعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَمَـنَ الْـحُدَيْبِيَةِ بِنَحْوِ ذٰلِكَ (رواه أبوداود ، ٤٤٧)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب مقام حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے۔ آگے اس کے مثل بیان ہے۔

٩٧١ ـــ عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ قَالَ ادْلَجَ رَسُوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ ثُـمَّ عَـرَّسَ فَـلَـمْ يَسْتَيْـقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ بَعْضُهَا فَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى ارْتَـفَـعَـتِ الشَّـمْـسُ فَصَلَّى وَهِىَ صَلاةُ الْوُسْطٰى (رواه النسائى ٦٥٢)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاریکی میں سفر کیا پھر آرام کے لیے رات کے آخری حصے میں اترے تو بیدار نہ ہو سکے یہاں تک کہ سورج نکل آیا بعض طلوع ہو گیا پس آپ ﷺ نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج بلند ہو کر اوپر آ گیا اور پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ نماز وسطیٰ ہے۔

٩٧٢ ـ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِبْنِ أَسْلَمَ أَنَّهُ قَالَ عَـرَّسَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْـلَـةً بِـطَرِيْقِ مَكَّةَ وَوَكَّـلَ بِلالاً أَنْ يُـوْقِـظَـهُـمْ لِلصَّلاةِ فَرَقَدَ بِلالٌ وَرَقَـدُوْا حَتَّى اسْتَيْقَظُوْا وَقَدْ طَلَعَتْ

مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی: مکہ کے راستے میں رات کے آخری حصے میں رسول اللہ ﷺ آرام کرنے کے لیے سواری سے اترے (مثل اس کے اور اس میں ہے) پس آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور جب سلام پھیرا اور لوگوں میں

---

(٩٦٨) مسلم: ٦٨٠۔ نسائی: ٦٢٠۔ البانی، صحیح: ٦٠٤۔ ترمذی: ٣١٦٣۔ ابوداؤد: ٤٣٥۔ ابن ماجه: ٦٩٧.

(٩٦٩) ابوداؤد: ٤٤٧۔ صحیح، البانی: ٤٣٠۔ احمد: ٤٤٠٧.

(٩٧٠) نسائی: ٦٢٥۔ منکر، البانی: ٢٢۔ کیونکہ اس میں وسطیٰ نماز فجر ہے جبکہ یہ نمازِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

(٩٧١) مؤطا: ٢٦.

(٩٧٢) نسائی: ٦٢١۔ صحیح، البانی: ٦٠٥.

عَلَيْهِمُ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ الْقَوْمُ وَقَدْ فَزِعُوْا فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَرْكَبُوْا حَتَّى يَخْرُجُوْا مِنْ ذَلِكَ الْوَادِيّ وَقَالَ إِنَّ هَذاَ وَادِ بِهِ شَيْطَانٌ فَرَكِبُوْا حَتَّى خَرَجُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْوَادِيّ ثُمَّ أَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَنْزِلُوْا وَأَنْ يَّتَوَضَّئُوْا وَأمَرَبِلالاً أَنْ يُنَادِيَّ بِالصَّلاَةِ أَوْ يُقِيْمَفَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ وَقَدْ رَأَى مِنْ فَزَعِهِمْ فَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَاءَ لَرَدَّهَا إِلَيْنَا فِيْ حِيْنٍ غَيْرِ هٰذَا فَإِذَا رَقَدْ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلاَةِ أَوْ نَيسَهَا ثُمْ فَزَعِ إِلَيهَا فَلْيُصَلِّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَى أَبِى بَكْرٍ فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ أَتَى بِلالاً وَهُوَ قِائِمٌ فَأَضْجَعَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُهَدِّئُهُ كَماَ يُهَدَّأُ الصَّبِىُّ حَتَّى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلالاً فَأَخْبَرَ بِلاَلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَ الَّذِيْ أَخْبَرَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَابَكْرٍ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (رواه مالك ٢٦)

خوف دیکھا تو فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارواح قبضے میں لے لیے تھے اور اگر وہ چاہتا تو اس وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت واپس کرتا۔ پس تم میں سے جو سو جائے نماز کے وقت یا نماز پڑھنا بھول جائے اور نماز کی طرف خیال آ جائے تو نماز کو اسی طرح پڑھے جس وقت پر پڑھتا تھا۔ پھر آپ ﷺ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: شیطان بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب وہ نماز میں مشغول تھا تو اس کو لیٹا دیا پھر اس کو تھپکی دیتا رہا جیسے بچے کو تھپکی دی جاتی ہے یہاں تک کہ یہ سو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے بلال کو بلایا پس بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی اس کی مثل جیسی رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی پس صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

٩٧٣ ـ عَنْ بُرَيْدَبْنِ أَبِىْ مَرْيَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِى سَفَرٍ فَأَسْرَيْنَا لَيْلَةً فَلَمَّا كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَامَ وَنَامَ النِّاسُ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ إِلاَّ

برید بن ابی مریم سے مروی ہے: اس نے کہا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے (مثل سابق کے) آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر ہم سے بیان کیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔''

---

(٩٧٣) رزين.

بِـالشَّـمْسِ قَدْطَلَعَتْ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْـمُـؤَذِّنَ فَـأَذَّنَ ثُـمَّ صَـلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْـفَـجْـرِ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ حَـدَّثَـنَـا بِـمَا هُوَكَائِنٌ حَتَّى تَقُوْمُ السَّاعَةُ (رواه النسائی ٦٢١)

٩٧٤ ـ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ: بِنَحْوِهٖ، وَفِيْـهِ: فَقَالَ: اِفْعَلُوْا مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُوْنَ فَجَعَلَ يَهْـمِـسُ بِـعْـضُـنَا إِلٰى بَعْضٍ: مَا كَفَّارَةُ مَا صَـنَعْنَا؟ فَسَمِعْنَا فَقَالَ: أَمَا لَكُمْ فِيْ أُسْوَةٍ، وَقَـدْ قَـالَ الـلّٰـهُ تَعَالٰى . لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ(لرزين)

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حدیبیہ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آئے (مثل سابق ہے) اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم وہی کرو جو تم کیا کرتے تھے۔ پس ہمارے بعض سے بعض نے آہستہ گفتگو کی کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: کیا تمہارے لیے میری ذات میں بہتر نمونہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے: ''بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہت عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

شرح:......۱۔ان تمام احادیث سے نماز کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، یہ فرض ہے تو اس کی قضا بھی فرض کی گئی ہے۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عذر نیند یا بھول یا کسی غیر عذر کی وجہ سے جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضا بہت ضروری ہے اگر کوئی عذر ہو تو تاخیر ہو سکتی ہے۔ بلا عذر تاخیر نہ کی جائے کیونکہ قضا نماز کا وہی وقت ہے، جب اسے پڑھا جائے۔

۳۔ فوت شدہ نماز کی اذان کہنا اور با جماعت پڑھنے کی صورت میں اقامت کہنا صحیح ہے، اگرچہ فرض اور لازم نہیں۔

۴۔ایک روایت میں جو کہ طبرانی کی ہے اس میں ہے کہ آپ نے تیمّم کیا اور مسلم کی روایت میں وضو کرنے کا آتا ہے۔

دونوں میں تطبیق یوں ہے کہ اٹھ کر تیمّم کرنے والی روایت صحت میں کم تر ہے کیونکہ مسلم میں وضو کرنے کا آتا ہے جو کہ صحت میں بڑھ کر ہے۔ اسے ترجیح ہوگی مطابقت کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے تیمّم کیا تھا۔ بعد میں پانی مل گیا، جماعت سے پہلے وضو کر لیا۔

۵۔اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس جگہ پر انسان، شیطان کا مغلوب ہوا ہو، اس غفلت کی جگہ سے کنارہ کشی اختیار

(٩٧٤) طبرانی کبیر، و رجاله رجال الصحیح خلا شیخ الطبرانی هیثمی: ١٨١٢

کی جائے تا کہ شیطانی اثرات زائل ہوسکیں۔

٦۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی اعتراض کرے کہ نبی اکرم ﷺ طلوعِ آفتاب تک کیسے سوئے رہے، جبکہ آپ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دل ان محسوس اشیاء کا ادراک کرتا ہے جو اس کے متعلقہ ہیں، مثلاً وضو کا ٹوٹنا یا المناک ہونا وغیرہ جو آنکھ کے متعلقہ چیزیں ہیں، انہیں محسوس نہیں کرتا، مثلاً آفتاب کا طلوع ہونا، یہ آنکھ ہی محسوس کرسکتی ہے۔ وہ سو گئی تھیں۔ اگرچہ دل بیدار تھا۔ اس لیے آپ دیر تک سوئے رہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۱۹)

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ایک نماز رہ جائے تو دوسرے دن کی اس وقت کی نماز کے ساتھ قضاء دی جائے۔ یہ احادیث اس موقف کی تردید کرتی ہیں۔ بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو قضا دی جائے۔ ان روایات میں سے ایک میں جو یہ آیا ہے کہ کل پڑھ لے وہ صبح کی نماز کا ہے کہ اگر یہ فوت ہوجائے تو صبح بیداری کے وقت پڑھ لی جائے کیونکہ جو صبح کی نماز فوت ہوئی ہے اس کے بعد طلوع آفتاب دوسرے دن کا تصور ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے وقت ادا کی جائے بلکہ اسے بہت جلد ادا کرنا چاہیے اور جو بھی نماز چھوٹی ہو اس کی پوری قضاء دی جائے۔ صرف فرائض کی ہی نہیں ساتھ سنتوں کی قضاء بھی دینا ہے۔

٧۔ ان احادیث میں نماز میں سست روی اپنانے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر میں تھکاوٹ سے چکنا چور تھے پھر بھی نماز کے اہتمام کی کتنی فکر تھی، ہم ہیں کہ بے فکر غفلت کی نیند میں پڑے ہیں۔

٩٧٥ ــ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو قَالَ: لَمَّا غَـزَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَبُوْكَ أَدْلَجَ بِهِمْ حَتَّى إِذَاكَانَ مَعَ السَّحْرِ ثُمَّ نَزَلَ بِهِمْ سِحْرًا فَقَالَ يَا بِلَالُ اِحْرِسْ لَنَا الصَّلَاةَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَغَلَبَ بِلَالَ النَّوْمُ فَرَقَدَ فَنَامُوْا حَتَّى أَوْ جَعَتْهُمُ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَيَمَّمَ فَقَالَ لِبَلَالٍ أَذِّنْ وَأَقِم فَقَالَ بِلَالُ أَلْآنَ؟ فَقَالَ نَعَمْ فَصَلَّوْا بَعْدَ مَا أَصْبَحُوْا (رواه الطبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر رات کے وقت لوگوں سمیت سفر کیا۔ آگے وہ بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ منقول ہے۔

(٩٧٦) بخاری: ٥٩٦۔ مسلم: ٦٣١۔ ترمذی: ١٨٠۔ نسائی: ١٣٦٦.

٩٧٦ ـــ عَـنْ جَـابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِأَنَّ عُمَرَبْنَ الْـخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّـمْـسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَقَالَ: يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَـا كِدْتُ أُصَلِّى الْعَصْرَ حَتَّـى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَالـلّٰـهِ مَـا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بَطْحَا فَتَوَضَّأَ لِلصَّلاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَماَ غَـرَبَـتِ الشَّـمْـسُ ثُـمَّ صَلٰـى بَعْدَ هَـا الْمَغْرِبَ . (رواه البخاری ٥٩٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو گالی دینا شروع کر دی اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو نماز عصر بھی نہیں پڑھی یہاں تک سورج غروب ہو چلا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اللہ کی! ہم نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی پس ہم لوگ اٹھ کر مقام بطحان تک گئے اور وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھی اور اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

٩٧٧ ـــ قَـالَ عَبْـدُ الـلّٰـهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَرْبَعِ صَـلَـوَاتٍ يَـوْمَ الْـخَـنْدَقِ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ الـلَّيْـلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَأَمَرَ بِلالاً فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَـصَـلَّـى الـظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَـامَ فَـصَـلَّـى الْـمَـغْـرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ . (رواه الترمذی ١٧٩)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں سے مشغول رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور رات کا کچھ حصہ بیت گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو نماز عصر پڑھی۔ پھر کہی تو نماز مغرب پڑھی اور پھر اقامت کہی تو نماز عشاء پڑھی۔ (ترمذی)

٩٧٨ ـــ لـلـنسائی بنحوه: وفيه فَصَلَّى بِنَا الْـعِشَـاءَ ثُـمَّ طَـافَ عَـلَـيْـنَـا فَقَالَ مَا عَلَى الأَرْضِ عِـصَـابَةٌ يَـذْكُـرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ غَيْرُكُمْ . (رواه النسائی ٦٢٢)

نسائی کی روایت بھی اس کے مثل ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہمارے پاس آئے اور فرماتے رہے: پوری زمین پر کوئی جماعت تمہارے علاوہ موجود نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی اور اس کی عبادت کرتی ہو۔"

٩٧٩ ـ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے دن

(٩٧٧) ترمذی: ١٧٩ـ ضعیف، البانی: ٢٦ـ نسائی: ٦٢٢.

(٩٧٨) نسائی: ٦٢٢ـ ضعیف، البانی: ٢١.

(٩٧٩) نسائی: ٦٦١ـ صحیح، البانی: ٦٣٨ـ احمد: ١١٢٥٠ـ دارمی: ١٥٢٤.

أَبِيْهِ قَالَ شَغَلَنَا الْمُشْرِكُوْنَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ فِي الْقِتَالِ مَا نَزَلَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلاَلاً فَأَقَامَ لِصَلاَةِ الظُّهْرِ فَصَلاَّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا ثُمَّ أَقَامَ لِلعَصْرِ فَصَلاَّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِي وَقْتِهَا ثُمَّ أَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ فَصَلاَّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا. (رواه النسائی ٦٦١)

مشرکین نے ہمیں ظہر کی نماز سے مصروف رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور یہ واقعہ نماز خوف پڑھنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ البتہ خندق کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ''کافی ہے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی طرف سے قتال کے لیے۔'' تو اب رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے نماز ظہر کے لیے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے اس کو اسی طرح پڑھا جیسے ظہر کے وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر نماز عصر کے لیے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عصر بھی اسی طور پر پڑھی جیسے اس کو وقت پر پڑھتے تھے۔ پھر مغرب کے لیے اقامت کہی گئی تو آپ ﷺ نے اس کو بھی اسی طریق پر پڑھا جیسے پہلے مغرب پڑھا کرتے تھے۔

شــــرح: ......١۔ ایک بات پہلے ذہن نشین کرلیں کہ حدیث بخاری کے شروع میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد آپ کے پاس آئے تھے، ساتھ ہی آتا ہے کہ آفتاب قریب تھا کہ غروب ہو جائے۔ اس میں پریشان خاطر ہونے کی ضرورت نہیں، یہ راویوں کے تصرفات سے ہوا ہے، یہ کوئی طعن یا عیب نہیں، مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غروب آفتاب کے قریب نمازِ عصر پڑھی تھی، آپ کے پاس غروب آفتاب کے بعد آئے۔ برا بھلا اس لیے کہا تھا کہ کفار قریش نماز میں تاخیر کا باعث بنے تھے۔

٢۔ ایک یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بھی موجود تھے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مخصوص طور پر اپنے لیے یہ کہنا کہ میں نے نمازِ عصر آفتاب کے غروب کے قریب ادا کی ہے، کیا دوسروں کو فکر نہ تھی؟

اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ مشرکوں نے جو مشغول کیا تھا وہ غروب آفتاب کے قریب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت با وضو تھے۔ انہوں نے جلدی سے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ کو اطلاع دی، جبکہ آپ ﷺ نے بھی نماز کی تیاری کا آغاز کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطلاع دینے کے بعد، آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

٣۔ اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آپ کی زیادہ نمازیں رہی تھیں یا صرف عصر کی ہی تھی۔

اس بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ خندق میں مختلف حالات رہے ہیں، ایک دن فقط عصر کی نماز فوت ہوئی تھی اور کسی دوسرے دن زیادہ فوت ہوئی تھیں۔

۴۔اس سے چندفوائد حاصل ہوتے ہیں۔(۱) فوت شدہ نمازوں کی ترتیب بہتر ہے۔(۲) جب مصلحت ہو تو کسی کے مطالبہ کے بغیر ہی قسم اٹھانا جائز ہے۔(۳) اپنے ساتھیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔(۴) نمازیں جوفوت ہوئی تھیں، نمازِ خوف کے نازل ہونے سے پہلے تھیں، اب جو نمازِ خوف کا طریقہ ہے اس پرعمل کیا جائے گا۔اگر کوئی سخت مجبوری ہو جائے تو پھر جیسے ممکن ہو نماز پڑھیں۔اگر کوئی صورت نہ بن آئے تو پھر بعد میں ترتیب سے پڑھ لیں۔

۵۔ان میں یہ بھی آیا ہے کہ عشاء کی نماز بھی فوت ہوئی تھی۔ یہ مجازی طور پر کیا گیا ہے، قضاء اس سے پہلے دی گئی تھی۔نماز عشاء وقت پر ہی پڑھی گئی تھی۔(فتح الباری:۲/ ۷۰-۷۹)

۶۔ان تمام احادیث سے نماز کی فرضیت بھی واضح ہوتی ہے سخت ترین مصروفیت کے باوجود نماز کی قضاء دی گئی۔

۹۸۰ ـ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَا فِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أُغْـمِـيَ عَـلَيْهِ فَذَهَبَ عَقْلُهُ فَلَمْ يَـقْـضِ الـصَّلاَـةَ . قَالَ مَالَكَ: وَذٰلِكَ فِيْمَا نَـرَى وَالـلّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّ الْوَقْتَ قَدْ ذَهَبَ فَأَمَّا مَـنْ أَفَـاقَ فِـي الْوَقْتِ فَإِنَّهُ يُصَلِّي . (رواه مالك: ٢٤)

امام مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو غشی آئی اورعقل جاتی رہی تو انہوں نے اس نماز کی قضاء نہیں کی۔ مالک نے اس کو روایت کرکے کہا: یہ ہماری رائے کے مطابق تب ہی جائز ہے جب غشی میں نماز کا وقت گذر چکا ہو، واللہ اعلم۔البتہ جس کو نماز کے وقت میں افاقہ ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنا ہوگی۔

شــرح: ...... جب عقل نہ رہے تو انسان مکلّف نہیں رہتا۔گویا وہ نماز جو بے ہوشی میں گزر گئی، وہ اس پر فرض ہی نہیں، اس لیے قضا نہیں۔ جب ہوش آ جائے اور نماز کا وقت ہو تو اس کی فرضیت ابھی باقی رہتی ہے، اس صورت میں اسے ادا کیا جائے گا۔

۹۸۱ ـ وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَا فِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُـمَـرَ كَـانَ يَـقُـوْلُ مَـنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلاَّ وَهُوَ مَعَ الإِمَامِ فَإِذَا سَلَّمَ الإِمَامُ فَلْيُصَلِّ الصَّلاَةَ الَّتِيْ نَسِيَ ثُمَّ لِيُصَلِّ بَعْدَهَا الأُخْرٰى . (رواه مالك ٤٠٨)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس کو نماز بھول گئی اور یاد نہ رہی یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو چکا تھا وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد بھولی ہوئی نماز پہلے پڑھے اور اس کے بعد یہ وقتی نماز پڑھے۔(مالک)

(٩٨٠) مؤطا: ٢٤. (٩٨١) مؤطا: ٤٠٨.

شرح: ......ایک موقف تو یہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما والا ہے کہ آدمی امام کے ساتھ شامل ہوتا ہے اسے یاد نہیں تھا کہ میری کوئی نماز رہتی ہے، امام کے ساتھ ملتے ہی اسے یاد آ جاتا ہے کہ میری نماز رہتی ہے تو وہ نماز نہ توڑے بلکہ امام کے سلام کا انتظار کرے، جب امام سلام پھیرے تو وہ پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے، اس کے بعد جو امام کے ساتھ پڑھی تھی وہ دہرائے۔

مگر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو امام کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ صحیح ہے، وقتی نماز شمار ہوگی اور جو یاد آئی ہے بعد میں اس کی قضاء دے۔ (شرح زرقانی: ۱/۳۴۳)

راقم کے نزدیک امام شافعی والی رائے زیادہ وزنی ہے۔

٩٨٢ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلاَةِ . (رواه مسلم۸۲)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''مرد مؤمن اور مشرک کے درمیان فرق ترک نماز سے ہے۔'' (مسلم)

٩٨٣ـ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلاَةِ (للترمذى ٢٦١٨)

ترمذی کی روایت ہے: ''کفر اور ایمان کے درمیان حد مفارق ترک نماز ہے۔''

٩٨٤ـ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلاَةِ . (رواه أبوداود ، ٤٦٧٨)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن بندے اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ترک کرنا ہے۔''

٩٨٥ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِبْنِ بُرَيْدَةُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِىْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلاَةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ . (رواه النسائى ٤٦٣)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان معاہدہ نماز کی بنیاد پر ہے پس جس نے نماز پڑھنا ترک کیا تو اس نے کفر کیا۔''

٩٨٦ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لاَ يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ نے کہا: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سے نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کو ترک کرنے کو کفر قرار نہیں دیتے تھے۔ (ترمذی)

---

(٩٨٢) مسلم: ٩٢ـ ترمذی: ٢٦٢٠ـ ابوداؤد: ٤٦٧٨ـ ابن ماجہ: ١٠٧٨ـ احمد: ١٤٧٦٢ـ دارمی: ١٢٣٣.

(٩٨٣) ترمذی: ٢٦١٨ـ صحیح، البانی: ٢١١١ـ مسلم: ٨٢.

(٩٨٤) ابوداؤد: ٤٦٧٨ـ صحیح البانی: ٣٩١٢

(٩٨٥) نسائی: ٤٦٣ـ صحیح، البانی: ٤٤٩ـ ترمذی: ٢٦٢١ـ ابن ماجہ: ١٠٦٩ـ احمد: ٢٢٤٩٨.

(٩٨٦) ترمذی: ٢٦٢٢ـ صحیح، البانی: ٢١١٤.

الاَعْمَالِ تَرْکُــهُ كُفْرٌغَيْرَ الصَّلاَةِ . (رواه الترمذی: ٢٦٢٢)

شــرح: ......ا۔شرک اور کفر کا اطلاق ایک معنی میں بھی ہوتا ہے یہاں ایک ہی معنی جو کہ کفر ہے اس میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کی نماز کفر میں رکاوٹ ہے۔ جب آدمی نماز چھوڑ دیتا ہے تو یہ رکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور مسلمان مرد یا عورت کفر میں داخل ہو جاتا ہے

۳۔بعض علمائے کرام کا خیال ہے کہ اگر کوئی نماز کے وجوب کا منکر ہے تو کافر ہے سستی سے چھوڑتا ہے تو فاسق ہے۔ ایک قول ہے کہ فقط ڈانٹ کے لیے کہا ہے، حقیقی کافر نہیں، یہ غلط تاویل ہے۔

صحیح ترین اور حق بات یہ ہے کہ نماز کا تارک خواہ اس کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہو مگر قصداً چھوڑتا ہے تو یہ کافر ہے۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز کا تارک کافر ہے، لیکن ایسا کافر نہیں جو ملت اسلام سے کلی طور پر خارج ہو جائے اور ابتدائی کفر کی طرف لوٹ جائے۔ کفر کے مراتب ہیں۔ یہ ایسا کفر نہیں جو دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہو اور نہ یہ وہ کفر ہی ہے جس سے مغفرت نہ ملتی ہو۔ (مرعاۃ:۲/ ۷)

٩٨٧۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰـهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَاوُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَـهُ . (رواه البخاری: ٥٥٢)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جس کی نماز عصر فوت ہو جائے گویا اس کا اہل اور مال سب ہی ہلاک ہو گیا۔''

٩٨٨ ـ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلاَةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلاَةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ . (للبخاری ٥٥٣)

ابو ملیح نے کہا: ہم لوگ بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوے میں موجود تھے اور دن کے وقت بادل چھائے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: عصر کی نماز پہلے وقت ادا کرو! نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے نماز عصر ترک کی اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں: (بخاری ونسائی)

شرح: ......ا۔نمازِ عصر فوت ہونے کا معنی یہ ہے کہ عصر کا وقت گزر چکا ہے اور آفتاب غروب ہو چکا ہو۔ اسے اتنا نقصان ہوتا ہے کہ اس سے اس کا مال اور اہل وعیال چھین لیے جائیں وہ تنہا باقی رہ جائے۔ اجر اور ثواب سے یہ بھی تنہا

---

(٩٨٧) بخاری: ٥٥٢۔ مسلم: ٦٢٦۔ ترمذی: ١٧٥۔ نسائی: ٥١٢۔ ابوداؤد: ٤١٤۔ ابن ماجه: ٦٨٥۔ احمد: ٦٣٢٢۔ مالك: ٢١۔ دارمی: ١٢٣١.

(٩٨٨) بخاری: ٥٥٣۔ نسائی: ٤٧٤۔ ابن ماجه: ٦٩٤۔ احمد: ٢٢٥٣٦.

رہ جاتا ہے، اتنا زیادہ اسے نقصان ہوگا۔ روزِ قیامت اسے اتنا افسوس ہوگا جتنا کہ اہل وعیال برباد ہو جائیں تو ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری سزا نمازِ عصر چھوڑنے کی یہ ہے کہ جو قصداً نمازِ عصر چھوڑے کوئی مجبوری نہیں سویا ہوا بھی نہیں بھولا بھی نہیں، اسے زبردست اور سخت وعید ہے کہ اس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔

آہ! دنیا کے گھاٹے کی فکر میں ہلکان ہونے والے انسان کبھی نمازِ عصر کے چھوڑنے والے خسارہ کی طرف بھی دھیان دیا ہے، ابھی سے فکر پیدا کر۔

۹۸۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:لَمَّاقَامَ بَصَرِيْ قِيْلَ:نُدَاوِيْكَ وَتَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّاماً، قَالَ:لَاإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانَ:(رواه البزار والطبراني فى الكبير)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میری بینائی جاتی رہی تو لوگوں نے کہا ہم تیری آنکھوں کا علاج کرتے ہیں اور چند ایام تک نماز ترک کر نا ہوگی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے نماز ترک کی تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔'' (البزار۔ الکبیر)

۹۹۰۔ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّهَ ذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ الْعَبْدَ الْمَمْلُوْكَ لَيُحَاسَبُ بِصَلَاتِهِ فَإِنْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْئاً قِيْلَ لَهُ نَقَصْتَ مِنْهَا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ سَلَّطْتَ عَلَيَّ مَلِيْكاً شَغَلَنِيْ عَنْ صَلَاتِيْ فَيَقُوْلُ قَدْ رَأَيْتُكَ تَسْرِقُ مِنْ مَالِهِ لِنَفْسِكَ فَهَلَّا سَرَقْتَ لِنَفْسِكَ مِنْ عَمَلِكَ أَوْعَمَلِهِ فَيَتَّخِذُ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحُجَّةَ . (رواه أحمد، ۸۱۵۳)

حسن رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: میرا خیال ہے اس نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے: مملوک بندے کی نماز کا حساب کیا جائے گا اور جب اس کی نماز کم ثابت ہوگی تو اس کو کہا جائے گا تو نے نماز میں کمی کیوں کی؟ تو وہ کہے گا: رب کریم! تو نے میرے اوپر جو بندہ مسلط کیا اور میرا مالک بنایا اس نے مجھے نماز سے مصروف رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: میں نے تجھے اپنے لیے اس کا مال چراتے دیکھا ہے تو تو نے اس کے کام میں سے اپنے لیے کیوں چوری نہیں کی! پس اللہ کی حجت اس پر واجب ہو جائے گی۔'' (احمد نرم سند ہے)

۹۹۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْماً فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا

سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ نے نماز کا تذکرہ کیا پس فرمایا: ''جس نے اس کی حفاظت کی اس کے

(۹۸۹) بزار۔ طبرانی کبیر، فیه سهل بن محمود ذكره ابن ابی حاتم، روی عن احمد بن ابراهیم الدورقی، وسعد ان بن یزید، قلت روی عنه محمد بن عبدالله المخرمی ولم یتکلم فیه احد وبقية رجاله رجال الصحيح، هيثمی: ۱٦۳۲.

(۹۹۰) احمد: ۱۸۵۳۔ وفیه مبارك بن فضاله و ثقه عثمان، واحمد وجماعة واختلف فی الاحتجاج به۔ هيثمی: ۱٦۳۲.

(۹۹۱) احمد: ٦۵٤۰۔ طبرانی کبیر، طبرانی اوسط، ورجاله ثقات۔ دارمی: ۲۷۲۱۰۔ هيثمی: ۱٦۱۱.

كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرٌ وَلاَ بُرْهَانٌ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ. (رواه أحمد: ٦٥٤٠/ وللكبير والأوسط)

لیے نور دلیل اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی نہ تو اس کا نور ہوگا نہ اس کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ نجات کا کوئی وسیلہ ہوگا اور وہ قیامت کے دن فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔"(احمد، الکبیر،الاوسط)

شرح: ......ایک دن نماز کا شرف وفضل بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا، جو اس کے فرائض اور سنتیں صحیح ادا کرے گا، اس پر ہمیشگی کرے گا، سستی نہ کرے گا، تو یہ نماز روزِ قیامت اس کے آگے روشنی بن جائے گی، پوچھے بغیر اس کی روشنی میں چلے گا اور اس کے لیے اس کی معرفت الٰہی پر اور دیگر اطاعت کے کاموں پر یہ دلیل بن جائے گی۔

اور اس کے لیے نجات کی علامت ہوگی اور قبر میں بھی نجات کا باعث ہوگی۔

۲۔ جو حفاظت نہ کرے گا اس کے لیے عذاب سے بچاؤ کے لیے نہ تو روشنی ہوگی، نہ دلیل ہوگی نہ نجات ہوگی اور ان چار بدمعاشوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

(۱) قارون: یہ فاعول کے وزن پر ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد تھا، اس کا نسب یوں ہے قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور موسیٰ علیہ السلام عمران بن قاہث کے بیٹے تھے۔

یہ نہایت ہی خوبصورت تھا اور خوبصورت آواز میں تورات پڑھتا تھا، مگر منافق ہوگیا، آخر اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

(۲) فرعون: مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا، یہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔ یوسف علیہ السلام والے فرعون کا نام ریان تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام والے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ ان دونوں کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ تھا۔ یہ بہت ہی زیادہ سرکش تھا، یہ بھی تباہ ہوا۔

(۳) ہامان: یہ فرعون کا وزیر اور اس کی رعایا کی تدبیر کرنے والا اور مشیر تھا۔

(۴) ابی بن خلف یہ نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا، یہ مشرک تھا۔ اسے نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا تھا۔

نماز چھوڑنا اتنا سنگین جرم ہے، ان بدترین اشخاص کے ساتھ اس کا دوزخ میں حشر ہوگا۔ (مرعاۃ: ۲/۱۴)

۹۹۲۔ عَنْ أَبِي مَالِكِ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَسْلَمَ الرَّجُلُ كَانَ

ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی انسان مسلمان ہوتا تو نبی کریم ﷺ سب سے پہلے

(۹۹۲) بزار طبرانی کبیر ورجاله رجال الصحيح.

أَوَّلَ مَايُعَلِّمُنَا الصَّلاةَ. أَوْ قَالَ: عَلَّمَهُ الصَّلاةَ. (رواه البزار والكبير)

اس کو نماز کی تعلیم دیتے تھے یا کہا اس کو نماز سکھاتے تھے۔ (البزار، الکبیر)

شـــرح: ...... چونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد وحید، اللہ کی عبادت کرنا ہے اور نمازِ بندے اور اللہ کے درمیان بہترین رابطے کا کام دیتی ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے عبادات میں نماز ہی کی پوچھ گچھ ہوگی اس لیے نومسلم حضرات کے لیے اس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

٩٩٣- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَلٰى عِبَادِهِ فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يَنْتَقِصْ مِنْهُنَّ شَيْئاً اسْتِخْفَافاً بِحَقِّهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَهْداً أَنْ يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ قَدِ انْتَقَصَ مِنْهُنَّ شَيْئاً اسْتِخْفَافاً بِحَقِّهِنَّ لَمْ يَكُنْ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ (رواه إبن ماجة ١٤٠١)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: پانچ نمازیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کی ہیں۔ ان کو لے کر جو حاضر ہوگا اور ان کے حقوق میں غیر ضروری سمجھ کر کوئی کمی نہ کی ہوگی تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جو ان کو اس حال میں لے کر حاضر ہوگا کہ آسان اور غیر ضروری سمجھ کر ان کے حقوق کو کم کیا ہوگا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اس کو بخش دے گا۔''

شرح: ...... اس کی وضاحت رقم ۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

(مَوَاقِيْتُ الصَّلَاةِ)

نماز کے اوقات کا بیان

میقات واحد ہے مواقیت جمع ہیں، مراد وہ وقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عبادت کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا ہے، قرآن پاک میں ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝﴾ (النسآء: ١٠٣)

''بے شک نماز مومنوں پر وقت پر فرض کی گئی ہے۔''

یہاں تو مطلق کہا ہے کہ نمازِ اوقات معینہ میں فرض کی گئی ہے۔ دیگر کئی مقامات پر ان کی حد بندی کی گئی ہے۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ (هود: ١١٤)

''نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور رات کی گھڑیوں میں۔''

اس میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان ہوئے ہیں۔ دوسرے مقام پر ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ (الاسراء: ۷۸)

''نماز قائم کرو، آفتاب ڈھلنے سے لے کر، رات کے اندھیرے تک اور فجر کی نماز بھی قائم کرو۔''

ان میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ ان قرآنی ارشادات کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ اوقات کی حد بندی فرمائیں گے۔

۹۹٤۔ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ أَتَاهُ سَائِلٌ يَسْأَلُهُ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالظُّهْرِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدِ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ كَانَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِيْنَ وَقَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتَّى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ ثُمَّ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى كَانَ قَرِيْباً مِنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعَصْرَ حَتَّى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى كَانَ عِنْدَ سُقُوْطِ الشَّفَقِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعِشَاءَ حَتَّى كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ أَصْبَحَ فَدَعَا السَّائِلَ فَقَالَ الْوَقْتُ بَيْنَ هٰذَيْنِ. (رواه مسلم ٦١٤)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے آپ ﷺ سے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے فجر طلوع ہوتے ہی اقامت کہی اور لوگ ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور ظہر کے لیے اقامت کہی گئی۔ جب سورج زائل ہوا اور جب کہنے والا کہتا ہے کہ دن نصف ہوگیا۔ جب یہ کہنے والا دوسروں سے زیادہ تجربہ کار رہو۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اقامت کہی اور سورج ابھی بلند تھا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا پس انہوں نے اقامت کہی جب سورج گر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا جب سفیدی غائب ہوگئی تو عشاء کی اقامت کہی گئی۔

دوسرے دن فجر کو مؤخر کیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ سورج طلوع ہو چکا یا وہ طلوع ہونے کے قریب ہے پھر آپ ﷺ نے ظہر کو مؤخر کیا یہاں تک کہ کل کے وقت عصر کے قریب وقت آ گیا اور عصر کو مؤخر کیا یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: سورج سرخی مائل ہو چکا ہے اور پھر مغرب کو مؤخر کیا یہاں تک کہ سفیدی ختم ہونے تک طول دیا۔ پھر عشاء کو مؤخر کیا یہاں تک کہ رات کا پہلا تیسرا حصہ مکمل

(۹۹٤) مسلم: ٦١٤۔ نسائی: ٥٢٣۔ ابوداؤد: ۳۹٥۔ احمد: ١٩٢٣٤.

ہوا۔ پھر اگلی فجر کو سائل طلب کیا اور فرمایا: ''نمازوں کے اوقات ان دو اوقات کے درمیان درمیان ہیں۔'' (مسلم ونسائی)

۹۹۵۔ لِأَبِيْ دَاوٗدَ نَحْوَهٗ، عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُبَالِي تَأْخِيْرَ الْعِشَاءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ . (لأبى داود، ۳۹۸)

ابوداؤد کی روایت اس کے مثل ہے اور انہوں نے کہا: بعض نے روایت کی ہے کہ پھر آپ ﷺ نے عشاء کو نصف شب کے وقت ادا کیا۔

۹۹۶۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَهٗ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَمَرَهٗ فَأَقَامَ الظُّهْرَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ . (رواه مسلم ۶۱۳)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا پس آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دو دن تو ہمارے ساتھ نماز پڑھ اور پھر سورج ڈھلتے ہی بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور اس نے اذان کہی اور پھر حکم دیا تو اس نے ظہر کی اقامت کہی۔

۹۹۷ ــ وَلِلنِّسَائِيْ نَحْوُهُمَا إِلَّا أَنَّهٗ أَبْتَدَأَ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ .

نسائی کی روایت بھی اس کی مثل ہے مگر اس میں فجر کی نماز سے ابتداء کرنے کا ذکر ہے۔

۹۹۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَمَّنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى الظُّهْرَ فِي الْأُوْلٰى مِنْهُمَا حِيْنَ كَانَ الْفَيْءُ مِثْلَ الشِّرَاكِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهٖ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَأَفْطَرَ الصَّائِمُ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ وَحَرُمَ الطَّعَامُ عَلٰى

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو بار امامت کرائی۔ پس اول دن نماز ظہر اس وقت پڑھی جب بعد زوال سایہ صرف تسمے کے برابر بڑھا تھا۔ پھر عصر پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا پھر نماز مغرب ادا کی جب سورج غروب ہوا اور جب روزے دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء پڑھی جب شفق غائب ہوئی اور پھر نماز فجر ادا کی جب صبح طلوع ہوئی اور روزے دار کے لیے کھانا پینا جائز نہ رہا۔ دوسری بار نماز ظہر اس

---

(۹۹۵) ابوداود: ۳۹۸۔ صحیح، البانی: ۳۸۵۔ بخاری: ۷۷۱۔ مسلم: ۶۴۷۔ ترمذی: ۱۶۸۔ نسائیض ۹۴۸۔ ابن ماجہ: ۸۱۸۔ احمد: ۱۹۳۱۰۔ دارمی: ۱۴۲۹۔

(۹۹۶) مسلم: ۶۱۳۔ ترمذی: ۱۵۲۔ نسائی: ۵۱۹۔ ابن ماجہ: ۶۶۷۔ احمد: ۲۲۴۴۶.

(۹۹۷) صحیح البانی: ۵۰۵۔ مسلم: ۶۱۳۔ ترمذی: ۱۵۲۔ نسائی: ۵۱۹۔ ابن ماجہ: ۶۶۷۔ احمد: ۲۲۴۴۶.

(۹۹۸) ترمذی: ۱۴۹۔ حسن، صحیح، البانی: ۱۲۸۔ ابوداؤد: ۳۹۳۔

الصَّائِمَ وَصَلَّى الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالأَمْسِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ لِوَقْتِهِ الأَوَّلِ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ الآخِرَةَ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ حِيْنَ أَسْفَرَتِ الأَرْضُ ثُمَّ الْتَفَ إِلَيْهِ جِبْرِيْلُ ثُمَّ قَالَ: يَامُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتِ فِيْمَا هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ . (رواه الترمذي ، ١٤٩)

وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل تھا اور جب کہ گذشتہ دن اس وقت عصر ادا کی تھی۔ پھر عصر پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل تھا اور پھر مغرب کو اس کے سابقہ وقت پر ہی پڑھا اور عشاء کو پڑھا جب رات کا تیسرا حصہ گذر چکا تھا۔ اور نماز فجر ادا کی جب زمین روشن ہو چکی تھی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام کا یہ وقت ہے اور آپ کا وقت ان دو اوقات کے درمیان ہے۔'' (ترمذی اور ابوداؤد)

٩٩٩۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ جِبْرِيْلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُعَلِّمُهُ مَوَاقِيْتَ الصَّلاةِ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ بِنَحْوِهِإِلاَّ أَنْ فِيْ كُلِّ صَلاَةٍ هُنَا قَالَ وَأَتَاهُ حِيْنَ كَانَ الظِّلُّ مِثْلَ شَخْصِهِ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَتَقَدَّمَ جِبْرِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ فَتَقَدَّمَ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آ کر نبی کریم ﷺ کو نماز کے اوقات کی تعلیم دی پس جبریل آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ پیچھے کھڑے ہوئے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے۔ پس ظہر کی نماز سورج ڈھلتے وقت ادا کی مثل حدیث سابق۔ البتہ اس میں ہر نماز کے وقت جبریل علیہ السلام کے آنے اور آگے کھڑا ہونے اور رسول اللہ ﷺ کا ان کے پیچھے کھڑا ہونے اور لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہونے کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی اس میں مذکور ہے کہ دوسرے دن مغرب پڑھی پھر ہم سوئے اور پھر ہم کھڑے ہوئے۔''

(٩٩٩) نسائی: ٥١٣۔ صحیح، البانی: ٥٠٠۔ احمد: ١٤٣٧٦.

جِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَ شَخْصِهِ فَصَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعَ بِالأَمْسِ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَ شَخْصَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالأَمْسِ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالأَمْسِ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ فَنِمْنَا ثُمَّ قُمْنَا ثُمَّ نِمْنَا ثُمَّ قُمْنَا فَأَتَاهُ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالأَمْسِ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَاهُ حِيْنَ امْتَدَّ الْفَجْرُ وَأَصْبَحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ فَصَنَعَ كَمَا صَنَعَ بِالأَمْسِ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلاتَيْنِ وَقْتٌ(رواه النسائی ۵۱۳)

١٠٠٠ ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عليه السلام إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ الظُّهْرَ فَصَلاهَا حِيْنَ مَالَتِ الشَّمْسُ بِنَحْوِهِ. إِلَّا أَنَّ هُنَاكَ فِيْ كُلِّ صَلاةٍ يَقُوْلُ جِبْرِيْلُ: قُمْ يَا مُحَمَّدُ فَصَلِّ. (رواه النسائی ٥٢٦)

اور ایک روایت ہے: جبریل علیہ السلام آئے جب سورج زائل ہوا انہوں نے کہا اے محمد ﷺ اٹھو! اور ظہر ادا کرو۔ پس آپ ﷺ نے ظہر اس وقت پڑھی جب سورج زائل ہوا۔ آگے اسی طرح مثل حدیث سابق ہے مگر یہ زائد مذکور ہے کہ ہر نماز کے وقت جبریل علیہ السلام کہتے تھے: اے محمد ﷺ! اٹھو اور نماز پڑھو۔

١٠٠١ ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ الْفَيْءُ

ایک حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نکل کر تشریف لائے پس آپ ﷺ نے سورج ڈھلتے وقت نماز ظہر ادا کی اور دوپہر کا سایہ ایک تسمے کے برابر ہی بڑھا تھا۔ اور عصر پڑھی

(١٠٠٠) نسائی: ٥٢٦۔ صحیح، البانی: ٥١٠۔ احمد: ١٤٣٧٦.

(١٠٠١) نسائی: ٥٢٤۔ صحیح، البانی: ٥١٠۔ احمد: ١٤٣٧٦.

قَـدْرَ الشِّـرَاكِ ثُـمَّ صَـلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ الْـفَـيْءُ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَظِلُّ الرَّجُلِ ثُمَّ صَلَّى الْـفَـجْـرَ ثُـمَّ صَـلَّـى مِـنَ الْغَدِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ ثُمَّ صَلَّى مِـنَ الْـغَـدِ الـظُّـهْـرَ حِيْـنَ كَانَ الظِّلُّ طُوْلَ الـرَّجُـلِ ثُـمَّ صَـلَّـى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ قَدْرَمَا يَسِيْرُالرَّاكِبُ سَيْرَالْعَنَقِ إِلَـى ذِي الْـحُـلَيْفَةَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَـابَـتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ الـلَّيْـلِ أَوْ نِـصْفُ اللَّيْلِ شَكَّ أَحَدُ رُوَاتِهِ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ . (رواه النسائى ٥٢٤)

جب ہر چیز کا سائیہ اس کے مثل سے ایک تسمہ زائد تھا اور اس کے بعد بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مانند مذکور ہے البتہ یہ امتیازی فرق ہے کہ دوسرے دن کی نماز مغرب اول دن کی نماز مغرب کے وقت میں بتائی گئی ہے۔ اور اس میں یہ ہے کہ پھر نماز عصر پڑھی جب آدمی کا سایہ اس کے برابر تھا اور لوگوں نے اندازہ لگایا کہ عنق چال کے ساتھ چل کر بعد عصر پیادہ آدمی مقام ذوالحلیفہ تک جاسکتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب پڑھی جب سورج غروب ہوا اور پھر عشاء پڑھی رات کے تیسرے حصے میں یا نصف رات کو۔ کسی ایک راوی نے شک کیا ہے۔ پھر نماز فجر روشن کر کے پڑھی۔

١٠٠٢ـ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ إِنَّ لِـلصَّلاَةِ أَوَّلاً وَآخِرًا وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْـتِ صَلاَـةِ الـظُّـهْـرِ حِيْـنَ يَـدْخُلُ تَزُوْلُ الشَّـمْـسُ وَأَخِـرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْـعَـصْرِ وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلاَةِ الْعَصْرِ حِيْنَ يَـدْخُـلُ وَقْتُهَـا وَإِنَّ آخِرَوَقْتَهَا حِيْنَ تَصْفَرُ الشَّـمْـسُ وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْـتِ الْمَغْرِبِ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَغِيْبُ الأُفُـقُ وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الآخِرَةَ حِيْنَ يَـغِيْـبُ الأُفُقُ وَإِنَّ آخِرَوَقْتِهَا حِيْنَ يَنْصِفُ الـلَّيْـلِ وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْـتِ الْـفَجْرِحِيْنَ يَطْلُعُ الْـفَـجْـرُ وَإِنَّ آخِـرَوَقْتِهَـا حِيْـنَ تَـطْلُعُ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کا اول وقت بھی ہے اور آخری وقت بھی ہے۔ نماز ظہر کا اول وقت سورج کے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب نماز عصر کا وقت داخل ہو جائے نماز عصر کا اول وقت وہی ہے جب اس کا وقت داخل ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت سورج کے زرہ ہونے کے وقت تک ہے۔ مغرب کا اول وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت مغربی کنارے کی روشنی غائب ہونے تک ہے اور عشاء کا اول وقت مغربی افق غائب ہونے کے بعد ہے اور آخری وقت نصف رات تک ہے اور فجر کا پہلا وقت صبح طلوع سے شروع ہوتا ہے اور آخری وقت سورج طلوع ہونے تک ہے۔'' (ترمذی)

(١٠٠٢) ترمذی: ١٥١ـ صحیح، البانی: ١٢٩ـ احمد: ٧١٣٢.

الشَّمْسُ . (رواه الترمذی ١٥١)

١٠٠٣ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَ كُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَصَلَّى الصُّبْحَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ بِنَحْوِهِ حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ إِلَّا أَنَّ الْمَغْرِبَ وَاحِدٌ فِيْهِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ حِيْنَ ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ . (رواه النسائی ٥٠٢)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہیں تمہیں دین کی تعلیم دینے کے لیے آئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی جب صبح طلوع ہوئی۔ مثل حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کے ہے۔ مگر اس میں پہلے دن اور دوسرے دن میں نماز مغرب کا ایک ہی وقت مذکور ہے۔ پھر آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھی جب رات ایک پہر (ساعت) گذر چکی تھی۔

١٠٠٤ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ أَنَا أُخْبِرُكَ صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبُ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ يَعْنِيْ الْغَلَسَ . (رواه مالك ، ٩)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن رافع سے روایت ہے کہ اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سائل کو کہا میں تجھے بتائے دیتا ہوں تو نماز ظہر پڑھا کر جب تیرا سایہ تیرے قد کے برابر ہو اور عصر پڑھا کر جب تیرا سایہ تیرے قد کے دو مثل ہو اور مغرب پڑھ جب سورج غروب ہو اور عشاء پڑھا کر اس کے اپنے وقت سے رات کے تیسرے حصے تک اور فجر پڑھ نیم تاریکی و نیم روشنی میں۔ الغبش اور الغلس کا ایک ہی مفہوم ہے۔

١٠٠٥ - عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلٰى عُمَّالِهٖ إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ أَوْ صَلُّوْا الظُّهْرَ إِذَا كَانَ الْفَيْءُ ذِرَاعًا إِلٰى أَنْ يَكُوْنَ ظِلُّ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبائی وزراء کو لکھا: میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ ضروری کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر کاربند رہا اس نے اپنا دین محفوظ کر دیا اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ دیگر امور کو زیادہ ضائع کر دے گا۔ پھر یہ لکھا: ظہر کی نماز سایہ ایک ہاتھ ہونے سے اس وقت تک پڑھو

(١٠٠٣) نسائی: ٥٠٢ ـ حسن، البانی: ٤٨٨ ـ ترمذی: ١٥١ ـ احمد: ٧١٣٢.
(١٠٠٤) مؤطا: ٩.
(١٠٠٥) مؤطا: ٦.

أَحَدِكُمْ مِثْلَهُ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَآءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً قَبْلُ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمَ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ. (رواه مالك ٦)

١٠٠٦ـ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلٰى أَبِيْ مُوْسٰى أَنَّ صَلِّ الظُّهْرَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَهَا صُفْرَةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَأَخِّرَ الْعِشَاءَ مَا لَمْ تَنَمْ وَصَلِّ الصُّبْحَ وَالنُّجُوْمَ بَادِيَةً مُشْتَبِكَةً وَاقْرَأْ فِيْهَا بِسُوْرَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ. (رواه مالك٧)

١٠٠٧ـ وفي أخرى نحوه وفيها: صَلِّ الْعِشَاءَ مَابَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ فَإِنْ أَخَّرْتَ فَإِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلَيْنِ. (رواه مالك ٨)

١٠٠٨ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهِ مَالَمْ

جب تم میں سے کسی کا سایہ اس کے قد کے دو مثل ہو اور عصر کا وقت ہے جب سورج صاف روشن اور بلند ہو۔ اس قدر کہ ایک سوار دو تا تین فرسخ سورج غروب ہونے سے پہلے فاصلہ طے کر سکے، اور مغرب پڑھو جب سورج غروب ہو اور عشاء پڑھو شفق غائب ہونے سے رات کے تیسرے حصے تک، اور جو نماز ادا کرنے کے بغیر سو رہے تو اس کی آنکھ آرام کی نیند نہ سوئے اور جو بلا نماز سوئے اس کی آنکھ کو آرام کی نیند نصیب نہ ہو، اور فجر اس وقت ادا کرو جب ستارے ظاہر اور خلط ملط نظر آتے ہوں۔

ایک روایت ہے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا: نماز ظہر پڑھ جب سورج زائل ہو اور نماز عصر پڑھ جب کہ سورج ابھی پوری طرح روشن اور صاف ہو اور اس پر زردی حائل نہ ہوئی ہو اور مغرب پڑھ جب سورج غروب ہو اور عشاء کو مؤخر کر اپنے سونے کے وقت سے پہلے تک اور نماز فجر پڑھ جب ستارے سامنے خلط ملط نظر آتے ہوں اور نماز فجر میں طوال مفصل میں میں سے دو طویل سورتیں تلاوت کر۔‘‘

ایک اور روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس میں یہ ہے کہ عشاء کی نماز اس کے وقت داخل ہونے سے رات کے تیسرے حصہ تک پڑھ اور زیادہ ہی مؤخر کرنا چاہے تو رات کے نصف حصے تک اور غافلین میں سے نہ بن۔ (مالک)

سیدنا ابن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ظہر کا وقت سورج زائل ہونے کے بعد ہے جب آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو اور جب

(١٠٠٦) مؤطا: ٦.

(١٠٠٧) مؤطا: ٨.

(١٠٠٨) مسلم: ٦١٢ـ نسائی: ٥٢٢ـ ابوداود: ٣٩٦ـ احمد: ٧٠٣٧.

يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلاةُ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الأَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسَكَ عَنِ الصَّلاةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِّ شَيْطَانٍ . (رواه مسلم ٦١٢)

تک عصر کا وقت داخل ہوا ہو۔ اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے سے پہلے تک ہے اور مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک باقی رہتا ہے اور عشاء کا وقت رات کے درمیان نصف تک ہے۔ فجر کا وقت صبح طلوع ہونے سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔ جب سورج طلوع ہونے لگے تو نماز پڑھنے سے باز رہو، بے شک وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

١٠٠٩۔ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ أَنْطَلَقْتُ مَعَ أَبِيْ إِلٰى أَبِيْ بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِيْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ وَهِيَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الأُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلٰى أَهْلِهٖ فِي اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثُ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ . (رواه البخاری ،٥٤١)

ابومنہال کہتے ہیں: میں اور میرا باپ ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ان کو میرے والد صاحب نے کہا: رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ نماز ظہر پڑھتے تھے جب سورج ڈھلتا تھا اور اس نماز کو تم پہلی نماز کہتے ہو۔ اور آپ ﷺ عصر پڑھتے تو ہم میں سے کوئی شخص مدینے کی دوسری جانب اپنے گھر جاتا اور ابھی سورج اپنے حال پر زندہ تابندہ ہوتا تھا۔ انہوں نے مغرب کے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور کہا: نماز عشاء جس کو تم عتمہ کہتے ہو اس کو آپ ﷺ تاخیر سے پڑھتے تھے اور آپ ﷺ اس کے پڑھنے سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور آپ ﷺ صبح کی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اس وقت ہر آدمی اپنے ساتھی کو پہچان جاتا تھا اور آپ ﷺ قراءت کرتے تھے ساٹھ آیات سے سو آیات تک۔

١٠١٠۔ فی رواية: وَلَايُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ (رواه البخاری :٥٤١)

''ایک روایت ہے: عشاء کی نماز کو رات کے تیسرے حصے تک مؤخر کرنے میں کوئی فکر نہیں کرتے تھے اور راوی نے پھر کہا: رات کے نصف تک کوئی پروا نہ کرتے۔

(١٠٠٩) بخاری: ٥٩٩۔ مسلم: ٦٤٧۔ نسائی: ٩٤٨۔ ابوداؤد: ٣٩٨۔ ابن ماجه: ٦٧٤۔ دارمی: ١٣٠٠.

(١٠١٠) بخاری: ٥٤١۔ مسلم: ٦٤٧۔ نسائی: ٩٤٨۔ ابوداؤد: ٣٩٨۔ ابن ماجه: ٦٧٤۔ دارمی: ١٣٠٠.

۱۰۱۱۔ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عَمْرِوبْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْحَجَّاجُ الْمَدِيْنَةَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ أَحْيَانًا يُؤَخِّرُهَا وَأَحْيَانًا يُعَجِّلُ كَانَ إِذَا رَآهُمْ أَجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَئُوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ. (رواه البخاری:۵۶۰)

محمد بن عمرو بن الحسن بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف نمازیں تاخیر کر کے پڑھایا کرتا تھا تو ہم نے جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نماز ظہر بعد زوال دو پہر کو پڑھا کرتے تھے اور نماز عصر پڑھتے اور تا حال سورج صاف ہوتا تھا اور مغرب پڑھتے جب سورج غروب ہوتا اور نماز عشاء کو کبھی مؤخر کرتے اور کبھی جلدی پڑھتے۔ جب دیکھتے کہ صحابہ جمع ہو چکے ہیں تو جلدی کرتے اور جب دیکھتے کہ وہ تاخیر کر کے آ رہے ہیں تو آپ ﷺ مؤخر کر دیتے۔ نماز فجر آپ ﷺ رات کی تاریکی میں ادا کرتے تھے۔

۱۰۱۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ قَدْرُ صَلاَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرِفِي الصَّيْفِ ثَلاَثَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ (رواه النسائی ،۵۰۳)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ظہر کا اندازہ یہ ہے کہ آپ ﷺ موسم گرما میں آدمی کا سایہ تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتا تو پڑھتے اور موسم سرما میں پانچ تا سات قدم سایہ ہوتا تو پڑھتے تھے۔

شرح: ......ا۔ان احادیث میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی ابتداء اور انتہاء بتائی گئی ہے۔ایک نماز کا وقت جب تک ختم نہیں ہوتا دوسری نماز کا وقت شروع نہیں ہوتا۔

(۱) نمازِ ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے۔

(۲) نمازِ عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے، اس کے بعد غیر افضل وقت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے تک ہے۔

(۳) نمازِ مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق (سرخی) کے غائب ہونے تک ہے۔

(۴) نمازِ عشاء کا وقت افضل آدھی رات تک ہے، غیر افضل وقت طلوع سحر تک ہے۔

(۱۰۱۱) بخاری: ۵۶۰۔ مسلم: ٦٤٦۔ نسائی: ۵۲۷۔ ابوداؤد: ۳۹۷۔ احمد: ۱٤٥٥۱۔ دارمی: ۱۱٤۸.

(۱۰۱۲) نسائی: ۵۰۳۔ صحیح، البانی: ٤۸۹۔ ابوداؤد: ٤۰۰.

(۵) نمازِ فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب سے پہلے تک ہے۔

۲۔ یہ جو بیان ہوا ہے کہ طلوع آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان آفتاب کے طلوع ہونے کے انتظار میں کھڑا ہوتا ہے، اور اپنا سر اس کی طرف ڈال دیتا ہے جو آفتاب پرست ہیں یہ جب سورج کو سجدہ کرتے ہیں تو شیطان کو سجدہ ہو جاتا ہے، ان کی مشابہت سے بچاؤ کے لیے نبیصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نماز پڑھنے سے بھی روک دیا ہے کہ یہ شیطان کو سجدہ کرنے سے محفوظ رہے۔ (مرعاۃ:۲/ ۱۸)

۳۔ظہر کی نماز گرمیوں میں تین قدم سے پانچ قدم تک سایہ میں پڑھی جاتی اور سردیوں میں پانچ قدم سے سات قدم تک پڑھی جاتی۔ یہ نمازِ ظہر کے وقت کا اندازہ تمام علاقوں کے لیے معیار یا اصول نہیں، یہ مکہ یا مدینہ کے لیے ہے۔ دوسرے ممالک اپنے اندازہ سے نمازِ ظہر پڑھیں۔ (حوالہ مذکور)

آفتاب جتنا بلندی پر ہوگا سایہ چھوٹا ہوگا، جتنا پستی میں ہوگا سایہ بڑا ہوگا، اس لیے یہ اپنے اپنے علاقے کے مطابق ہے۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلاةَ لايَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ. (رواه البخاری ، ۵۷۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اہل ایمان خواتین فجر کی نماز میں اپنی بڑی چادروں میں جان بدن لپیٹ کر حاضر ہوتی تھیں اور جب نماز پڑھ چکی ہوتی تو اپنے گھروں کو اس حال میں واپس جاتی تھیں کہ صبح کی تاریکی میں ان کو کوئی نہ پہچانتا تھا۔

شرح: ......۱۔ رات کے اندھیرے کی وجہ سے یہ پہچان نہ ہوتی تھی کہ یہ مرد ہیں یا عورتیں ہیں۔ اور یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ کونسی عورت ہے، اس سے ان لوگوں کی تاویل غلط ثابت ہوئی جو کہتے ہیں کہ مسجد کی چھت کی وجہ سے تاریکی ہوتی تھی، ویسے سفیدی نمودار ہو جاتی ہے۔

یہاں حدیث میں صاف ہے کہ وہ چادروں کے لپیٹنے سے نہیں بلکہ اندھیرے کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں۔

۲۔(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز صبح اول وقت میں پڑھی جائے۔

(۲) رات یا دن کی نمازوں میں عورتوں کا مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے۔

(۱۰۱۳) بخاری: ۵۷۸۔ مسلم: ٦٤٥۔ ترمذی: ۱۵۳۔ نسائی: ۱۳٦۲۔ ابوداؤد: ٤۳۲۔ ابن ماجه: ٦٦۹۔ احمد: ۲۵٦۹۰۔ مؤطا: ٤۔ دارمی: ۱۲۱٦۔

١٠١٤ـ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشَدَّ تَعْجِيْلاً لِلظُّهْرِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لاَمِنْ أَبِيْ بَكْرٍ وَلاَ مِنْ عُمَرَ. (رواہ الترمذی ، ١٥٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جلدی سے نماز ظہر ادا کرتا کوئی نہیں دیکھا۔

١٠١٥ـ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ تَعْجِيْلاً لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيْلاً لِلْعَصْرِ مِنْهُ(رواہ الترمذی ١٦١)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ جلدی نماز ظہر پڑھتے تھے اور تم نماز عصر ان سے زیادہ جلدی پڑھتے ہو۔ (ترمذی)

شرح: ......ان احادیث میں نمازِ ظہر جلدی پڑھنے کی دلیل ہے، جلدی سے مراد ہے کہ سایہ ڈھلتے ہی ظہر کے وقت کا آغاز ہو جاتا ہے، آپ اس وقت پڑھتے تھے۔

۲۔ حدیث کا یہ جملہ کہ تم عصر رسول اللہ ﷺ سے جلدی پڑھ لیتے ہو، اس سے بعض علمائے کرام یہ اخذ کرتے ہیں کہ نماز عصر تاخیر سے پڑھی جائے۔ یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس میں صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ عصر کی بہ نسبت ظہر میں آپ زیادہ جلدی کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ نمازِ عصر تاخیر سے پڑھتے تھے۔ یہ صرف دونوں نمازوں میں جلدی پڑھنے کا تقابل ہوا ہے، عصر کی تاخیر کا جواز بیان نہیں ہوا۔

١٠١٦ـ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ حَرَّالرَّمْضَاءَ فَلَمْ يُشْكِنَا قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لأَبِيْ إِسْحٰقَ أَفِي الظُّهْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفِي تَعْجِيْلِهَا قَالَ نَعَمْ (رواہ مسلم ٦١٩)

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہم نے دوپہر کی حرارت کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی پس آپ ﷺ نے ہماری شکایت رفع نہ کی۔ زہیر نے ابو اسحاق سے کہا: نماز ظہر کے بارے میں؟ تو اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اس کے جلدی کرنے میں؟ تو اس نے کہا: ہاں۔

١٠١٧ـ زَادَ الطَّبْرَانِيُّ بَعْدُ: فَلَمْ يُشْكِنَا وَقَالَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلُّوْا. (رواہ الطبرانی فی الکبیر ، ٣٧٠١)

طبرانی نے فلم یشکنا (پس آپ ﷺ نے ہماری شکایت رفع نہ کی) کے بعد یہ کلمات زائد کیے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب سورج زائل ہو تو نماز ظہر پڑھو۔''

(١٠١٤) ترمذی: ١٥٥ـ ضعیف، الاسناد: ٢٣ـ احمد: ٢٤٥١٧.

(١٠١٥) ترمذی: ١٦١ـ صحیح، البانی: ١٣٨ـ احمد: ٢٦١٠٧.

(١٠١٦) مسلم: ٦١٩ـ نسائی: ٤٩٧ـ ابن ماجه: ٦٧٥ـ احمد: ٢٠٥٥٨.

(١٠١٧) طبرانی کبیر: ٢٧٠١ـ هو فی الصحیح خلا قوله اذا ذالت الشمس فصلوا ورجاله موثقون، هیثمی: ١٦٩٥.

شــــرح: ......ان سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نمازِ ظہر میں تاخیر کی اجازت نہیں دی تھی۔ آفتاب ڈھلتے ہی پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن تعلیقات سلفیہ حاشیہ نمبر ۱۸ پر ہے کہ طحاوی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسے ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا، اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس سے دلالت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے شکایت دور نہ کی تھی بعد میں رخصت دے دی اور ان کی شکایت دور کر دی۔

اب فیصلہ کن صورت یہ ہے کہ سایہ کرنے کے لیے ذرا تاخیر کرنا رخصت ہے اور جلدی پڑھنا افضل ہے۔ (انتہیٰ)

۱۰۱۸۔ وَزَادَ فِـي الْأَوْسَـطِ وَالصَّغِيْرِ بِلِيْنٍ بَـعْـدَهٗ أَيْضًا عَنْ جَابِرٍ وَأَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا حَـوْلَ وَلَا قُـوَّةَ إِلَّا بِا للّٰهِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ أَدْنَا هَا الْهَمُّ

الاوسط اور الصغیر میں کمزور سند کے ساتھ بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ بھی زائد بیان کیا ہے: فرمایا: بکثرت لَا حَـوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِـاللّٰہِ (بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہے) کہا کر، اس سے ننانوے بلاؤں کے دروازوں کا دفاع ہوتا ہے اور کمتر ان میں سے غم ہیں۔''

۱۰۱۹۔ عَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَتْ كَـانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسَ وَاقِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ. (رواه مسلم ٦١١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نماز عصر پڑھتے اور سورج کی دھوپ میرے حجرے میں پڑ رہی ہوتی تھی۔

۱۰۲۰۔ وفـي رواية: مِـنْ قَـعْرِ حُجْرَتِهَا. (رواه البخاری ۵۱۱)

ایک روایت میں ہے: میرے حجرے کی گہرائی میں دھوپ پڑ رہی ہوتی تھی۔

۱۰۲۱۔ وفــي رواية: لَـمْ تَـخْـرُجْ مِـنْ حُجْرَتِهَا. (للبخاری ۵۱۱)

اور ایک روایت ہے: میرے حجرے سے (دھوپ) نہیں نکلی ہوتی تھی۔

(١٠١٨) طبرانی صغیر، طبرانی اوسط، وفیه یلهط ضعفه العقیلی و وثقه ابن حبان.

(١٠١٩) مسلم: ٦١١۔ بخاری: ٥٢٢۔ ترمذی: ١٥٩۔ نسائی: ٥٠٩۔ ابوداؤد: ٤٨١۔ ابن ماجه: ٦٩١۔ احمد: ٢٥٨٤٦۔ مالك: ٢۔ دارمی: ١١٨٥.

(١٠٢٠) بخاری: ٥١١۔ مسلم: ٦١١۔ ترمذی: ١٥٩۔ نسائی: ٥٠٩۔ ابوداؤد: ٤٨١۔ ابن ماجه: ٦٩١۔ احمد: ٢٥٨٤٦۔ مالك: ٢۔ دارمی: ١١٨٥.

(١٠٢١) مسلم: ٦١١۔ بخاری: ٥١١۔ ترمذی: ١٥٩۔ نسائی: ٥٠٩۔ ابوداؤد: ٤٨١۔ ابن ماجه: ٦٩١۔ احمد: ٢٥٨٤٦۔ مالك: ٢۔ دارمی: ١١٨٥.

١٠٢٢ ۔ وفی روایة وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا . (رواه النسائی: ٥٠٥)

اور ایک روایت ہے: سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا سایہ ابھی اوپر نہیں اٹھا ہوتا تھا۔

١٠٢٣ ۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوَهُ . (رواه البخاری، ٥٥٠)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھتے اور سورج ابھی بلند اور زندہ و تابندہ ہوتا تھا۔ پس کوئی جانے والا مدینہ کے مضافات میں عالیہ تک جاتا تو سورج تا حال بلند رہتا، اور مدینہ کے بعض عوالی اس سے چار میل کے فاصلے پر تھے۔

١٠٢٤ ۔ ومن روایاته: يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ . (رواه البخاری ، ٥٥١)

اور ان کی ایک روایت میں ہے: جانے والا قباء تک چلا جاتا تھا۔

١٠٢٥ ۔ وَمِنْهَا: يَخْرُجُ الإِنْسَانُ إِلَى بَنِيْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ (رواه مسلم ، ٦٢١)

ان میں سے ایک روایت ہے: کوئی آدمی نکل کر بنو عمرو بن عوف کی طرف جاتا تو وہ ان کو نماز عصر پڑھتے پاتا تھا۔

١٠٢٦ ۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلاةُ الَّتِي صَلَّيْتُ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ كُنَّانُصَلِّي مَعَهُ . (رواه البخاری، ٥٤٩)

ابو امامہ بن سہیل بن حنیف کہتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر وہاں سے نکل کر ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو نماز عصر پڑھتے پایا۔ تو میں نے کہا: اے چچا جان! یہ کونسی نماز ہے جو آپ نے پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ نماز عصر ہے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی نماز عصر اس وقت ہی ہو اکرتی جو ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(١٠٢٢) نسائی: ٥٠٥ ـ صحیح، البانی: ٤٩١ ـ بخاری: ٣١٠٣ ـ مسلم: ٦١١ ـ ترمذی: ١٥٩ ـ ابوداود: ٤٠٧ ـ ابن ماجه: ٦٨٣ ـ مؤطا: ٢.

(١٠٢٣) بخاری: ٥٥٠ ـ مسلم: ٦٢١ ـ نسائی: ٥٠٧ ـ ابوداؤد: ٤٠٤ ـ ابن ماجه: ٦٨٢ ـ احمد: ١٣٠٢٢ ـ مؤطا: ١١ ـ دارمی: ١٢٠٨.

(١٠٢٤) بخاری: ٥٥١ ـ مسلم: ٦٢١ ـ نسائی: ٥٠٧ ـ ابوداؤد: ٤٠٤ ـ ابن ماجه: ٦٨٢ ـ احمد: ١٣٠٢٢ ـ مؤطا: ١١ ـ دارمی: ١٢٠٨.

(١٠٢٥) مسلم: ٦٢١ ـ بخاری: ٥٤٨ ـ نسائی: ٥٠٨ ـ بقيه اوپر والی

(١٠٢٦) بخاری: ٥٤٩ ـ مسلم: ٦٢٣ ـ نسائی: ٥١٠ ـ ابوداؤد: ٤١٣ ـ احمد: ١٣١٧٧.

١٠٢٧ـ وَمِنْهَا صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّا نُرِيْدُ نَنْحَرُجَزُوْرًا لَنَا وَنَحْنُ نُحِبُّ أَنْ تَحْضُرَهَا قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْنَا مَعَهُ فَوَجَدْنَا الْجَزُوْرَ لَمْ تُنْحَرْ فَنُحِرَتْ ثُمَّ قُطِّعَتْ ثُمَّ طُبِخَ مِنْهَا ثُمَّ أَكَلْنَا قَبْلَ أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ. (رواه مسلم ، ٦٢٤)

ان میں سے یہ ہے: نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ کے پاس بنو سلمہ کا ایک مرد حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم ایک اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ بھی موجود ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے پھر آپ ﷺ گئے اور ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے اونٹ کو اس حال میں پایا کہ تاحال وہ ذبح نہیں کیا گیا تھا۔ پھر اس کو ذبح کیا گیا، پھر اس (کے گوشت) کو کاٹا گیا اور اس میں سے کچھ پکایا گیا اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہم نے اس میں سے کھایا۔

١٠٢٨ـ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَبْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ أَخَّرَالصَّلاَةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَالصَّلاَةَ يَوْماً وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْمَسْعُوْدِ الاَنْصَارِيُ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيْلَ عليه السلام نَزَلَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اعْلَمْ . مَا تُحَدِّثُ أَوَ أَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقْتَ الصَّلاَةِ قَالَ

زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایک دن نماز تاخیر سے پڑھائی تو عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ان کے پاس گئے اور ان کو خبر دی کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں نماز مؤخر کر دی تو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے مغیرہ رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور پھر انہوں نے نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور پھر انہوں نے نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی نماز پڑھی اور پھر انہوں نے نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی نماز پڑھی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد ﷺ! اس وقت میں نماز پڑھنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ پس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: اے عروہ! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو! جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو ان اوقات میں نماز

(١٠٢٧) مسلم: ٦٢٤ـ احمد: ١٢٩١٨.

(١٠٢٨) بخاری: ٥٢٢ـ مسلم: ٦١١ـ ترمذی: ١٥٩ـ نسائی: ٥٠٥ـ ابوداؤد: ٤٠٧ـ احمد: ٢٥٨٤٦ـ مؤطا: ٢ـ دارمی: ١١٨٥.

عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُبْنُ أَبِي مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ. (رواه البخاری، ۵۲۲)

پڑھائی ہے؟ پس عروہ نے سند کے ساتھ روایت کی اور کہا: بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اسی طرح روایت کیا کرتے تھے۔ اور عروہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے بیان کیا ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھتے اور سورج ان کے حجرے میں رہا ہوتا تھا اور سایہ بلند ہونے سے پہلے آپ ﷺ پڑھتے تھے۔

۱۰۲۹۔ وفي رواية: أَنَّ عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَالْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ أَمَّا إِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَأَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ. (رواه البخاری ۳۲۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عصر کچھ وقت مؤخر کر دی تو کو عروہ نے کہا یہ حقیقت ہے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے آگے امام بن کر نماز پڑھی۔ عمر رحمہ اللہ نے کہا: اے عروہ! تم کیا بیان کر رہے ہو؟ پس عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا اس نے کہا: میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھے امامت کرائی پس میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر پڑھی، پھر ان کے ساتھ پڑھی، پھر ان کے ساتھ پڑھی اور پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔'' (صحیح بخاری)

شرح: ...... ان تمام احادیث کا مفاد یہی ہے کہ نماز عصر رسول اکرم ﷺ اول وقت میں پڑھتے تھے، جو کہ ایک مثل سایہ ہے اگر دو مثل سایہ میں عصر پڑھیں تو پھر نہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دھوپ رہتی ہے۔ اور اونٹ ذبح کرنا، پھر اسے بنانا پھر پکانا اور کھانا ابھی تک سورج غروب نہ ہو۔ یہ بھی نمازِ عصر کے وقت پر دلالت ہے، دو مثل کے بعد یہ کام نہیں ہوسکتا۔ اور تقریباً تین چار میل نماز عصر کے بعد چلنا اور سورج کا ابھی رنگ نہ بدلنا یہ تبھی ممکن ہے جب نماز عصر اول وقت میں پڑھی ہو۔ دو مثل پڑھنے کے بعد ایسا ممکن نہیں۔

۲۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے جو عروہ رحمہ اللہ سے کہا تھا کہ دیکھو کیا بیان کرتے ہو، انہیں اوقات بتانے پر اعتراض نہ تھا۔ انہیں اعتراض حضرت جبریل علیہ السلام کی نبی پاک ﷺ کے لیے نماز کی امامت کرانے پر تھا کہ شاید عروہ کو غلطی لگی ہو اس لیے انہوں نے پوچھا تو حضرت عروہ نے باسند بتا دیا کہ یہ بات کہ جبریل علیہ السلام نے جماعت کروائی تھی

(۱۰۲۹) بخاری: ۳۲۲۱۔ بقیہ اوپر والی

خود رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

١٠٣٠ـ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . (رواه مسلم: ٦٣٦)

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جب سورج غروب ہوتا اور پردے میں چلا جاتا تو رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

١٠٣١ـ وفي رواية: سَاعَةٌ تَغْرِبُ الشَّمْسُ إِذَاغَابَ حَاجِبُهَا . (لأبوداود. ٤١٧)

ایک روایت میں ہے: اس وقت سورج غروب ہوتا اور اس کی ٹکیا غائب ہوتی۔

١٠٣٢ـ عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَبْصُرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ . (رواه البخاری ، ٥٥٩)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے اور جب ہم میں سے کوئی شخص لوٹ کر جاتا تو اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا۔

١٠٣٣ـ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهَالِيْهِمْ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَرْمُوْنَ وَيَبْصُرُوْنَ مَوَاقِعَ سِهَامِهِمْ . (رواه النسائی ٥٢٠)

ایک صحابی سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے اور پھر اپنے اہل وعیال میں مدینہ کے آخری کونے پر جا کر تیر اندازی کرتے اور اپنے تیر کے نشانے پر لگنے کو دیکھ سکتے تھے۔

١٠٣٤ـ عَنْ مَرْثَدِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُوْأَيُّوْبَ غَازِياً وَعُقْبَةُ بْنِ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَالْمَغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُوْأَيُّوْبَ فَقَالَ لَهُ مَا هٰذِهِ الصَّلاَةُ يَا عُقْبَةُ فَقَالَ شُغِلْنَا قَالَ أَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لاَ

مرثد بن عبداللہ راوی ہیں کہ ہم لوگوں کے پاس ابو ایوب رضی اللہ عنہ آئے، وہ جہاد کیلیے آئے تھے اور اس دور میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے حاکم تھے اور انہوں نے نماز مغرب مؤخر کر دی تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس کی طرف اٹھے اور کہا: اے عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ اس نے کہا: ہم مشغول تھے۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا

(١٠٣٠) مسلم: ٦٣٦ـ بخاری: ٥٦١ـ ترمذی: ١٦٤ـ ابوداؤد: ٤١٧ـ ابن ماجه: ٦٨٨ـ احمد: ١٦١١٥ـ دارمی: ١٢٠٩.
(١٠٣١) ابوداؤد: ٤١٧ـ صحيح، البانی: ٤٠٢ـ بقيه اوپر والی
(١٠٣٢) بخاری: ٥٥٩ـ مسلم: ٦٣٧ـ ابن ماجه: ٦٨٧ـ احمد: ١٦٣٤.
(١٠٣٣) نسائی: ٥٢٠ـ صحيح الاسناد، البانی: ٥٠٦ـ احمد: ٣٣٦٣٨.
(١٠٣٤) ابوداود: ٤١٨ـ حسن، صحيح: ٤٠٣ـ احمد: ٢٣٠٦٨.

تَـزَالُ أُمَّتِـیْ بِخَیْرٍ أَوْ قَالَ عَلَی الْفِطْرَةِ مَالَمْ یُـؤَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ إِلَی أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمَ . (رواه أبوداود ٤١٨)

تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی یا فرمایا: فطرت پر رہے گی جب تک نماز مغرب اتنی مؤخر نہیں کرے گی کہ ستارے نظر آنے لگیں۔'' (ابوداود)

١٠٣٥ـ عَـنِ الْحَارِثِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَـنْ تَـزَالَ أُمَّتِیْ عَلَی الْإِسْلَامِ مَا لَـمْ یُؤَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ حَتَّی تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ مُـضَـاهَـاةَ الْیَهُوْدِ، وَمَا لَمْ یُعَجِّلُوْا الْفَجْرَ مُـضَاهَاةَ النَّصَارٰی، وَمَالَمْ یَكِلُوْا الْجَنَائِزَ إِلٰی أَهْلِهَا . (للكبير بضف)

سیدنا حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت اسلام پر قائم رہے گی جب تک نماز مغرب کو ستاروں کے خلط ملط دکھائی دینے تک مؤخر نہیں کرے گی اور فجر کی نماز کو نصاریٰ کے مثل جلدی کر کے نہیں پڑھے گی اور جب تک جنازے کا بوجھ ورثاء پر نہیں چھوڑے گی۔'' (الکبیر، سند ضعیف ہے)

١٠٣٦ـ عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الصَّنَابِحِیِّ: وَمَـا لَـمْ یَـكِـلُـوْا الْجَنَائِزَ إِلٰی أَهْلِهَا (رواه أحمد ، ، ١٨٥٨٨)

صنابحی سے منقول ہے: جب تک جنازے کا بوجھ ورثاء پر نہیں چھوڑے گی۔

١٠٣٧ـ عَنْ عَلِیِ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَـالَ لَـهُ یَـا عَلِیُّ ثَلاَثٌ لاَ تُؤَخِّرُهَا الصَّلَاةُ إِذَاآتَـتْ وَالْـجَـنَائِزُ إِذَا حَضَرَتْ وَلاَیِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا . (رواه الترمذی ،١٧١)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! تین امور میں تاخیر نہ کرنا، نماز کا جب وقت داخل ہو جائے اور جنازہ جب حاضر ہو جائے اور غیر شادی شدہ کے لیے جب برابر کا رشتہ میسر آ جائے۔'' (ترمذی)

شـرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ نماز مغرب غروب آفتاب کے بعد جلد ہی ادا کرتے تھے۔ اذان کے بعد صرف دو رکعات کا وقفہ ہوتا تھا اور نماز مغرب میں قراءت مختصر رکھتے تھے، کبھی خلاف معمولی طویل ہوتی تھی۔ وگرنہ اکثر جلدی پڑھ لیتے۔ نمازِ مغرب پڑھنا اس کے بعد مدینہ منورہ کی آبادی کے آخر میں گھر جا کر تیر پھینکنا اور اس کا گرنے کی جگہ پر نظر آنا یہ دلیل ہے کہ نمازِ مغرب جلدی پڑھی جاتی تھی۔
٢ـ جنازہ جلدی پڑھنے کی اس لیے تلقین کی گئی ہے کہ اس میں تغیر وتبدل نہ آ جائے، پردہ ہی رہے اور اسے دفن کر دیا جائے۔

(١٠٣٥) طبرانی كبير، وفيه مندل بن علی وفيه ضعف. (١٠٣٦) احمد: ١٨٥٨٨.

(١٠٣٧) ترمذی: ١٧١ـ ضعيف، البانی: ٢٥ـ ابن ماجه: ١٤٨٦ـ احمد: ٨٣٠ـ علامہ عبید اللہ رحمانی فرماتے ہیں: لا ينحط عن درجة الحسن (مرعاة: ٢/٤٦)

اور بیوہ یا مطلقہ اگر نکاح کی آرزومند ہیں اور ہمسر رشتہ مل رہا ہے تو جلدی کر دیں کیونکہ اس طرح پاکدامنی برقرار رہتی ہے۔ بصورت دیگر داغدار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۳۔ ستارے اس وقت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں جب تاریکی چھا جائے، یہ تاخیر کی علامت ہے، اس لیے امت کی بھلائی کی شناخت یہی ہے کہ ان کے جھلملانے سے پہلے پہلے جلدی نماز پڑھے۔

١٠٣٨ ۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ . (رواه البخاری٥٧٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھی تو اس نے نماز فجر کو پا لیا اور جس نے سورج غروب ہونے سے قبل عصر کی ایک رکعت پڑھی تو اس نے نمازِ عصر کو پالیا۔''

١٠٣٩ ۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهُ . (رواه البخاری، ، ٥٥٦)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کا ایک سجدہ کر دے تو وہ اپنی بقیہ نماز مکمل کرے اور جب فجر کا ایک سجدہ تم میں سے کسی شخص نے سورج طلوع ہونے سے پہلے کر دیا تو وہ بھی اپنی نماز مکمل کرے۔''

١٠٤٠ ۔ وللنسائی إِذَا أَدْرَكَ أَوَّلَ سَجْدَةٍ فِی الْمَوْضِعَیْنِ . (رواه النسائی ٥١٦)

اور نسائی کی روایت میں: ''جب پہلا سجدہ کر دیا'' کے الفاظ ہیں ہر دو جگہوں میں۔''

شــرح: ......ا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص بوجہ عذر دیر کر دے، قصداً اس وقت تک تاخیر جائز نہیں، عذر یہ ہے کہ آدمی سو گیا تھا، یا نماز بھول گیا تھا۔ اسے طلوع آفتاب کے وقت بیداری ہوئی ہو یا یاد آئی ہو، غروب آفتاب کے وقت اسے بیداری ہوئی ہو یا نماز یاد آئی ہو تو ایک رکعت نماز کا وقت ملا ہو تو بقیہ تین رکعات وہ مکمل کرے اس نے ادا ہی پڑھی ہے، قضاء نہیں۔ قصداً اتنی دیر کرنا تو بہت بڑا جرم ہے، اسی طرح اسے یاد یا بیداری ہی طلوع آفتاب کے وقت ہوئی ہو۔

(١٠٣٨) بخاری: ٥٧٩۔ مسلم: ٦٠٨۔ ترمذی: ٥٢٤۔ نسائی: ٥٥٦۔ ابوداؤد: ١١٢١۔ ابن ماجہ: ١١٢٢۔ احمد: ١٠٣٧٢۔ مؤطا: ١٥۔ دارمی: ١٢٢٢.

(١٠٣٩) بخاری: ٥٥٦.

(١٠٤٠) نسائی: ٥١٦۔ صحیح، البانی: ٥٠٣.

۲۔ رکعت پانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے واجبات پورے کیے ہوں، مثلاً سورت فاتحہ پڑھی ہو، اس رکعت کے رکوع اور سجود کیے ہوں، تب رکعت پائے گا۔ اگر یہ نہیں حاصل کر سکا تو پھر یہ رکعت پانے والا نہیں، نہ ہی وقت میں پڑھنے والا شمار ہوگا۔

۳۔ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جو شخص اس طرح صبح کی نماز میں رکعت پائے اور آفتاب طلوع ہو جائے تو صبح کی نماز باطل ہو جائے گی اور عصر کی نماز کی رکعت پائے تو وہ نماز ہو جائے گی، یہ دونوں اوقات میں تفریق کرتے ہیں، ان کی دلیل یہی ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔

اور عصر کی رکعت ہونے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ ناقص وقت ہے اور کیونکہ لوگ اس میں سورج پوجتے ہیں اور نماز کامل ہے اس ناقص میں کامل نماز ہو جاتی ہے جبکہ صبح کا وقت بھی کامل ہے اور نماز بھی کامل ہے یہ رکعت نہیں ہوتی کیونکہ صبح سے پہلے آفتاب پرستی نہیں ہوتی۔ اور آفتاب کے طلوع ہونے سے اس وقت میں فساد آجاتا ہے، تو کامل نماز اس فساد زدہ وقت میں نہیں ہوتی۔

علامہ عبیداللہ رحمانی ﷫ جواب میں فرماتے ہیں: یہ جو کہا گیا ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت نماز کی ممانعت ہے یہ ہم مانتے ہیں لیکن یہ ان نوافل کے متعلق ممانعت ہے جو بغیر اسباب کے ہوں، جب نماز کا سبب بن جائے تو پھر اجازت ہے۔ اتنی تاخیر کا سبب ہے نیند یا بھول کی وجہ سے ہوئی ہے لہٰذا یہ رکعت جائز ہے اور وقت عصر کو ناقص قرار دینا اور فجر کو کامل قرار دینا یہ بے دلیل تقسیم ہے۔ (مرعاۃ: ۲/۴۱)

یہ اصل میں حدیث کے بعض پر ایمان لانے اور بعض کے انکار کرنے والی بات ہے۔

١٠٤١ ـ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ مَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ يُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ بِعَشِيٍّ (رواه مالك ، ١٢)

قاسم بن محمد ﷫ کا قول ہے: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ ظہر کی نماز بعد دوپہر ہی پڑھتے ہیں۔

شرح: ......عشی، زوال آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کا وقت ہے۔ امام مالک ﷫ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے ظہر کو ٹھنڈا کرنا یعنی سائے کے آنے کے بعد نماز ظہر پڑھنا، کچھ حصہ وقت کا گزارنے کے بعد پڑھتے۔ (زرقانی:

(١٠٤٢) ١ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَنَافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ”جب گرمی زیادہ ہو تو نماز ٹھنڈک پیدا ہونے پر پڑھا کرو اس لیے کہ گرمی کی

(١٠٤٢) بخاری: ٥٣٤ـ مسلم: ٦١٧ـ ترمذی: ٢٥٩٢ـ نسائی: ٥٠٠ـ ابوداؤد: ٤٠٢ـ ابن ماجه: ٤٣١٩ـ احمد: ١١١٠٤ـ مؤطا: ٢٩ـ دارمی: ٢٨٤٥.

اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ . (رواه البخاری ٥٣٤)

شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔''

١٠٤٣ـ عَنْ أَبِیْ ذَرِّالْغِفَارِیِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَبْرِدْثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتّٰى رَأَيْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلاَةِ (رواه البخاری ، ٥٣٩ح)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور مؤذن نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا ٹھنڈک ہونے دے۔ جب اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ فرمایا: ٹھنڈک ہونے دے یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے ہم دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گرمی کی شدت جہنم کی حرارت سے ہے اس لیے جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز ٹھنڈک پیدا ہونے پر پڑھا کرو۔''

١٠٤٤ـ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: تَطْلُعُ الشَّمْسُ مِنْ جَهَنَّمَ فِیْ قَرْنِ شَيْطَانٍ أَوْبَيْنَ قَرَنَیْ شَيْطَانٍ ، فَمَا تَرْتَفِعُ تَرْتَفِعُ مِنَ قَصَبَةٍ إِلَّا فُتِحَ بَابٌ مِنَ أَبْوَابِ النَّارِ ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا كُلُّهَا . (رواه الطبرانی فی الكبير ، ٨٩٨٨)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج جہنم سے شیطان کے سینگ پر یا شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے وہ جب بھی بلند ہوتا ہے تو جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جب گرمی بڑھ جاتی ہے تو اس کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔''

١٠٤٥ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلاَةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ (رواه النسائی ٤٠٠)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتےہیں کہ جب گرمی تیز پڑتی تو نبی کریم ﷺ نماز ٹھنڈک ہوتے وقت پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے۔ (نسائی)

شرح: ......ا۔ فیح کا معنی پھیلنا، کشادہ ہونا اور گرمی کا بلند ہونا ہے۔ دوزخ کے پھیلاؤ سے اشارہ ہے کہ دوزخ کے شعلہ زن ہونے سے گرمی میں شدت آتی ہے، ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ گرمی کی شدت تو آفتاب کے قریب یا دور ہونے سے متعلقہ ہے، سورج قریب ہو گرمی بڑھ جاتی ہے، دور ہو کم ہوتی ہے۔

(١٠٤٣) بخاری: ٥٣٩ـ مسلم: ٦١٦ـ ترمذی: ١٥٨ـ ابوداؤد: ٤٠١ـ احمد: ٢١٠٢٣.

(١٠٤٤) طبرانی کبیر: ٨٩٨٨ـ اسناده حسن، هيثمی: ١٧٠٤.

(١٠٤٥) نسائی: ٤٩٩ـ صحيح، البانی: ٤٨٥ـ بخاری: ٩٠٦.

اس کا حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور دوزخ کے درمیان تعلق رکھا ہوا ہے، جس کے ذریعے سورج دوزخ سے حرارت لیتا ہے، اس سے زمین پر حرارت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اب حدیث کا فرمان صاف شفاف سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ہماری اس وضاحت کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نمبر ۱۰۴۴ بھی تائید کر رہا ہے۔

۲۔ باقی رہی بات نمازِ ظہر کو ٹھنڈا کرنے کی اس کی زیادہ تاخیر مراد نہیں بلکہ یہاں خود حدیث مبارک نے اس کی حد بندی کر دی ہے کہ دیواروں یا ٹیلوں یا دیگر چیزوں کے سائے نمودار ہو جائیں تا کہ لوگ ان سایوں کی مدد سے مسجد میں آ جائیں، یہ بھی مستحب ہے فرض نہیں۔ اگر کوئی سایہ ڈھلتے ہی نماز پڑھتا ہے، تو جائز ہے۔ حدیث نے سایوں کی مدد سے نماز میں آنے میں ترغیب دلائی ہے، اس پر عمل کیا جائے تو بہتر ہے۔

اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں گرمی کی شدت سے نماز ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا جو عام حکم آیا ہے اس کی حد بندی بھی ہوگئی کہ اس سے مراد سائے کا آنا ہے۔

۳۔ اوپر حدیث گزری ہے جس کے راوی حضرت خباب رضی اللہ عنہ ہیں، اور مسلم کے حوالہ سے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ نماز ظہر میں ہمارے ہاتھ پاؤں، پیشانیاں جلتی ہیں تو اس میں تاخیر کی اجازت دیں تو آپ نے نہیں دی تھی، جبکہ ان احادیث میں ترغیب دی گئی ہے کہ تاخیر کریں۔

اس کا حل یہ ہے کہ انہوں نے وہ احادیث جن میں نمازِ ظہر کی تاخیر کی حد بندی کی گئی ہے اس سے بھی زیادہ تاخیر کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے وقت ظہر نکل جانے کا امکان تھا، اس لیے آپ ﷺ نے یہ شکایت دور نہ کی۔ بس سائے کے آنے تک ٹھنڈی ظہر پڑھنے کی اجازت دی۔

١٠٤٦۔ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَادَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً . (رواه أبوداود:٤٠٨)

سیدنا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پس آپ ﷺ نماز عصر کو موخر ہی کرتے تھے جب تک سورج صاف اور سفید رہتا۔ (ابوداود)

١٠٤٧۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلاَ يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَيُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلاَةُ فَلاَيَأْتِيْهَا حَتَّى يَفْرَغَ وِإِنَّهُ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو پہلے کھانا کھاؤ اور کھانے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم فارغ ہو جاؤ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی اقامت کہی جاتی تو وہ نماز کے لیے نہ

(١٠٤٦) ابوداؤد: ٤٠٨۔ ضعیف، البانی: ٧٩.

(١٠٤٧) بخاری: ٦٧٤۔ مسلم: ٥٥٩۔ ترمذی: ٣٥٤۔ ابوداؤد: ٣٧٥٧۔ ابن ماجه: ٩٣٤۔ احمد: ٦٣٢٣.

لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الإِمَامِ . (رواه البخاري ٦٧٤،)

جاتے یہاں تک کہ کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کی قراءت سن رہے ہوتے تھے۔

١٠٤٨ ـ وفي رواية: عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ إِنَّا سَمِعْنَا أَنَّهُ يُبْدَأُ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَيْحَكَ مَا كَانَ عَشَاؤُهُمْ أَتُرَاهُ كَانَ مِثْلَ عَشَاءِ أَبِيْكَ . (رواه أبوداود ٣٧٥٩)

ایک روایت میں ہے کہ عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ ﷺ پہلے شام کا کھانا کھاتے تھے اس کے بعد نماز پڑھتے۔تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا تیرا بھلا ہوان لوگوں کا شام کا کھانا ایسا نہیں ہوتا تھا۔کیا تیرا گمان ہے کہ ان کا شام کا کھانا تیرے باپ کے شام کے کھانے جیسا تھا؟''

١٠٤٩ ـ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ تُؤَخَّرُ الصَّلاَةُ لِطَعَامٍ وَلاَ لِغَيْرِهِ . (رواه أبوداود ٣٧٥٨)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''نماز کسی چیز کی وجہ سے موخر نہ کرو نہ کھانے کی وجہ سے اور نہ کسی دوسری چیز کی وجہ سے۔'' (ابوداؤد)

شـــرح: ......ا۔ایک اعتراض کا حل یہ ہے کہ جس حدیث میں آیا ہے کہ کھانے کے لیے نماز میں تاخیر نہ کرو۔ یہ حدیث ضعیف ہے،جن میں کھانے کا آتا ہے، وہ صحیح ہیں۔ ان میں ٹکراؤ نہیں، کھانا کھانے والی حدیث قابل عمل ہے۔

٢۔نماز پر کھانے کو مقدم رکھنے کی صورت یہ ہے کہ کھانے کی اشتہاء بہت زیادہ ہو اور کھانا سامنے حاضر ہو اور وقت بھی باقی بچا ہو جس میں نماز ادا ہو سکے،تو ایسی حالت میں کھانا پہلے کھایا جائے اور کھانا بھی ہلکا سا ہو جو نماز کے دوران ہی ختم ہو جائے۔ جماعت بھی حاصل ہو یہ نہ ہو کہ کھانا کھاتے ہی سارا نماز کا وقت ہی گزار دیا جائے۔اگر کھانا حاضر نہ ہو اور انسان میں صبر بھی ہو تو اس کھانے میں تاخیر کرنا واجب ہے اور پہلے نماز پڑھنا لازمی ہے۔

٣۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو یہ کہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کھانے تیرے باپ ابن زبیر کی مانند نہیں ہوتے تھے کہ انواع واقسام کے پرتکلف کھانے ہوں بلکہ وہ تو جلدی کھانے سے فارغ ہو جاتے تھے۔نماز میں زیادہ تاخیر نہیں ہوتی تھی،معمولی سی تاخیر ہوتی تھی۔(عون المعبود:٣/٤٠٤)

یہی وجہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قراءت وغیرہ سنتے تھے اور کھانا کھاتے تھے کیونکہ ہلکا سا کھانا ہوتا تھا،معمولی تاخیر سے نماز میں شامل ہو جاتے تھے۔

(١٠٤٨) ابوداؤد: ٣٧٥٩۔ حسن الاسناد، البانی: : ٣١٩٦.

(١٠٤٩) ابوداؤد: ٣٧٥٨۔ ضعیف، البانی: ٨٠٣.

١٠٥٠ ـ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَقْتِ الْعِشَاءِ، قَالَ: إِذَا مَلَأَ اللَّيْلُ بَطْنَ كُلِّ وَادٍ. (رواه الطبراني في الأوسط.)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عشاء کا وقت پوچھا گیا تو فرمایا: ''جب رات ہر سمت پھیل جائے اور ہر وادی کا پیٹ رات سے بھر جائے۔'' (الاوسط)

١٠٥١ ـ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ أَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ سَبْعَ لَيَالٍ قَالَ أَبُوْدَاوُدُ ثَمَانَ لَيَالٍ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّكَ عَجَّلْتَ لَكَانَ أَمْثَلُ لِقِيَامِنَا مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَعَجَّلَ بَعْدَ ذٰلِكَ. (رواه أحمد ١٩٩٧٠ . والكبير بلين)

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز عشاء نو راتیں اور بقول ابوداؤد آٹھ راتیں تیسرے حصے رات تک تاخیر کے پڑھی تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ جلدی پڑھایا کریں تو ہماری شب خیزی اور نمازِ تہجد کے لیے اٹھنے میں زیادہ آسانی ہو۔ پس اس کے بعد آپ ﷺ نے جلدی پڑھانا شروع کر دیا۔'' (اس کو احمد اور الکبیر نے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

١٠٥٢ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ فَخَرَجَ عُمَرُ فَقَالَ الصَّلَاةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَقَدَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ يَقُوْلُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِيْ أَوْ عَلَى النَّاسِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَيْضًا عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالصَّلَاةِ هٰذِهِ السَّاعَةَ. (رواه البخاري، ٧٢٣٩)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عشاء پڑھنے میں تاخیر کی پس عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر کہا: یا رسول اللہ! عورتیں اور بچے سو رہے آپ ﷺ نماز پڑھائیں۔ پس آپ ﷺ گھر سے نکل کر تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے گرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میری امت کے لیے یا فرمایا لوگوں کے لیے مشکل نہ پیدا ہوتی تو میں ان کو نمازِ عشا اس وقت پڑھنے کا حکم دیتا۔''

١٠٥٣ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَعْتَمَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ الْعِشَاءَ قَالَ حَتّٰى رَقَدَ نَاسٌ وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةُ فَقَالَ عَطَاءٌ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عشا پڑھانے میں تاخیر کی یہاں تک کہ لوگ سوئے، پھر بیدا رہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: نماز پڑھایئے (عطار نے کہا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: پس

(١٠٥٠) طبراني اوسط، ورجاله رجال الصحيح، هيثمي: ١٧٥٤.
(١٠٥١) احمد: ١٩٩٧٠ طبراني كبير وفيه علي بن زيد وهو مختلف في الاحتجاج.
(١٠٥٢) بخاري: ٧٢٣٩ ـ مسلم: ٦٤٢ ـ نسائي: ٥٣٢ ـ ابوداؤد: ٤٢٠ ـ احمد: ٦٠٦٢ ـ دارمي: ١٢١٥.
(١٠٥٣) مسلم: ٦٤٢ ـ بخاري: ٥٧١ ـ نسائي: ٥٣٢ ـ احمد: ٣٤٥٦ ـ دارمي: ١٢١٥.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى شِقِّ رَأْسِهِ قَالَ لَوْلاَ أَنْ يَّشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوا كَذٰلِكَ قَالَ فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ صَبَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الأُذُنِ مِمَّا يَلِيْ الْوَجْهَ ثُمَّ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لاَ يُقَصِّرُ وَلاَ يَبْطِشُ بِشَيْءٍ إِلاَّ كَذٰلِكَ. (رواه مسلم: ٦٤٢)

رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ گویا میں اب بھی آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر مبارک پر رکھا ہوا ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں: عطا نے اسی طرح کر کے دکھایا جیسا رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح کر کے دکھایا تھا۔ پس عطا نے میرے سامنے اپنی انگلیاں پھیلائیں اور اپنی انگلیوں کے اطراف سر کی چوٹی پر رکھ کر انگلیوں کو ضم کر دیا اور سر کے اوپر اس طرح گذارا کہ انگوٹھا چہرے کی جانب سے کنپٹی اور داڑھی کی بالائی طرف گذرتے ہوئے کان کو مس کر گیا نہ تو بالوں کو نچوڑا اور نہ ہاتھ میں پکڑا صرف ایسا ہی کر دیا۔''

١٠٥٤ـ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ يُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلاَةَ غَيْرُكُمْ وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. (رواه البخاري ٨٦٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی حتی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں پس آپ ﷺ نکل کر تشریف لائے اور فرمایا: ''تمہارے سوا اہل زمین میں سے کوئی قوم اس نماز کا انتظار نہیں کرتی اور اس دور میں مدینہ کے علاوہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔''

١٠٥٥ـ وزاد فـي رواية: وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَّفْشُوْ الإِسْلاَمَ. (رواه البخاري، ٥٦٦)

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: یہ واقعہ اسلام کی اشاعت سے پہلے کا ہے۔

١٠٥٦ـ زَادَ حَرْمَلَةُ فِيْ رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَذُكِرَ لِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَنْزُرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

دوسری روایت میں یہ کلمات زائد ہیں: ابن شہاب نے کہا مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نماز پر تنبیہ کرو۔ یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب عمر رضی اللہ عنہ نے

(١٠٥٤) بخاري: ٨٥٢ـ مسلم: ٦٣٨ـ نسائي: ٥٣٦ـ احمد: ٢٥٨٠٥ـ دارمي: ١٢١٤.
(١٠٥٥) بخاري: ٥٦٦ـ مسلم: ٦٣٨ـ نسائي: ٥٣٦ـ احمد: ٢٥٨٠٥ـ دارمي: ١٢١٤.
(١٠٥٦) مسلم: ٦٣٨ـ نسائي: ٥٣٦ـ احمد: ٢٥٨٠٥ـ دارمي: ١٢١٤.

عَـلَـى الـصَّلَاةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ صَاحَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ . (رواه مسلم ، ٦٣٨)

آپ ﷺ کو آواز دی۔

١٠٥٧ سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا قَالَ نَعَمْ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ الآخِرَةِ إِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَنْ صَلَّى أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا . (رواه النسائى ، ٥٣٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی پہنی تھی۔ انہوں نے کہا: ایک رات رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء کو رات کے نصف تک موخر کر دیا۔ یا قریب تھا کہ نصف رات گذر جاتی۔ پس جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے تشریف لائے اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو چکے ہیں۔ جب کہ تم نماز ہی میں شمار ہوتے ہو جب تک نماز کا انتظار کر رہے ہو۔''

١٠٥٨ ـ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ يَقُوْلُ أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتَّى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مَنْ يَقُوْلُ صَلَّى فَإِنَّا لَكَذٰلِكَ حَتَّى خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالُوْا لَهُ كَمَا قَالُوْا فَقَالَ لَهُمْ أَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الأُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ . (روان أبوداود ، ٤٢١)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے، آپ ﷺ نے نماز عشاء میں تاخیر کر دی تھی یہاں تک کہ گمان کرنے والے بعض کا گمان تھا کہ آپ ﷺ باہر تشریف نہیں لائیں گے۔ ہم میں سے بعض نے کہا: آپ ﷺ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم اس حال میں تھے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے، پس لوگوں نے آپ ﷺ کو اسی طور پر (مرحبا) کہا جیسا وہ کہا کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نماز کو تاخیر سے پڑھا کرو تمہیں اس کے سبب تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے تم سے پہلے کسی قوم نے اس کو نہیں پڑھا ہے۔''

١٠٥٩ ـ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رضي الله عنه رَفَعَهُ: أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرَكُمْ أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هٰذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ . (رواه البخارى ، ٥٦٧)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارے علاوہ اس وقت نماز نہیں پڑھتا یا فرمایا: ''تمہارے علاوہ کسی نے اس وقت نماز نہیں پڑھی ہے۔''

(١٠٥٧) نسائى: ٥٣٩ـ صحيح، البانى: ٥٢٥ـ بخارى: ٥٨٦٩ـ مسلم: ٢٠٩٥ـ ابن ماجه: ٦٩٢ـ احمد: ١٣٤٠٧.
(١٠٥٨) ابوداؤد: ٤٢١ـ صحيح، البانى: ٤٠٦ـ احمد: ٢١٥٦١.
(١٠٥٩) بخارى: ٥٦٧ـ مسلم: ٦٤١.

١٠٦٠ـ ولأحمد والموصلي والبزار والكبير عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَفَعَهُ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ الأَدْيَان أَحَدٌ يَذْكُرُ اللّٰهَ هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ قَالَ وَأَنْزَلَ هَؤُ لاَءِ الآيَاتِ لَيْسُوْا سَوَاءٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ حَتَّى بَلَغَ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ تُكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ (رواه أحمد ،٣٧٥١)

امام احمد، الموصلی، البزار اور صاحب الکبیر نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''درست بات یہ ہے کہ ان تمام ادیان والوں میں سے تمہارے علاوہ کوئی بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: ''نہیں ہیں برابر اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ......تقویٰ والوں کو۔''

١٠٦١ـ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ أُقِيْمَتْ صَلاَةُ الْعِشَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِيْ حَاجَةً فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُنَاجِيْهِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ . (رواه مسلم ٣٧٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز عشاء کی اقامت کہی گئی اور ایک آدمی نے کہا: میرا ایک کام ہے پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور مخفی بات کرتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ یا کچھ لوگ سو گئے۔''

١٠٦٢ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلاَةُ يُكَلِّمُهُ الرَّجُلُ يَقُوْمُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَمَا يَزَالُ يُكَلِّمُهُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَنَا يَنْعَسُ مِنْ طُوْلِ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ . (رواه الترمذي، ٥١٨)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو نماز کے لیے اقامت ہونے کے بعد دیکھا کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے قبلہ کے درمیان کھڑا ہے اور آپ ﷺ اس کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں اور اس کے ساتھ آپ کی گفتگو کی وجہ سے بعض لوگوں کو اونگھ آ رہی ہے۔

شرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا جلدی کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ دیگر نمازوں کو جلدی پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے مگر خصوصی طور پر عشاء میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔

۲۔ نمازِ عشاء پڑھنا اس امت کا خاصہ ہے، دوسری امتوں نے نہیں پڑھی۔ لیکن احادیث میں گزرا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو وقت نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا تھا، یہ وقت ہے آپ کی نمازوں کا اور آپ سے پہلے انبیائے کرام کا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ عشاء پہلے انبیاء بھی پڑھتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انبیاء اور امتیں نمازِ عشاء نفلی طور پر پڑھتے تھے۔ ان پر فرض نہ تھی یا پھر یہ جواب ہے کہ

(١٠٦٠) احمد: ٣٧٥١.

(١٠٦١) مسلم: ٣٧٦ـ بخاري: ٦٣٩٢ـ ترمذي: ٥١٨ـ نسائي: ٦٩١ـ ابوداؤد: ٥٤٤ـ احمد: ١٣٤٢٠.

(١٠٦٢) ترمذي: ٥١٨ـ صحيح، الباني: ٤٢٨ـ مسلم: ٣٧٦ بقيه اوپر والی

جس طرح یہ امت تاخیر اور انتظار کے ساتھ جمع ہو کر پڑھتی ہے۔ یہ عشاء اس طرح ان پر فرض نہ تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تم نے پڑھی ہے، دوسری امتوں نے نہیں پڑھی۔ (مرعاۃ:۲/۵۱)

۳۔ایک امام یا عالم اپنے ساتھیوں کو کسی وجہ سے مشقت میں ڈالے تو اس تاخیر کی وجہ بیان کر دے تاکہ ان کی غلط فہمی دور ہو۔

۴۔نمازِ عشاء میں نصف رات تک تاخیر امت پر بوجھ تصور کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ترک کی تھی۔

۵۔ناتواں کی ناتوانی نہ ہو اور بیمار کی بیماری نہ ہو اور حاجت والے کی حاجت برآری نہ ہو اور تاخیر کی قوت ہو، نیند کا غلبہ نہ ہو، مقتدیوں کو مشقت نہ ہو تو رات کے تہائی یا نصف حصہ کے قریب تک نماز عشاء میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ وگرنہ اس سے پہلے وقت کے آغاز پر ہی پڑھ لی جائے۔

١٠٦٣ ـ عَـنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلاَةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلاَةَ . (رواه البخاری ٥٨٠)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک رکعت پالی اس نے ساری نماز پالی۔''

شرح: ...... پہلے جو احادیث گزری ہیں کہ جس نے عصر کی رکعت پالی اس نے عصر پالی، یا جس نے فجر میں ایک رکعت پالی اس نے رکعت پالی، وہ احادیث وقت پانے پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے ان نمازوں کی ایک رکعت پالی اس نے ان کا وقت پالیا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی، مثلاً ایک آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے وہ ایک رکعت پڑھتا ہے اور وقت نکل جاتا ہے، تو اس کی نماز کی تمام رکعات گویا کہ پائی گئی ہیں اور ساری نماز ادا ہی ہوگی۔ اس کی وضاحت یوں بھی ہے کہ ایک آدمی نے امام کے ساتھ ایک رکعت پائی ہے تو اس نے جماعت کی فضیلت پائی ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ جو ایک رکعت سے کم پائے گا وہ یہ فضیلت پانے والا نہیں۔ (فتح الباری:۲/ ۵۷) اور رکوع وغیرہ میں ملنے والی کی رکعت نہ ہوگی۔

١٠٦٤ ـ عَـنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلاَةً لِـوَقْتِهَا الآخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ . (رواه الترمذی ١٧٤)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی نماز آخر وقت تک موخر کر کے دو مرتبہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فوت کرلیا۔

(١٠٦٣) بخاری: ٥٨٠ـ مسلم: ٦٠٨ـ ترمذی: ٥٢٤ـ نسائی: ٥٥٦ـ ابوداؤد: ١١٢١ـ ابن ماجه: ١١٢٢ـ احمد: ١٠٣٧٢ـ مؤطا: ١٥ـ دارمی: ١٢٢٢.

شــــرح: ......اس حدیث کا ایک مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وفات تک دو مرتبہ آخر وقت میں نماز نہیں پڑھی، صرف ایک مرتبہ پڑھی ہے کہ جب ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اوقات نماز بتائیں، اسے اول اور آخر وقت بتانے کے لیے پڑھی تھی۔

یا پھر اس کا مطلب مبالغہ ہے کہ اگر تاخیر سے کہیں تو ایک دو مرتبہ کہہ سکتے ہیں لیکن وہ اختیاری تاخیر نہ تھی۔ وہ تو صرف تعلیم کے لیے تھی۔ مقصد ہے کہ تاخیر سے پڑھی ہی نہیں۔ (مرعاۃ: ۲/ ۴۹)

اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی حدیث سے ہوتی ہے کہ وفات تک رسول اکرم ﷺ نے آخر وقت میں نماز نہیں پڑھی (یعنی اول میں ہی پڑھی تھی)۔ مستدرک: ۱/ ۱۹۰) صحیح علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذھبی)

١٠٦٥ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْوَقْتُ الأَوَّلُ مِنَ الصَّلاةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الآخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ . (رواه الترمذی ۱۷۲)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کا اول وقت اللہ کی رضا کا ہے اور آخری وقت اللہ کی معافی ہے۔''

١٠٦٦ ـ عَنْ مَحْمُوْدِبْنِ لَبِيْدٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ . (رواه أحمد ١٦٨٣٥)

سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''نماز فجر سفید روشنی ہونے پر پڑھو وہ اجر کے لیے زیادہ کرنے کا باعث ہے۔''

١٠٦٧ ـ عَنْ مُغِيْثِ بْنِ سُمَيٍّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَلَمَّا سَلَّمَ أَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ الصَّلاةُ قَالَ هٰذِهِ صَلاتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا طُعِنَ عُمَرُ أَسْفَرَ بِهَا عُثْمَانُ . (رواه إبن ماجة : ٦٧١)

مغیث بن سمی نے کہا: میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز صبح کو اندھیرے میں پڑھی اور سلام پھیرنے کے بعد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا: یہ نماز کا کیسا وقت ہے؟ نے کہا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی وقت نماز پڑھا کرتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہ وقت رہا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے

(١٠٦٤) ترمذی: ١٧٤ـ حسن، البانی: ١٤٦ـ احمد: ٢٤٠٩٣.

(١٠٦٥) ترمذی: ١٧٢ـ موضوع، البانی: ٢٤.

(١٠٦٦) احمد: ١٦٨٣٥ـ وفيه عبدالرحمن بن زيد بن اسلم وهو ضعيف ـ ترمذی: ١٥٤ـ نسائی: ٥٤٩ـ ابوداؤد: ٤٢٤ـ ابن ماجه: ٦٧٢ دارمی: ١٢١٧ـ مرعاة: ٢/ ٥٥ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری کے حوالہ سے ہے وصحه غير واحد.

(١٠٦٧) ابن ماجه: ٦٧١ـ صحيح، ٥٤٥.

روشنی کر کے پڑھنا شروع کر دیا۔

شــرح: ......بعض حضرات نے ان احادیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ نمازِ فجر کو اچھی طرح تاخیر سے پڑھا جائے اور سفیدی نمودار ہو تو اسے ادا کیا جائے۔ اس کا بہترین جواب حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے دیا ہے، فرماتے ہیں: اس کا مقصد ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمازِ فجر اندھیرے میں اول وقت میں شروع کرتے تھے اور جب فارغ ہوتے تو سفیدی نمایاں ہو جاتی تھی کیونکہ قراءت طویل ہوتی تھی۔ (اعلام الموقعین: ۲/۳۱۳) یہ مطلب نہیں کہ نماز کا آغاز ہی سفیدی میں کرتے تھے۔ یہ خلاف سنت ہے۔ ایک خدشہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ نمازِ فجر اتنے اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی کہ عورتیں نہ پہچانی جاتی تھیں۔

اس کو یوں دور کیا جا سکتا ہے کہ زیادہ سفیدی کبھی کبھی ہوتی تھی، اکثر نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی ابھی اندھیرا ہی ہوتا تھا۔

۲۔ باقی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سفیدی کرنا نمازِ فجر کی تاخیر میں دلیل نہیں کیونکہ یہ ان کی ایک مجبوری تھی جبکہ ہمارے سامنے رسول اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ثابت ہے کہ اندھیرے میں نمازِ فجر پڑھتے تھے، اسی پر عمل کیا جائے۔

١٠٦٨ ـ عَـنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمُصَلِّيَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ وَمَا فَاتَهُ وَقْتُهَا وَلَـمَّـا فَـاتَـهُ مِنْ وَقْتِهَا أَعْظَمُ أَوْ أَفْضَلُ مِنْ أَهْلِهِ وَمَا لِهِ . (رواه مالك ، ٢٣)

یحییٰ بن سعید نے کہا: نمازی شخص دراصل صحیح نماز اوّل وقت پڑھتا ہے جب وہ اس سے فوت نہ ہو اور جب اس کی نماز کا وقت فوت ہو جائے تو یہ اس کے اہل اور مال کی ہلاکت سے زیادہ نقصان ہے۔ (مالک)

شــــرح: ......یعنی نمازی جب وقت پر نماز پڑھتا ہے اور اول وقت ہوتا ہے تو یہ قابل تعریف ہے، اس نے افضلیت پالی۔

اور اگر افضل وقت میں نماز نہیں پڑھتا مگر پڑھتا وقت میں ہی ہے، وقت نماز گزرتا نہیں تو اس نے اہل وعیال اور مال سے زیادہ بہتر اور قیمتی چیز کو ضائع کر دیا ہے۔ (زرقانی: ۱/ ۳۱)

اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایک نماز تو وقت میں ہی پڑھتا ہے مگر اول وقت چھوڑ دیا جو کہ اس کے اہل وعیال اور دولت و مال سے بہتر تھا۔ (سنن دارقطنی: ۱/ ۲۴۸)

١٠٦٩ ـ عَـنْ أُمِّ فَرْوَةَ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ الأَعْمَالِ

سیّدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا خواتین میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی تھی۔ وہ کہتی ہیں: نبی کریم ﷺ

(١٠٦٨) مؤطا: ٢٣.

(١٠٦٩) ترمذی: ١٧٠ـ صحیح، البانی: ١٤٤ـ ابوداؤد: ٤٢٤.

أَفْـضَـلُ قَـالَ الـصَّلاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا . (رواه الترمذی ، ۱۷۰) سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: نماز اول وقت میں پڑھنا۔'' (ابوداؤد و ترمذی)

شرح: ......اس میں دلیل ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا سب سے افضل عمل ہے۔ آپ ﷺ کا طرز عمل جو کہ اول وقت میں نگہبانی سے نماز ادا کرتے تھے۔ یہ بھی اس کی افضلیت پر دلالت کرتا ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۴۸)

أَوْقَاتُ الْكَرَاهَةِ

مکروہ اوقات کا بیان

۱۰۷۰۔ عَـنْ عُـقْبَةَ بْـنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ ثَلاثُ سَـاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَا نَا أَنْ نُـصَـلِّيَ فِيْهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا حِيْنَ تَـطْـلَـعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَـقُـوْمُ قَـائِـمُ الـظَّهِيْـرَةِ حَتَّى تَمِيْلَ وَحِيْنَ تَـضِيْفُ الشَّـمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتَّى تَغْرُبَ .

سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین اوقات ہیں جن میں نبی ﷺ ہمیں منع فرماتے تھے کہ ہم نماز پڑھیں یا ہم ان اوقات میں اپنے مردوں کو قبر میں اتار دیں۔ جب سورج طلوع ہوتا ہو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، جب دو پہر برابر کھڑی ہو جائے اور جب سورج غروب ہونے کے لیے مائل ہو جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

(رواه الترمذی ، ۱۰۳۰)

شرح: ...... یہ تین اوقات ہیں جن میں نمازِ جنازہ یا کوئی بھی نماز پڑھنے اور میت کو دفن کرنے کی ممانعت ہے۔

۱۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو پورا نمایاں نہ ہوا ہو، جب مکمل طور پر اوپر آ جائے تو پھر جائز ہے۔

۲۔ دو پہر کے وقت جب سورج نہ تو مشرق کی طرف رہا ہو اور نہ ہی مغرب کی طرف مائل ہو۔ عین وسط پر ہو اور جب یہ مغرب کی جانب جھکاؤ رکھے اور ڈھل جائے تو پھر نماز جنازہ پڑھنا اور میت کو دفن کرنا جائز ہے۔

۳۔ جب آفتاب غروب ہونے کی طرف مائل ہو یعنی اس کا کنارہ غروب ہونے میں آغاز کر چکا ہو یا تو سارا غروب ہو جائے یا پھر ابھی ڈوبنا شروع نہ ہوا ہو تب نماز اور دفن جائز ہے۔

۱۰۷۱۔ عَـنْ عَبْدِاللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْـطَـانِ فَـإِذَا ارْتَـفَـعَـتْ فَـارَقَهَا ثُمَّ إِذَا

سیّدنا عبداللہ الصنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سورج شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور جب بلند ہوتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب

(۱۰۷۰) ترمذی: ۱۰۳۰۔ صحیح، البانی: ۸۲۲۔ مسلم: ۸۳۱۔ نسائی: ۲۰۱۳۔ ابوداؤد: ۳۱۹۲۔ ابن ماجه: ۱۵۱۹۔ احمد: ۱٦۹۲٦۔ دارمی: ۱٤۳۲.

(۱۰۷۱) مؤطا: ۵۱۰۔ صحیح، زرقانی: ۲/ ٤٦۔ نسائی: ۵۵۹۔ ابن ماجه: ۱۲۵۳۔ احمد: ۱۸۵۸٤.

اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَإِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَإِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَإِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ. (رواه مالك ، ٥١٠)

سورج دن کے وسط میں آ جائے تو متصل ہو جاتا ہے اور جب زائل ہوتا ہے تو پھر اس سے جدا ہو جاتا ہے، جب غروب ہونے کے قریب ہو جاتا ہے تو پھر شیطان کے سینگ سے متصل ہو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مالک، نسائی)

١٠٧٢ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَى شَيْطَانٍ أَوِ الشَّيْطَانِ. (رواه البخاري، ٣٢٧٣)

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب سورج کی شعائیں طلوع ہوں تو نماز پڑھنا ترک کر دو یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائے اور جب سورج کی شعاعیں ماند پڑ جائیں تو نماز کا وقت نہ بناؤ سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے کے اوقات کو اس لیے کہ وہ بالیقین شیطان کے دوسینگوں کے یا شیطان کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

١٠٧٣ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ اللَّيْلِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الآخِرِ فَصَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَكْتُوْبَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْصِرْ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَتَرْتَفِعَ قِيْسَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَكْتُوْبَةٌ حَتَّى يَعْدِلَ الرُّمْحُ ظِلَّهُ ثُمَّ أَقْصِرْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ وَتُفْتَحُ أَبْوَابُهَا فَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ ﷺ! رات کے کس حصہ میں دعا قبول ہوتی ہے؟ فرمایا: ”رات کے آخری حصے کے درمیان پس اس وقت تو جو چاہے نماز پڑھ پس اس وقت کی نماز حاضر کی جاتی اور لکھی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ تو فجر کی نماز پڑھ لے۔ اور اس کے بعد نہ پڑھ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے اور نیزہ یا دوسرے کے برابر اندازہ کر اس لیے کہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر جو تو چاہے نماز پڑھ نماز حاضر کی ہوئی اور لکھی گئی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نیزہ برابر سر پر آ جائے تو اب تو

(١٠٧٢) بخاري: ٣٢٧٣ ـ مسلم: ٨٢٩ ـ نسائي: ٥٦٤ ـ احمد: ٥٨٠٠ ـ مالك: ٥١٣.

(١٠٧٣) ابوداؤد: ١٢٧٧ ـ صحيح الباني: ١١٣٧ ـ ترمذي: ٣٥٧٩.

فَصَلِّ مِا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبَ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُوَقَصّ حَدِيْثًا طَوِيْلًا . (لأبي داود ١٢٧٧)

ٹھہر جا اس وقت جہنم کو چونکا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس جب سورج زائل ہو جائے تو نماز پڑھو جوتو چاہتا ہونماز اس وقت کی حاضر کی جاتی ہے یہاں تک کہ تو نماز عصر پڑھے۔ اور پھر ٹھہر جا یہاں تک کہ سورج سے غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کی عبادت کرتے ہیں۔'' اور اس میں طویل قصہ بیان کیا۔ (ابوداؤد)

١٠٧٤ ۔ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ مِنْ سَاعَةٍ أَقْرَبُ مِنْ الْأُخْرٰى أَوْ هَلْ مِنْ سَاعَةٍ يَبْتَغِي ذِكْرُهَا قَالَ: نَعَمْ إِنَّ أَقْرَبَ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْعَبْدِ جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ فَإِنِ أَسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَحْضُوْرَةٌ. (رواه النسائى ، ٥٧٢)

مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا کوئی ساعت دوسری ساعت کی نسبت سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب کا ذریعہ ہے؟ فرمایا: ہاں قریب تر ہوتا ہے رب العزت بندے سے رات کے آخری حصے کے درمیان میں، اگر تو اس وقت میں اللہ تعالی کو یاد کرنے والوں میں سے بن سکے تو ضرور ایسا ہی بن جا اس وقت نماز پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔'' (سنن نسائی)

١٠٧٥ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِيْ رِجَالٌ مَرضِيُّوْنَ فِيهِمْ عُمَرُ رضي الله عنه وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا صَلاَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلاَ صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (رواه أحمد ، ١٣١)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے پسندیدہ لوگوں نے یہ گواہی دی ہے اور ان میں سے عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ پسند ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے، اسی طرح نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

١٠٧٦ ۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَوْ هَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّمَا نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاتَتَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہم پیدا ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ صرف منع کیا ہے تو یہ فرما کر تم سورج طلوع ہوتے وقت اور اس کے غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ

(١٠٧٤) نسائی: ٥٧٢۔ صحیح، البانی: ٥٦٩۔ ترمذی: ٣٥٧٩۔ ابن ماجه: ١٢٥١.

(١٠٧٥) احمد: ١٣١۔ بخاری: ٥٨١۔ مسلم: ٨٢٦۔ ترمذی: ١٨٣۔ نسائی: ٥٦٢۔ ابوداؤد: ١٢٧٦۔ ابن ماجه: ١٢٥٠۔ دارمی: ١٤٣٣.

(١٠٧٦) نسائی: ٥٧٠۔ صحیح، البانی: ٥٥٥۔ مسلم: ٨٣٣.

الشَّـمْسِ وَلاَ غُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ . (رواه النسائی ، ٥٧٠)

نہ کرو اس لیے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔‘‘ (نسائی)

١٠٧٧ ـ عَـنْ أَبِـيْ ذَرٍّ أَنَّـهُ أَخَذَ بِحَلْقَةِ بَابِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لاَ صَلاَـةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلاَ بَـعْـدَ الْـفَـجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ إِلَّا بِـمَـكَّةَ إِلَّا بِمَكَّةَ . (رواه أحمد ٢٠٩٥١ . لرزين والأوسط)

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی سیڑھیوں پر بلند ہو کر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا: ’’صبح کی نماز کے بعد نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو اور بعد نماز عصر بھی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ مگر مکہ اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔‘‘

١٠٧٨ ـ عَـنْ عَـلِيٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَـى عَنِ الصَّلاةِ بَعْدَالْعَصْرِ إِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ . (رواه أبوداود ، ١٢٧٤)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد نماز عصر نوافل سے منع کیا ہے مگر جب سورج مرتفع اور بلند ہو۔‘‘ (ابوداؤد)

١٠٧٩ ـ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلاةِ بَعْدَالْعَصْرِإِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً مُرْتَفِعَةً . (رواه النسائی ٥٧٣)

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ مگر یہ کہ سورج سفید اور صاف ہو۔

١٠٨٠ ـ عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَصْرَ بِالْمَخْمَصِ فَقَالَ إِنَّ هٰـذِهِ الـصَّلاَـةَ عُـرِضَـتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَضَيَّعُوْهَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَ لَهُ أَجْـرُهُ مَـرَّتَيْنِ وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَهَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ وَالشَّاهِدُ النَّجْمُ . (لمسلم: ٨٣٠)

سیّدنا ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام مخمص میں نماز پڑھائی اور پھر فرمایا: یہ نماز عصر تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی تھی انہوں نے اس کو ضائع کر دیا ہے پس جو اس کی حفاظت کرے گا اس کو دو بار اجر ملے گا اور اس کے بعد نفلی نماز جائز نہیں ہے یہاں تک کہ شاہد طلوع ہو جائے اور شاہد ستارہ ہے۔‘‘

(١٠٧٧) احـمـد: ٢٠٩٥١ ـ رزين ـ طبرانی اوسط ـ وفيه عبدالله بن المؤمل المخزومی ضعيفه احمد، وثقه ابن معين فی رواية وابن حبان وثقه الضيا وقال يخطئ وبقيه رجاله رجال الصحيح ـ هيثمی : ٣٣٧٢.

(١٠٧٨) ابوداؤد: ١٢٧٤ ـ صحيح، البانی: ١٣٣٥ ـ نسائی: ٥٧٣.

(١٠٧٩) نسائی: ٥٧٣ ـ صحيح، البانی: ٥٥٨ ـ ابوداؤد: ١٢٧٤.

(١٠٨٠) مسلم: ٨٣٠ ـ نسائی: ٥٢١ ـ احمد: ٢٦٦٨٥.

١٠٨١ - عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ رَأَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ الْمُنْكَدِرَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ . (رواه مالك: ٥١٦)

سائب بن یزید کہتے ہیں اس نے عمر رضی اللہ عنہ کو المنکدر کو بعد نمازِ عصر نفل پڑھنے پر مارتے دیکھا ہے۔ (مالک)

١٠٨٢ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلاً لَنْ يَرْتَحِلَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ الظُّهْرَ فَقَالَ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ قَالَ وَإِنْ كَانَتْ بِنِصْفِ النَّهَارِ . (رواه النسائى ، ٤٩٨)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی منزل پر اترتے تو اس سے کوچ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز ظہر ادا کرتے۔ انس رضی اللہ عنہ کو ایک مرد نے پوچھا اگر نصف دن کو اترتے تب بھی؟ اس نے کہا خواہ نصف ہی دن ہوتا۔

١٠٨٣ - عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ نِصْفَ النَّهَارِ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ إِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ . (رواه أبوداود ، ، ١٠٨٣)

سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نصف دن کے وقت نماز پڑھنا ناپسند کرتے تھے ماسوا جمعہ کے دن کے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہنم کو تیز کیا اور جھونکا جاتا ہے جمعہ کے دن کے سوا ایام ہیں۔“ (ابوداؤد)

١٠٨٤ - عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ أَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ فَصَلُّوْا الْعَصْرَ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ

علاء بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ کے اس مکان میں گئے جو مسجد کے ساتھ اور قریب تھا۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: ہم نے تو ابھی ابھی نمازِ عصر پڑھی اور جب ہم نے نمازِ سے سلام پھیرا تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے: ”منافق کی نماز یہ ہے کہ وہ بیٹھا رہتا ہے سورج کا انتظار کرتا ہے اور جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے تو وہ اٹھ کر چار بار اپنی منقار مارتا ہے اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کو تھوڑا ہی یاد کرتا ہے۔“

(١٠٨١) مؤطا: ٥١٦.

(١٠٨٢) نسائى: ٤٩٨ـ صحيح، البانى: ٤٨٤ـ ابوداؤد: ١٢٠٥ـ احمد: ١١٨٩٩.

(١٠٨٣) ابوداؤد: ١٠٨٣ـ ضعيف، البانى: ٢٣٦.

(١٠٨٤) مسلم: ٦٢٢ـ بخارى: ٥٤٩ـ ترمذى: ١٦٠ـ نسائى: ٥١١ـ ابوداؤد: ٤١٣ـ احمد: ١٣١٧٢ـ مؤطا: ٥١٢.

قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعاً لاَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلاَّ

قَلِيْلا . (لمسلم ، ٦٢٢)

شرح:......ا۔ان احادیث میں کل پانچ اوقات بیان ہوئے ہیں جن میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

(۱) جب طلوع آفتاب ہو رہا ہو۔ (۲) جب غروب آفتاب ہو رہا ہو۔ (۳) جب دوپہر کے وقت سیدھا ہو نہ تو زوال سے پہلے کا سایہ ہو نہ زوال کے بعد کا سایہ ہو، بالکل خط استواء پر آفتاب آ جائے۔ (۴) صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک۔ (۵) عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک۔

۲۔خصوصاً تین اوقات میں (۱) طلوع آفتاب (۲) آفتاب جب دوپہر کو سیدھا ہو۔ (۳) غروبِ آفتاب۔

(۳) غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے وقت نماز کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ شیطان سورج پر اپنے سینگ رکھتا ہے، لوگ اس وقت آفتاب پرستی کرتے ہیں۔ اس طرح ساتھ شیطان کی پوجا ہوتی ہے۔ اس لیے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی وجہ بتا دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی سجدہ نہ کیا جائے تا کہ شیطان پرستوں کی مشابہت نہ ہو۔

دوپہر کے وقت نماز کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کے لیے دوزخ بھڑکائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے بھی اس میں نماز کی ممانعت ہے۔

۳۔ دوزخ جمعہ کے دن نہیں بھڑکائی جاتی اس لیے اس دن نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا جائز ہے اور مکہ مکرمہ میں کسی بھی وقت نماز جائز ہے وہاں کوئی وقت بھی ممانعت کا نہیں۔

اگرچہ جمعہ کے دن زوال نہ ہونے کی حدیث ضعیف ہے مگر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس میں عمل کی قوت ہے کہ اس کو دلیل بنایا جائے۔ (زادالمعاد: ۱/۱۰۳)

مکہ میں رات اور دن نماز کی اجازت والی حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۵۹)

۴۔ اوپر ذکر کردہ تین اوقات میں تو کوئی نماز فرض ہو یا نفل ہو حتیٰ کہ سجدہ شکر اور تلاوت بھی جائز نہیں۔ باقی رہے دو اوقات نمازِ عصر سے غروب آفتاب تک اور نماز فجر سے طلوع آفتاب تک ان میں جو سبب والی نماز ہو وہ پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً صبح کی سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھ لینا۔ (مستدرک: ۱/۲۷۴، اسنادہ صحیح)

وضو کیا تو تحیۃ الوضو پڑھ لی، تحیۃ المسجد کے نوافل یا کوئی فرض نماز جو قضاء ہو چکی ہو وہ پڑھ لینا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے جب نمازِ ظہر کی بعد والی سنتیں رہ گئی تھیں تو عصر کے بعد پڑھی تھیں۔ (بخاری، مسلم)

نمازِ جنازہ وغیرہ یہ سبب والی نمازیں جائز ہیں، غیر سبب والی نمازیں عام نوافل وغیرہ کی ان دو اوقات میں ممانعت ہے۔

یہ پانچ اوقات کراہت کے ہیں، ان کے علاوہ مکمل آزادی ہے، جب چاہیں نماز پڑھیں۔

۵۔ رات کے آخری پہر میں شب خیزی کی عادت ڈالیں یہ عبادت کے لیے بہت ہی قبولیت کا وقت ہے۔

۶۔ کسی نماز میں بھی تاخیر نہ کی جائے خصوصاً نمازِ عصر میں تاخیر کرنا نفاق پیدا کرتا ہے۔

۷۔ جو یہ آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارتے تھے جو عصر کے بعد نماز پڑھے تو اس سے مراد بغیر سبب والی نماز ہے، اس پر مارتے تھے اگر سبب سے ہوتی تو پھر نہیں اس توجیہہ کو تسلیم کرنا بہت ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اوپر اچھی طرح وضاحت کی ہے۔

فَضْلُ الْاَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

اذان اور اقامت کے فضائل ومسائل

۱۰۸۵۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِ الأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (للبخاری: ٦١٥)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اذان کہنے اور اول صف میں آنے کی فضیلت کیا ہے تو اگر وہ دوسرا کوئی قرینہ قرعہ اندازی کے سوا نہ پائیں تو پھر قرعہ اندازی ہی کریں اور ان کو ظہر کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ ایک دوسرے پر سبقت کے لیے حاضر ہوں اور اگر ان کو عشاء اور صبح کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ ان دو اوقات میں زمین پر گھسیٹنا پڑے تب بھی آ جائیں۔''

شرح: ......۱۔ اذان کا معنی معلوم کرانا ہے، شریعت میں اذان کہتے ہیں مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز کے وقت کی اطلاع دینا۔

۲۔ اگر انسان کو یہ پتہ چل جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے میں کیا خیر و برکت ہے تو اس کے حصول کے لیے یہ قرعہ ڈال کر حصہ پانے کی کوشش کرے۔ قرعہ کی ضرورت اس لیے پیش آئے گی کہ ہر ایک یہ خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کرے گا۔

۳۔ نمازوں میں خواہ نمازِ جمعہ ہی ہو اور خصوصاً نمازِ فجر اور عشاء کے لیے جلدی آنے میں اور اول وقت پڑھنے میں بہت بڑی فضیلت ہے۔

اذان، اول صف کو لازم پکڑنا، عشاء اور فجر کی جماعت میں تیز روی سے پہنچنا اس حدیث میں مستحب قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ عشاء کی نماز کو عتمہ (اندھیرا) کہنا بھی جائز ہے۔ جب عتمہ لفظ کا غلبہ ہوا کثر بولا جائے تو پھر منع ہے کیونکہ

(۱۰۸۵) بخاری: ٦١٥۔ مسلم: ١٩١٤۔ ترمذی: ٠١٩٥٨ نسائی: ٦٧١۔ ابوداؤد: ٢٥٤٥۔ ابن ماجہ: ٧٩٧۔ احمد: ١١٠٥١٥۔ مؤطا: ٢٩٥.

عشاء نماز کا اسلامی نام ہے۔ اس کے باوجود حدیث میں عتمہ کے نام سے نمازِ عشاء کا ذکر ہوا ہے تو اس بارے میں فیصلہ کن بات یہی ہے کہ نمازِ عشاء ہی کہا جائے۔ اگر کوئی نماز عشاء کو عتمہ کہتا ہے تو جائز ہے۔

١٠٨٦۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلاَةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلاَةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلَ لاَ يَدْرِيْ كَمْ صَلَّى ۔ (رواه البخاري ٦٠٨)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا۔ پس جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو وہ آجاتا ہے جب نماز کی اقامت پڑھی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر جاتا ہے، جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو دو بارآ کر آدمی کے دل میں خیال ڈالتا ہے، وہ کہتا ہے: تو فلاں فلاں چیز یاد کر، تب نمازی کو کچھ یاد نہیں رہتا حتیٰ کہ آدمی نہیں جانتا کتنی نماز پڑھی۔''

١٠٨٧۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلاَةِ أَحَالَ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ صَوْتَهُ فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ فَإِذَا سَمِعَ الإِقَامَةَ ذَهَبَ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ صَوْتَهُ فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ ۔ (رواه مسلم ٣٨٩)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان جب اذان سنتا ہے تو ہوا نکال کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان کی آواز نہیں سنتا جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو وہ واپس آکر خیالات ڈالتا ہے پس جب وہ اقامت سنتا ہے تو چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کی آواز سنتا ہے جب وہ خاموش ہو جاتا ہے تو طرح طرح کے خیالات ڈالتا ہے۔''

١٠٨٨۔ وفي أخرى فَهَنَّاهُ وَمَنَّاهُ وَذَكَّرَهُ مِنْ حَاجَاتِهِ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ ۔ (لمسلم ٣٨٩/ في كتاب المساجد ومواضع الصلاة.)

دوسری روایت میں ہے کہ شیطان نمازی کو ضروری باتیں یاد دلاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ کچھ بھی ذکر نہیں کرتا۔

١٠٨٩۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

(١٠٨٦) بخاري: ٦٠٨۔ مسلم: ٣٨٩۔ ترمذي: ٣٩٧۔ نسائي: ١٢٥٣۔ ابوداؤد: ٥١٦۔ ابن ماجه: ١٢١٧۔ احمد: ١٠٤٩٥۔ مؤطا: ٢٢٤۔ دارمي: ١٢٠٤.

(١٠٨٧) مسلم: ٣٨٩۔ بخاري: ٣٢٨٥۔ ترمذي: ٣٩٧۔ نسائي: ١٢٥٣۔ ابوداؤد: ١٠٣٠۔ ابن ماجه: ١٢١٧۔ احمد: ١٠٤٩٥۔ مؤطا: ٢٢٤۔ دارمي: ١٢٠٤.

(١٠٨٨) مسلم: ٣٨٩۔ كتاب المساجد ومواضع الصلاة۔ مؤطا: ٢٢٤۔ دارمي: ١٤٩٤.

(١٠٨٩) مسلم: ٣٨٨۔ احمد: ١٤٢٠٠.

يَقُوْلُ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ سُلَيْمَانُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَاءِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ سِتَّةٌ وَثَلَاثُوْنَ مِيْلًا . (رواه مسلم ، ٣٨٨)

سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''بے شک شیطان جب اذان سنتا ہے تو چلا جاتا ہے حتی کہ وہ روحاء جگہ پر چلا جاتا ہے۔'' سلیمان راوی نے کہا کہ میں نے اس سے مقام روحاء کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ (مسلم)

شرح: ......قرآن پاک سننے سے اور نماز میں ذکر الٰہی کرنے سے شیطان کی ہوا خارج نہیں ہوتی۔ صرف اذان سے ہی اس کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مؤذن کے لیے جن وانس روز قیامت گواہی دیں گے یہ شیطان دور بھاگ جاتا ہے تاکہ گواہی نہ دینی پڑے۔ نیز اذان نماز کی طرف بلاوا ہے، نماز میں سجدہ آتا ہے۔ شیطان نے سجدے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے یہ اذان سن کر بھاگ جاتا ہے۔

۲۔ شیطان کی حقیقی طور پر ہوا خارج ہوتی ہے یا تو یہ اذان کے خوف اور ہیبت سے نکلتی ہے یا یہ قصداً ہوا نکالتا ہے کہ اذان کی تحقیر کرتا ہے۔

۳۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اذان بلند آواز سے کہی جائے تاکہ شیطان کو دور بھگایا جائے۔ یہی کیفیت شیطان کی اقامت کے وقت ہوتی ہے۔

۴۔ انسان کو چاہیے کہ وہ نماز میں خشوع وخضوع کا خاص خیال رکھے وگرنہ شیطان اس کی توجہ اللہ تعالیٰ سے ہٹانے کی پوری کوشش کرتا ہے اور یہ خشوع ہی تو نماز کی روح ہے۔

۱۰۹۰۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِيْ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ مِثْلَ هَذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ . (رواه النسائي: ٦٧٤)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان کہی جب وہ خاموش ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ایسے کلمات یقین سے کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (نسائی)

شرح: ......اذان میں توحید الٰہی کا اعلان ہے اور توحید جنت میں داخلے کی ضامن ہے لہٰذا جو بھی اذان کہے یا اذان کا جواب دے۔ خالص دل ہو، اس پر پختہ یقین ہو اگر دوزخ والا کوئی گناہ نہیں تو یہ پہلے ہی جنت میں جانے کا مستحق ہوگا اگر کوئی دوزخ والا کام ہوا تو آخر دوزخ سے نجات پائے گا اور جنت میں جائے گا۔

۱۰۹۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

سیّدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے

(۱۰۹۰) نسائی: ٦٧٤۔ حسن، البانی: ٦٥٠۔ احمد: ٨٤١٠.

(۱۰۹۱) مسلم: ٣٨٤۔ ترمذی: ٣٦١٤۔ نسائی: ٦٧٨۔ ابوداؤد: ٥٢٣۔ احمد: ٦٥٣٢.

أَنَّــهُ سَــمِـعَ النَّبِيَّ ﷺ يَـقُـوْلُ إِذَا سَـمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَـإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَـا عَشْـرًا ثُـمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِي الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَـنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لاَ تَنْبَغِيْ إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ الـلّٰـهِ وَأَرْجُوْأَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. (لمسلم: ٣٨٤)

نبی ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب موذن کو سنو تو اس جیسے کلمات کہو پھر تم مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں کرتا ہے، پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرو، بے شک وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں سے کسی کے لیے نہیں ہوگا صرف مجھے امید ہے کہ وہ میرے لیے ہو پس جو میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔''

١٠٩٢ ـ عَـنْ جَـابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ الـلّٰهِ ﷺ قَـالَ مَـنْ قَـالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ الـلّٰهُـمَّ رَبَّ هَـذِهِ الـدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلاَةِ الْـقَـائِـمَةِ آتِ مُـحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدَّتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواه البخاري، ٦١٤)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی (اے اللہ! تو اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے، محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور ایسا مقام محمود دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے) قیامت کے دن اس کے لیے میری سفارش واجب ہو جائے گی۔''

١٠٩٣ ـ عَـنْ عُـمَـرَبْـنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَـالَ الْـمُؤَذِّنُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَلـلّٰـهُ أَكْبَرْ فَقَالَ أَحَدُكُمْ أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ ثُـمَّ قَـالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآإِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ الـلّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيُّ عَلَى الصَّلاَةِ قَالَ لاَحَوْلَ وَلاَ قُـوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيُّ عَلَى الْفَلاَحِ قَـالَ لاَحَـوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ أَللّٰهُ أَكْبَـرُ أَلـلّٰـهُ أَكْبَـرُ قَالَ أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کرتے ہیں: ''جب مؤذن اللہ اکبر کہتا ہے۔تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔

مؤذن جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو سننے والا بھی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے اور جب وہ کہے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو یہ بھی کہے: اشہد ان محمدا رسول اللہ، پھر جب وہ کہے حی علی الصلاۃ تو سامع کہے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب وہ کہے حی علی الفلاح تو سامع کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر جب وہ کہے اللہ اکبر۔تو سامع بھی کہے اللہ اکبر اور جب وہ کہے لا الہ الا اللہ، اللہ تو سامع بھی کہے لا الہ الا اللہ دل کی تصدیق سے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (مسلم وابوداوٗد)

(١٠٩٢) بخاری: ٦١٤ـ ترمذی: ٢١١ـ نسائی: ٦٨٠ـ ابوداؤد: ٥٢٩ـ ابن ماجه: ٧٢٢ـ احمد: ١٤٤٠٣.

(١٠٩٣) مسلم: ٣٨٥ـ ابوداؤد: ٥٢٧.

قَـالَ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ الـلّٰهُ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ . (رواه مسلم ٣٨٥)

١٠٩٤ـ عَـنْ سَـعْـدِبْـنِ أَبِىْ وَقَّـاصٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْـمُـؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَـرِيْكَ لَـهُ وَأَنَّ مُـحَـمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُـهُ رَضِيْـتُ بِـالـلّٰـهِ رَبًّـا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَبِـالْإِسْلاَمِ دِيْنًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ . (رواه مسلم ٣٨٦)

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مؤذن کی اذان سن کر کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کو رب مان کر اور محمد ﷺ کو رسول اللہ مان کر اور اسلام کو دین تسلیم کر کے راضی ہوں۔“ تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“ (مسلم)

١٠٩٥ـ عَنْ أَبِىْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَـالَ سَـمِـعْـتُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِىْ سُفْيَانَ وَهُوَ جَـالِـسٌ عَـلَى الْمُنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ أَللّٰهُ أَكْبَـرُ أَلـلّٰـهُ أَكْبَـرُ قَالَ مُعَاوِيَةُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَـرُ قَـالَ أَشْهَـدُ أَنْ لَّآ إِلٰــهَ إِلَّا اللّٰـهُ فَقَالَ مُـعَاوِيَةُ وَأَنَا فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ الـلّٰـهِ فَـقَـالَ مُـعَـاوِيَةُ وَأَنَـا فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّـأْذِيْـنَ قَـالَ يَـاأَيُّهَـا الـنَّاسُ إِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَـلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ أَذَّنَ يَـقُـوْلُ مَـا سَـمِعْتُمْ مِنِّى مِنْ مَقَالَتِىْ . (للبخارى ، ٩١٤)

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا جب وہ منبر پر بیٹھے تھے اور موذن اذان کہہ رہا تھا مؤذن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو انہوں نے کہا: میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ موذن نے کہا: اشہد ان محمدا رسول اللہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ جب مؤذن اذان دے چکا تو انہوں نے فرمایا: لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی مجلس میں اذان ہوتے ہوئے ایسے ہی کہتے سنا ہے جیسے تم نے مجھے سنا ہے۔

(١٠٩٤) مسلم: ٣٨٦ـ ترمذی: ٢١٠ـ نسائی: ٦٧٩ـ ابوداؤد: ٥٢٥ـ ابن ماجه: ٧٢١ـ احمد: ١٥٦٨.

(١٠٩٥) بخاری: ٩١٤ـ نسائی: ٦٧٧ـ احمد: ١٦٤٥٩ـ دارمی: ١٢٠٣.

١٠٩٦۔ وفی روایة: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهُ إِلٰى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (رواه البخاری)

بخاری کی روایت میں ہے کہ اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن سنا انہوں نے موذن کی مثل وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تک کلمات کا جواب دیا۔"

١٠٩٧۔ عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهُ قَالَ يَحْيٰى وحَدَّثَنِىْ بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيُّ عَلَى الصَّلاةِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ. (رواه البخاری: ٦١٣)

یحیٰ سے اس کی مثل ہے اس نے کہا: مجھے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ جب موذن حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ کہتا تو وہ لا حول و لا قوة کے کلمات سے جواب دیتے تھے۔

١٠٩٨۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنُ يَتَشَهَّدُ قَالَ وَأَنَا وَأَنَا (رواه أبوداود، ٥٢٦)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب موذن سے کلمہ شہادت سنتے تو وَاَنَا وَاَنَا کہتے۔ (یعنی میں بھی گواہی دیتا ہوں)

١٠٩٩۔ عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ . (رواه البخاری ، ٦١١)

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم موذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات پڑھو۔" (بخاری)

شرح: ......١۔ ان احادیث میں اذان کا جواب دینے کا حکم ہے، جس طرح مؤذن کہے، اسی طرح اذان سننے والا کہے حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح کی جگہ لاحول ولا قوة الا باللّٰه کہے۔ دوسرا سارا جواب مؤذن کے الفاظ کی مانند ہے، صرف نبی اکرم ﷺ اشهد ان محمد رسول الله کے وقت موذن کے جواب میں کہتے تھے۔ انا انا میں بھی شہادت دیتا ہوں۔ یہ آپ ہی کا خاصہ تھا، ہمارے لیے موذن کی مانند ہی جواب دینے کا حکم ہے۔

٢۔ لاحول الخ کا مطلب ہے کہ اطاعت کے کاموں میں جو رکاوٹ ہے، اس سے خلاصی پانے کا حیلہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے اور جو بھی اطاعت الٰہی کا کام ہے وہ صرف اللہ کی توفیق سے ہی انجام پاتا ہے۔

(١٠٩٦) بخاری: ٩١٤۔ نسائی: ٦٧٧۔ احمد: ١٦٤٥٩۔ دارمی: ١٢٠٣.

(١٠٩٧) بخاری: ٩١٤۔ نسائی: ٦٧٧۔ احمد: ١٦٤٥٩۔ دارمی: ١٢٠٣.

(١٠٩٨) ابوداؤد: ٥٢٦۔ صحیح، البانی: ٤٩٤.

(١٠٩٩) بخاری: ٦١١۔ مسلم: ٣٨٣۔ ترمذی: ٢٠٨۔ نسائی: ٦٧٣۔ ابوداؤد: ٥٢٢۔ ابن ماجہ: ٧٢٠۔ احمد: ١١٤٥٠۔ موطا: ١٥٠۔ دارمی: ١٢٠١.

اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعائیں جو احادیث میں پڑھنے کے لیے آئی ہیں، انہیں پڑھا جائے تو آپ ﷺ کے درجات بلند ہوتے ہیں اور امتی آپ ﷺ کی سفارش کا مستحق قرار پاتا ہے اور اسے اجر بھی ملتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا پروانہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ دعا میں جو دعوت تام کا ذکر ہے۔ اس سے توحید کی دعوت مراد ہے۔ جس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔

قائم نماز کا مطلب ہے قیامت تک برقرار ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ وسیلہ اور فضیلہ وہ مقام ہے جس پر آپ ﷺ اپنے رب سے مخلوق کے لیے اس کی اجازت سے سفارش کریں گے۔

اور اللہ کے ساتھ راضی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ میرا مالک و مربی ہے۔ میں اس کے تمام فیصلوں پر راضی ہوں۔

محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہونے کا مفہوم ہے کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ اور جو جملہ امور آپ نے ہم تک پہنچائے ہیں، میں ان پر عمل پیرا ہونے پر رضا مند ہوں۔

اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کا مطلب ہے کہ اسلام کے تمام احکام اور منہیات پر میرا یقین ہے۔

آہ! شرک کی دلدل میں پھنسی انسانیت کے لیے اور تقلید کے بندھن میں جکڑے ہوؤں کے لیے اذان اور جواب اذان میں کیسا توحید و سنت کا والہانہ اعلان ہے۔ اور پیغمبر آخر زماں ﷺ سے عقیدت کا کتنا اچھا اظہار ہے۔

١١٠٠۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ . (رواه الترمذي ٢٠٦)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی سات سال ثواب کی نیت سے اذان کہے اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھ دی جائے گی۔''

١١٠١۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا . (رواه أبوداود ، ٥١٥)

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''موذن کے لیے اس کی آواز کی انتہاء تک بخش دیا جاتا ہے اور اس کے لیے ہر خشک اور تر چیز اور نماز میں حاضر ہونے والے گواہی دیتے ہیں اور اس کے لیے پچیس نمازوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

١١٠٢۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ نَبِيَ أللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ

سیّدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اول صف والوں پر درود بھیجتے ہیں اور مؤذن کو اس کی آواز کے

(١١٠٠) ترمذی: ٢٠٦۔ ضعیف، البانی: ٣٥۔ ابن ماجه: ٧٢٧.

(١١٠١) ابوداؤد: ٥١٥۔ صحیح، البانی: ٤٨٤۔ احمد: ٧٥٥٦.

(١١٠٢) نسائی: ٦٤٦۔ صحیح، البانی: ٦٢٧۔ احمد: ١٨٠٣٦.

الْمُقَدَّمِ وَالْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ بِمَدِّ صَوْتِهِ وَيُصَدِّقُهُ مَنْ سَمِعَهُ مِنْ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ صَلَّى مَعَهُ . (رواه النسائی ٦٤٦)

پھیلاؤ اور طول تک معاف کر دیا جاتا ہے اور ہر تر اور خشک جو اذان سنتا ہے اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے لیے تمام نماز پڑھنے والوں کے برابر اجر ہے۔''

١١٠٣۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلْمُؤَذِّنِ مُنْتَهَى أَذَانِهِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ سَمِعَ صَوْتَهُ . (رواه أحمد ٦١٦٧ ، وللكبير)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اور جو بھی اس کی آواز سنتا ہے تر اور خشک سب ہی اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔''

شـــرح: ......ا۔ جس جگہ تک موذن کی آواز پہنچتی ہے اور اس کی انتہاء ہوتی ہے، اتنی وسعت کے مطابق اسے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی انتہاء کے مطابق ہر خشک وتر اس کے لیے نیک گواہ بن جاتے ہیں۔ اور اذان سن کر حاضر ہونے والے کے لیے ایک اذان سے دوسری اذان تک یا ایک نماز سے دوسری نماز تک کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور جو مؤذن کی اذان سن کر نماز پڑھنے آئے گا اس سے مؤذن کو بھی اجر ملے گا۔

۲۔ اذان بلند آواز سے کہی جائے یہ مغفرت اور شہادت کا باعث ہے۔

۳۔ اذان کا جواب دینے سے اذان کہنے والے کی مانند ہی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اذان کا جواب دینے کے بعد دعا کی جائے تو وہ مقبول ہوتی ہے۔!

۴۔ اول صف میں کھڑے ہونے سے خصوصی اجر حاصل ہوتا ہے کہ مقدس فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور یہ دعا مقبول ہوتی ہے۔

١١٠٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ يَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ . (رواه أبوداود ، ٥٢٤)

سیّدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مؤذن لوگ ہم پر فضیلت لے گئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو کہہ مثل اس کے جو مؤذن کہتا ہے اور جب تو ختم کر چکے تو دعا مانگ تجھے دیا جائے گا۔'' (ابوداؤد)

١١٠٥۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ

عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ نے کہا، ان کو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تو بکریاں اور ویرانے پسند کرتا ہے

(١١٠٣) احمد: ٦١٦٧۔ طبرانی کبیر، بزار۔ رجاله رجال الصحيح، هيثمی: ١٨٢٨.

(١١٠٥) بخاری: ٦٠٩۔ نسائی: ٦٤٤۔ ابن ماجه: ٦٢٣۔ احمد: ١١٠٠٠۔ مؤطا: ١٥٣.

ثُمَّ الْمَا زَنِيّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ قَالَ لَهُ إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلاَةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّن جِنٌّ وَلا إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُوْسَعَيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

(رواه البخاری٦٠٩)

اور جب تو اپنی بکریوں میں ویرانوں اور جنگلوں میں نماز کے لیے اذان کہے تو اپنی آواز خوب بلند کر۔ مؤذن کی آواز یں جن وانس اور جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہ ہو گی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

شــــرح: ......١۔ قیامت کے دن مؤذن کے لیے ہر چیز کی شہادت یہ ہوگی کہ اس کے شرف وفضل اور بلندی درجات کی یہ چیزیں گواہی دیں گی۔

٢۔ اس حدیث میں اذان بلند آواز سے دینے کو مستحب قرار دیا گیا ہے تا کہ گواہوں کی کثرت ہو۔

٣۔ فتنہ کے وقت دیہات کو پسند کرنا اور بکریوں پر گزارا کرنا سلف صالحین کی عادت ہے۔

٤۔ دیہات کی زندگی پسند کرنے اور دیہاتیوں کے ساتھ رہنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ان میں رہ کر علم دین بھی حاصل کریں اور جور و جفا سے بچیں۔

٥۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اکیلا آدمی بھی اذان کہے تو اچھا ہے، اگر چہ وہ جنگل میں ہی ہو۔ کسی نمازی کے آنے کی امید نہ بھی ہو کیونکہ اذان سے نمازیوں کی اگر چہ امید نہیں مگر جو چیز بھی اذان سنے گی اس کی گواہی تو حاصل ہوگی۔ (فتح الباری:٢/ ٨٩)

١١٠٦۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوْهُ إِلٰى الصَّلاَةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواه مسلم ٣٨٧)

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''اذان کہنے والوں کی قیامت کے دن گردنیں طویل ہوں گی۔'' (مسلم)

شرح: ......اذان کہنے والے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں، اس کو سر بلند کرنے کی وجہ سے ان کی گردنیں ممتاز نظر آئیں گی۔

٢۔ اگر اذان کہنے والا مخلص ہو، صرف آخرت کے لیے اذان کہتا ہو تو اس حدیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ روزِ قیامت دوسروں سے ممتاز دکھائی دے گا اور آخرت کی ہر ندامت سے محفوظ رہے گا۔

١١٠٧ـ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ: قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى زِرِّبْنِ حُبَيْشٍ وَهُوَ يُؤَذِّنُ، فَقَالَ: يَا أَبَا مَرْيَمَ أَتُؤَذِّنُ؟ لَا رْغَبُ بِكَ عَنِ الْأَذَانِ . قَالَ زِرٌّ: أَتَرْغَبُ بِيْ عَنِ الْفَضْلِ . وَاللّٰهِ لَاأُكَلِّمُكَ . (رواه رزين)

عاصم بن بہدلہ نے کہا کہ ایک آدمی گذرا اور زر بن حبیش رضی اللہ عنہ اذان کہہ رہے تھے اس نے کہا: اے ابومریم! کیا تو اذان کہتا ہے؟ میں تو تیرے لیے اذان ناپسند کرتا ہوں۔ زر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میرے لیے فضیلت کو ناپسند کرتا ہے، اللہ کی قسم! تجھ سے کلام نہیں کروں گا۔ (رزین)

١١٠٨ـ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَدِمْتُ أَنْ لَا أَكُوْنَ طَلَبْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَيَجْعَلُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مُؤَذِّنَيْنِ . (رواه الطبرانى فى الأوسط بضعف)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ندامت ہے کہ میں نے مطالبہ کیوں نہیں کیا کہ آپ ﷺ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو مؤذن قرار دیں۔

١١٠٩ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَقْسَمْتُ لَبَرِرْتُ إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِاللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ لَرُعَاةُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ . يَعْنِيْ الْمُؤَذِّنِيْنَ . وَأَنَّهُمْ يُعْرَفُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِطُوْلِ أَعْنَاقِهِمْ لِلْأَوْسَطِ فِيْهِ جَنَادَةُ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ الذَّهْبِيُّ اِتَّهَمَهُ أَبُوْحَاتِمٍ، قُلْتُ: قَالَ الْحَافِظُ بْنُ حَجَرٍ أَرَادَ أَبُوْحَاتِمٍ بِقَوْلِهِ أَخْشٰى أَنْ يَكُوْنَ كَذَبَ، أَيْ أَخْطَأَ . وَقَدْ ذَكَرَهُ أَبْنُ حِبَّانَ فِيْ الثِّقَاتِ: وَأَخْرَجَ لَهُ هُوَ وَالْحَاكِمُ فِى الصَّحِيْحِ .

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں قسم کھا کر کہوں تو حانث نہ ہوگا کہ اللہ کو اپنے بندوں میں سے زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو سورج اور چاند کی رعایت رکھتے ہیں مراد مؤذن ہیں اور یہ کہ قیامت کے دن وہ طویل گردنوں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ صاحب الاوسط نے اس کو روایت کیا ہے اور سند میں ایک راوی جنادہ بن مروان ہے۔ امام ذہبی نے کہا ابو حاتم نے اس متہم کہا ہے۔ میں کہتا ہوں حافظ ابن حجر نے ابو حاتم کے قول کا مطلب یہ لیا ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس نے غلط کہا ہے۔ اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں درج کیا ہے اور اس نے اور حاکم نے اپنی صحیح میں اس کی مرویات کی تخریج کی ہے۔

١١١٠ـ عَنِ ابْنِ أَبِيْ أَوْفِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ خِيَارَعِبَادِاللّٰهِ الَّذِيْنَ

سیّدنا ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

(١١٠٦) مسلمض ٣٨٧ـ ابن ماجه: ٧٢٥ـ احمد: ١٦٤٥٣. (١١٠٧) رزين.
(١١٠٨) طبراني اوسط، وفيه الحارث وهو ضعيف، هيثمي: ١٨٣٦.
(١١٠٩) طبراني اوسط، وفيه جناده بن مروان قال الذهبي التهمه ابو حاتم، هيثي: ١٨٣٨.
(١١١٠) طبراني كبير، والبزار۔ ورجاله موثقون لكنه معلول، هيثمي: ١٨٤٠.

يُـرَاعُـوْنَ الشَّـمْسَ وَالْقَمْرَ وَالنَّجُوْمَ لِذِكْرِ اللّٰهِ (رواه الطبرانى فى لكبير)

یاد کے لیے سورج، چاند اور ستاروں کی رعایت رکھتے ہیں۔''

١١١١ ـ عَـنْ جَابِرٍأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهَ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْـمُـؤَذِّنِيْـنَ وَالْـمُـلَبِّيْـنَ يَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُـوْرِهِـمْ يُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ، وَيُلَبِّى الْمُلَبِّى . (رواه الطبرنى فى الأوسط بجهالة)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان کہنے والے اور تلبیہ کہنے والے اپنی قبروں سے باہر آئیں گے تو مؤذن اذان کہے اور تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہے گا۔'' (اس کو مجہول سند سے الاوسط نے روایت کیا)

١١١٢ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَقَـالَ:قَـالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ: اَلْـمُـؤَذِّنُ الْـمُحْتَسِبُ كَالشَّهِيْدِ الْـمُتَشَـحِّـطِ فِى دَمِهٖ . يَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ مَا يَشْتَهِىْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ . (للأوسط بلين)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کار ثواب سمجھ کر اذان کہنے والا اس شہید کی مانند ہے جو اپنے خون میں لت پت ہو چکا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اذان اور اقامت کے درمیان کی ساعت میں جو اعمال ہیں ان کی آرزو کرے گا۔'' (الاوسط)

١١١٣ ـ زَادَ فِى الْكَبِيْرِ إِذَا مَاتَ لَمْ يُدَوَدْ فِى قَبْرِهٖ . (رواه الطبرانى فى الكبير)

الکبیر میں مزید یہ الفاظ ہیں: ''اگر وہ مر جائے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں آئیں گے۔''

١١١٤ ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاأُذِّنَ فِى قَرْيَةٍ أَمِنَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ عَذَابِهٖ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . (رواه الطبرانى فى الكبير بضعف)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس بستی میں اذان کہی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے لیے اس کو عذاب سے امن دلاتا ہے۔'' (طبرانی، سند ضعیف)

١١١٥ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَقَـالَ قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلاَثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ أَرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُـلٌ أَمَّ قَـوْمًـا وَهُـمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین انسان کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے، میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں، وہ غلام جس نے اللہ کے حقوق اور اپنے موالیوں کے حقوق ادا کر دیئے

(١١١١) طبرانى اوسط وفيه مجاهيل لم اجد ذكرهم، هيثمى: ١٨٤١.

(١١١٢) طبرانى اوسط، وفيه ابراهيم بن رستم ضعفه ابن عدى، وقال ابو حاتم ليس بذاك ومحله الصدق و وثقه ابن حبان، هيثمى: ١٨٤٤.

(١١١٣) طبرانى كبير وفيه ابراهيم بن رستم وهو مختلف فى الاحتجاج به وفيه من لم تعرف ترجمته، هيثمى: ١٩١١.

(١١١٤) طبرانى كبير، اوسط، صغير، وفيه عبدالرحمن بن سعد بن عمار ضعفه ابن معين، هيثمى: ١٨٤٧.

(١١١٥) ترمذى: ١٩٨٦ـ ضعيف، البانى: ٣٣٩ـ اخرجه احمد: ٤٧٨٤.

يُـنَـادِيْ بِـالـصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ (رواه الترمذى ، ١٩٨٦)

اور دوسرا وہ شخص جس نے کسی قوم کو امامت کرائی اور وہ اس سے راضی ہوں اور تیسرا وہ شخص جو ہر رات پانچ نمازوں کے لیے اذان کہتا ہو۔"

١١١٦ ـ وفـي رواية يَـغْبِـطُهُـمُ الأَوَّلُـوْنَ وَالآخِرُوْنَ . (رواه الترمذى ٢٥٦٦،والأوسط والصغير)

ایک روایت میں ہے: "لین واخرین سب اس کے مرتبہ کی خواہش اور اس سے رشک کرتے ہوں گے۔" (ترمذی)

١١١٧ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ ثَلاثَةٌ لا يَهُـوْلُهُـمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ ، وَلا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ . هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِنْ مِسْكٍ حَتّٰى يُـفْـرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلائِقِ: رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ اِبْتِغَاءِ وَجْهِ اللّٰهِ ، وَأَمَّ بِهٖ قَوْماً وَهُمْ رَاضُوْنَ بِهٖ بِنَحْوِهٖ . (للأوسط)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بڑے غم کے وقت تین آدمیوں کو خوف نہیں پیدا ہوگا اور نہ ان سے حساب میں گرفت ہوگی اور وہ کستوری کے ٹیلوں پر بیٹھے رہیں گے یہاں تک کہ ساری مخلوق کا حساب مکمل ہوگا۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پڑھا اور لوگوں کو اس کی قراءت کے ساتھ امامت کرائی اور وہ اس سے راضی تھے۔"

١١١٨ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ: قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَآءِ: لِقِرَأَةِ الْقُرْآنِ ، وَلِـلِـقَـآءِ الـزَّحْـفَيْـنِ ، وَلِـنُزُوْلِ الْمَطْرِ ، وَلِـدَعْـوَةِ الْـمَـظْـلُـوْمِ ، لِلْأَذَانِ . (رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير بلين)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آسمان کے دروازے پانچ اشیا کے لیے کھولے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی قراءت کے لیے، جہاد میں دو فریق کے ٹکراؤ کے وقت، بارش نازل ہونے کے وقت، مظلوم کی دعا کے لیے اور اذان کے لیے۔" (اوسط اور صغیر میں ضعیف سند ہے)

١١١٩ ـ عَـنْ مَيْـمُـوْنَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَـامَ بَيْنَ صَفِّ الـرِّجَـالِ وَالـنِّسَـآءِ: فَـقَـالَ: يَا مَعْشَرَ الـنِّسَــآءِ إِذَا سَـمِـعْتُـنَّ أَذَانَ هَذَا الْحَبَشِـيِّ وَاِقَـامَتَـهٗ فَـقُـلْنَ كَمَا يَقُوْلُ . فَإِنَّ لِكُنَّ بِكُلِّ حَـرْفٍ أَلْفُ أَلْفِ دَرَجَةٍ . قَــالَ عُـمَرُ: هَذَا

سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے خواتین کی جماعت! جب تم اس حبشی کی اذان سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی وہی کہو تمہارے لیے ایک ایک حرف کے بدلے ہزار درجہ ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو خواتین کے لیے ہے تو مردوں کے لیے کیا

(١١١٦) ترمذى: ٢٥٦٦ ـ طبرانى اوسط صغير ـ ضعيف، البانى : ٤٧٠ ـ احمد: ٤٧٨٤ .

(١١١٧) طبرانى اوسط، رواه الترمذى، باختصار وفيه ـ عبدالصمد بن عبدالعزيز المقرى، ذكره ابن حبان فى الثقات، هيثمى : ١٨٤٦ .

(١١١٨) طبرانى اوسط، صغير ـ وفيه حفص بن سليمان الاسدى، ضعفه البخارى ومسلم، وابن معين، والنسائى وابن المدينى ووثقه احمد، وابن حبان الا انه قال الازدى، مكان الاسدى.

(١١١٩) طبرانى كبير: ٥١٩ ـ باسنادين، فى احدهما، عبدالله الجزرى، عن ميمونة، ولم اعرفه، وعباد بن كثير وفيه ضعف، وقد وثقه جماعة وبقية رجاله، ثقات، والاسناد الاخر فيه جماعة لم اعرفهم، هيثمى : ١٨٧١ .

لِلنِّسَآءِ. فَمَا ذَا لِلرِّجَالِ؟ قَالَ ضَعْفَانِ يَاعُمَرُ. (رواه الطبرانی فی الكبير بلين، ٧٥١٩)

ہوگا؟ فرمایا: "اے عمر! دوگنا درجہ ہوگا۔" (والکبیر بسند ضعیف)

بَدْءُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَكَيْفِيَّتُهُمَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا

اذان وا قامت کی ابتدا کا بیان

ان کی کیفیت اوران دونوں کے متعلقات کا بیان

١١٢٠ـ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلاَةَ لَيْسَ يُنَادِيْ لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِي ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْصًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقاً مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلاَ تَبْعَثُوْنَ رَجُلاً يُنَادِيْ بِالصَّلاَةِ فَقَالَ سُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يا بِلاَلُ قُمْ فَنَادِبِالصَّلاَةِ. (رواه البخاری ٦٠٤)

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو وہ جمع ہوتے اور ایک دوسرے کو نماز کے لیے بلاتے تھے اور نماز کے لیے اذان کوئی نہیں کہتا تھا۔ تو ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس موضوع پر آپس میں گفتگو کی اور بعض نے کہا: ایک گھنٹی تیار کراؤ جیسی نصاریٰ کی گھنٹی ہوتی ہے، کسی نے رائے ظاہر کی کہ یہود کے سینگ کی مثل سینگ تیار کرو، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کسی مرد کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کے لیے منادی کرے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے بلال! اُٹھو اور نماز کے لیے اذان کہو۔"

١١٢١ـ عَنْ أَبِيْ عُمَيْرِبْنِ أَنَسٍ عَنْ عُمُوْمَةٍ لَهُ مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ اهْتَمَّ النَّبِيُّ ﷺ لِلصَّلاَةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسُ لَهَا فَقِيْلَ لَهُ انْصِبْ رَايَةَ عِنْدَ حُضُوْرِ الصَّلاَةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذٰلِكَ قَالَ فَذُكِرَلَهُ الْقُنْعُ يَعْنِي الشَّبُّوْرُ وَقَالَ زِيَادُ شَبُّوْرُ الْيَهُوْدِ فَلَمْ يُعْجِبُهُ ذٰلِكَ وَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُوْدِ قَالَ فَذُكِرَلُهُ النَّاقُوْسُ فَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِبْنِ

ابو عمیر بن انس رضی اللہ عنہ اپنی انصاریہ پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غور وفکر کیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے کیسے جمع کیا جائے؟ تو کہا گیا کہ نماز کا وقت آنے پر جھنڈا نصب کرا دو! اور لوگ اس کو دیکھ کر ایک دوسرے کو اطلاع دیا کریں۔ یہ رائے آپ ﷺ کو پسند نہیں آئی، آپ ﷺ کے سامنے یہود کے ڈھول (بگل) کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں کیا اور فرمایا: وہ یہود کی پہچان کا کام ہے۔ پھر گھنٹی کا تذکرہ آیا تو فرمایا: وہ نصاری کا کام ہے۔ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ مجلس سے اس وقت لوٹ کر آئے جب کہ رسول اللہ ﷺ اسی غور وفکر میں تھے اور

(١١٢٠) بخاری: ٦٠٤۔ مسلم: ٣٧٧۔ ترمذی: ١٩٠۔ نسائی: ٦٢٦۔ احمد: ٦٣٢١.

(١١٢١) ابوداؤد: ٤٩٨۔ صحیح، البانی: ٤٦٨.

عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأُرِيَ الأَذَانَ فِيْ مَنَامِهِ قَالَ فَغَدَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ إِذْأَتَانِي آتٍ فَأَرَانِيَ الأَذَانَ قَالَ وَكَانَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَدْرَآهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِيْنَ يَوْماً قَالَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِيْ فَقَالَ سَبَقَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بِلاَلُ قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ فَافْعَلْهُ قَالَ فَأَذَّنَ بِلاَلٌ قَالَ أَبُوْبِشْرٍ فَأَخْبَرَنِي أَبُوعُمَيْرٍ أَنَّ الأَنْصَارَ تَزْعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ لَوْ لاَ أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيْضًا لَجَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُؤَذِّنًا . (رواه أبو داود ، ٤٩٨)

١١٢٢ ـ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْأَرَادَ أَنْ يُتَّخَذَ خَشَبَتَيْنِ يُضْرَبُ بِهِمَا لِيَجْتَمِعَ النَّاسُ لِلصَّلاَةِ فَأُرِيَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ الأَنْصَارِيِّ ثُمَّ مِنْ بَنِيْ الحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ خَشَبَتَيْنِ فِي النَّوْمِ فَقَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ لَنَحْوُ مِمَّا يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ أَلاَ تُؤَذِّنُوْنَ لِلصَّلاَةِ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالأَذَانِ . (رواه مالك : ١٤٩)

١١٢٣ ـ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ أُحِيْلَتِ الصَّلاَةُ ثَلاَثَةَ أَحْوَالٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی تو کل کو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا میں نینداور بیداری کی حالت میں تھا جب میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے اذان کی تعلیم کی ہے۔اس سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں یہ اذان دیکھی تھی اور بیس ایام اپنا خواب مخفی رکھا تھا پھر انہوں نے رسول کریم ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس نے منع کیا کہ تو نے ہمیں اطلاع نہیں دی۔تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبد اللہ ابن زید رضی اللہ عنہ مجھ سے سبقت لے گئے اور مجھے شرم آتی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ جو تمہیں بتاتا جائے تم کہتے جاؤ، پس بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ بعض کا قول ہے کہ انصار کا گمان ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اس دن اگر بیمار نہ ہوتے تو آپ ﷺ انہی کو موذن مقرر کر دیتے۔(ابوداؤد)

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ دولکڑیاں تیار کرائی جائیں اور ان دونوں کو مارا جائے تاکہ لوگ نماز کے لیے جمع ہوسکیں۔ پس عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں دولکڑیاں دکھائی گئیں اور انہوں نے کہا یہ اس نوعیت کی لکڑیاں ہیں جن کا نبی ﷺ نے نماز کے اعلان کے لیے تیار کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس خواب میں ان کو کہا گیا تو نماز کے لیے اذان کیوں نہیں کہتا؟ پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اذان کا حکم دے دیا۔(مالک)

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: نماز تین مراحل میں پوری کی جاتی تھی۔اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ پسند

أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ لَـقَـدْ أَعْجَبَنِيْ أَنْ تَـكُوْنَ صَلاةُ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ قَالَ الْمُؤْ مِنِيْنَ وَاحِـدَةً حَتَّـى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبُثَّ رِجَالاً فِـي الـدُّوْرِ يُـنَـادُوْنَ النَّاسَ بِحِيْنِ الصَّلاةِ وَحَتَّى هَمَمْتُ أَنَّ آمُرَ رِجَالًا يَقُوْمُوْنَ عَلَى الآطَامِ يُـنَـادُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِحِيْنِ الصَّلاةِ حَتَّـى نَقَسُوْا أَوْ كَادُوْا أَنْ يَنْقُسُوا قَالَ فَجَاءَ رَجُـلٌ مِـنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّـى لَـمَّـا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنِ اهْتِمَامِكَ رَأَيْـتُ رَجُلاً كَـأَنَ عَـلَيْـهِ ثَوْبَيْنِ أَخْضَرَيْنِ فَـقَـامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ ثُمَّ قَعَدَقَعْدَةً ثُمَّ قَـامَ فَـقَـالَ مِثْـلَهَـا إِلاَّ أَنَّـهُ يَقُوْلُ قَدْقَامَتِ الصَّلاةُ وَلَوْ لاَأَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ قَالَ ابْنُ الْمُثْنٰى أَنْ تَـقُوْلُوْا لَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ يَقْظَانُ غَيْرَ نَائِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَـالَ بْنُ الْمُثَنّٰى لَقَدْ أَرَاكَ الـلّٰـهُ عَـزَّوَجَـلَّ خَيْـرًا . وَلَمْ يَقُلْ عَـمْـرٌولَقَدْ أَرَاكَ اللّٰهُ خَيْرًافَمُرْ بِلالاً فَلْيُؤَذِّنْ قَـالَ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا إِنِّى قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِىْ رَأَى وَلَـكِـنِّـى لَـمَّـا سُبِقْتُ اسْتَحْيَـيْتُ .
(رواه أبوداود: ٥٠٦)

ہے کہ مسلمان ایک بار یکجا نماز ادا کریں اور ان کی نماز ایک ہی جماعت سے ہو۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں چند مرد مامور کردوں جو لوگوں کو نماز کے وقت بلائیں۔ اور میں نے یہاں تک ارادہ کیا کہ چند مردوں کو مامور کردوں بلند مقامات پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو بلائیں اور ان کی آواز سے گھنٹی پیدا ہو یا یہ کہ وہ گھنٹی کے قریب قریب آواز پیدا کریں، پس انصار میں سے ایک مرد آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب آپ کی فکر اور اہتمام دیکھ کر میں گھر واپس گیا تو میں نے (خواب میں) ایک مرد کو دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے دو سبز کپڑے اوڑھ رکھے ہیں اور وہ مسجد کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے اذان کہی، پھر وہ تھوڑے وقت کے لیے بیٹھ رہا اور پھر وہ دوبارہ کھڑا ہوا اور اس نے وہی کلمات دوبار کہے مگر اس بار یہ بھی کہا: "قَـدْ قَـامَتِ الصَّلوٰةُ" نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکی ہے۔ لوگ باتیں کریں گے ورنہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بیدار تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں سویا ہوا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اچھا خواب دکھایا ہے تو بلال رضی اللہ عنہ کو کہہ دے کہ وہ اذان کہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا اس نے دیکھا ہے البتہ جب یہ پہل کر گیا تو مجھے بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔

١١٢٤ـ وفـي روايـة: فَـاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَالَ اَلـلّٰـهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَـدُ أَنْ لَّاإِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے منہ قبلہ کی طرف کر کے کہا: ((اَلـلّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰـهُ أَشْهَـدُ أَنَّ مُـحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

(١١٢٢) مؤطا: ١٤٩.	(١١٢٣) ابوداؤد: ٥٠٦ـ صحیح، البانی: ٤٧٨ـ احمد: ٢١٦١٨.
(١١٢٤) ابوداؤد: ٥٠٧ـ صحیح، البانی: ٤٧٩ـ بتربیع التکبیر فی اولہ، احمد: ٢١٦١٨.

رَسُوْلُ اللّٰـهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ مَرَّتَيْنِ أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ أَمْهَلَ هَنِيْئَةً ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقِّنْهَا بِلاَلاً فَأَذَّنَ بِهَا بِلاَلٌ (رواه أبوداود)

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ مَرَّتَيْنِ أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ .)) اللہ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں دو بار۔ آ و نماز کی طرف دو بار۔ آ و کامیابی کی طرف دو بار۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا'' پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور حیی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلاۃ کا اضافہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات بلال کو سکھا دو، چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ ان الفاظ کے ساتھ اذان دی۔

١١٢٥ ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلاَةِ طَافَ بِيْ وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْساً فِيْ يَدِهِ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ فَقُلْتُ نَدْعُوْ بِهِ إِلَى الصَّلاَةِ قَالَ أَفَلاَ أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهُ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ

سیّدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے گھنٹی تیار کرنے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کے لیے اس کو مارا جائے تو میں سویا پڑا تھا کہ میرے پاس ایک مرد ہاتھ میں گھنٹی اٹھائے آیا اور میں نے اس کو کہا! اے اللہ کے بندے کیا تو گھنٹی فروخت کرتا ہے؟ اس نے کہا: تو اس کو کیا کرے گا؟ اس نے کہا ہم نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا: کیا میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا بتائیں۔ اس نے کہا: تو یہ کہا کر اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پھر

(١١٢٥) ابوداؤد: ٤٩٩ـ حسن، صحيح، البانی: ٤٦٩ـ ترمذی: ١٨٩ـ ابن ماجه: ٧٠٦ـ احمد: ١٦٠٤٣ـ دارمی: ١١٨٧.

إِلَّا اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّي غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ وَتَقُوْلُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتاً مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهِ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأَى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

تھوڑا سے پیچھے ہٹا اور پھر اس نے کہا تو یہ کہا کر جب تو نماز پڑھنے کے لیے اقامت کہتا ہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ جب فجر ہوئی تو میں نے آ کر نبی ﷺ کو خبر دی اور جو میں نے خواب دیکھا تھا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے ان شاء اللہ۔ تو بلال رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑا ہوا اور جو تو نے دیکھا ہے وہ اس کو بتائے جا اور وہ اذان کہتا جائے اس لیے کہ تجھ سے اس کی آواز طویل ہے۔ تو میں بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور میں ان کو بتاتا گیا اور وہ یہ اذان کہتے رہے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ اذان سنی تو وہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے آئے اور اس نے کہا یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے یقیناً خواب میں دیکھا ہے مثل اس کے جواب میں دیکھ رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ہی کے لیے حمد وثنا ہے۔''

١١٢٦ ـ وَقَالَ فِيْهِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَقَالَ مَعْمَرُ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَمْ يُثَنِّيَا . (هما لأبي داود، ٤٩٩)

اور اس روایت میں ابن اسحاق نے زہری سے یہ نقل کیا ہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اور معمر اور یونس نے زہری سے یہ نقل کیا ہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اور انہوں نے اعادہ کر کے چار بار ذکر نہیں کیا۔'' (ابوداود)

١١٢٧ ـ في رواية: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيْدُهُ قَالَ فَأَقِمْ أَنْتِ (لأبي داود ٥١٢)

ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خواب میں بھی دیکھا ہے اور میں نے اذان کہنے کا ارادہ بھی کیا ہے۔

(١١٢٦) ابوداؤد: ٤٩٩ ـ حسن، صحيح، البانی: ٤٦٩ ـ ترمذی: ١٨٩ ـ ابن ماجه: ٧٠٦ ـ احمد: ١٦٠٤٣ ـ دارمی: ١١٨٧.
(١١٢٧) ابوداؤد: ٥١٢ ـ ضعيف، البانی: ١٠٠

پس آپ ﷺ نے فرمایا: تو اقامت کہہ دینا۔‘‘ (ابوداؤد)

١١٢٨۔ بِنَحْوِهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِللّٰهِ الْحَمْدُ فَذٰلِكَ أَثْبَتُ .

اس کی مثل ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام صفت وثنا اللہ کے لیے ہے اور یہ روایت زیادہ مسلم الثبوت ہے۔‘‘

١١٢٩۔ وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ أَتَمَّ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَأَطْوَلُ وَذَكَرَ فِيْهِ قِصَّةَ الأَذَانِ مَثْنَى مَثْنَى وَالإِقَامَةِ مَرَّةً مَرَّةً . (هما للترمذی١٨٩)

اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے مکمل الفاظ میں روایت کیا ہے اور اذان کو دو دو بار اور اقامت کو ایک ایک بار ہی نقل کیا ہے۔

١١٣٠۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ أَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَفْعًا فِى الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ . (رواه الترمذی ، ١٩٤)

سیّدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان اور اقامت دو دو بار ہوا کرتی تھی۔

١١٣١۔ قَالَ أَبُوْعُبَيْدٍ فَأَخْبَرَنِى أَبُوْ بَكْرٍ الْحَكَمِيُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ الأَنْصَارِيَّ قَالَ فِى ذٰلِكَ: أَحْمَدُ اللّٰهَ ذَا الْجَلاَلِ وَذَاالإِكْرَامِ ، حَمْدًا عَلَى الأَذَانِ كَثِيرًا ، إِذْأَتَانِي بِهِ البَشِيْرُ مِنَ اللّٰهِ ، فَأَكْرِم بِهِ لِدَيَّ بَشِيْرًا ، فِى لَيَالٍ وَالَى ، بِهِنَّ ثَلاثًا كُلَّمَا جَاءَ زَادَنِىْ تَوْقِيْرًا . (رواه إبن ماجة: ٧٠٦)

ابوعبید کہتے ہیں مجھے ابوبکر الحکمی نے خبر دی ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں: میں اذان کی تعلیم پر اللہ صاحب عزت وصاحب اکرام کی بہت زیادہ حمد وثنا بیان کرتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دینے والا میرے پاس آیا تو میرے نزدیک وہ بشارت دینے والا کتنا زیادہ صاحب عزت ہے۔ ان راتوں میں میری طرف وہ تین بار بشارت لایا اور جب آیا میرے وقار میں اضافہ کرتا گیا۔‘‘

١١٣٢۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوْا أَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلاَةِ بِشَىْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوْا أَنْ يُنَوِّرُوْا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوْا نَا قُوْساً فَأُمِرَ بِلاَلٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَيُوْتِرَ الإِقَامَةَ .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگوں کی کثرت ہو گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز کے وقت کی علامت متعین کرنے کا تذکرہ کیا تا کہ سب اس کو پہچان سکیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ آگ جلائی جائے یا گھنٹی بجائی جائے پس رسول اللہ ﷺ نے

(١١٢٨) ابوداؤد: ٥١٢۔ حسن، البانی: ١٥٩۔ ترمذی: ٥١٢۔ ابن ماجه: ٧٠٦۔ احمد: ١٦٠٤٣۔ دارمی: ١١٨٧.

(١١٢٩) ترمذی: ١٩٤۔ ضعیف الاسناد، البانی: ٢٩. (١١٣٠) ترمذی: ١٩٤۔ ضعیف الاسناد، البانی: ٢٩.

(١١٣١) ابن ماجه: ٧٠٦۔ هو عند الالبانی: ٥٨٠۔

(١١٣٢) مسلم: ٣٧٨۔ بخاری: ٣٤٥٧۔ ترمذی: ١٩٣۔ نسائی: ٦٢٧۔ ابوداؤد: ٥٠٨۔ ابن ماجه: ٧٣٠۔ احمد: ١٢٥٥٩۔ دارمی: ١١٩٤.

(رواه مسلم ٣٧٨)

١١٣٣ ـ وَفِـىْ رِوَايَةٍ:أَنْ يُـوْتِـرَ الْـإِقَـامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ . (رواه البخاری ٦٠٥)

١١٣٤ ـ عَـنْ عَـلِيِّ بْنِ أَبِىْ طَالِبٍ قَالَ: لَمَّا أَرَادَاللّٰـهُ تَـعَـالٰـى أَنْ يُـعَلِّمَ رَسُوْلَـهٗ ﷺ الْأَذَانَ، أَتَاهُ جِبْرِيْلُ بِدَابَّةٍ يُقَالُ لَهَا الْبُرَاقُ، فَـذَهَبَ يَرْكَبُهَا فَاسْتَصْعَبَ فَقَالَ لَهَا جِبْرِيْلُ أُسْكُـنِـىْ فَوَاللّٰهِ مَا رَكِبَكَ عَبْدٌ أَكْرَمُ عَلَى الـلّٰهِ مِنْمُحَمَّدٍ ﷺ قَـالَ فَرَكِبَهَا حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى الْـحِـجَـابِ الَّذِىْ يَلِى الرَّحْمٰنَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَبَيْـنَمَا هُوَ كَذَالِكَ إِذْخَرَجَ مَلَكٌ مِنَ الْحِجَابِ فَـقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا جِبْرِيْلُ مَـنْ هٰذَا؟ قَـالَ وَالَّـذِىْ بَـعَثَكَ بِـالْحَقِّ إِنِّىْ لَأَقْرَبُ الْخَلْقِ مَـكَانَا وَإِنَّ هٰذَا مَا رَأَيْتُهٗ قَطُّ مُـنْذُ خُلِقْتُ قَبْلَ سَاعَتِىْ هٰذِهٖ فَقَالَ الْمَلَكُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ . قَالَ: فَقِيْلَ لَهٗ مِنْ وَرَآءِ الْـحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِىْ . أَنَا أَكْبَرُأَنَا أَكْبَرُ ثُـمَّ قَالَ الْمَلَكُ أَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَقِيْلَ مِنْ وَرَآءِ الْحِجَابِ . صَدَقَ عَبْدِىْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَـا ، قَـالَ: فَـقَالَ الْمَلَكُ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُـوْلُ الـلّٰهِ ، قَالَ: فَقِيْلَ مِنْ وَرَآءِ الْـحِـجَـابِ صَـدَقَ عَبْـدِىْ ، أَنَـا أَرْسَلْتُ مُـحَـمَّدًا ، قَالَ الْمَلَكُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ . حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْقَامَتِ الصَّلَاةِ . ثُمَّ قَالَ

حکم دیا کہ اذان دہری کہی جائے اور اقامت طاق کہی جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اقامت طاق کہی جائے مگر لفظ قَـدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کو دو بار کہا جائے۔‘‘

’’علی رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے: جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے رسول ﷺ کو اذان کی تعلیم دے تو آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام براق لے کر تشریف لائے۔ پھر حدیث معراج بیان کی اور اس میں یہ بھی کہا کہ حجاب سے فرشتہ باہر آیا اور اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر اور پردے سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا: میں ہی بڑا ہوں میں ہی بڑا ہوں پھر فرشتے نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا۔ تو وہی پردہ سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا، نہیں کوئی معبود میرے سوا۔ پھر اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا میں نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر ارسال کیا ہے۔ اس نے کہا: آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، نماز قائم کی گئی ہے۔ اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے۔ تو پردہ سے کہا گیا: میرے بندے سے سچ کہا اس فرشتے نے کہا: نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ تو پردہ سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا نہیں کوئی عبادت کے لائق میرے سوا۔ پھر فرشتے نے محمد ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور آگے لے گیا پس آپ ﷺ نے آسمان والوں کی امامت کی ان میں آدم علیہ السلام بھی تھے اور نوح علیہ السلام بھی۔‘‘ (البزار، کمزور سند)

(١١٣٤) بزار۔ وفيه زياد بن المنذر وهو مجمع علىٰ ضعفه، هيثمی : ١٨٥١.

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ: فَقِيْلَ مِنْ وَرَآءَ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِيْ . أَنَا أَكْبَرُ أَنَا أَكْبَرُ . ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ . قَالَ: فَقِيْلَ مِنْ وَرَآءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا . قَالَ ثُمَّ أَخَذَ الْمَلَكُ بِيَدِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَدَّمَهُ فَأَمَّ أَهْلَ السَّمَآءِ فِيْهِمْ آدَمُ وَنُوْحٍ . (رواه البزار بضعف)

١١٣٥ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أُسْرِيَ بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ بِالْأَذَانِ، فَنَزَلَ بِهٖ فَعَلَّمَهُ جِبْرِيْلُ . (للأوسط وفيه طلحة بن زيد نسب للوضع وإلى اللين فقط)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ! جب رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ کو اذان کی وحی کی گئی اور پھر جبریل علیہ السلام اذان لے کر نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو تعلیم دی۔'' (الاوسط۔ اس سند میں طلحہ بن زید ہیں ان کی وضع کرنے کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے اور نرمی کی طرف بھی)

شرح: ......١۔ اذان کا آغاز مدینہ منورہ میں ہوا تھا مکہ میں نماز بغیر اذان کے ہی پڑھی جاتی تھی، بعض مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے جب اذان سنی تو کہنے لگے، اے محمد ﷺ! تم نے ایک چیز پیدا کی ہے جو پہلے نہ تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المآئدة: ٥٨)

''اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو یہ اسے ٹھٹھا اور کھیل بناتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی۔''

یہ آیۂ مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی یہ دلالت کرتی ہے کہ اذان کا مدینہ میں آغاز ہوا ہے۔ دوسری دلیل ہے:

﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعة: ٩) ''جب جمعہ کے دن اذان دی جائے۔''

یہ بھی ثابت شدہ بات ہے کہ جمعہ مدینہ منورہ میں شروع ہوا تھا۔ یہ دونوں آیات اذان کے مدینہ منورہ میں شروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

٢۔ اس میں اختلاف ہے کہ اذان ٢ ہجری میں یا ١ ہجری میں فرض ہوئی، راجح یہی ہے کہ اذان ١ ہجری میں فرض ہوئی تھی۔ اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ اذان مکہ میں نازل ہوئی، مگر وہ ضعیف ہیں، مدینہ میں آغاز اذان والی روایات صحیح ہیں۔ (فتح الباری: ٢/ ٧٧)

(١١٣٥) طبراني اوسط، وفيه طلحه بن زيد ونسب الى الوضع، هيثمي: ١٨٥٢.

۳۔ اذان کا صحابی رضی اللہ عنہ کی خواب کے ذریعے معلوم ہونا یہ حکمت رکھتا ہے کہ یہ طریقہ آپ ﷺ پر اذان کی وحی کرنے سے زیادہ قوی تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اذان ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی اور جب آپ مشورہ کر رہے تھے کہ نماز کے لیے بلانے کا کیا طریقہ ہو تو صحابی رضی اللہ عنہ کو خواب آیا جو نبی اکرم ﷺ نے سن رکھا تھا، یہ خواب اس کے موافق ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے، آپ نے اس کی تصدیق فرما دی۔ اس طرح یہ ثابت ہوا کہ اذان کا معاملہ بہت عظمت شان رکھتا ہے۔ اور اس سے نبی اکرم ﷺ کی رفعت شان اور شرافت آن کا علم بھی حاصل ہوتا ہے کہ آپ کے تربیت یافتگان میں ایسے سپوت بھی ہیں جو فیصلہ سات آسمانوں پر ہوا ہے انہیں زمین پر دکھا دیا جاتا ہے اور اسے عبادت کے وقت کا نشان بنا دیا جاتا ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان خواب میں دیکھی اور نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اذان کہو، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب مشرکوں نے توحید سے روکنے کے لیے سزائیں دیں تو وہ کہتے تھے: احد احد۔ اللہ ایک ہے، اذان چونکہ اول وآخر توحید پر مشتمل ہے، اس کے عوض انہیں یہ شرف بخشا گیا کہ اذان ان کے سپرد کر دی گئی۔

۵۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اہم امور میں باہم مشورہ کیا جائے۔

۶۔ اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہنا ہے، اور آخر میں اللہ اکبر دو مرتبہ کہنا ہے۔

ناقوس ایک بڑی لکڑی ہوتی تھی جو چھوٹی لکڑی سے ماری جاتی، یہ عیسائیوں کی عبادت کی اطلاع کا طریقہ تھا۔ بوق یا سبُّور، نرسنگا تھا اس میں پھونک مارتے تھے، یہ یہودیوں کا طریقہ تھا اس کے ذریعے عبادت کی اطلاع دیتے تھے۔ اور مجوسی آگ جلاتے تھے تاکہ پتہ چل جائے اب عبادت کا وقت ہے۔ مسلمانوں کے لیے اذان ہے جس سے عبادت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔

۷۔ اذان میں عقیدہ کے متعلق مکمل ہم آہنگی ہے، اس کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور کمال کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید بیان ہوئی ہے، اور شریک کی نفی ہے۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے اور اس کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی دعوت ہے جو کہ رسالت کو تسلیم کرنے کا لازمی حصہ ہے۔

اس کے بعد نماز کی دعوت ہے جو کہ دارین کی فلاح کی ضامن ہے۔ (عون المعبود: ۱/ ۱۸۷)

۱۱۳۶۔ عَـنْ مُحَمَّدِبْنِ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ أَبِیْ مَـحْذُوْرَةَ عَـنْ أَبِیْــهِ عَـنْ جَـدِّهِ قَالَ قلْتُ	سیّدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کی! یا رسول اللہ! مجھے اذان کا طریقہ تعلیم فرمائیے۔ پس آپ ﷺ نے میرے

يَارَسُولَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ الأَذَان قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي وَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَقُوْلُ أَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَـهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الفَلَاحِ فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ . (لأبی داود ، ٥٠٠)

سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تو کہہ کہ: اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ ان کلمات کے ساتھ اپنی آواز بلند کر۔ پھر تو کہہ دے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق اللہ کے سوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق اللہ کے سوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کلمات کو پست آواز سے کہہ دے۔ اور پھر شہادتین کے ساتھ اپنی آواز بلند کر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف فلاح کی طرف آؤ فلاح کی طرف۔ اور اگر اذان نمازِ فجر کے لیے ہو تو یہ کہے گا: نماز بہتر ہے نیند سے۔ نماز بہتر ہے نیند سے۔ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ نہیں کوئی عبادت کے لائق اللہ کے سوا۔''

١١٣٧ ـ وفی رواية: وَعَلَّمَنِيْ الإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلَـهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ . (لأبی داود ، ٥٥٠)

اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اقامت بھی دو دو بار کہنے کی تعلیم فرمائی۔ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے میں گواہی دیتا ہو کہ نہیں کوئی عبادت کے قابل مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف' اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ۔''

١١٣٨ ـ وقَالَ عَبْدُ الرَّزَاقِ وَإِذَا أَقَمْتَ

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ جب تو اقامت کہے تو دو بار کہہ: قـد

(١١٣٦) ابوداود: ٥٠٠. (١١٣٧) ابوداود: ٥٠٠.

فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ أَسَمِعْتَ قَالَ فَكَانَ أَبُوْ مُحْذُوْرَةَ لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلَيْهَا (لأبی داود ٥٠٠)

قامت الصلاۃ کیا تو نے سنا ہے کہ اس نے کہا ابومحذورہ پیشانی کے بال نہ تو کاٹتے تھے اور نہ انہیں جدا کرتے تھے اس لیے کہ نبی ﷺ نے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تھا

١١٣٩ - عَنْ أَبِيْ مَحْذُوْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ الأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالإِقَامَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً الأَذَانُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّااللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُأَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَاإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالإِقَامَةُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّااللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُأَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّااللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات تعلیم فرمائے۔ اذان: (ترجمہ) اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اقامت کے بھی وہی الفاظ ہیں، مگر اس میں قد قامت الصلوۃ کے الفاظ دو مرتبہ ہیں اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔"

(١١٣٨) ابوداود: ٥٠٠- صحيح، البانى: ٤٧٢- مسلم: ٣٧٩- ترمذى: ١٩٢- نسائى: ٦٣٣- ابن ماجه: ٧٠٩- احمد: ٢٦٧٠٨- دارمى: ١١٩٦.

(١١٣٩) ابوداود: ٥٠٢- صحيح، البانى: ٤٧٢- مسلم: ٣٧٩- ترمذى: ١٩٢- نسائى: ٦٣٣- ابن ماجه: ٧٠٩- احمد: ٢٦٧٠٨- دارمى: ١١٩٦.

الصَّلاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلاةُ قَدقَامَتِ الصَّلاةُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ(رواه أبوداود ، ٥٠٢)

١١٤٠ـ عَنْ أَبِي مَحْذُوْرَةَ قَالَ أَلْقَى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ التَّأْذِيْنَ هُوَ بِنَفْسِهِ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَـهَ إِلَّا أَشْهَدُ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا للّٰهُأَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ قَالَ ثُمَّ ارْجِعْ فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰـهَ إِلَّا أَشْهَدُأَنْ لَّاإِلٰـهَ إِلَّااللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلَـهَ إِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ(لأبی داود، ٥٠٣)

’’ایک دوسری روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس مجھے اذان کہنا سکھایا: فرمایا: کہہ اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دو بار پھر فرمایا اعادہ کر پس اپنی آواز بلند کر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔‘‘

١١٤١ـ عَنْ أَبِي مَحْذُوْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ الاَذَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُأَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ مَا سَبَقَ يَعْنِي حَدِيْثَ ابْنِ جُرَيْجٍقُلْتُ: قَالَ أَبُوْدَاوُدَ بَعْدَ تَمَامِ

دوسری روایت میں ہے موذن کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُأَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پھر بیان کیا سابقہ مضمون کی طرح ترجیع والی ساری حدیث۔ میں کہتا ہوں کہ ابوداؤد نے پوری روایت ذکر کرنے کے بعد جو انیس کلمات کا ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کی کتاب میں ہے تو اسی روایت

(١١٤٠) ابوداود: ٥٠٣ـ صحيح، البانی: ٤٧٥ـ مسلم: ٣٧٩ـ ترمذی: ١٩٢ـ نسائی: ٦٣٣ـ ابن ماجه: ٧٠٩ـ احمد: ٢٦٧٠٨ـ دارمی: ١١٩٦.

(١١٤١) ابوداود: ٥٠٤ـ حسن، البانی: ٤٧٦ـ مسلم: ٣٧٩ـ ترمذی: ١٩٢ـ نسائی: ٦٣٣ـ ابن ماجه: ٧٠٩ـ احمد: ٢٦٧٠٨ـ دارمی: ١١٩٦.

الـرِّوَايَةِ الَّتِـىْ فِيْهَا ذِكْرُ تِسْعَةَ عَشَرَ كَلِمَةً مَا نَـصُّـهٗ كَـذَا فِـىْ كِتَابِهٖ . وَأَشَارَ بِهٰذَا إِلٰى أَنَّ الرِّوَايَةَ فِى الْأَذَانِ بِسَقُوْطِ التَّرْجِيْعِ سَهْوٌ أَوْ أَخْتِصَارٌ لِعِلْمِهٖ . (رواه أبوداود ، ٥٠٤)

کی طرف اشارہ کیا ہے اور جو اس حدیث میں ترجیع ساقط کی گئی ہے وہ یا تو بھول ہے اور یا ممکن ہے اختصار سے کام لیا ہو۔

١١٤٢ـ عَنْ أَبِىْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ:خَرَجْتُ فِىْ نَـفَرٍ فَكُنَّا بِبَعْضِ طَرِيْقِ حُنَيْنٍ مَقْفَلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ فَلَقِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ بَـعْـضِ الـطَّرِيْقِ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّلاةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسِمِعْنَا صَوْتًا لِـمُؤَذِّنٍ وَنَحْنُ عَنْهُ مُتَنَكِّبُوْنَ فَظَلِلْنَا نَحْكِيهِ وَنَهْـزَأُ بِـهٖ فَسَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّوْتَ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ أَيُّـكُـمُ الَّـذِىْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ قَدِ ارْتَـفَـعَ فَـأَشَـارَ الْقَوْمُ إِلَىَّ وَصَدَقُوْا فَأَرْسَلَهُمْ كُـلَّـهُـمْ وَحَبَسَـنِـىْ فَـقَالَ قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلاةِ فَقُمْتُ فَـأَلْقَى عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ التَّأْذِيْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ ثُمَّ دَعَانِىْ حِيْنَ قَضَيْتُ التَّأْذِيْنَ فَأَعْطَانِىْ صُرَّةً فِيْهَـا شَىْءٌ مِنْ فِضَّةٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُـرْنِىْ بِالتَّأْذِيْنِ بِمَكَّةَ فَقَالَ أَمَرْتُكَ بِهٖ (رواه النسائى ، ٦٣٢)

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ باہر نکلے اور نبی ﷺ سے جنگ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے پس نبی ﷺ سے ملاقات ہوئی اور آپ کے مؤذن نے اذان کہی تو ابومحذورہ اور ان کے رفقاء موذن کے ساتھ مذاق کے طور پر اس کی نقل اتارنے لگے۔ نبی ﷺ نے سنا تو اپنے پاس حاضر کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جس کی آواز بلند تھی جو میں نے سنی ہے؟ پس انہوں نے ابومحذورہ کی طرف اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو روک لیا اور دوسروں کو جانے دیا پھر آپ ﷺ نے ان کو کہا: اٹھ کر نماز کی اذان کہہ۔ آپ ﷺ نے ترجیع کے ساتھ اس کو اذان سکھائی اور اس کو چاندی کا بٹوہ دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں اذان کہا کرے۔''

شرح:......ا۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دوہری اذان کہنا بھی مسنون ہے اور دوہری تکبیر بھی جائز ہے۔

بعض حضرات دوہری اذان کہنے کو جائز قرار نہیں دیتے جبکہ تکبیر کہتے ہی دوہری ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں جو دوہری اذان کہنے کا ثبوت ہے، یہ صرف حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے لیے تھا، عمل کے لیے نہ تھا۔ دوسرا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں اذان سکھائی گئی تھی اس میں اکہری اذان کا ذکر ہے، ان دوستوں کا حیرت انگیز

(١١٤٢) ابوداود: ٥٣٢ـ حسن، صحيح، البانى: ٦١٣ـ ترمذى: ١٩١ـ ابن ماجه: ٧٠٨ـ احمد: ١٤٩٥٥ـ دارمى: ١١٩٦.

نظریہ ہے کہ اسی حدیث میں دوہری اذان کا ذکر ہے، اسے تسلیم نہیں کیا گیا، اسی میں دوہری تکبیر کا ذکر ہے، اسے ہمیشہ کے لیے طرزِ عمل بنالیا گیا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ اذان اکہری بھی مسنون ہے، دوہری بھی مسنون ہے۔تکبیر اکہری بھی مسنون ہے۔ دوہری بھی مسنون ہے، مگر تکبیر اکہری کہنا زیادہ تر معمول ومسنون ہے کبھی دوہری بھی جائز ہے، یہی صورت حال اذان کی ہے۔

اور جو دوہری اذان کی کراہت پر دلائل دیئے گئے ہیں، ان کے بارے میں علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكُلُّهَا بَارِدَةٌ سَخِيْفَةٌ مَخْدُوْشَةٌ (مرعاۃ: ۲/ ۷۹) ''یہ تمام دلائل مخدوش، کمزور اور بے مقصد ہیں۔'' یعنی دوہری اذان واضح اور صریح احادیث کی روشنی میں ثابت ہے۔ باقی رہی بات کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دوہری اذان کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث پہلے کی ہے، جبکہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بعد والی ہے۔ یہ جنگ حنین کے بعد ۸ ہجری کا واقعہ ہے، لہٰذا یہ ابومحذورہ والی حدیث جس میں دوہری اذان کا ذکر ہے صحیح طور پر ثابت ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

نتیجہ یہی نکلا کہ دونوں طرح اذان جائز ہے اکہری بھی اور دوہری بھی۔ یاد رہے کہ جب دوہری اذان کہیں تو شہادتین کو دہرانے پر آواز بلند کریں۔

۲۔ فجر کی اذان میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے بعد الصلاۃ خیر من النوم دو دفعہ کہیں۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہو کہ نومسلم کی دلجوئی کے لیے اسے کچھ دینا مسنون طریقہ ہے، اور مؤذن حسن صوت والا ہونا چاہیے جو پرکشش آواز رکھتا ہو۔

۱۱۴۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ يَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ فَإِذَا سَمِعْنَا الإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ. (رواه النسائی ٦٣٢)

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے البتہ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات دو بار کہے جاتے تھے اور ہم جب اقامت سنتے تو وضو کر کے نماز کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔

شرح: ......اس حدیث میں اکہری اذان کا ذکر ہے لیکن اگرچہ اس حدیث میں دوہری اذان کا ذکر نہیں، یہ دوہری اذان کی نفی نہیں کرتی کیونکہ اس سے پہلے احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ دوہری اذان نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

۲۔ ثابت ہوا اقامت کے جملے مفرد تھے، اکہری تکبیر ہوتی تھی، اگرچہ دوہری بھی ثابت ہے، زیادہ تر اکہری ہی ہوتی تھی، اوپر گزرا ہے کہ اکہری تکبیر میں بھی اللہ اکبر دو مرتبہ کہنا ہے اور قد قامت الصلاۃ بھی دو مرتبہ ہے۔ اس کا مقصد

(۱۱۴۳) ابوداؤد: ٥٠١۔ حسن، البانی: ٤٨٢۔ نسائی: ٦٢٨۔ احمد: ٥٥٧٠۔ دارمی: ۱۱۹۳.

ہے نماز پڑھنے والوں کا وقت قریب ہو چکا ہے تا کہ تیاری کر لیں۔

١١٤٤۔ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ إِلَى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ يُؤَذِّنُهُ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاةُ خَيْرٌمِنَ النَّوْمِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنَّ يَجْعَلَهَا فِيْ نِدَاءِ الصُّبْحِ . (لمالك)

امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤذن فجر کی نماز کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کو بلانے گیا اور ان کو سویا ہوا پایا تو اس نے کہا: نماز نیند سے بہتر ہے پس عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ یہ کلمات صبح کی اذان کے اندر کہا کرے۔

شرح: ...... بظاہر اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ الصلاۃ خیر من النوم اضافہ اذان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اوپر صحیح حدیث میں گزرا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو خود فرمایا تھا کہ فجر کی اذان میں یہ کہا کرو۔

اس حدیث کی وضاحت میں علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذان فجر میں یہ اضافہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب ہے کہ جس طرح اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان میں کہنے کا کہا ہے اسے وہیں کہا کرو۔ اسے خلفاء یا امراء کو بیدار کرنے کے لیے ان کے دروازوں پر نہ کہا کرو۔ یہ طریقہ اچھا نہیں، بس اذان میں کہا کرو یہی درست ہے۔ (شرح موطا: ۱/۱۵۰)

١١٤٥۔ عَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُثَوِّبَنَ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ (رواه الترمذی، ١٩٨)

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تثویب کسی نماز کے لیے نہ کہو صرف فجر کی نماز کے لیے ہی کہو۔'' (ترمذی)

١١٤٦۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِأَوِالْعَصْرِ قَالَ اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ . (رواه أبوداود، ٥٣٨)

مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا پس ایک آدمی نے ظہر اور عصر کے وقت تثویب کہی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں یہاں سے لے چلو یہ بدعت ہے۔

شرح: ...... تثویب کا معنی لوٹنا ہے، اقامت کو بھی تثویب کہتے ہیں، یہ تو صحیح ہے۔

اور اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم کو بھی تثویب کہتے ہیں یہ بھی مسنون ہے، ایک تثویب بعد میں نکالی گئی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان نمازیوں کو بلانے کے لیے کچھ کہا یا پڑھا جائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ناپسند کیا اور چونکہ نظر نہ رہی تھی۔ مجاہد سے کہا، مجھے یہاں سے لے چلو میں بدعت میں معاون نہیں بننا چاہتا۔ (عون المعبود: ۱/۲۱۲)

(١١٤٤) مؤطا: ١٥١.

(١١٤٥) ترمذی: ١٩٨۔ ضعیف، البانی: ٣١۔ احمد: ٢٣٣٩٧.

(١١٤٦) ابوداؤد: ٥٣٨۔ حسن، البانی: ٥٠٤.

١١٤٧ـ عَنْ بِلَالٍ قَالَ آخِرُ الأَذَانِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ. (رواه النسائى ٦٤٩)

''بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اذان کے آخری الفاظ یہ ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ (النسائی)

١١٤٨ـ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ:آخِرُ أَذَانِ بِلَالٍ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ. (رواه الطبرانى فى الكبير)

سوید بن غفلہ نے کہا: بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے آخری کلمات یہ ہیں: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔'' (الکبیر)

شرح: ......ان میں اذان کے آخری حصہ اور اس کے اختتام کا ذکر ہے، اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا جملہ آیا تھا، اس پر قیاس کرتے ہوئے کہیں یہ بھی غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ یہاں بھی اللہ اکبر چار مرتبہ کہا ہے۔ اذان کے آخر کو ایک دفعہ ہی کلمہ توحید سے آراستہ کیا گیا ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ ایک مرتبہ ہے کیونکہ یہ توحید کے مفہوم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہے کہ ایک اللہ کے لیے اذان کے آخر میں توحید کا ایک ہی جملہ رکھا گیا ہے۔

۲۔ طبرانی کے حوالہ سے جو لا الٰہ الا اللہ کے بعد اللہ اکبر آیا ہے، اس کی تصحیح میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طبرانی کے ثقہ راویوں نے آخری جملہ لا الٰہ الا اللہ ہی بیان کیا ہے۔ (ہیثمی:۱۸۶۴)

١١٤٩ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بِلالاً أَذَّنَ بِلَيْلٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنَادِيْ إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ (رواه الترمذى، ٢٠٣ وقال هذا حديث غير محفوظ)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہونے سے پہلے اذان کہہ دی پس نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ واپس جا کر منادی کرے کہ بندہ سو گیا ہے۔'' (ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ غیر محفوظ ہے)

١١٥٠ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بِلالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيْ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ زَادَ مُوْسٰى فَرَجَعَ فَنَادٰى أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ. (رواه أبوداود، ٥٣٢)

ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں پس آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر منادی کرے: خبردار! بندہ سو گیا تھا۔ خبردار! بندہ سو گیا تھا۔ پس وہ واپس گئے اور منادی کی کہ خبردار! بندہ سو گیا تھا۔

(١١٤٧) نسائی: ٦٤٩ـ صحیح الاسناد: ٦٢٩.

(١١٤٨) طبرانی کبیر و رجاله ثقات، هيثمی: ١٨٦٤.

(١١٤٩) ترمذی: ٢٠٣ـ وقال هذا حديث غير محفوظ، صحيح البانی: ١٦٧ـ بخاری: ٦٢٣ـ مسلم: ١٠٩٢ـ نسائی: ٦٣٩ـ احمد: ٤٥٣٧ـ مؤطا: ١٦٤ـ دارمی: ١١٩٠.

(١١٥٠) ابوداؤد: ٥٣٢ـ صحيح، البانی: ٤٩٨.

١١٥١ ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَذَّنَ بِلَالٌ قَبْلَ الْفَجْرِ ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُرْجِعَ ، فَيَقُوْلُ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ . فَرَقِيَ بِلَالٌ وَهُوَ يَقُوْلُ: لَيْتَ بِلَالاً ثَكِلَتْهُ أُمُّهُ وَابْتَلَّ مَنْ نَضْحِ دَمِ جَبِيْنِه . (رواه الترمذی ، ٢٦٤)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے اذان کہہ دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر اعلان کر دے اور کہہ دے: خبردار بندہ سو گیا تھا۔ پس بلال رضی اللہ عنہ بلند جگہ پر چڑھے اور کہہ رہے تھے کاش بلال کو اس کی ماں گم کر دے اور وہ کنپٹی کے خون سے تر بتر ہو چکے تھے۔

١١٥٢ ـ عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُ لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِيْنَ لَكَ الْفَجْرُ هٰكَذَا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا . (رواه أبوداود ، ٥٣٤)

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو فرمایا: اس وقت اذان نہ کہا کر یہاں تک اس کی مثل فجر واضح ہو جائے اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک عرض میں پھیلا دیا۔

شرح: ......ان میں دلیل ہے کہ نابینا آدمی اذان کہہ سکتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ اسے کوئی وقت بتانے والا ہو۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے تحت آدمی کے عیب کو بیان کیا جا سکتا ہے جیسا کہ یہاں نابینا کے نام سے پکارا گیا ہے۔

٢۔ اذان اس دور میں نماز کے وقت کی علامت تھی اور اگر اذانِ فجر وقت سے پہلے ہو جاتی تو اس کی معذرت کی جاتی تھی۔ یہ کہنا کہ بندہ سو گیا اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ نیند کے غلبہ نے فجر کی تحقیق سے روک دیا ہے، مجھے پتہ نہیں چل سکا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ اذان پہلے ہوئی ہے، میں پھر سونے لگا ہوں۔ بقیہ وقت آرام کروں گا پھر وقت پر اذان ہوگی تم لوگ بے قرار نہ ہو، سوئے رہو۔ حتیٰ کہ طلوع فجر کے بعد اذان ہوگی تو تب اٹھنا۔ (عون المعبود:١/ ٢١٠)

٣۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ ایک الجھن کی وضاحت فرماتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ جب عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہیں تو کھاؤ اور پیو اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہیں تو نہ کھاؤ اور نہ پیو۔ (مسند احمد)

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہیں تو کھاؤ، پیو اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہیں تو کھانا پینا بند کر دو، یہ ٹکراؤ ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اذان کی باری باندھ رکھی تھی۔ کچھ راتیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ رات کو اذان کہیں اور طلوع فجر کے بعد اذان کہیں اور ابن ام مکتوم فجر سے پہلے اذان کہیں اور پھر باری الٹ جاتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ وقت سے پہلے

(١١٥١) بزار: ٢٦٤۔ وفيه محمد بن القاسم ضعفه احمد، وابوداؤد ووثقه ابن معين.

(١١٥٢) ابوداؤد: ٥٣٤۔ حسن، البانی: ٥٠٠.

اذان کہتے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جب وقت ہوتا تو اذان کہتے۔ دونوں کی باری کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا۔

اور یہ عذر کرنا کہ بندہ سو گیا تھا یہ ہمیشہ نہیں کہتے تھے بلکہ اپنی صبح کے طلوع کے بعد اذان والی باری میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تصور کیا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ مگر انہیں غلطی لگی اس لیے عذر کیا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی، اب میری باری فجر کے وقت اذان کہنے کی تھی مگر مجھے شبہ لگا ہے بندہ سو گیا تھا۔ (مرعاۃ: ۱۱۳/۲)

١١٥٣۔ عَنْ زِيَادِبْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيْ قَالَ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُؤَذِّنَ فِيْ صَلاَةِ الْفَجْرِ فَأَذَّنْتُ فَأَرَادَ بِلاَلٌ أَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ قَدْ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوْ يُقِيْمُ. (رواه الترمذی ١٩٩)

سیّدنا زیاد بن الحارث الصدائی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے نماز فجر کے وقت اذان کا حکم دیا تو میں نے اذان کہی۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا۔ پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”قبیلہ صداء کے بھائی نے اذان کہی ہے اور جس نے اذان کہی ہے وہی اقامت بھی کہے۔“

١١٥٤۔ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ بِلاَلٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلاَيُقِيْمُ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلاَةَ حِيْنَ يَرَاهُ. (رواه مسلم، ٦٠٦)

سیّدنا جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ سورج ڈھلتے وقت اذان کہتے تھے اور پھر اقامت اس وقت کہتے تھے جب رسول اللہ ﷺ گھر سے نکل کر تشریف لے آتے تھے اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ لیتے۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر کہ آپ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لا چکے ہیں، تب اقامت کہتے ہیں۔

صحیح مسلم ہی میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، اقامت ہو جاتی تھی، ہم اپنی صفیں درست کر لیتے تھے۔ ابھی نبی اکرم ﷺ تشریف نہ لاتے تھے، اس کے بعد آپ تشریف لاتے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے۔ ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں طرح جائز ہے کہ کبھی آپ کی تشریف آوری سے پہلے تکبیر ہو جاتی اور کبھی آپ کی آمد کے بعد تکبیر ہوتی۔

١١٥٥۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُؤَذِّنِ بِلاَلٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے؛ بلال رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا۔“ (مسلم، اور ابوداؤد)

(١١٥٣) ترمذی: ١٩٩۔ ضعیف، البانی: ٣٢۔ ابوداؤد: ٥١٤۔ ابن ماجه: ٧١٧۔ احمد: ١٧٠٨٣.

(١١٥٤) مسلم: ٦٠٦۔ بخاری: ٨٣٣۔ نسائی: ٥٥٠٤۔ ابوداؤد: ٨٨٠۔ احمد: ٢٠٥٠٢.

(١١٥٥) مسلم: ٣٨٠۔ بخاری: ٧٢٤٨۔ ترمذی: ٢٠٣۔ نسائی: ٦٣٩۔ احمد: ٢٤٩٩٤۔ مؤطا: ١٦٤۔ دارمی: ١١٩١.

الأَعْمٰی . (رواه مسلم ، ٣٨٠)

شرح:......ا۔ضرورت کے تحت کسی کو عیب سے بیان کرنا جائز ہے۔

۲۔ایک مسجد کے لیے دو مؤذن رکھنے جائز ہیں۔خصوصاً جو نمازِ فجر میں اذان دیں۔ایک فجر سے پہلے اور ایک فجر کے وقت اذان کہے، علاوہ ازیں اگر ضرورت پڑے تو تمام نمازوں کی اذان ایک ہی وقت میں کہیں تا کہ آواز دور تک پھیل جائے۔

آج کل تو سپیکر ہیں اس کی ضرورت نہیں ویسے اذان کے لیے متعدد مؤذن رکھے جا سکتے ہیں۔

۳۔جن مؤذنوں کے نام گرامی اس حدیث میں آئے ہیں، یہ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں تھے، مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے مؤذن حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ تھے اور مسجد قباء میں حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مؤذن تھے۔ (شرح نووی:ا/ ۱۶۵)

١١٥٦۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِبِلاَلٍ يَا بِلاَلُ إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِي أَذَانِكَ وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِكَ وَإِقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الآكِلُ مِنْ أَكْلِهِ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهِ وَالْمُعْتَصِرُ إِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ وَلاَ تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ . (رواه الترمذى، ١٩٥)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جب تو اذان کہے تو ترسیل سے ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور جب اقامت کہے تو حدر کے ساتھ جلدی جلدی کہا کر اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کر کہ کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور حاجت انسانی کے لیے بیت الخلاء جانے والا اس سے فارغ ہو جائے اور تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔'' (ترمذی)

١١٥٧۔ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَارِ قَالَتْ كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلاَلٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمِدُكَ وَأَسْتَعِيْنُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوْا دِيْنَكَ قَالَتْ ثُمَّ يُؤَذِّنُ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ

بنو نجار کی ایک خاتون کہتی ہیں: مسجد کے اطراف پر پھیلا ہوا میرا طویل گھر تھا اور بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر فجر کی اذان کہتے تھے۔ وہ سحری کے وقت آ کر مکان پر بیٹھتے اور فجر کا انتظار کرتے تھے جب دیکھتے کہ فجر پھیل چکی ہے تو کہتے: اے اللہ! میں تیری حمد وثنا بیان کرتا ہوں اور میں قریش پر تجھ سے یہ امداد طلب کرتا ہوں کہ وہ تیرا دین قائم کر دیں اور اس کے بعد وہ اذان کہتے۔ وہ کہتی ہیں: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ

(١١٥٦) ترمذى: ١٩٥۔ ضعيف جدا البانى: ٣٠۔ لكن قوله ولا تقوموا الخ، صحيح.

(١١٥٧) ابوداؤد: ٥١٩۔ حسن، البانى: ٤٨٧.

تَـرَكَهَـا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَاتَ . کلمات انہوں نے ایک رات بھی ترک کیے ہوں۔'' (ابوداؤد)
(رواه ابوداود: ٥١٩)

شرح : ......اس سے ثابت ہوا کہ اذان منارہ یا کسی بلند جگہ پر دی جائے تا کہ آواز دور تک جائے۔ آج کل یہ کمی سپیکر پوری کر رہے ہیں جو کہ آواز دور تک پہنچاتے ہیں، اگر سپیکر بند ہو تو پھر اوپر والا طریقہ اپنانا بہتر ہے۔

۲۔ اذان سے پہلے دشمنانِ اسلام کے لیے دین پر گامزن ہونے کی دعا کی جائے اور اللہ سے مدد طلب کی جائے۔

۳۔ مؤذن اذان کے وقت کا خصوصی اہتمام کرے، وقت ہو تو اذان کہے، یہ اس کی بہت اہم ذمہ داری ہے۔

١١٥٨ ۔ قَـالَ أَبُـوْهُـرَيْرَةَ لاَ يُنَادِيْ بِالصَّلاَةِ مُتَوَضِّئٌ . (رواه الترمذى ، ٢٠١) سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا وضو نماز کی اذان کوئی نہ دے۔

١١٥٩ ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُؤَذِّنُ إِلَّا مُتَوَضِّىءٌ . (للترمذى ، ٢٠٠) سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو ہرگز اذان نہ دے مگر باوضو ہو کر۔

انتباہ: اذان چونکہ ذکر الٰہی ہے، اس کے لیے باوضو ہونا بہتر ہے لیکن اذان کے لیے وضو ضروری نہیں، اس لیے کہ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۱۷۹)

١١٦٠ ۔ عَـنْ عُثْمَانَ بْنَ أَبِيْ العَاصِ قَالَ إِنَّ مِـنْ آخِـرِ مَـا عَهِـدَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ اَتَّـخِـذَ مُـؤَذِّنـاً لاَ يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا . (رواه الترمذى ، ٢٠٩) سیّدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے جو آخری وصیت کی وہ یہ ہے کہ میں ایسا مؤذن مقرر کروں جو اذان کہنے پر اجرت وصول نہ کرے۔

شرح : ...... نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو جب طائف کی جانب عامل بنا کر بھیجا تھا، اس وقت الوداع کرتے ہوئے آخر میں کہا تھا کہ وہ مؤذن لینا جو اجرت نہ لے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے آخر کی بات نہیں۔

۲۔ اس حدیث کا اول حصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے امامت کا مطالبہ کیا تھا کہ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے۔ دنیوی ریاست یا عہدہ طلب کرنے کی ممانعت ہے، مگر خیر کی امامت مانگ کر بھی لی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا o﴾ (الفرقان : ٧٤) ''ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا دے۔''

(١١٥٨) ترمذى: ٢٠١ـ ضعيف، البانى: ٣٤.
(١١٥٩) ٢٠٠ـ ضعيف، البانى: ٣٣.
(١١٦٠) ترمذى: ٢٠٩ـ صحيح، البانى: ١٧٢ـ نسائى: ٦٧٢ـ ابوداؤد: ٥٣١ـ ابن ماجه: ٧١٤ـ احمد: ١٧٤٤٨.

اور اس مطالبے کو منظور کرتے ہوئے انہیں آپ ﷺ نے ان کی قوم کا امام بنا دیا اور انہیں تلقین فرمائی کہ مقتدیوں پر نظر رکھیں، جو مقتدی کمزور ترین ہے اسے بھی تکلیف نہ ہو، اتنی تخفیف سے نماز پڑھائیں۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۰۷۔ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۸۴)

۳۔ مؤذن کے لیے اذان کے عوض اجرت لینا ناپسندیدہ عمل ہے، اکثر علمائے کرام کی یہی رائے ہے کیونکہ اس میں اخلاص پایا جاتا ہے، علامہ عبیداللہ رحمانی، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہما اللہ اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ اجرت ناپسندیدہ ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۰۷۔ تحفہ: ۱/۱۸۴)

راقم کی رائے ہے کہ یہی موقف حدیث سے واضح ہوتا ہے مگر چونکہ ایک آدمی کو اگر پابند کر دیا جائے کہ تم نے اذان کہنا ہے، اذان کی تو نہیں مگر اس پابند کرنے کی اگر اسے اجرت دی جائے تو جائز ہے کیونکہ یہ اذان کا نہیں پابند کرنے کا عوض ہے۔ اور اس کی بھی اجرت نہ لینے کی بہتری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

تعلیقات سلفیہ حاشیہ نمبر ۲ شرح نسائی: ۱/ ۷۷ پر مرقوم ہے کہ اکثر علمائے کرام کے نزدیک اذان پر اجرت لینے کی ممانعت مستحب ہونے پر محمول ہے کہ مستحب اور اچھا ہے کہ اذان پر اجرت نہ لی جائے۔ وَقَدْ اَجَازُوْا اَخْذَ الْاُجْرَةِ باقی علمائے کرام نے اجرت کی اجازت دی ہے، یعنی اذان پر اجرت لینا حرام نہیں، اگر کوئی لیتا ہے تو جائز ہے۔

۱۱۶۱۔ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِصَّلاَةِ الصُّبْحِ فَكَانَ لاَ يَمُرُّ بِرَجُلٍ إِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلاَةِ أَوْ حَرَّكَهُ بِرِجْلِهِ. (رواه أبوداود، ١٢٦٤)

سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر کے لیے نکلا پس آپ ﷺ جس کے پاس سے گذرتے اس کو نماز کے لیے بلاتے یا اس کو اپنے پاؤں کے ساتھ حرکت دیتے جاتے تھے۔ (ابوداؤد)

۱۱۶۲۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ اَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ بِلاَلاً أَخَذَ فِيْ الإِقَامَةِ فَلَمَّا أَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا وَقَالَ فِي سَائِرِ الإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الأَذَان . (رواه أبوداود ، ٥٢٨)

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے منقول ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی اور جب انہوں نے اقامت کا لفظ بولا اور کہا: قد قامت الصلوٰۃ تو نبی ﷺ نے فرمایا: (اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا اللّٰهُ) اس کو قائم اور دائم اور باقی اقامت میں اس حدیث کے مطابق کہا جو عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے فضائل اذان میں بیان ہو چکی ہے۔ (ابوداؤد)

۱۱۶۳۔ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِبْنِ عُمَرَ كَانَ

نافع سے مروی ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اقامت سے زائد سفر

(١١٦١) ابوداؤد: ١٢٦٤۔ ضعیف، البانی: ٢٧٤.

(١١٦٢) ابوداؤد: ٥٢٨۔ ضعیف: ١٠٤.

لاَ يَزِيْدُ عَلَى الإِقَامَةِ فِي السَّفَرِ إِلَّا فِي الصُّبْحِ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَادِيْ فِيْهَا وَيُقِيْمُ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّمَا الاَذَانُ لِلاِمَامِ الَّذِيْ يَجْتَمِعُ النَّاسُ إِلَيْهِ. (رواه مالك ١٦٠)

میں کچھ نہیں کہتے تھے۔ مگر فجر کی نماز کے لیے اذان بھی کہتے اور اقامت بھی۔ اور وہ کہتے تھے کہ اذان اس امام کی وجہ سے کہی جاتی ہے جس کے لیے لوگ جمع ہو جائیں۔'' (مالک)

شرح: ......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ لشکر یا قافلہ ہو تو اس میں لوگ زیادہ ہوتے ہیں، دورانِ سفران کے لیے اذان کہی جائے، جب سفر میں ایسی صورت نہ ہو تو پھر دورانِ سفر اذان کی ضرورت نہیں۔ مگر حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر میں اذان کہلواتے تھے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سفر میں بھی اذان کہنا سنت ہے، یہ ہمارے لیے حجت ہے، اس کے برعکس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد دلیل نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے ثبوت کے بعد اس کی ضرورت نہیں۔ (زرقانی)

١١٦٤ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِيّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يُؤَذِّنُ فِي السَّفَرِ إِلَّا فِيْ صَلاَةِ الصُّبْحِ. (رواه الطبراني في الكبير بلين)

سیّدنا عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے علاوہ سفر میں اذان نہیں کہتے تھے۔ (الکبیر، سند ضعیف)

١١٦٥ـ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَأَىْ بِلاَلًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالاَذَانِ. (رواه البخاري ، ٦٣٤)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے وقت منہ کو گھماتے دیکھا، کبھی منہ کو ادھر پھیرتے اور کبھی ادھر پھیرتے تھے اور اپنی دو انگلیاں انہوں نے کانوں میں ڈال رکھی تھیں۔

شرح: ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤذن حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح پر منہ کو دائیں بائیں پھیرے، بدن کو نہ پھیرے۔ (فتح الباری: ۲/ ۱۱۵)

١١٦٦ـ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ بِلاَلًا يُؤَذِّنُ وَيَدُوْرُ وَيَتَبَّعُ فَاهُ هَا

ابوداؤد کی روایت ہے کہ جب بلال رضی اللہ عنہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر پہنچتے تو گردن دائیں اور بائیں پھیرتے اور باقی جسم

(١١٦٣) مؤطا: ١/ ١٥٣.

(١١٦٤) طبراني كبير، وفيه يعقوب بن حميد ضعفه ابن معين وغيره، وقال البخاري لم نر الاخير او ذكره ابن حبان في الثقات وقال يخطئ، هيثمي: ١٨٨٩.

(١١٦٥) بخاري: ٦٣٤ـ مسلم: ٥٠٣ـ احمد: ١٨٢٦٨.

(١١٦٦) ترمذي: ١٩٧ـ صحيح، الباني: ١٦٤ـ بخاري: ٥٨٥٩ـ نسائي: ٥٣٧٨ـ ابوداؤد: ٦٨٨ـ ابن ماجه: ٧١١ـ احمد: ١٨٢٩ـ دارمي: ١٤٠٩.

هُنَا وَهَاهُنَا وَإِصْبَعَاهُ فِي أُذُنَيْهِ. (رواه الترمذي ١٩٧)

نہیں پھیرتے تھے۔

١١٦٧ ـ وَقَالَ مُوسٰى قَالَ رَأَيْتُ بِلالاً خَرَجَ إِلَى الأَبْطَحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ لَوَّىٰ عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالاً وَلَمْ يَسْتَدِرْ. (رواه أبوداود: ٥٢٠)

موسیٰ نے کہا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ابطح وادی میں گئے اور اذان کہی جب وہ حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کے کلمات پر پہنچے تو اپنی گردن کو دائیں اور بائیں پھیرا لیکن خود نہ پھرے۔

شرح: ...... مؤذن کانوں میں انگلیاں دے، اس سے ایک تو یہ فائدہ ہے بہرے اور دور والے کو اذان کا پتہ چل جاتا ہے۔ دوسرا اس طرح آواز دور تک جاتی ہے۔

یہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ گھومے تھے اور دوسرے میں ہے نہ گھومے تھے، ان میں تعارض نہیں کیونکہ جس میں گھومنے کا آیا ہے مقصد یہی ہے کہ گردن موڑتے تھے، خود نہ گھومتے تھے۔

١١٦٨ ـ بِلَالٍ: أَنَّهُ كَانَ يُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ فَيَقُوْلُ: حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ. فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَهَا مَكَانَهَا: اَلصَّلاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ وَتَرَكَ حَتَّى عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ.

بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فجر کی اذان کہتے اور اس میں حی علی خیر العمل (آؤ نیک عمل کی طرف) کہتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ بجائے اس کے الصلوٰۃ خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) کہا کریں اور حی علی خیر العمل کہنا ترک کردیں۔

١١٦٩ ـ عَنْ سَعْدِ الْقُرَاظِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَيَّ سَاعَةٍ أَتٰى قُبَاءَ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالْأَذَانِ لِيُعْلِمَ النَّاسَ أَنَّهُ ﷺ قَدْ جَاءَ فَيَجْتَمِعُوْنَ إِلَيْهِ فَأَتٰى يَوْمًا وَلَيْسَ مَعَهُ بِلَالٌ، فَنَظَرَ زَنُوْجٌ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، فَرَقِيَ سَعْدٌ فِي عِذْقٍ فَأَذَّنَ بِالْأَذَانِ. فَقَالَ وَمَاحَمَلَكَ عَلٰى أَنْ تُؤَذِّنَ يَا سَعْدُ؟ قَالَ: بِأَبِيْ وَأُمِّيْ: رَأَيْتُكَ فِي قِلَّةٍ مِنَ النَّاسِ. وَلَمْ أَرَبِلَالاً مَعَكَ. وَرَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ الزَّنُوْجَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى

سعد القراظ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بھی قبا تشریف لاتے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے تا کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہو جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو جائیں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ زنگی لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پس سعد رضی اللہ عنہ کھجور کے درخت پر چڑھے اور اذان کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! تو نے کس وجہ سے اذان کہی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں میں نے لوگوں کی کمی محسوس کی اور

(١١٦٧) ابوداؤد: ٥٢٠ـ منكر، البانى: ١٠٣ـ

(١١٦٩) طبرانى كبير، ٥٤٥٢ـ وفيه عبدالرحمن بن سعد بن عمار وهو ضعيف.

بَـعْـضٍ ، وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ فَخَشِيْتُ عَلَيْكَ مِـنْهُمْ . فَأَذَّنْتُ . قَالَ أَصَبْتَ يَا سَعْدُ . إِذَا لَـمْ تَـرَبِلَالًا مَـعِـيَ فَأَذِّنْ فَأَذَّنَ سَعْدٌ ثَلَاثَ مَـرَارٍ فِيْ حَيَاتِهِ ﷺ . (رواه الـطبرانی فی الكبير بضعف ، ٥٤٥٢)

میں نے آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی نہ دیکھے اور میں نے دیکھا کہ یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف بھی دیکھتے ہیں تو مجھے آپ ﷺ کے بارے میں ان لوگوں سے خطرہ محسوس ہوا تو میں نے اذان کہہ دی۔ فرمایا: اے سعد! تو نے درست کیا جب بھی تو میرے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھے تو اذان کہا کر۔ پس نبی ﷺ کی زندگی میں سعد رضی اللہ عنہ نے تین بار اذان کہی۔'' (الکبیر نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کی)

١١٧٠ ـ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَـالَ قَـالَ: رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ الأَذَانُ فِـي الْحَبَشَةِ . (للترمذی: ٣٩٣٦)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان اہل حبشہ کی خوب تر ہے۔'' (ترمذی)

شــرح: ...... یہ حدیث مکمل اس طرح ہے، ملک قریش میں ہے، یعنی خلافت ان میں ہے اور قضاء انصار میں ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجا۔

اذان حبشہ میں ہے کیونکہ مؤذن حضرات کے رئیس حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو کہ حبشی تھے۔ اور یمن کا قبیلہ ازدامانت میں بہت شہرت یافتہ ہے۔

١١٧١ ـ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ الإِمَـامُ ضَـامِـنٌ الْـمُـؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ اَلـلّٰهُـمَّ أَرْشِـدِ الأَئِـمَّةَ وَاغْـفِرْلِلْمُؤَ ذِّنِيْنَ ، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ تَرَكْتَنَا نَتَنَافَسُ فِي الْأَذَانِ بَـعْـدَكَ ، فَـقَالَ: أَنَّهُ يَكُوْنُ بَعْدِيْ أَوْ بَـعْـدَكُـمْ قَـوْمٌ سَفَلَتُهُمْ مُؤَ ذِّنُوْهُمْ . (رواه الـتـرمـذی ٢٠٧ ، إلـى) واغفر للمؤ ذنين والبزار كاملا

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔ اے اللہ! اماموں کو ہدایت دے اور مؤذنوں کو مغفرت عطا کر۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے بعد اذان کے بارے میں باہم حرص پیدا ہوگی اس لیے کہ آپ ﷺ نے ہمیں اس پر حریص کر چھوڑا ہے۔ فرمایا: میرے بعد یا فرمایا تمہارے بعد جو قوم آئے گی ان میں سے کم تر درجے کے لوگ اذان کہنے والے ہوں گے۔'' (اس کو ترمذی نے واغفر للمؤذنین

(١١٧٠) ترمذی: ٣٩٣٦ـ صحیح البانی: ٣٠٨٨.

(١١٧١) ترمذی: ٢٠٧ـ صحیح، البانی: ١٧٠ـ ابوداؤد: ٥١٧ـ احمد: ٩٦٢٦.

تک روایت کیا ہے اور بزار نے مکمل روایت کیا ہے۔)

شرح:......امام ضامن ہونے کا مطلب ہے کہ لوگوں کی نماز کا نگہبان ہے، ان کی نماز کی تعداد اور صحت اس سے وابستہ ہے، اس لیے ائمہ کے لیے آپ ﷺ نے رشد و ہدایت کی دعا کی ہے کہ یہ اپنی اہم ذمہ داری صحیح طور پر ادا کر سکیں۔

۲۔ مؤذن کو آپ نے امین قرار دیا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگوں کے اوقات نماز کا امین ہے۔ نماز روزہ میں اس کی اذان پر لوگ اعتماد کرتے ہیں، اس لیے ان کے لیے آپ ﷺ نے مغفرت کی دعا کی ہے کہ وقت پر اذان کہنے میں ان سے تقدیم و تاخیر نہ ہو، کیونکہ اگر ان سے تقدیم و تاخیر ہو جائے تو یہ چیز لوگوں کے لیے بہت زیادہ پریشانی کا باعث ہوگی۔

۳۔ بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی، لیکن یہ دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ امام مقتدیوں کی نماز کی صحت کا ذمہ دار ہے بلکہ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ امام لوگوں کی نماز کے افعال اور رکعات کا نگہبان ہے ان کی نماز کی صحت کا ذمہ دار نہیں۔ یہ دلیل تب درست تھی اگر امام لوگوں کی نماز کی صحت کا ذمہ دار ہوتا۔ یہاں تو امام کو نگران قرار دیا گیا ہے، لہٰذا مقتدی امام کی نماز کی نیت میں فرق ہو سکتا ہے۔

۴۔ ایک گروہ نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ امامت پر اذان کا پیشہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ مؤذن کو صرف نماز کے وقت کا امین قرار دیا گیا ہے، جبکہ امام ارکان نماز کا نگران ہے۔ بندے اور رب کے درمیان سفیر ہے۔ ایک اور انداز سے غور فرمائیں۔ امام رسول اکرم ﷺ کا خلیفہ ہے اور موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہے۔

ایک اور زاویہ سے دیکھیں۔ ائمہ کے لیے آپ ﷺ نے رشد و ہدایت کی دعا کی ہے جو کہ مطلوب تک پہنچانے والی ہے اور مؤذن کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے۔ یہ پہلے کوتاہی کی نشاندہی کرتی ہے۔ تو وظیفہ اذان امامت کے عمل پر کیسے برتر ہوا۔ امامت ہی بہتر ہے۔

۱۱۷۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَا أُحِبَّ أَنْ يَكُوْنَ مُؤَذِّنُوْكُمْ عَمْيَانَكُمْ، قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَلاَ قُرَّاؤُكُمْ. (رواه الطبراني في الكبير)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تمھارے موذنین کم درجے کے ہوں۔ انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تمھارے قاری بھی ایسے نہ ہوں۔

۱۱۷۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(١١٧٢) طبراني كبير، ورجاله ثقات، هيثمي: ١٩٠٦.

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ . (رواه أبوداود ٥٩٠)

فرمایا: ''مناسب ہے کہ تمہارے اچھے اور بہترین لوگ تمہارے مؤذن ہوں اور تمہیں امامت کرائیں وہ جو زیادہ قاری ہوں۔'' (ابوداؤد)

١١٧٤ ـ عَنْ يَحْيَى الْبُكَآءِ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: إِنِّيْ أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: لٰكِنِّيْ أُبْغِضُكَ فِي اللّٰهِ ، فَقَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: إِنَّكَ تَتَغَنّٰى فِي أَذَانِكَ ، وَتَأْخُذُ عَلَيْهِ أَجْرًا . (رواه الطبراني في الكبير بلين ١٣٠٥٩)

یحیٰی البکائی نے کہا ایک مرد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا: میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا: لیکن میں اللہ کے لیے تجھے ناپسند کرتا ہوں۔ اس نے کہا: کس وجہ سے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اذان میں غناء کرتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے۔''

١١٧٥ ـ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدَ صَلُّوْا بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ، قَالَ سُفْيَانُ: كَفَتْهُمْ إِقَامَةُ الْمِصْرِ . وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فِيْ رِوَايَةٍ: إِقَامَةُ الْمِصْرِ تَكْفِيْ . (رواه الطبرني في الكبير ٩٢٧٢)

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، علقمہ رحمہ اللہ اور اسود نے بغیر اذان واقامت نماز پڑھی ہے۔ سفیان نے کہا: شہر کی اقامت ان کے لیے کفایت کرتی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے شہر کی اقامت ہم کافی سمجھتے ہیں۔ (الکبیر)

١١٧٦ ـ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَاسْتُجِيْبَ الدُّعَاءُ . (رواه أحمد ١٤٢٧٩ بلين)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اذان کہی جائے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دعا قبول کی جاتی ہے۔'' (کمزور سند کے ساتھ روایت کی احمد نے)

١١٧٧ ـ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِبْنِ عَمَّارِبْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ

نبی ﷺ کے مؤذن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اس سے تیری آواز زیادہ بلند ہوگی۔''

(١١٧٣) ابوداؤد: ٥٩٠ـ ضعيف، البانى: ١١٨ـ ابن ماجه: ٧٢٦.

(١١٧٤) طبرانى كبير: ١٣٠٥٩ـ وفيه يحيى البكاء ضعفه احمد و ابو زرعة وابو حاتم وابوداود، ووثقه يحيى بن سعيد القطان، وقال محمد بن سعد كان ثقة ان شاء الله.

(١١٧٥) طبرانى كبير: ٩٢٧٢ـ وابراهيم النخعى لم يسمع من ابن مسعود، هيثمى: ١٩١٣.

(١١٧٦) احمد: ١٤٢٧٩ـ وفيه ابن ليعه وفيه كلام، هيثمى: ١٩١٨.

(١١٧٧) ابن ماجه: ٧١٠ـ ضعيف، البانى: ١٤٩.

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِلالاً أَنْ يَّجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِـي أُذُنَيْـهِ وَقَالَ إِنَّهُ أَرْفَعُ لِصَوْتِكَ . (رواه إبن ماجة ٧١٠ بضعف) اَلْمَسَاجِدُ

انتباہ: ......مؤذن کا انگلی کان میں رکھنا، نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند سے ثابت نہیں، تاہم سلف صالحین سے ثابت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ رکھا کرتے تھے، اس سے آواز بھی بلند ہوتی ہے اور لوگوں کو دور سے آواز کا علم ہو جاتا ہے۔(فتح الباری:۲/۱۱۵)

١١٧٨ ـ عَـنْ عُثْـمَـانَ بْنِ عَفَّانَ يَقُوْلُ عِنْدَ قَـوْلِ الـنَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ الـلّٰـهِ ﷺ إِنَّـكُـمْ أَكْثَـرْتُـمْ وَإِنِّـي سَـمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَـقُوْلُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ . (للبخارى ٤٥٠)

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد تعمیر کی اور اس پر لوگوں نے باتیں بنائیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں نے باتیں بہت کیں ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کر دے گا۔'' (بخاری)

١١٧٩ ـ وفـي رواية بَـنَـى الـلّٰـهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ (رواه مسلم ٥٣٣)

ایک روایت میں ہے: ''اس کی مثل گھر جنت میں گھر بنائے گا۔''

١١٨٠ ـ عَـنْ أَسْـمَـاءَ بِـنْتِ يَزِيْدَ أَنَّ رَسُوْلَ الـلّٰهِ ﷺ قَـالَ: بَيْتًـا أَوْسَـعَ مِـنْهُ فِي الْجَنَّةِ (رواه أحمد ، ٢٧٠٦٥)

سیّدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے وسیع گھر جنت میں بنائے گا۔''

١١٨١ ـ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا قَدْرَ مَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنٰى الـلّٰـهُ بَيْتًـا فِـيْ الْـجَـنَّةِ . (رواه البـزار والصغير .)

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد تعمیر کی خواہ پرندے کے گھونسلے کے برابر ہی سہی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔'' (البزار والصغیر)

(١١٧٨) مسلم: ٤٥٠ـ ترمذی: ٣١٨ـ ابن ماجه: ٧٣٦ـ احمد: ٤٣٦ـ دارمی: ١٣٩٢.

(١١٧٩) مسلم: ٥٢٣ـ بخاری: ٤٥٠ـ احمد: ٥٠٨.

(١١٨٠) احمد: ٢٧٠٦٥ـ طبرانی کبیر، طبرانی اوسط، ورجاله موثقون، هیثمی: ١٩٤٧.

(١١٨١) بزار، طبرانی صغیر، ورجاله ثقات، هیثمی: ١٩٣٨.

١١٨٢۔ عَـنْ جَـابِـرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ كَمَفْحَصِ قَـطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ . (رواه إبن ماجة ٧٣٨)

''سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے پرندے کے گھونسلے جتنی یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔''

١١٨٣۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَـنْ بَنٰى بَيْتًا يُعْبَدُ اللّٰهُ فِيْهِ مِنْ مَالٍ حَلاَلٍ، بَـنَـى الـلّٰـهُ لَـهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ . (للبزار والأوسط بضعف)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا گھر تعمیر کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔'' (البزار والاوسط بسند ضعیف)

١١٨٤۔ لـلأوسـط بـضـعف وزدا مـن درویاقوت .

اوسط میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''موتی اور یاقوت سے۔''

١١٨٥۔ عَـنْ ابْـنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ حَفَرَ قَبْرًا يَرَاهُ اللّٰهُ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًـا فِيْ الْجَنَّةِ: وَإِنْ مَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ غُفِرَلَهٗ . (رواه الطبرانی فی الأوسط)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قبر کھودی تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر تعمیر کر دے گا اور اگر وہ اسی دن فوت ہو گیا تو اسے بخشا جائے گا۔''

١١٨٦۔ وزاد الـكبيرفِي الْحَدِيْثِ مَنْ بَنٰى لِـلّٰهِ مَسْجِدًا قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَذِهِ الْـمَسَـاجِـدُ الَّتِـيْ تُبْـنٰى الطَّرِيْقِ؟ قَالَ:نَعَمْ وَإِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنْهَا مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ . (رواه الطبرانی فی اکبیر ٢٥٢١)

اور الکبیر نے یہ زائد الفاظ نقل کئے ہیں: ''جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کرائی۔ ایک مرد نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ مساجد جو راستوں کے آس پاس تعمیر کی جاتی ہیں مراد ہیں: فرمایا: ''ہاں، اور بلند چوٹی (منار) نکالنا حور العین کا مہر ہو گا۔''

شــرح: ......مسجد سجدہ گاہ کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں جو جگہ نماز کے لیے وقف کر لی جائے اسے مسجد کہتے ہیں۔

(١١٨٢) ابن ماجه: ٧٣٨۔ صحيح، البانی: ٦٠٣.
(١١٨٣) بزار، طبرانی اوسط، وفيه سليمان بن داود اليمانی وهو ضعيف، هيثمی: ١٩٤٠.
(١١٨٤) بزار، طبرانی اوسط، وفيه سليمان بن داود اليمانی وهو ضعيف، هيثمی: ١٩٤٠.
(١١٨٥) طبرانی اوسط، وفيه عمران بن عبدالله وانما هو ابن عبيدالله ذكره البخاری فی تاريخه وقال فيه نظر، وضعفه ابن معين ايضا وذكره ابن حبان فی الثقات، وسمی اباه عبدالله مكبرا، هيثمی: ١٩٤٥.
(١١٨٦) طبرانی كبير: ٢٥٢١۔ وفی اسناده مجاهيل، هيثمی: ١٩٤٩.

۲۔ ان احادیث میں اس شخص کی فضیلت بیان ہوئی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بناتا ہے، شہرت اور ریاکاری نہیں چاہتا۔

۳۔ یہ شرف وفضل ہر اس آدمی کے لیے ہے جو چھوٹی یا بڑی مسجد بناتا ہے کہ اس کا محل جنت میں تیار ہوتا ہے۔

اس کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ جنت میں جو محل تیار ہوتا ہے اس کی تعمیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے خصوصی طور پر وہ محل تیار کرواتا ہے، جس کی اونچائی اور وسعت میں نام کی مماثلت ہے، وہ تو ایسا محل ہوگا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا، کسی کان نے سنا نہ ہوگا اور کسی آدمی کے دل میں کھٹکا نہ ہوگا۔

١١٨٧ ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْا عَمْرِوبْنُ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشَرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِيْ النَّجَّارِ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِيْ السُّيُوْفِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُوْبَكْرٍ رِدِفَهُ وَمَلَأُبَنِيْ النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفَنَاءِ أَبِي أَيُّوْبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَاءٍ مِنْ بَنِيْ النَّجَارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرَ الْمُشْرِكِيْنِ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنِ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ مدینہ کے بلند مقام میں ایک خاندان میں ٹھہرے جس کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ ان میں چودہ راتیں ٹھہرے، پھر آپ ﷺ نے بنو نجار کے سرداروں کی طرف پیغام ارسال فرمایا تو وہ اپنی تلواروں کو گلے میں ڈال کر حاضر ہوئے، گویا میں اب بھی آپ کو سواری پر جاتے دیکھ رہا ہوں اور ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے اور بنو نجار کے سردار آپ ﷺ کے آس پاس چل رہے تھے یہاں تک کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے دالان میں جا ٹھہرے۔ راستے میں جہاں نماز کا وقت آتا نماز پڑھتے اور بکریوں کے باڑے میں بھی پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا اور بنو نجار کی طرف پیغام ارسال کیا۔ وہ آئے تو فرمایا: تم اپنا یہ احاطہ قیمتاً مجھے دے دو۔ انہوں نے کہا: قسم اللہ کی! ہم قیمت نہیں لیتے جو لینا ہے اللہ ہی سے لیں گے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں مشرکین کی چند قبریں اور کچھ کھنڈرات اور کھجور کے درخت تھے پس رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھاڑنے کا حکم دیا اور کھنڈرات کو برابر کرنے کا حکم دیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر مسجد کے قبلہ میں

(١١٨٧) بخاری: ٤٢٨ـ مسلم: ٥٢٤ـ ترمذی: ٣٥٠ـ نسائی: ٧٠٢ـ احمد: ١٢٦٠٦.

وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَوَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ ﷺ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَاخَيْرَ إِلَّاخَيْرَ الآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ (رواه البخاری ٤٢٨)

صف میں لگا دیا اور صحابہ نے مسجد کی دہلیز پتھروں سے بنائی اور وہ پتھر منتقل کرکے لائے تھے اور شعر پڑھتے تھے جبکہ نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے یہ شعر پڑھتے تھے: اے اللہ! نہیں ہے خیر مگر آخرت کی خیر ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو معاف فرما۔ (صحیح بخاری)

١١٨٨۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَوَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ. (رواه النسائی: ٧٠٢)

اور ایک روایت میں ہے: وہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور جزیہ اشعار پڑھتے تھے۔

١١٨٩۔ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ: فَكَانَ ﷺ يَنْقُلُ اللَّبِنَ مَعَهُمْ وَيَقُوْلُ: هَذَا الْحَمَّالُ لَا حَمَّالُ خَيْبَرَ، هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرُ . وَلَقِيَهُ رَجُلٌ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَاوِلْنِيْ لَبِنَتَكَ أَحْمِلُهَا عَنْكَ: قَالَ: أَذْهَبْ فَخُذْ غَيْرَهَا، فَلَسْتُ بِأَفْقَرَ مِنِّیْ إِلَى اللّٰهِ وَجَآءَ رَجُلٌ كَانَ يُحْسِنُ عَجَنَ الطِّيْنِ، وَكَانَ مِنْ حَضْرَمَوْتَ . فَقَالَ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَئًا أَحْسَنَ صُنْعَةً، وَقَالَ لَهٗ: اِلْزَمْ هَذَا الشُّغْلَ، فَإِنِّیْ أَرَاكَ تُحْسِنُهٗ . رواه رزين

سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ اینٹ اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ آپ ﷺ کہتے جاتے: یہ ناقص بوجھ نہیں یہ تو تمہارے رب نے بہت عمدہ اور پاکیزہ بوجھ بنایا ہے، آپ ﷺ سے ایک مرد نے ملاقات کی اور اس وقت آپ ﷺ مٹی اُٹھا رہے تھے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی اینٹ مجھے دیدیں آپ کی بجائے میں اٹھاتا ہوں فرمایا تو جا کر دوسری اٹھا کر لے آ، تو مجھ سے اللہ کی طرف زیادہ محتاج نہیں ہے۔ ایک آدمی آیا اور وہ مٹی کی اینٹ بنانا خوب جانتا تھا۔ وہ حضر موت کا رہنے والا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس انسان پر رحمت نازل فرمائے جو یہ صنعت بہتر طور پر جانتا ہو اور پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا: ”تو اس شغل میں مصروف ہو جا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس کو بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے۔“

١١٩٠۔ وَلَهٗ عَنْهُ أَيْضًا: كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، فَأَمَرَ عُمَرُ فِی خَلَافَتِهِ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ . وَقَالَ: أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ . وَإِيَّاكَ أَنْ تَحْمَرَّ أَوْ تَصفَرَّ فَتَفْتِنَ

اس کی ایک روایت یہ بھی ہے: مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد کی تعمیر نو کا حکم دیا اور کہا: لوگوں کو بارش سے بچاؤ اور سرخ و زرد رنگ سے مزین نہ کرو۔ لوگ فتنے و آزمائش میں پڑ جائیں گے۔

(١١٨٨) نسائی: ٧٠٢۔ صحیح، البانی: ٦٧٨۔ بخاری: ٢٣٤۔ (١١٨٩) رزين. (١١٩٠) رزين.

النَّاسَ (رواہ رزین)

شرح: ......۱۔اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہبہ یا بیع کی وجہ سے جو قبرستان کسی کی ملکیت میں ہو اس میں تصرف جائز ہے۔

۲۔ پرانی قبروں کو اکھاڑنا جائز ہے۔

۳۔مشرکوں کی قبروں کو اکھاڑنے کے بعد جو ان میں ہے اسے وہاں سے نکالنے کے بعد اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور وہاں مسجد تعمیر کرنا بھی جائز ہے۔(فتح الباری:۱/ ۵۲۶)

۴۔مساجد تعمیر کرنا اتنا زیادہ اہم کام ہے کہ نبی اکرم ﷺ خود مزدور کی حیثیت سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔

۵۔دینی کام سرانجام دیتے ہوئے اگر مشکل درپیش ہو تو پھر آخرت کے پریشان کن حالات یاد رکھیں اس طرح یہ کارِ خیر آسانی سے پورا ہوجاتا ہے۔

۱۱۹۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَسُئِلَ عَنِ الْحِيطَانِ تَلَقَّى فِيهَا الْعَذِرَاتُ فَقَالَ إِذَا سَقَيْتَ مِرَارًا فَصَلُّوْا فِيْهَا يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ (لابن ماجة ٧٤٤ . بعنعنة ابن اسحاق)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان باغات کے متعلق پوچھا گیا جن میں گوبر وغیرہ ناپاک اشیاء ڈال دی جاتی ہیں تو انہوں نے کہا: جب کئی باران کو سیراب کیا جائے تو اس کے بعد ان میں تم نماز پڑھ سکتے ہو۔ اور اس مسئلے کو انہوں نے نبی ﷺ کی طرف مرفوع کیا ہے۔اس کو ابن ماجہ بروایت عنعنہ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

۱۱۹۲۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْبَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقَفَهُ

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی سے اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور اس کے ستون کھجور کے پیڑ سے تیار کئے گئے تھے۔پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی تبدیلی واضافہ نہیں کیا۔عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو عہد نبوی کی بنیادوں پر اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے تعمیر کرایا اور ستون وہی لکڑی کے دوبارہ استوار کر دیئے۔پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت کچھ اضافہ کیا اور اس کی دیواریں منقش پتھر سے تیار کرائیں اور ستون بھی منقش پتھر سے بنوائے اور ساگوان (ساکھو) کی لکڑی کی چھت ڈالی۔'' (بخاری وابوداؤد)

(۱۱۹۱) ابن ماجه: ٧٤٤۔ ضعيف، البانی: ١٦٠.   (۱۱۹۲) بخاری: ٤٤٦۔ ابوداؤد: ٤٥١۔ احمد: ٦١٠٤.

بِالسَّاجِ(رواه البخاری ٤٤٦)

١١٩٣ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَأَنَّ مَسْجِدَ النَّبِیِّ ﷺ كَانَتْ سَوَارِيَهِ عَلٰى عَهْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ جُذُوْعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيْدِ النَّخْلِ ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيْدِ النَّخْلِ ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِی خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالآجُرِ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّی الأنَ قلت كذا فی الأصل . والذی فی أبی داود مِنْ جُذُوْعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ(رواه أبوداود ، ٤٥٢)

''دوسری روایت ہے پہلے مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تھے اور کھجور کی شاخوں سے چھت بنائی گئی تھی پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گر پڑی تو انہوں نے کھجور کے تنوں اور کھجور کی شاخوں سے تیار کرادی۔ پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں گر پڑی تو انہوں نے پختہ اینٹوں سے تیار کرادی ور اب تک وہی تعمیر قائم ہے۔ میں کہتا ہوں اصل میں بھی یہ روایت اسی طور پر منقول ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس کے اوپر بھی کھجور کے تنے سے سائے کا بندوبست کیا گیا تھا)

١١٩٤ـ وَلَهُ: مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحْتِ الأَرْضُ مُبْتَلَّةً فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِیْ بِالْحَصَی فِیْ ثَوْبِهٖ فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَضَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ قَالَ مَا أَحْسَنُ هٰذَا . (رواه أبوداود، ٤٥٨)

اس کی مرویات میں سے ہے کہ ایک رات کو بارش برسی اور مسجد کی زمین تر ہوگئی تو ایک آدمی نے اپنے کپڑے میں ریت لاکر ڈالی اور بچھادی پس رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل کرنے کے بعد فرمایا: ''یہ بہت عمدہ کام ہے۔''

١١٩٥ـ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُوْبَدْرٍأَرَاهُ قَدْرَفَعَهُ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِیْ يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ . (رواه أبوداود ، ٤٦٠)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ابو بدر نے کہا، انہوں نے اسے مرفوع بیان کیا ہے: ''کنکر جو شخص مسجد سے نکالتا ہے اس کو وہ اللہ کی قسم دیتے اور سوال کرتے ہیں اس کو مسجد میں رہنے دے۔'' (ابوداؤد)

شرح: ......سنت طریقہ یہی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں غلو سے کام نہ لیا جائے اور اس کی زیبائش میں اور آرائش میں میانہ روی اختیار کی جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کثرت سے ہوئی تھیں، مال وافر مقدار میں حاصل ہوا تھا، اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی میں تبدیلی نہ کی تھی صرف چھت تبدیل کی جو خراب ہوگئی تھی۔

(١١٩٣) ابوداؤد: ٤٥٢ـ ضعیف، البانی: ٨٤.

(١١٩٤) ابوداؤد: ٤٥٨ـ ضعیف البانی: ٨٦.

(١١٩٥) ابوداؤد: ٥٦٠ـ ضعیف، البانی: ٨٧.

ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اس میں اس سے بھی زیادہ مال آیا تھا، انہوں نے مسجد نبوی تعمیر کروائی مگر ناجائز بناوٹ اور سجاوٹ نہ تھی۔

سب سے پہلے مساجد کی سجاوٹ میں مبالغہ، ولید بن عبدالملک بن مروان نے کیا، یہ عصر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخر کی بات ہے۔اس پر علمائے کرام نے خاموشی اختیار کی تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو۔

بہرصورت جو زیبائش نمازی کو مصروف کر دے اور نماز سے توجہ ہٹائے ایسی زیبائش پسندیدہ نہیں۔(فتح الباری: ۱/ ۵٤٠)

۱۱۹٦۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الاَكْوَعِ قَالَ كَانَ بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ الْحَائِطِ كَقَدْرِ مَمَرِّالشَّاةِ . (رواه ابوداود ۱۰۸۲)

سیّدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر اور دیوار کے درمیان بکری گذرنے کا فاصلہ تھا۔“ (ابوداؤد)

۱۱۹۷۔ عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الاَكْوَعِ أَنَّهُ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ يُسَبِّحُ فِيْهِ وَذَكَرَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَحَرَّى ذَلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَمَرِّ الشَّاةِ . (رواه مسلم ۵۰۹)

سیّدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ مصحف کی جگہ کا خیال رکھتے اور اس جگہ دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کی دیوار کے درمیان بکری گذرنے کا فاصلہ تھا۔

۱۱۹۸۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ . (رواه البخاری ، ٤٩٦)

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مصلی اور دیوار کے درمیان بکری گذرنے کا فاصلہ تھا۔ (بخاری)

شرح: ......ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ امام مسجد میں کھڑا ہو تو اس کے اور قبلہ رخ والی دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ بکری گزر جائے، بعض روایات میں تین ہاتھ کا بھی آتا ہے۔(فتح الباری: ۱/ ۵۷۵)

۲۔نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو۔سترہ اور نمازی کے درمیان تقریباً بکری کے گزرنے یا تین ہاتھ کا فاصلہ ہو۔

۱۱۹۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ تَعْدِلُ

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جامع مسجد میں فرض نماز حج مبرور کی طرح ہے اور نفلی نماز

(۱۱۹٦) ابوداؤد: ۱۰۸۲۔ صحیح، البانی: ۹۵۹۔ بخاری: ٤۹۷۔ مسلم: ۵۰۸۔ احمد: ۱٦۱۰۷.

(۱۱۹۷) مسلم: ۵۰۹۔ بخاری: ۵۰۲۔ ابوداؤد: ۱۰۸۲۔ ابن ماجه: ۱٤۳۰۔ .

(۱۱۹۸) بخاری: ٤۹٦۔ مسلم: ٤۰۸۔ ابوداؤد: ٦۹٦۔

(۱۱۹۹) طبرانی اوسط، وفيه نوح بن ذكوان ضعفه ابو حاتم، هثيمی: ۲۱۸۵.

الْـفَـرِيْـضَةُ يَـعْنِى حَجَّةً مَبْرُوْرَةً، وَالنَّافِلَةُ كَـحَـجَّةٍ مُتَـقَبَّـلَةٍ. وَفُـضِّـلَتِ الصَّلاةُ فِىْ الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ عَلٰى مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلاةٍ. (للأوسط بضعف)

بھی مقبول حج کی مانند ہے اور جامع مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری مساجد کے بالمقابل پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔'' (الاوسط، بسند ضعیف)

۱۲۰۰۔ عَـنْ عُـمَـرَبْـنَ الْـخَـطَّـابِ عَنِ الـنَّبِيِّ ﷺ أَنَّـهُ كَـانَ يَـقُـوْلُ مَـنْ صَلَّى فِى مَسْـجِـدٍ جَـمَـاعَةً أَرْبَـعِيْنَ لَيْلَةً لاَ تَفُوْتُـهُ الرَّكْعَةِ الأُوْلَى مِنْ صَلاَةِ الْعِشَاءِ كَتَبَ اللّٰهُ لَـهُ بِهَا عِتْقًا مِنَ النَّارِ. (رواه ابن ماجة ۷۹۸)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جماعت مسجد میں چالیس رات نماز عشاء پڑھی اور جماعت کے ساتھ اول رکعت اول رکعت فوت نہ ہوئی تو اس کے لیے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ سے آزاد قرار دے دے گا۔''

۱۲۰۱۔ عَـنْ أَنَـسِ بْـنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِى الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِـىَ فِـىْ وَجْهِـهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَـدَكُمْ إِذَا قَامَ فِى صَلاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِىْ رَبَّهُ أَوْإِنَّ رَبَّـهُ بَيْـنَـهُ وَبَيْـنَ الْـقِبْلَةِ فَلا يَبْزُقَنَّ أَحَـدُكُـمْ قِبَـلَ قِبْـلَتِـهِ وَلٰكِن عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَـحْـتَ قَـدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيْـهِ ثُمَّ رَدَّبَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا. (رواه البخارى ٤٠٥)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھی تو آپ ﷺ پر یہ بات بہت شاک گذری اور آپ ﷺ نے اُٹھ کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ دیا اور فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پرودگار سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان موجود ہوتا ہے تو کوئی شخص تم میں سے اپنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے مگر اپنے بائیں طرف یا اپنے قدم نیچے تھوک دے۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنا چادر کا کنارہ پکڑ کر اس میں تھوکا اور چارد کے بعض پر لوٹا دیا اور فرمایا: ''اس طرح کر دیا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

۱۲۰۲۔ ولـلـنسـائى فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُـهُ فَـقَامَتِ امْرَاةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَحَكَّتْهَا

نسائی میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس غصے سے سرخ ہو گیا اور ایک انصاری خاتون نے اُٹھ کر بلغم کو کھرچ دیا

(۱۲۰۰) ابن ماجه: ۷۹۸۔ حسن البانى: ٦٥٠.

(۱۲۰۱) بخارى: ٤٠٥۔ مسلم: ٤٩٣۔ نسائى: ۷۲۸۔ ابوداؤد: ٤٦٠۔ ابن اجه: ۱۰۲٤۔ احمد: ۱۳٦۸٥۔ دارمى: ۱۳۹٦.

(۱۲۰۲) نسائى: ۷۲۸۔ صحيح، البانى: ۷۰۳۔ بخارى: ٤۱۷۔ ابن ماجه: ۷٦۲۔ احمد: ۱۳۰۸۸.

وَجَعَلَتْ مَكَانَهَا خَلُوْقاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْسَنَ هٰذَا. (رواه النسائی، ٧٢٨)

اور اس جگہ پر خوشبو لگائی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بہت اچھا کیا۔''

١٢٠٣ـ ولأبی داودعن أبی سعيد نحوه وفيه:أَيَسُرُّأَحَدَكُمْ أَنْ يَبْصُقَ فِیْ وَجْهِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِيْنِهِ. (رواه أبوداود ٤٨٠)

ابوداؤد کی ابوسعید رضی اللہ عنہ والی روایت اس کے مثل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ اس کے چہرے پر تھوکا جائے؟ یقیناً جب تم میں سے کوئی آدمی قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو درحقیقت اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے۔''

١٢٠٤ـ وزاد الطبرانی فی الكبير بضعف ٧٨٠٨ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ: وَقَرِيْنُهُ عَنْ يَسَارِهِ

صاحب الکبیر نے ضعیف سند کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے زائد روایت کی: ''اور انسان کا قرین اس کے بائیں طرف کھڑا ہوتا ہے۔''

١٢٠٥ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْبُصَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا. (رواه النسائی ٧٢٣)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا ایک گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ کو اس کو مٹایا اور دفنایا جائے۔''

١٢٠٦ـ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ تَنَخَّعَ فِی الْمَسْجِدِ فَلَمْ يَدْفُنْهُ فَسَيِّئَةٌ، وَإِنْ دَفَنَهُ فَحَسَنَةٌ. (رواه الطبرانی فی الكبير: ٨٠٩٢)

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ریٹھ یا بلغم مسجد میں ڈالی اور اس کو صاف نہ کیا تو یہ گناہ ہے اور اگر صاف کر دیا تو نیکی ہے۔'' (الکبیر)

١٢٠٧ـ عَنْ أَبِیْ سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ قَالَ أَحْمَدُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً

سائب بن خلاد سے روایت ہے کہ ایک مرد نے لوگوں کو امامت کرائی پس قبلہ کی طرف تھوک دیا: نبی کریم ﷺ دیکھ

(١٢٠٣) ابوداؤد: ٤٨٠ـ حسن، صحيح، ٤٥٥ـ بخاری: ٤١٤ـ مسلم: ٥٤٨ـ نسائی: ٧٢٥ـ ابن ماجه: ٧٦١ـ احمد: ١١٤٦٩ـ دارمی: ١٣٩٨.

(١٢٠٤) طبرانی كبير: ٧٨٠٨ـ من رواية عبيدالله بن زحر عن علی بن يزيد وكلاهما ضعيف.

(١٢٠٥) نسائی: ٧٢٣ـ صحيح، البانی: ٦٩٨ـ بخاری: ٤١٥ـ مسلم: ٥٥٢ـ ترمذی: ٥٧٢ـ ابوداؤد: ٤٧٥ـ احمد: ١٣٠٢١ـ دارمی: ١٣٩٥.

(١٢٠٦) طبرانی كبير: ٨٠٩٢ـ ورجاله موثقون، هيثمی: ٢٠٠٢.

أَمَّ قَـوْمًـا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَـنْـظُـرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ لاَ يُـصَـلِّي لَكُمْ فَأَرَادَبَعْدَذٰلِكَ أَنَّ يُصَلِّي لَهُمْ فَـمَـنَـعُـوْهُ وَأَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْ لِ اللّٰهِ ﷺ فَـذَكَـرَذٰلِكَ لِـرَسُوْلِ اللّٰـهِ ﷺ فَـقَـالَ نَعَمْ وَحَسِبْـتُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّكَ آذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (رواه أبوداود ٤٨١)

رہے تھے۔ جب وہ نماز پڑھانے سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی قوم کو فرمایا: ''یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھائے۔'' اس کے بعد جب اس شخص نے ان کو نماز نہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا اور اس کو لوگوں نے نبی ﷺ کی خبر دی۔ اس نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔'' (ابوداؤد)

١٢٠٨ ـ عَـنْ عَـمْـرِوبْـنِ حَزْمٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بَـزَقَ عَـنْ يَمِيْنِهٖ، وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَبَيْـنَ يَـدَيْـهِ . (رواه الـطبراني في الكبير بضعف . يعني في غير الصلاة .)

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنے دائیں، بائیں اور سامنے تھوکتے دیکھا ہے۔ (الکبیر نے بسند ضعیف روایت کیا ہے، یعنی غیر نماز میں)

شرح:......١۔ ثابت ہوا کہ مسجد میں تھوکنا برا فعل ہے۔

٢۔ اس کی برائی سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ جو تھوکے وہ اسے صاف کرے۔

٣۔ اس کے صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد کچی ہو تو تھوک اس میں دفن کر دے، کنکریوں والی ہو تو کنکریوں میں دبا دے۔ اگر مسجد پختہ ہو، پتھر یا ٹائل وغیرہ لگی ہو تو اسے مل دے کہ اس کا نام ونشان باقی نہ رہے۔

٤۔ مسجد میں تھوکنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ جس سے یہ نمازی ذکر اذکار، تسبیحات اور دعاؤں وغیرہ کے ذریعے سرگوشیاں کرتا ہے، یہ بہت بڑے ستم کی بات ہوگی کہ رب ذوالجلال سے سرگوشی ہو اور یہ قبلہ رخ تھوکے۔ ایسا کرنے کی تو عام انسان بھی اجازت نہیں دیتا وہ شہنشاہِ عالم کس طرح اجازت دے سکتا ہے۔

٥۔ تھوک کا آنا ایک انسانی فطرت ہے، اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اس تھوک کے گرانے کا مہذب طریقہ بتا دیا کہ اگر بائیں جانب کوئی نہ ہو تو ادھر پھینک دے۔ یا بائیں قدم کے نیچے پھینک دے اور اسے مسل دے۔ یا پھر کپڑے میں تھوک کر مل دے۔

بہرصورت بوجہ عذر تھوکنا پڑ جائے تو اسے صاف کرنا ضروری ہے۔

(١٢٠٧) ابوداؤد: ٤٨١۔ حسن، البانی: ٤٥٦۔ احمد: ١٦١٢٦۔

(١٢٠٨) طبراني كبير، وفيه الواقدي وهو ضعيف هيثمي: ٢٠١٢۔

٦۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد میں تھوکنا خصوصاً قبلہ رخ تھوکنا، اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کے لیے اذیت کا باعث ہے اور یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی وجہ سے امام کو امامت کے فریضہ سے معزول کر دیا تھا، ثابت ہوا کہ امام بھی وہ مقرر کیا جائے جو آداب امامت سے آشنا ہو۔

٧۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مسجد میں تھوک پایا جائے تو اسے کھرچ کر اس کی جگہ خوشبو وغیرہ لگائی جائے تا کہ کراہت خوب طور پر مٹ جائے۔

١٢٠٩۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لاَ تَمْنَعُوْا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلاَلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئاً مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ. (رواه مسلم ٤٤٢)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔ ان کے بیٹے بلال رحمہ اللہ نے کہا: قسم اللہ کی! ہم تو ان کو ضرور منع کریں گے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے برا بھلا کہا کہ میں نے اتنا برا بھلا کہتے ان کو کبھی نہیں سنا تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ حدیث کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے ہم ان کو ضرور منع کریں گے؟

١٢١٠۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَاللّٰهِ (رواه البخاری ، ٩٠٠)

ایک اور روایت ہے: ''اللہ کی بندیوں کو مساجد سے منع نہ کرو۔''

١٢١١۔ زادأبوداود عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلاَتٌ. (رواه أبوداود ٥٦٥)

ابوداؤد نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ زیادہ بیان کیا ہے: ''البتہ عورتیں جب نکلیں تو وہ باپردہ ہوں۔''

١٢١٢۔ وفي أخرى: فَقَالَ ابْنٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ وَاقِدٌ إِذَنْ يَتَّخِذْنَهُ دَغْلًا قَالَ فَضَرَبَ فِي

ایک دوسری روایت ہے: پس ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے کہا، جس کو واقد کہتے تھے: پھر تو عورتیں اس اجازت کو بہانہ بنائیں

(١٢٠٩) مسلم: ٤٤٢۔ بخاری: ٥٢٣٨۔ ترمذی: ٥٧٠۔ نسائی: ٧٠٦۔ ابوداؤد: ٥٦٨۔ ابن ماجہ: ١٦۔ احمد: ٦٤٠٨۔ دارمی: ١٢٧٨.

(١٢١٠) بخاری: ٩٠٠۔ مسلم: ٤٤٢۔ ترمذی: ٥٧٠۔ نسائی: ٧٠٦۔ ابوداؤد: ٥٦٨۔ ابن ماجہ: ١٦۔ احمد: ٦٤٠٨۔ دارمی: ١٢٧٨.

(١٢١١) مسلم: ٤٤٢۔ بخاری: ٨٦٥۔ ابوداؤد: ٥٦٦۔ ترمذی: ٥٧٠۔ نسائی: ٧٠٦۔ ابن ماجہ: ١٦۔ دارمی: ٤٤٢۔ احمد: ٤٥٠٨.

صَـدْرِهِ وَقَـالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ لاَ . (رواه مسلم ٤٤٢)

گی۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے میں تھپڑ رسید کیا اور کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔

١٢١٣ـ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰـهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلاَـةُ الْـمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا (رواه أبوداود ٥٧٠)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز اس کے گھر کے اندر زیادہ بہتر ہے اس کے برامدے میں نماز پڑھنے سے اور اس کی نماز برامدے میں زیادہ بہتر ہے اس کے گھر کے صحن کی نماز سے۔'' (ابوداؤد)

١٢١٤ـ ولـلـكبيـر نَحْوُهُ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامِ أَوْ مَسْجِدُ النَّبِيِّ . (رواه الطبراني في الكبير)

اور الکبیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت اس کی مثل مروی ہے اور اس میں مسجد مکہ اور مدینہ کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

١٢١٥ـ عَـنْ أُمِّ حُـمَيْـدٍ امْـرَأَـةِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّـاعِـدِيِّ أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَـقَالَتْ يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَـدْعَـلِـمْـتُ أَنَّكِ تُـحِبِّيْـنَ الـصَّلَاةَ مَعِيَ وَصَلَاتُكِ فِـيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِـيْ حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِـنْ صَلَاتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْـرٌ لَّكِ مِـنْ صَلَاتِكِ فِـي مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلَاتُكِ فِـيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ . (رواه أحمد: ٢٦٥٥٠)

سیّدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے علم ہے کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہے اور درحقیقت تیرے گھر میں تیری نماز بہتر ہے تیرے برامدے میں نماز پڑھنے سے۔ اور تیرے برامدے میں تیری نماز بہتر ہے گھر کے کھلے صحن میں نماز پڑھنے سے اور تیری نماز تیرے صحن میں زیادہ بہتر ہے تیری قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے اور تیری قوم کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے اس نماز سے جو تو میری مسجد میں پڑھے۔''

١٢١٦ـ عَـنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ

عمرہ رحمہ اللہ کہتی ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عورتوں نے جو

(١٢١٢) مسلم: ٤٤٢ـ بخاري: ٨٦٥ـ ابوداؤد: ٥٦٦ـ ترمذی: ٥٧٠ـ نسائی: ٧٠٦ـ ابن ماجه: ١٦ـ دارمی: ٤٤٢ـ احمد: ٤٥٠٨.

(١٢١٣) ابوداؤد: ٥٧٠ـ صحيح، البانی: ٥٣٣ـ ترمذی: ١١٧٣.

(١٢١٤) طبرانی کبیر ورجاله رجال الصحيح، هيثمی: ٢١١٣.

(١٢١٥) احمد: ٢٦٥٥٠ـ ورجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن سويد الانصاری وثقه ابن حبان.

(١٢١٦) بخاری: ٨٦٩ـ مسلم: ٤٥٤ـ ابوداؤد: ٥٦٩ـ احمد: ٢٥٤٥١ـ مؤطا: ٤٦٧.

لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ قُلْتُ لِعَمْرَةَ أَوْ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ (رواه البخاری، ٨٦٩)

جدید طور طریقے اختیار کیے ہیں ان کو اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئی تھیں تو عمرہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا اسرائیلی عورتیں منع کی گئی تھیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔

١٢١٧ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى مَاتَ. (رواه ابوداود ٤٦٢)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم یہ دروازہ عورتوں کے لیے چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا۔ نافع نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ تادم موت اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔(ابوداؤد)

١٢١٨ـ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَنْهٰى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ (رواه أبو داود: ٤٦٤)

نافع نے کہا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ باب النساء سے مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت کرتے تھے۔

شرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت زیبائش نمایاں نہ کرے اور مہک والی خوشبو نہ لگائے اور بھڑکیلا لباس نہ پہنے تو تمام نمازوں میں مسجد میں جاسکتی ہے، اسے اجازت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بنو اسرائیل کی عورتوں کی شرانگیزی بیان کی ہے انھوں نے لمبے لمبے جوتے تیار کروائے تھے اور مردوں پر جھانکتی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا مسجد میں آنا منع کر دیا تھا۔ (فتح الباری: ۲/۳۵۰)

بہرصورت یہ چیز پیدا ہونے کی وجہ سے ممانعت کا خیال ایک اندازہ تھا۔ جو کہ عورتوں کے مسجد میں جانے کے جواز پر پابندی کے لیے دلیل نہیں بن سکتا، اگر منع ہوتا تو جو کچھ پیدا ہونا تھا اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیتے، جبکہ ایسا کوئی حکم نہیں، بلکہ انہیں مسجد میں جانے کی اجازت دی ہے۔

تاہم جتنی زیادہ مخفی طور پر اندر والی جگہ میں عورت نماز پڑھے اس سے چونکہ فتنے کا خوف نہیں رہتا، اس کے بہتر ہونے میں انکار کی گنجائش نہیں۔

۲۔ حدیث یا قرآن کے مسئلہ کے خلاف اگر کوئی اپنی ضد کرتا ہے تو اس سے اس کے رجوع تک قطع کلامی کی جا سکتی ہے اور اولاد خواہ بڑی بھی ہو ان کی تربیت کو ضائع نہ کیا جائے۔

۳۔ مسجد میں آنے جانے کے لیے عورتوں کے لیے ایک علیحدہ دروازے کا انتخاب کیا جائے تا کہ عورتوں اور مردوں

(١٢١٧) ابوداؤد: ٤٦٢ـ صحيح، الباني: ٤٣٩.

(١٢١٨) ابوداؤد: ٤٦٤ـ ضعيف الباني: ٩٠.

کا آپس میں میل جول نہ ہو۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اتباع سنت کا جذبہ لائق اقتداء ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بات کا خاص اہتمام کیا تھا۔ افسوس مساجد میں اختلاطِ مرد وزن کا شریعت نے اتنا خیال رکھا ہے کہ یہ مرد اور خواتین نہ ملیں مگر یہ مسلمان بازاروں میں، فیکٹریوں اور تجارت گاہوں میں اور تعلیمی درسگاہوں میں اختلاط مرد وزن سے ذرہ برابر چونکتے نہیں۔

۱۲۱۹۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لاَ رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا . (رواه مسلم ٥٦٨)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مرد کو مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرتے سنے تو سننے والا کہے: اللہ تیری گمشدہ چیز واپس نہ کرے مسجدیں اس کام کے لیے نہیں تعمیر کی جاتیں۔''

۱۲۲۰۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلاً نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الأَحْمَرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ وَجَدْتُ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَابُنِيَتْ لَهُ . (رواه مسلم ، ٥٦٩)

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کیا اور کہا سرخ اونٹ کی طرف کس کو بلایا گیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے تیری چیز حاصل نہ ہو یقیناً مساجد تو تعمیر کی گئی ہیں جس کام کے لیے سو وہ اسی کے لیے تو بنائی گئی ہیں۔'' (مسلم)

شرح:......۱۔ ضَالّہ: گم شدہ حیوان کو کہتے ہیں، غیر حیوان اگر گم شدہ ہو تو اسے ضائع یا لقیط کہتے ہیں۔

تاہم حیوان ہو یا غیر حیوان گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنے کی ممانعت ہے، کیونکہ مساجد، ذکر الٰہی، نماز، دینی علم اور خیر پر بحث ومباحثہ کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں۔

یہ احادیث مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کے اعلان کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

یہ اس وعید سے باہر ہے کہ گم شدہ چیز والا مسجد کے باہر والے دروازے کے قریب بیٹھ جائے اور آنے جانے والوں سے گم شدہ چیز کے متعلق پوچھ گچھ کرے، یہ جائز ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۴۶)

راقم کا خیال ہے کہ آج کل لوگ جنازہ کی اطلاع یا گم شدہ بچوں کا اعلان مسجد میں کرتے ہیں، یہ سپیکر کی وجہ سے کرتے ہیں، مسجد کی وجہ سے نہیں کرتے۔ اس کے لیے یا کسی بھی گم شدہ چیز کے لیے مسجد کے قریب علیحدہ جگہ بنائیں جہاں سپیکر کا اعلان ہو تا کہ مسجد کا تقدس بھی بحال رہے اور لوگوں کی پریشانی بھی دور ہو سکے۔

(١٢١٩) مسلم: ٥٦٨۔ ترمذی: ١٣٢١۔ ابوداؤد: ٤٧٣۔ ابن اجه: ٧٦٧۔ احمد: ٩١٦١۔ دارمی: ١٤٠١.

(١٢٢٠) مسلم: ٥٦٩۔ ابن ماجه: ٧٦٥۔ احمد: ٢٢٥٣٥.

بہتر یہی ہے کہ فوتیدگی یا گم شدگی کا اعلان بھی مسجد میں نہ کیا جائے، اس کا علیحدہ ہی بندوبست کیا جائے۔ اگر کوئی سپیکر کی وجہ سے مجبور کرتا ہے اور وہ پریشان بھی ہے کہ بچہ گم کردہ ہے تو اس کا اعلان کرنے سے امید ہے حرام کا ارتکاب نہ ہوگا۔ باقی ہر معمولی یا غیر معمولی دنیاوی چیز کا اعلان مسجد میں کرنا حرام اور ان احادیث میں مذکور وعید کی زد میں آتا ہے۔

١٢٢١۔ عَنْ عَمْرُوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ وَأَنْ يُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ وَنَهَى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (رواه أبوداود: ١٠٧٩)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت سے، گمشدہ چیز کا اعلان کر کے پوچھنے سے، مساجد میں اشعار پڑھنے سے اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

١٢٢٢۔ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ بَنَى رَحْبَةً فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّى الْبُطَيْحَاءُ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَلْغَطَ أَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا أَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ فَلْيَخْرُجْ إِلٰى هَذِهِ الرَّحْبَةِ. (لمالك)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک طرف میں بیٹھنے کی جگہ کرائی اور اس کا نام بطیحاء لکھا اور کہا جو گفتگو کرنا چاہے یا اشعار پڑھنا چاہے یا اپنی آواز بلند کرنا چاہے تو وہ مسجد سے نکل کر اس جگہ چلا جائے۔"

شرح: ......١۔ مسجد میں ان اشعار کی ممانعت ہے جو فخریہ ہوں، یا تفنن طبع اور خوش طبعی کے لیے لغو قسم کے ہوں یا جن میں شرکیہ یا دین آزار باتیں ہوں یا عشقیہ کلام ہو جس سے اخلاق بگڑتے ہوں، یا یہ ہو کہ اتنے کثرت سے اشعار پڑھیں جائیں گے کہ مسجد مشاعرہ گاہ بن جائے۔ اگر حق کی حمایت میں اشعار ہوں، باطل کی مذمت میں ہوں، قواعد دین کی مضبوطی کے لیے ہوں اور نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی میں ہوں اور حد اعتدال میں رہ کر پڑھے جائیں تو ایسے اشعار مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔

٢۔ مسجد میں خرید و فروخت حرام ہے۔

٣۔ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے ایک حلقہ سا بنا کر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن لوگوں کو جلدی آنے کا حکم ہے اور یہ بھی حکم ہے وہ نوافل پڑھیں، ذکر الٰہی کریں، خطبہ خاموشی سے سنیں، یہ حلقہ بندی ان باتوں میں رکاوٹ بنتی ہے اور غفلت پیدا کرتی ہے۔ اس لیے حلقہ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

٤۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشعار کے لیے جو مسجد کے قریب چبوترہ بنوایا تھا وہ اس لیے نہ تھا کہ وہ اچھے اشعار بھی مسجد

(١٢٢١) ابوداؤد: ١٠٧٩۔ حسن، البانی: ٩٥٦۔ ترمذی: ٣٢٢۔ نسائی: ٧١٥۔ ابن ماجہ: ٧٤٩.

(١٢٢٢) مؤطا: ٤٢٤.

میں جائز تصور نہیں کرتے تھے بلکہ وہ انہیں مسجد میں جائز سمجھتے تھے۔

مگر لوگوں کا کثرت سے بیٹھنا اور مسجد میں باتیں کرنا اور اشعار دہرانا زیادہ شور کا باعث ہوتا تھا، انہوں نے احتیاطاً یہ جگہ بنائی تھی کہ مسجد کا تقدس جتنا بھی زیادہ ہو سکے وہ برقرار رہے۔ (شرح زرقانی: ۱/ ۳۵۷)

١٢٢٣ ـ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَن أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالاَ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْكُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (رواه البخاری ٤٧٠)

سائب بن یزید نے کہا: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی آدمی نے مجھے کنکر مارا۔ میں نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے اور انہوں نے کہا: جا کر دو افراد کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ میں ان دونوں کو ان کے پاس لے آیا۔ اور انہوں نے کہا: تم دونوں کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا اس لیے کہ تم دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کی ہے۔ (بخاری)

شرح: ......اگر کسی دینی غرض سے مسجد میں آواز بلند ہو تو جائز ہے، اگر دینی غرض نہیں اپنی باتوں کی وجہ سے آواز بلند کی جائے تو اس پر سخت وعید ہے اور ایسا کرنے والوں کو روکا جائے اگر باز نہ آئیں تو ان سے سختی سے باز پرس کی جائے۔ (فتح الباری: ۱/ ۵۶۱)

١٢٢٤ ـ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا رفعته: وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّى لاَ أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلاَ جُنُبٍ. (رواه أبوداود ،٢٣٢)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھروں کو مسجد کی طرف سے دوسری جانب پھیر دو، میں مسجد میں حائضہ کے گذرنے کو جائز نہیں کرتا۔“ (ابوداؤد)

١٢٢٥ ـ عَنْ أَبِىْ ذَرٍّ قَالَ أَتَانِىْ نَبِىُّ اللّٰهِ وَأَنَا نَائِمٌ فِى الْمَسْجِدِ فَضَرَبَنِىْ بِرِجْلِهِ قَالَ أَلاَ أَرَاكَ نَائِمًا فِيْهِ قُلْتُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ غَلَبَتْنِىْ عَيْنِى . (رواه الدارمی ١٣٩٩)

سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے پاس اللہ کے نبی ﷺ آئے اس حال میں کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا پس آپ نے مجھے پاؤں کے ساتھ مارا اور فرمایا: میں تجھے مسجد میں سویا نہ دیکھوں۔ میں نے عذر پیش کیا مجھے نیند کا غلبہ ہو گیا۔

(١٢٢٣) بخاری: ٤٧٠.

(١٢٢٤) ابوداؤد: ٣٢٣۔ ضعیف، البانی: ٤٠.

(١٢٢٥) دارمی: ١٣٩٩۔ احمد: ٢٠٨٧٤.

١٢٢٦ ـ عَـنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَـقُوْلُ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ فِي الْـمَسْـجِدِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ إِلَى غَيْـرِهِ . (رواه أبـوداود ١١١٩)قُلْتُ: أخرجه فـي الأصـل في الجمعة . للترمذي فقط بِزِيَادَةِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ أَحَدُكُمْ .

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: جب تم میں سے کسی کو مسجد میں اونگھ آ جائے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ تبدیک ہو جائے۔" (ابوداؤد) میں کہتا ہوں اس حدیث کو ترمذی نے باب جمعہ میں ذکر کیا ہے اور لفظ احدکم کے بعد یوم الجمعہ کا لفظ زائد بیان کیا ہے)

١٢٢٧ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَرَ قَالَ كُنَّا نَنَامُ عَلَى عَهْـدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِـي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شُبَابٌ . (رواه الترمذي ٣٢١ ويأتي لغيره مطولا)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد میں سویا کرتے تھے جب کہ ہم جوان تھے۔" (اسے ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کے غیر کی مطول روایت آ رہی ہے)

شـرح: ...... صحیح ترین موقف یہی ہے کہ مسجد میں سونے کی اجازت ہے، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مسجد میں سونا مکروہ ہے۔ لیکن جمہور سلف سے مسجد میں سونے کی اجازت منقول ہے۔ (تحفۃ الاحوذی:١/ ٢٦٦)

١٢٢٨ ـ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَـلْـعَبُـوْنَ فِـي الْـمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتُـرُنِـيْ بِـرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ . وَيَأْتِيْ مُـطَـوَّلًا وَكَـذَا حَـدِيْـثُ رُبـطَ ثُمَـامَةُ فِي الْمَسْجِدِ . (رواه البخاري ٤٥٥)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے کے دروازے پر ہیں اور اہل حبشہ مسجد کے دالان میں کھیل رہے ہیں۔ شیخین۔ اور عنقریب یہ روایت طویل صورت میں آئے گی اور اسی طرح ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو مسجد میں باندھنے کی روایت بھی آئے گی۔

شرح: ......١۔ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی دین اور اہل دین کے لیے مفید مشق ہے۔

بعض اسے منسوخ قرار دیتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿فِيْ بُيُوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾ (النور: ٣٦) "گھروں میں اللہ نے اجازت دی ہے کہ ان میں اللہ کا ذکر بلند کیا جائے۔"

(١٢٢٦) ابوداؤد: ١١١٩ـ صحيح، الباني: ٩٩٠ـ ترمذی: ٥٢٦ـ احمد: ٤٨٦٠.

(١٢٢٧) ترمذی: ٣٢١ـ صحيح، البانی: ٢٦٤ـ بخاری: ٧٠٢٩ـ نسائی: ٧٢٢ـ ابن ماجه: ٣٩١٩ـ احمد: ٦٢٩٤ـ دارمی: ٢١٥٢.

(١٢٢٨) بخاری: ٤٥٥ـ مسلم: ٨٩٢ـ نسائی: ١٥٩٧ـ ابن ماجه: ١٨٩٨ـ احمد: ٢٥٧٩٦.

اور ایک حدیث سے بھی منسوخ کہا جاتا ہے کہ اپنے بچوں اور دیوانوں کو مسجدوں سے دور رکھو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث تو ضعیف ہے، اس سے اور آیت سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور نہ تاریخ ہی ثابت ہوتی ہے کہ جس سے اسے منسوخ قرار دیا جائے۔

۲۔ یہ بھی پتہ چلا کہ جائز کھیل دیکھنا ثابت ہے۔

۳۔ اس سے نبی ﷺ کا اپنی اہلیہ کے ساتھ حسن خلق اور اچھی گزران کا بھی علم ہوتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی دلی الفت اور ان کی عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۴۔ جب خطرہ نہ ہو تو عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ (فتح الباری: ا/ ۵۴۹)

۱۲۲۹۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ (رواه الترمذي ٣٨٦)

سیّدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو بنائے اور پھر وہ مسجد کی طرف جانے کے ارادے سے نکل کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں سے تشبیک نہ کرے پس وہ نماز کی حالت میں ہے۔''

شرح: ......ا۔ اچھا وضو کرنے سے مراد ہے کہ مسنون طریقہ سے اعضاء دھوئے، صحیح نیت اور حاضر دل ہو کر وضو کرے اور گھر سے مسجد کی جانب روانہ ہو۔

۲۔ انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے، یہ پابندی واپس گھر آنے تک ہے۔ اس کی ممانعت اس لیے ہے کہ جب آدمی گھر سے نماز کی نیت سے نکلتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے، واپس آنے تک اسے نمازی کا اجر ملتا رہتا ہے۔

ایک اعتراض کہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب نماز کی چار کی بجائے دو رکعات پڑھائی تھیں تو ایک تنے پر انگلیوں میں انگلیاں ڈالے کھڑے تھے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مثال دی تھی کہ مسلمان اس طرح ہوتے ہیں۔ یہ حدیث اور یہ دونوں احادیث آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ اس کا بہت عمدہ حل پیش کرتے ہیں، جن احادیث میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کا ثبوت آیا ہے، وہ ضرورت کے تحت ہے مسئلہ سمجھانے کے لیے اجازت ہے۔

مگر عادتاً اور بے کار انداز پر ممانعت ہے جیسا کہ زیر شرح حدیث میں آیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ا/ ۳۰۰)

(۱۲۲۹) ترمذی: ۳۸٦۔ صحیح، البانی: ۳۱٦۔ ابوداؤد: ٥٦٢۔ ابن ماجه: ۹٦٧۔ احمد: ۱۷٦٦٤۔ دارمی: ۱٤٠٦.

۱۲۳۰۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ . (لأبي داود والترمذي ٥٩٤ مفسرا لِلدُّوْرِ بِالْقَبَائِلِ)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ ان کو صاف و پاک رکھا جائے۔'' (ابوداوٗد و ترمذی نے اس کو قبائل کے محلوں کی تفسیر کے ساتھ روایت کیا ہے)

شــرح: ......۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے اپنے محلّہ میں مسجدیں قائم کریں۔

وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات ایک محلّہ والوں کے لیے دوسرے محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے میں مشقت محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ سستی کرتے ہیں اور مسجد میں نماز کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے ہر محلّہ میں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ یہ محرومی نہ رہے۔

یہ خیال رہے کہ ایسے انداز پر محلوں میں مساجد کی تعمیر ہو کہ نقصان کا باعث نہ ہوں۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو مساجد کی تعمیر کا حکم دیا تھا، ساتھ کہا تھا کہ نقصان نہ ہو، ایسے انداز پر تعمیر کی جائیں یعنی تفرقہ پیدا نہ ہو اور جب تک ایک مسجد کی توسیع نمازیوں کے لیے کافی ہو، تب تک دوسری مسجد تعمیر نہ کی جائے بلکہ حسب ضرورت تعمیر کی جائیں۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۵۹)

۲۔ مساجد کو گندگی وغیرہ سے صاف رکھا جائے۔ عطریات اور خوشبویات سے معطر رکھا جائے تاکہ لوگ پرسکون ماحول میں مصروف عبادت ہوں۔

۱۲۳۱۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ . (رواه أبوداود ٤٤٩)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد کی تعمیر پر فخر کرنے لگیں گے۔'' (ابوداود)

۱۲۳۲۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ . (رواه النسائي ٦٨٩)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی شرائط میں سے ہے کہ لوگ مساجد کی تعمیر پر فخر کرنے لگیں گے۔''

(۱۲۳۰) ابوداؤد: ٤٥٥۔ ترمذی: ٥٩٤۔ صحیح، البانی: ٤٨٧۔ ابن ماجه: ٧٥٩.

(۱۲۳۱) ابوداؤد: ٤٤٩۔ صحیح، البانی: ٤٣٢۔ نسائی: ٦٨٩۔ ابن ماجه: ٧٣٩۔ احمد: ١٣٦٠٦۔ دارمی: ١٤٠٨.

شـــرح: ......۱۔ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے معجزہ کا ذکر ہے جو کہ قرب قیامت ظاہر ہوگا اور قیامت کی علامت بن کر نمودار ہوگا اور آج اس کی صداقت آشکارا ہے۔

۲۔لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے زبانی یا عملی طور پر، عملی یہ کہ ہر ایک اپنی مسجد کی زیبائش و آرائش اور بناؤ سنگار میں انتہائی حد سے گزر جائے گا اور تعمیر کا انوکھا پن اختیار کرے گا اور پھر اسے قابل فخر تصور کرے گا، زبانی فخر یہ ہے کہ مسجدوں میں بیٹھ کر یہ اندازِ گفتگو ہوگا کہ ہماری مسجد بہت بلند وبالا ہے، یہ بہت مزین ہے، یہ بہت وسیع ہے، یہ بہت دلرباء ہے مقصد ہوگا ریاکاری کرنا اور مدح سرائی سننا، وغیرہ۔ (اعاذنا اللہ منہ)

۱۲۳۳۔ عَـنْ قَيْـسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيْهِ طَلْقِ بْـنِ عَـلِـيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّ بِأَرْضِنَا بِيْعَةً لَـنَـا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طُهُوْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَـوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهُ فِيْ إِدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَـقَـالَ اخْـرُجُـوْا فَإِذَاأَتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بَيْـعَتَـكُـمْ وَانْـضَـحُـوْا مَـكَـانَهَا بِهَذَا الْمَاءِ وَاتَّـخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا إِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَالْحَرَّ شَـدِيْـدٌ وَالْمَاءُ يَنْشُفُ فَقَالَ مُدُّوْهُ مِنَ الْمَاءِ فَـإِنَّهُ لَا يَزِيْدُهُ إِلَّا طِيْبًا فَخَرَجْنَا حَتَّى قَدِمْنَا بَـلَـدَنَـا فَـكَسَرْ نَا بِيْعَتَنَا ثُمَّ نَضَحْنَا مَكَانَهَا وَاتَّخَذْنَا هَا مَسْجِدًا فَنَادَيْنَا فِيْهِ بِالأَذَان قَالَ وَالـرَّاهِـبُ رَجُـلٌ مِـنْ طَـيْءٍ فَـلَـمَّـا سَمِعَ الأَذَانَ قَـالَ دَعْوةُ حَقٍ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ تَلْعَةً مِنْ تِلاَعِنَا فَلَمْ نَرَهُ بَعْدَ . (رواه النسائی ۷۰۱)

سیّدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم وفد بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور آپ کو خبر دی کہ ہمارے علاقے میں گرجا ہے۔ پس آپ ﷺ ہمیں اپنے وضو کا بچا پانی عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا اور آپ ﷺ نے کلی کی، پھر اس پانی کو ایک برتن میں ڈال کر ہمیں دیا اور فرمایا: نکل چلو۔ جب تم اپنے علاقہ میں جاؤ تو گرجا منہدم کر کے توڑ دو اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو اس جگہ پر مسجد بناؤ۔ ہم نے عرض کی: ہمارا علاقہ دور ہے اور گرمی شدید ہے اور پانی اڑ جاتا ہے۔ فرمایا: ''پانی مزید ڈال کر اضافہ کر دیا کرو اس میں برکت زیادہ ہی ہوتی جائے گی۔''

۱۲۳۴۔ عَـنْ عُثْـمَــانَ بْـنِ أَبِـيْ الْعَـاصِ

سیّدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے کہ

(۱۲۳۲) نسائی: ۶۸۹۔ صحیح، البانی: ۶۶۵۔ ابن ماجہ: ۷۳۹۔ احمد: ۱۳۶۰۶۔ دارمی: ۱۴۰۸.

(۱۲۳۳) نسائی: ۷۰۱۔ صحیح الاسناد: ۶۷۷.

(۱۲۳۴) ابوداؤد: ۴۵۰۔ ضعیف، البانی: ۸۳۔ ابن ماجہ: ۷۴۳.

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ . (رواه أبوداود ٤٥٠)

نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ طائف کی مسجد وہاں بنائیں جہاں پر ان کے بت ہیں۔

شـــرح: ......١۔ یہ وفد چھ افراد پر مشتمل تھا، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی، توحید و رسالت پر اور آپ کی اطاعت کرنے پر۔

٢۔ جب یہ وفد واپس اپنے علاقے میں جانے لگا تو اس نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اپنے وضو کا بچا ہوا پانی دے دیجئے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے اعضاء مبارک سے گرنے والے پانی کا مطالبہ کیا تھا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وضو سے فراغت کے بعد جو پانی بچا تھا وہ مانگا تھا، وہ بھی آپ نے دیا اور مزید برکت کے لیے اس میں کلی کی تا کہ سراپائے برکت بن جائے اور خشک ہونے کی صورت میں مزید پانی ملانے کا حکم دیا تا کہ اور پاکیزہ ہو جائے۔

٢۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی باقی چھوڑی چیز سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور اپنے شہر میں اسے منتقل کرنا بھی جائز ہے۔

٣۔ گرجا گھر یا بت خانے توڑ کر مساجد کی صورت میں تعمیر کرنے کے بعد انہیں جائے نماز بنانا جائز ہے۔ (مرعاة: ٢/ ١٥٨)

١٢٣٥۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ (رواه أبوداود ٤٧٢)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو شخص مسجد کو جس کام کے لیے گیا اس کا وہی حصہ ہے۔" (ابوداوٗد)

شرح: ......اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ (بخاری)

یعنی جو مسجد میں دنیاوی غرض سے آئے گا اس کے حصہ میں وہی آئے گا جو اخروی مقصد کے لیے آئے گا اسے وہی حاصل ہوگا، اس لیے مسجد میں آتے ہوئے نیک نیت رکھیں۔ کوئی دنیوی غرض نہ ہو، کہ چلو ساتھی جا رہے ہیں ہم بھی چلے جاتے ہیں ایسا نہ ہو۔ بلکہ یہ نیت ہو نماز پڑھوں گا، اعتکاف کروں گا، علمی استفادہ کروں گا یا دوسروں کو علمی بات پہنچاؤں گا۔ وغیرہ

١٢٣٦۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیماری میں فرمایا جس کے بعد آپ ﷺ کھڑے نہیں

(١٢٣٥) ابوداؤد: ٤٧٢۔ حسن، البانی: ٤٤٧.

(١٢٣٦) بخاری: ١٣٩٠۔ مسلم: ٥٣١۔ نسائی: ٧٠٣۔ احمد: ٢٥٨١٨۔ دارمی: ١٤٠٣.

يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ لَوْلاَ ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُتَّخِذَ مَسْجِدًا . (رواه البخاری ۱۳۹۰)	ہوئے: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔'' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو اونچا کیا جاتا مگر آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ اس کو سجدہ گاہ بنایا جائے گا۔

شرح: ......۱۔ نبی اکرم ﷺ دنیا سے کوچ کرنے والے تھے تو آپ کو فکر لاحق ہوئی کہیں میری امت یہود ونصاریٰ کی مانند میری قبر کی تعظیم شروع نہ کرے اس لیے ان کی مذمت بیان کی اور یہود ونصاریٰ کے اس فعل پر لعنت کرنے سے اس عمل بد کی شدید حرمت بیان کی کہ امت ڈر جائے اور اسی کا اثر تھا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کو محفوظ کر دیا گیا تھا۔

۲۔ آپ ﷺ نے ان پر لعنت کی وجہ بھی بتا دی کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔

۳۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نہ تو قبروں پر بیٹھیں، نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، اور نہ ان کے اوپر نماز پڑھیں...... کسی نبی یا صالح آدمی کی قبر کے پڑوس میں مسجد بنانا اور اس کے قریب نماز پڑھنا اور اس سے مدد حاصل کرنا وغیرہ یہ سب غلط اور شرک کی راہ ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت میں سے کسی کو کسی بھی قبر سے فیض حاصل کرنے، مدد طلب کرنے، مجاور بننے اور تبرک حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اہل قبور کو سلام کہا جائے، ان کے لیے دعا واستغفار کیا جائے۔ اور عبرت حاصل کی جائے۔ اس کے علاوہ قبر والوں سے مدد مانگنا، تبرک حاصل کرنا اور فیضیاب ہونے کا دعویٰ کرنا شرک ہے، اور حرام ہے۔

۴۔ ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ یہودیوں میں تو بہت سارے انبیائے کرام آئے تھے اور فوت بھی ہوئے تھے۔ انہوں نے تو انبیائے کرام کی قبروں کو مسجدیں بنایا، جبکہ عیسائیوں کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ ابھی زندہ ہیں ان کی تو قبر نبی ہی نہیں انہوں نے کیسے قبر کو مسجد بنا لیا۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو عیسائیوں کے لیے خاص نبی بن کر تشریف لائے مگر عمومی طور پر بنی اسرائیل کے انبیائے کرام دونوں فریق یعنی یہودی اور عیسائی دونوں کے لیے ہوتے تھے۔ اس کی وجہ سے حدیث میں یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کو بھی انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنانے میں شامل کیا گیا ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۱۵۱، ۱۵۲)

۱۲۳۷۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا	عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! میری قبر کو ایسا بت نہ بنا جس کی عبادت کی

(۱۲۳۷) مؤطا: ٤١٦۔ مرسل ہے۔ شرح زرقانی میں مرفوع آتی ہے۔ ۱/ ۳۵۱.

يُعْبَدْ (رواه مالك . ٤١٦)

جائے۔'' (مالک)

شــرح: ......لوگ چونکہ بت کی بہت تعظیم کرتے ہیں، اسے سجدہ کرتے ہیں، بار بار اس کی زیارت کرتے ہیں، جیسا کہ آج کل مزارات پر بھی ہو رہا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی جس میں حد درجہ کی تواضع ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے بندگی کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی ہستی کو شریک کرنے پر آپ ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی ہے۔

اور یہ دعا آج تک مقبول ہے، اللہ تعالیٰ نے توحید پرستوں کی حکومت کے ذریعے آپ کی اس دعا کو مزید تحفظ فراہم کر دیا ہے۔

١٢٣٨ ۔ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوْ لاَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ نَبْغِيْ نَزِيْدُ . فِيْ مَسْجِدِنَا مَازِدْتُ فِيْهِ . (رواه أحمد ٣٣٢)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ آپ نے فرمایا: مناسب ہے کہ ہم اپنی مسجد میں وسعت کریں تو میں وسعت اور اضافہ ہرگز نہ کرتا۔ (احمد)

١٢٣٩ ۔ وَقَالَ عَمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوْلاَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّا نُرِيْدُ أَنْ نَزِيْدَ فِيْ قِبْلَتِنَا . (أبو يعلى الموصلى)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سن رکھا ہوتا کہ ہم قبلہ کی طرف کو مسجد میں اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

١٢٤٠ ۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ: لَوْلا أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ اَزِيْدَ فِي قِبْلَتِكُمْ . (رواه البزار بلين ٤٠٧)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہ سن رکھا ہوتا کہ آپ نے فرمایا: ''میں ارادہ کرتا ہوں کہ تمہارے قبلے کی جانب مسجد میں اضافہ کر دوں۔''

١٢٤١ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اَلْمَسَاجِدُ بُيُوْتُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ تُضِيْءُ لِأَهْلِ

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مسجدیں زمین پر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، وہ آسمان والوں کے لیے اس طرح روشن ہوتے ہیں جیسے

(١٢٣٨) احمد: ٣٣٢۔ ابو يعلى، وفيه عبدالله العمرى وثقه احمد وغيره واختلف فى الاحتجاج به۔ هيثمى: ١٩٦١.

(١٢٣٩) ابو يعلى موصلى، احمد بزار، وفيه عبدالله العمرى وثقه احمد، وغيره واختلف فى الاحتجاج به واسناد احمد منقطع بين نافع وعمر۔ هيثمى: ١٩٦١.

(١٢٤٠) بزار: ٤٠٧۔ احمد: اور ابو يعلى والبزار وفيه عبدالله العمرى وثقه احمد، وغيره واختلف فى الاحتجاج به واسناد احمد منقطع بين نافع وعمر۔ هيثمى: ١٩٦١.

(١٢٤١) طبرانى كبير، ورجاله موثقون، هيثمى: ١٩٣٤.

السَّمَآءِ كَمَا تُضِيءُ نُجُوْمُ السَّمَآءِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ (رواه الطبراني في الكبير)

اہل زمین کے لیے آسمان کے ستارے روشن ہیں۔'' (الکبیر)

١٢٤٢ ـ عَنْ زَيْدِبْنِ عِيْسَى الْخُزَاعِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بُنِيَتْ مَسْجِدُ صَنْعَآءَ فَاجْعَلْهُ عَنْ يَمِيْنِ جَبَلٍ يُقَالُهُ صير. (رواه الطبراني في الأوسط)

سیّدنا زید بن عیسی الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''جب تو صنعاء میں مسجد بنائے تو اس پہاڑ کے دائیں طرف تعمیر کرنا جس کو صیر کہا جاتا ہے۔'' (الاوسط)

١٢٤٣ ـ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيْبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى الدَّارِ الشَّاسِعَةِ كَفَضْلِ الغَازِيْ عَلَى القَاعِدِ. (رواه أحمد ٢٢٧٧٦ بلين)

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھر کی فضیلت جو مسجد کے قریب ہو اس گھر پر جو مسجد سے دور ہو ایسی ہے جیسے غازی کی فضیلت بیٹھنے والے پر ہے۔'' (احمد کمزور سند کے ساتھ)

١٢٤٤ ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: نُهِيْنَا أَنْ نُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ مُشَرَّفٍ. (البزار)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمیں بلند مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔'' (البزار)

١٢٤٥ ـ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِيْ: مَتَى يُصَلِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى هَذَا الْجَرِيْدِ؟ فَجَمَعُوْالَهُ دَنَانِيْرَ فَأَتَوْبِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوْا: نُصْلِحُ هَذَا الْمَسْجِدَ وَنُزَيِّنُهُ فَقَالَ: لَيْسَ لِيْ رَغْبَةٌ عَنْ أَخِيْ مُوْسٰى، عَرِيْشٌ كَعَرِيْشِ مُوْسٰى. (رواه الطبراني في الكبير بلين)

سیّدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ انصار رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں سے تعمیر شدہ مسجد میں کب تک نماز ادا کرتے رہیں گے۔ پس انہوں نے دینار جمع کیے اور لے کر حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اس مسجد کو عمدہ طور پر تعمیر کر کے اس کو مزین کر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے بے رغبتی ہرگز نہیں ہے یہ چھپر ہی بہتر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی مانند ہے۔'' (الکبیر)

١٢٤٦ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(١٢٤٢) طبراني اوسط، واسناده حسن، هيثمي: ١٩٦٦.

(١٢٤٣) احمد: ٢٢٧٧٦ـ وفيه ابن ليعهه وفيه كلام، هيثمي: ١٩٨٥.

(١٢٤٤) البزار، وفيه ليث بن ابي سليم وهو ثقة، ولكنه مدلس، هيثمي: ١٩٨٦.

(١٢٤٥) طبراني كبير وفيه عيسى ابن سنان ضعفه احمد وغيره، هيثمي: ١٩٨٨ـ ووثقه العجلي وابن حبان وابن خراش في رواية.

(١٢٤٦) بزار، طبراني اوسط، فيه يوسف بن خالد السمتي وهو ضعيف، هيثمي: ٢٠١٤.

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمُ الْقَمْلَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَدْفُنْهَا (رواه البزار)

''جب تم میں سے کوئی انسان مسجد میں جوں دیکھے تو اس کو زمین میں دفن کر دے۔'' (بزار)

١٢٤٧۔ وزاد في الأوسط بضعف: أَوْ لِيُمِطْهَا عَنْهُ.

صاحب الاوسط نے ضعیف سند کے ساتھ یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں: ''یا مسجد سے اس کو دور کر دے۔''

١٢٤٨۔ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الأَنْصَارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا وَجَدَأَحَدُكُمْ القَمْلَةَ فِي ثَوْبِهِ فَلْيَصُرَّهَا وَلاَ يُلْقِيْهَا فِي الْمَسْجِدِ. (رواه أحمد ، ، ٢٢٩٧٤)

ایک انصاری صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے کپڑے میں جوں پائے تو اس کو وہاں سے اُٹھائے اور اس کو مسجد میں نہ ڈالے۔''

١٢٤٩۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنَا فَتَحَدَّثَ عِنْدَنَا فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيْثِهَا قَالَتْ: وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَا جِيْبِ رَبِّنَا. أَلاَإِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ فَلَمَّا أَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَيْرِيَّةٌ لِبَعْضِ أَهْلِيْ وَعَلَيْهَا وِشَاحٌ مِنْ أَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْهَا فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِ الْحُدَّيَا وَهِيَ تَحْسِبُهُ لَحْمًا فَأَخَذَتْهُ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهِ فَعَذَّبُوْنِي حَتَّى بَلَغَ مِنْ أَمْرِيْ أَنَّهُمْ طَلَبُوْا فِي قُبُلِي فَبَيْنَا هُمْ حَوْلِي وَأَنَا فِيْ كَرْبِيْ إِذَأَقْبَلَتِ الْحُدَّيَا حَتَّى وَازَتْ بِرُؤُسِنَا ثُمَّ أَلْقَتْهُ فَأَخَذُوْهُ فَقُلْتُ لَهُمْ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی عرب قبائل کی عورت نے اسلام قبول کیا۔ اس کی مسجد کے صحن میں جھونپڑی تھی۔ وہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اور باتیں کرتی تھی۔ جب اپنی گفتگو سے فارغ ہوتی تو کہتی وشاح کا دن ہمارے رب کے عجائبات میں سے ہے مگر یہ بھی ہے کہ اس دن نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دیدی۔ جب اس نے اس بات کا بار بار تذکرہ کیا تو ایک دن میں نے کہا وشاح کا دن کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے خاندان کی ایک لڑکی گھر سے باہر گئی اور اس نے چمڑے کا حمیل پہن رکھا تھا اور وہ اس سے گر گیا اور اس پر چیل جھپٹ پڑی اور گوشت سمجھ کر لے گئی تو لوگوں نے میرے اوپر الزام لگایا اور انہوں نے مجھے سزا دے کر اس قدر اذیت دی کہ میرے پردے کے مقام میں بھی تلاش کیا۔ پھر وہ میرے آس پاس جمع ہی تھے اور میں تکلیف میں مبتلا تھی اور اس وقت چیل سامنے آئی اور ہمارے سروں پر برابر آ کر اس نے (وشاح)

(١٢٤٧) بزار، طبرانی اوسط، فيه يوسف بن خالد السمتى وهو ضعيف، هيثمى: ٢٠١٤.

(١٢٤٨) احمد: ٢٢٩٧٤۔ ورجاله موثقون، هيثمى: ٢٠١٦.

(١٢٤٩) بخارى: ٣٨٣٥.

هٰـذَا الَّـذِيْ اتَّهَـمْتُمُوْنِي بِهِ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ. (رواه البخاری ۳۸۳۵)

حمیل پھینک دیا اور لوگوں نے اُٹھایا تو میں نے کہا یہ ہے وہ چیز جس پر تم نے مجھے الزام لگایا اور میں اس سے بری الذمہ ہوں۔'' (بخاری)

شـرح: ......ایک مسلمان مرد ہو یا عورت ہو اگر اس کا گھر نہ ہو تو وہ مسجد میں رات رہ سکتا ہے، دو پہر بھی گزار سکتا ہے بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو، اور سائے کے حصول کے لیے مسجد میں خیمہ بھی لگا سکتے ہیں۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی کو کسی شہر یا ملک میں محنت اور آزمائش سے دو چار ہونا پڑے تو وہاں سے بہتر جگہ کی طرف نقل مکانی کرے تو یہ بہت مفید ہے جیسا کہ اس عورت کو فائدہ حاصل ہوا کہ وہ کفر سے نکل کر اسلام میں آ گئی۔

۳۔ اس میں کفرستان سے ہجرت کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔

۴۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ مظلوم کی دعا اللہ تعالیٰ جلدی قبول کرتے ہیں۔ (فتح الباری: ۱/ ۵۳۵)

۱۲۵۰۔ عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ احْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ. قَالَ مُسْلِمٌ فِيْ كِتَابِ التَّمْيِيْزِ: أَخْطَاءَ ابْنُ لَهِيْعَةَ إِنَّمَا احْتَجَرَ أَيْ اِتَّخَذَ حُجْرَةً (رواه أحمد ۲۱۰۹۸)

سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں سینگ لگوایا۔ مسلم نے کتاب التمیز میں کہا ہے: ابن لہیعہ غلطی کی ہے یقیناً یہ لفظ احتجر ہے، یعنی حجرہ بنایا۔

۱۲۵۱۔ عَـنْ أَبِـيْ الْـعَـالِيَةِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ حَـفِظْتُ لَكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ فِي الْمَسْجِدِ. (رواه أحمد، ۲۲۵۷۹)

ابوالعالیہ کو ایک صحابی نے کہا کہ میں نے تیری خاطر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث محفوظ رکھی ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں وضو کیا ہے۔ (احمد)

۱۲۵۲۔ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا شِوَاءً وَنَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَمْ نَزِدْ عَلٰى اَنْ مَسَحْنَا بِالْحَصْبَاءِ. (للكبير بلين)

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھونا ہوا گوشت کھایا جب کہ ہم مسجد میں تھے اور پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو ہم نے اس سے بڑھ کے مزید نہیں کیا کہ مٹی سے ہاتھ صاف کر لیے۔ (الکبیر بسند ضعیف)

(۱۲۵۰) احمد: ۲۱۰۹۸۔ وفيه ابن ليعهه وفيه كلام، هيثمی: ۲۰۱۸.

(۱۲۵۱) احمد: ۲۲۵٦۹۔ واسناده حسن، هيثمی: ۲۰۱۹.

(۱۲۵۲) طبرانی كبير، وفيه ابن ليهعه وفيه كلام، هيثمی: ۲۰۲۰.

١٢٥٣ ـ عَنْ أَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَتَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بَيْتَهٗ بِالرُّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ، إِلَى الْجَنَّةِ. (للكبير والأوسط والبزار)

سیّدنا ابودردا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''مسجد متقی انسان کا گھر ہے اور جس کا مسجد گھر ہو اس پر فرصت کا، رزق کا اور پل صراط سے گذار کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی طرف لے جانے کا ضامن خود اللہ تعالیٰ ہے۔'' (الکبیر، الاوسط، اور البزار)

شرح: ......اس حدیث میں مسجد کو تقویٰ، امن وامان اور راحت وآرام کا گھر قرار دیا گیا ہے اور رضائے الٰہی کی شاہراہ کا مسجد کو محور قرار دیا گیا ہے۔

دنیا والو! شیطانی مراکز یعنی رقص وسرور کے بے قرار مقامات اور قحبہ خانوں کی بدبودار جگہوں کو چھوڑ کر مسجدوں میں قدم رنجہ فرما ہو جاؤ اگر راحت چاہتے ہو۔

١٢٥٤ ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ أَوْ تَادًا الْمَلائِكَةُ جُلَسَاؤُهُمْ إِنْ غَابُوْيَفْتَقِدُوْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْاعَادُوْهُمْ وَإِنْ كَانُوْا فِي حَاجَةٍ أَعَانُوْهُمْ وَقَالَ ﷺ جَلِيْسُ الْمَسْجِدِ عَلَى ثَلاثِ خِصَالٍ أَخٍ مُسْتَفَادٍ أَوْ كَلِمَةٍ مُحْكَمَةٍ أَوْ رَحْمَةٍ مُنْتَظِرَةٍ. (رواه أحمد ٩١٤٣ . بلين)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مساجد کے لیے کچھ لوگ میخوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے ہم نشین ملائکہ ہوتے ہیں اگر وہ انسان غیر حاضر ہوں تو فرشتے ان کو تلاش کر لیتے ہیں اور وہ بیمار ہوں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی ضرورت میں مصروف ہوں تو فرشتے ان سے تعاون کرتے ہیں۔ مسجد میں بیٹھنے والے تین خوبیوں میں سے ایک خوبی کے حامل ہوتے ہیں۔ فائدہ حاصل کرنے والا، محکم کلمہ حاصل کرنے والا یا رحمت کا انتظار کرنے والا۔'' (احمد سند کمزور)

١٢٥٥ ـ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ أَنَّ نَبِيَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ فَإِيَّاكُمْ

سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے لیے بھیڑیا شیطان ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہے اور بھیڑیا اکیلی بکری اور دور رہنے والی بکری کو پکڑتا

(١٢٥٣) طبرانی کبیر، والاوسط، والبزار۔ وقال اسناده حسن، قلت، ورجال البزار كلهم صحيح، هيثمی: ٢٠٢٦.

(١٢٥٤) احمد: ٩١٤٣۔ وفيه ابن لهيعه وفيه كلام، هيثمی: ٢٠٢٥.

(١٢٥٥) احمد: ٢١٥٢٤۔ والعلاء بن معاذ، لم يسمع من معاذ، هيثمی: ٢٠٣٣

وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ وَالْمَسْجِدِ. (رواه أحمد ، ٢١٥٢٤)

ہے پس تم گھاٹیوں میں جانے سے جدا جدا رہنے سے بچتے رہو جماعت، عام لوگ اور مسجد کو لازم پکڑے رکھو۔'' (احمد)

١٢٥٦۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّهُ رَأٰى قَوْمًا قَدْ أَسْنَدُوْا ظُهُوْرَهُمْ إِلٰى قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ بَيْنَ اَذَانِ الْفَجْرِ وَالْإِقَامَةِ، فَقَالَ: لاَ تَحُوْلُوْا بَيْنَ الْمَلَآئِكَةِ وَبَيْنَ صَلاَتِهَا. (للكبير ٨٩٤٣)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک قوم کو دیکھا انہوں نے فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان مسجد کی قبلہ کی دیوار سے اپنی پشت لگا رکھی تھی۔ پس انہوں نے کہا لوگو! تم فرشتوں اور ان کی نماز کے درمیان حائل نہ بنو۔'' (الکبیر)

شرح: ......اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے بعد اور جماعت کے درمیان والے وقفہ میں قبلہ کی جانب پشت کر کے نہ بیٹھا جائے۔

١٢٥٧۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِهٖ وَلاَ يُتَتَّبَعُ الْمَسَاجِدُ. (رواه الطبراني في الكبير ١٣٣٧٣ . والأوسط)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھا کرے اور مختلف مساجد کے پیچھے گردان نہ ہو۔'' (الکبیر اور الاوسط)

١٢٥٨۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي طُوْلِ الْمَسْجِدِ وَعَرْضِهٖ لَا يُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ (للكبير ـ ٩٤٨٨)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''قیامت کی علامات میں سے ہے کہ ایک مرد مسجد کے طول وعرض میں آ جائے گا اور دو رکعات اس میں ادا نہیں کرے گا۔'' (الکبیر)

١٢٥٩۔ عَنْ مَكْحُولٍ رَفَعَهٗ إِلٰى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَرَفَعَهٗ مُعَاذٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَحُدُوْدَكُمْ وَشِرَآءَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَجَمِّرُوْهَا. يَوْمَ جُمُعِكُمْ. (للكبر ٢٠/ ١٧٣)

مکحول رحمہ اللہ نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی مساجد کو اپنے بچوں سے، اپنے جھگڑوں سے، اپنی حدود قائم کرنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے بچاؤ اور جمعہ کے دن اس میں انگیٹھیاں سلگاؤ۔'' (الکبیر)

(١٢٥٦) طبراني كبير، ٨٩٤٣ـ ورجاله موثقون، هيثمي: ٢٠٣٦.

(١٢٥٧) طبراني كبير: ١٣٣٧٣ـ ورجاله موثقون، الاشيخ الطبراني محمد بن احمد النصر ترمذي و لم اجد من ترجمه.

قلت: ذكر ابن حبان في الثقات في الطبقة الرابعة محمد بن احمد بن النضر ابنة معاوية بن عمر فلا ادري هو هذا ام لا؟ هيثمي: ٢٠٣٧.

(١٢٥٨) طبراني كبير: ٩٤٨٨ـ ورجاله رجال الصحيح الا ان سلمة بن كهيل وان كان سمع من الصحابة لم اجه له رواية عن ابن مسعود، هيثمي: ٢٠٣٩.

(١٢٥٩) طبراني كبير: ٢٠/ ١٧٣ـ ومكحول لم يسمع من معاذ، هيثمي: ٢٠٥٠.

١٢٦٠ـ وَزَادَمِنْ طَرِيْقِ غَيْرِهٖ . وَاتَّخِذُوْا عَلٰى أَبْوَابِ مَسَاجِدِكُمُ الْمَطَاهِرَ . (الكبير)

''اور دوسری سند سے زائد الفاظ نقل کیے: ''اور اپنی مساجد کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ۔''

١٢٦١ـ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ الأَشْعَارُ وَأَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ . (رواه أبوداود ، ٤٤٩٠)

سیّدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں قصاص لینے، اشعار پڑھنے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

شـــــرح: ......١۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قصاص کا نفاذ مسجد میں نہ کیا جائے کیونکہ قصاص سے بدن انسانی سے خون ٹپک سکتا ہے جس سے مسجد آلودہ ہو جاتی ہے۔

٢۔ مذموم اشعار پڑھنے پر پابندی ہے، اچھے اشعار کی اجازت ہے۔

٣۔اس حدیث میں ہر قسم کی حد لگانے کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ مسجد عزت وحرمت اور امن کی جگہ ہے، جبکہ حد لگانے میں ہتک عزت ہے اور امن بھی نہیں رہتا، اگر چہ حدود اللہ کے نفاذ سے ہی امن قائم ہوتا ہے مگر وقتی طور پر تو آدمی پائمال ہو رہا ہے اور مسجد میں حد لگانے سے زخموں کے خون سے یا پیشاب وغیرہ سے ملوث ہونے کا امکان بھی ہے۔ اس لیے مسجدوں میں حرام قرار دیا گیا ہے کہ مجرموں پر حدیں قائم کی جائیں۔ مسجدیں تو صرف نماز ذکر الٰہی کے لیے تعمیر ہوتی ہیں۔ ان کاموں سے ان کا تقدس پامال ہوتا ہے اس لیے پابندی لگائی گئی ہے

١٢٦٢ـ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ: حَدَّثَتْ نَفْسِيْ أَنْ أُصَلِّيَ خَلْفَ كُلِّ سَارِيَةٍ مِنْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ إِذَاَنَابِابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ لِأُخْبِرَهُ بِأَمْرِيْ فَسَبَقَنِيْ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ أَصْنَعُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: وَلَوْ يَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ أَدْنٰى سَارِيَةٍ مَاجَاوَزَهَا حَتّٰى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ . (رواه الطبراني فى الكبير، ٨٩٦٥)

مرہ الہمدانی کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات وارد ہوئی کہ میں کوفہ کی مسجد کے ہر ستون کے پیچھے نماز پڑھوں تو اتفاقاً میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے آئے میں ان کی طرف اپنے معاملے کی خبر دینے کے لیے بڑھا تو مجھ سے پہلے ایک مرد نے سبقت کر کے میرے عمل کی اطلاع دے دی۔ پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس کو یہ علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے ستون کے پاس بھی حاضر ہے تو یہ اس سے آگے نہ گذرتا یہاں تک کہ اپنی نماز یہاں ہی مکمل کرتا۔'' (طبرانی)

(١٢٦٠) طبرانی کبیر، حدیث واثلہ رواہ ابن ماجہ، وفیہ العلاء بن کثیر اللیثی الشامی وھو ضعیف، ھیثمی: ٢٠٤٩.

(١٢٦١) ابوداؤد: ٤٤٩٠ـ حسن، البانی: ٣٧٦٩ـ احمد: ١٥١٥١.

(١٢٦٢) طبرانی: ٨٩٦٥ـ وفیہ، عطاء بن سائب وقد اختلط، ھیثمی: ١٩٨٤.

١٢٦٣۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهٗ كَرِهَ الصَّلَاةَ فِـي الْـمِحْرَابِ، وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَتْ لِلْكَنَائِسَ فَلَا تَشَبَّهُوْا بِأَهْلِ الْكِتَابِ. (رواه البزار)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے محراب (کمرے) میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا اور کہا: ایسے کمرے گرجوں میں ہوا کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔ (البزار)

شرح:......قرآن پاک میں محراب کا لفظ سورۃ البقرہ (۳۷، ۳۸) میں آیا ہے، دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ''جب زکریا علیہ السلام مریم کے پاس ان کے عبادت خانہ میں داخل ہوئے۔''

وَهُـوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ الْمِحْرَابِ ''وہ کھڑے عبادت خانے میں نماز پڑھ رہے تھے۔'' یہاں محراب عبادت خانہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

زیر شرح قول میں محراب کا لفظ وہ ہے جو آج کل مساجد میں امام کے کھڑا ہونے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس میں نماز کی کراہت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ محراب منع ہے جس میں یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں جو بھی حضرات نماز پر پابندی لگاتے ہیں کہ یہاں نماز نہ پڑھی جائے وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا وجود نہ تھا، یہ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بنایا تھا۔ اس کے جواب میں علامہ شمس الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محراب کو بدعت قرار دینا درست نہیں، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ثابت ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ محراب میں آئے، رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا۔ (سنن بیہقی: ۲/ ۳۰، کتاب الصلاۃ، باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلاۃ من السنۃ)

اور شیخ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں مساجد میں محراب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے موجود ہیں۔

اور زید فرماتے ہیں، محراب میں نماز کی کراہت کی کوئی دلیل نہیں، جو ان میں نماز مکروہ کہتا ہے، اسے دلیل پیش کرنا ہوگی کیونکہ بغیر دلیل کسی کی بات حجت نہیں۔ (عون المعبود: ۱/ ۱۸۰)

١٢٦٤۔ عَـنْ جَـابِـرِ بْـنِ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ أَنَّ الـنَّبِـيَّ ﷺ قَـالَ مَـنْ أَكَـلَ ثَـوْمًـا أَوْبَصَلًا فَـلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِـيْ بَيْتِـهِ وَأَنَّ الـنَّبِـيَّ ﷺ أُتِـيَ بِـقِدْرٍ فِيْـهِ خَـضِـرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَلَهَا رِيْحًافَسَأَلَ

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر بیٹھ رہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سبز یاں لائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُو محسوس ہوئی اور آپ نے پوچھا تو بتایا گیا کہ

(١٢٦٣) بزار، ورجاله موثقون، هيثمي: ١٩٨٢.

(١٢٦٥) بخاری: ٨٥٥۔ مسلم: ٥٤٦۔ ترمذی: ١٨٠٦۔ نسائی: ٧٠٧۔ ابوداؤد: ٣٨٢٢۔ احمد: ٢٤٨٧٥.

فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِيْ مَنْ لَّا تُنَاجِيْ . (رواه البخاری ، ٨٥٥)

اس میں فلاں اور فلاں سبزیاں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کھاؤ! میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔''

١٢٦٥ ـ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ الإِنْسُ . (رواه مسلم ٥٦٤)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لہسن، پیاز اور بو دار سبزی کی ممانعت فرمائی اور ہمیں شدید ضرورت پیش آئی تو ہم نے اس میں کچھ سبزی کھائی آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے وہ سبزی کھائی ہے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ یقیناً فرشتوں کو ان چیزوں سے اذیت پہنچتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔''

١٢٦٦ ـ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْخَضْرَاوَاتِ الثَّوْمِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَاثِ وَالْفَجْلِ . (للأوسط والصغير بلين)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سبزیوں کو کھایا تھوم، پیاز، کراث اور مولی میں سے۔''

١٢٦٧ ـ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَأُتِيَ بِبَدْرٍ ، فَسَّرَهُ ابْنُ وَهْبٍ: طَبَقٍ

ایک اور روایت میں ہے ان کے پاس بدر لایا گیا۔ ابن وہب نے اس کی تفسیر تشتری سے کی ہے۔

١٢٦٨ ـ عَنْ حُذَيْفَةَ أَظُنُّهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيْثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلَاثًا . (رواه أبوداود، ٣٨٢٤)

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے کعبہ کی طرف تھوکا تو وہ آئے گا قیامت کے دن تھوک اس کی دو آنکھوں کے درمیان ہوگا اور جس نے یہ گندی سبزی کھائی وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ تین بار فرمایا۔ (ابوداؤد)

١٢٦٩ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مسجدوں کے قریب نہ جائے تاوقتیکہ اس کی بُو جاتی

(١٢٦٥) مسلم: ٥٦٤۔ بخاری: ٨٥٤۔

(١٢٦٦) طبرانی اوسط، صغیر، وفیہ یحیی بن راشد البراء البصری وهو ضعیف، ووثقه ابن حبان، وقال یخطئ ویخالف وبقیة رجاله ثقات، هیثمی: ١٩٩٠.

(١٢٦٨) ابوداؤد: ٣٨٢٤۔ صحیح، البانی: ٣٢٣٩.

مَسَاجِدَنَا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيْحُهَا . (رواہ مسلم ٥٦١)

رہے۔''

١٢٧٠ ۔ عَنْ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَيْنِ مَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ هٰذَا الْبَصَلُ وَالثُّوْمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ أَمَرَبِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيْعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا . (رواه النسائی ٧٠٨)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! تم یہ دو درخت (سبزیاں) استعمال کرتے ہو۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ گندے درخت ہیں لہسن اور پیاز۔ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس انسان سے ان کی بو محسوس کرتے تو اس کو بقیع تک دور چلے جانے کا حکم دیتے تھے پس جو کھانا چاہے تو پکا کر بو کو مار کر کھائے۔'' (النسائی)

١٢٧١ ۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَكَلْتُ ثَوْمًا فَأَتَيْتُ مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ سُبِقْتُ بِرَكْعَةٍ فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ رِيْحَ الثَّوْمِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَاتَهُ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيْحُهَا أَوْرِيْحُهُ فَلَمَّا قُضِيَّتِ الصَّلَاةُ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُعْطِيَنِّي يَدَكَ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدَهُ فِيْ كُمِّ قَمِيْصِيْ إِلٰى صَدْرِيْ فَإِذَا أَنَا مَعْصُوْبُ الصَّدْرِ قَالَ إِنَّ لَكَ عُذْرًا (رواه أبوداود ٣٨٢٦)

سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لہسن کھایا اور نبی کریم ﷺ کے نماز کے وقت حاضر ہوا اور مجھ سے پہلے آپ ﷺ ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے لہسن کی بو محسوس کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: جس نے اس سبزی میں سے کچھ کھایا ہے وہ ہمارے قریب نہ آئے یہاں تک کہ اس کی بد بو جاتی رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں آپ کے پاس گیا اور میں نے عرض کی: اپنا ہاتھ مجھے پکڑائیں۔ میں نے آپ کا ہاتھ مبارک قمیض کی آستین سے اپنے سینے تک پہنچا دیا تو آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آ گئی کہ میں نے سینے پر پٹی باندھی ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس عذر موجود ہے۔'' (ابوداؤد)

شرح: ......ا۔ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ لہسن اور پیاز کچا ہو یا پکا ہو نہ کھایا کرتے تھے، یہ کھانا آپ پر حرام نہ تھا بلکہ آپ صفائی کے نقطہ نظر سے نہ کھاتے تھے کیونکہ آپ نے وجہ بیان کر دی ہے کہ میں فرشتوں سے سرگوشی کرتا ہوں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سبزی کا سالن بھیجا جس میں پیاز اور لہسن بھی تھا۔ آپ نے نہ کھایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ وہاں سے کھاتے تھے جہاں

(١٢٦٩) مسلم: ٥٦١۔ بخاری: ٨٥٣۔ ابوداؤد: ٣٨٢٥۔ ابن ماجه: ١٠١٦۔ احمد: ٤٧٠١۔ دارمی: ٢٠٥٣.

(١٢٧٠) نسائی: ٧٠٨۔ صحیح، البانی: ٦٨٤۔ مسلم: ٥٦٧۔ ابن ماجه: ٣٣٦٣۔ احمد: ٩٠.

(١٢٧١) ابوداؤد: ٣٨٢٦۔ صحیح البانی: ٣٢٤١۔ احمد: ١٧٧١١.

سے رسول اکرم ﷺ نے کھایا ہوتا تھا، جب برتن واپس آئے
تو اسی طرح سالن موجود تھا جیسا کہ گیا تھا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ
نے عرض کی! اے اللہ کے رسول! آپ نے تو کھانے کو ہاتھ
بھی نہیں لگایا۔ فرمایا:

اس میں لہسن اور پیاز تھا، یہ حرام تو نہیں مگر میں فرشتوں کی وجہ سے نہیں کھاتا، تم کھاؤ۔ (فتح الباری: ۲/۳۴۲)

۲۔ ثابت ہوا کہ بوجہ مجبوری یعنی بھوک کی شدت یا کسی اور وجہ سے یہ بدبودار چیزیں کھائی بھی ہوں تو یہ آدمی معذور ہے۔ تاہم یہ بھی مسجد کے وقت کا خیال رکھے، یا تو پہلے کھا لے، یا پھر بعد میں کھائے، پکا کر کھایا ہو تو پھر کوئی پابندی نہیں مسجد میں آنا جائز ہے، کھاتے ہی آجائیں یا پہلے کھائیں۔

کچا کھائے تو پھر اگر اتنی دیر ہو چکی ہو کہ بو نہ آتی ہو تو پھر پابندی نہیں مسجد میں آسکتا ہے۔

یاد رہے کہ لہسن، پیاز یا جو بھی سبزی ان کی طرح بدبودار ہو، مثلاً مولی وغیرہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اور سگریٹ حقہ، بیڑی وغیرہ تمباکو والی اشیاء تو ویسے ہی فتور والی اور بدبودار ہیں۔ ان کی تو اور سخت ممانعت ہے کہ مسجد میں جانے سے پہلے یا بعد میں کسی صورت جائز نہیں، ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

(شَرَائِطُ الصَّلَاةِ مِنْ اسْتِقْبَالٍ وَطَهَارَةٍ وَسَتْرٍ)

نماز کی شرائط کا بیان

١٢٧٢ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (رواه الترمذي، ٣٤٢)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔'' (ترمذی)

١٢٧٣ـ وعنه، رَفَعَهُ: اِسْتَقْبِلْ وَكَبِّرْ وَلَمْ يَرَ الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَى فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ (رواه رزين)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: منہ قبلہ کی طرف کرو اور تکبیر کہو اور جو بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے اس پر آپ ﷺ اعادہ لازم قرار نہیں دیتے تھے۔

١٢٧٤ـ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي يَوْمِ غَيْمٍ فِي سَفَرٍ غَيْرَ الْقِبْلَةِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ وَسَلَّمَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْنَا إِلَى

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم نے بادل کے دن سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو سورج روشن ہوا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ آپ نے

(١٢٧٢) ترمذي: ٣٤٢ـ صحيح: ٢٨٢ـ ابن ماجه: ١٠١١. (١٢٧٣) رزين.

غَيْرِ الْقِبْلَةِ، فَقَالَ: قَدْ رُفِعَتْ صَلَاتُكُمْ بِحَقِّهَا إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. (للأوسط)

فرمایا: تمہاری نماز اس کے تمام حقوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کر دی گئی ہے۔'' (الاوسط)

۱۲۷۵۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَأَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ. (رواه أبوداود، ۱۲۲۵)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں ہوتے اور نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کی اونٹنی کو قبلے کی سمت پھیرتے اور تکبیر کہتے اور پھر نماز پڑھتے خواہ جس طرف بھی آپ ﷺ کی سواری متوجہ ہو جاتی ہے۔'' (ابوداؤد)

شرح: ......۱۔مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس علاقہ میں بھی کعبہ مشرق اور مغرب کے درمیان آتا ہے وہ اس سمت منہ کرے تو اس کی نماز درست ہے، اگرچہ عین کعبہ کی طرف رخ نہ بھی ہو، جن کا قبلہ جنوب شمال یا شمال جنوب بنتا ہے، وہ اپنا اندازہ رکھیں، یہ حکم صرف مشرق اور مغرب والوں کے لیے ہے۔

یہ شریعت نے بہت آسانی کر دی ہے کہ بعض اوقات نمازی پر قبلہ کا رخ خلط ملط ہو جاتا ہے، اسے پوری محنت اور احتیاط کے ساتھ اسے تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر غلطی ہوئی ہو تو نماز قبول ہوگی۔فرمان الٰہی بھی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرة: ۱۱۵)

''مشرق اور مغرب اللہ کے لیے ہے، جہاں بھی تم پھرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔''

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ نفلی نماز دوران سفر جائز ہے، جب سواری پر نفل نماز پڑھنا ہو تو ایک دفعہ قبلہ رخ ہوں۔اس کے بعد اپنی منزل پر روانگی رکھیں اور نماز پڑھیں، قبلہ رخ ہونے کی پابندی نہیں۔یاد رہے کہ سواری پر نفلی نماز ہوتی ہے، فرض نہیں۔

۱۲۷۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ بِمَكَّةَ يُصَلِّيْ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَالْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَبَعْدَ أَنْ هَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صُرِّفَ إِلَى الْكَعْبَةِ (رواه الطبراني في الكبير)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں تھے تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے اور بیت اللہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتا تھا۔ اور مدینہ کو ہجرت کرنے کے بعد سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف پڑھتے رہے اور پھر آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔(الکبیر)

شرح: ......مکہ میں تو ممکن تھا کہ کعبہ اور بیت المقدس کی جانب منہ ہو، مگر جب آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت

(۱۲۷۴) طبرانی اوسط، وفیه، ابو عبله، والد ابراهیم، ذکره ابن حبان فی الثقات، واسمه شمر ابن یقظان، هیثمی: ۱۹۸۱.

(۱۲۷۵) ابوداؤد: ۱۲۲۵۔ حسن، البانی: ۱۰۸۴۔ بخاری: ۱۱۰۰۔ مسلم: ۷۵۲۔ نسائی: ۷۴۱۔ احمد: ۱۲۶۹۶۔ مؤطا: ۳۵۷.

(۱۲۷۶) طبرانی کبیر، رجاله رجال الصحیح، و رواه احمد والبزار، هیثمی: ۱۹۶۷.

کے بعد تشریف لے گئے تو اب صرف ایک طرف ہی رخ ممکن تھا، یا تو کعبہ کی جانب یا بیت المقدس کی جانب، تقریباً ڈیڑھ برس کے قریب آپ ﷺ نے رخ بیت المقدس کی جانب کیا، یہودی تو بہت خوش ہوئے، مگر آپ کی آرزو یہی تھی کہ کعبہ کی جانب رخ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبلہ رخ ہونے کا حکم دیا، سب سے پہلی نماز جس میں کعبہ دوبارہ قبلہ قرار پایا، وہ نمازِ عصر تھی۔

اس کے بعد قباء والوں کو نمازِ فجر میں پتہ چلا کہ قبلہ تبدیل ہو چکا ہے، وہ دورانِ نماز ہی بدل گئے۔ مرد عورتوں کی جگہ، عورتیں مردوں کی جگہ پر آ گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۸۹، عربی)

اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ اب قبلہ کعبہ ہے نماز میں اسی جانب رخ کرنا لازمی ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، بھول ہو جائے تو الگ بات ہے۔

۱۲۷۷۔ عَنْ أَبِی الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلاَةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلاَ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ . (رواه النسائی ، ۱۳۹)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا۔''

شرح:......۱۔ طہور سے مراد وضو ہے کہ نماز میں وضو شرط ہے اگر وضو نہیں تو نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ غلول اصل میں مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں کہ مال غنیمت ابھی تقسیم نہ ہوا ہو تو اس سے پہلے ہی اس سے مال چرا لینا۔ مگر جو بھی خفیہ طور پر خیانت کرے وہ اس میں شامل ہے اس میں ہر حرام مال بھی آ جاتا ہے مثلاً شراب اور جوئے کی کمائی، رشوت سے حاصل کردہ مال، سودی مال، چوری کا مال، زنا کار عورت کی اجرت وغیرہ، یہ سب مال حرام ہے۔ اس کا صدقہ قبول نہیں کیونکہ صدقہ کی قبولیت کے لیے مال کا پاکیزہ ہونا شرط ہے۔

۱۲۷۸۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِی سُفْيَانَ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيْبَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّ فِیْ الثَّوْبِ الَّذِیْ يُجَامِعُهَا فِيْهِ فَقَالَتْ نَعَمْ إِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِ أَذًى . (رواه أبوداود ٣٦٦)

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں آپ ﷺ مجامعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں جب کپڑے میں اذیت دِہ چیز نہ دیکھتے تو اس میں نماز پڑھتے تھے۔'' (ابوداؤد، اورنسائی)

۱۲۷۹۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے لحافوں میں

(۱۲۷۷) نسائی: ۱۳۹۔ صحیح، البانی: ۱۳۵۔ ابوداؤد: ۵۹۔ ابن ماجہ: ۲۷۱۔ احمد: ۲۰۱۹۱۔ دارمی: ٦٨٦.
(۱۲۷۸) ابوداؤد: ٣٦٦۔ صحیح، البانی: ۳۵۲۔ نسائی: ٢٩٤۔ ابن ماجہ: ٥٤٠۔ احمد: ٢٦٨٥٨۔ دارمی: ١٣٧٥.

لاَيُصَلِّ فِي مَلاَحِفِنَا (لابی داود ٣٦٨)

نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

١٢٨٠ـ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَعْرَقُ فِي الثَّوْبِ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ يُصَلِّي فِيْهِ. (رواه مالك ١٢٠)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جس کپڑے میں پسینہ آتا اور وہ جنابت سے ہوتے تھے تو وہ اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ (الموطا)

شرح: ......١۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس لباس میں آدمی نے مباشرت کی ہے، جب اس میں منی، مذی یا رطوبت وغیرہ نہ لگی ہو تو اس میں نماز جائز ہے، یہ لباس پاک ہے اگر یہ اذی وغیرہ کپڑے کو لگی ہو تو دھولیا جائے یا صاف کرلیا جائے تو اس لباس میں بھی نماز جائز ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو لگی اذی، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کھرچ دیا کرتی تھیں۔ (ابوداوٗد: ٣٧١)

یاد رہے کہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، یہودیوں کے لباس میں نماز پڑھنے سے احتیاط کرتے تھے، وجہ یہ ہے کہ نماز میں لباس کا پاک ہونا شرط ہے، آپ کو اندیشہ ہوتا تھا کوئی حیض وغیرہ نہ لگا ہو، اگر اس کا اثر نہ ہو تو پھر بیوی کے دوپٹہ وغیرہ میں نماز جائز ہے جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے، میں حیض والی ہوتی اور چادر کا بعض حصہ آپ پر اور بعض حصہ مجھ پر ہوتا تھا۔ (ابوداوٗد: ٣٧٠)

٢۔ جنبی آدمی بوجہ جنابت غسل تو کرے مگر یہ نجس نہیں ہوتا اس کا وجود پاک ہی ہوتا ہے اس کا پسینہ وغیرہ لگ جائے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا۔ یہ غسل کرے اور اسی لباس میں جس میں اسے پسینہ آیا تھا، نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔

١٢٨١ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَّسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلاَتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ قَالُوْا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ جِبْرِيْلَ ﷺ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا أَوْ قَالَ أَذًى وَقَالَ

سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سمیت نماز پڑھ رہے تھے اور جوتے پہنے ہوئے تھے اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین اتار کر اپنے بائیں طرف رکھ دیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے اپنے نعلین اتار دیئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو فرمایا: تمہیں تمہارے جوتے اتارنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ کہنے والے نے کہا: ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین اتار دیئے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(١٢٧٩) ابوداؤد: ٣٦٨ـ صحيح: ٣٥٤ـ ترمذى: ٦٠٠ـ نسائى: ٥٣٦٦ـ احمد: ٢٤٤٥٨.

(١٢٨٠) مؤطا: ١٢٠.

(١٢٨١) ابوداؤد: ٦٥٠ـ صحيح، البانى: ٦٠٥ـ احمد: ١٠٧٦٩ـ دارمى: ١٣٧٨.

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَىٰ فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ اَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا . (رواه أبو داود ٦٥٢)

میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور خبر دی کہ ان میں ناپاک چیز ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھا کرے، اگر نعلین میں ناپاک چیز دیکھے یا اذیت دینے والی چیز دیکھے تو اس کو صاف کر دے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔'' (ابوداؤد)

١٢٨٢۔ عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِبْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَالِفُوْا الْيَهُوْدَفَإِنَّهُمْ لاَ يُصَلُّوْنَ فِيْ نِعَالِهِمْ وَلاَ خِفَافِهِمْ . (رواه أبو داود ٦٥٢)

سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو، وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔''

١٢٨٣۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلاَيُؤْذِ بِهِمَا أَحَدًا لِّيَجْعَلَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلِّ فِيْهِمَا . (رواه أبو داود ٦٥٥)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص جوتے اتار کر نماز پڑھے تو وہ دوسرے کسی انسان کو ایذا نہ پہنچائے۔ یا تو اپنے جوتے اپنے پاؤں کے درمیان رکھے اور یا جوتوں کو پہن کر نماز پڑھے۔''

شرح: ......اس سے معلوم ہوا کہ جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے اور نجاست تر ہو یا خشک ہو، جب اسے صاف کر دیا جائے تو جوتا پاک ہو جاتا ہے۔

۲۔نمازی کے کپڑے میں نجاست لگی ہو اور اسے علم نہ ہو تو اس کی ادا کی ہوئی نماز کفایت کر جائے گی، اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے افعال بھی آپ کے اقوال کی مانند واجب الاتباع ہیں۔

۴۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں کس قدر کمر بستہ تھے۔

۵۔اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور جوتے اتارے تو اپنی بائیں جانب رکھے، اگر باجماعت ہو یا کوئی دوسرا اس کے قریب نماز پڑھ رہا ہو، دائیں یا بائیں جگہ نہ ہو تو پھر جوتے اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے۔

۶۔نماز میں معمولی حرکت سے نماز پر فرق نہیں پڑتا۔

۷۔ جوتوں میں نماز پڑھنا ایک رخصت ہے کہ کبھی ضرورت کے تحت جوتوں سمیت نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے، اسے مستحب وغیرہ قرار دینا مناسب نہیں۔ مقصد تو صرف یہودیوں کی مخالفت ہے، یہ نماز کی ضروریات میں شامل نہیں۔

(١٢٨٣) ابوداؤد: ٦٥٥۔ صحیح، البانی: ٦١٠.

(عون المعبود:۱/ ۲۴۷)

١٢٨٤ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّ لَكِ قَالَ أَنَسُ فَقُمْتُ إِلٰى حُصَيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ.

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''میری نانی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کر کے آپ کو مدعو کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھانے کے بعد فرمایا: تم اُٹھو! میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ میں نے اُٹھ کر ایک چٹائی پر پانی چھڑک کر صاف کی وہ پرانی ہونے کی وجہ سے سیاہ رنگ ہو چکی تھی۔

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَائَهُ وْالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أنصَرَفَ (رواه البخاری:٣٨٠)

اس پر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور میرا بھائی آپ ﷺ کے پیچھے صف بن کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی نانی ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی تو آپ نے ہمیں دو رکعات پڑھائیں اور پھر آپ ﷺ واپس چلے گئے۔

شرح: ......۱۔ نبی اکرم ﷺ نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے، اس پر نماز جائز ہے۔

اس میں ان کی اصلاح ہوتی ہے جو نماز میں چٹائی استعمال کرنے کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے تَرِّبْ وَجْهَكْ (ابوداؤد) ''اپنا چہرہ خاک آلود کرو'' یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب زمین پر سجدہ کریں۔

یہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے کہ نماز میں چہرہ خاک آلود کرنا کوئی شرط نہیں، یہ تو آپ نے عجز و نیاز کے لیے کہا ہے، نماز چٹائی وغیرہ پر پڑھنا جائز ہے۔

۲۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوت قبول کرنا ضروری ہے اگرچہ دعوت عورت ہی دے۔ مگر یہ اس وقت قبول کرنا ہے جب فتنہ کا ڈر نہ ہو۔

۳۔ گھروں میں کبھی کبھار نمازِ نفل باجماعت پڑھنا بھی جائز ہے، خصوصاً جب کہ عورتوں کو نماز کا طریقہ بتانا ہوتا کہ وہ بھی مسنون طریقے کا مشاہدہ کر لیں۔

۴۔ نماز کی جگہ پاک اور صاف ہو۔

۵۔ صف میں بچہ بڑے آدمی کے ساتھ کھڑا ہو سکتا ہے، بشرطیکہ جگہ ہو۔

٦۔ عورتوں کی صفوں کو مردوں کی صفوں سے مؤخر رکھا جائے۔

(١٢٨٤) بخاری: ٣٨٠ـ مسلم: ٦٦٠ـ ترمذی: ٢٣٤ـ نسائی: ٨٦٩ـ ابوداؤد: ٦٥٨ـ احمد: ١٢٩٥٣ـ مؤطا: ٢٦٢ـ دارمی: ١٣٧٤.

۷۔عورت کے ساتھ کوئی اور نہ ہوتو وہ تنہا صف میں کھڑی ہوسکتی ہے۔(فتح الباری:۱/ ۴۹۰)

١٢٨٥ ـ عَـنْ مَيْـمُـوْنَةَ قَـالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُـصَـلِّـي وَأَنَا حِذَائُهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّـمَا أَصَابَنِيْ ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ . (للبخاري ، ٣٧٩)

سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے برابر لیٹ رہی تھی اور میں حائضہ تھی۔بعض دفعہ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو آپ کا لباس میرے اوپر پڑتا تھا اور آپ چھوٹی چٹائی، پرنماز پڑھتے تھے۔

شرح:......۱۔اس سے ثابت ہوا کہ اس انداز پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۲۔حیض والی عورت کا وجود پاک ہوتا ہے، اس سے ملنا اور اس سے لباس کا لگنا نجاست کا باعث نہیں، البتہ اگر خون وغیرہ نجاست لگے گی تو اسے دھویا جائے گا۔

۳۔عورت اگر نمازی کے برابر کسی طور آ جائے تو نماز خراب نہیں ہوتی۔

۴۔ جو حضرات نماز میں خاک آلود ہونا ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مٹی لا کر مسجد کی جگہ پر رکھتے تھے۔ یا سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما زمین کے علاوہ سجدے کو پسند نہ کرتے تھے۔(فتح الباری:۱/ ۴۸۸)

یہ تواضع اور خشوع کے پیش نظر ایسا کرتے تھے یہ نہیں کہ زمین کے درمیان حائل چیز سے کوئی فرق پڑتا ہے، یہ حدیث واضح دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

١٢٨٦ ـ عَـنِ الْـمُـغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَانَ رَسُـوْلُ اللّٰـهِ ﷺ يُـصَـلِّـي عَـلَى الْحَصِيْرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوْغَةِ . (رواه أبو داود ٦٥٩)

سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ چٹائی، بالوں والی کھال اور دباغت شدہ چمڑے پر نماز پڑھتے تھے۔(ابوداؤد)

١٢٨٧ ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَـعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِـيْ شِـدَّةِ الْحَرِّفَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنَ الأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ . (المسلم ٦٢٠)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ سکتا تو اپنا کپڑا پھیلا دیتا اور اس پر سجدہ کرتا تھا۔

شرح: ......ثابت ہوا کہ ضرورت کے تحت گرمی یا ٹھنڈک ہوتو کپڑا وغیرہ رکھ کر حالت سجدہ میں بچاؤ اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ خشوع وخضوع کے خلاف نہیں بلکہ اس سے تشویش دور ہوتی ہے اور نمازی پرسکون ہوتا ہے اور خشوع بڑھتا ہے۔

(١٢٨٥) بخاری: ٣٧٩ـ مسلم: ٥١٣ـ نسائی: ٧٣٨ـ ابوداؤد: ٦٥٦ـ ابن ماجہ: ١٠٢٨ـ احمد: ٢٦٢٦٥ـ دارمی: ١٣٧٣.

(١٢٨٦) ابوداؤد: ٦٥٩ـ ضعیف، البانی: ١٢٨ـ احمد: ١٧٧٦٢.

(١٢٨٧) مسلم: ٦٢٠ـ بخاری: ١٢٠٨ـ ترمذی: ٥٨٤ـ نسائی: ١١١٦ـ ابوداؤد: ٦٦٠ـ ابن ماجہ: ١٠٣٣ـ احمد: ١٥٥٩ـ دارمی: ١٣٣٧.

١٢٨٨ ـ الـزاء ، رَفَـعَـهٗ: صَلُّوْا فِي مَرَابِضِ الْـغَـنَـمِ فَـإِنَّهَا بَرَكَةٌ ، وَلاَ تُصَلُّوْا فِي عَطَنِ الْـإِبِـلِ فَـإِنَّهَـا مِـنْ شَيَـاطِيْنَ . (لابی داود ١٨٤ . بلفظ رزين)

سیّدنا براء رضی اللہ عنہ نے مرفوع بیان کیا: ''بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو، ان میں برکت ہے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو وہ شریروں میں سے ہیں۔'' (ابوداؤد، الفاظ رزین کے ہیں)

١٢٨٩ ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰـى اَنْ يُّـصَـلِّـىَ فِـىْ سَبْـعَةِ مَـوَاطِنَ فِي الْـمَـزْبَـلَةِ وَالْـمَـجْـزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الـطَّـرِيْـقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الإِبْلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ . (رواه الترمذى ٣٤٦)

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے سات مقامات میں نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے: کوڑا خانے میں، ذبح خانے میں، قبرستان میں، راستے کے درمیان میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور بیت اللہ کے اوپر۔'' (ترمذی)

شــرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان، حمام اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا منع ہے اور بکریوں کے بارے میں نماز جائز ہے، قبرستان میں نماز سے قبر کی پرستش کے شبہہ کے ازالہ کے لیے منع کیا گیا ہے، حمام گندگی کی جگہ ہے، اونٹ کے باڑے میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان سے پیدا ہوئے ہیں۔ (ابن ماجہ) یہ تخصیص ہے کہ ساری زمین نماز کی جگہ ہے۔ مگر پلید جگہ اور اوپر والی جگہوں پر نماز جائز نہیں۔

١٢٩٠ ـ عَـنْ إِبْـرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَـمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ ﷺ أَيُّ مَسْـجِـدٍ وُضِـعَ فِي الأَرْضِ أَوَّلَ قَـالَ الْـمَسْـجِـدُ الْحَرَامِ قَالَ قُـلْـتُ ثُـمَّ أَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى قُلْتُ كَـمْ كَـانَ بَيْـنَـهُمَا قَالَ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلاَةُ بَـعْـدُ فَـصَلِّهْ فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ . (رواه البخاری ، ٣٣٦٦)

ابرہیم بن یزید التیمی کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ سب سے پہلی مسجد روئے زمین پر کونسی تعمیر کی گئی ہے؟ فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کی: پھر کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے کہا: ان کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ تھا؟ فرمایا: چالیس سال کا۔ اور پھر تیرے لیے تو ساری زمین مسجد ہے پس جہاں تجھے نماز کا وقت آ جائے وہاں ہی نماز پڑھ لے، فضیلت اسی میں ہے۔''

شرح: ......١۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے۔

(١٢٨٨) ابوداؤد: ١٨٤۔ رزین صحیح: ٥٣۔ ابن ماجه: ٧٤٦.

(١٢٨٩) ترمذی: ٣٤٦۔ ضعیف، البانی: ٥٣۔ ابن ماجه: ٧٤٦.

(١٢٩٠) بخاری: ٣٣٦٦۔ مسلم: ٥٢٠۔ نسائی: ٦٩٠۔ ابن ماجه: ٧٥٣۔ احمد: ٢٠٩٥٧.

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (آل عمران: ٩٦)
''بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، مبارک ہے اور جہان والوں کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔''

اس حدیث میں وضاحت کی گئی ہے کہ وہ پہلا گھر بیت اللہ ہے، پہلے سے مراد یہ بھی ہے کہ تعمیر میں پہلا ہے اور یہ بھی مراد ہے کہ مبارک اور ہدایت ہونے میں اول ہے، اس کے بعد بیت المقدس کی بنیاد ہے جو کہ چالیس برس بعد تعمیر ہوا۔

ایک اشکال یہ ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کی ہے، اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ دونوں کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہے، چالیس برس کا فاصلہ کیسے ہوا؟

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان مسجدوں کے بانی نہیں، بلکہ انہوں نے تجدید کی ہے، مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے کعبہ حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور بیت المقدس چالیس برس بعد حضرت آدم علیہ السلام کے کسی بچے نے تعمیر کیا تھا۔ (مرعاۃ: ۲/ ۲۰۰)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک الجھن پیش کی جاتی ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی ہے حالانکہ ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

تو اس کا حل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد اقصیٰ کے بانی نہیں، انہوں نے تجدید کی ہے، اس کے بانی حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا تو چالیس برس بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ (الھدیٰ: ۱/ ۹)

۲۔ چونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا کہ پہلی مسجد کون سی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ وہ شاید یہ سمجھیں گے کہ نماز اسی مسجد میں خاص ہے، اس بات کے ازالہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نمازوں کے اوقات کی حفاظت کریں۔ اسے اول وقت میں پڑھیں، جب عبادت کے لیے افضل جگہ میسر نہ آئے تو جہاں بھی پاک جگہ ہو اور جن جگہوں پر نماز پڑھنے کی پابندی ہے انہیں چھوڑ کر جہاں بھی نماز کا وقت ہو وہیں پڑھ لیں۔ اسی میں فضیلت ہے، نماز مؤخر کرنے کی اجازت نہیں۔

۱۲۹۱۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ حَيْثُ مَادَنَا مِنَ الْبَيْتِ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رُبَّمَا صَلَّيْتَ فِيْ الْمَكَانِ الَّذِيْ تَمُرُّ فِيْهِ الْحَائِضُ، فَلَوْأَنَّكَ

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں جہاں قریب جگہ میسر آتی اسی جگہ میں نماز پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے ہیں جہاں سے حائضہ گذرتی

(١٢٩١) طبرانی اوسط، وعبدالله بن صالح ضعفه الجمهور، وقال: عبدالملك بن شعيب ثقة مامون، هيثمی: ١٩٣٣.

اِتَّخَذْتَ مَسْجِدًا تُصَلِّیْ فِیْهِ . فَقَالَ عَجَبًا لَكَ یَا عَائِشَةُ، أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ تُطَهِّرُ سَجْدَتُهُ . مَوْضَعَهَا إِلٰی سَبْعِ أَرَضِیْنَ . (رواه الطبرانی فی الأوسط بلین)

ہیں۔ بہتر ہوگا اگر آپ نماز کی جگہ مخصوص کرتے اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے۔ فرمایا: اے عائشہ! تیرے اوپر تعجب ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ مومن کا سجدہ مقام سجدہ سات زمینوں تک پاک کر دیتا ہے۔'' (الاوسط یہ سند کمزور ہے)

١٢٩٢۔ أَبُوْسَعِیْدٍ وَعَلِیٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْهُرَیْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَیْفَةُ وَأَنَسٌ وَأَبُوْأُمَامَةَ وَأَبُوْذَرٍّ رَفَعُوْهُ: وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا (للترمذی: ١٥٥٣)

ابوسعید، علی، ابوہریرہ، جابر، ابن عباس، حذیفہ، انس، ابوامامہ اور ابوذر رضی اللہ عنہم سب یہی مرفوع بیان کرتے ہیں: ''میرے لیے ساری زمین کو مسجد قرار دیا گیا ہے اور طہارت (تیمّم) کرنے کا ذریعہ بھی بنایا گیا ہے۔'' (ترمذی)

شرح: ......امت محمدیہ کے لیے یہ خصوصیت ہے کہ پہلے لوگ اپنی عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھ سکتے تھے جب کہ اس امت کے لیے ہر پاک جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

اور ان کے لیے صرف پانی سے ہی وضو ہوا کرتا تھا جبکہ اس امت کے لیے پاک مٹی بھی وضو ہے، اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی استعمال نہ ہوسکتا ہو تو تیمّم کے ساتھ نماز جائز ہے۔

١٢٩٣۔ عَنْ أَبِیْ صَالِحِ الْغِفَارِیِّ أَنَّ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ مَرَّبِبَابِلَ وَهُوَ یَسِیْرُ فَجَائَهُ الْمُؤَذِّنُ یُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ إِنَّ حَبِیْبِیْ ﷺ نَهَانِیْ أَنْ أُصَلِّیَ فِی الْمَقْبَرَةِ وَنَهَانِیْ أَنْ أُصَلِّیَ فِیْ أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ . (رواه أبوداود ٤٩٠)

ابوصالح غفاری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مقام بابل کے پاس سے گذرے تو مؤذن کو اقامت کا حکم دیا تو اس نے اقامت کہی۔ جب علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: مجھے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے مقبرہ میں نماز پڑھنے سے اور زمین بابل میں نماز ادا کرنے سے۔ زمین بابل پر لعنت کی گئی ہے۔ (ابوداؤد)

١٢٩٤۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَقَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ عَلَی رَاحِلَتِهِ حَیْثُ تَوَجَّهَتْ

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض اور وتر کے علاوہ رات کی نماز اشارے کے ساتھ سواری

(١٢٩٢) ترمذی: ١٥٥٣۔ صحیح، البانی: ١٢٥٧۔ مسلم: ٥٢٢۔ نسائی: ٣٠٨٩۔ ابن ماجه: ٥٦٧۔ احمد: ١٠١٣٩.

(١٢٩٣) ابوداؤد: ٤٩٠۔ ضعیف: ٩٣.

(١٢٩٤) بخاری: ١٠٠٠۔ مسلم: ٧٠٠۔ ترمذی: ٤٧٢۔ نسائی: ١٦٨٨۔ ابوداؤد: ١٢٢٤۔ ابن ماجه: ١٢٠٠۔ احمد: ٦١٨٩۔ مؤطا: ٢٧١۔ دارمی: ١٥٩٠.

بِهِ يُومِئُ إِيْمَاءً صَلاَةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ . (رواه البخاری: ١٠٠٠)

پر پڑھتے تھے۔

١٢٩٥ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ . بِنَحْوِهِ لَمْ يَذْكُرْ فِي السَّفَرِ . (رواه البخاری، ١١٠٥)

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: آپ ﷺ اپنی سواری پر تسبیح (دوگانہ) پڑھتے۔ یہ مثل حدیث سابق کے ہے اور اس میں سفر کا ذکر نہیں ہے۔

١٢٩٦ ـ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالسُّجُوْدُ أَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوْعِ . (رواه الترمذی، ٣٥١)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کے لیے روانہ کیا۔ میں واپس آیا تو آپ ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی سمت میں نماز ادا کر رہے تھے اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ سر کو پست کرتے تھے۔

١٢٩٧ ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنَّ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ . (رواه البخاری، ١٠٩٩)

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فرض ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر جاتے تھے اور قبلہ رخ ہو جاتے تھے۔

١٢٩٨ ـ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مَسِيْرِهِ فَانْتَهُوْا اِلٰى مَضِيْقٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَمُطِرُوْا السَّمَآءُ فَوْقِهِمْ [وَالْمَلَّةُ] مِنْ اَسْفَلِهِمْ فَاَذَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَاَقَامَ فَتَقَدَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَصَلّٰى

یعلی بن مرہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ وہ تنگ جگہ میں گئے تو وہاں نماز کا وقت ہو گیا اور آسمان سے بارش نازل ہو گئی، کیچڑ ان کے نیچے تھا، پس آپ ﷺ نے اذان کہی اور اقامت پڑھی اور سواری پر آگے بڑھے اور اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ سجدے کو رکوع سے زیادہ نیچا کرتے

(١٢٩٥) بخاری: ١١٠٥.

(١٢٩٦) ترمذی: ٣٥١ـ صحیح، لابانی: ٢٨٧ـ بخاری: ١٢١٧ـ مسلم: ٥٤٠ـ نسائی: ١١٩٠ـ ابوداؤد: ١٢٢٧ـ احمد: ١٤٧٤٦ـ دارمی: ١٥١٣.

(١٢٩٧) بخاری: ١٠٩٩ـ ترمذی: ٣٥١ـ صحیح، لابانی: ٢٨٧ـ بخاری: ١٢١٧ـ مسلم: ٥٤٠ـ نسائی: ١١٩٠ـ ابوداؤد: ١٢٢٧ـ احمد: ١٤٧٤٦ـ دارمی: ١٥١٣.

(١٢٩٩) ترمذی: ٤١١ـ ضعیف الاسناد: ٦٥ـ احمد: ١٧١١٣.

بِهِـمْ يُـوْمِىْ اِيْمَاءً يَجْعَلُ السَّجُوْدَ اَخْفَضَ مِـنَ الـرَّكُـوْعِ (لـلـترمذى) قُلْـتُ ذَكَـرَهُ الْهَيْثَمِىُّ لِلْكَبِيْرِ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ وَقَالَ فِىْ آخِـرِهٖ رَوَاهُ اَبُـوْ دَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ يَعْلِىْ بْنِ مُرَّةَ وَاِسْنَادُ الطَّبْرَانِىْ اِسْنَادُ اَبِىْ دَاوُدَ اِلَّا اَنَّ [اَبَـا دَاوُدَ] قَـالَ غَـرِيْـبٌ تَفَرَّدَ بِهٖ عَمْرُ وْبْنُ رَمَـاحٍ اَهُـوَ هُـوَ رَحْـمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهِمَ فِىْ نِسْبَتِـهٖ لِاَبِـىْ دَاوُدَ وَاِنَّمَا هُوَ لِلتِّرْمَذِىْ فَقَطْ وَلَـفْـظُ التِّـرْمِذِىِّ عَنْ عَمْرِ وْبْنِ عُثْمَانَ بْنِ يَـعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْهٖ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهُمْ كَانُوْا اَلْـحَـدِيْـثِ فَـظَهَرَ اَنَّ صَاحِبَ الْاَصْلِ قَدْ وَهِـمَ اَيْـضًـا رَحْـمَةُ اللّٰهِ فِىْ قَوْلِهٖ عَنْ اَبِيْهٖ جَـدِّهٖ، لِاَنَّ الْـحَـدِيْـثَ لِيَعْلٰى جَدُّ عَمْرٍو لَالِجَدِّ يَعْلِيى. (رواه الترمذى ٤١١)

تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے کہا علامہ ہیثمی نے کبیر کے حوالے سے یعلی بن امیہ سے بیان کیا اور آخر میں کہا: اس حدیث کو امام ابو داود نے یعلی بن مرۃ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور طبرانی کی سند ابو داود کی سند ہے مگر امام ابو داود نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ عمرو بن رماح متفرد ہوا ہے کیا یہ وہی ہے۔ ابو داود کی نسبت میں وہم ہے یہ حدیث تو صرف ترمذی میں ہے۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہے: عن عمرو بن عثمان بن يعلى بن مرة عن ابيه عن جده انهم كانوا . پس ظاہر ہوا کہ صاحب الاصل کو بھی وہم ہے فی قولہ عن ابی عن جدہ، کیونکہ حدیث تو عمرو کے دادا یعلی کی ہے نہ کہ یعلی کے دادا کی ہے۔

١٢٩٩۔ عَـنْ عَـلْـقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ رَفَعَهُ: إِذَا كُنْتُمْ فِيْ الْقَصَبِ أَوِالثَّلَجِ أَوِالـرَّدَاغِ فَـحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَوْمِئُوْا إِيْمَآءً. (رواه الطبرانى فى الكبير بضعف.)

علقمہ بن عبداللہ المزنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھاٹیوں پر، برف پر یا گارے پر چل رہے ہوتے ہو نماز کا وقت آ جائے تو اشارے سے نماز پڑھا کرو۔'' (بسند ضعیف)

١٣٠٠۔ عَـنْ جَـعْـفَـرَبْـنِ أَبِىْ طَـالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَـرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْ السَّفِيْنَةِ قَائِمًا إِلَّا أَنْ يَخْشَى الْغَرَقَ. (للبزار برجل لم يسم)

سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے مگر یہ کہ غرق ہونے کا اندیشہ ہو۔'' (البزار، سند میں ایک آدمی کے نام کا ذکر نہیں)

١٣٠١۔ عَـنْ عَـطَـاءِ بْنِ أَبِىْ رَبَاحٍ أَنَّهُ سَأَلَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: کیا عورتوں کو اجازت ہے کہ

(١٢٩٩) طبرانى كبير، والاوسط، وفيه محمد بن قضاء وهو ضعيف.

(١٣٠٠) بزار۔ وفيه رجل لم يسم، وبقية رجاله ثقات، واسناده متصل، هيثمى: ٢٩٩١.

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا هَـلْ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُّصَلِّيْنَ عَـلَـى الـدَّوَابِ قَالَتْ لَمْ يُرَخَّصْ لَهُنَّ فِي ذٰلِكَ فِي شِدَّةٍ وَلاَ رِخَاءٍ قَالَ مُحَمَّدُ هٰذَافِي الْمَكْتُوْبَةِ. (رواه أبوداود، ۱۲۲۸)

وہ سواری کے چوپائیوں پر سوار ہوکر نماز ادا کرسکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: خواتین کے لیے سختی ونرمی کسی حالت میں یہ اجازت نہیں دی گئی۔ محمد رحمہ اللہ نے کہا: یہ عدم رخصت فرائض کے بارے میں ہے۔ (ابوداؤد)

شرح:......ا۔ ثابت ہوا کہ سفر میں وتر پڑھنا سنت ہے، ضحاک نے سفر میں وتر سے منع کیا ہے تو ان کی بات درست نہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا تھا کہ اگر سفر میں نفل نماز میں نے پڑھنا ہوتی تو پھر میں نماز ہی پوری پڑھتا۔

اس سے ان کا مقصد نماز کی سنتوں کو نہ پڑھنے کا خیال تھا۔ یہ نہیں کہ عام نوافل بھی جائز نہ تصور کرتے تھے۔ وہ صرف روکتے تھے کہ مؤکدہ سنتیں نہ پڑھی جائیں۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وتر فرض نہیں، اگر فرض ہوتے تو آپ سواری پر ادا نہ کرتے۔ فرض نماز سواری پر ادا نہ کی جائے۔ وہ نیچے اتر کر قبلہ رخ ہوکر پڑھی جائے۔

نفل نماز میں ایک دفعہ سواری کا رخ قبلہ کی جانب کر دیا جائے اس کے بعد جدھر بھی اس کا رخ ہو، کوئی حرج نہیں۔ (فتح الباری: ۲/ ۴۸۹)

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ سواری پر نوافل کی صورت میں، رکوع میں جتنا جھکنا ہے سجدہ میں زیادہ جھکا جائے۔

۴۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما اور دیگر لوگوں نے کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھی تھی۔ (مع فتح الباری: ۱/ ۴۹۸)

۵۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ سواری پر نمازِ فرض کی ممانعت میں عورتیں بھی شامل ہیں، نفل نماز سواری پر پڑھنے کی اجازت میں خواتین بھی داخل ہیں بشرطیکہ پردہ میں ہوں۔

اس حدیث میں جو عورتوں کو رخصت نہ دینے کا ذکر ہے، وہ فرض نماز کا ہی ہے۔ نفل کی ممانعت نہیں، وہ پردہ میں خواتین بھی پڑھ سکتی ہیں۔

۱۳۰۲۔ عِـنِ ابْـنِ عُـمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْـعَـلُـوْا فِـي بُيُـوْتِـكُمْ مِنْ صَلاتِكُمْ وَلاَ تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا. (رواه البخاري، ۴۳۲)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔''

شرح:......ا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبرستان عبادت اور نماز کی جگہ نہیں۔ اس میں نماز پڑھنا منع ہے۔

(۱۳۰۱) ابوداؤد: ۱۲۲۸۔ صحیح، البانی: ۱۰۸۷.

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد انسان کو نوافل یا سنتوں کا کچھ حصہ گھر میں ادا کرنا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس سے نحوست سے گھر محفوظ رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اس گھر کی مثال جس میں ذکر الٰہی کیا جائے اور جس میں نہ کیا زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔ (مسلم)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گھر میں موجود عورتوں اور بچوں کے لیے نماز کی ترغیب ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۵۲۹)

۱۳۰۳۔ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ فِي الْحِيْطَانِ قَالَ أَبُوْدَاوُدُ يَعْنِي الْبَسَاتِيْنَ. (رواه الترمذی ۳۳٤)

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ احاطوں یعنی باغوں میں نماز پڑھنا پسند کرتے تھے۔ (ترمذی)

۱۳۰٤۔ عَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُقَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا يُرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ قُلْتُ وَالرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَامِنْهُ. (رواه الترمذی ، ۲۷٦۹)

سیّدنا بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ہم اپنے پردے کے مقام میں سے کس حصے کو ظاہر کریں اور کس کو مخفی رکھیں؟ فرمایا: اپنے ستر کو اپنی بیوی اور اپنی مملوکہ کے علاوہ سب سے مخفی رکھ۔ میں نے عرض کی: جب کوئی مرد دوسرے کے ساتھ ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا: اگر یہ ہو سکے کہ تیرے ستر کو کوئی نہ دیکھے تو احتیاط ہی کیا کر۔ میں نے عرض کی: اگر مرد تنہائی میں ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ لوگ اس سے حیا کریں۔'' (ابوداؤد اور ترمذی)

۱۳۰۵۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَايُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ. (رواه الترمذی، ۲۷۹۳)

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کے مقام پردہ کو نہ دیکھے اور جسم نہ ملائے کوئی مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور نہ کوئی عورت دوسری عورت سے ایک کپڑے میں بدن ملائے۔''

(۱۳۰۳) ترمذی: ۳۳٤۔ ضعیف، البانی: ۵۲۔ (۱۳۰٤) ترمذی: ۲۷٦۹۔ حسن: ۲۲۲۲۔ ابن ماجه: ۱۹۲۰۔
(۱۳۰۵) ترمذی: ۲۷۹۳۔ صحیح، البانی: ۲۲٤۳۔ ابن ماجه: ٦٦۱۔

١٣٠٦ ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا وَلَدًا أَوْ وَالِدًا . (رواه أبوداود: ٤٠١٩)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مگر یہ کہ ایک بیٹا ہو یا باپ ہو۔''

١٣٠٧ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لاَ يُفَارِقُكُمْ إِلاَّ عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلٰى أَهْلِهِ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَأَكْرِمُوْهُمْ (رواه الترمذی ٢٨٠٠)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع بیان کرتے ہیں: ''تم اپنے آپ کو ننگا بدن ہونے سے بچاؤ، یقیناً تمہارے ساتھ وہ مخلوق رہتی ہے جو بول و براز کے وقت اور مرد کے اپنی بیوی سے ملاپ کے وقت کے علاوہ کسی وقت تم سے جدا نہیں ہوا کرتی، پس تم ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔'' (ترمذی)

١٣٠٨ ـ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْأَجِيْرَهُ فَلاَ يَنْظُرْ إِلَى مَا دُوْنُ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ . (رواه أبوداود:٤١١٤)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام یا باندی وغیرہ کا عقد کرا دے تو اس کے ناف کے نیچے اور اس کے گھٹنوں سے اوپر ہرگز نہ دیکھے۔'' (ابوداؤد)

١٣٠٩ ـ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لاَ تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلاَ تَنْظُرَنَّ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلاَ مَيِّتٍ . (رواه أبوداود، ٣١٤٠)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! تم اپنی ران ننگی نہ کرنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف بھی نہ دیکھنا۔'' (ابوداؤد)

١٣١٠ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ . (رواه الترمذی: ٢٧٩٨)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ران ستر ہے۔''

١٣١١ ـ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْأَسْوَافِ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ وَكَشَفَ عَنْ فَخِذَيْهِ فَجَآءَ أَبُوْبَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ يَابِلَالُ

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں کے کچے دہانے پر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، پس آپ ﷺ نے دونوں قدم مبارک کنویں میں لٹکا دیئے اور ران ہر دو ننگی کر دیئے۔ تو

(١٣٠٦) ابوداؤد: ٤٠١٩ـ ضعیف، البانی: ٨٦٨.

(١٣٠٧) ترمذی: ٢٨٠٠ـ ضعیف، البانی: ٤٢٩ـ بخاری: ٣٥٤٩ـ مسلم: ٢٣٣٧ـ نسائی: ٥٣١٤ـ ابن ماجه: ٣٥٩.

(١٣٠٨) ابوداؤد: ٤١١٤ـ حسن، البانی: ٣٤٦٦.

(١٣٠٩) ابوداؤد: ٣١٤٠ـ ضعیف، جدا، البانی: ٦٨٧ـ ابن ماجه: ١٤٦٠ـ احمد: ١٢٥٢.

(١٣١٠) ترمذی: ٢٧٩٨ـ صحیح، البانی: ٢٢٤٥ـ ابوداؤد: ٤٠١٤.

(١٣١١) طبرانی اوسط، ورجاله رجال الصحیح، غیر شیخ الطبرانی علی بن سعید وهو حسن الحدیث، هیثمی: ١٤٣٧٧.

وَبَشِّـرْهُ بِالْجَنَّةِ: فَدَخَلَ أَبُوبَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَـمِيْـنِ النَّبِيِّ ﷺ وَدَلّٰـى رِجْـلَيْـهِ فِيْ الْبِئْرِ وَكَشَفَ عَنْ فَخِذَيْهِ، ثُمَّ جَآءَ عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ فَـقَـالَ: أَئْـذَنْ لَـهٗ يَـابِلَالُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَـدَخَـلَ فَـجَلَسَ عَنْ يَسَارِهٖ ﷺ وَدَلّٰى رِجْـلَيْـهِ فِيْ الْبِئْرِ وَكَشَفَ عَنْ فَخِذَيْهِ، ثُمَّ جَـآءَ عُثْـمَانُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: أَئْذَنْ لَهٗ يَابِلَالُ وَبَشِّـرْهُ بِـالْجَنَّةِعَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُهٗ، فَدَخَلَ عُثْـمَانُ فَجَلَسَ قُبَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِيْ الْبِئْرِ وَكَشَفَ عَنْ فَخِذَيْهِ . (روا ه الطبرانى فى الأوسط)

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اس کو اجازت دے اور جنت کی بشارت بھی دے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور دونوں ران ننگے کر کے پاؤں کنویں میں لٹکا کر نبی کریم ﷺ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اس کو اجازت بھی دے اور جنت کی بشارت بھی دیدے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور اپنے ران ننگے کر کے پاؤں کنویں میں لٹکا کر نبی کریم ﷺ کے بائیں طرف بیٹھ رہے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اس کو اجازت دے اور جنت کی بشارت دے بلوٰی کے ساتھ جو اس کو پہنچے گا۔ پس عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور دونوں ران ننگے کر کے پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔'' (الاوسط)

١٣١٢۔ عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَابَـأْسَ أَنْ يُـقَلِّبَ الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَشْتَـرِيَهَـا مَاخَلَا عَوْرَتِهَا مَا بَيْنَ رُكْبَتِهَا إِلٰى مَعْقِدِ الْإِزَارِ . (للكبير بلين ، ١٠٧٧٣)

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص باندی کو خریدنا چاہے تو اس کو دیکھنا اس کے ستر کے علاوہ جو زانوؤں سے ازار بند تک ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔'' (الکبیر بسند ضعیف)

شــرح: ......١۔ ناف سے گھٹنوں تک پردہ ہے، یہ صرف میاں بیوی دیکھ سکتے ہیں، کوئی دوسرا خواہ مرد ہو یا عورت ہو، ایک دوسرے سے پردہ میں رکھیں۔ حتیٰ کہ خلوت میں جو ہو وہ بھی احتیاط کرے، بہتر اور افضل تو یہی ہے کہ تنہائی میں بھی برہنہ نہ ہو۔ شرمگاہ پر پردہ ہو، اگر تنہائی میں کوئی برہنہ نہا لیتا ہے تو جائز ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ایوب علیہما السلام کے متعلق صحیح حدیث میں آتا ہے کہ وہ عریاں نہا رہے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۴/۱۳)

٢۔ ران بھی پردہ میں شمار ہے مگر نبی اکرم ﷺ سے ران کے برہنہ ہونے کا ثبوت ہے۔

اس بارے میں تضاد دور کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قول اور عمل آپس میں ٹکرائیں تو ترجیح قول کو ہوتی ہے، اس لیے ران پردہ میں شامل ہونے کو ترجیح ہوگی۔ (تحفۃ الاحوذی: ۴/ ۱۹)

(١٣١٢) طبرانی کبیر: ١٠٧٧٣۔ وفيه، صالح بن حسان وهو ضعيف وذكره ابن حبان فى الثقات.

اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ران برہنہ کرنے والی حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے زیادہ ثابت ہے مگر زیادہ احتیاط والی بات یہی ہے کہ ران کو پردہ میں شامل کیا جائے۔ (بخاری، باب ما یذکر فی الفخذ)

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ برہنہ جسم ہو لباس یا کپڑا نہ لیا ہو تو پھر آدمی، آدمی کے ساتھ اور عورت، عورت کے ساتھ ایک بستر میں نہ لیٹیں، البتہ میاں بیوی مستثنیٰ ہیں۔

١٣١٣ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لاَ يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ. (رواه مسلم٥١٦)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جب کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔''

١٣١٤ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِيْ ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. (رواه أبوداود، ٦٢٧)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو کپڑے کے دو اطراف مخالف سمت سے اپنی گردن پر ڈال دے۔''

١٣١٥ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ سَائِلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ. (رواه البخاری ٣٥٨)

سیّدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک سوال کرنے والے نے رسول کریم ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے ہر ایک کے دو کپڑے ہیں؟

١٣١٦ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ قَالَ إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوْا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ صَلَّى رَجُلٌ فِيْ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ فِيْ إِزَارٍ وَقَمِيْصٍ فِي إِزَارٍ وَقُبَاءٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ فِي سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ فِي سَرَاوِيْلَ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے وسعت کر دی ہے تو تم بھی وسعت پیدا کرو۔ ایک مرد اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کر کے نماز پڑھے مرد اپنی ازار اور اپنی چادر میں۔ اپنی ازار اور اپنے چغہ میں۔ اپنی ازار اور اپنی قمیض میں، اپنی شلوار اور اپنی

(١٣١٣) مسلم: ٥١٦ـ بخاری: ٣٥٩ـ نسائی: ٧٦٩ـ ابوداؤد: ٦٢٦ـ احمد: ١٠٣٦٩ـ دارمی: ١٣٧١.

(١٣١٤) ابوداؤد: ٦٢٧ـ صحیح البانی: ٥٨٦ـ بخاری: ٣٦٠ـ مسلم: ٥١٦ـ نسائی: ٧٦٩ـ احمد: ١٣٦٩ـ دارمی: ١٣٧١.

(١٣١٥) بخاری: ٣٥٨ـ مسلم: ٥١٥ـ نسائی: ٧٦٣ـ ابوداؤد: ٦٢٥ـ ابن ماجه: ١٠٤٧ـ احمد: ١٠١٢٥ـ مؤطا: ٣٢٠ـ دارمی: ١٣٧٠.

(١٣١٦) بخاری: ٣٦٥ـ مسلم: ٥١٥ـ نسائی: ٧٦٣ـ ابوداؤد: ٦٢٥ـ ابن ماجه: ١٠٤٧ـ احمد: ١٠١٢٥ـ مؤطا: ٣٢٠ـ دارمی: ١٣٧٠.

وَقُبَاءٍ فِيْ تُبَّانٍ وَقُبَّاءٍ فِي تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ . (رواه البخاري ، ٣٦٥)

چادر میں۔ اپنی شلوار اور قمیض میں سلوار اور چغہ میں، لنگوٹ اور چغہ میں، لنگوٹ اور قمیض میں اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی کہا لنگوٹ اور چادر میں۔

١٣١٧۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ آخِرُ صَلاَةٍ صَلاَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ الْقَوْمِ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ أَبِيْ بَكْرٍ (رواه النسائی: ٧٨٥)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری نماز نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے ساتھ ایک کپڑے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی ہے۔

١٣١٨۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ يَتَّقِيْ بِفُضُوْلِهِ حَرَّ الأَرْضِ وَبَرْدَهَا(رواه أحمد ٢٣١٦)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زمین کی گرمی اور سردی سے بچاؤ کرتے تھے۔

١٣١٩۔ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَاضِنِ عَائِشَةَ قَالَ:رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَائِشَةَ يُصَلِّيَانِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ نِصْفُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنِصْفُهُ عَلٰى عَائِشَةَ . (للأوسط وبضعف)

ابوعبدالرحمٰن، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پرورش کرنے والے نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ کپڑے کا نصف حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نصف ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھا۔'' (الاوسط بسند ضعیف)

١٣٢٠۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ لِحَافٍ لا يَتَوَشَّحُ بِهِ وَالآخَرُ أَنْ تُصَلِّي فِيْ سَرَاوِيْلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ . (رواه أبوداود: ٦٣٦)

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف شلوار میں نماز نہ پڑھ جب کہ تیرے اوپر چادر نہ ہو۔''

١٣٢١۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِيْ أُزْرِهِمْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لاَ

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ مرد بچوں کی طرح اپنی ازار سے اپنی گردن پر گرہ باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور عورتوں کو کہا

(١٣١٧) نسائی: ٧٨٥۔ صحيح الاسناد: ٧٥٧۔ ترمذی: ٣٦٣۔ احمد: ١٣١٤٤.

(١٣١٨) احمد: ٢٣١٦۔ وابو يعلى، والطبرانی، ورجال احمد رجال الصحيح، هيثمی: ٢١٩٨.

(١٣١٩) طبرانی اوسط۔ وفيه ضرار بن صرد ابو نعيم وهو ضعيف، هيثمی: ٢٢١٦.

(١٣٢٠) ابوداؤد: ٦٣٦۔ حسن، البانی: ٥٩٤.

(١٣٢١) بخاری: ٣٦٢۔ مسلم: ٤٤١۔ نسائی: ٧٦٦۔ ابوداؤد: ٦٣٠۔ احمد: ٢٢٣٠٣.

تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِي الرِّجَالُ جُلُوْسًا. (رواه البخاري ٣٦٢)

جاتا تھا: تم اپنے سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ یہاں تک کہ مرد برابر اٹھ کر بیٹھ جائیں۔"

شرح: ......ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے، مگر یہ ضرور خیال رکھا جائے کہ کندھے پر اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہونا چاہیے، اس سے ایک تو پردہ حاصل ہوگا اور خوبصورتی بھی رہے گی۔ یہ تب ممکن ہے جب کپڑا کھلا ہو اور وسیع ہو اور اگر کپڑا تنگ ہو اور ہو بھی ایک ہی تو پھر کمر میں باندھ کر تہبند کی مانند بنا لے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کے پاس ایک ہی کپڑا ہو وہ اپنے کندھے پر اس کا کچھ حصہ اگر نہیں رکھتا تو اس کی نماز صحیح نہیں۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ تنگ حالی ہو تو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر انحصار کرنا جائز ہے، اگر وسعت ہو تو دو کپڑوں میں یا اس سے بھی زیادہ کپڑوں میں جو کہ زیادہ سے زیادہ خوبصورتی اور پردے کا باعث ہوں نماز ادا کرنا افضل ہے۔

۳۔ جب نمازی پر تنگ کپڑا ہو تو وہ اپنی گردن میں اس کی گرہ دے لے تاکہ کپڑا نیچے نہ گرے۔

۴۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کی پابندی اس لیے لگائی تھی چونکہ نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے نماز ادا کرتی تھیں، ممکن تھا کپڑا تنگ ہونے کی وجہ سے کپڑا اوپر ہو جائے اور عورتوں کی نظر پڑ جائے۔ (فتح الباری: ۴۷۳/۱)

١٣٢٢ـ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ (رواه أبوداود. ٦٤١)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔" (ابو داؤد اور ترمذی)

١٣٢٣ـ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ قَالَ إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا. (لأبي داود، ٦٤٠)

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور چادر میں بغیر ازار کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب قمیص مکمل ہو اور پاؤں کی پشت کو ڈھانپ لے تو پڑھ سکتی ہے۔" (ابوداؤد)

شرح: ......۱۔ بالغہ عورت ہو تو اس کا سر بھی پردے میں شامل ہے، سر اور گردن ڈھانپنا اس پر فرض ہے، وگرنہ نماز نہیں ہوگی۔

(١٣٢٢) ابوداؤد: ٦٤١ـ صحيح البانی: ٥٩٦ـ ترمذی: ٣٧٧ـ ابن ماجه: ٦٥٥ـ احمد: ٢٥٦٩٤.

(١٣٢٣) ابوداؤد: ٦٤٠ـ ضعيف البانی: ١٢٦ـ مؤطا: ٣٢٦ـ موقوف صحیح ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شرمگاہ کا ڈھانپنا فرض ہے، اس کو ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۲۔عورت کے قدم بھی پردے میں شامل ہیں اور سارا بدن نماز کے وقت عورت پردے میں رکھے، اجنبیوں کے سامنے تو چہرہ اور ہاتھ بھی پردے میں ہونے چاہئیں، اجنبی نہ ہوں تو پھر گردن، سر اور بدن پردہ میں ہو۔حتیٰ کہ بال اور ناخن بھی پردہ میں ہوں۔ (مرعاۃ:۲/۲۲۱)

١٣٢٤ـ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلٰى أَعْلَا مِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هَذِهِ إِلَى أَبِيْ جَهْمٍ وَأْتُوْنِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِيْ جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِيْ آنِفًا عَنْ صَلاتِيْ. (رواه البخاری، ٣٧٣)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کرتے میں نماز ادا کی، اس میں نقوش تھے اور آپ ﷺ نے اس کے نقوش کو بیک نظر دیکھا۔ جب نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: یہ میرا کرتا ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور بدل کر ابوجہم کی انجانیہ لے آؤ، اس کرتے نے مجھے ابھی نماز سے بے خبر کیا ہے۔"

١٣٢٥ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى يَوْماً وَعَلَيْهِ نَمِرَةٌ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ: أَعْطِنِيْ نَمِرَتَكَ وَخُذْ نَمِرَتِي، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَمِرَتُكَ أَجْوَدُ مِنْ نَمِرَتِيْ، فَقَالَ: أَجَلْ وَلٰكِنَّ فِيْهَا خَيْطَ أَحْمَرَ فَخَشِيْتُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا فَتَفْتِنُنِيْ عَن صَلاتِيْ. (للكبير وَفِي رِوَايَةٍ: فَأَخَافُ أَنْ يَفْتِنِيْ)

سیّدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھاری دار چادر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو فرمایا: تو اپنی چادر مجھے دیدے اور میری چادر تو لے لے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میری چادر سے زیادہ عمدہ ہے۔ فرمایا: ہاں بات تو یہی ہے مگر میری چادر میں سرخ دھاگے ہیں اور مجھے خطرہ یہ ہے کہ میری اس پر نظر پڑے گی اور میری نماز میں فتنہ مجھے پیش آئے گا۔" (الکبیر، ایک روایت ہے: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنے میں ڈال دیں گے)

شرح: ......۱۔ یہ کپڑا نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوجہم کے پاس جن کا نام عامر تھا، اس لیے بھیجا تھا کہ انہوں نے یہ نبی اکرم ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔ اس خیال سے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، شام کے معروف علاقے انجان کی بنی چادر منگوائی اور انہیں تبدیلی کی وجہ بتائی کہ میں نے ہدیہ واپس نہیں کیا، اسے تبدیل کروانا چاہا ہے کیونکہ اس نے مجھے نماز

(١٣٢٤) بخاری: ٣٧٣ـ مسلم: ٥٥٦ـ نسائی: ٧٧١ـ ابوداؤد: ٩١٤ـ احمد: ٢٥٢٠٦ـ مؤطا: ٢٢٠.

(١٣٢٥) طبرانی کبیر ورجاله رجال الصحیح، هیثمی: ٢٢٢٤.

میں مصروف رکھا ہے۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شوخ نقش ونگار والی مساجد اور مصلوں پر نماز پڑھنا پسندیدہ عمل نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں حضور قلبی ہونی چاہیے اس سے خشوع پیدا ہوتا ہے۔ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ معراج کی رات کو ادھر ادھر متوجہ نہ ہوئے، نماز میں کیسے کپڑے پر متوجہ ہوگئے اور مسلم بن یسار آپ کے ادنیٰ غلام ہیں، ایک امتی ہیں، ان کے قریب دیوار گری تھی وہ مصروف نماز تھے۔ انہیں پتہ نہ چلا تو آپ ﷺ ایک کپڑے کی طرف کیسے متوجہ ہوگئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معراج والی بات یہ ہے کہ وہ غیر طبعی بات تھی ایک معجزہ تھا۔ وہاں نظر نہیں بھٹکی، نماز میں آپ اپنی بشری طبع میں تھے، یہاں نظر کا پھرنا ممکن ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ عام امتی بھی بعض ایسے تھے جو خاص مقام پر عبادت میں مگن ہوتے تھے، انہیں گرد و پیش کا پتہ نہ چلتا تھا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ ان کی خاص حالت کے لیے نمونہ تھے اور اس حالت میں عام انسانوں سے بڑھ کر ہوتے تھے۔ اور کبھی آپ ﷺ بشری طبع کے لحاظ سے مصروف ہو جاتے تھے۔ جب کبھی کوئی بھول ہوتی تو آپ کہا کرتے تھے، میں تم جیسا بشر ہوں۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے ریشم جب پہنا تھا وہ اس کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے، بعد میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ یہ مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے، اس لیے آپ نے نفرت کے انداز پر اسے اتار دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ریشم کے لباس میں نماز پڑھنا حرام ہے۔

١٣٢٦ ـ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ لاَ يَنْبَغِيْ هَذَا لِلْمُتَّقِيْنَ. (رواه البخاري ٣٧٥)

سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ریشمی کپڑے تحفہ میں پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے پہن کر نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو بڑی تیزی سے اس کو اتار دیا جیسے کسی کو وہ ناپسند ہوں اور فرمایا: ''اہل تقویٰ کے لیے پہننا مناسب نہیں ہیں۔'' (بخاری ومسلم واحمد)

١٣٢٧ ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ اشْتِمَالُ

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے اشتمال الصما وہ یہ ہے کہ

(١٣٢٦) بخاری: ٣٧٥۔ مسلم: ٢٠٧٥۔ نسائی: ٧٧٠۔ احمد: ١٦٨٩٢.

(١٣٢٧) بخاری: ٥٨٢٠۔ مسلم: ٨٢٧۔ نسائی: ٥٣٤١۔ ابوداؤد: ٢٤١٧۔ ابن ماجه: ٣٥٥٩۔ احمد: ١١٤٨٩.

الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلٰى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُوْ أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الأُخْرَى اِحْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ . (رواه البخاري ، ٥٨٢٠)

لباس گردن پر ڈالدیا جائے اور اس کے بدن کی جانب ننگی رہے اور اس پر کپڑا نہ ہو۔ یا یہ کہ نماز میں کپڑا دو ہاتھوں پر لپیٹ دیا جائے۔ دوسری قسم کپڑے میں چھپنا ہے کہ وہ بیٹھا ہو اور اس کے پردے کے مقام پر کپڑا نہ ہو۔''

١٣٢٨ ـ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَنَّ رَجُلَ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ بِأَشَدِّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الدِّيْنِ وَالْيَنِهِ ، فَقَالَ: اَلْيَنُهٗ شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، وَأَشَدُّهٗ يَا أَخَاالْعَالِيَةِ الْأَمَانَةُ ، إِنَّهٗ لاَدِيْنَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلاَ صَلاَةَ وَلاَ زَكَاةَ لَهُ ، يَا أَخَاالْعَالِيَةِ إِنَّهٗ مَنْ أَصَابَ مَالاً مِنْ حَرَامٍ فَلَبِسَ جِلبَاباً لَمْ تُقْبَلْ صَلاَتُهٗ حَتَّى يُنْحِيَ ذَلِكَ الْجِلْبَابَ عَنْهُ ، إِنَّ اللّٰهَ أَكْرَمُ وَاَجَلُّ يَا أَخَاالْعَالِيَةِ مِنْ أَنْ يَقْبَلَ عَمَلَ رَجُلٍ أَوْ صَلَاتَهٗ وَعَلَيْهِ جِلْبَابٌ مِنْ حَرَامٍ . (للبزار بضعف ٣٥٦١)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ اہل عالیہ کے ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! دین کی مشکل ترین چیز کی خبر بھی دیں اور آسان ترین چیز بھی بتائیں۔فرمایا: آسان تر یہ گواہی دینا ہے کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق اللہ کے سوااور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں،اور اے عالیہ والوں کے بھائی!شدید ترین چیز اس دین کی امانت ہے اور اس کا دین نہیں جس میں امانت نہیں۔ نہ اس کی نماز ہے نہ زکوٰۃ۔ اے عالیہ والوں کے بھائی! جس کا مال حرام ہو پھر اس میں سے چادر پہنی ہوتو اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ چادر اپنے سے دورکر دے۔ اللہ بڑا عزت وکبریائی والا ہے۔ اے عالیہ والوں کے بھائی! وہ کسی آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا جس کی چادرحرام کی ہو۔'' (البزار بسند ضعیف)

شرح : ......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شرمگاہ کو پردہ میں رکھنا واجب ہے،نماز میں تو اورضروری ہے اور یہ بیٹھک جس کی ممانعت اس حدیث میں آئی ہے اس کی ممانعت تب ہے جب شرمگاہ پر پردہ نہ رہے اگرشرمگاہ پر پردہ ہوتو پھرممانعت نہیں، دونوں بیٹھنے کے طریقوں پر پابندی کی یہی شرط ہے اگر شرمگاہ ننگی ہوتو منع ہیں، اگر نہ ہوتو منع نہیں۔(فتح الباری:١/ ٤٧٧)

(١٣٢٨) بزار: ٣٥٦١۔ وفيه ابو الجنوب وهو ضعيف، هيثمی: ١٨١٠٢.

كَيْفِيَّةُ الصَّلَاةِ وَأَرْكَانُهَا

نماز کی کیفیت اور اس کے ارکان کا بیان

١٣٢٩ ـ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاقَامَ لِلصَّلاَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُوْنَا حَذْوَمَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلاَ يَفْعَلُهُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ. (رواه مسلم ٣٩٠)

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے اٹھتے تو ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں کے برابر کر دیتے پھر تکبیر کہتے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کے مثل رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور سجدے سے سر اٹھا کر اس طرح نہیں کرتے تھے۔

١٣٣٠ ـ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِيهِ: قُلْتُ لِنَا فِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الاُوْلٰى أَرْفَعَهُنَّ قَالَ لاَ سَوَاءً قُلْتُ أَشِرْلِيْ فَأَشَارَ إِلٰى الثَّدْيَيْنِ أَوْأَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ. (لأبى داود ، ،٧٤١)

ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا میں نے نافع رحمہ اللہ کو کہا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ اول بار رفع یدین کو زیادہ بلند کرتے دوسری بار وغیرہ سے؟ تو اس نے کہا: نہیں برابر ہی کرتے تھے۔ میں نے کہا: اشارہ کر کے مجھے کہا، پس اس نے دو چھاتیوں تک یا اس سے بھی نیچے تک رفع یدین کرنے کا اشارہ کیا۔" (ابوداود)

١٣٣١ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَكَانَ إِذَا دَخَلَ فِى الصَّلاَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرُ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ (رواه البخارى ٧٣٩)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

(١٣٢٩) مسلم: ٣٩٠ـ بخارى: ٧٣٩ـ ترمذى: ٢٥٥ـ نسائى: ١١٤٤ـ ابوداؤد: ٧٤١ـ ابن ماجه: ٨٥٨ـ احمد: ٦٣٠٩ـ مؤطا: ١٦٥ـ دارمى: ١٣٠٨.

(١٣٣٠) مسلم: ٣٩٠ـ بخارى: ٧٣٩ـ ترمذى: ٢٥٥ـ نسائى: ١١٤٤ـ ابوداؤد: ٧٤١ـ ابن ماجه: ٨٥٨ـ احمد: ٥٢٥٧ـ مؤطا: ١٦٥ـ دارمى: ١٣٠٨.

(١٣٣١) بخارى: ٧٣٩ـ ترمذى: ٢٥٥ـ نسائى: ١١٤٤ـ ابوداؤد: ٧٤١ـ ابن ماجه: ٨٥٨ـ احمد: ٦٣٠٩ـ مؤطا: ١٦٥ـ دارمى: ١٣٠٨.

١٣٣٢۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ، وَفِيْهِ: وَيَرْفَعُهُمَا فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ حَتَّى تَنْقَضِيْ صَلَاتُهُ. (رواه أبوداود، ٧٢٢)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مثل اس کے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر دو تکبیرین جو رکوع سے پہلے کہتے ان میں رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ نماز مکمل کر دیتے۔

١٣٣٣۔ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ قَالَ أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً. (رواه النسائى ١٠٥٨)

علقمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک دن کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف ایک بار۔

١٣٣٤۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (رواه البخارى ٧٨٥)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تو وہ ہر بار تکبیر کہتے جب وہ نیچے جاتے یا وہ اوپر اٹھتے اور جب سلام پھیرتے تو کہتے: میں تم سب سے زیادہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

١٣٣٥۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا. (رواه الترمذى ٢٣٩)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو دونوں ہاتھ پھیلا کر بلند کرتے تھے۔

١٣٣٦۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ نَشَرَ أَصَابِعَهُ. (للترمذى ،، ٢٣٩)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنی انگلیاں منتشر کر دیتے تھے۔"

١٣٣٧۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَهْوِيْ. (للترمذى ، ٢٥٤)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جھکنے کی حالت میں تکبیر کہتے تھے۔

(١٣٣٢) ابوداؤد: ٧٢٢۔ صحیح، البانی: ٦٦٣.

(١٣٣٣) نسائی: ١٠٥٨۔ صحیح، البانی: ١٠١٣۔ ترمذی: ٢٥٧۔ ابوداؤد: ٧٤٨.

(١٣٣٤) بخاری: ٧٨٥۔ مسلم: ٦٧٦۔ ترمذی: ٢٥٤۔ نسائی: ١١٥٥۔ ابوداؤد: ١٤٤٠۔ احمد: ١٠٤٤٠۔ مؤطا: ١٦٨.

(١٣٣٥) ترمذی: ٢٣٩۔ ضعیف البانی: ٣٨۔ نسائی: ٨٨٣۔ ابوداؤد: ٧٥٣۔ احمد: ١٠١١٣۔ دارمی: ١٢٣٧.

(١٣٣٦) ترمذی: ٢٣٩۔ ضعیف البانی: ٣٨۔ نسائی: ٨٨٣۔ ابوداؤد: ٧٥٣۔ احمد: ١٠١١٣۔ دارمی: ١٢٣٧.

(١٣٣٧) ترمذی: ٢٥٤۔ صحیح، البانی: ٢٠٩۔ بخاری: ٨٠٣۔ مسلم: ٣٩٢۔ نسائی: ١١٥٦۔ ابوداؤد: ٨٣٦۔ ابن ماجہ: ٨٦٠۔ احمد: ١٠٤٤۔ مؤطا: ١٦٨۔ دارمی: ١٢٤٨.

١٣٣٨۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ . (رواه أبو داود ٧٢٨)

سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔ میں دوسری بار جب مدینے میں آیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ اپنے سینے تک اٹھاتے ہیں اور انہوں نے ٹوپیاں اور چادریں اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھیں۔

١٣٣٩۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ . (رواه أبوداود ٧٢٩)

سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس موسم سرما میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے اصحاب کو اس حال میں دیکھا کہ وہ نماز میں رفع یدین اپنے کپڑوں میں کرتے تھے۔

١٣٤٠۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ . قَالَ ثُمَّ الْتَحَفَ ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ فَإِذَا أَرَادَأَنْ يَّرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَوَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَإِذَارَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدَ أَيْضًارَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ فَقَالَ هِيَ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ . (رواه أبوداود: ٧٢٣)

سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ جب تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے پھر کپڑا لپیٹتے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے اور دونوں ہاتھ اپنے کپڑے میں داخل کرتے اور جب رکوع کرنے ارادہ کرتے تو دونوں ہاتھ نکال کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے۔ پھر سجدہ کرتے تو پیشانی دو ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے۔ راوی محمد رحمہ اللہ نے کہا: میں نے یہ حدیث حسن بن ابی الحسن کے سامنے بیان کی تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی، پھر ایسا عمل کیا جس نے کیا اور اس طریقے کو ترک کیا جس نے کیا۔

(١٣٣٨) ابوداؤد: ٧٢٨۔ صحيح البانی: ٦٦٨۔ مسلم: ٤٠١۔ ترمذی: ٢٦٨۔ نسائی: ١١٦٩۔ ابن ماجه: ٨٨٢۔ احمد: ١٨٣٩٨۔ دارمی: ١٣٥٧۔

(١٣٣٩) ابوداؤد: ٧٢٩۔ صحيح، البانی: ٦٦٩۔ مسلم: ٤٠١۔ ترمذی: ٢٦٨۔ نسائی: ١١٦٩۔ ابن ماجه: ٨٨٢۔ احمد: ١٨٣٩٨۔ دارمی: ١٣٥٧۔

(١٣٤٠) ابوداؤد: ٧٢٣۔ صحيح البانی: ٦٦٤۔ مسلم: ٤٠١۔ ترمذی: ٢٦٨۔ نسائی: ١١٦٩۔ ابن ماجه: ٨٨٢۔ احمد: ١٨٣٩٨۔ دارمی: ١٣٥٧۔

١٣٤١ـ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَىٰ بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ (لأبى داود ٧٢٤)

عبدالجبار بن وائل سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ رفع یدین کرتے یہاں تک دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے دوشانوں کے برابر ہو جاتے اپنے دوانگوٹھے اپنے دوکانوں کے برابر کر کے پھر تکبیر کہتے۔''

١٣٤٢ـ وفى أخرى: أنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرَةِ . (لأبى داود، ٧٢٥)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ اٹھاتے تھے۔

١٣٤٣ـ وفى رواية: إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَضْجَعَ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَنَصَبَ أُصْبُعَهُ لِلدُّعَاءِ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى . (رواه النسائى، ١١٥٩)

ایک روایت میں ہے: جب دو رکعات کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھا دیتے اور دائیں کو کھڑا کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور اپنی انگلی دعا کے لیے کھڑی کرتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے تھے۔''

١٣٤٤ـ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَيْثُ يُحَاذِيْ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ . (رواه مسلم ،٣٩١)

سیّدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو دو کانوں کے برابر کر دیتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' قبول کیا اللہ نے جس نے اس کی حمد بیان کی'' اوراسی طرح رفع یدین کرتے۔

١٣٤٥ـ وزاد فى أخرى: وَإِذَا سَجَدَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ .

اور ایک روایت میں ہے زیادہ کیا: اور جب سجدہ کرتے اور سجدے سے سر اٹھاتے۔

(١٣٤١) ابوداؤد: ٧٢٤ـ ضعيف، البانى: ١٤٥ـ مسلم: ٤٠١ـ ترمذى: ٢٦٨ـ نسائى: ١١٦٩ـ ابن ماجه: ٨٨٢ـ احمد: ١٨٣٩٨ـ دارمى: ١٣٥٧.

(١٣٤٢) ابوداؤد: ٧٢٥ـ صحيح البانى: ٦٦٥ـ مسلم: ٤٠١ـ ترمذى: ٢٦٨ـ نسائى: ١١٦٩ـ ابن ماجه: ٨٨٢ـ احمد: ١٨٣٩٨ـ دارمى: ١٣٥٧.

(١٣٤٣) نسائى: ١١٥٩ـ صحيح الاسناد، البانى: ١١١٠ـ مسلم: ٤٠١ـ ابوداؤد: ٩٥٧ـ ابن ماجه: ٨٦٧ـ احمد: ١٨٣٨٨.

(١٣٤٤) مسلم: ٣٩١ـ بخارى: ٧٣٧ـ نسائى: ١٠٨٥ـ ابوداؤد: ٧٤٥ـ ابن ماجه: ٨٥٩ـ احمد: ٢٠٠٠٨ـ دارمى: ١٢٥١.

(١٣٤٥) صحيح، البانى: ١٠٩٨ـ ابوداؤد: ٧٤٠.

١٣٤٦ ـ عَنِ النَّضْرِ بْنِ كَثِيرٍ أَبِي سَهْلٍ الْأَزْدِيِّ قَالَ صَلَّى إِلَى جَنْبِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ بِمِنٰى فِي مَسْجِدِالْخِيْفِ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الأُوْلٰى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَأَنْكَرْتُ أَنَا ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ إِنَّ هٰذَا يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَأَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ لَهُ وُهَيْبٌ تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ نَرَأَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ رَأَيْتُ أَبِيْ يَصْنَعُهُ وَقَالَ أَبِيْ رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُهُ. (رواه النسائي: ١١٤٦)

النضر بن کثیر رحمہ اللہ نے کہا میدان منیٰ میں عبد اللہ بن طاؤس نے مسجد خیف میں نماز پڑھی پس جب وہ پہلا سجدہ کر کے سر اٹھاتے تو اپنے چہرے کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔ میں نے اس پر انکار کیا اور یہ بات وہیب بن خالد سے ذکر کی تو وہیب نے اس کو کہا: تم یہ ایک کام کرتے ہو ہم نے تو یہ کام کرتے کسی کو نہیں دیکھا جو تم کرتے ہو۔ ابن طاؤس نے کہا: میں نے اپنے والد کو اس طرح کرتے دیکھا ہے اور انہوں نے کہا کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور میں تو یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔

١٣٤٧ ـ عَنْ مَيْمُوْنِ الْمَكِّيِّ أَنَّهُ رَأَىٰ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَصَلّٰى بِهِمْ يُشِيْرُ بِكَفَّيْهِ حِيْنَ يَقُوْمُ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ وَحِيْنَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ فَيَقُوْمُ فَيُشِيْرُ بِيَدَيْهِ فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ إِنِّي رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى صَلاةً لَمْ أَرَأَحداً يُصَلِّيْهَا فَوَصَفْتُ لَهُ هٰذِهِ الإِشَارَةِ فَقَالَ إِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَنْظُرَإِلَى صَلاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاقْتَدِ بِصَلاةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ. (رواه أبوداود ٧٣٩)

میمون مکی سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی وہ دونوں ہاتھوں سے اشارہ (رفع یدین) کرتے، جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، جب رکوع کرتے اور جب سجدے کو جاتے اور جب قیام کے لیے اٹھتے اور کھڑے ہو کر بھی ایسا ہی کرتے۔ وہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور میں نے کہا: میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس طرح نماز پڑھتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور میں نے ان اشارات کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اگر تجھے یہ پسند ہو کہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھے تو ابن زبیر کی نماز کی اقتداء کر۔

(١٣٤٦) نسائی: ١١٤٦ـ صحیح، البانی: ١٠٩٨ـ ابوداؤد: ٧٤٠.

(١٣٤٧) ابوداؤد: ٧٣٩ـ صحیح، البانی: ٦٧٤ـ احمد: ٢٦٢٢.

١٣٤٨ـ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الأَصَمّ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِي الصَّلاةِ فَقَالَ يُكَبِّرُ إِذَارَكَعَ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَقَالَ حَطِيْمٌ عَمَّنْ تَحْفَظُ هٰذَا فَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثُمَّ سَكَتَ فَقَالَ لَهُ حَطِيْمٌ وَعُثْمَانُ قَالَ وَعُثْمَانُ. (رواه النسائی ۱۱۷۹)

عبدالرحمٰن بن الاصم سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے سوال کیا گیا نماز کی تکبیر کے بارے میں تو انہوں نے کہا تکبیر کہے جب رکوع جائے اور جب سجدے میں جائے اور جب سجدے سے سر اٹھائے اور جب دو رکعات پوری کر کے اٹھے۔ حطیم نے سوال کیا: یہ آپ نے کس سے یاد کیا ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے پھر وہ خاموش رہا۔ تو حطیم نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی۔ تو اس نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی۔ (نسائی)

١٣٤٩ـ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي الصَّلاةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلاتَهُ حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ (رواه مالك ١٦٦)

سیّدنا علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب نیچے جاتے اور جب اوپر اٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی نماز اسی طور پر جاری رہی یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ (مالک)

شرح:......۱۔ نماز میں رکوع سے اٹھیں تو سمع اللہ لمن حمدہ کہیں مقتدی بھی اور امام بھی کہے۔

علاوہ ازیں نماز کی جس جگہ پر بھی اوپر نیچے ہوں، اللہ اکبر کہیں۔

۲۔ ان روایات میں مذکور ہوا ہے کہ سجدہ سے اٹھ کر بھی رفع الیدین ہے مگر یہ پہلے تھا اب نہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز کے افتتاح کے وقت، رکوع کرتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے۔ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ (نسائی، کتاب الافتتاح، ترک رفع الیدین عند السجود: (۱۰۸۹)/ ۱/ ۱۲۹) اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ اور نسائی ہی میں رقم (۸۷۷) میں آتا ہے: وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ اور نہ ہی اس وقت رفع یدین کرتے تھے جب سجدے سے سر اٹھاتے۔

۳۔ پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں زمین پر بچھایا جائے اور دایاں کھڑا رکھا جائے۔ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا جائے اور انگلی اشارہ کے لیے اٹھائی رکھیں اور اشارہ ایک ہی دفعہ ہے۔

(١٣٤٨) نسائی: ١١٧٩ـ صحیح الاسناد، البانی: ١١٢٨ـ احمد: ١٣٨٧.

(١٣٤٩) مؤطا: ١٦٦.

۴۔ اللہ اکبر پہلے کہیں اور بعد میں رفع یدین کریں، یا رفع یدین کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہیں، یا رفع یدین پہلے کریں اور اللہ اکبر بعد میں کہیں ہر طرح جائز ہے۔

۵۔ نماز میں قیام کے دوران دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے اور سجدے میں چہرہ ہتھیلیوں کے درمیان رکھنا ہے۔

۶۔ رفع یدین اچھی طرح ہاتھ پھیلا کر کیا جائے اور کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں۔

۷۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ (۱) نماز شروع کرتے وقت (۲) رکوع جاتے وقت (۳) رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعات سے زیادہ نماز ہو تو پہلے تشہد سے اٹھتے وقت یعنی دو رکعات سے تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع یدین سنت ہے، ثابت ہے اور غیر منسوخ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نماز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کیا کرتے تھے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں کہ اس نے رفع یدین نہ کی ہو۔ (جزء رفع الیدین)

۸۔ رفع یدین کی ہمیشگی ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کی ہے اس کی دلیل حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی احادیث ہیں اور یہ تو احناف بھی مانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کی تکبیر میں جب تک آپ زندہ رہے ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے ہیں۔ (ہدایہ)

اس پر جو دلیل پیش کرتے ہیں، اس پر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وہ احادیث جن سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے افتتاح کی تکبیر کے وقت ہمیشہ رفع یدین کیا ہے، یہ وہی احادیث ہیں جن میں رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ جب افتتاح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کی ہمیشگی پر استدلال درست ہے تو پھر رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت بھی درست ہے کہ آپ نے رفع یدین ان مواقع پر ہمیشہ کیا ہے۔ (ابکار المنن: ص ۱۹۵)

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، رفع یدین چھوڑنے کی قطعاً ایک بھی صحیح حدیث ثابت نہیں اور جو نہ کرنے کی آتی ہے، وہ ضعیف ہے اور حجت کے قابل نہیں......

مزید فرماتے ہیں کہ رفع یدین کو منسوخ کہنے والوں یا اس سے روکنے والوں کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں رفع یدین کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تشریف لائے، تو فرمایا: کیا حال ہے، نماز میں تم شریر گھوڑوں کی دموں کی مانند ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم، احمد، ابوداؤد، نسائی)

یہ استدلال غلط ہے کیونکہ اسی حدیث کا بقیہ حصہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں، جب ہم سلام پھیرتے تھے تو ساتھ دونوں جانب ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا کہ ہاتھ اپنی رانوں پر رکھا

کرو۔ انہیں شریر گھوڑوں کی مانند حرکت نہ دیا کرو۔ ثابت ہوا یہ سلام پھیرنے کا واقعہ ہے۔ (مرعاۃ:۲/ ۲۵۶)

راقم کہتا ہے کہ ایک اور چیز ہے جو استدلال کو غلط قرار دیتی ہے کہ اس سے تو پھر تکبیر افتتاح کے وقت والا رفع یدین بھی منسوخ قرار پائے گا۔

ایک اور صورت ہے کہ یہ استدلال غلط ہے گھوڑا دم دائیں بائیں مارتا ہے جبکہ رفع یدین تو اوپر نیچے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے رفع یدین کے منسوخ ہونے پر استدلال کرنا بہت بڑی نادانی ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ نماز میں چار جگہوں پر افتتاح کے وقت، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعات کی ادائیگی سے تشہد سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا صحیح سنت سے ثابت ہے منسوخ نہیں۔

١٣٥٠۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْـهُ قَالَ: كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّلاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ . (رواه البخاری ١١١٧)

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بواسیر تھی، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر تجھے یہ طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر پڑھ۔'' (بخاری)

١٣٥١۔ وفی روایة قال له فی الجواب أَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ . (للبخاری ١١١٥)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو یہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر پڑھی اس کے لیے کھڑے کے اجر کے نصف کی مثل اجر ہے اور جس نے نیند (لیٹنے) کی حالت میں پڑھی تو اس کے لیے بیٹھ کر پڑھنے والے کے اجر کے نصف کے برابر اجر ہے۔''

١٣٥٢۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِبْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَتْ نَعَمْ بَعْدَ مَا حَطَمَهُ النَّاسُ . (رواه مسلم ٧٣٢)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں جب آپ ﷺ کو لوگوں نے تھکا دیا تو اس کے بعد......

(١٣٥٠) بخاری: ١١١٧۔ ترمذی: ٣٧١۔ نسائی: ١٦٦٠۔ ابوداؤد: ٩٥٢۔ ابن ماجه: ١٢٣١۔ احمد: ١٩٤٨١.

(١٣٥١) بخاری: ١١١٥۔ ترمذی: ٣٧١۔ نسائی: ١٦٦٠۔ ابوداؤد: ٩٥٢۔ ابن ماجه: ١٢٣١۔ احمد: ١٩٤٨١.

(١٣٥٢) مسلم: ٧٣٢۔ بخاری: ٥٩٠۔ نسائی: ١٦٥٧۔ ابوداؤد: ٩٥٦۔ ابن ماجه: ١٢٢٨۔ احمد: ٢٥٤٠٩۔ مؤطا: ٢١٢.

١٣٥٣ـ وفـي رواية: قَـالَ لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ وَثَـقُـلَ كَـانَ أَكْثَرُ صَلاتِـهِ جَالِسًا(رواه مسلم ، ٧٣٢)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: جب آپ ﷺ کا بدن بھاری ہو گیا تو آپ کی بیشتر نماز بیٹھ کر ہوا کرتی تھی۔

١٣٥٤ــ عَـنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ لِعَـائِشَةَ كَيْفَ كَـانَ يَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِـي الـرَّكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِـمَـا فَـإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ (رواه مسلم ٧٣١)

علقمہ بن وقاص نے کہا: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے کہا: جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تو اس کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ دو رکعات میں قراءت (بیٹھ کر) کرتے رہتے تھے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے اور پھر رکوع کرتے تھے۔

١٣٥٥ـ عَـنْ عَـائِشَةَ أُمِّ الْـمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَـانَ يُـصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُـوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَ تِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلاثِيْـنَ أَوْأَرْبَـعِيْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُـمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْـلَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَضَى صَلاتَهُ نَظَرَفَإِنْ كُنْتُ يَـقْـظَـى تَـحَـدَّثَ مَـعِـيَّ وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ . (للبخاری، ١١١٩)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو قراءت بھی بیٹھ کر کرتے تھے اور جب تیس تا چالیس آیات باقی رہتیں تو ان کو کھڑے ہو کر پڑھتے، پھر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے۔ اور دوسری رکعت میں بھی اس کی مثل کرتے اور جب نماز مکمل کر لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ گفتگو کرتے اور اگر میں سوئی ہوتی تو آپ ﷺ لیٹ جاتے۔

١٣٥٦ـ وفـي أخـرى: قَـالَـتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلاً طَـوِيْلاً قَائِمًا وَلَيْلاً طَوِيْلاً قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَـرَأَوَهُـوَ قَـائِـمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ قَاعِداً رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدًا . (رواه مسلم ٧٣٠)

اور دوسری روایت یہ ہے: طویل رات آپ ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور طویل رات آپ ﷺ بیٹھ کر پڑھتے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجود بھی بدستور کھڑے ہی کرتے اور جب قرأت بیٹھ کر کرتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھ ہی کر کرتے۔" (مسلم)

(١٣٥٣) مسلم: ٧٣٢ـ بخاری: ٥٩٠ـ نسائی: ١٦٥٧ـ ابوداؤد: ٩٥٦ـ ابن ماجه: ١٢٢٨ـ احمد: ٢٥٤٠٩ـ مؤطا: ٢١٢.

(١٣٥٤) مسلم: ٧٣٢ـ بخاری: ١١١٩ـ ترمذی: ٣٧٥ـ نسائی: ١٦٥٧ـ ابوداؤد: ٩٥٦ـ ابن ماجه: ١٢٢٨ـ احمد: ٢٥٤٦٦ـ مؤطا: ٢١٣.

(١٣٥٥) بخاری: ١١١٩ـ مسلم: ٢٨٢ـ ترمذی: ٤١٨ـ نسائی: ١٦٥٠ـ ابوداؤد: ١٢٦٣ـ ابن ماجه: ١٢٢٧.

(١٣٥٦) مسلم: ٧٣٠ـ نسائی: ١٦٤٧ـ ابوداؤد: ٩٥٥ـ احمد: ٢٥٧٥٤.

١٣٥٧ـ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلاَتِهِ جَالِسًا إِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ. (رواه النسائی ١٦٥٣)

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی حتی کہ فرض نمازوں کے علاوہ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے۔(النسائی)

١٣٥٨ـ عَنْ حَفْصَةَ نَحْوُهُ وَفِيْهِ: فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُوْنَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا. (رواه مسلم ، ، ٧٣٣)

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس کی مثل روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ دوگانہ میں قراء ت بیٹھ کر کرتے تھے اور آپ ﷺ کوئی بھی سورت ترتیل سے پڑھتے تو وہ اپنے سے بہت زیادہ طویل وقت میں پڑھی جاتی۔

١٣٥٩ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَلاَةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلاَةِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُّهُ يُصَلِّي جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلَى رَأْسِهِ. (لمسلم ٧٣٥)

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹھے ہوئے مرد کی نماز کا نصف اجر ہے۔ تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رکھا۔'' (مسلم)

١٣٦٠ـ وفي رواية: فَقَالَ مَالَكَ يَاعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَّكَ قُلْتَ صَلاَةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلاَةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا قَالَ أَجَلْ وَلٰكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ. (رواه مسلم ٧٣٥ ،)

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! تجھے کیا ہو اہے؟ میں نے کہا: مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اجر نماز کے نصف برابر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں مگر میں تم میں سے کسی ایک کی مثل تو نہیں ہوں۔''

١٣٦١ـ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مُحْصِنٍ

''ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب

(١٣٥٧) نسائی: ١٦٥٣ـ صحيح، البانی: ١٥٥٩ـ احمد: ٢٦٠٠٤.

(١٣٥٨) مسلم: ٧٣٣ـ ترمذی: ٣٧٣ـ نسائی: ١٦٥٨ـ احمد: ٢٥٩٠٢ـ مؤطا: ٣١١ـ دارمی: ١٣٨٥.

(١٣٥٩) مسلم: ٧٣٥ـ نسائی: ١٦٥٩ـ ابوداؤد: ٩٥٠ـ ابن ماجه: ١٢٢٩ـ احمد: ٦٨٥٥ـ مؤطا: ٣١٠ـ دارمی: ١٣٨٤.

(١٣٦٠) مسلم: ٧٣٥.

(١٣٦١) ابوداؤد: ٩٤٨ـ صحيح، البانی: ٨٣٥.

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عُمُوْدًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ. عمر رسیدہ ہو گئے اور جسم اطہر پر گوشت آ گیا تو نماز کی جگہ میں ایک ستون تیار کرایا اور آپ ﷺ اس پر سہارا لیتے تھے۔

(رواہ أبوداود ۹٤۸)

شرح: ......۱۔ مریض اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا یا جہاد میں یہ صورت ہو کہ اگر کھڑا ہو گا تو دشمن دیکھ لے گا یا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے سے بیماری کے اضافے کا ڈر ہو یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

اگر یہ بھی ممکن نہ ہو کہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکے تو اپنے دائیں پہلو پر چہرہ قبلہ رخ کرتے ہوئے لیٹ کر پڑھ لے۔

اس سے بھی زیادہ تکلیف ہو تو پھر حسب طاقت جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے۔

۲۔ اگر کوئی شخص معذور ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے پورا اجر دیا جائے گا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو کہ بخاری کتاب الجہاد میں آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر پر ہوتا ہے تو اس کے لیے وہی اجر لکھا جاتا ہے جب وہ صحت مند تھا یا سفر پر نہ تھا۔

اگر معذور نہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے اجر کم ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری: ۲/ ۵۸۵)

راقم کہتا ہے کہ نبی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے اور اس پر پابندی لگانے میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ جب لوگوں نے آپ کی صحت کو توڑ کر رکھ دیا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے، اور آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں یعنی میری محنت بہت زیادہ ہے، اس سے ثابت ہوا یہ آپ کی دونوں باتیں واضح دلالت کرتی ہیں کہ آپ تکلیف کی وجہ سے بیٹھتے تھے اور تکلیف سے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اجر میں کمی نہیں آتی۔ پتہ چلتا ہے کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے۔

۳۔ جب آدمی نماز میں نقاہت محسوس کرے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور تلاوت طویل قراءت کرے اور کچھ باقی رہ جائے تو طبیعت سنبھالا لے تو کھڑا ہو سکتا ہے۔ اجر کم نہیں ہوتا اور جو یہ کہتے ہیں کہ دوران نماز اگر کھڑا ہونے کی طاقت حاصل ہو جائے تو پھر نماز نئے سرے سے شروع کرے۔ یہ احادیث اس موقف کو غلط قرار دے رہی ہیں بلکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی بقدر طاقت بیٹھ کر تہجد وغیرہ نمازیں ادا کر سکتا ہے اگر عذر ہو، اگر اب بہتر محسوس کرتا ہے عذر باقی نہیں رہا تو بقیہ تلاوت اور رکوع وسجود کھڑے ہو کر کرتا ہے تو بالکل درست ہے، نئے سرے سے نماز کے افتتاح کی ضرورت نہیں۔ (فتح الباری: ۳/ ۵۸۹)

۴۔ اگر عمر رسیدہ ہونے یا وجود کے نرم پڑنے کی وجہ سے نماز میں کسی ستون یا دیوار کا سہارا لے لیں تو بھی جائز ہے۔ بلا عذر جائز نہیں۔

۱۳٦۲۔ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ابو حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں کو حکم

قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلاَةِ قَالَ أَبُوْحَازِمٍ لاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ يَنْمِيْ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ (رواه البخاری ٧٤٠)

دیا جاتا تھا کہ نماز میں مرد اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازم نے کہا: میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔

١٣٦٣۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَضَعْتُ شِمَالِي عَلَى يَمِيْنِيْ فِي الصَّلاَةِ فَأَخَذَ بِيَمِيْنِيْ فَوَضَعَهَا عَلٰى شِمَالِي . (رواه النسائی ٨٨٨)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ دیکھا کہ میں نے بائیں ہاتھ کو نماز میں دائیں ہاتھ پر رکھا ہے پس آپ ﷺ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔

١٣٦٤۔ عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ وَيَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ(رواه رزین)

ابو جحیفہ نے کہا: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: سنت یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا اور وہ دونوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے۔

شــــرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قیام میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے۔ اور سینے کے قریب ہاتھ رکھے جائیں اور ہاتھ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ ہاتھ گٹ پر ہو کچھ بازو پر ہو۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہاتھ ہاتھ پر رکھیں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ بازو بازو پر رکھا جائے۔

سینے پر اس طرح ہاتھ رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ انداز سائل کی ایسی بے بسی اور پستی کا ہے کہ اس سے زیادہ عاجزی ممکن نہیں اور اس طرح خشوع بھی پیدا ہوتا ہے اور کھیل کود سے اجتناب رہتا ہے۔

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات جن سے احناف نے استدلال کیا ہے...... لَا يَصْلُحُ وَاحِدٌ مِّنْهَا لِلِاحْتِجَاجِ ''ان میں سے ایک بھی حجت اور دلیل کے قابل نہیں۔'' (مرعاۃ: ٢/ ٣٠٢)

ثابت ہوا کہ قیام نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے پر رکھا جائے یہ صحیح سنت سے معلوم ہوا ہے، زیر ناف ہاتھ باندھنے والی روایت حجت کے قابل نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ عورت اور مرد کے ہاتھ باندھنے میں کوئی فرق نہیں۔ اس میں جو تفریق کرتے ہیں، بے دلیل ہے۔

(١٣٦٢) بخاری: ٧٤٠۔ احمد: ٢٢٣٤٢۔ مؤطا: ٣٧٨.

(١٣٦٣) نسائی: ٨٨٨۔ حسن، البانی: ٨٥٥۔ ابوداؤد: ٧٥٥۔ ابن ماجہ: ٨١١.

(١٣٦٤) رزین.

١٣٦٥ـ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَأَى رَجُلاً يُصَلِّي قَدْ صَفَّ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ خَالَفَ السُّنَّةَ وَلَوْ رَاوَحَ بَيْنَهُمَا كَانَ أَفْضَلَ. (رواه النسائی ٨٩٢)

ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ اپنے دو پاؤں ملا کر کھڑا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے خلاف سنت کام کیا ہے۔ اگر تو دو پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھتا تو افضل ہوتا۔

١٣٦٦ـ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ وَتُذْرِعُ وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا إِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلاً بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا (رواه الترمذی، ٣٨٥)

سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز دو دو رکعات ہے اور ہر دو رکعات بعد تشہد (التحیات) ہے۔ خشوع، عاجزی اور ہاتھوں کو اٹھانا لازم ہے۔“ فرمایا: دونوں ہاتھ اپنے رب کے سامنے بلند کرے ہاتھوں کا اندرونی حصہ تیرے چہرے کی طرف ہو اور تو کہہ رہا ہو: اے میرے رب، اے میرے رب! اور جو ایسا نہ کرے تو وہ ایسا اور ایسا ہوگا۔“

١٣٦٧ـ وفي رواية: فَهُوَ خِدَاجٌ. (رواه الترمذی ٣٨٥)

اور ایک روایت میں ہے: ”وہ ناتمام و نامکمل ہے۔“ (ترمذی)

١٣٦٨ـ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبْعُهَا سُدْسُهَا خُمْسُهَا رُبْعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا. (رواه أبوداود ٧٩٦)

سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا ہے: ”ایک آدمی جب نماز سے سلام پھیرتا ہے تو اس کے لیے نماز کا صرف دسواں حصہ، نواں حصہ، آٹھواں حصہ، ساتواں حصہ، چھٹا حصہ، پانچواں حصہ، چوتھا حصہ، تیسرا حصہ یا نصف حصہ ہی اجر لکھا جاتا ہے۔“ (ابوداؤد)

١٣٦٩ـ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَوَّلَ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْخُشُوْعُ حَتّٰى لَا تَرٰى فِيْهَا خَاشِعًا. (رواه

سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے پہلے اس امت سے خشوع اور عاجزی اٹھائی جائے گی یہاں تک کہ پوری امت میں کوئی صاحب خشوع نظر

(١٣٦٥) نسائی: ٨٩٢ـ ضعیف الاسناد: ٣٤.
(١٣٦٦) ترمذی: ٣٨٥ـ ضعیف، البانی: ٦٠ـ احمد: ١٧٠٧١.
(١٣٦٧) ترمذی: ٣٨٥ـ ضعیف، البانی: ٦٠ـ احمد: ١٧٠٧١.
(١٣٦٨) ابوداؤد: ٧٩٦ـ حسن، البانی: ٧١٤ـ احمد: ١٨٤١٥.
(١٣٦٩) طبرانی کبیر واسناده حسن.

الطبرانی فی الکبیر .)

نہ آئے گا۔'' (الکبیر)

۱۳۷۰۔ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ إِذَا صَلّٰى كَأَنَّهُ ثُوْبٌ مُلْقًى . (رواه الطبرانی فی الکبیر ۹۳۴۲)

اعمش نے کہا: سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو ایسا دکھائی دیتا گویا ایک کپڑا لٹکایا گیا ہے۔

شرح:......نماز میں خشوع اس کی روح ہے، اگر خشوع نہ ہو تو بعض اوقات نماز کا ثواب ہی ضائع ہو جاتا ہے۔

اور کبھی انسان نماز کے ارکان کی ادائیگی میں اور اس کی شرائط میں اور خشوع وخضوع میں کمی کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی نماز میں نقصان ہو جاتا ہے، اس حدیث میں بیان کردہ حصے کے مطابق نماز کا اجر باقی رہ جاتا ہے، جس سے عظیم کمی ہوتی ہے، انسان گھر سے چلتا ہے گرمی وسردی کی تکلیف اٹھاتا ہے، وقت بھی لگاتا ہے۔ ساری محنت وکاوش پوری کرتا ہے، اب نماز میں توجہ نہ کرنے کی وجہ سے اتنا زیادہ محرومی قسمت کا شکار ہو، اس کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

نماز میں عدم توجہ کی وجہ منافقت اور دولت کی محبت ہے، آج کل یہ عام ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ خشوع اٹھتا ہوا نظر آ رہا ہے، اسے دوبارہ لوٹائیں اور حقیقت نماز کا لطف اٹھائیں۔

اَلْقِرَاءَةُ فِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

پانچ نمازوں میں قراءت کا بیان

۱۳۷۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . (رواه الترمذی ۲۴۵)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اپنی نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے تھے۔ (الترمذی)

۱۳۷۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجَهْرِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ هِيَ قِرَاءَةُ الْأَعْرَابِ . (رواه البزار)فیه مدلس

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہر سے پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم کہا کرتے تھے کہ یہ دیہات والوں کی قراءت ہے۔'' (سند میں مدلس راوی بھی ہے)

۱۳۷۳۔ وَلَهُ بِثِقَاتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

باوثوق راویان سے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔

(۱۳۷۰) طبرانی کبیر: ۹۳۴۲۔ ورجاله موثقون، والاعمش لم یدرك ابن مسعود، هیثمی: ۲۸۱۶.

(۱۳۷۱) ترمذي: ۲۴۵۔ ضعیف الاسناد، البانی: ۴۰۔ ابوداؤد: ۷۸۸.

(۱۳۷۲) بزار، وفيه ابو سعد البقال، وهو ثقة مدلس وقد عنعنه وبقية رجاله رجال الصحيح، هيثمی: ۲۶۲۶.

(۱۳۷۳) البزار: ۵۲۶۔ ابوداؤد: وغیره خلا الجهر بها ورجاله موثقون.

الرَّحِيْمِ فِي الصَّلَاةِ. (رواه البزار ٥٢٦)

١٣٧٤ـ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. (رواه مسلم ٣٩٩)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے نہیں سنا ہے۔

١٣٧٥ـ وفي رواية عَنْ أَنَسٍ، فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِ الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِي أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِي آخِرِهَا. (لمسلم ٣٩٩)

اور ایک روایت ہے: وہ قرأت شروع کرتے تھے الحمد للہ رب العلمین سے اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ تو قراءت کی ابتدا میں ذکر کرتے تھے اور نہ قراءت کے آخر میں۔''

١٣٧٦ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ إِذَا سَمِعَ أَحَدُنَا يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَخَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَخَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. (رواه النسائي ٩٠٨)

سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے سنتے تو کہتے: میں نے نماز پڑھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہم کے پیچھے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے نہیں سنا ہے۔''

شـــرح: ......١۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورت فاتحہ کی آیت ہے، زیادہ تحقیق والی یہی بات ہے جیسا کہ مسلم شریف کتاب الصلاۃ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اوپر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورت کوثر کی تلاوت فرمائی۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بسم اللہ سورت کی آیت ہے۔

٢۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز میں بلند قراءت کے وقت بلند آواز سے بھی جائز ہے، آہستہ بھی جائز ہے۔ علامہ یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْاَقْرَبُ اَنَّهٗ ﷺ كَانَ يَقْرَءُ تَارَةً جَهْرًا، وَتَارَةً يُخْصِيهَا (سبل السلام: ١/ ١٠٧)

(١٣٧٤) مسلم: ٣٩٩ـ بخاري: ٧٤٣ـ ترمذي: ٢٤٦ـ نسائي: ٩٠٧ـ ابوداؤد: ٧٧٢ـ ابن ماجه: ٨١٣ـ احمد: ١٣٦٦٣ـ مؤطا: ١٧٩ـ دارمي: ١٢٤٠.

(١٣٧٥) مسلم: ٣٩٩ـ بخاري: ٧٤٣ـ ترمذي: ٢٤٦ـ نسائي: ٩٠٧ـ ابوداؤد: ٧٧٢ـ ابن ماجه: ٨١٣ـ احمد: ١٣٦٦٣ـ مؤطا: ١٧٩ـ دارمي: ١٢٤٠.

(١٣٧٦) نسائي: ٩٠٨ـ ضعيف: ٣٧ـ ترمذي: ٣٤٤ـ ابن ماجه: ٨١٥ـ احمد: ١٦٣٤٥.

''زیادہ قریبی اور تحقیقی بات یہی ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے کبھی آہستہ۔''

اس کی تائید نعیم مجمر رحمہ اللہ والی حدیث سے ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر سورت فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ آمین تک پڑھی۔ لوگوں نے بھی آمین پڑھی جب سجدہ کیا اللہ اکبر کہا، دو رکعات سے اوپر کھڑے ہوئے تو اللہ اکبر کہا اور جب سلام پھیرا تو کہا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . (نسائی:١٥١) ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے تمہیں رسول اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھائی ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں بسم اللہ بھی بلند پڑھی گئی ہے، تو علامہ یمانی رحمہ اللہ کی اوپر درج کردہ بات اقرب الی الحق ہے۔

٣۔ باقی رہی بات کہ بعض روایات میں بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہی نہیں آتا۔ بعض میں آتا ہے، بسم اللہ پڑھتے نہیں تھے، تو جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی آیت ہے اور یہ پڑھی جاتی تھی، جو اس کے نہ پڑھنے کا آتا ہے، وہ یہ ہے کہ بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ یہ نہیں کہ بالکل سورت فاتحہ پڑھتے وقت بسم اللہ چھوڑ دیتے تھے۔

اس بارے میں علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ان تمام احادیث کو جن میں بسم اللہ کا نہ پڑھنا اور پڑھنا آتا ہے، مطابقت یہ ہے کہ جن روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ نہ پڑھتے تھے، اس کا مطلب ہے کہ بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے کیونکہ آہستہ آواز سے بسم اللہ آپ سے ثابت ہے تو قابل اعتماد یہی بات ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے سے مراد ہے کہ بلند نہ پڑھتے تھے، آہستہ پڑھتے۔ اس طرح یہ الجھن دور ہو جاتی ہے۔ والحمد لله . (مرعاة: ٢/ ٢٥٦)

١٣٧٧۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَنَحْنُ فِی الصَّفِّ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ فَقَالَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِیْلاً قَالَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُوْنَ رُؤُسَهُمْ وَاسْتَنْكَرُوْا الرَّجُلَ وَقَالُوْا مَنِ الَّذِیْ یَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ هٰذَا الْعَالِی الصَّوْتِ فَقِیْل

سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف میں کھڑے تھے۔ ایک مرد آیا اور صف میں داخل ہو کر اس نے کہا اللہ اکبر کبیراً وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ ''اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا اور میں پاکیزگی بیان کرتا ہوں اللہ کی صبح و شام۔'' پس مسلمانوں نے اس کی جانب سر اٹھائے اور اس مرد کا آواز بلند کرنا نبی ﷺ کی آواز سے ناپسند کیا۔ پھر جب نبی ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: یہ بلند آواز والا کون ہے؟ تو کہا گیا: یہ فلاں ہے

(١٣٧٧) احمد: ١٦٥٥۔ طبرانی کبیر ورجاله ثقات، هیثمی: ٢٦١٤.

هُوَذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ كَلاَ مَكَ يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ حَتّٰى فُتِحَ بَابٌ فَدَخَلَ فِيْهِ. (رواه أحمد: ١٨٦٥٥: والكبير)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تیرے کلمات آسمان میں چڑھتے دیکھے یہاں تک کہ ایک دروازہ کھولا گیا اور کلمات اس میں داخل ہو گئے۔'' (احمد الکبیر)

١٣٧٨ـ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ قَالَ: وَقَعَ إِلَيَّ كِتَابٌ فِيْهِ اِسْتِفْتَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا كَبَّرَ قَالَ: إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. لاَشَرِيْكَ لَهُ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَالِكُ لاَإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ أَنْتَ رَبِّيْ وَأَنَا عَبْدُكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا فَإِنَّهٗ لاَيَغْفِرُالذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُكُلُّهٗ فِي يَدَيْكَ لاَ مَنْجَا وَمَلْجَا مِنكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ اِلَيْكَ، ثُمَّ يَقْرَأُ. (للكبير بمدلس، ٩٢٨)

ابو رافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میری طرف ایک تحریر لکھی گئی ہے جس میں نبی ﷺ کی نماز کو شروع کرنے کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ جب تکبیر کہتے تو پھر کہتے: میں نے اپنا چہرہ اس ذات اقدس کی طرف یک طرف ہو کر متوجہ کیا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔ کہو! میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو ہی مالک ہے! نہیں کوئی عبادت کے لائق تیرے سوا، میں تیری تسبیح اور پاکی بیان کرتا ہوں تیری تعریف کے ساتھ، تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، پس تو میرے سب گناہ معاف کر دے۔ گناہوں کو نہیں بخشتا کوئی تیرے سوا، میں حاضر خدمت ہوں اور تیری سعادت کا طلب گار ہوں، ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، تیری گرفت سے نہ تو کوئی نجات کی جگہ ہے اور نہ پناہ کی مگر صرف تیرے ہی پاس ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف ہی توبہ اور رجوع کرتا ہوں۔ پھر قراءت شروع کرتے تھے۔ (الکبیر بسند مدلس)

شرح: ......ا۔ ثابت ہوا کہ یہ دعائیں استفتاح کے طور پر پڑھنی چاہیے۔ اگرچہ طبرانی کبیر والی روایت مدلس ہے مگر یہ مسلم شریف کی ایک دعا میں بھی آتی ہے۔

(١٣٧٨) طبراني كبير وفيه محمد بن اسحاق، وهو ثقة ولكنه مدلس وقد عنعنه، وبقية رجاله موثقون، هيثمي: ٢٦٢١.

١٣٧٩۔ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ الصَّائِغِ قَالَ: سَأَلْتُ مَطْرًا الْوَرَّاقَ: أَتَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَتَتَعَوَّذُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَفِيْ كُلِّ سُوْرَةٍ تَفْتَتِحُهَا؟ فَقَالَ أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: هُمَا السَّكْتَتَانِ، يَفْعَلُ فِيْ نَفْسِهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الْجُلُوْسِ فِيْ الرَّكْعَتَيْنِ، (رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه ریحان أبو غسان)

ابراہیم الصائغ سے روایت ہے کہ میں نے مطر الوراق سے پوچھا: کیا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر رکعت کی ابتداء میں پڑھتا ہے اور اسی طرح ہر رکعت کی ابتداء میں شیطان مردود کے شر سے پناہ بھی طلب کرتا ہے اور ہر سورت کو جب تو شروع کرتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے خبر دی قتادہ نے وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں وہ عمران بن حصین اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ دو سکتے ہیں ان میں دل میں پڑھنا ہوتا ہے۔ جب نماز شروع کی جائے اور جب دو رکعات پڑھ کر قیام کے لیے اٹھا جائے۔" (الکبیر اور اس کی سند میں ریحان ابو غسان ہے)

شرح: ......اس روایت میں تو کمزوری ہے، مگر اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بارے میں گزر چکا ہے کہ یہ پڑھنی ہے اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ، (ابوداؤد: ٧٧٥)

صحیح حدیث سے نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ دعائے استفتاح کے بعد یہ اعوذ باللہ پڑھی جائے، پھر بسم اللہ پڑھی جائے اور اس کے بعد سورت فاتحہ پڑھی جائے۔

٢۔ باقی رہی بات خاموشی کی تو رسول اکرم ﷺ جب نماز میں داخل ہونے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو خاموش رہتے، اس میں نماز شروع کرنے کی دعائیں پڑھتے۔ اور ایک خاموشی اس وقت اختیار کرتے جب سورت فاتحہ کا اختتام ہوتا ولا الضالین۔ آمین کے بعد ایک خاموشی تھی۔ جب سورت فاتحہ کے بعد قراءت کرتے اور رکوع جانے سے پہلے قراءت ختم کرنے کے بعد خاموشی اختیار کرتے۔

مقصد یہ تھا کہ قراءت کے بعد کچھ سانس بحال ہو جاتا تو پھر اللہ اکبر کہتے تاکہ قراءت گڈ مڈ ہونے سے محفوظ رہے اور آمین والی خاموشی اس لیے تھی کہ پتہ چل جائے یہ قرآن کا حصہ نہیں۔ (محلّٰی ابن حزم: ۴/ ۹۷)

١٣٨٠۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تھے تو آپ ﷺ الحمد للہ

(١٣٧٩) طبرانی کبیر، وفیه ریحان ابو غسان ولم اعرفه وبقیه رجاله ثقات، هیثمی: ٢٦٢٩.

(١٣٨٠)

اسْتَفْتَحَ الْقِرَائَةَ بِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ. (لمسلم ٥٩٩)

رب العلمين سے قراءت شروع کرتے تھے، سکتہ نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

شــرح: ......ایک رکعت ادا کرنے کے بعد جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوں تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں اور سورت فاتحہ پڑھیں، پہلی رکعت کی مانند خاموش ہوکر افتتاح کی دعائیں اور اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، یہ صرف پہلی رکعت میں ہے۔ (مرعاۃ: ۲/۳۴۰)

١٣٨١ـ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاصَلاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْبِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ . (رواه البخاری ٧٥٦)

سیّدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی نماز نہیں ہے جس نے فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی ہو۔'' (مالک)

١٣٨٢ـ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاصَلاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا(رواه النسائی ۹۱۱)

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۃ فاتحہ کچھ اس سے زائد نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

١٣٨٣ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّى صَلاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَابِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلاثًا غَيْرَ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ إِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الإِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُسِمَتِ الصَّلاةُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِيْ مَاسَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى حَمِدَنِي عَبْدِيْ وَإِذَا قَالَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمِقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ وَإِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی تو وہ ناقص ہے تین بار فرمایا: اور غیر مکمل ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوں تو؟ نے کہا اپنے دل میں پڑھا کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: میں نے نماز کو اپنے درمیان اور اپنے بندے کے درمیان نصف کر کے تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے سوال کیا ہے۔ پس جب بندہ کہتا ہے تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد وثنا بیان کی ہے اور جب بندہ

(١٣٨١) مسلم: ٥٩٩ـ ابن ماجه: ٨١٤.

(١٣٨٢) بخاری: ٧٥٦ـ مسلم: ٣٩٤ـ ترمذی: ٣٤٧ـ نسائی: ٩١١ـ ابوداؤد: ٨٢٢ـ ابن ماجه: ٨٣٧ـ احمد: ٢٢٢٣٧ـ دارمی: ١٢٤٢.

(١٣٨٣) مسلم: ٣٩٥ـ ترمذی: ٢٩٥٣ـ نسائی: ٩٠٩ـ ابوداؤد: ٨٢١ـ ابن ماجه: ٨٣٨ـ احمد: ٩٩٤٦ـ مؤطا: ١٨٩.

قَالَ مَجَّدَنِيْ عَبْدِ یْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِيْ فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُقَالَ هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَاسَأَلَ فَإِذَا قَالَاِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ. (رواه مسلم ٣٩٥)

کہتا ہے: بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے: وہ مالک ہے قیامت کے دن کا تو اللہ فرمایا ہے: میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے: ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ وہ جن پر غضب کیا گیا اور نہ وہ جو گمراہ ہوئے۔ تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے سوال کیا ہے۔''

١٣٨٤ـ وَفِيْ رِوَايَةِ رزين:عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا صَلاَةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ فَمَا أَعْلَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَعْلَنَّاهُ لَكَ، وَمَا أَخْفَاهُ أَخْفَيْنَاهُ لَكَ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَرَيْتَ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ إِنْ لَمْ أَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْآنِ؟ فَقَالَ: قَدْ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِن انْتَهَيْتَ إِلَيْهَا فَقَدْ أَجْزَأَتْكَ، وَإِنْ زِدْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُقُلْتُ: اَلرِّوَايَةُ الْأُوْلٰى هُوَ رِوَايَةُ مُسْلِمٍ وَفِيْ عَقِبِهَا سَاقَ هٰذِهِ الثَّانِيَةِ الْمَنْسُوْبَةِ إِلٰى رَزِيْنٍ وَلَفْظُهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ:أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لاَ صَلاَةَ

رزین کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی نماز مگر قراءت کے ساتھ پس رسول اللہ ﷺ نے جو جہر سے پڑھی وہ ہم نے بھی تمہارے سامنے جہر سے پڑھی اور جو آپ ﷺ نے اخفاء کے ساتھ پڑھی وہ ہم نے بھی خفیہ کر کے تمہارے سامنے پڑھی تو ایک آدمی نے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ بتاؤ اگر میں فاتحہ سے زائد کچھ نہ پڑھوں تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے اسی پر قراءت ختم کی تو تیری نماز تو جائز ہوگی اور اگر تو نے فاتحہ پر مزید قراءت بھی پڑھی تو یہ بہتر اور افضل ہے۔ میں کہتا ہوں پہلی روایت مسلم کی ہے اور اس کے بعد رزین کی طرف منسوب کر کے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں

(١٣٨٤) رزين.

إِلَّا بِـقِرَاءَةٍ، قَالَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَمَا أَعْلَنَ صَلّٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَنَّاهُ لَكُمْ وَمَا أَخْفَاهُ أَخْفَيْنَاهُ لَكُمْ، أَلْف هاء

ہے نماز مگر قراءت کے ساتھ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کیا وہ ہم نے بھی تمہارے لیے ظاہر ہی کر دیا اور جو انہوں نے مخفی کیا وہ ہم نے بھی تمہارے لیے خفیہ رکھا۔''

١٣٨٥ - عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ الصَّلَاةِ يَقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَا مِنْكُمْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّ لَمْ أَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنْ زِدْتَّ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَإِنِ انْتَهَيْتُ إِلَيْهَا أَجْزَأَتْ عَنْكَ (لمسلم ٣٩٦)

عطا رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر نماز میں قراءت ہے پس جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنایا ہے ہم نے بھی تمہیں سنا دیا ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خفیہ پڑھا ہم نے بھی تمہیں خفیہ بتا دیا ہے۔ تو ایک مرد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا: اگر میں ام الکتاب سے زائد کچھ نہ پڑھوں تو؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو زیادہ پڑھے تو بہتر اور افضل ہوگا اور اگر تو نے اسی پر بس کر دیا تو تیری نماز جائز ہوگی۔''

١٣٨٦ - ثُمَّ رِوَايَةٌ أُخْرٰى لَفْظُهَا، قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ قِرَأَةٌ فَمَا أَسْمَعَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفٰى مِنَّا أَخْفَيْنَاهُ مِنْكُمْ، مَنْ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَقَدْ أَجْزَأَتْ عَنْهُ، وَمَنْ زَادَ فَهُوَ أَفْضَلُ أهه فَهٰذِهِ وَإِنْ خَالَفَتْ لَفْظُ رَزِيْنٌ فَجَائِزٌ أَنْ يَرْوِيَهَا رَزِيْنٌ بِالْمَعْنٰى فَيَصِحُّ نِسْبَةُ رِوَايَةِ رَزِيْنَ إِلٰى مُسْلِمٍ وَأَيْضًا لَيْسَ فِيْ رِوَايَةِ الْأَوَّلِ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَلَاالْمُوَطَّأَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بَعْدُ وَلَاالضَّالِيْنَ، هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَإِنَّمَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَاسَأَلَ، وَلَفْظُ مَالِكٍ وَأَبِيْ دَاوٗدَ وَالنِسَائِيُّ

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر نماز میں قراءت ہے پس جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قراءت سنائی ہے اس میں ہم نے تمہیں سنا دی اور جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے مخفی پڑھی تو ہم نے بھی تم سے خفیہ پڑھ دی۔ جس نے ام القرآن پڑھی تو اس کی نماز جائز ہوگی اور جس نے زائد بھی قرأت کی تو یہ افضل ہے۔ تا آخر...... اس حدیث کے الفاظ رزین کی روایت سے اگر چہ مختلف ہیں مگر ممکن ہے رزین رحمہ اللہ نے روایت بالمعنی کی ہو تو رزین کی روایت کی مسلم کی طرف نسبت درست قرار پائے گی۔ نیز پہلی روایت میں مسلم، موطأ، ترمذی اور نسائی سب کے پاس ولا الضالین کے بعد یہ الفاظ نہیں ہیں: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ بلکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: یہ میرے

(١٣٨٥) مسلم: ٣٩٦ - بخاری: ٧٧٢ - نسائی: ٩٧٠ - ابوداؤد: ٧٩٧ - احمد: ٩٩٥٠. (١٣٨٦) رزین.

فَهُوَ لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ وَلَفْظُ التِّرْمِذِیّ: وَأَخِرُالسُّوْرَةِ لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَأَلَ يَقُوْلُ: أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، اِنْتَهٰى وَبِضْعٌ وَاخْتَصَرَ الْأَصْلَ جَرَىٰ عَلَى الصَّوَابَ وَلَعَلَّهٗ إِصْلَاحٌ مِنْهُ لِمَا فِي الْأَصْلِ مِنْ سَبْقِ الْقَلَمِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے ہوگا جو اس نے طلب کیا ہے اور مالک ابوداؤد اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں: پس یہ میرے بندے ہی کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے سوال کیا اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔ سورت کا آخری حصہ: سب میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو اس نے سوال کیا ہے۔ بندہ کہتا ہے: جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔" (اور اصل کے بعض اختصار ٹھیک جاری ہوئے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی طرف سے سبقت قلم کی درستی کی گئی ہو واللہ اعلم)

١٣٨٧ - عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ أَمَرَنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ (رواه أبوداود ٨١٨)

سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم فاتحہ الکتاب پڑھیں اور مزید جو آسان ہو۔" (ابوداؤد)

١٣٨٨ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ وَرَاءَ الإِمَامِ. (رواه الترمذی ٣١٣)

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔" (مالک اور ترمذی)

شرح: ......ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورت فاتحہ رکن ہے اور فرض ہے، جس نماز میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی۔ (حجۃ اللہ: ۲/۴)

اور اس میں ہر نماز شامل ہے، خواہ فرض ہو، خواہ نفل ہو، بلند آواز والی ہو، یا پوشیدہ قراءت والی ہو، امام کی نماز ہو یا مقتدی کی نماز ہو جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی۔

بیہقی کتاب القراءت میں باقاعدہ یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ اس کی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہ پڑھی۔ (اسنادہ صحیح)

۱۔ اعتراض: احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ لَا صَلَاةَ الخ اس کی نماز نہیں جو سورت

(١٣٨٧) ابوداؤد: ٨١٨۔ صحيح البانی: ٧٣٢۔ احمد: ١١٥١٢.

(١٣٨٨) ترمذی: ٣١٣۔ صحيح، موقوف البانی: ٢٥٨۔ مؤطا: ١٨٨.

فاتحہ نہ پڑھے، یہ کمال کی نفی کے لیے ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوتی، لہٰذا سورت فاتحہ نہ پڑھیں تو نماز ہو جاتی ہے مگر کامل نہیں ہوتی۔

(اس کا جواب) یہ ہے کہ یہ تاویل حد درجہ غیر معتبر ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کفایت نہیں کرتی نماز صحیح نہیں ہوتی اور یہاں نماز کو ناقص بچے سے مشابہت دی گئی ہے جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھیں، یہ بالکل واضح دلیل ہے کہ نماز نہیں ہوتی، اس کا وجود ہی نہیں، اس میں کمال کی نفی مراد لینے میں شریعت، عقل اور لغت کی خلاف ورزی ہے۔

۲۔اعتراض: احناف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ (المزمل: ۲۰) ''پڑھو جو میسر ہے قرآن سے۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلق طور پر قرآن پڑھنا فرض ہے، اگر سنت کے ذریعے یہ قید لگائیں کہ سورت فاتحہ فرض ہے تو یہ قرآن پاک پر زیادتی ہے جو کہ جائز نہیں۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے اور سورت فاتحہ نہ پڑھیں تو نماز ہو جاتی ہے، مگر آدمی گنہگار رہتا ہے۔

۲ جواب: یہ ہے کہ ایک بات تو یہ ہے کہ اس آیت میں قراءت سے مراد نماز ہے، تو اس میں نماز پڑھنے کا حکم ہے یعنی جتنی نماز میسر ہو نوافل کی صورت میں پڑھو۔ (تفسیر رازی: ۸/ ۳۴۵)

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس آیت میں قراءت مراد ہے تو پھر یہ حدیث جس میں آیا ہے کہ سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں یہ متواتر اور مشہور ہے جس سے قرآن پاک کے حکم قراءت کی تخصیص جائز ہے، کہ قرآن پڑھو مگر سورت فاتحہ ضرور پڑھنا اس کے بغیر نماز نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کہ سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں رسول اکرم ﷺ سے متواتر آتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک مشہور حدیث کے ساتھ قرآن پاک پر اضافہ کرنا جائز ہے یہ تو پھر متواتر ہے، اس کے ذریعے تو بالاولیٰ اضافہ جائز ہوا۔ تو سورت فاتحہ والی حدیث سے اضافہ کریں تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ مطلق قراءت کرو مگر سورت فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

۳۔اعتراض: فَصَاعِدًا کا معنی ہے، نیچے سے اوپر جانا، یہاں اس کا معنی ہے زائد ہونا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی تنہا ہو یا امام ہو۔ اس پر سورت فاتحہ واجب ہے، مقتدی پر نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔

اعتراض کا حل یہ ہے کہ ایک تو بات یہ ہے کہ یہ لفظ راوی کا وہم ہے اس کی کسی نے تائید نہیں کی۔ (جزء القراءۃ للبخاری: ص ۲)

اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سورت فاتحہ سے زائد قراءت واجب ہے۔ اور سورت فاتحہ بھی واجب ہے، فرض نہیں کیونکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کم از کم سورت فاتحہ فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

اور اس سے زیادہ پڑھنے میں اختیار ہے، جتنی چاہو قراءت کرو، وہ فرض نہیں پڑھو گے تو اجر ہوگا بلند قراءت والی جماعت میں عام قراءت نہ کی جائے صرف سورت فاتحہ پڑھی جائے۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اگر امام کے پیچھے ہو تو بغیر فاتحہ کے نماز ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں یہی ہے کہ ان سے یہ ان کا اجتہاد مروی ہے جبکہ ہم اوپر صحیح حدیث نقل کر چکے ہیں کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ اجتہاد نبی ﷺ کے حکم کے سامنے قابل حجت نہیں۔

۳۔ بعض حضرات یہ دلیل جو کہ ان کے نزدیک بہت ہی اہم ہے، سورۂ فاتحہ نماز میں نہ پڑھنے پر پیش کرتے ہیں۔

﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝﴾ (الاعراف: ۲۰٤)

''اور جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ کہتے ہیں کہ اس آیۂ مبارکہ نے سورۂ فاتحہ کی قراءت کو نماز میں منسوخ کر دیا ہے۔

تبصرہ: سورۂ فاتحہ کو نماز میں اس آیۂ مبارکہ کے ذریعہ منسوخ قرار دینا ایک بے دلیل بات ہے کیونکہ یہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے وابستہ نہیں، اس کا تعلق کافروں کے ایک غلط منصوبہ سے ہے، انہوں نے ایک جماعت تیار کی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ قرآن پاک سنائیں تو تم شور کرو۔ حم السجدہ: ۲٦ میں ہے، کافروں نے کہا: لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ قرآن نہ سنو۔

اللہ پاک نے کہا: فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ. غور سے سنو۔

کافروں نے کہا: وَالْغَوْا فِيْهِ. اس میں شور مچاؤ۔

اللہ پاک نے کہا: وَاَنْصِتُوْا. خاموش ہو کر سنو۔

کافروں نے کہا: لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تم غالب آ ؤ گے۔

اللہ پاک نے کہا: لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سورۂ اعراف میں نماز کے متعلقہ بات ہوئی ہے تو ہم گزارش کرتے ہیں کہ امام جب بھی بلند آواز سے نماز میں قراءت کرے تو مقتدی خاموشی سے سنے تو اس سے سورۂ فاتحہ مستثنٰی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تخصیص کی ہے، اسے آہستہ پڑھ لیا جائے۔

۱۳۸۹۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَلاَ غَيْرَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ جب غیر المغضوب علیهم و لاالضالین تلاوت کرتے تو

(۱۳۸۹) ابوداؤد: ۹۳٤۔ ضعیف، البانی: ۱۹۷۔ بخاری: ٦٤۰۲۔ مسلم: ٤۱۰۔ ترمذی: ۲۵۰۔ نسائی: ۹۳۰۔ ابن ماجه: ۸۵۳۔ احمد: ۹٦۰۵۔ مؤطا: ۱۹۷۔ دارمی: ۱۲٤٦۔

وَلاَ الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنُ حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِ الأَوَّلِ . (لأبى داود: ٩٣٤)

فرماتے۔ آمین۔ یہاں تک آواز بلند ہوتی کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب کھڑے ہوتے وہ سن سکتے تھے۔'' (ابوداؤد)

١٣٩٠۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلاَ الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ. (رواه أبوداود، ٩٣٢)

سیّدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امین کے ساتھ آواز بلند کرتے۔

١٣٩١۔ وفى رواية عن وائل: وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ.

سیّدنا وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: امین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز طویل کیا۔

١٣٩٢۔ وفى رواية: وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ. (هما للترمذى، ٢٤٨)

اور ایک روایت ہے کہ اپنی آواز پست کی۔

١٣٩٣۔ عَنْ بِلاَلٍ أَنَّهُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِلاَتَسْبِقْنِيْ بِآمِيْنَ (لأبى داود ٩٣٧)

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے امین میں سبقت نہ کیجئے۔ (ابوداؤد)

١٣٩٤۔ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ(رواه البخارى ٧٨٠)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام امین کہے تو تم امین کہو پس جسکا امین کہنا فرشتوں کے امین کہنے کے ساتھ موافق ہوگا اس کے سابقہ گناہ بخشے جائیں گے۔''

١٣٩٥۔ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الإِمَامُ غَيْرُالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ، بِنَحْوِهِ. (رواه البخارى ٧٨٢)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام کہے: غیر المغضوب علیھم و لاالضالین تو تم کہو امین۔''

(١٣٩٠) ابوداؤد: ٩٣٢۔ صحيح البانى: ٨٢٤۔ ترمذى: ٢٤٨۔ نسائى: ٩٣٢۔ ابن ماجه: ٨٥٥۔ احمد: ١٨٣٨٨۔ دارمى: ١٢٤٧.

(١٣٩١) ترمذى: ٢٤٨۔ صحيح، البانى: ٢٠٥۔ ابوداؤد: ٩٣٣۔ ابن ماجه: ٨٥٥۔ احمد: ١٨٣٨٨۔ دارمى: ١٢٤٧.

(١٣٩٢) شاذ، البانى: ٤١.

(١٣٩٣) ابوداؤد: ٩٣٧۔ ضعيف، البانى: ١٩٨۔ احمد: ٢٣٤٠٣.

(١٣٩٤) بخارى: ٧٨٠۔ مسلم: ٤١٠۔ ترمذى: ٢٥٠۔ نسائى: ٩٣٠۔ ابوداؤد: ٩٣٦۔ ابن ماجه: ٨٥٣.

(١٣٩٥) بخارى: ٧٨٢۔ مسلم: ٤١٠۔ ترمذى: ٢٥٠۔ نسائى: ٩٣٠۔ ابوداؤد: ٩٣٦۔ ابن ماجه: ٨٥٣۔ احمد: ٩٦٠٥۔ مؤطا: ١٩٧۔ دارمى: ١٢٤٦.

١٣٩٦ـ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلَى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ. (رواه ابن ماجة ٨٥٦)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوع بیان کرتی ہیں: ''تم پر یہود کو کسی چیز کی وجہ سے اتنا حسد نہیں آتا جتنا تم پر ان کو سلام اور آمین کہنے پر حسد پیدا ہوتا ہے۔'' (القزوینی)

١٣٩٧ـ وَلَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَزَادَ فَأَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ آمِيْنِ. (لإبن ماجة ٨٥٧)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مثل اس کے ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے: ''پس تم آمین کہنا زیادہ کرو۔''

شــــرح: ......ان احادیث میں دلالت ہے کہ امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی کہے اور آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے، امام ومقتدی دونوں مل کر بلند آواز سے آمین کہیں۔

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ...... اَلْاِنْكَارُ عَلٰى مَنْ جَهَرَ بِهٖ)) (مرعاة: ٢/ ٣٩٢)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا خلاف انکار ثابت نہیں جو آمین بلند آواز سے کہتے ہیں، ثابت ہوا آمین کے بلند کہنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

٢۔ احناف بلند آواز سے آمین کہنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آمین پوشیدہ کہی جائے۔

مگر یہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ والی جس حدیث سے استدلال کرتے کہ اَخْفٰى صَوْتَهٗ نبی اکرم ﷺ نے آواز پوشیدہ رکھی۔ (احمد، ابوداؤد) یہ حدیث مضطرب ہے، قابل حجت نہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس میں خطا ہے، صحیح یہی ہے کہ آمین بلند آواز سے ہے۔ (عمدۃ الرعایہ) ایک دلیل آمین پوشیدہ رکھنے کی احناف یہ بھی دیتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ (الاعراف: ٥٥)

''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر۔''

اس بارے میں ایک بات یہ ہے کہ یہ دعا نہیں بلکہ دعا کے لیے ایک مہر ہے جو قبولیت کی نشانی ہے۔ اگر اسے دعا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہتے ہیں، دعا مخفی کی جائے مگر آمین والی دعا بلند آواز سے کی جائے کیونکہ بلند آواز سے آمین والی احادیث نے اس کی تخصیص کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ عبدالحی حنفی رحمہ اللہ نے اعتراف کیا ہے:

اَلْاِنْصَافُ اَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِّنْ حَيْثُ الدَّلِيْلُ (التعليق الممجد)

(١٣٩٦) ابن ماجه: ٨٥٦ـ صحيح، الباني: ٦٩٧.

(١٣٩٧) ابن ماجه: ٨٥٧ـ ضعيف جداء الباني: ١٨٣.

''انصاف والی بات یہی ہے کہ آمین کو بلند آواز سے پڑھنا ہی دلیل کے لحاظ سے مضبوط قول ہے۔''

١٣٩٨ـ عَنْ أَبِی بَرْزَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِی صَلاَةِ الْغَدَاةِ بِالسِّتِّيْنَ إِلَی الْمِائَةِ . (رواه النسائی ٩٤٨)

سیّدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر میں ساٹھ تا سو آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔ (النسائی)

١٣٩٩ـ عَنْ عَمْرِوبْنِ حَرِيْثٍ قَالَ كَأَنِّی أَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِیِّ ﷺ يَقْرَأُ فِی صَلاَةِ الْغَدَاةِ فَلاَأُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِیْ الْكُنَّسِ (رواه أبوداود ٨١٧)

سیّدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ گویا میں نے نبی ﷺ کی آواز سنی آپ صبح کی نماز میں (فلا اقسم بالخنس الجواری الکنس) پڑھتے سنا:

١٤٠٠ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّی لَنَا النَّبِیُّ ﷺ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتَّی جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰی وَهَارُوْنَ أَوْذِكْرُ عِيْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوِ اخْتَلَفُوْا عَلَيْهِ أَخَذَتِ النَّبِیَّ ﷺ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ . (رواه مسلم ، ٤٥٨)

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۃ مومنین کا آغاز کیا یہاں تک کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ کو کھانسی آنے لگی تو آپ رکوع میں چلے گئے۔

١٤٠١ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَكَانَ صَلاَتُهُ بَعْدُ تَخْفِيْفًا . (رواه مسلم ٤٥٨)

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نمازِ فجر میں سورۃ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ اور اس جیسی سورتیں تلاوت کرتے تھے اور آپ ﷺ کی نماز تخفیف کی جانب زیادہ مائل تھی۔ (مسلم)

١٤٠٢ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِی صَلاَةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمٓ

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن نمازِ فجر میں الٓمٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ اور هَلْ اَتٰی عَلَی

(١٣٩٨) نسائی: ٩٤٨ـ صحیح، البانی: ٩٠٨ـ بخاری: ٧٧١ـ مسلم: ٦٤٧ـ ترمذی: ١٦٨ـ ابوداؤد: ٤٨٤٩ـ ابن ماجه: ٧٠١ـ احمد: ١٩٣١ـ دارمی: ١٤٢٩.

(١٣٩٩) ابوداؤد: ٨١٧ـ صحیح: ٧٣١ـ مسلم: ٤٥٦ـ نسائی: ٩٥١ـ ابن ماجه: ٨١٧ـ احمد: ١٨٢٥٨ـ دارمی: ١٢٩٩.

(١٤٠٠) مسلم: ٤٥٥ـ نسائی: ١٠٠٧ـ ابوداؤد: ٦٤٩ـ ابن ماجه: ٨٢٠ـ احمد: ١٤٩٦٧.

(١٤٠١) مسلم: ٤٥٨ـ احمد: ٢٠٤٩٧.

(١٤٠٢) مسلم: ٨٧٩ـ ترمذی: ٥٢٠ـ نسائی: ١٤٢١ـ ابوداؤد: ١٠٧٤ـ ابن ماجه: ٨٢١ـ احمد: ٣٣٩٤.

تَـنْـزِيْـلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتٰى عَلَى الإِنْسَان حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلاَةِ الْـجُـمُـعَةِ سُوْرَةَ الْـجُـمُـعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ . (رواه مسلم، ٨٧٩)

اَلْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ تلاوت کرتے تھے اور نمازِ جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے۔'' (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

١٤٠٣ ـ وَلِلتِّرْمِذِيِّ إِلٰى: حِيْنٌ مِنَ الدَّهْرِ .

اور ترمذی نے الی حین من الدھر تک ہی روایت کی ہے۔

١٤٠٤ ـ وَلِـلشَّيْـخَيْـنِ وَالنَّسَائِيِّ مِثْلُهٗ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ .

اور الشیخین اور نسائی میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس کی مثال ہے۔

١٤٠٥ ـ عَـنْ هِشَّـامِ بْـنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ أَبَـابَـكْـرِ الـصِّدِيْقِ صَلَّى الْصُّبْحَ فَقَرَا فِيْهَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا . (رواه مالك ١٨٣)

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ البقرہ دو رکعات میں پڑھی۔ (مالک)

١٤٠٦ ـ عَـنِ الْـقَـاسِـمِ بْـنِ مُـحَـمَّدٍ أَنَّ الْـفَرَافِصَةَ بْنِ عُمَيْرِ الْحَنَفِيَّ قَالَ مَاأَخَذْتُ سُـوْرَةَ يُـوْسُفَ إِلَّا مِـنْ قِـرَائَةِ عُثْمَانَ بْنَ عَـفَّـانَ إِيَّـاهَـا فِيْ الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُرَدِّدُهَا لَنَا (رواه مالك ١٨٥)

قاسم بن محمد کی روایت ہے فرافصہ بن عمیر الحنفی سے کہ اس نے کہا: میں نے سورۂ یوسف صرف سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے یاد کی ہے وہ اس کو نمازِ فجر میں بکثرت اور بار بار پڑھا کرتے تھے۔ (موطا مالک)

١٤٠٧ ـ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّهُ قَرَأَ فِي الأُوْلٰى مِـنَ الـصُّبْحِ بِأَرْبَعِيْنَ آيَةً مِنَ الأَنْفَالِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ . (رواه رزين)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز میں سورۃ الانفال کی چالیس آیات تلاوت کیں اور دوسری رکعت میں مفصل سورتوں میں سے ایک پوری سورت پڑھی۔ (رزین)

١٤٠٨ ـ عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا وَرَاءَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی تو عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعات میں سورۃ

(١٤٠٣) ترمذی، صحیح البانی: ٤٢٩.

(١٤٠٤) بخاری، مسلم: مثله، عن ابی هريرة.

(١٤٠٥) مؤطا: ١٨٣.

(١٤٠٦) مؤطا: ١٨٥.

(١٤٠٧) رزين.

(١٤٠٨) مؤطا: ١٨٤.

فَقَرَأَ فِيهَا بِسُورَةِ يُوسُفَ وَسُورَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيئَةً فَقُلْتُ وَاللهِ إِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُوْلُ حِيْنَ يَطْلَعُ الْفَجْرُ قَالَ أَجَلْ . (رواه مالك ١٨٤)

یوسف اور سورۃ الحج کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی۔ تو ان کو کہا گیا: قسم اللہ کی! پھر تو وہ فجر طلوع ہوتے ہی کھڑے ہوتے ہوں گے؟ تو اس نے کہا: ہاں۔

١٤٠٩ ـ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَكَانَ يَقْرَأُ فِيْ الصُّبْحِ فِي السَّفَرِ بِالْعَشْرِ السُّوَرِالأَوَّلِ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ . (رواه مالك ١٨٦)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سفر میں مفصل کی پہلی دس سورتیں پڑھا کرتے تھے ہر رکعت میں ام القرآن اور ایک سورت پڑھتے۔

١٤١٠ ـ عَنْ عُمَرَ:قَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلٰى مِنَ الصُّبْحِ بِمِائَةٍوَعِشْرِيْنَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ . (رواه رزين)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی پہلی رکعت میں ایک سو بیس آیات سورۃ البقرہ کی تلاوت کیں اور دوسری رکعت میں المثانی سورتوں میں سے ایک سورت تلاوت کی۔

١٤١١ ـ عَنِ الأَحْنَفِ: قَرَأَفِي الأُوْلٰى بِالْكَهْفِ وَفِيْ الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ بِيُوْنُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا . (رواه رزين)

احنف رحمہ اللہ نے اوّل رکعت میں سورۃ الکھف اور دوسری میں سورت یوسف یا سورت یونس پڑھی اور انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دو سورتیں پڑھیں۔" (ان دو کو رزین نے روایت کیا)

١٤١٢ ـ عَنْ مُعَاذِبْنِ عَبْدِاللهِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلاً مِنْ جُهَيْنَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلاَ أَدْرِيْ أَنَسِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَمْ قَرَأَ ذٰلِكَ عَمْداً (رواه أبوداود ٨١٦)

سیّدنا معاذ بن عبداللہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو جہینہ کے ایک مرد نے خبر دی ہے کہ اس نے فجر کی نماز کی ہر دو رکعات میں رسول اللہ ﷺ کو سورت اذا زلزلت تلاوت کرتے سنا۔ کہا مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا یا بھول کر پڑھا۔

(١٤٠٩) مؤطا: ١٨٦.
(١٤١٠) رزين.
(١٤١١) رزين.
(١٤١٢) ابوداؤد: ٨١٦ـ حسن البانی.
(١٤١٣) طبرانی کبير: ٤٥٣٨ ـ وفيه ابن لهيعه واختلف فی الاحتجاج به، هيثمی: ٢٧١٦.

۱٤۱۳ـ عَـنْ رِفَاعَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَـالَ: لَا تُـقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِدُوْنِ عَشْرِ آيَاتٍ وَلَا تُـقْـرَأُ فِـي الْـعِشَاءِ بِدُوْنِ عَشْرِ آيَاتٍ. (للكبير بلين ، ٤٥٣٨)

رفاعۃ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نمازِ فجر میں دس آیات سے کم قراءت نہ کی جائے اور نہ نمازِ عشاء میں دس آیات سے کم قراءت کی جائے۔'' (الکبیر سند کمزور ہے)

۱٤۱٤ـ عَـنِ ابْـنِ عُـمَرَ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلاَةَ الْـفَـجْـرِ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ قُلْ يَـاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ: قَـرَأْتُ بِـكُـمْ ثُـلُثَ الْقُرْآنِ وَرُبْعَهُ. (رواه الطبرانی فی الكبير بضعف)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں فجر کی نماز میں قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت کی اور پھر فرمایا: میں نے قرآن کا تیسرا اور چوتھا حصہ تلاوت کیا ہے۔'' (الکبیر سند ضعیف ہے)

شرح: ......۱۔ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ فجر میں مختلف سورتوں اور آیات سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلاوت کیا کرتے تھے۔ جو درج ذیل ہیں۔(۱) سورت تکویر (۲) سورت المومنون (۳) ساٹھ آیات سے سو آیات تک (۴) سورت روم (۵) آخری دو قل (٦) اذا زلزلت الارض (٧) جمعہ کے دن فجر میں سورۂ سجدہ اور دھر پڑھا کرتے تھے۔(۸) سورۂ ق و القران المجید (۹) سورۂ بقرہ (۱۰) سورۂ یوسف (۱۰) قل یا ایها الکفرون اور قل هو الله احد۔

۲۔نمازِ جمعہ میں بعض اوقات، سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھتے تھے۔

۳۔سورۂ مومنون کی آیتوں پر تدبر سے آپ ﷺ کو رونا آیا جس کی وجہ سے کھانسی آئی۔

اس سے ثابت ہوا کھانسی وغیرہ کی وجہ سے قراءت روکنی پڑے تو کوئی حرج نہیں، اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز میں سورت کا کچھ حصہ پڑھ لیں تو جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورت کے اول، وسط اور آخر میں سے کسی جگہ سے بھی نماز میں تلاوت جائز ہے اور نماز درست ہے۔(مرعاۃ:۲/۳۹۳)

۱٤۱٥ـ عَـنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَـالَ كَـانَ الـنَّبِيُّ ﷺ يَـقْـرَأُ فِـيْ الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْـنِ مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُـوْرَتَيْـنِ يَـطُوْلُ فِي لأُوْلٰى وِيُقَصِّرُ فِي

عبداللہ بن ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ ظہر کی اوّل دو رکعات میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں تلاوت کرتے تھے اور آخری دو رکعات میں سورۃ الفاتحہ ہی پڑھتے تھے اور کبھی کوئی آیت ہمیں سنا دیتے تھے۔ اور اول

(۱٤۱٤) طبرانی کبیر، وفیه جعفر بن ابی جعفر وقد اجمعوا علی ضعفه، هیثمی: ۲۷۱۸.

(۱٤۱٥) بخاری: ۷٥۹ـ مسلم: ٤٥۱ـ نسائی: ۹۷۸ـ ابوداؤد: ۷۹۸ـ ابن ماجه: ۸۲۹ـ احمد: ۲۲۱٤۲ـ دارمی: ۱۲۹۳.

الثَّـانِيَةِ وَيَسْـمَعُ الآيَةَ أَحْيَاناً وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْـعَـصْـرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يَـطُـوْلُ فِيْ الأُوْلٰى وَكَانَ يَطُوْلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلٰـى مِنْ صَلاةِ الـصُّبْـحِ وَيُـقَـصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ(رواه البخاری، ۷۵۹)

رکعت کو جس قدر طویل کرتے تھے دوسری رکعت کو اس قدر طویل نہیں کرتے تھے اور یہی طریقہ عصر اور نمازِ فجر میں معمول تھا۔‘‘

١٤١٦۔ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَـالَ فَـظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ أَنْ يُدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الأُوْلٰى . (رواه أبوداود ۷۹۸)

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ لوگ اوّل رکعت کو پاسکیں۔

١٤١٧۔ عَـنْ أَبِـيْ مَـعْـمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْـنِ الأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَـقْـرَأُ فِيْ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَـعْـلَـمُـوْنَ قِرَاءَ تَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ . (رواه البخاری ۷٦١)

عبداللہ بن سنجرہ کہتے ہیں ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی کریم ﷺ نمازِ ظہر اور نمازِ عصر میں قراءت کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تم کیسے معلوم کرتے تھے رسول کریم ﷺ کی قراءت کو؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت سے۔ (بخاری اور ابوداؤد)

١٤١٨۔ عَـنْ جَـابِـرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَـانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُـرُوْجِ وَالسَّـمَـاءِ وَالـطَّارِقِ وَنَحْوَهُمَا . (رواه النسائی ۹۷۹)

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں سورۃ البروج اور سورۃ الطارق اور ان جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

١٤١٩۔ عَـنْ جَـابِـرِ بْـنِ سَمُرَةَ قَـالَ كَـانَ النَّبِيُّ ﷺ يَـقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَفِـي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ (رواه مسلم، ٤٥٩)

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نمازِ ظہر میں سورت والـلیل اذا یغشی پڑھا کرتے تھے اور نمازِ عصر میں اس کے مثل پڑھتے تھے اور نمازِ فجر میں اس سے طویل قراءت کرتے تھے۔

(١٤١٦) ابوداؤد: ۷۹۸۔ صحیح البانی: ۷۱۸۔ بخاری: ۷۷۹۔ مسلم: ٤٥١۔ نسائی: ۹۷۸۔ ابن ماجه: ۸۲۹۔ دارمی: ۱۲۹۳.

(١٤١٧) بخاری: ۷٦١۔ ابوداؤد: ۸۰۱۔ ابن ماجه: ۸۲٦۔ احمد: ۲٦٦۷۳.

(١٤١٨) نسائی: ۹۷۹۔ حسن صحیح، البانی: ۹۳٦۔ ترمذی: ۳۰۷۔ ابوداؤد: ۸۰۵۔ احمد: ۲۰٥٤۲۔ دارمی: ۱۲۹۰.

(١٤١٩) مسلم: ٤٥۹۔ نسائی: ۹۸۰۔ ابوداؤد: ۸۰٦۔ احمد: ۲۰٥٤۲.

١٤٢٠ـ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ فَنَسْمَعُ مِنْهُ الآيَةَ بَعْدَ الآيَاتِ مِنْ سُوْرَةِ لُقْمَانَ وَالذَّارِيَاتِ. (رواه النسائی، ۹۷۱)

سیّدنا براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ظہر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے سورت لقمان اور سورت الذاریات کی ابتدائی آیات کے بعد ایک آیت آپ ﷺ سے ہم سن لیتے تھے۔

١٤٢١ـ عَنْ أَنَسٍ: صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ إِنِّي صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ فَقَرَأَ لَنَا بِهَاتَيْنِ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلٰى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ. (رواه النسائی ۹۷۲)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نمازِ ظہر پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی تو آپ ﷺ نے یہ دو سورتیں تلاوت کی ہیں: سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ۔

١٤٢٢ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اجْتَمَعَ ثَلاثُوْنُ بَدْرِياً مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا تَعَالَوْا حَتَّى نَقِيْسَ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا لَمْ يَجْهَرْ فِيْهِ مِنَ الصَّلاةِ فَمَا اخْتَلَفَ مِنْهُمْ رَجُلانَ فَقَاسُوْا قِرَاءَتَهُ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلٰى مِنَ الظُّهْرِ بِقَدْرِ ثَلاثِيْنَ آيَةً وَفِي الرَّكْعَةِ الأُخْرٰى قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَقَاسُوْا ذٰلِكَ فِي صَلاةِ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ النِّصْفِ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ الأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ. (رواه إبن ماجة، ۸۲۸ بلين)

سیّدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تیس (۳۰) بدری صحابی جمع ہوئے تو انہوں نے کہا آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا اندازہ لگائیں کہ آپ ﷺ نمازوں میں قراءت جہر سے نہیں پڑھتے تھے تو آپ ﷺ کی کس مقدار کی قراءت ہوا کرتی تھی؟ تو ان میں سے دو اشخاص نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ پس ظہر کی نماز میں قیاس کی انہوں نے قراءت تیس آیات اوّل رکعت میں اور دوسری رکعت میں اس کا نصف۔ اور قیاس کی نمازِ عصر کی قراءت ظہر کی آخری دو رکعات کے برابر۔'' (ابن ماجہ، سند)

١٤٢٣ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِي صَلاةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ قَرَأَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ. (رواه أبوداود، ۸۰۷)

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ظہر میں سجدہ کیا، پھر قیام کر کے رکوع کیا پس ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ نے سورۃ الم تنزیل السجدہ تلاوت فرمائی ہے۔

(١٤٢٠) نسائی: ۹۷۱ـ ضعیف، البانی: ٤٣ـ ابن ماجه: ۸۳۰.

(١٤٢١) نسائی: ۹۷۲ـ ضعیف الاسناد، البانی: ٤٤.

(١٤٢٢) ابن ماجه: ۸۲۸ـ ضعیف، البانی: ۱۷٥ـ مسلم: ٤٥٢ـ نسائی: ٤٧٦ـ ابوداؤد: ۸۰٤ـ احمد: ۱۱۳۹۳ـ دارمی: ۱۲۸۸.

(١٤٢٣) ابوداؤد: ۸۰۷ـ ضعیف، البانی: ۱۷۲ـ احمد: ٥٥٣١.

شــرح: ......١۔ ثابت ہوا کہ یہ تمام سورتیں آپ ﷺ مختلف اوقات میں نماز ظہر اور عصر میں سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

٢۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری رکعات سے زیادہ لمبی کی جائے تا کہ نمازی مل جائیں اس کی سورت یہ ہے کہ یا تو قراءت زیادہ کی جائے یا پھر اسی سورت کوٹھہرٹھہر کر پڑھا جائے کہ وہ طویل ہو جائے۔

٣۔ یہ ثابت ہوا کہ نماز کی دوسری رکعات جو کہ دو پہلی کے بعد ہیں، سورت فاتحہ کے علاوہ بھی قراءت کرنی جائز ہے۔کبھی سورت فاتحہ سے زائد ان آخری رکعات میں تلاوت کر لی جائے کبھی نہ بھی کی جائے دونوں طرح جائز ہے۔

علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چاروں رکعات میں سورت فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملاتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازِ مغرب میں تیسری رکعت میں ربنا لا تزغ قلوبنا الخ یہ آیت پڑھتے تھے۔ (مرعاة: ٢/ ٣٧٠)

٤۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نمازیں جن میں آہستہ قراءت ہوتی ہے، ان میں کچھ حصہ بلند آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے، قصداً پڑھیں یا بھول کر پڑھیں اس سے سجدہ سہو نہیں پڑتا۔

١٤٢٤۔ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ . (للبخاری ٤٤٢٩)

سیّدنا ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب میں سورة والمرسلات عرفا پڑھتے سنا پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد ہمیں نماز نہیں پڑھائی حتی کہ آپ ﷺ کو اللہ نے فوت کرلیا۔ (بخاری)

١٤٢٥۔ عَنْ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُبْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍوَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ (رواه البخاری ٧٦٤)

مروان بن حکم نے کہا: مجھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھے کیا ہے تو مغرب کی نماز میں قصار مفصل سورتیں پڑھتا ہے جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو طول الطّوالیین سورتیں پڑھتے سنا۔ (بخاری)

١٤٢٦۔ زَادَ قُلْتُ مَا طُولَى الطُّولَيَيْنِ قَالَ الأَعْرَافُ وَالأُخْرَى الأَنْعَامُ قَالَ وَسَأَلْتُ

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اضافہ کیا ہے میں نے عرض کیا: طول الطّواللین سے کونسی سورتیں ہیں اس نے جواب دیا: سورة

(١٤٢٤) بخاری: ٤٤٢٩۔ مسلم: ٤٦٢۔ ترمذی: ٣٠٨۔ نسائی: ٩٨٦۔ ابوداؤد: ٨١٠۔ ابن ماجه: ٨٣١۔ احمد: ٢٦٣٣۔ مؤطا: ١٧٣۔ دارمی: ١٢٩٤.

(١٤٢٦) بخاری: ٧٦٤۔ نسائی: ٩٩٠۔ ابوداؤد: ٨١٢۔ احمد: ٢١١٣٢.

(١٤٢٦) ابوداؤد: ٨١٢۔ صحیح البانی: ٧٢٨۔ احمد: ٢١١٣٢.

أَنَـا ابْـنَ أَبِیْ مُلَیْكَةَ فَقَالَ لِیْ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ الْمَائِدَةُ وَالأَعْرَافُ (رواه أبوداود، ٨١٢)

الاعراف اور دوسری سورة الانعام۔ اس نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا پس اس نے میرے لیے اپنی طرف سے کہا: سورة المائدہ اور الاعراف ہے۔

١٤٢٧۔ عَـنْ زَیْدِبْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ قَالَ لِمَرْوَانَ یَاأَبَا عَبْدِ الْمَلْكِ أَتَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَإِنَّا أَعْطَیْنَاكَ الْكَوْثَرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَحْلُوْفَةٌ لَقَدْرَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَأُ فِیْهَا بِأَطْوَلِ الطُّولَیَیْنِ الٓمٓصٓ. (رواه النسائی ٩٨٩)

سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا: اے ابوعبدالملک! کیا تو نماز مغرب میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ، إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، پڑھتا ہے اس نے کہا: جی ہاں پھر اس نے حلفاً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اطول الطّوالیین سورتیں مثلاً الم ص، پڑھتے دیکھا ہے۔ (سنن نسائی)

١٤٢٨۔ عَـنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِی صَلاَةِ الْمَغْرِبِ بِسُوْرَةِ الأَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِیْ رَكْعَتَیْنِ. (رواه النسائی ٩٩١)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نماز مغرب میں سورة الاعراف کو دو رکعات میں تقسیم کرکے پڑھا۔ (سنن نسائی)

١٤٢٩۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِبْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِیْـهِ رَضِـیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَـقْـرَأُ فِـی الْـمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآیَةَ. أَمْ خُـلِـقُـوْا مِـنْ غَیْـرِ شَـیْءٍ أَمْ هُمُ الْـخَـالِقُوْنَ أَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ بَـلْ لاَ یُـوْقِـنُوْنَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُـمُ الْـمُسَیْطِرُوْنَ قَـالَ كَـادَ قَـلْبِـیْ أَنْ یَطِیْرَ. (رواه البخاری، ٤٨٥٤)

سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز مغرب میں سورة طور پڑھتے سنا پس جب آپ اس آیت کریمہ پر پہنچے (کیا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں، کیا وہ پیدا کرنے والے ہیں یا انھوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا وہ داروغے ہیں) تو میرا دل قریب تھا کہ وہ اڑ جائے۔ (بخاری)

١٤٣٠۔ عَـنْ أَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ أَنَّهُ صَلَّی خَـلْفَ ابْـنِ مَسْـعُوْدِ الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (رواه أبوداود ٨١٥)

ابوعثمان نہدی نے سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے قل هو الله سورة پڑھی۔ (ابوداود)

(١٤٢٧) نسائی: ٩٨٩۔ صحیح البانی: ٩٤٥۔ احمد: ٢١١٣٢.

(١٤٢٨) نسائی: ٩٩١۔ صحیح البانی: ٩٤٧.

(١٤٢٩) بخاری: ٤٨٥٤۔ مسلم: ٤٦٣۔ نسائی: ٩٨٧۔ ابوداؤد: ٨١١۔ ابن ماجه: ٨٣٢۔ احمد: ١٦٣٣٢۔ مؤطا: ١٧٢۔ دارمی: ١٢٩٥.

(١٤٣٠) ابوداؤد: ٨١٥۔ ضعیف، البانی: ١٧٤.

١٤٣١ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي صَلاَةِ الْمَغْرِبِ بِحٰمِ الدُّخَان . (رواه النسائی ٩٨٨)

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز مغرب میں حم الدخان، سورت پڑھی۔ (نسائی)

١٤٣٢ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: آخِرُ صَلاَةٍ صَلاَّهَا النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلٰى: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ . قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ (رواه الطبرانی فی الکبير بلين)

عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخری نماز مغرب پڑھی تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت قل یایها الکافرون پڑھی۔'' (طبرانی کبیر کمزور سند کے ساتھ)

١٤٣٣ـ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّنَابُحِيِّ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي خِلاَفَةِ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَصَلَّيْتُ وَرَءَاهُ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ مِنْ قِصَارِ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ قَامَ فِي الثَّالِثَةِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنَّ ثِيَابِيْ لَتَكَادُ أَنْ تَمَسَّ ثِيَابَهُ فَسَمِعْتُهُ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِهَذِهِ الآيَةِرَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَابَعْدَإِذَا هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ أَلْوَهَّابُ .

''ابوعبداللہ الصنابحی نے کہا: میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ منورہ میں آیا اور ان کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو انہوں نے پہلی دو رکعات میں ام القرآن اور قصار مفصل میں سے ایک ایک سورت پڑھی، پھر وہ تیسری رکعت میں کھڑے ہوئے پس میں اس سے قریب ہوا یہاں تک میرے کپڑے قریب تھے کہ اس کے کپڑوں کو چھوئیں پس میں نے اس کو ام القرآن اور یہ ذیل والی آیت پڑھتے سنا: ربنا لا تزغ، اے ہمارے رب! تو نہ ٹیڑھا کر ہمارے دلوں کو بعد اس کے تو نے ہمیں ہدایت دی اور تو ہمارے لیے اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو عطا کرنے والا ہے۔''

شرح: ......١ـ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز میں صرف چھوٹی چھوٹی سورتیں ہی نہ پڑھی جاتی تھیں بلکہ رسول اکرم ﷺ اس میں سورۂ اعراف، نجم، دخان، مرسلات، سبح اسم ربک الاعلیٰ، والتین، کافرون اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

٢ـ یہ حدیث کہ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد تیر پھینکتے تو اس کی جگہ کا علم ہو جاتا تھا یہ بھی دلالت کرتی ہے کہ

(١٤٣١) نسائی: ٩٨٨ـ ضعيف الاسناد، البانی: ٤٥.

(١٤٣٢) طبرانی کبير، وفيه حجاج بن نصير ضعفه ابن المدينی وجماعة ووثقه ابن معين فی رواية ووثقه ابن حبان، هيثمی: ٢٧٠٥.

(١٤٣٣) مؤطا: ١٧٤.

نمازِ مغرب جلدی ادا کی جاتی اور اس میں قراءت چھوٹی ہوتی تھی۔

۳۔ باقی رہی بات کہ نمازِ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنے پر مروان پر اعتراض ہوا تھا تو یہ اس لیے نہ تھا کہ یہ سورتیں پڑھنا درست نہ تھیں بلکہ یہ اس لیے تھا کہ صرف یہ چھوٹی چھوٹی ہی سورتیں ہمیشہ نہ پڑھی جائیں جو نبی ﷺ سے بڑی سورتیں نمازِ مغرب میں پڑھنے کا آتا ہے وہ بھی پڑھی جائیں، تاکہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے۔ یہ تنقید اس لیے نہ تھی چھوٹی سورتیں پڑھنا منع ہیں۔

۴۔ ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ، مغرب میں کبھی کبھی لمبی سورتیں تلاوت کرتے تھے کہ امت کو بتائیں کہ یہ بھی نمازِ مغرب میں جائز ہیں۔ یا پھر اس لیے پڑھتے تھے کہ آپ کو علم تھا کہ میرے مقتدی مشقت نہ سمجھیں گے۔ جہاں مقتدیوں کا علم ہو کہ یہ لمبی قراءت سے نہیں اکتائیں گے تو امام نمازِ مغرب میں قراءت لمبی کر سکتا ہے۔

یہ کہنا کہ نمازِ مغرب میں قراءت کا یہ طریقہ منسوخ ہو چکا ہے یا یہ کہنا کہ ان بڑی سورتوں کا کچھ حصہ تلاوت کرتے تھے مکمل نہیں پڑھتے تھے۔

یہ احتمالات بے دلیل ہیں، ان میں کوئی وزن نہیں۔

اصل بات یہی ہے جو ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے کہ مغرب کی نماز میں لمبی سورتیں اور چھوٹی سورتیں پڑھنا اور بھی کوئی سورت پڑھنا سب جائز ہے اور سنت ہے مگر زیادہ تر اس میں چھوٹی سورتیں پڑھنا ہی بہتر ہیں۔ اس میں ایک ہی سورت کو سنت تصور کرتے ہوئے پڑھتے جانا بھی ٹھیک نہیں بلکہ جو بھی قراءت نبی اکرم ﷺ سے نمازِ مغرب میں ثابت

١٤٣٤ـ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالشَّمْسِ وَضَحَاهَا وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ (رواه الترمذی، ٣٠٩)

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نماز عشاء میں سورۂ والشّمس وضحاھا اور اس جیسی سورتیں پڑھتے تھے۔ (ترمذی)

١٤٣٥ـ عَنِ الْبَرَاءِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. (رواه مسلم ٤٦٤)

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفر میں تھے، آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھی اور دو رکعات میں سے ایک میں سورت والتین والزیتون پڑھی۔ (مسلم)

(١٤٣٤) ترمذی: ٣٠٩ـ صحیح، البانی: ٢٥٤ـ نسائی: ٩٩٩ـ احمد: ٢٢٤٩٩.

(١٤٣٥) مسلم: ٤٦٤ـ بخاری: ٣٥٤٦ـ ترمذی: ٣١٠ـ نسائی: ١٠٠١ـ ابوداؤد: ١٢٢١ـ ابن ماجه: ٨٣٥ـ احمد: ١٨٢٣٣ـ مؤطا: ١٧٦.

١٤٣٦ـ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ. (رواه مسلم، ٤٦٤)

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز عشاء میں سورت والتین والزیتون پڑھی پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ حسین آواز والا کسی کو نہیں سنا۔'' (مسلم)

١٤٣٧ـ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فُلَانٍ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَ ذٰلِكَ الإِنْسَانِ وَكَانَ يُطِيْلُ الأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ فِي الأُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ فِي الْعَصْرِ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَأَشْبَاهِهَا وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِسُوْرَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ. (رواه النسائی ٩٨٣)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے فلاں سے بڑھ کر کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہو۔ پس ہم نے اس انسان کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ظہر کی پہلی دو رکعات کو لمبا کرتے تھے اور پچھلی دو رکعات میں تخفیف کرتے تھے اور نماز عصر میں تخفیف کرتے تھے اور نماز مغرب میں قصار مفصل سورتیں پڑھتے تھے اور نماز عشاء میں والشمس وضحاھا سورت اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور نماز صبح میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔'' (نسائی)

شرح: ......١۔ نبی ﷺ نے پہلی رکعت نمازِ عشاء میں سورۂ والتین پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں سورۂ قدر پڑھی تھی۔ (نسائی)

٢۔ نبی ﷺ چونکہ سفر پر تھے، سفر میں تخفیف مطلوب ہوتی ہے، اس لیے آپ نے چھوٹی سورتیں نمازِ عشاء میں تلاوت فرمائی تھیں۔ (بخاری)

سورت والشّمس وغیرہ بغیر سفر نمازِ عشاء میں پڑھنے کی تلقین ہے۔

١٤٣٨ـ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَةٌ صَغِيْرَةٌ وَلَا كَبِيْرَةٌ إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَؤُمُّ النَّاسَ بِهَا فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ (رواه أبوداود، ٨١٤)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مفصل سورتوں میں سے چھوٹی اور بڑی تمام سورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ آپ فرضی نمازوں میں ان کے ساتھ لوگوں کی امامت فرماتے تھے۔ (ابوداود)

(١٤٣٦) مسلم: ٤٦٤ـ بخاری: ٣٥٤٦ـ ترمذی: ٣١٠ـ نسائی: ١٠٠١ـ ابوداؤد: ١٢٢١ـ ابن ماجہ: ٨٣٥ـ احمد: ١٨٢٣٣ـ مؤطا: ١٧٦.

(١٤٣٧) نسائی: ٩٨٣ـ صحیح، البانی: ٩٣٩ـ ابن ماجہ: ٨٢٧ـ

(١٤٣٨) ابوداؤد: ٨١٤ـ ضعیف: ١٧٣.

١٤٣٩ـ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ فَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ لَهُمْ فِي الصَّلاَةِ فَقَرَأَبِهَا افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ أُخْرَى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا إِنَّكَ تَقْرَأُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِثُمَّ لاَ تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِسُوْرَةٍ أُخْرَىٰ فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِسُوْرَةٍ أُخْرَىٰ قَالَ مَاأَنَا بِتَارِكِهَا إِنَّ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِهَا فَعَلْتُ وَإِنَّ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَهُ أَفْضَلَهُمْ وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلاَنُ مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا يَأْمُرُبِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ أَنْ تَقْرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أُحِبُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ حُبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ(للترمذی ،٢٩٠١ وللبخاری تعليقا)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار میں سے ایک آدمی مسجد قباء میں قوم کا امام تھا۔ جب بھی نماز میں کوئی سورت شروع کر کے پڑھتے تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدُ سے آغاز کرتے حتی کہ اس سے فارغ ہوئے پھر کوئی سورت پڑھتے۔ وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے تھے اس کے ساتھیوں نے اس سے بات کی اور کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے ہیں اور آپ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ سورت کافی نہیں ہے یہاں تک آپ اور سورت پڑھتے ہیں۔ آپ سورت اخلاص کو پڑھا کریں یا اس کو چھوڑ دیں اور سورت پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر تم پسند کرتے ہو تو میں تمھاری امامت کروں گا۔ اگر نہ پسند کرتے ہو تو میں امامت چھوڑ دوں گا۔ قوم کے لوگ اسی کو افضل سمجھتے تھے اور اس کے علاوہ کسی کو امام پسند نہیں کرتے تھے۔ پس جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے آپ کو اس کے متعلق خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! تجھے کونسی چیز روکتی ہے اس چیز سے جس کا تجھے تیرے ساتھی حکم کرتے ہیں اور کون سی چیز تجھے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھنے پر برانگیختہ کرتی ہے؟ اس نے جواب عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس سورت سے محبت ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک سورۂ اخلاص کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔'' (بخاری)

شرح: ......١۔ اس طرح پڑھنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عجیب اس لیے لگا تھا کیونکہ یہ عام عادت سے ہٹ کر تھا۔

٢۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ کا طریقہ قراءت یہ تھا کہ وہ سورۂ فاتحہ کے بعد جب بھی کوئی سورت پڑھنے لگتے تو پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے پھر وہ سورت تلاوت کرتے اور جب اس سورت کی تلاوت ختم کرتے تو پھر سورۂ اخلاص پڑھتے تب رکوع جاتے۔ بخاری اور ترمذی کی دونوں روایتوں کو ملا کر یہی مطلب نکلتا ہے۔

(١٤٣٩) ترمذی: ٢٩٠١۔ بخاری تعليقا، صحيح، البانی: ١٢٤٤۔ بخاری: ٥٠٤٣۔ مسلم: ٨٢٢۔ ترمذی: ٦٠٢۔ نسائی: ١٠٠٦۔ احمد: ٤٣٩٦.

۳۔اس تلاوت پر نبی ﷺ کا انہیں جنت کی بشارت دینا یہ اس کام کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ امام اس طرح نماز میں تلاوت کرسکتا ہے کہ قراءت کے آگے پیچھے سورۂ اخلاص ملائے اور یہ اللہ کا محبوب عمل ہے۔

۴۔ترمذی میں جو واقعہ آیا ہے وہ اور واقعہ ہے اور بخاری میں جو آیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔ یہ دو مختلف واقعات ہیں، بخاری والا واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو فوج پر امیر مقرر کیا، وہ نماز میں قراءت کو سورۂ اخلاص کے ساتھ ختم کرتا تھا، جب یہ دستہ واپس لوٹا تو انہوں نے اس آدمی کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا: اس سے پوچھو وہ یہ کیوں کرتا تھا۔ انہوں نے پوچھا تو اس نے بتایا یہ رحمان کی صفت ہے، میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

ان کے دو واقعات ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ ترمذی میں ہے کہ وہ شخص شروع میں سورۂ اخلاص پڑھتا تھا، جبکہ بخاری والی روایت میں ہے کہ وہ قراءت کو اس کے ساتھ ختم کرتا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ترمذی میں ہے وہ ہر رکعت میں یہ سورت پڑھتا تھا۔مگر بخاری والے واقعہ میں یہ صراحت نہیں۔

تیسری دلیل ترمذی میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس آدمی سے سوال کیا تھا۔ جبکہ بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس بارے میں اس آدمی سے پوچھیں۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ ترمذی میں ہے اس آدمی نے کہا مجھے اس سورت سے محبت ہے اور پھر آپ نے اسے جنت کی بشارت دی، جبکہ بخاری میں ہے، اس دستہ کے امیر نے کہا، یہ رحمان کی صفت ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اسے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ بھی اس امیر دستہ سے محبت رکھتا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی:۴/۵۰) ان وجوہات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو واقعات ہیں۔

۱٤٤٠۔ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدَ قَالاَ أَتَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ أَهَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ وَنَثْرًا كَنَثْرِ الدَّقَلِ لٰكِنَ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ السُّوْرَتَيْنِ فِي رَكْعَةِ النَّجْمَ وَالرَّحْمٰنَ فِيْ رَكْعَةٍ وَاقْتَرَبَتْ وَالْحَاقَّةُ فِيْ رَكْعَةٍ وَالطُّوْرُ وَالذَّارِيَاتُ فِيْ رَكْعَةٍ وَإِذَا وَقَعَتْ وَنُوْنُ فِيْ رَكْعَةٍ وَسَأَلَ سَائِلٌ وَالنَّازِعَاتُ فِيْ رَكْعَةٍ وَوَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ وَعَبَسَ فِيْ رَكْعَةٍ وَالْمُدَّثِّرُ وَالْمُزَّمِّلُ فِي رَكْعَةٍ

علقمہ اور اسود دونوں نے بیان کیا کہ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے عرض کیا: میں ایک رکعت میں تمام مفصل سورتوں کو پڑھتا ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا: شعروں کی تقطیع کرنے کی طرح پڑھتا ہے، اور ردی کھجوروں کو بکھیرنے کی طرح بکھیرتا ہے، لیکن نبی کریم ﷺ ایک جیسی سورتوں کو پڑھتے تھے۔ ایک رکعت میں سورۂ نجم اور دوسری رکعت میں سورۂ رحمٰن کو پڑھتے اور ایک رکعت میں اقتربت اور الحاقہ اور دوسری میں الطّور اور الذاریات اور ایک رکعت میں الواقعہ اور القلم اور ایک رکعت میں سورۃ المعارج اور النازعات،

(١٤٤٠) ابوداؤد: ١٣٩٦۔ صحیح، البانی: ١٢٤٤۔ بخاری: ٥٠٤٣۔ مسلم: ٨٢٢۔ ترمذی: ٦٠٢۔ نسائی: ١٠٠٦۔ احمد: ٤٣٩٦.

وَهَـلْ أَتَى وَلاَ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فِيْ رَكْعَةٍ وَعَـمَّ يَتَسَـاءَ لُـوْنَ وَالْمُرْسَلاَتُ فِيْ رَكْعَةٍ وَالـدُّخَـانُ وَإِذَالشَّـمْـسُ كُوِّرَتْ فِيْ رَكْعَةٍ قَالَ أَبُوْدَاوُدُ هٰذَا تَأْلِيْفُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ (لأبى داود ، ١٣٩٦)

دوسری میں مطففین اور عبس اور دوسری میں مدثر، مزمل، ایک رکعت میں الدھر اور القیامہ اور ایک رکعت میں سورت نبا اور المرسلات دوسری میں الدخان اور واذا الشمس پڑھے تھے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ابن مسعود کی تالیف ہے۔(ابوداود)

شرح: ......سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ترتیب پر ان سورتوں کا ذکر کیا ہے، موجودہ قرآن میں ترتیب نہیں۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام میں تدبر سے اور آہستہ آہستہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے قراءت طویل ہو جاتی تھی، نظائر سے مراد وہ سورتیں ہیں، جو طوالت میں برابر ہیں۔

۳۔شعر کی تیزی اور کھجوروں کے گرنے کی مثال اس لیے دی تھی کہ تیز تیز پڑھنا مراد ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تنقید کی ہے اور تدبر سے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔(عون المعبود: ۱/ ۵۲۸)

١٤٤١ـ عَنْ جَسْرَةَ بِـنْـتِ دَجَّاجَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَـا ذَرٍّيَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِذَا أَصْبَـحَ بِآيَةٍ وَالآيَةُإِنْ تُعَذِّبْهُـمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَـغْفِرْلَهُـمْ فَـإِنَّكَ أَنْـتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (رواه النسائى ١٠١٠)

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک آیت سے قیام کیا: ان تعذبھم ......الخ (نسائی)

شـــــرح: ......۱۔ یہ معاملہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میدانِ محشر میں پیش آئے گا اسے یاد کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آیہ مبارکہ کو بار بار دہرایا۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک ہی آیت سے نماز ادا ہو جاتی ہے، کم از کم تین آیات پڑھنا ضروری نہیں۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ساری نماز میں جتنی رکعات بھی ہوں ایک ہی آیت بار بار پڑھنے سے نماز درست ہے۔

١٤٤٢ـ عَـنْ أَنَـسِ بْـنِ مَـالِكٍ قَـالَ:كَـانَ أَصْـحَابُ الـنَّبِيِّ ﷺ يَـقْـرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ مِنْ أَوَّلِهِ اِلٰى آخِرِهِ فِى الْفَرَائِضِ(رواه الطبرانى فى الأوسط بلين)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام فرضی نمازوں میں قرآن شروع سے لے کر آخر تک پڑھا کرتے تھے۔(سنن نسائی)

(١٤٤١) نسائى: ١٠١٠ـ حسن، البانى: ٩٦٦ـ ابن ماه: ١٣٥٠.

(١٤٤٢) طبرانى اوسطـ وفيه سهل بن ابى حزم ضعفه جماعة يقولون فيه، ليس بالقوى، و وثقه ابن معين، وبقية رجاله ثقات، هيثمى: ٢٦٧٣.

١٤٤٣ـ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ عُمَرَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِالنَّاسِ فَلَمْ يَقْرَأْ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قِيلَ لَهُ: مَا قَرَأْتَ؟ قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ الرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ؟ قَالُوْا: حَسَنًا قَالَ لاَ بَأْسَ إِذًا (روه رزين)

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی تو اس میں قراءت (جہر سے) نہ پڑھی۔ جب نماز سے سلام پھیرا تو ان کو کہا گیا: آپ نے قراءت نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رکوع اور سجود کیسے کیے ہیں؟ لوگوں نے کہا: اچھی طرح۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (رزین)

١٤٤٤ـ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّي يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ قَالَ وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنَّكَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ قَالَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيْثِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَابَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا (رواه أبوداود، ١٣٢٩)

سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات گھر سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی آواز بہت پست کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو سنا رہا تھا جس سے میں خفیہ سرگوشی کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں سوئے لوگوں کو بیدار کرتا اور شیطان کو دور کرتا تھا۔ حسن نے اپنی روایت کے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: ''پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تو اپنی آواز کسی قدر بلند کر دے اور عمر رضی اللہ عنہ کو کہا: تو اپنی آواز کچھ قدر پست کر دے۔''

١٤٤٥ـ وَلَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ وَفِيهِ: قَدْ سَمِعْتُكَ يَا بِلاَلُ وَأَنْتَ تَقْرَأُ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَمِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ قَالَ: كَلاَمٌ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی واقعہ منقول ہے اور اس میں ہے: فرمایا: اے بلال! میں نے سنا ہے کہ تو پڑھ رہا تھا کچھ اس سورت سے اور کچھ اس دوسری سورت سے۔ انہوں نے کہا:

(١٤٤٣) رزين.
(١٤٤٤) ابوداؤد: ١٣٢٩ـ صحيح: ١١٨ـ ترمذى: ٤٤٧.
(١٤٤٥) ابوداؤد: ١٣٢٩ـ صحيح: ١١٨ـ ترمذى: ٤٤٧.

طَيِّبٌ يَجْمَعُهُ اللّٰهُ بَعْضَهُ إِلٰى بَعْضٍ، قَالَ صَلَّى عَلَيَّ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ قَدْ أَصَابَ. (لأبي داود ١٣٢٩)

اللہ کا پاک کلام ہے، اللہ نے اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نے درست کیا ہے۔''

١٤٤٦ ـ عَنِ الْبَيَاضِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَقَدْ عَلَتْ اَصْوَاتُهُمْ بِالْقِرَأَةِ فَقَالَ إِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِيْ رَبَّهُ فَلْيَنْظُرُ بِمَا يُنَاجِيْهِ بِهِ وَلَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالْقُرْآنِ. (رواه مالك ١٧٨)

البیاضی رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی آواز قراءت کے ساتھ بلند ہو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازی اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ پس وہ فکر کرے کہ کس انداز سے سرگوشی کر رہا ہے اور تم ایک دوسرے پر قرآن مجید بالجہر پڑھ کر آواز بلند نہ کیا کرو۔'' (المؤطا)

١٤٤٧ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طُوْرًا وَيَخْفِضُ طُوْرًا. (رواه أبوداود ،١٣٢٨)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ کی قراءت رات کے وقت اس طرح تھی کہ کبھی بلند آواز کرتے اور کبھی آواز پست کر دیتے تھے۔

١٤٤٨ ـ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ.

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قراءت اس انداز پر تھی کہ حجرے کے اندر کا انسان سن سکتا تھا جب آپ ﷺ صحن میں ہوتے۔''

١٤٤٩ ـ عَنْ أَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَسْمَعُ قِرَاءَةَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ أَبِيْ جَهْمٍ بِالْبَلَاطِ. (رواه مالك: ١٨٠)

ابوسہیل بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: ہم سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت بلاط بازار میں ابوجہم کے مکان میں سنتے تھے۔'' (المؤطا)

١٤٥٠ ـ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِيْ آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ

عبداللہ بن شداد نے کہا: میں آخری صفوں میں تھا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی وہ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے:

(١٤٤٦) مؤطا: ١٧٨.

(١٤٤٧) ابوداؤد: ١٣٢٧ـ حسن، البانی: ١١٧٨ـ احمد: ٢٤٤٢.

(١٤٤٨) ابوداؤد: ١٣٢٨ـ حسن البانی: ١١٧٩.

(١٤٤٩) مؤطا: ١٨٠.

(١٤٥٠) بخاری فی ترجمة الباب.

إِنَّمَا أَشْكُوْبَثِّي وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ(للبخاری فی ترجمة الباب) ''میں اپنے غم اور پریشانی کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں۔'' (بخاری نے ترجمۃ الباب میں بیان کیا)

شرح:......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ١١٠)

''اپنی قراءت کو بلند نہ کر اور نہ آہستہ پڑھ، اس کے درمیان راستہ اختیار کر۔''

یہ احادیث اس آیہ مبارکہ کی تشریح ہیں۔

۱۔ جب آدمی رات گھر میں نمازِ تہجد وغیرہ پڑھ رہا ہو تو آواز آہستہ رکھے، مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے۔

تاہم حسب حال پڑھے اگر کوئی قریب سویا ہو تو آہستہ قراءت کرے اور اگر قریب کوئی نہ سویا ہو تو آواز بلند کر لے اور آواز میں میانہ روی اختیار کرے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے دونوں کے ارادے اچھے تھے، اس کے باوجود درمیانی آواز کی آپ نے تلقین فرمائی تاکہ قراءت سننے والا بھی مستفید ہو اور سونے والا پریشان بھی نہ ہو۔ کیونکہ قرآن پاک ایک مرغوب کتاب ہے، جسے لگن ہو اسے اس سے بہت لذت حاصل ہوتی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرما دی کہ رات کو گھر میں یا مسجد میں قرآن پاک کی قراءت بلند آواز میں کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس میں ریا کاری نہ ہو، خود پسندی نہ ہو اور کسی کی اذیت کا باعث نہ ہو، اگر یہ خطرہ ہو تو پھر آہستہ ہی تلاوت ہو۔ (عون المعبود: ۱/ ۵۱۰)

۳۔ مناجات کا مطلب ہے کہ نمازی اپنا دل حاضر کر کے نماز میں خشوع پیدا کرتا ہے اور اپنے افعال و اقوال اللہ تعالیٰ کے تابع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت اور رضوان کے ذریعے توجہ فرماتے ہیں اور اس پر علوم و اسرار کے دروازے کھولتے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رکاوٹ بننے والے انداز پر پابندی لگا دی ہے کہ قرآن پاک سراپائے اطاعت و قربت ہے، اسے تکلیف دہ انداز پر نہ پڑھا جائے کہ اس کارِ خیر میں نقص پیدا ہو۔

۴۔ قارئین محترم! غور فرمائیں، جب قرآن پاک کی تلاوت سے ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو رحمت مجسم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پابندی عائد کر دی ہے، اس کے علاوہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا کتنا سنگین گناہ ہے۔ (شرح زرقانی: ۱/ ۱۶۸)

۱۴۵۱۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ حَفِظْتُ سَكْتَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ سَكْتَةً إِذَا حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے دو سکتے نماز میں یاد کر رکھے ہیں۔ ایک سکتہ جب امام تکبیر کہہ کر

(۱۴۵۱) ابوداؤد: ۷۷۷۔ ضعیف، البانی: ۱۶۳۔ ترمذی: ۲۵۱۔ ابن ماجه ۸۴۵۔ احمد: ۱۹۷۵۳۔ دارمی: ۱۲۴۳۔ لیکن محدثین نے ابن مدینی وغیرہ اور ترمذی نے متصل قرار دی ہے اور حسن قرار دی ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۳۴۰)

كَبَّـرَالإِمَـامُ حَتَّـى يَقْرَأَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ فَـاتِـحَةِ الْـكِتَابِ وَسُوْرَةٍ عِنْدَ الرُّكُوْعِ قَالَ فَـأَنْـكَـرَذٰلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ فَـكَتَبُـوْا فِـى ذٰلِكَ إِلٰـى الْـمَـدِيْنَةِ إِلٰى أُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ (رواه أبوداود ، ۷۷۷)

خاموش ہوتا ہے اور پھر پڑھنے لگتا ہے۔ اور دوسرا سکتہ جب فاتحہ اور سورت پڑھ کر سکوت کرتا ہے، رکوع سے پہلے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان پر انکار کیا تو لوگوں نے اُبی رضی اللہ عنہ کو مراسلہ لکھ بھیجا تو انہوں نے (جواب میں) سمرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

شــرح: ......ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، نماز میں تلاوت کے لیے مجموعی لحاظ سے تین سکتات (وقفے) ثابت ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ کے بعد (۲) ولا الضالین کے بعد آمین کہیں تو وقفہ کریں پھر تلاوت کریں۔ (۳) رکوع سے پہلے جب قراءت ختم ہوتی ہے تو وقفہ کریں پھر رکوع میں جائیں۔ (محلی: ۴/ ۹۷)

۱٤٥٢۔ عَـنْ جَـابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ . (لمسلم ۷٥٦)

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''افضل نماز وہ ہے جس میں قراءت طویل ہو۔''

شــرح: ......قنوت کے معانی بہت زیادہ ہیں۔ (۱) اطاعت (۲) عبادت (۳) اطاعت پر ہمیشگی کرنا (۴) نماز (۵) قیام (۶) طویل قیام (۷) دعا (۸) خشوع (۹) سکوت یعنی خاموشی (۱۰) نظر نہ پھیرنا۔ مگر یہاں مراد لمبا قیام ہے۔

اس کی وضاحت نبی اکرم ﷺ سے بھی آتی ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کونسا عمل افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: طُوْلُ الْقِيَامِ وہ نماز جس میں قیام لمبا ہو۔ (ابوداؤد)

۲۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ سے افضل ہے، قیام کے افضل ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ اس میں قرآن پاک کی تلاوت ہے جو سب سے افضل ذکر ہے۔

۳۔ بعض ائمہ سجدہ کو افضل قرار دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سجدے کی حالت میں رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

مگر اس میں زیر شرح حدیث سے کوئی ٹکراؤ نہیں کیونکہ سجدے میں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ قیام سے افضل ہو، افضل قیام ہی ہے۔

۴۔ علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، لمبا قیام نفل نماز میں ہے، یا اکیلا نماز پڑھنے والے پر ہے کہ قیام لمبا کر سکتا ہے، نوافل ہوں یا فرائض، جب باجماعت ہوں تو پھر امام کو تخفیف کی تلقین ہے۔ اور اسی طرح جب بچہ وغیرہ روتا ہو تو پھر بھی تخفیف کی ترغیب ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں اور مقتدیوں کا علم ہو کہ وہ طویل قیام سے اکتائیں گے نہیں تو پھر قیام لمبا کیا جا سکتا ہے۔ (مرعاۃ: ۲/ ۳۰۵)

(۱٤٥٢) مسلم: ۷٥٦۔ ترمذی: ۳۸۷۔ ابن ماجه: ۱٤۲۱۔ احمد: ۱٤۷۸۸.

١٤٥٣ ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ قَالَ كُنَّا نَحْزِرُقِيَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِيْ الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَقِرَاءَةِ آلٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ . (رواه مسلم: ٤٥٢)

سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ظہر اور عصر میں قیام کا اندازہ لگاتے تھے، پس ظہر کی پہلی دو رکعات میں ہم نے الم تنزیل سجدہ کے برابر اندازہ لگایا اور عصر کی دو رکعات میں اس کے نصف کے برابر اندازہ کیا۔ (مسلم ونسائی)

١٤٥٤ ـ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلاۃُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْضِيْ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلٰى مِمَّا يُطَوِّلُهَا . (رواه مسلم، ٤٥٤)

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ظہر کی نماز کھڑی کی جاتی تھی اور جانے والا البقیع تک جا کر اپنی حاجت پوری کر کے پھر وضو کرتا اور پھر آتا تو رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں ہوتے تھے، اس لیے کہ قراءت طویل کرتے تھے۔

شرح :......١۔ ان احادیث میں نمازِ ظہر کی پہلی رکعت طویل کرنے کا اندازہ دو طرح پر بتایا گیا ہے۔

(١) تقریباً سورۂ سجدہ کے برابر جو کہ تیس آیات ہیں، جتنی انہیں پڑھنے میں دیر لگتی ہے اتنی لمبی رکعت ہوتی۔

(٢) نمازِ ظہر کھڑی ہو جاتی، جانے والا البقیع جگہ میں قضائے حاجت کرتا اور پھر وضو کرتا اور نماز سے ملتا اب بھی پہلی رکعت میں آپ ﷺ ہوتے۔

٢۔ نمازِ ظہر کی پہلی رکعت اتنی طویل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دوپہر کا وقت آرام کا وقت ہے اور غفلت کی گھڑی ہے پہلی رکعت کو اتنا طویل اس لیے کیا گیا ہے کہ ہر آدمی اسے حاصل کر سکے۔

٣۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ نمازِ ظہر کی بعد والی دو رکعات پہلی سے ہلکی ہوتی تھیں اور عصر کی پہلی دو ظہر کی بعد والی کے برابر ہوتی تھیں اور عصر کی بعد والی ظہر کی بعد والی دو رکعات سے بھی نصف ہوتی تھیں، اس طرح ان دونوں نمازوں میں وقت کا اندازہ تھا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نمازِ ظہر کی تمام نماز میں اور نمازِ عصر کی پہلی دو رکعات میں آپ ﷺ سورۂ فاتحہ کے سوا کوئی سورت ملاتے تھے اس لیے یہ طویل ہوتی تھیں۔ نمازِ عصر کی بعد والی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور کوئی سورت نہ ملاتے تھے اس لیے یہ ہلکی ہوتی تھیں۔

(١٤٥٣) مسلم: ٤٥٢ـ نسائی: ٤٧٦ـ ابوداؤد: ٨٠٤ـ ابن ماجه: ٨٢٨ـ احمد: ١١٣٩٣ـ دارمی: ١٢٨٨.

(١٤٥٤) مسلم: ٤٥٤ـ نسائی: ٩٧٣ـ ابن ماجه: ٨٢٥.

١٤٥٥ـ عَنْ زَيْدِبْنِ أَسْلَمَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ صَلَّيْتُمْ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ يَا جَارِيَةَ هَلُمِّيْ لِيْ وَضُوْءً اَمَّا صَلَّيْتَ وَرَاءَ إِمَامٍ أَشْبَهَ صَلاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ إِمَامِكُمْ هٰذَا قَالَ زَيْدُ وَكَانَ عُمَرُبْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَيُخَفِّفُ الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ . (رواه النسائى ٩٨١)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ہم سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ انہوں نے آواز دی: اے لڑکی! میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔ کہا: میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو تمہارے اس امام سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زید نے کہا: عمر بن عبدالعزیز رکوع و سجود مکمل کرتے اور قیام و قعدہ میں تخفیف کرتے تھے۔ (النسائی)

١٤٥٦ـ قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: فَحَرَزْنَارُكُوْعَهُ عَشَرَتَسْبِيْحَاتٍ وَسُجُوْدَهُ عَشَرَ تَسْبِيْحَاتٍ . (رواه أبوداود ٨٨٨)

ابن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: ہم نے ان کے رکوع کا اندازہ کیا دس تسبیحات کے برابر، اور اندازہ کیا سجود کا دس تسبیحات کے برابر۔

١٤٥٧ـ عَنْ شَقِيْقٍ: بَلَغَنِيْ أَنَّ عَمَّارَبْنَ يَاسِرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَخَفَّفَ مِنْ قِرَاءَ تِهِ فِى صَلاتِهِ وَمِنَ الطَّمَأْنِيْنَةِ فِيْهِ ، فَقِيْلَ لَهُ: لَوْ تَنَفَّسْتَ فَقَالَ: إِنَّمَا بَادَرْتُ بِهِ الْوَسْوَاسَ . (رواه رزين)

شقیق نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اپنی قراءت میں تخفیف کی اور اطمینان میں بھی تخفیف ہی کی تو ان کو کہا گیا: آپ کچھ تو طویل کرتے، تو انہوں نے کہا: میں وسوسوں سے پہلے عہد براہ ہونا چاہتا تھا۔'' (رزین)

١٤٥٨ـ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَارَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلاَالْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ . (للبخارى ، ٧٩٢)

براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ اور جب رکوع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اُٹھاتے، یہ سب ہی قریب قریب اور برابر ہوتے تھے۔ البتہ قیام اور قعدہ طویل ہوتا۔

١٤٥٩ـ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ الصَّلاَةَ مَعَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدْتُّ قِيَامَهُ فَرَكْعَتَهُ فَاعْتِدَالُهُ بَعْدَرُكُوْعِهِ فَسَجْدَتَهُ

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا بغور اندازہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کو، رکوع کو، رکوع کے بعد اعتدال سے کھڑا ہونے کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کو اور دو سجدوں کے

(١٤٥٥) نسائی: ٩٨١ـ صحيح: ٩٣٨ ابوداؤد: ٨٨٨ـ احمد: ١٢٩٣٨.
(١٤٥٦) ابواؤد: ٨٨٨ـ ضعيف: ١٨٩ـ نسائی: ١١٣٥ـ احمد: ١٣٢٦٠.
(١٤٥٧) رزين.
(١٤٥٨) بخاری: ٧٩٢ـ مسلم: ٤٧١ـ ترمذی: ٢٧٩ـ نسائی: ١١٤٨ـ ابوداؤد: ٨٥٢ـ احمد: ١٨١٦٠ـ دارمی: ١٣٣٣.
(١٤٥٩) مسلم: ٤٧١ـ بخاری: ٨٢٠ـ نسائی: ١٣٣٢ـ ابوداؤد: ٨٥٤ـ احمد: ١٨١٦٠.

فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالانْصِرَافُ قَرِيْبًامِنَ السَّوَاءِ (رواه مسلم ٤٧١)

درمیان بیٹھنے کو، پھر سجدہ کرنے کو، پھر سلام اور اُٹھ جانے کے درمیان کو قریب اور برابر پایا۔

١٤٦٠۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُوْ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَنُسَبِّحُ رُكُوْعًا وَسُجُوْدًا. (رواه أبوداود ٨٣٣)

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا: ہم جب نفل پڑھتے تو قیام اور قعود کو ترک کر دیتے اور رکوع اور سجود سے تسبیح کرتے۔'' (ابوداؤد)

شرح: ......١۔ ثابت ہوا کہ نماز میں تخفیف قیام اور بیٹھنے میں ہے، رکوع اور سجدہ میں تخفیف نہیں اور جو دس دفعہ تسبیحات پڑھتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم کی موافقت کرتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ تسبیحات دس ہی ہیں، اس سے زائد پڑھنا درست نہیں، یہ بات ٹھیک نہیں، کم از کم ایک بھی پڑھ لے، تین پڑھ لے، نو پڑھ لے یا اس سے زیادہ پڑھ لے۔ شرط یہ ہے کہ مقتدی زیادہ پڑھنے سے اذیت محسوس نہ کریں۔ تنہا ہو یا مقتدیوں کی طبیعت بھی آمادہ ہو تو جتنی بھی زیادہ تسبیحات پڑھی جائیں اولیٰ ہیں، طاق ہوں یا غیر طاق ہوں، سب جائز ہیں۔ (عون المعبود: ١/ ٣٣١-٣٣٠)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے دس تسبیحات والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے مگر علامہ شمس الحق رحمہ اللہ نے اسے جید ثابت کیا ہے۔ (حوالہ مذکور)

٢۔ نماز میں اعتدال رکھا جائے۔ قیام، رکوع کے بعد قومہ، دو سجدوں کے درمیان جلسہ، رکوع و سجود تقریباً ملتے جلتے ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان ارکان کے تقریباً برابر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قراءت لمبی کرتے تو بقیہ ارکان بھی لمبے کرتے، جب قراءت ہلکی کرتے تو بقیہ ارکان بھی کرتے۔ (فتح الباری: ٢/ ٢٨٩)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا جو اثر ہے اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ وسوسہ کے ڈر سے انہوں نے تیزی کی، یہ بات معیار نہیں، معیار وہ طریقہ نماز ہے اور وہ اطمینان یا اعتدال ہے جو نبی ﷺ سے ثابت ہوا ہے۔

٣۔ باقی رہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی بات کہ حالت قیام میں دعا اور رکوع و سجوع میں تسبیح پڑھنا نفلی نماز میں کافی ہے۔ یہ بات درست نہیں اور نہ یہ ان سے ثابت ہی ہے، ان کی طرف غلط منسوب ہے۔ کیونکہ پہلے آپ ﷺ کا فرمان گزر چکا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔ (بخاری مسلم)

اس میں فرض اور نفل ہر نماز شامل ہے۔

(١٤٦٠) ابوداؤد: ٨٣٣۔ ضعيف موقوف، البانی: ١٧٩.

ضروری نوٹس